مجموعہ القاسم

Jamiatul Qasim Darul Uloom-il- Islamia, Supaul Bihar (INDIA)

جلد سوم ۳ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

ترتیب

ناموس رسالت کے علمبردار، امین ملت

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار کا علمی، دینی، دعوتی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ معارف قاسم جدید، دہلی

کی

تحقیقی، تاریخی اور دستاویزی پیش کش

مجموعہ القاسم

﴿تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ - ۳﴾

ترتیب

ناموس رسالت کے علمبردار امین ملت

بندہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

تقدیم

ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

ناشر

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ، سپول، بہار

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : **مجموعہ القاسم (تحفظ ناموس رسالت ﷺ-۳)**

ترتیب : ناموس رسالت کے علمبردار امین ملت بندہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

تقدیم : ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

صفحات : ۹۵۱

اشاعت : ۲۰۱۸ء

تعداد : ۲۵۰۰

ناشر : جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ، سپول، بہار، الہند

﴿ملنے کے پتے﴾

- امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ انڈیا
  K-79, 2nd Floor, Street No.5, Abul Fazal Enclave, Part-I
  Jamia Nagar, New Delhi-110025 (India)
  Ph: +91-11-26981876, 26982907, **Mob.:** +91-9811125434
  9899766786, 9931906068, 9931515312, 9708056420
- حرا انٹرنیشنل اکیڈمی، فاربس گنج، ارریہ بہار، الہند
- خدمت خلق ٹرسٹ انڈیا، ہرپور بیشی، اورائی، مظفر پور بہار، الہند۔ موبائل: 9891763977

انتساب

استاذ الکل مولانا مملوک علی النانوتوی، حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند، مجاہد فی سبیل مولانا محمد مظہر النانوتوی بانی مظاہر علوم سہارنپور، امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الحدیث اوّل مولانا محمد یعقوب نانوتوی، امیر لشکر میدان شاملی مولانا محمد منیر نانوتوی، کتب فقہ اسلامی کے مصنف مولانا محمد احسن نانوتوی اور مصلح قوم سرسید احمد خان بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام منسوب کرتا ہوں۔ جن کے جلائے ہوئے چراغ کی لَو سے آج پوری دنیا ڈیڑھ صدی سے روشن ہے، اور جن کے اخلاص کا تاج محل، کتاب وسنت، فقہ اسلامی کی ترویج کے علاوہ اسلامی تحریک، ناموس تحفظ ختم نبوت، مدارس ومساجد اور انسانی خدمات کا وہ روشن باب جن کا شمار ہمیشہ قدر ومنزلت کی نگاہ سے تاریخ داں لکھے گا انشاء اللہ۔ یقیناً یہ کارہائے نمایاں ہمیشہ انجام پاتے رہیں گے اور آئندہ بھی مورخ اِن کارناموں کو سنہری حروف میں لکھتا رہے گا۔

بندہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

رونق بزم

شمار نمبر	عناوین	اہل قلم	صفحہ
۱	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۷
۲	ایمان کی اہمیت: ملت کی تعمیری حقیقت ...	علامہ سید سلیمان ندویؒ	۲۴
۳	توحید کی حقیقت	مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ	۵۲
۴	ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم	محمد عاصم	۹۷
۵	عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ	مجیب الرحمٰن انقلابی	۱۱۴
۶	عقیدۂ ختم نبوت اور امت مسلمہ کی ذمہ داری	محمد اکرام غنا مظاہری	۱۱۹
۷	عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا تاریخ ساز دن	علامہ ارشد الحسینی	۱۲۵
۸	ختم نبوت، قرآن، حدیث اور آثار کی روشنی میں	ڈاکٹر شہاب الدین علی گڑھ	۱۳۱
۹	قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے	محمد متین خالد	۱۵۳
۱۰	قادیانیت یا کادیانیت	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	۱۶۱
۱۱	قادیانی: منکرین ختم نبوت کا منظم گروہ	غیاث الدین دھامپوری	۱۶۶
۱۲	توہین رسالت: ناقابل برداشت جرم!	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۷۴
۱۳	قادیانیوں کے تیسرے خلیفہ کے بیٹے کا قبول اسلام		۱۸۰
۱۴	علامہ اقبال اور قادیانیت	وقاص سعید	۱۸۷
۱۵	فتنوں کے خلاف مؤثر بیداری	مولانا محمد شاہد انور قاسمی بانکوی	۱۹۰
۱۶	ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت	سلیم ولد لعل محمد	۱۹۹
۱۷	علامہ اقبالؒ اور مسئلہ ختم نبوت: حقائق کی روشنی میں	مفتی محمد صادق حسین قاسمی کریم نگری	۲۰۳
۱۸	انبیاء کرام کی گستاخی موجب قتل		۲۱۵

۱۹	تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور امت مسلمہ		۲۱۹
۲۰	شاتمین رسول ﷺ کو سزا کیوں نہیں؟	مونسہ بشریٰ	۲۲۴
۲۱	توہین رسالت ﷺ کی سزا	مولانا سید ابوالاعلی مودودی	۲۳۰
۲۲	شاتم رسول ﷺ کی سزائے قتل سے انکار کا فتنہ	پروفیسر ڈاکٹر محسن عثمانی	۲۳۲
۲۳	ہندستان میں قادیانیت کا فتنہ نرسمہا راؤ کی دین	اطہر صدیقی	۲۴۲
۲۴	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی 'تحفظ ناموس رسالت کا...'	ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی	۲۵۱
۲۵	فتنہ قادیانیت کے سدِ باب کے لیے طویل...	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۲۶۲
۲۶	قادیانی تحریک اور مجلسِ احرار کا موقف	ڈاکٹر محمد عرفان قاسمی	۲۶۸
۲۷	نبی پاک ﷺ کی ازدواجی زندگی اور دشمنان اسلام...	ڈاکٹر ریحان اختر	۲۸۵
۲۸	قادیانیوں کو غور و فکر کی دعوت	قاضی اشرف حسین مختار، رحمانیؒ	۳۰۴
۲۹	ناموس رسالت ﷺ کے تین اہم ہیرو	ڈاکٹر محمد اجمل قاسمی	۳۵۵
۳۰	عقیدۂ ختم نبوت ایمان کی اساس	مفتی شمس تبریز قاسمی	۳۶۲
۳۱	گستاخانِ رسول کا انجام	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۳۷۷
۳۲	مولانا ظفر علی خاںؒ اور احمدیوں کا تعاقب	نایاب حسن قاسمی	۳۹۶
۳۳	مرزائیت کی تابوت میں آخری کیل	مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی	۴۱۴
۳۴	قادیانیوں کی ایک اور شر انگیزی	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	۴۱۷
۳۵	اسلام اور قادیانیت عقائد کی روشنی میں	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	۴۲۰
۳۶	محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۴۳۵
۳۷	قادیانیت منظر اور پس منظر	مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی	۴۴۶
۳۸	قادیانی گروہ زندیقوں کی طرح تحریک ارتداد...	مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری	۴۶۲
۳۹	قادیانیوں کی چال سے مسلمان ہوشیار رہیں	مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری	۴۶۷
۴۰	قادیانیت انگریزوں کا خودکاشتہ پودا	مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری	۴۷۱
۴۱	قادیانیت کے متعلق علماء اسلام اور سرکاری عدالتوں...	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	۴۷۶
۴۲	قادیانیوں کی سیاسی وسماجی پوزیشن	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	۴۸۱
۴۳	اسلام اور قادیانیت: معرکۂ حق و باطل	مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۴۸۷

۴۴	تحریک تحفظ ختم نبوت اور جامعۃ القاسم...	ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی	۵۰۵
۴۵	پیغام بموقع تحفظ ختم نبوت کانفرنس	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵۱۰
۴۶	خطبہ استقبالیہ (ردقادیانیت پروگرام)	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	۵۱۲
۴۷	قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	۵۲۰
۴۸	بہار میں قادیانیت کی سرکوبی کے لئے جدوجہد		۵۳۹
۴۹	مجموعۂ رسائل	علامہ نور محمد ٹانڈویؒ	۵۴۵
۵۰	احوالِ واقعی	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	۵۴۷
۵۱	تقریظ	مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی	۵۴۹
۵۲	نذر عقیدت	علامہ نور محمد ٹانڈویؒ	۵۵۲
۵۳	کذبات مرزا	علامہ نور محمد ٹانڈویؒ	۵۵۸
۵۴	ہم سے تو یہ بھیّا ہو نہیں سکتا		۶۴۷
۵۵	یہ اعلان کریں گے	سید امین گیلانی	۶۴۹
۵۶	میدان میں ختم نبوت کے غلام آئے	سید امین گیلانی	۶۵۰
۵۷	مغلظاتِ مرزا	علامہ نور محمد ٹانڈویؒ	۶۵۱
۵۸	اختلافاتِ مرزا	علامہ نور محمد ٹانڈویؒ	۷۶۱
۵۹	کفریاتِ مرزا	علامہ نور محمد ٹانڈویؒ	۷۹۷
۶۰	کرشن قادیانی آریہ تھے یا عیسائی؟	علامہ نور محمد ٹانڈویؒ	۸۴۳
۶۱	مقدمہ	ابوالفضل شمس النبی امروہوی	۸۵۸
۶۲	مرزا قادیانی آریہ تھے	علامہ نور محمد ٹانڈویؒ	۸۶۳
۶۳	جواب حقانی	قاضی اشرف حسینؒ	۸۸۱
۶۴	اظہار تشکر	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	۸۸۲
۶۵	تقریظ	مولانا صغیر احمد رحمانی	۸۸۵
۶۶	مرزائی خط کا ہمدردانہ جواب	قاضی اشرف حسینؒ	۸۸۹
۶۷	ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی	مولانا مفتی محمد شفیع	۹۴۱

☆☆

محمد رسول اللہ ﷺ

● حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

ذات نبویؐ کے امتیازی شرف سے جدید تعلیم یافتوں کی بے اعتنائی:

جو طباع زمانہ کے جدید رنگ کے رنگے ہوئے ہیں ان میں یہ کوتاہی مشاہد ہے کہ وہ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف اسی قدر دلچسپی رکھتے ہیں کہ دوسری اقوام یا مذاہب سے مقابلہ کے موقع پر آپ ﷺ کی سوانح عمری یا آپ ﷺ کے بعض اقوال وافعال کی حکمتوں میں صرف وہ حصہ جس کو تمدّن سے تعلق ہے محض اسی غرض سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ کی عظمت اور آپ کے قانون کی عزت (برتری) ظاہر ہو، اور اس کو اسلام کی خدمت اور آپ کے ادائے حقوق کیلئے کافی سمجھتے ہیں، باقی نہ اتباع کو ضروری سمجھتے ہیں، نہ محبت کا کوئی اثر پایا جاتا ہے، بلکہ اتباع کو تعصب اور محبت کو وحشت سمجھتے ہیں، اور سبب خفی اس کا یہ ہے کہ زمانہ میں سب سے بڑا مقصد جاہ وعزت کو قرار دیا گیا ہے جس کے مطلوب ہونے کا ہم کو بھی انکار نہیں، مگر کلام اس میں ہے کہ آیا وہ مطلوب بالعرض ہے یا خود مطلوب بالذات؟ بہر حال چونکہ اس کو مطلوب بالذات سمجھا جاتا ہے، اس لئے نبی اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے **لاتعدد ولاتحصیٰ** (اَن گنت) کمالات حقیقیہ عظیم الشان میں سے ان کی نظر اسی کا انتخاب کرتی ہے اور دوسرے کمالات مثل محبت الٰہی، خشیت، زہد، صبر، تربیتِ روحانی اور مجاہدہ وشغل بحق اور دیگر فضائلِ علمیہ وعملیہ کا کبھی ان کی

زبان پر نام بھی نہیں آتا، جس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ گویا آپ اسی غرض کیلئے مبعوث کیئے گئے تھے کہ ایک جماعت کو قوم بنا کر اس کو دینی ترقی کے وسائل کی تعلیم فرمائیں، تاکہ وہ دوسری قوموں پر سابق وفائق (یعنی سبقت لے جانے والی اور غالب رہنے والی) رہ کر دنیا میں شوکت کیساتھ زندگی بسر کر سکے، کیا قرآن مجید اور حدیث میں گہری نظر رکھنے والا آپ ﷺ کی تعلیم کا یہ خلاصہ نکال سکتا ہے؟

ان لوگوں میں متابعت ومحبت کا وجود نہ ہوتا تو ظاہر ہی ہے، نظرِ عمیق سے دیکھا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی عظمت جو آپ ﷺ کے حاملِ وحی ہونے کی حیثیت سے تعلق رکھتی ہے، (جس کو قرآن نے ''یُوحیٰ اِلَیّ'' کا ایسا امتیاز قرار دیا جس میں قیامت تک غیر نبی شریک نہیں ہوسکتا اور جس امتیازِ خاص ہی کی وجہ سے انسانیت اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور ابدی، غیبی حقائق سے واقف ہوسکی، ورنہ انسان ایک متمدّن حیوان کی سطح سے ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اس کا احتمال بھی ان کے ہاں نہیں پایا جاتا، ان لوگوں کی تقریر وتحریر میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے قلوب میں آپ ﷺ کی جو عظمت ہے وہ اس حیثیت سے (ہے ہی) نہیں، بلکہ ایک حکیم تمدّن ہونے کی حیثیت سے ہے اور صرف حکیمِ تمدّن ہونے کے اعتبار سے جو اعتقاد وعظمت ہوتی ہے وہ اتنی ہی ہے جتنی کہ کسی ذی رائے انسان کی رائے سن کر ہوتا ہے۔

اس کا ضرر یہ ہے کہ حضور اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات (حکمِ شریعت) کے قبول کرنے میں یا اس کو وقعت کی نظر سے دیکھنے میں جب تک اس کی مصلحت (اپنی عقل نارسا کو) معلوم نہ ہو سخت تردد اور خلجان رہتا ہے اور اس پر عمل کرنے میں ایک قسم کی تنگی، جبر اور تحکم کا سا اثر رہتا ہے، اور دوسروں کے سامنے اس کا دعویٰ کرنے میں ایک گونہ خجلت اور بے وقعتی کی سی کیفیت رہتی ہے؛ بلکہ کوشش رہتی ہے کہ کسی طرح اس کا شرعی ہونا ہی ثابت

نہ ہو، یا کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وقتی ضرورت ومصلحت کا دعویٰ کر دیتے ہیں، غرض ہزار حیلے نکالے جاتے ہیں اور اگر ماننا ہی پڑ گیا تو اعتقاد اور خوشدلی سے نہیں، بلکہ بدنامی سے بچنے یا قومی ضرورت کے ماتحت یا مذہبی مجبوری سمجھ کر مانتے ہیں اور یہ وہ مراتب (انکار وقبولیت کے) ہیں جو کم وبیش کفر سے ملے ہوئے ہیں۔

بیان بطرزِ اہلِ اَسرار:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا راز حضراتِ صوفیہ واہلِ اسرار رحمہم اللہ کے طرز پر بیان کروں گا، کیونکہ حقیقت کو انہیں حضرات نے خوب سمجھا ہے اور لوگ تو الفاظ ہی میں ہیں اور یہ لوگ اسرار سمجھتے ہیں، مگر اس سے یہ نہ سمجھیں کہ وہ مضمون اہل اسرار کا مخترع (خود ساختہ) ہوگا اور کتاب وسنت سے ثابت نہ ہوگا، یاد رکھو! کہ یہ حضرات جو کچھ سمجھتے ہیں کتاب وسنت ہی سے سمجھتے ہیں، اگر کتاب وسنت سے خارج کوئی شئے ہوگی تو وہ خود مردود ہے۔

نورِ محمدی ﷺ کے دوگونہ برکات:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کے برکات دو قسم پر ہیں، ایک صوری، جو کہ اشیا کے وجود وظہور سے تعلق رکھتی ہیں، دوسرے معنوی، جو ان اشیاء میں خاص اہلِ ایمان کے صدور (سینوں) کے متعلق ہیں۔ ظہور کے متعلق تو آپ ﷺ کے نورِ مبارک کی برکت یہ ہے کہ تمام عالم کا وجود آپ کے نور سے ہوا اور لوگ آج کل اسی کو زیادہ بیان کرتے ہیں، صدور (سینوں) کے متعلق آپ ﷺ کے برکات یہ ہیں: ایمان ومعرفتِ الٰہی سب کو آپ ﷺ ہی کے واسطہ سے حاصل ہوئی، ان برکات کو آج کل لوگ کم کیا بیان

ہی نہیں کرتے، بلکہ چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ زیادہ ضروری اسی کے بیان کرنے کی ہے، کیونکہ جو اثر آپ ﷺ کے نور کا ظہور کے متعلق ہے اس کے آثار تو محسوس ہیں اور جو اثر صدور کے متعلق ہے اس کے آثار یعنی خاص ثمراتِ مقصودہ وہ قیامت اور جنت میں معلوم ہوں گے، یہاں ان سے ذہول ہے، نیز وہ رتبہ میں بھی اعظم ہیں، اس لئے زیادہ ضرورت اسی کے بیان کرنے کی ہے، کیونکہ ظہور پر تو صرف اسی قدر اثر ہوا کہ ہم موجود ہوگئے، مگر صرف موجود ہوجانے سے کچھ زیادہ فضیلت نہیں حاصل ہوسکتی، پوری فضیلت تو ایمان و معرفتِ الٰہی سے حاصل ہوتی ہے، جس کی وجہ سے انسان کو حیوانات پر شرف ہے، تیسرے یہ جو اثرات نورِ مبارک کے ظہور پر ہوئے وہ متناہی اور محدود ہیں، کیونکہ موجودات اپنی ذات کے اعتبار سے متناہی ہیں اور صدور (سینوں) پر جو اثر ہوا وہ غیر متناہی ہے، کیونکہ معرفتِ الٰہی کے مراتب اور ان کے ثمرات غیر متناہی ہیں، پس آپ کے نورِ مبارک کے یہ برکات زیادہ بیان کرنے کے قابل ہیں۔

حیاتِ نبوی ﷺ کی عظمت:

"لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِی سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ"۔ (الحجر:۷۲) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی حیات اور جان کی قسم ہے، وہ قوم لوط اپنی مستی اور نشہ میں بھٹک رہے تھے، مضمون تو صرف اتنا ہے، اب میں اس سے اپنا مقصود عرض کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس قسم سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیاتِ شریفہ کی عظمتِ شان بیان فرمادی ہے، سبحان اللہ! بیان بھی فرمائی تو ایسے طرز سے کہ سننے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قومِ لوط کی حالت کو بیان کرنا ہے، مگر اس کے ضمن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کو عجیب انداز سے بیان فرماگئے۔

خوشتر باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

طالب کیلئے تو اندازِ بیاں کافی ہے اور آپ ﷺ کی محبوبیت اس پر عیاں ہوگئی اور جو ناقدر اور غیر طالب ہے اس کو التفات بھی نہ ہوگا کہ کیا بات کہہ دی اور کتنی دور کی اور کس قدر گہری فرمادی۔ رہا یہ کہ اس سے محبوبیت کیسے سمجھی گئی اور وجہِ استدلال کیا ہے؟ تو وہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شئے کی قسم کھائیں تو وہ بہت بڑی شئے ہوگی، ایسی قسم جب ہی کھائی جاتی ہے کہ قسم کھانے والے کو مقسم بہ (جس کی قسم کھائی جائے) سے غایتِ تعلق ہو۔

شبہ کا جواب:

یہاں پڑھے لکھے حضرات کو شبہ ہوسکتا ہے کہ قسم کھانا تو دلیل عظمت کی نہیں ہے، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کی قسم کھائی ہے، انجیر کی قسم، فجر، چاشت اور رات کی قسمیں قرآن مجید میں موجود ہیں، اگر یہی دلیل عظمت کی ہے تو یہ سب چیزیں بھی عظیم الشان ہوں گی۔ اس شبہ کے جواب کیلئے اوّل ایک مقدمہ عقلی سمجھ لیجئے، وہ یہ کہ ہر شئے کا شرف اس کی نوع کے اعتبار سے ہوتا ہے، تو مقسم بہ ہونا بے شک دلیل ہے شرف کی، لیکن مطلقاً نہیں، بلکہ اس کی نوع کے اعتبار سے، یعنی یہ سمجھا جائے گا کہ یہ شئے اپنی نوع میں سب افراد سے افضل ہے، حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ کھانا افضل ہے یا پانی؟ تو وہ مجنون ہے،...... ہاں اگر انواع ہی میں گفتگو ہو تو وہ دوسری بات ہے، لیکن اگر افراد میں ہو تو اس میں یہ رعایت ضرور ہوگی کہ ایک نوع کے تحت داخل ہوں، مثلاً یوں نہ کہیں گے کہ مسجد افضل ہے یا فلاں کتاب؟ ہاں یوں کہیں گے کہ یہ مسجد افضل ہے یا فلاں مسجد یا فلاں گھر،...... تو اب سمجھ لیجئے کہ مقسم بہ ہونا بے شک دلیل اس کے شرف کی ہے، مگر یہ نہیں کہ وہ سب اشیاء سے افضل ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی نوع میں افضل ہے، پس انجیر بے شک افضل ہے لیکن ثمرات میں، اور فجر بلاشبہ افضل ہے مگر اوقات میں، پس اس بناء پر آپ ﷺ کی حیات کے مقسم بہ ہونے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

جوفضیلت وعظمت ثابت ہوگی وہ اپنے اخوان، یعنی انبیاء علیہم السلام میں ثابت ہوئی اور اس سے تمام انبیا میں افضل ہونا ثابت ہوا، اب چونکہ انبیاء علیہم السلام تمام انسانوں سے افضل ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کا ''سَیِّدُ وُلدِ آدم'' (اولادِ آدم کے سردار) ہونا معلوم رہا، اب رہی یہ بات کہ فضیلتِ مطلقہ کیسے ثابت ہوئی؟ تو وہ اس طرح کہ باتفاقِ عقلاء انسان اشرف المخلوقات ہے، نیز حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''وَلَقَد کَرّمنَا بَنی آدَمَ''. (الاسراء:۷۰)

''ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی''، پس جبکہ نوعِ انسانی تمام انواع سے افضل ہے اور انواعِ انسان میں انبیاء علیہم السلام افضل ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین اور سید الانبیاء ہیں، تو آپ ﷺ افضل الخلق ہوئے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی دو قسمیں بنائیں: عرب و عجم، ان میں عرب کو فضیلت عطا فرمائی، پھر عرب میں قریش کو افضل بنایا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا، پھر ان میں مجھ کو پیدا کیا، پس میں افضل الناس ہوں نسباً بھی، پس اب شبہ رفع ہوگیا اور ''لَعَمرُکَ'' (آپ کی عمر کی قسم!) سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور محبوبیت ثابت ہوگئی۔

حیاتِ محمدی ﷺ کی چار حالتیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی چار حالتیں ہوں گی:

(۱) نور کے پیدا ہونے سے ولادت شریف تک (۲) ولادتِ شریف سے وفات تک (۳) وفات سے حشر ونشر تک (۴) حشر ونشر سے خلودِ جنت تک جو غیر متناہی ہے۔

''لَعَمرُکَ''، میں مقسم بہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہے، اس لئے کہ عمر بفتح و ضم نام ہے حیات وبقاء کا، اور حیات کہتے ہیں ذی حیات کی اس حالت کو جو تولد سے لے کر

وفات تک ہے، تو آپ ﷺ کی نوریت کی جو حالت عالمِ ارواح سے بھی پہلے تھی اس کو بھی حیات کہہ سکتے ہیں، جس کی نسبت ارشاد ہے: ''کُنتُ نبیًّا و آدمُ بینَ الرُّوحِ و الجسد''۔ (میں اس وقت نبی بنایا جا چکا تھا جبکہ آدم کا خمیر ابھی تیار ہو رہا تھا۔ ترمذی) ...... اور اس وقت آپ کا بدنِ مبارک تو بنا نہ تھا، پھر نبوت کی صفت (ظاہر ہے کہ) آپ ﷺ کی روح کو عطا ہوئی تھی اور نورِ محمدی اسی روح محمدی ﷺ کا نام ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ آپ کا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا تو اس سے آپ ﷺ کے وجود کا تقدم حضرت آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو اس سے آپ ﷺ کی تخصیص کیا تھی، تقدیر تمام اشیائے مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے، لہٰذا یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں، بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے، اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی، پس اس سے آپ ﷺ کے وجود کا تقدم ثابت ہوگیا، اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لئے نور اور روح کا مرتبہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنیٰ؟ کیونکہ نبوت آپ ﷺ کو چالیس (۴۰) سال کی عمر میں عطاء ہوئی اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا، اس لئے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہوگیا، اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت، بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنیٰ؟ کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ ﷺ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے، اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا، سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ ثبوت میں نہیں، جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے، مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد، (علاوہ ازیں) عالم ارواح میں جب ''الست'' کا عہد لیا گیا اور پوچھا گیا ''الستُ بربکم؟'' تو سب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا کہ دیکھیں آپ کیا جواب دیتے ہیں؟ تو سب سے اول آپ ﷺ نے جواب دیا: ''بلیٰ انت ربّنا''، اس

کے بعد اوروں نے بلیٰ کہا، لہٰذا اوروں کے علم و معرفت کے مربی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور تربیت فی العلوم حیات پر موقوف ہے، پس تب سے نور مخلوق ہوا ہے اس وقت سے حیات لی جاسکتی ہے۔

یہ تو حیاتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیات) کی آغاز کا ذکر ہوا، جس کے بعد آپ ﷺ کی حیاتِ ناسوتی ہے جو اس دنیا میں آپ کی ولادت شریفہ سے لے کر آپ ﷺ کی وفات پر ختم ہوتی ہے، اگر نظر کو اور وسیع کیا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعدِ وفات بھی حیاتِ برزخی ثابت ہے اور وہ حیاتِ شہداء کی حیات برزخی سے بھی بڑھ کر ہے اور اتنی قوی ہے کہ حیاتِ ناسوتی کے قریب ہے، چنانچہ بہت سے احکام ناسوت کے اس پر متفرع بھی ہیں، دیکھئے زندہ مرد کی بیوی سے نکاح جائز نہیں، آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے بھی نکاح جائز نہیں اور زندہ کی میراث کی تقسیم نہیں ہوتی، آپ ﷺ کی میراث کی بھی تقسیم نہیں ہوئی، اور حدیثوں میں صلوٰۃ و سلام کا سماع بھی وارد ہے، یہ تحقیقات ہیں اہلِ اسرار کی، اس سے اصلی راز ان احکام یعنی ''لا تنکحوا ازواجہ من بعدی'' اور ''لا نورث ما ترکناہ ''صدقۃ کا معلوم ہوگیا۔

پھر حیاتِ برزخی کے بعد حیاتِ اخروی ہے اور وہ تو سب ہی کے لئے ہے، تو انبیاء کو تو بطریقِ اولیٰ حاصل ہوگی، پس آپ کی حیات مصداق کا تخلیقِ نور سے خلودِ جنت تک ہے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ناسوتی کی عظمت اور اس کے چار حصّے:

اہلِ عرف اسی (حیات ناسوتی) کو حیات کہتے ہیں، یعنی ولادت شریفہ سے لے کر وفات تک، پس اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ آپ کی اس حصہ عمر کی قسم ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا یہ حصہ عمر اتنا رفیع الشان ہے کہ اللہ تعالیٰ مقسم بہ بنا اور اس حصہ عمر و حیات کا ایک جزو ولادت شریفہ ہے، تو اس کا بھی عظیم القدر اور رفیع الشان ہونا ثابت ہوا، اسی طرح اس کا حصہ قوتِ استعداد اور حصولِ کمالات کا ہے، تیسرا حصہ تبلیغ و دعوت کا ہے، چوتھا حصہ تکمیلِ

امت کا ہے اور یہ تیسرا اور چوتھا حصہ بعض احوال میں بھی ہے،...... پھر تکمیل کی دو حیثیتیں ہیں، ایک تکمیل حاضر کی خود اس کی اصلاح کے لئے، دوسرے تکمیل حاضر کی اصلاحِ غایت کے لئے، پس ان سب حصوں کی رفعت و عظمت ثابت ہوئی اور کسی شئی کی عظمت و رفعت جس طرح باعتبار اس کی ذات کے ہوتی ہے، اسی طرح باعتبار اس کی غایت کے بھی ہونا چاہئے، بلکہ اس کی غایت ہی کی وجہ سے اس شئے کی مقصودیت زیادہ ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی غایت:

پس عالمِ ناسوت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری (مذکورہ سارے حصوں کے ساتھ) کی بھی کوئی غایت ضرور ہوگی اور وہ غایت ایسی ہے کہ اس کو سن کر مدعیانِ محبت کی بھی اصلاح ہوگی، اس لئے انہوں نے مزیدار مضمون تو یاد کر لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں پیدا ہوئے اور (آپ سے) ایسے معجزات ظاہر ہوئے، لیکن اس تشریف آوری کی غایت کو انہوں نے سمجھا ہی نہیں، اس لئے کہ اس کے سمجھنے میں نفس کو تعب ہوتا ہے اور جان نکلتی ہے،...... وہ غایت وہ شئے ہے جس کا عنوان صوفیہ کی اصطلاح میں فناء اور بقاء ہے، (قرآن کی اصطلاح میں اس کو تزکیہ و تعلیم کتاب کہتے ہیں، اور حدیث میں اس کے لئے ''مکارمِ اخلاق'' کے الفاظ آئے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ مکارمِ اخلاق کا تم پر اتمام کروں۔م) پس آپ ﷺ کی تشریف آوری اس وجہ سے ہوئی کہ آپ ﷺ سے فیض فناء اور بقاء کا ہو، مولانا رومیؒ نے کہا:

پس محمدؐ صد قیامت بود نقد
زانکہ حل شد در فنائش حل و عقد
زادہ ثانی است احمد در جہاں
صد قیامت بود اندر او عیاں

(زادہ ثانی یعنی دوسری ولادت، یہ صوفیاء کی اصطلاح ہے، مراد اس سے طبعی اور نفسانی احکام سے نکل کر مرضیاتِ حق پر آجانا اسی کو دوسرے لفظوں میں بقاء بعد الفناء بھی کہتے ہیں، ان اشعار سے مقصود یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس صفت میں کامل و اکمل تھے اور اس دنیا میں تشریف بھی اسی لئے لائے تھے کہ انسانوں کو اس صفت سے متصف فرمائیں۔م)

اوّل یہ سمجھ لیجئے کہ فناء اور بقاء ہے کیا چیز؟:

یہاں فناء و بقاء لغوی نہیں ہے، بلکہ یہ تصوف کی اصطلاح ہے، فناء و بقاء سے مراد سالک کی ذات کا فناء و بقاء نہیں ہے، بلکہ اس کا مضاف الیہ ایک خاص شئے ہے، یعنی ''علم و اخلاق''، سو فنائے اخلاق کی حقیقت تو یہ ہے کہ اخلاقِ رذیلہ کو دور کرے، مثلاً ریاء، کبر، حسد، غضب، حبِ مال اور حبِ جاہ کو دور کرے، اور فنائے علوم یہ ہے کہ یہ جو ہمارے قلب میں غیر اللہ جمع ہو رہے ہیں کہیں جائیداد، کہیں دُکان، کسی کو تجارت کے دھندے، کسی کو زراعت کے افکار، کسی کو نوکری کے خرخشے، کسی کو مقدمات کی پریشانیاں اور ان کے متعلق خیالات، یہ سب افکار ہمارے وقت کو تباہ کر رہے ہیں، ان کا قلع قمع کردے، لیکن میرا مطلب یہ نہیں کہ تجارت اور نوکری اور زراعت کو چھوڑ دے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان سے متعلق جو خیالات خدا کی یاد سے روکنے والے ہیں ان کو نکال دو، اسی طرح بیٹے اور بیوی کی محبت سے مراد بھی اس درجہ کی محبت ہے جو خدا کی یاد سے غافل کردے، چنانچہ ارشاد ہے:

''قُل اِن کَانَ آبَاؤُکم وَ اَبناؤ کم وَ اِخوانُکم وَ اَزوَاجُکُم وَعَشِیرَتکُم وَاَموَال ن اقتَرَفتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخشَونَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرضَونَهَا اَحَبّ اِلَیکُم مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَجِهَادٍ فِی سَبِیلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰی یَاتِیَ اللّٰهُ بِاَمرِهٖ.'' (التوبہ:۲۴)

(اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے! اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ اور وہ اموال جن کو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کی نکاسی نہ ہونے سے ڈرتے ہو اور وہ مکان جن کو تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں، تو منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لائے)۔

پس اس آیت کو دیکھ لیجئے کہ وعید احبیت پر ہے نفسِ حب پر نہیں، اس لئے کہ وہ تو خلقی اور طبعی ہے، اس کو آدمی کیسے زائل کرسکتا ہے؟ پس فنائے علم سے مراد یہ نہیں کہ بالکل ان کا خیال ہی نہ رہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قلب میں خدائے تعالیٰ سے زیادہ کسی کی محبت نہ ہو، پس حکم یہ ہے کہ احبیت کے درجہ کو دور کرے۔ پس فنائے اخلاق وعلوم کا خلاصہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت میں اتنا سرگرم ہو کہ غیر اللہ کی محبت اور غیر اللہ کا ذکر مغلوب اور اخلاقِ ذمیمہ زائل ہوجائیں گی، لہٰذا جو چیزیں زائل کرنے کی ہیں ان کے زائل کرنے اور جو مغلوب کرنے کی ہیں ان کو مغلوب کرنے کو ''فناء'' کہتے ہیں۔ رہا ''بقاء'' تو زائل شدہ اشیاء کی اضداد کے پیدا کرنے اور مغلوب ضد کو غالب کرنے کو ''بقاء'' کہتے ہیں، مثلاً ریاء کو زائل کرے، اس کے مقابل میں اخلاص پیدا کرے، یا کبر کو فناء کرے اور اس کی جگہ تواضع پیدا کرے، حب غیر کو مغلوب کرے اور حبّ اللہ کو غالب کرے، غیر کے ذکر کو مغلوب کرے اور ذکر اللہ کو غالب کرے، یہ ہے بقاء، اور......یہی غایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی کہ اپنے فیضانِ علمی وعملی وحالی سے اس امت کی تکمیل فرمادیں، پس حاصلِ غایت تشریف آوری کا یہ ہوا کہ امت آپ ﷺ کی کامل اتباع اختیار کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نعمتوں کا سرچشمہ اور تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں!

اس میں کسی مسلمان کو شک وشبہ نہیں کہ حق تعالیٰ کی ہر نعمت قابلِ شکر ہے، خاص کر جو بری نعمت ہو، پھر خصوصاً دینی نعمت اور دینی نعمتوں میں سے بھی خاص جو بڑی بڑی نعمتیں ہوں، پھر ان میں بھی خصوصاً وہ نعمت جو اصل ہے تمام دینی ودنیوی نعمتوں کی اور وہ نعمت کیا

ہے؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کہ آپ سے دنیوی نعمتوں کے فیوض تو دنیا میں فائض ہوئے ہی ہیں، دینی نعمتوں کا سرچشمہ بھی آپ ہی ہیں، اور صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں، بلکہ تمام عالم کے لئے، چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَمَا اَرسَلنَاکَ اِلَّا رَحمَةً لِلعَالَمِینَ“ (الانبیاء:۱۰۷)

(نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کی رحمت کے واسطے)

دیکھئے عالمین میں کوئی تخصیص انسان یا غیر انسان، مسلمان یا غیر مسلمان کی نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود ہر شئے کیلئے باعثِ رحمت ہے، خواہ وہ جنسِ بشر سے ہو یا غیر جنسِ بشر سے، اور خواہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ متاخر ہو یا متقدم، متاخرین کے لئے رحمت ہونا تو بعید نہیں لیکن پہلوں پر رحمت ہونے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وجود سب سے پہلے پیدا فرمایا، اور وہ وجود نور کا ہے کہ آپ ﷺ اپنے وجودِ نوری سے سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور عالمِ ارواح میں اس نور کی تکمیل وتربیت ہوتی رہی، آخر زمانہ میں اس امت کی خوش قسمتی سے اس نے جسدِ عنصری میں جلوہ گر و تاباں ہو کر تمام عالم کو منوّر فرمایا، پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اولاً وآخراً تمام عالم کے لئے باعثِ رحمت ہیں، پس آپ ﷺ کا وجود تمام نعمتوں کی اصل ہونا عقلاً ونقلاً ثابت ہوا۔ اصل خوشی اور فرحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ باجود ہی پر ہونا چاہئے!

”قُل بِفَضلِ اللّٰهِ وَبِرَحمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلیَفرَحُوا ط هُوَ خَیرٌ مِّمَّا یَجمَعُونَ“ (یونس:۵۸)

اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سباق پر نظر کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے، لیکن اگر عام معنیٰ مراد لئے جائیں کہ قرآن مجید بھی اس کا ایک فرد رہے تو یہ زیادہ بہتر ہے اور وہ یوں کہ فضل اور رحمت سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدومِ مبارک (تشریف آوری) لیا جائے، اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی،

اور اس میں قرآن مجید بھی ہے سب اس میں داخل ہو جائیں گی، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ باجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادّہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا، پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جائے گی اور آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ ہم کو حق تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ نبی ﷺ کے وجود باجود پر خواہ وجودِ نوری ہو یا ولادتِ ظاہری اس پر خوش ہونا چاہئے، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں، حتیٰ کہ ہم کو جو روٹیاں دو وقتہ مل رہی ہیں اور تندرستی اور ہمارے علوم یہ سب آپ ہی کی بدولت ہیں اور یہ نعمتیں تو وہ ہیں جو عام ہیں اور سب سے بڑی دولت ایمان ہے، جس کا آپ سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے، غرض اصل الاصل تمام موادِ فضل ورحمت کی آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہوئی، پس ایسی ذاتِ بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو کم ہے۔

فنّی تشریح:

بہر حال اس آیت سے عموماً یا خصوصاً یہ ثابت ہوا کہ اس نعمتِ عظیمہ پر خوش ہونا چاہئے اور ثابت بھی ہوا نہایت ابلغ طرز سے، اس لئے اول تو جار مجرور بفضل اللہ کو مقدم لائے کہ جو مفید حصر کو ہے، اس کے بعد برحمتہ پر پھر جار کا اعادہ فرمایا کہ جس سے اس میں استقلال کا حکم پیدا ہو گیا، پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ اس کو مزید تاکید کے لئے **فبذٰلک** سے مکرر ذکر فرمایا اور **ذٰلک** پر جار اور **فاء** عاطفہ لائے، تاکہ اس میں اور زیادہ اہتمام ہو جائے، پھر نہایت اہتمام در اہتمام کی غرض سے فلیفرحوا پر فا لائے کہ جو مشیر ہے ایک شرط مقدر کی طرف اور وہ ان فرحوا بشیءٍ ہے، حاصل یہ ہوا کہ اگر کسی شئے کے ساتھ خوش ہوں تو اللہ ہی کے فضل ورحمت کے ساتھ، یعنی اگر دنیا میں کوئی شئے خوشی کی ہے تو یہی نعمت ہے، اور اس کے سواء کوئی شئے قابلِ خوشی نہیں ہے، اور اس سے بدلالۃ النص یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بہتر ہے، لیکن چونکہ ہم لوگوں کی نظروں میں دنیا اور دنیا ہی

کی نعمتیں ہیں اور اسی میں ہم کو انہماک ہے، اس لئے اس پر بس نہیں فرمایا، آگے اور نعمتوں پر اس کی تفصیل کے لئے صراحتاً ارشاد ہوا ''**ھو خیر مما یجمعون**'' یعنی یہ نعمت ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن کو لوگ جمع کرتے ہیں، یعنی دنیا بھر کی نعمتوں سے یہ نعمت افضل و بہتر ہے، پس جس نعمت پر حق تعالیٰ اس شد و مد کے ساتھ خوش ہونے کا حکم فرما دیں وہ کس طرح خوش ہونے کے قابل نہ ہوگی؟! یہ حاصل ہوا اس آیت کا جو مبنی ہے اس پر کہ فضل اور رحمت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد لئے جائیں۔

مگر اس فرح کی بناء، حیثیت اور جہت کیا ہے؟

دوسرے مقام پر اس سے بھی صاف ارشاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی خوشی کی شئے دنیا میں اگر ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور اس میں بات الفرح یعنی آپ کے وجود باجود پر جو خوشی کا امر ہے وہ کسی بناء پر ہے اور حیثیت وجہتِ فرح کیا ہے؟ وہ آیت یہ ہے: ''**لقد منّ اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا من أنفسھم یتلوا علیھم ایٰتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین**''. (آل عمران:۱۶۴)

(ترجمہ: یعنی حق تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک رسول ان ہی کے جنس سے بھیجا کہ وہ ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں، ان کو (ظاہری و باطنی) نجاستوں اور گندگیوں سے پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت سکھلاتے ہیں اور بے شک وہ (مؤمنین) اس سے پہلے ایک کھلی گمراہی میں تھے)۔

اس آیت میں ''**یَتلُو عَلَیھِم اٰیٰتِہٖ وَیزکِیھِم**''. الخ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اصلی خوشی کی اور الفرح والمنت کی بناء یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے سرمایہ ہدایت ہیں، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خوش ہونے کی بہت سی چیزیں ہیں، مثلاً آپ کی ولادت، آپ بعثت اور آپ کے دیگر تمام

حالات، مثلاً معراج وغیرہ، یہ سب حالات واقعی خوش ہونے کے ہیں، لیکن اس حیثیت سے کہ ہمارے لئے یہ مقدمات ہیں ہدایت وسعادتِ ابدی کے، چنانچہ اس سے صاف ظاہر ہے اس لئے کہ بعثت کے ساتھ یہ صفات بھی بڑھائی کہ **یَتلُو عَلَیھِم اٰیٰتِہٖ وَیزکِیھِم**: الخ پس بقاعدہ بلاغت ثابت ہوا کہ اصل ما بہ المنت یہ صفات ہیں، باقی ولادتِ شریفہ فی نفسہا یا معراج وغیرہ باعثِ خوشی زیادہ اسی لئے ہیں کہ مقدمہ ہیں اس دولتِ عظیمہ کے، اس لئے کہ اگر ولادتِ شریفہ نہ ہوتی تو ہم کو یہ نعمت کیسے ملتی اور اسی فرق کی وجہ سے اس آیت میں تو اس مقصود کا ذکر تصریحاً اور قصداً فرمایا اور دوسری آیت (جس کی صراحت مضمون کی ابتداء میں آچکی) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ باجود کا ذکر اشارتاً وضمناً فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے:

''**لَعَمرُکَ اِنھم لَفِی سَکرَتِھِم یَعمھُون**'' (الحجر:۷۲) اس میں آپ ﷺ کی بقاء اور وجود کو مقسم بہ بنایا اور یہ ظاہر ہے کہ قسم میں جوابِ قسم مقصود ہوتا ہے اور مقسم بہ کو تبعاً ذکر کیا جاتا ہے، اور ایک مقام پر آپ کی ولادتِ شریفہ کو بھی اسی طرح ذکر کیا گیا ہے، فرماتے ہیں:

''**لَا اُقسِمُ بِھٰذَا البَلَدِ. وَاَنتَ حِلٌّ بِھٰذَا البَلَدِ. وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ**'' (البلد:۱ تا۳) چنانچہ ''**وَمَا وَلَدَ**'' کی تفسیر میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس کی مصداق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات ہے، مگر اس اہتمام سے نہیں فرمایا جیسا کہ ''لقد منّ اللہ الخ'' میں نبوت اور بعثت اور ہدایت اور تزکیہ کو بیان فرمایا ہے، اور اسی فرق کی وجہ سے فرحت میں بھی تفاوت ہوگا کہ جس قدر ولادتِ شریفہ پر فرحت ہونی چاہئے اس سے زائد نبوتِ مبارکہ پر ہونی چاہئے، اگر ذکرِ ولادت شریفہ کے لئے مجلس منعقد کی جائے تو ذکرِ نبوت مبارکہ کے لئے بطریق اولیٰ کی جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اَن گنت حقوق وآداب!

ہر امتی کو یہ سمجھنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارے چند تعلقات ہیں: (۱) ایک تعلق یہ ہے کہ آپ نبی ہم امتی، (۲) دوسرے یہ کہ آپ حاکم ہم محکوم، (۳) تیسرا تعلق یہ کہ آپ دارین میں محسن، ہم زیر بارِ احسان، (۴) چوتھا تعلق یہ کہ آپ محبوب اور ہم محبّ، اوران میں سے ہر تعلق جب کسی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس پر خاص خاص حقوق و آداب کا مرتب ہونا معلوم، مسلّم اور معمول ہے، پس جب آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات میں سب تعلقات مجتمع ہوں اور پھر سب اعلیٰ واکمل درجہ کے، تو آپ ﷺ کے حقوق بھی ظاہر ہے کہ کس قدر اور کس درجہ کے ہوں گے، ان سب کے ادا کرنے کا دل سے اور التزام سے ایسا اہتمام ہونا چاہئے کہ وہ کثرت عادت استحضارِ الفت سے شدہ شدہ طبعی ہوجائیں اور پھر بھی آپ کے مقابلہ میں اپنی اس خدمت کو کہ درحقیقت اس کا نفع اپنی ہی طرف عائد ہے ناتمام سمجھے!

بقعہ نبویؐ عرش سے بھی افضل ہے!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر موافقین ومخالفین سب کے نزدیک بالاتفاق محفوظ ہے اور مع روح ہے، اور علماء نے بھی تصریح کی ہے کہ وہ بقعہ جس سے جسم مبارک خصوص مع الروح مَس کئے ہوئے ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے، کیونکہ عرش پر معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہ بیٹھے ہوئے تو نہیں ہیں، اگر بیٹھے ہوتے تو بلاشبہ وہ جگہ سب سے افضل ہوتی، مگر خدائے تعالیٰ مکان سے پاک ہے، استویٰ علی العرش کے معنیٰ استقرار کے نہیں ہوسکتے، اس میں سلف کا مسلک تو سکوت کا ہے اور واقعی اسی میں سلامتی ہے، مگر متاخرین نے مصلحتِ وقت کے تحت مناسب تاویل کی اجازت دی ہے، اور ایک تاویل میرے ذہن میں اس آیت کی آئی ہے جو دوسری تاویلات کی بہ نسبت اقراب اور بہت صاف ہے، ......اگرچہ کہ میرا مذاق اس معاملہ میں سلف ہی کے موافق ہے......وہ تاویل یہ ہے کہ ان

آیات میں استویٰ علی العرش کے بعد......یدبّرُ الامر بھی آیا ہے، جس کو استویٰ علی العرش کا بیان قرار دیا جائے تو یہ محاورہ ایسا ہوجائے گا جیسے ہماری زبان میں بولا جاتا ہے کہ ولیعہد تخت نشین ہوگیا، عرف میں اس کے معنیٰ حکمران ہونے کے ہیں، خاص تخت پر بیٹھنے کے نہیں، اسی طرح استویٰ علی العرش کے معنیٰ تدبیر وحکمرانی فرمانے کے ہیں، یعنی زمین و آسمان پیدا کرکے حق تعالیٰ شانہ ان میں حکمرانی، تدبیر اور تصرف فرمانے لگے، بس یہ کنایہ ہوگا، تو عرش کے محل استقرار حق کی وجہ سے فضیلت نہیں ہے کہ وہ بقعہ شریف سے افضل ہوجاتا ہے، اس کو صرف اسی وجہ سے اور اماکن پر فضیلت ہے کہ وہ ایک تجلی گاہِ الٰہی ہے، اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تجلی گاہ کون ہوگا، پس اس حیثیت کے اثر سے بھی بقعہ شریف خالی نہ رہا، اس لئے ہر طرح وہ جگہ جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں سب سے زیادہ اشرف ہوئی، کیونکہ تجلیاتِ حق بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تمام اماکن سے زیادہ فائض ہوتے ہیں، پس بقعہ شریف وقبر شریف تمام اماکن سے افضل ہے۔

☆☆

ایمان کی اہمیت

ملت کی تعمیری حقیقت ہی توحید الٰہی اور رسالت محمدی پر ہے

● علامہ سید سلیمان ندویؒ

جماعتوں کی تنظیم کسی ذہنی اساسِ ملت اور بنیادِ عمل سے ہوتی ہے!

دنیا کی وہ تمام عظیم الشان قومیں جنہوں نے دنیا میں کوئی بڑا کام کیا ہے یا جو دنیا میں کوئی بڑا کام کرنا چاہتی ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنے پورے نظامِ ہستی کو کسی ایک قانون پر مبنی کریں اور اپنی تمام منتشر قوتوں کو کسی ایک اصول کے تحت مجتمع کریں، زندگی کے سینکڑوں شعبے اور بقائے ہستی اور ترقی کے ہزار ہا شاخ در شاخ اعمال جو دیکھنے میں تمام تر منتشر، پراگندہ، متفرق اور ایک دوسرے سے الگ نظر آتے ہیں، ان سب کے درمیان ایک واحد نظام، ایک متحدہ اصول اور ایک مشترکہ جامعیت پیدا کریں، جن کا شیرازہ ان متفرق و پراگندہ اوراق کو ایک منظّم کتاب بنادے۔

دنیا جب سے بنی ہے تب سے آج تک ہزار ہا قومیں پیدا ہوئیں اور مریں، لیکن کسی قوم نے اس وقت تک ترقی نہیں کی جب تک کہ اس کے اندر اس کی زندگی کا کوئی واحد نظام نہیں پیدا ہوا، اور کسی واحد متخیلہ نے ان کے اندر یہ اہمیت نہیں پیدا کرلی ہے کہ وہ اس کے تمام افراد کی زندگی کی غرض وغایت اور اس کے تمام اعمال کا مرکز ومرجع اور جہت وقبلہ نہ بن گیا ہو، وہی واحد متخیلہ بڑھ کر واحد جماعت اور اس سے بھی زیادہ پھیل کر ایک واحد ملت کی

تخلیق وتکوین کرتا ہے۔

ہم اس کو ایک مثال میں سمجھانا چاہتے ہیں، روم کی سلطنت کا آغاز گاؤں سے ہوا اور رفتہ رفتہ یہ نقطہ بڑھتا گیا، یہاں تک کہ صدیق میں ایک عظیم الشان سلطنت بن گئی، اس دائرہ کا نقطہ خیال، مرکزِ اتحاد، جہتِ اشتراک، اساسِ جامعیت، رومیت قرار پائی، جس نے رومیت کے اصول کو تسلیم کیا اس کو شہرِ روم کے باشندوں کے حقوق عطا ہوئے اور جس نے قبول نہ کیا یا جس کو یہ شرف خود رومیوں نے عطا نہیں کیا وہ ان حقوق سے محروم رہا، صدیوں تک یہ رومیت رومی قوم کی زندگی کا شعلہ حیات رہی اور اس کی روشنی سے پورا رومن امپائر اسپین سے لے کر شام تک جگمگاتا رہا، مگر جیسے جیسے یہ روشنی ماند پڑتی گئی اندھیرا چھاتا گیا اور جیسے رومی عمارت کی یہ مستحکم بنیاد کمزور پڑتی گئی ڈھتی گئی، یہاں تک کہ ایک دن یہ عمارت گر کر زمین کے برابر ہوگئی۔

الغرض قوموں کی موت وحیات کسی ایک ''متخیلہ'' کی موت وحیات پر موقوف ہے، جس کی زندگی سے زندگی اور جس کی موت سے موت ہے، گذشتہ جنگ میں اور اس جنگ میں بھی آپ سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں کہ انگریز، جرمن یا جرمن انگریز سے لڑ رہے ہیں، نہیں! انگریزیت جرمنیت سے یا جرمنیت انگریزیت سے لڑ رہی تھی اور لڑ رہی ہے، قوم قوم سے نہیں لڑ رہی ہے، بلکہ ایک یقینی تخیل دوسرے یقینی تخیل سے لڑتا ہے۔

قوم کی زندگی کا وہ یقینی تخیل اس کے تمام کاموں کی اساس و بنیاد بن جاتا ہے، پوری قوم اور قوم کے تمام افراد اس ایک نقطہ پر جمع ہوجاتے ہیں، وہ نقطہ ماسکہ ان کی پوری زندگی کا محور بن جاتا ہے، اسی ایک تخیل کا رشتہ منتشر افراد کو بھائی بھائی بنا کر ایک قوم کے مشترکہ افراد ترتیب دیتا ہے اور ایک واحد، متحد، منظّم اور قوی قوم بنا کر کھڑا کردیتا ہے۔

جب کبھی دو قوموں کا مقابلہ ہوگا تو ہمیشہ اس کو فتح ہوگی جس کا نقطہ تخیل زبردست ہوگا اور جس کے افراد اس رشتہ حیات میں سب سے زیادہ مستحکم بندھے ہوں گے اور جو اس

مشترک اساس و بنیاد پر سب سے زیادہ متفق و متحد ہوں گے، عربوں نے اسی قوت سے قیصر و کسریٰ کو شکست فاش دی، عربوں کے پاس ایرانیوں کے خزانے اور نہ رومیوں کے اسلحہ تھے، مگر ان کے پاس وہ قوتِ ایمانی تھی جس سے ایرانی اور رومی محروم تھے۔

جب کوئی قوم تنزّل پذیر ہوتی ہے تو اس کی وہی قوتِ ایمانی کمزور ہوجاتی ہے، اس کی وہی مشترک اساس و بنیاد منہدم ہونے لگتی ہے اور قوم کی زندگی کا مقصد اس مشترکہ قومی غرض و غایت سے ہٹ کر اپنے اپنے نفس، اپنے اپنے خاندان، اپنی اپنی جماعت میں بٹ جاتا ہے، اس لئے اس میں قومی خائن پیدا ہوتے ہیں جن کے پیشِ نظر اس مشترکہ جامعیت کے فوائد و نقصانات کے بجائے خود اپنی ذات و خاندان کا فائدہ و نقصان ہوتا ہے۔

مٹھی بھر انگریزوں نے ہندوستان کے روپے سے اور ہندوستان ہی کے سپاہیوں سے خود ہندوستان کو فتح کیا، حالانکہ اس وقت پورے ملک میں اودھ، روہیل کھنڈ، بنگال، مرہٹہ، میسور اور حیدرآباد کی ایسی عظیم الشان طاقتیں تھیں جن کے بس میں تھا کہ انگریزوں کو پوری طرح شکست دے دیں، مگر ایسا نہ ہوسکا، اس لئے کہ انگریزوں کے سامنے ایک متحدہ و مشترکہ تخیل تھا جس پر پوری قوم متفق تھی، جو انگریز جہاں بھی تھا چاہے وہ سپاہی ہو، یا گودام کا کلرک ہو، یا سوداگر ہو، یا ڈاکٹر ہو، یا جنرل ہو یا گورنر ہو ہر ایک کے سامنے ایک ہی بلند مقصد تھا اور وہ انگلستان کی سربلندی اور عظمت، لیکن ہندوستانیوں کے سامنے باوجود طاقت و قوت کے کوئی ایک متحدہ غرض، مشترکہ جامعیت، واحد اساسِ کار اور متفقہ بنیادِ عمل نہ تھی جس کا بچاؤ، جس کی حفاظت اور جس کا اِعلاء پوری قوم کی غرض و غایت اور بنیاد و اساس ہوتی، ہر نواب، ہر رئیس، ہر سپہ سالار، ہر سپاہی اور ہر نوکر کا مقصد اپنی فکر اور اپنی ترقی تھی، اس حالت میں نتیجہ معلوم۔ اب ایک اور حیثیت سے نظر ڈالئے، دنیا کی ہر متمدن قوم کے پورے نظامِ زندگی کا ایک اصل الاصول ہوتا ہے، فرض کرو کہ آج روسی بالشوسٹ کے سارے نظام کا ایک واحد نقطہ خیال ہے، اور وہ سرمایہ داری کی مخالفت ہے جو اس نظام کی

اصل اساس ہے، اب جس قدر اس نظام کی شاخیں، شعبے، صیغے اور کام ہیں سب ایک اصل الاصول یعنی ’’سرمایہ داری کی مخالفت‘‘ پر مبنی ہیں، اسی طرح ہر ترقی یافتہ قوم کے تمدن اور نظامِ ہستی کا ایک اصولی نقطہ ہوتا ہے جس کے تحت میں اس تمدّن اور نظامِ ہستی کے تمام شعبہ اور فروع ہوتے ہیں۔

اسی طرح آج انگریزی جدوجہد کی بنیاد، انگریزی سرمایہ داری، امریکن تمدّن کی بنیاد امریکن سرمایہ داری، نازی تمدّن کی بنیاد جرمن قوم کی سربلندی اور فاشسٹ کی بنیاد پرانی رومی قیصریت کی دوبارہ تعمیر پر ہے، اگر کسی تمدّن اور نظام کا یہ سرا نکال دیا جائے تو اس تمدن کے تمام اجزاء اور اس نظام کے تمام شعبے بے معنیٰ، بے سود اور بے اساس ہوکر رہ جائیں، اور چند ہی روز میں وہ تمام سررشتے تارِ عنکبوت ہوکر نابود ہوجائیں، اسی لئے ہر قومی تمدّن اور نظامِ ملت کو سمجھنے کے لئے اس کے اس اساسِ کار، سررشتہ خیال اور اصل الاصول کو سمجھنا چاہئے، جب تک وہ سرا ہاتھ نہ آئے گا اس نظامِ ملت کا الجھاؤ سلجھ نہیں سکتا۔

’’ملتوں کا اختلاف متخیلہ کے اختلاف سے ہے‘‘

اس نقطہ کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا میں گو ہزاروں ملتیں اور قومیتیں ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک ملت و قومیت کا اصل انفرادی تشخص اور امتیازی وجود اس کے گوشت پوست، ہڈی اور رنگ و روغن سے نہیں یہ اوپری سطح اور ظاہری قشر پر کے نشانات اور خطوط ہیں، ان کا اصل انفرادی اور مستقل تشخص اور امتیازی وجود ان ایمانیات اور یقینیات سے ہے جو ہر ایک کے دل میں بسے اور ہر ایک کے رگ و ریشہ میں رچے ہوئے ہیں۔

آج ہندوستان میں ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی، جین، سکھ اور ہزاروں قومیں آباد ہیں، شکل و صورت اور رنگ و روپ کے لحاظ سے ان میں کوئی تفاوت نہیں، اگر ہے تو ہر ایک کے اس متخیلہ میں ہے جس سے اس کی ملت کی تعمیر ہوئی ہے، اس لئے کسی ملت کے متخیلہ کو

بدل دینے کے معنی اس ملت کو مٹا دینے کے مترادف ہے، دنیا میں جو کمزور قومیں فنا ہوئی ہیں ان کی صورت یہی ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنا متخیلہ ایمانی چھوڑ کر کسی دوسری طاقتور قوم کے متخیلہ ایمانی کو قبول کرلیا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قوم مٹ گئی اور دوسری قوم میں ضم ہوکر وہ خود فناء ہوگئی، ہندوستان کے یونانی، سیتھین اور بودھ کیا ہوئے؟ ایرین ہندوؤں میں سما گئے، ایران کے مجوسی کدھر گئے؟ مسلمانوں میں مل گئے، مصر کے قبطی کہاں گئے؟ عربوں میں شامل ہوگئے، سسلی اور اسپین کے عرب کیا ہوئے؟ اٹلی اور اسپین والوں میں گھل گئے۔

"تجدید کی سعی بھی اسی متخیلہ کی مدد سے ممکن ہے"

کسی قوم وملت کی اس تعمیری حقیقت سے باخبر رہنا صرف اس لئے ضروری نہیں کہ وہ ہے اور وہ اس سے بنی ہے، بلکہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس کی تجدید واصلاح کی جب کبھی ضرورت پیش آئے تو اس حقیقت کا واقف اسی کے ذریعہ سے اس کی تجدید ومرمّت کرے، اس کی وہ تعمیری حقیقت وہ ساز ہوتا ہے جس کے چھیڑنے سے اس قومیت وملت کا ہر تار اپنی جگہ پر حرکت کرنے لگتا ہے، اہلِ توحید کے لئے توحید کی آواز اہلِ صلیب کے لئے صلیب کی پکار، گاؤ پرست کے لئے گاؤ کی آواز سحر وطلسم کا حکم رکھتی ہے، جس سے ایک ایک لمحہ میں قوم کی قوم میں جان پڑ جاتی ہے اور سست ونا کارہ قوم بھی کروٹیں بدلنے لگتی ہے، اور آواز کی طاقت کے مطابق سرگرمِ عمل ہوجاتی ہے۔

فرض کرو دنیا میں آج چالیس کروڑ کی تعداد میں ایک ملت آباد ہے جس کا نام مسلمان ہے، اس ملت کی حقیقت کیا ہے؟ توحیدِ الٰہی اور رسالتِ محمدیؐ پر ایمان، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اگر کوئی اس ملت کی حقیقتِ تعمیری کو مٹا ڈالے تو یہ چالیس کروڑ ملت واحدہ چالیس کروڑ قومیتوں میں منقسم ہوکر دم کے دم میں فنا ہوجائے گی اور یہ چالیس کروڑ افراد کا کارواں جو ایک صدائے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جرس پر حرکت کر رہا ہے، اب اس کی حرکت کے لئے مختلف آوازوں کے چالیس کروڑ جرسوں کی ضرورت پیش آئے گی جس سے دنیا کی

قوموں کا تصادم بجائے کم ہونے کے حدِّ قیاس سے زیادہ بڑھ جائے گا اور ان کے باہمی جنگ وجدول کو کوئی ایک متحدہ آواز روک نہیں سکتی۔

الغرض ملت کی یہ تعمیری حقیقت ہر ملت کی روح ہوتی ہے، اس کی بقا سے اس کی زندگی اور اس کی موت سے اس کی فنا ہوتی ہے، یہی ملت کے جسم کا گرم خون ہے جس سے رگ رگ میں زندگی کی لہر دوڑتی ہے اور سعی وعمل کی قوت بیدار ہوتی ہے۔

کسی قوم کی اس اساسِ ملت اور بنیادِ تعمیر سے ہٹ کر جب کبھی اس تجدید کا کام کیا جائے گا تو وہ ساری کوشش بیکار جائے گی، فرض کرو کہ ایک ہندو قوم ہے اس کی قومیت کی بنیاد وہ خاص تخیلات وجذبات ہیں جو ہزار سال سے اس میں پیدا ہوکر اس کی حقیقت کے اجزاء بن گئے ہیں، ذات پات، چھوت چھات، گائے اور گنگا وہ مسالے ہیں جن سے اس کی قومیت کی تعمیر ہوئی ہے، بودھ کے عہد سے آج تک مختلف وقتوں میں بیسیوں ریفارمر اس قوم میں پیدا ہوئے جنہوں نے اس قوم کی ماہیت کے ان اجزاء کو بدل دینا چاہا، مگر یہ کیا آج تک ممکن ہوا؟ اور جب کبھی اس آواز میں عارضی کامیابی ہوئی تو بودھ، جین، کبیر پنتھی اور سکھ قومیں الگ الگ بن گئیں، مگر ہندو قومیت اپنی جگہ پر قائم رہی۔

مسلمانوں میں اسلامی حکومت کے زوال کے بعد سے آج تک بیسیوں تحریکیں مسلمانوں کی تجدید اور نشاۃ ثانیہ کے نام سے اٹھیں اور پھیلیں، مگر جو کامیابی مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کو حاصل ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی ذہنی وعملی قویٰ کو بیدار کرنے میں جو عظیم الشان کام کیا، اس کی صرف یہی وجہ تھی کہ وہ تجدید اسلام کے اصل و اساس، نظامِ حقیقی کو سامنے رکھ کر شروع کی گئی تھی اور اس کے بعد بھی موجودہ زمانہ تک اسی تحریک کو فروغ ہوسکا جو اسی اساسِ ملت کے نام سے پیش کی جاتی رہی، اس کامیابی کا عارضی اور ہنگامی ہونا دراصل خود کارکنوں اور تحریک کے علم برداروں کے عارضی یقین اور ہنگامی ایمان کا نتیجہ ہے۔

ایمان کے بغیر عمل ممکن نہیں !:

اب اس تشریح کے بعد اس کے تسلیم کرنے میں کسی کو عذر نہ ہوگا کہ دنیا میں کوئی ترقی یافتہ قوم یا ترقی چاہنے والی قوم ممکن ہی نہیں جس کے پاس چند ایمانیات نہ ہوں یا یوں کہو کہ چند اصولِ کار، اصولِ حیات یا اصولِ نظام نہ ہوں، جن سے اس کی قومیت کی تخلیق ہوتی ہے اور جن سے اس کی ملت وتمدن وحیاتِ اجتماعی کی عمارت قائم ہوتی ہے اور جو اس کے منتشر افراد کے درمیان رشتہ اشتراک کا کام دیتے ہیں، اور جن کے تحت میں اس قوم کے نظامِ حیات کے تمام شعبے مکمل ہوتے ہیں، یہاں تک کہ کافر ومشرک قومیں بھی اس سے خالی نہیں، ان کے بھی تمام اعمال وافعال ان کے چند یقینی تخیلات اور عقائد کے تحت ہی میں آجاتے ہیں، اس حالت میں یہ کہنا کہ ایمانیات کے بغیر ترقی کے حسنِ عمل یا انسانیت کی نیک کردار کا وجود ہوتا ہے، حقائق سے نامحرمی کا ثبوت ہے، ایمان کے بغیر حسنِ عمل اور نیک کردار کیا بلکہ نفسِ عمل اور نفسِ کردار ہی کا وجود ممکن نہیں، اب اگر بحث ہوسکتی ہے تو اس میں نہیں کہ ایمانیات کے بغیر حسنِ عمل اور نیکی کردار کا وجود ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بلکہ اس میں کہ ان ایمانیات کے تحت میں حسنِ عمل اور نیکی کردار کا وجود زیادہ بہتر ہوسکتا ہے، یا ان ایمانیاں کے تحت میں؟ لیکن یہ نہیں کوئی کہہ سکتا کہ کسی ''ایمان'' کے بغیر کوئی عمل، کسی نظامِ حیات کے بغیر کوئی بلند کارنامہ حیات اور کسی بنیاد کے بغیر کوئی مستحکم عمارت قائم ہوسکتی ہے، آپ اس کا نام انسانیت رکھیں، قومیت رکھیں، وطنیت رکھیں، بالشوزم رکھیں، بت پرستی رکھیں یا توحید یا خدا شناسی رکھیں، جو چاہے رکھیں اور جو چاہے قرار دیں، بہرحال یہ مقدمہ اپنی جگہ پر مسلّم ہے کہ ''ایمان کے بغیر عملِ صالح کا وجود ممکن ہی نہیں''، اب سوال یہ ہے کہ ہمارا وہ اساسی خیال جس پر ہماری ملت کی بنیاد ہو اور جو ہمارے تمام اعمال کا سرچشمہ بنے کیا ہونا چاہئے؟

نسل و وطن کے عقیدہ کی ناکامی !:

دنیا کی قوموں نے اساسِ ملت کی بنیاد جغرافیائی حدود اور نسلی خصوصیت کو قرار دیا، رومیوں کی ہزار سالہ حکومت رومی وطنیت کے سہارے پر قائم رہی، ہندوؤں، پارسیوں اور یہودیوں کی قومیت نسلی امتیاز پر مبنی ہے، یورپ کی موجودہ قومیتیں، نسل و وطن کی دوہری دیواروں پر کھڑی ہیں، لیکن خود غور کرو کہ جغرافیائی حدود اور نسلی و وطنی خصوصیات نے قوموں کو کتنا تنگ، محدود خیال اور متعصب بنادیا ہے، دنیا کی اکثر خونریزیاں، لڑائیاں اور قومی منافرتیں انہی جذبات نے پیدا کی ہیں، قدیم تاریخ میں ایران وروم کی صدسالہ جنگ اور خود یورپ کی گذشتہ عالمگیر جنگ جس میں انسانوں نے انسانوں کو درندوں کی طرح چیرا اور پھاڑا، اسی نسلی و وطنی جذبات کی شعلہ افروزی تھی اور آج کا خونی تماشا بھی اسی جذبہ کا نتیجہ ہے۔

یہ نسلی اور وطنی افتراق قوموں کے درمیان وہ خلیج ہے جس کو انسانوں کے ہاتھ کبھی پاٹ نہیں سکتے، نہ تو فطرتاً کسی نسل وقومیت کا کوئی پیدا شدہ انسان دوسری نسل وقومیت میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ ایک مقام کا پیدا شدہ دوسرے مقام کا پیدا شدہ بن سکتا ہے، نہ کالا گورا بن سکتا ہے، نہ گورا کالا اور نہ فرنگی زنگی بن سکتا ہے، نہ زنگی فرنگی، نہ جرمن کو انگریز بنایا جاسکتا ہے اور نہ انگریز کو جرمن، نہ افغانی ہندوستانی بن سکتا ہے اور نہ ہندوستانی افغانی، آج پولینڈ کے کھنڈروں سے لے کر رومانیا کے روغنی چشموں تک جو زمین خون سے لالہ زار ہے اس کا سینہ کیا اسی نسلی و وطنی خونخواریوں سے داغ دار نہیں؟

غرض نسل و وطن کے دائرے اس مضبوطی سے فطرتاً محدود ہیں کہ ان کے اندر تمام دنیا تو کیا، چند قوموں کے سمانے کی بھی وسعت نہیں ہے، ان دونوں کے جذبات واحساسات صرف ایک مختصر ومحدود قوم کی جامعیت کا کام دے سکتے ہیں، کسی عالمگیر امن وصلح اور انسانی اخوّت وبرادری کی بنیاد اس پر رکھی ہی نہیں جاسکتی۔

پھران دونوں محدود تصورات کے ذریعہ سے اگر انسانوں میں کچھ شریفانہ جذبات پیدا ہوسکتے ہیں تو وہ انہی تنگ جغرافیائی اور نسلی دائروں تک محدود رہیں گے اور کبھی تمام دنیا کے اس کے اندر سما جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، علاوہ ازیں ان اساسی تصورت کے ذریعہ جن بلند انسانی اخلاق اور کیرکٹر کا پیدا کرنا مقصود ہے، ان میں سے صرف نسل وطن کی حفاظت کی خاطر شجاعت، ایثار وقربانی کے جذبات پیدا ہوسکتے ہیں، مگر عمومی نیکی، تواضع، خاکساری، رحم وشفقت، عفت وعصمت، صدق اور امانت ودیانت وغیرہ سینکڑوں ایجابی اور سلبی اخلاق ہیں جوان کے ذریعہ نہ کبھی پیدا ہوئے ہیں اور نہ ہوسکتے ہیں۔

آج کل یورپ کی تمام جنگ وجدل اور باہمی ہنگامہ آرائی اور تقابل کا وہ پتھر جس سے ان کی دولت اور تہذیب وتمدن کا شیشہ چور چور ہو رہا ہے یہی تنگ ومحدود وطنیت وقومیت کا عقیدہ ہے، یہ وہ دیوتا ہے جس پر یورپ کی تمام قومیں بھینٹ چڑھ رہی ہیں، ہر قوم کے تمام دولت مندوں کی دولتیں، تمام عالموں کا علم، تمام سائنس والوں کی سائنس، تمام صنّاعوں کی صنعتیں، تمام موجدوں کی ایجادیں، اپنی قوم کے سوا دنیا کی دوسری انسانی قوموں کی گرفتاری، محکومی، بربادی اور ہلاکت میں صرف ہو رہی ہیں۔

آج نازازم اور فاشزم کا دور ہے، جس نے ایک بدترین مذہب کی صورت اختیار کرلی ہے، جس میں ہر قسم کی حیوانی قوّت کی نمائش، ہر قسم کی ہلاکت اور انسانی بربادی کا مہیب ترین منظر اور قوت کے دیوتا کے سامنے ہر اخلاقی اور قانونی آئین کی قربانی کا تماشا سب کے سامنے ہے، یہ جو کچھ ہے یہ وہی قومیت اور وطنیت کی خونخوارانہ بُت پرستی کا عبرتناک نظارہ ہے، جس سے نوعِ انسانی کی کسی بھلائی کی توقع نہیں ہوسکتی۔

اقتصادی عقیدہ کا فریب:

سوشلزم اور بالشوزم اور دوسرے اقتصادی خیالات سے بھی بھلائی کی توقع نہیں کہ اس

نے خود انسانوں کو سرمایہ دار وغیر سرمایہ دار دو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے وہ سب کچھ کیا ہے اور کرنا چاہتی ہے جو کبھی کسی مذہب اور مذہبی محکمہ تفتیش نے انجام دیا ہے، قوموں کے ساتھ ان کی ناانصافی کا تماشا آج بھی دنیا ترکستان سے لے کر فین لینڈ تک دیکھ رہی ہے، اگر زبردستی کوئی بری چیز ہے تو مذہب سے زبردستی روکنا بھی اتنی ہی بری چیز ہے جتنا زبردستی سے کسی مذہب کو پھیلانا، اگر مسلمانوں کا گرجاؤں کا توڑنا اور عیسائیوں کا مسجدوں کا منہدم کرنا ناجائز ہے تو ملحدوں کا ان دونوں کو مسمار کرنا بھی ناجائز ہے۔

پھر ان تخیلات میں جن کی بنیاد محض پیٹ اور دولت کی منصفانہ تقسیم ہے، کسی اخلاقی نصب العین بننے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے، اسی لئے ان کا محدود اقتصادی نظریہ پورے نظامِ ہستی اور نظامِ زندگی کا معمہ حل نہیں کرسکتا۔

ان سب کے ماورا یہ ہے کہ ضرورت تو یہ ہے کہ نسلیت ووطنیت کے تنگ دائروں سے نکل کر جس عمومی تصور کو اساسِ ملت بنایا جائے، ان میں بقاء اور دوام کی صلاحیت ہو، سوسائیٹیاں اور جماعتیں جن کی بنیاد کسی مادّی خودغرضی اور منفعت اندوزی پر رکھی جائے وہ ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتیں، چنانچہ جب سے دنیا بنی ہے خدا جانے مادّی اغراض کی بنا پر کتنی جماعتیں اور مجلسیں قائم ہوئیں اور مٹ گئیں، انجمنیں روز بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں، اور سوسائیٹیاں روز پیدا ہوتی ہیں اور مرتی ہیں، ایسی ناپائیدار اور سطحی چیزیں جامعیتِ ملت کی بنیاد اور اساس نہیں بن سکتیں اور نہ وہ ہمارے نظامِ حیات کا اصول اور معیار قرار پاسکتی ہیں۔

صحیح ایمان کی ضروری خصوصیات:

غرض عالمگیر اور دائمی اساسِ ملت اور صحیح بنیادِ عمل بننے کے لئے ضروری ہے کہ جو چیز اساس وبنیاد قرار دی جائے اس میں حسبِ ذیل خصوصیتیں ہوں:

(۱) وہ کوئی مادّی غرض وغایت کی چیز نہ ہو جو ہمیشہ بدل جاتی رہے۔

(۲) وہ کوئی محدود وطنی، نسلی بت نہ ہو جو اپنے نسل و وطن سے باہر جا کر زندہ نہ رہ سکے۔

(۳) وہ قومی، نسلی اور وطنی منافرتوں اور تفرقوں کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر عالمگیر اتحاد اور اخوت کی بنیاد ڈال سکے۔

(۴) وہ تخیل عقیدہ بنکر ہمارے نیک افعال کا محرّک اور بُرے افعال کا مانع بنے، وہ انسانوں کو نیکی کے لئے اُبھارے اور برائی سے روک سکے۔

(۵) وہ ایک ایسا دائمی صحیح اور سچا عقیدہ ہو جس کو مان کر اس برادری میں داخل ہونے میں کسی کو دقت نہ ہو۔

(۶) وہ ایک طرف اپنے بندوں اور اپنے خالق کے ساتھ گرویدگی اور بندگی کا تعلق پیدا کرے اور دوسری طرف اپنی ہم جنس مخلوقات کیساتھ محبت اور ادائے حقوق کا جذبہ پیدا کرے۔

اسلام میں عقائد کی حقیقت اور اہمیت:

ان چند عقلی مبادی کے ثبوت کے بعد اب آیئے اسلام کے اصول عقائد و مبادی کا جائزہ لیں، اسلام میں جس حقیقت کو عقائد کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ درحقیقت یہی چند ذہنی اصول و مبادی ہیں جو جماعت کا کریڈ اور تمام انسانی افکار و خیالات کی بنیاد و اساس ہیں، ان کے تمام افعال، اعمال اور حرکات اسی محور کے گرد چکر کھاتے ہیں، یہی وہ نقطہ ہے جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے اور اس کے دائرہ حیات کا ہر خط اسی پر جا کر ختم ہوتا ہے، کیونکہ ہمارے تمام افعال اور حرکات ہمارے ارادہ کے تابع ہیں، ہمارے ارادہ کا محرک ہمارے خیلات اور جذبات ہیں، اور ہمارے خیالات اور جذبات پر ہمارے اندرونی عقائد حکومت کرتے ہیں، عام بول میں انہیں چیزوں کی تعبیر ہم ''دل'' کے لفظ سے کرتے ہیں، اسلام کے معلم نے بتایا کہ انسان کے تمام اعضاء میں اس کا دل ہی نیکی اور بدی کا گھر ہے، فرمایا:

''انسان کے بدن میں گوشت کا ٹکڑا ہے جو اگر درست ہے تو تمام بدن درست ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو تمام بدن بگڑ گیا، ہاں وہ ٹکڑا دل ہے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

قرآن پاک نے دل (قلب) کی تین کیفیتیں بیان کی ہیں، سب سے پہلے قلبِ سلیم (سلامت رَو دل) ہے، جو ہر گناہ سے پاک رہ کر بالطبع نجات اور سلامت روی کے راستہ پر چلتا ہے، دوسرا اس کے مقابل میں قلبِ اثیم (گنہگار دل) ہے، یہ وہ ہے جو ہمیشہ گناہوں کی راہ اختیار کرتا ہے، اور تیسرا قلبِ منیب (رجوع ہونے والا دل) ہے، یہ وہ ہے جو اگر کبھی بھٹکتا اور بے راہ بھی ہوتا ہے تو فوراً نیکی اور حق کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔

غرض یہ سب نیرنگیاں اسی ایک بے رنگ ہستی کی ہیں جس کا نام دل ہے، ہمارے اعمال کا ہر محرم ہمارے اسی دل کا ارادہ اور نیت ہے، اسی بھاپ کی طاقت سے اس مشین کا ہر پُرزہ چلتا اور حرکت کرتا ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے۔'' (صحیح بخاری)

اور ''ہر شخص کے کام کا ثمرہ وہی ہے جس کی وہ نیت کرے، پس جس کی ہجرت کی غرض دنیا کا حصول یا کسی عورت سے نکاح کرنا ہے تو اس کی ہجرت اس کیلئے ہے جس کیلئے اس نے ہجرت کی (یعنی اس سے اس کو ثواب حاصل نہ ہوگا)۔ (صحیح بخاری)

آج کل علم نفسیات نے بھی اس مسئلہ کو بداہۃً ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی عملی اصلاح کیلئے اس کی قلبی اور دماغی اصلاح مقدم ہے اور انسان کے دل اور ارادہ پر اگر کوئی چیز حکمران ہے تو وہ اس کا عقیدہ ہے، صحیح اور صالح عمل کیلئے ضروری یہ ہے کہ چند صحیح اصول و مقدمات کا ہم اس طرح تصور کریں کہ وہ دل کا غیر مشکوک یقین اور غیر متزلزل عقیدہ بن جائیں اور اسی صحیح یقین اور مستحکم عقیدہ کے تحت میں ہم اپنے تمام کام انجام دیں۔

جس طرح اقلیدس کی کوئی شکل چند اصولِ موضوعہ اور اصول متعارفہ کے مانے بغیر نہ بن سکتی ہے اور نہ ثابت ہوسکتی ہے، اسی طرح انسان کا کوئی عمل صحیح اور درست نہیں ہوسکتا

جب تک کہ اس کے لئے بھی چند مبادی اور چند اصول موضوعہ ہم پہلے تسلیم نہ کرلیں جن کو ہم عقیدہ کہتے ہیں۔

بظاہر عقل ہمارے ہر کام کیلئے ہم کو رہنما نظر آتی ہے، لیکن غور سے دیکھئے کہ ہماری عقل ابھی آزاد نہیں، وہ ہمارے دلی یقین، ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے، اسی لئے اس پابہ زنجیر عقل کے ذریعہ ہم اپنے دلی خیالات، ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات پر قابو نہیں پاسکتے، اگر پاسکتے ہیں تو اپنی صحیح دلی یقینیات اور چند مضبوط دماغی و ذہنی تصورات کے ذریعہ، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے ''ایمان'' کا ذکر ہمیشہ عملِ صالح کے ذکر سے پہلے لازمی طور پر کیا ہے، اور ایمان کے بغیر کسی عمل کو قبولیت کے قابل نہیں سمجھا ہے کہ ایمان کے عدم سے دل کے ارادہ اور خصوصاً اس مخلصانہ ارادہ کا بھی عدم ہوجاتا ہے جس پر حسنِ عمل کا دارومدار ہے، عبداللہ بن جدعان ایک قریشی تھا، اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ ''یارسول اللہؐ! عبداللہ بن جدعان نے جاہلیت میں جو نیکی کے کام کئے ان کا ثواب اس کو ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں اے عائشہ! کیونکہ کسی دن اس نے یہ نہیں کہا کہ بارِ الٰہا! میرے گناہوں کو قیامت میں بخش دے''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، غزوات قلمی نسخہ دار المصنفین، ابن حنبل مطبوعہ مصر)

بدر کی لڑائی کے موقع پر ایک مشرک نے جس کی بہادری کی بڑی دھوم تھی حاضر ہوکر کہا: اے محمدؐ! میں بھی تمہاری طرف سے لڑنے کے لئے چلنا چاہتا ہوں کہ مجھے بھی غنیمت کا کچھ مال ہاتھ آئے، آپؐ نے فرمایا: کیا تم اللہ عزّ وجل اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں! فرمایا: واپس چلے جاؤ! کہ میں اہلِ شرک سے مدد کا خواستگار نہیں'' دوسری دفعہ وہ پھر آیا اور وہی پہلی درخواست پیش کی، مسلمانوں کو اس کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے اس کی اس درخواست پر خوشی ہوئی اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ وہ ان کی فوج

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

میں شریک ہوجائے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پھر وہی سوال کیا: ''کیا تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان ہے؟'' اس نے پھر نفی میں جواب دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا: ''میں کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا''، غالباً مسلمانوں کی تعداد کی کمی اور اس کی بہادری کے باوجود اس سے آپؐ کی بے نیازی کی اس کیفیت نے اس کے دل پر اثر کیا، تیسری دفعہ جب اس نے اپنی درخواست پیش کی اور آپؐ نے فرمایا: ''تم کو خدا اور رسولؐ پر ایمان ہے؟'' تو اس نے اثبات میں جواب دیا، تو اسلامی فوج میں ایک مجاہد کی حیثیت سے اسکو داخل ہونے کی اجازت ملی، (صحیح مسلم:۲) اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ جماعت میں داخل ہونے کے لئے اس کے کریڈ اور عقیدہ کو تسلیم کرنا اس جماعت کی مضبوطی کی سب سے پہلی شناخت ہے۔

غرض اسلام کے نقطہ نگاہ سے بھی ایمان ہی ہمارے تمام اعمال کی اساس ہے جس کے بغیر ہر عمل بے بنیاد ہے، وہ ہماری سیرابی کا اصلی سرچشمہ ہے، جس کے فقدان سے ہمارے کاموں کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں رہتی، کیونکہ وہ دیکھنے میں تو کام معلوم ہوتے ہیں مگر روحانی اثر و فائدے سے خالی اور بے نتیجہ ہوتے ہیں، خدا کے وجود کا اقرار اور اس کی رضامندی کا حصول ہمارے اعمال کی غرض و غایت ہے، یہ نہ ہو تو ہمارے تمام کام بے نظام اور بے مقصد ہوکر رہ جائیں، وہ ہمارے دل کا نور ہے، وہ نہ ہو تو پوری زندگی تیرہ و تاریک نظر آئے اور ہمارے تمام کاموں کی بنیاد ریاء، نمائش، جاہ پسندی، خودغرضی اور شہرت طلبی وغیرہ کے دنیاوی جذبات اور پست محرکات کے سواء کچھ اور نہ رہ جائے۔

ایمان کے اجزاء:

اسلام نے چونکہ علم و عمل، تصور اور فعل، عقلیت اور عملیت میں لزوم ثابت کیا ہے اور عقائد کے اتنے ہی حصہ کا یقین و اقرار ضروری قرار دیا جو عمل کی بنیا اور اخلاق و عبادات کی

اساس قرار پاسکے اور دل کی اصلاح وتزکیہ میں کام آسکے، اور اسی لئے اس نے عقائد کے فلسفیانہ الجھاؤ اور تصوّرات ونظریات کی تشریح وتفصیل کر کے عملیت کو برباد نہیں کیا، چند سیدھے سادے اصول ہیں جو تمام ذہنی سچائیوں اور واقعی حقیقتوں کا جوہر اور خلاصہ ہیں اور انہی پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے، اور صریح الفاظ میں اس ایمان کے صرف پانچ اصول تعین کئے: (۱) خدا پر ایمان، (۲) خدا کے فرشتوں پر ایمان، (۳) خدا کے رسولوں پر ایمان، (۴) خدا کی کتابوں پر ایمان، اور (۵) اعمال کی جزاء اور سزاء کے دن پر ایمان۔

ان اجزائے ایمانی کی حکمت:

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان کہ وہ اس دنیا کا تنہا خالق اور مالک ہے اور ہر ظاہر و باطن سے آگاہ ہے تاکہ وہی ہمارے تمام کاموں کا قبلہ مقصود قرار پاسکے اور اس کی رضا جوئی اور اس کی مرضی کی تعمیل ہمارے اعمال کی تنہا غرض وغایت ہو، اور ہم جلوت کے سوا خلوت میں بھی گناہوں اور برائیوں سے بچ سکیں، اور ہر نیکی کو اس لئے کریں اور ہر برائی سے اس لئے بچیں کہ یہی ہمارے خالق کا حکم ہے اور یہی اس کی مرضی ہے، اس طرح اعمال ناپاک اغراض اور ناجائز خواہشات سے مبرّا ہو کر خالص ہو سکیں، اور جس طرح ہمارے جسمانی اعضاء گناہوں سے پاک ہوں، ہمارا دل بھی ناپاک خیالات اور ہوا و ہوس کی آمیزش سے پاک ہو اور اس کے احکام اور اس کے پیغام کی سچائی پر دل سے ایسا یقین ہو کہ ہمارے ناپاک جذبات، ہمارے غلط استدل، ہماری گمراہ خواہشیں بھی اس یقین میں شک اور تذبذب پیدا نہ کرسکیں۔

(۲) خدا کے رسولوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ خدا کے ان احکام اور ہدایات اور اس کی مرضی کا علم انہی کے واسطے سے انسانوں کو پہنچا ہے، اگر ان کی صداقت، سچائی اور راست بازی کو کوئی تسلیم نہ کرے تو پیغامِ ربانی اور احکامِ الٰہی کی صداقت اور سچائی بھی

مشکوک ومشتبہ ہو جائے اور انسانوں کے سامنے نیکی، نزاہت اور معصومیت کا کوئی نمونہ موجود نہ رہے، جو انسان کے قوائے عملی کی تحریک کا باعث بن سکے، پھر اچھے اور بُرے، صحیح اور غلط کاموں کے درمیان ہماری عقل کے سواء ہمارے جو جذبات کی محکوم ہے کوئی اور چیز ہمارے سامنے ہماری رہنمائی کے لئے نہیں ہوگی۔

(۳) خدا کے فرشتوں پر بھی ایمان لانا واجب ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان قاصد اور سفیر ہیں، مادیت اور روحانیت کے مابین واسطہ ہیں، مخلوقات کو قانونِ الٰہی کے مطابق چلاتے ہیں اور ہمارے اعمال و افعال کے ایک ایک حرف کو ہر دم اور ہر لحظہ ریکارڈ کرتے جاتے ہیں، تاکہ ہم کو ان کا اچھا یا بُرا معاوضہ مل سکے۔

(۴) خدا کے احکام وہدایات جو رسولوں کے ذریعہ انسانوں کو پہنچائے گئے ہیں ان کو دور دراز ملکوں اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے لئے ضروری ہوا کہ وہ تحریری شکلوں میں یعنی کتابوں اور صحیفوں میں یا لفظ و آواز سے مرکب ہو کر ہمارے سینوں میں محفوظ رہیں، اس لے خدا کی کتابوں اور صحیفوں کی صداقت اور جو کچھ ان میں ہے اس کی سچائی پر ایمان لانا ضروری ہے، ورنہ رسولوں کے بعد خدا کے احکام اور ہدایتوں کے جاننے کا ذریعہ مسدود ہو جائے اور ہمارے لئے نیکی اور بدی کی تمیز کا کوئی ایسا معیار باقی نہ رہے جس پر تمام ادنیٰ و اعلیٰ، جاہل و عالم اور بادشاہ و رعایا سب متفق ہو سکیں۔

(۵) اعمال کی باز پرس اور جواب دہ کا یقین اور اس کے مطابق جزاء اور سزاء کا خیال نہ ہو تو دنیاوی قوانین کے باوجود دنیائے انسانیت سراپا درندگی اور بہیمیت بن جائے، یہی وہ عقیدہ ہے جو انسانوں کو جلوت وخلوت میں ان کی ذمہ داری محسوس کراتا ہے، اس لئے روز جزاء اور یومِ آخرت پر ایمان رکھے بغیر انسانیت کی صلاح وفلاح ناممکن ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے اس پر بے حد زور دیا ہے؛ بلکہ مکی وحی کا بیشتر حصہ اسی کی تلقین اور تبلیغ پر مشتمل ہے۔

یہی پانچ باتیں اسلام کے ایمانیات کے اصلی عناصر ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ پر اس کے تمام رسولوں پر اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر اور روزِ جزاء پر ایمان لانا یہ عقائدِ خمسہ یکجا طور پر سورہ بقرہ میں متعدد دفعہ کہیں مجمل اور کہیں مفصل بیان ہوئے ہیں۔

"الّذِینَ یُومِنُونَ بِالغیبِ" (البقرہ:۳)

(جو لوگ غیب (خدا، خدا کی صفات اور ملائکہ) پر ایمان رکھتے ہیں)

اور جو کچھ تم پر (اے محمدؐ) نازل ہوا اور تم سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوا اس پر یقین رکھتے (یعنی انبیاء اور ان کی کتابوں پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (البقرہ:۳)

یہ تو سورہ کے آغاز کی آیتیں ہیں، سورہ کے بیچ میں پھر ارشاد ہوا:

"اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو شخص خدا پر، آخری دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔"

سورہ بقرہ کی آخر میں ہے: "پیغمبر پر جو کچھ اتارا گیا اس پر وہ خود اور تمام مومن ایمان لائے، یہ سب لوگ خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے۔"

سورہ نساء میں ان ہی عقائد کی تعلیم ہے:

(اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو! ایمان لاؤ خدا پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے اتاری، اور جو شخص خدا کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے پیغمبروں کا اور روزِ قیامت کا انکار کرے گا وہ سخت گمراہ ہوا"۔) (النساء)

ایمان وعمل کا تلازم:

سچا ایمان اور حسنِ عمل درحقیقت لازم وملزوم ہیں، اگر کوئی یہ کہے کہ ایک مومن بدکار

ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو یہ سوال حقیقت میں خود تضاد کو مستلزم ہے، اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ کوئی مومن ہو کر بدکاری اور چوری نہیں کرسکتا، اگر کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان مسلوب ہوجاتا ہے، اور یہ بالکل واضح ہے کہ جب کوئی مومن برائی کرنا چاہتا ہے تو اس کے ایمان یعنی اصول اور جذباتِ فاسدہ کے درمیان کشمکش ہوتی ہے، تھوڑی دیر یہ لڑائی قائم رہتی ہے، اگر ایمان اور اصول نے فتح پائی تو وہ اپنے کو بچالیتا ہے اور اگر جذبات غالب آتے ہیں تو ایمان اور اصول کا تخیل اس وقت دب کر اس کی نظر سے اوجھل ہوجاتا ہے اس پر بنا پر سچا مومن اور بدکردار ہو یہ ممکن ہی نہیں ہے، اگر ہے تو حقیقت میں ایمان ہی کامل نہیں، یہاں بحث رسمی ایمان ومومن سے نہیں بلکہ اس ایمان سے ہے جس کے معنی غیر متزلزل یقین اور ناقابلِ شک اعتقاد کے ہیں، جہاں کہیں رسمی وظاہری ایمان کے ساتھ برائی اور بدکرداری کا وجود ہے، وہ درحقیقت ایمان کا نقص اور یقین کی کمی بھی ایمان ہی کی کمی کا نتیجہ ہے۔

ایمان کے بغیر کوئی عمل درست نہیں!:

لیکن بہر حال عقلی فرض اور رسمی ایمان کے لئے لحاظ سے یہ سوال ہوسکتا ہے، اور یہ مانا جاسکتا ہے کہ ایک بدکردار مومن اور نیک اخلاق کافر ومشرک میں اگر پہلا نجات کا مستحق ہے اور دوسرا نہیں ہے تو ایسا کیوں؟ اس کا جواب شرعی اور عقلی دونوں حیثیتوں سے بالکل ظاہر ہے، اسلام نے نجات کا مدار ایمان اور عمل دونوں پر رکھا ہے، جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

اِنّ الانسَانَ لَفِی خُسرٍ اِلّاالّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ. (العصر:۲،۳)

بے شک کُل انسان گھاٹے میں ہیں مگر وہ جو ایمان رکھتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں۔

اس لئے کامل نجات کا مستحق وہی ہے جو مومن بھی ہے اور نیک کردار بھی ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کفر وشرک کے گناہ کے سوا اپنے بندہ کا ہر گناہ چاہے تو معاف کرسکتا ہے، البتہ شرک وکفر کو معاف نہ فرمائے گا اور اس کی سزا ضرور ہی وہ دے گا، چنانچہ ارشاد ہے:

"اِنَّ اللہَ لَا یَغفِرُ اَنّ یُشرَکَ بِہٖ ویَغفِرُ مَا دُونَ ذٰلِکَ لِمَن یَشَاءُ وَمَن یُشرِک بِاللہِ فَقَدِ افتَرَاِثمًا عَظِیمًا (النساء:۴۸)"

(بے شک خدا اس کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے سواء دوسرے گناہ جس کو چاہے معاف کردے گا۔)

ایک اور آیت میں مشرکوں کے متعلق یہ قطعی طور پر فرمایا:

(بیشک یہ بات ہے کہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ نے اس پر اپنی جنت حرام کی ہے۔(المائدہ:۷۲)

قرآن پاک نے ان لوگوں کے کاموں کی مثال جو ایمان سے محروم ہیں اس راکھ سے دی ہے جس کو ہوا کے جھونکے اڑا اُڑا کر فناء کردیتے ہیں اور ان کا کوئی وجود پھر باقی نہیں رہتا، اسی طرح وہ شخص جو ایمان سے محروم ہیں، ان کے کام بھی بے بنیاد اور بے اصل ہیں:

مَثَلُ الَّذِینَ کَفَرُوا بِرَبِّھِم أَعمَالُھُم کَرَمَادٍ اشتَدَّت بِہِ الرِّیحُ فِی یَومٍ عَاصِفٍ لَا یَقدِرُونَ مِمَّا کَسَبُوا عَلٰی شَیءٍ ذٰلِکَ ھُوَ الضَّلَالُ البَعِید (ابراھیم:۱۸)

(جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے کاموں کی مثال اس راکھ کی ہے جس پر آندھی والے دن زور سے ہوا چلی، وہ اپنے کاموں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے، یہی سب سے بڑی گمراہی ہے۔)

سورہ نور میں ایمان کی دولت سے محروم لوگوں کے اعمال کی مثال سراب سے دی گئی ہے کہ اس کے وجود کی حقیقت فریبِ نظر سے زیادہ نہیں۔

"جنہوں نے خدا کا انکار کیا ان کے کام سراب کی طرح ہیں، جو میدان میں ہو جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو وہاں کسی چیز کا وجود اس کو نظر نہ آئے۔(النور:۳۹)

ان کی ایک اور مثال ایسی سخت تاریکی سے دی گئی ہے جس میں ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہیں دیتا اور جس میں ہوش وحواس اور اعضا کی سلامتی کے باوجود ان سے فائدہ اٹھانا ناممکن ہے۔

(یا ان کے کاموں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر میں سخت اندھیرا ہو، اس کے اوپر موج اور موج پر پھر موج اور اس کے اوپر بادل گھرا ہو، یہ اندھیرا ہے کہ اس میں ہاتھ نکالے تو وہ بھی سوجھائی نہ دے، جس کو خدا نے نور نہ دیا اس کے لئے کوئی نور نہیں۔(النور:۴۰)

الغرض ایمان کے بغیر عمل کی بنیاد کسی بلند اور صحیح تخلیل پر قائم نہیں ہوسکتی، اس لئے ریاء ،نمائش اور خودغرضی کے کاموں کو کوئی عزت نہیں دی جاتی، وہ کام جو گو بظاہر نیک ہوں لیکن کرنے والے کا ان سے اصلی مقصد نام ونمود پیدا کرنا ہوتا ہے، اخلاقی نقطہ نظر سے تمام دنیا ان کو بے وقعت اور ہیچ سمجھتی ہے، اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ کیا اور فرمایا:

"اے ایمان والو! اپنی خیراتوں کو احسان اور اُلاہنے دے کر اس طرح برباد کرتا ہے جو لوگوں کے لئے دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور خدا پر جو نیکیوں کی جزا دیتا ہے) اور قیامت پر (جس میں نیکیوں کی جزا ملے گی) یقین نہیں کرتا، اس کی خیرات کی مثال اس چٹان جیسی ہے، جس پر کچھ مٹی پڑی ہو، ذرا اس پر پانی برسا تو مٹی ڈھل گئی اور پتھر رہ گیا، جس پر جو کچھ بویا جائے گا وہ اُگے گا نہیں۔(البقرہ)

مومن وکافر کا فرق:

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ ایک بدکردار رسمی مومن کے لئے نجات کی امید ممکن ہے، لیکن ایک حقیقی کافر ومشرک کے لئے نہیں، اور اس کی عقلی وجہ ظاہر ہے، لیکن ایک حقیقی کافرو

مشرک کے درمیان وہی فرق ہے جو ایک چور اور ڈاکو کے درمیان ہے، ہر قانون دان جانتا ہے کہ ان دونوں میں قانون کی نظر میں کون مجرم زیادہ ہے، چور گو برائی کرتا ہے تاہم حکومت کا خوف اس کے دل میں ہے، مگر ڈاکو حکومت سے برسرِ پیکار ہو کر قتل و غارت کا مرتکب ہوتا ہے، اس لئے ڈاکو چور سے زیادہ سزاء کا مستحق ہے، بدکردار رسمی مومن گو گنہگار ہے مگر کبھی کبھی خوف الٰہی سے تھرّا جاتا ہے، کبھی کبھی خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اور کبھی اپنے گناہوں پر خدا کے حضور میں شرمندہ اور نادم بھی ہوتا ہے، مگر کافر و مشرک اگر کچھ اچھے کام بھی کریں، تاہم اپنی دوسری برائیوں کے استغفار کے لئے خدا کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتے۔

وہ خدا نام کسی کے قائل ہی نہیں جس کے خوف سے وہ تھرّائیں، جس کی بارگاہ میں وہ گڑگڑائیں اور جس کی محبت سرشار ہو کر وہ اس کے احکام کی تعمیل کریں، اس لئے اس مجرم کیلئے جس نے کسی مجبوری سے معذور ہو کر چھپ کر کسی قانونِ سلطنت کی نافرمانی کی رحم و بخشش کا موقع ہے، لیکن اس باغی کیلئے جو سرے سے سلطانِ وقت کو اور اس کے قانون ہی کو تسلیم نہیں کرتا رحم و بخشش کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن یہ محض ایک تمثیل تھی، ورنہ ظاہر ہے کہ خدا کو اس کی حاجت نہیں کہ اس کے بندے اس کی حکومت کو تسلیم کریں: ’’بے شک خدا دنیا سے بے نیاز ہے‘‘۔

بلکہ اصل یہ ہے کہ ایک کافر و مشرک اس اصولِ کار کو تسلیم نہیں کرتا جس پر مذہبی نیکیوں کی بنیاد ہے اور ایک رسمی مومن اس اصول کو تسلیم کرتا ہے، اس کی نسبت توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ آج نہیں تو کل عمل بھی کرے گا، لیکن جو ہنوز اصول کا مخالف ہے اس کے لوٹنے کے لئے ابھی بڑی دشوار منزل باقی ہے۔

ایمان یعنی اساسِ ملت اور بنیادِ عمل کی اہمیت:

اس خالص مذہبی نقطہ نظر سے ہٹ کر بھی اگر مومن و کافر کے باہمی فرق و امتیاز پر غور

کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ گو بہت سے بظاہر نیک لوگوں کو جو کافر ہیں اپنے سے الگ کرنا پڑتا ہے اور بہت سے بظاہر بُرے لوگوں کو جو مومن ہیں اپنے اندر داخل کرنا پڑتا ہے، تاہم اس موقع پر اس نکتہ کو فراموش کر دیا جاتا ہے کہ اس ’’اپنے‘‘ اور ’’غیر‘‘ کی وجہ تقسیم کیا ہے؟ جب اس وجہِ تقسیم کو ہم سامنے رکھیں گے تو ہم کو ناگزیر طور پر ایسا کرنا ہی پڑے گا، وجہ تقسیم خیرات کرنے والا اور نہ خیرات کرنے والا یا جھوٹ بولنے والا اور نہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے؛ بلکہ ایک خدا پر ایمان والا اور ایک دستور العمل (قرآن مجید) کو صحیح ماننے والا ہے، اس بناء پر اس وجہِ تقسیم کی رُو سے ایسا ہونا لازم ہے۔

یہ طریقہ امتیاز کچھ اسلام یا مذہب ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر تحریک، ہر جماعت اور ہر اصولِ سیاست؛ بلکہ تمام انسانی تحریکات اور جماعتوں کا اصولِ تقسیم یہی ہے، ہر تحریک کا ایک نصب العین اور ہر جماعت کا ایک عقیدہ (کریڈ) ہوتا ہے، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس کریڈ کے مطابق پورے جوش و خروش کے ساتھ عمل کرتے ہیں، یہ اس مذہب کے مومنین صالحین ہیں، دوسرے وہ ہیں جو اس کریڈ کے مطابق عمل نہیں رکھتے، یہ اس مذہب کے غیر صالح مومنین ہیں، لیکن ایک تیسری جماعت ہے جو سرے سے اس کریڈ ہی کو تسلیم نہیں کرتی اور نہ اس کو بنیادِ عمل قرار دیتی ہے، گو اس تیسری جماعت کے بعض افراد بڑے فیاض و مخیّر ہوں یا بڑے عالم و فاضل ہوں، تاہم اس جماعت کے دائرہ کے اندر جس کا وہ کریڈ ہے ان کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، کیا یہی وجہ نہیں کہ ایک سیاسی جماعت کے کریڈ پر یقین رکھنے والا اس کے مطابق کرنے والا اور وہ بھی جو نفس کریڈ کو تسلیم کرتا ہے، مگر اس کے مطابق عمل پیرا نہیں، اس جماعت کے پنڈال میں جگہ پاسکتا ہے، مگر وہ جو اس کریڈ ہی کو صحیح باور نہیں کرتا اس کے احاطہ میں کوئی جگہ پانے کا مستحق نہیں ہے؟ اسی پر ہر جماعت کے اصول کو قیاس کیا جاتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ جب تک کوئی جماعت اپنے اصولِ کار، اساس جماعت اور عقیدہ کو اتنی

اہمیت نہ دے گی، اس کی اہمیت جو سب اہمیتوں کو بڑھ کر ہونی چاہئے قائم نہیں رہ سکتی، اور ملت کی وہ دیوار جس کو اس قدر سخت اور مستحکم ہونا چاہئے کہ باہر کے سیلاب کا ایک قطرہ بھی اس کے اندر نہ جاسکے، اگر اس میں اصول وعقیدہ پر ایمان کا مطالبہ کئے بغیر ہر کس وناکس کو داخلہ کی اجازت دے دی جائے تو اس مستحکم دیوار میں یقیناً رخنے پڑ جائیں گے اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی کسی سیلاب کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور وہ جماعت ایسے پراگندہ اصول وافراد کا مجموعہ ہوگی جس کو کسی اتحاد واشتراک اور جامعیت کا رشتہ باہم متحد ومجموع نہیں کرتا۔ مستحکم جماعتیں وہ ہیں جو اپنے کریڈ پر شدت کے ساتھ جمی رہتی ہیں اور جو اس کریڈ کو تسلیم نہیں کرتا، رکنِ جماعت نہ ہونے کی حیثیت سے وہ ان کی جماعتی برادری میں کوئی اعزاز نہیں رکھتا، کیا ایک مسلمان جبکہ کسی سیاسی جماعت کا رکن ہو تو اس کے لئے تو اصولِ کار کی یہ سخت جائز بلکہ مستحسن ہو، مگر وہی اسلامی جماعت کے ممبر کی حیثیت سے اپنے اخلاقی اصول کار، اساس ملت اور مذہبی بنائے وحدت میں یہ شدت رَوا رکھے تو کس عقل سے وہ ملامت کے قابل ٹھہرایا جائے، حالانکہ ہر دلی عقیدہ کا لازمی نتیجہ اسی قسم کی شدّت اور استحکام ہونا چاہئے، پھر اگر ایک جگہ وہ ہو اور دوسری جگہ نہ ہو تو اس کے صاف معنیٰ ہیں کہ ایک کو دل کے ساتھ جو تعلق ہے وہ دوسرے کو نہیں۔

نظامِ اسلام:

اب اگر اسلام اور اسلام کے قانون اور مذہب کو سمجھنا ہے تو اس کی اصل بنیاد پر نظر رکھنا چاہئے، جس پر اس کی پوری عمارت تعمیر ہوئی ہے، وہ بنیاد اقتصادیات کا کوئی نکتہ، دولت کا کوئی خزانہ، نسل ورنگ کا کوئی امتیاز اور ملک ووطن کی کوئی تحدید نہیں ہے بلکہ صرف ایک ہے اور وہ دنیا کی سب سے بڑی، لازوال اور وسیع وعالمگیر صداقت یعنی خدائے واحد پر ایمان ہے، یہ ہے اسلام کی ملت اور برادری کا اصل رشتہ اسی سے اس کی مذہب اور اس

کے قانون کی تمام تقسیمیں اور امتیازات کی حدیث قائم ہوئی ہیں، اس کی حیثیت اسلام کی مملکت میں وہ ہے جو کل روم میں رومیت کی اور آج روس میں اصول بالشویت کی ہے۔

اس برادری کے دینی اور دنیاوی حقوق کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس جماعت کے فارمولے پر دستخط کرے اور اس کے کریڈ کو دل وجان سے قبول کرے، آج تمام مہذّب دنیا کسی عالمگیر برادری کی بنیاد کو تلاش کرنے میں حیران وسرگرداں ہے، مگر نہیں ملتی، حالانکہ ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کی طرح آج بھی اسلام یہ آواز بلند کر رہا ہے کہ: ''اے اہل کتاب آؤ! ہم اس ایک بات پر متفق ہوجائیں جو ہمارے اور تمہارے نزدیک یکساں ہے کہ خدائے واحد کے سواء کسی اور کی پرستش نہ کریں اور خدا کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں''۔ یہی توحیدِ اسلام کا وہ نظام نامہ ہے جس پر اس کے دین اور اس کی دنیا دونوں کی بنیاد ہے۔

توحید دنیا کی غیر متبدّل حقیقت ہے!:

یہ توحید یعنی عرصہ ہستی کا صرف ایک فرمانروائے مطلق ماننا جس کے سامنے ہر جسمانی وروحانی طاقت ادب سے جھکی ہوئی ہے اور اس کی بندہ فرمان ہے، اور ساری دنیا اسی ایک کی مخلوق ومحکوم ہے اور دنیا کی ساری قومیں اس کے آگے بحیثیت مخلوق کے برابر حیثیت رکھتی ہیں، دنیا کی وہ عظیم الشان حقیقت ہے جو سرتاپا صداقت اور حق ہے، اور ایسی عالمگیر ہے جو عرصہ وجود کے ایک ایک ذرّہ کو محیط ہے اور ایسی لازوال ہے کہ جس کو کبھی فنا نہیں اور ایسی کھلی اور واضح کہ جس کے تسلیم کرنے میں کسی کو عذر نہیں، اور ایسی خیرِ مجسم ہے جو ہمارے اندر ہر قسم کی نیکیوں کی تحریک کرتی ہے اور جو ایسی تسکین اور تسلی ہو جو ہر مصیبت اور مشکل کے وقت ہمارے لئے صبر واستقلال کی چٹان بن جاتی ہے اور ایسا مضبوط اور مستحکم سررشتہ جو کسی وقت ٹوٹ نہیں سکتا اور اس قدر وسیع کہ جس کے احاطہ عام کے لئے اندر مخلوقات کی

ایک ایک فرد داخل ہوکر اخلاقی حقوق و واجبات کی برادری قائم کرسکتی ہے اور خالق ومخلوق دونوں کی وابستگی اور محبت کا ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے۔

غرض یہ ایسی عالمگیر حقیقت ہے جو سرتاپا صداقت اور حق ہے، جو کبھی نہ بدل سکی اور نہ بدلے گی، زبانوں میں جو انقلاب ہو خیالات میں جو تغیر ہو تمدّنوں میں جو اُتار چڑھاؤ ہو، قوموں میں جو تفرقے پیدا ہوں، مجازی حقیقتوں، مادی فائدوں اور سیاسی غایتوں میں جو اختلاف بھی پیدا ہو، مگر وہ ایک حقیقت ہے جو اپنی جگہ مسلم رہے گی اور جس میں کوئی تغیر اور انقلاب پیدا نہ ہوگا، کیونکہ اس کی بنیاد ایک ایسی لازوال ہستی کے یقین پر ہے جو ماڈیات کی دنیا کی طرح دم بدم مٹتی اور بنتی ہے، لحظہ بہ لحظہ متغیر اور منقلب نہیں۔ وہ ایک ایسی عالمگیر اور محیط ہستی کا تخیل ہے جس کے احاطہ عام کے اندر تمام قومیں اور تمام مملکتیں بلکہ تمام مخلوقات یکساں استحقاق کے ساتھ داخل ہیں، اس کی ملکیت میں سیاہ وسپید، زنگی و رومی، ہندی و فرنگی، عربی وعجمی، امیر وغریب، عورت ومرد، شاہ پسند وجمہوریت پسند، حاکم ومحکوم، آقا وغلام اور عالم وجاہل سب برابری کے ساتھ یکساں شامل ہیں، اور اس سے ایسی برادری کا رشتہ قائم ہوتا ہے جو قوموں میں میل، ملتوں میں اتحاد اور مخلوقات میں فرائض و واجبات کا احساس پیدا کرتا ہے۔ وہ خود مجسم خیر اور سرتاپا نیکی ہے، اس کی عقیدت اور محبت ہماری اندر نیکیوں کی تحریک اور برائیوں کی نفرت پیدا کرتی ہے، تاریکی میں بھی اس کی دیکھنے والی آنکھوں اور خلوتوں میں بھی اس کی جھانکنے والی نگاہوں کا سچا عقیدہ نازک سے نازک موقع پر بھی ہم کو برائیوں سے بچاتا اور نیکیوں کے لئے اُبھارتا ہے۔

جب ہمارا سہارا ٹوٹ جاتا ہے، ہر اعتماد شکست کھا جاتا ہے اور ہر امید منقطع ہو جاتی ہے اور جب افراد وقوم کے صبر واستقلال کے پاؤں ڈگمگا جاتے ہیں اور ان کے وجود کی کشتی منجدھار میں پھنس جاتی ہے، اس وقت اسی ایک کی مدد کا سہارا کام آتا ہے اور اسی ایک کی نصرت کا وثوق فتح وظفر سے ہمکنار کرتا ہے اور مایوسیوں اور ناامیدیوں کے ہر بادل کو

چھانٹ کر رحمتِ الٰہی کے نور سے آنکھوں کو پُر نور اور دلوں کو مسرور کر دیتا ہے۔

اب کوئی بتائے کہ کسی ایسی قوم کے لئے جو اپنے کو دائمی اور ہمیشہ کے لئے روئے زمین پر آئی ہو وار آخر الامم اور غیر منسوخ ملت ہونے کی مدعی ہو، اس کی اساسِ ملت بننے کے لئے ہر روز بدل جانے والے اور ہر صدی میں منقلب ہوجانے والے تخیلات اور نظریات کبھی اساسِ ملت قرار پاسکتے ہیں، اور ایسی قوم کے لئے جو کسی نسل، کسی رنگت اور کسی قطعہ زمین میں اپنے کو محدود نہ کرے، اس عالمگیر خدائی برادری سے بڑھ کر کوئی برادری نہیں مناسب ہوسکتی ہے۔

عقیدہ توحید کی اخلاقی حیثیت:

پھر ایسا عقیدہ جو تنہاء ہماری ملت کا اساس ہی نہ ہو بلکہ ہمارے عمل کی بنیاد ہو اس خلّاقِ عالم اور علّام الغیوب کے ایمان کے سواء کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا، یہ لازوال اور زندہ جاوید ہستی ہماری ملت کی لازوال اور زندہ جاوید بناتی ہے، یہ عالمگیر اور محیط ہستی ہمارے اندر عالمگیر اخوت اور عمومی برادری کا رشتہ قائم کرتی ہے، وہ خیرِ مجسم اور سراپا نیک ہستی ہم کو خیر کی دعوت اور نیکی کی صدا دیتی ہے، اس کے کمالی اوصاف ہم کو اپنے اخلاقی کمال کا نصب العین عطا کرتے ہیں، اس کے اسماءِ حسنٰی اور صفاتِ کاملہ کا عقیدہ ہم کو ہر حیثیت سے حسین اور کامل بننے کا درس دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ خدا اور اس کی ذات وصفات پر اعتقاد محض نظریہ کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ اس کی حیثیت تمام تر عملی ہے، اس کی صفاتِ عالیہ ہمارے اوصافِ حسنہ کے لئے نمونہ ہیں، اور اس کے محامد کریمہ ہمارے اعمال واخلاق کی تصحیح کے لئے تحریرِ اوراق کا مسطر ہیں۔

خیر وشر کی تمیز:

جس طرح دنیا کی دوسری چیزیں فی نفسہٖ نہ خیر ہیں اور نہ شر ہم ان کو خیر یا شر صرف ان

کے موقعِ استعمال کے لحاظ سے کہتے ہیں، آگ فی نفسہ نہ خیر ہے نہ شر، لیکن جب کوئی ظالم اس آگ سے کسی غریب کا جھونپڑا جلا کر خاکِ سیاہ کر دیتا ہے تو وہ شر ہو جاتی ہے، لیکن جب اسی آگ سے کوئی رحم دل انسان چولہا گرم کر کے کسی بھوکے کے لئے کھانا پکاتا ہے تو وہ خیر ہو جاتی ہے، اسی طرح نیک و بد اعمال بظاہر یکساں ہیں اور ان میں نیک و بد کی تمیز نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اس غرض و غایت کا لحاظ نہ کیا جائے جس کے لئے وہ کام کیا جاتا ہے، ایک ڈاکو کا ایک مسافر کو قتل کر دینا اور ایک حکومت کا کسی ڈاکو کو پھانس دینا یکساں اتلافِ جان کا فعل ہے، لیکن پھر دنیا ایک کو خیر اور ایک کو شر کہتی ہے تو وہ اس غرض و غایت کی بناء پر ہے جس کیلئے یہ دونوں قتل کئے گئے ہیں، ڈاکو جس قتل کا مرتکب ہوا ہے اس سے اس کا مقصود مسافر کے مال پر ظالمانہ قبضہ تھا اور اس راہ میں اس کے مالک کے ناحق قتل کا آخری نتیجہ راستہ کی بدامنی و رملک کی ویرانی ہے، اور سزا دینے والی حکومت کی غرض لوگوں کی جان و مال کی حفاظت، راستہ کا امن اور ملک کو آباد کرنا ہے، اس لئے پہلا فعل شر اور دوسرا خیر ہے۔

خیر وشر کی فلسفیانہ تحقیق اور ان کی باہمی تمیز نہایت مشکل ہے، جس کو نہ ہر عامی و جاہل سمجھ سکتا ہے اور نہ اس سے متاثر ہو سکتا ہے، حالانکہ خیر وشر کے اکثر امور پر تمام دنیا متفق ہے، اس لئے مذہب نے ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک کے لئے ایک آسان اصول یہ بنا دیا ہے کہ وہ تمام باتیں جن کو خدائے تعالیٰ پسند کرتا ہے خیر ہے اور جن کو ناپسند کرتا ہے وہ شر ہے، اس کے اس اصول سے نہ خیر وشر کی حقیقت بدلتی ہے اور نہ ان کے نفع وضرر کا پہلو بدلتا ہے، نہ دنیا کے فائدے اور نقصان میں کمی بیشی ہوتی ہے، ہاں یہ ہوتا ہے کہ اس اصول کی تاثیر دلوں میں ایسی راسخ ہو جاتی ہے کہ جنگلی اور صحرائی سے لے کر مہذب و تعلیم یافتہ تک اس اصول کے ماتحت خیر پر عمل کرنے اور شر سے بچنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، چنانچہ آج دنیا میں جس قدر بھی خیر کا وجود ہے اور شر سے احتراز ہے وہ اسی پیغمبرانہ تعلیم کا نتیجہ ہے فلسفیانہ نکتہ آفرینیوں کا نہیں، ارسطو اور اسپنسر کے اصولِ اخلاق کو پڑھ کر اور سمجھ کر کتنے نیک اور خوش

اخلاق پیدا ہوئے اور حضرت مسیح و حضرت علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و تاثیر نے کتنوں کو خوش اخلاق اور نیک کردار بنایا، اور آج دنیا میں لندن و نیویارک کے بازاروں سے لیکر افریقہ کے صحراؤں اور جنگلوں اور ہندوستان کے دیہاتوں تک میں نیکی کی اشاعت اور برائی سے پرہیز کی تعلیم انبیاء کے پیروؤں کے ذریعہ ہو رہی ہے یا فلسفیوں کے ذریعہ انجام پارہی ہے یا نازیوں کے؟ سوشلسٹوں کے ذریعہ یا فاشسٹوں کے؟ دل کا چین اخلاق کی طاقت اور عالمگیر انسانی برادری کی دولت اگر ممکن ہے تو وہ صرف اس توحید کے ذریعہ جس کی دعوت اسلام دیتا ہے اور اس ایمان کی بدولت جس کو اسلام دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، جس کی وسعت میں ساری دنیا آرام کر سکتی ہے اور جس کے سایہ میں انسانوں کے بنائے ہوئے سارے امتیازات مٹ جاتے ہیں اور جس کی بنیاد اتنی مضبوط ہے کہ آسمان وزمین کی بنیادیں اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو ہٹ جائیں مگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتی۔

☆☆

توحید کی حقیقت

''حضرت محمدؐ صرف نام ہی نہیں بلکہ قدرت کا آخری کام بھی ہے''

● رئیس القلم مولانا سید مناظر احسن گیلانی

آریوں نے مسلمانوں پر یہ الزام لگا کر ''وہ نیستی سے ہستی کے پیدا ہونے کے قائل ہیں'' اپنا ایک خود تراشیدہ وہم یہ پیش کیا ہے کہ ''عالم صرف خدا سے نہیں، بلکہ مادّہ سے بھی ظاہر ہوا ہے''، سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اس فطری یقین کو محفوظ رکھنے کے لئے کہ ''ہستی ہستی ہی سے پیدا ہوتی ہے'' خدا کی ہستی کیوں کافی نہ تھی جو مادّہ کے وجود کا اضافہ کیا جاتا ہے، یہ سچ ہے کہ ہستی کو ہستی ہی سے پیدا ہونا چاہئے، یہی پیغمبروں کا مشاہدہ بھی ہے کہ موجودہ نظامِ ہستی اس ہستی سے ظاہر ہوا ہے جس کا نام خدا ہے، پھر خدا کے پہلوں میں کسی فالتو ہستی (مادّہ یا روح) کے اضافہ کی کیا ضرورت ہے؟ قرآن پاک میں توحید کے جہاں اور دلائل بیان کئے گئے ہیں ان میں زیادہ زور اسی دلیل پر ہے کہ ہستی کی پیدائش کے لئے خدا یعنی ایک خود بخود ہستی کے ماننے کے لئے تو آدمی یقیناً مجبور ہے، لیکن اس ہستی کے سواء کسی اور خود بخود ہستی کی ضرورت کیوں بتائی جاتی ہے؟ قرآن کا ارشاد ہے کہ کسی کے پاس کوئی دلیل، کوئی شہادت ہو تو پیش کرے:

''أَئِنَّكُم لَتَشهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللّٰهِ آلِهَةً أُخرىٰ قُلْ لَّآ اَشهَدُ قُلْ أَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّأَنَّنِى بَرِىْءٌ مِّمَّا تُشرِكُونَ'' (الانعام: ۱۹)

(پوچھئے!) کیا تم (مشرکین) اس کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور

معبود بھی ہے، اے پیغمبر کہئے کہ میرے پاس اس کی شہادت نہیں ہے اور کہئے کہ وہ تو یکتا واحد معبود ہے اور بلاشبہ ہم ان سے قطعاً جدا ہیں، جنہیں تم اللہ کا ساجھی ٹھہراتے ہو۔

ان لوگوں پر حیرت ہے جنہوں نے توحید جیسے آسان اور سہل مسئلہ کو طریقہ بحث کی غلطی سے خواہ مخواہ ایک پیچیدہ مسئلہ بنادیا، ورنہ قرآن نے اس سلسلہ میں جو فطری راہ پیش کی تھی فیصلہ کے لئے وہی کافی تھی، مطلب یہ ہے کہ شرک وتوحید پر بحث کرنے سے پیشتر یہ طے کر لینا چاہئے کہ ان دونوں دعووں میں کس دعویٰ کی حیثیت اثبات کی ہے اور کس کی حیثیت انکار کی ہے؟ ظاہر ہے کہ ایک خدا کو مان کر مشرک ہی دوسرے خدا کا اضافہ کرنا چاہتا ہے، پس مدعی تو مشرک ہی ہے، رہا موحد تو اس کا مقام صرف انکار کا مقام ہے، یعنی مشرک کے اضافہ کردہ خدا کا وہ صرف انکار کرنا چاہتا ہے، بحث وتحقیق کا عام قاعدہ ہے کہ صرف مدعی ہی پر بارِ ثبوت ہے، منکر کے لئے صرف انکار کافی ہے، افسوس ہے کہ قرآن نے توحید کے باب میں یہی فطری راہ پیش کی تھی، لیکن ہمارے متکلمین کا ایک گروہ بلاوجہ مدعی بن بیٹھا اور محض اس غلط طریقہ کار کی وجہ سے ان کو تمانع وغیرہ اقناعی دلائل پیش کرنے پڑے اور لطف یہ ہے کہ توڑ مروڑ کر قرآنی آیتوں کو بھی ان خود ساختہ دلائل پر منطبق کرنا پڑا، جس دلیل کا نام متکلمین نے ''برہانِ تمانع'' (اثباتِ توحید کی دلیل میں متکلمین یہ کہتے ہیں کہ اگر واجب الوجود دو ہوں تو ان کے درمیان کبھی نہ کبھی اختلاف پیدا ہوسکتا ہے اور جب دو متضاد مقاصد بیک وقت پورے ہوں گے، نہیں تو لامحالہ ایک غالب آئے گا، جو غالب آئے گا وہی حقیقی معنیٰ میں واجب الوجود ہے، اس کو برہانِ تمانع کہتے ہیں۔ مرتب) رکھا ہے اور قرآن کی جس آیت سے وہ اُسے نکالنا چاہتے ہیں آئندہ اوراق میں اس آیت کی ایک جدید توجیہ آپ کو نظر آئے گی، ضرورت ہے کہ اس پر خاص توجہ کی جائے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

''یہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے تراش لئے ہیں، اللہ نے اس

کے متعلق کوئی دلیل نہیں اُتاری، یہ مشرکین صرف اٹکل پچو باتوں اور اپنی خواہش کے پیچھے چلے جارہے ہیں، حالانکہ ان کے پروردگار کی رہنمائی ان کے سامنے آچکی ہے۔" (نجم:۲۳)

ایک اور جگہ مسلمانوں سے چیلنج دلایا گیا ہے کہ ان کے فالتو معبودوں کے متعلق ان مشرکین کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کریں:

"هٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ اٰلِهَةً لَوْلَا يَاْتُونَ عَلَيهِم بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ". (الکھف:۱۵)

(یعنی ہماری قوم کے لوگوں نے اللہ کے سواء جو معبود بنالئے ہیں کیوں نہیں وہ کوئی کھلی دلیل اس پر لاتے ہیں۔)

توحید کے سلسلہ میں قرآن کا لازوال اور لاجواب مطالبہ:

بہرحال اسی ملک کی طرف قرآن نے اعلان کیا ہے کہ:

"وَمَن يَدعُ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرهَانَ لَهُ بِه".

(اور اللہ کے سواء جو دوسرے معبود کو پکارتا ہے اس کے پاس اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔)

توحید کے متعلق قرآن اس ٹھوس مطالبہ سے بھرا ہوا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ اس مطالبہ کا کوئی جواب کسی نے اب تک دیا ہے اور نہ کبھی کوئی دے سکتا ہے، صرف خیر وشر کی تقسیم سے مغالطہ کھا کر قدیم ایرانی فلاسفروں کے ایک گروہ نے یزدان کے ساتھ ہرمن کے وجود کے اضافہ کو عقل کا تقاضا ٹھہرانا چاہا ہے، اس مسئلہ پر ہم فلسفہ غم کے تحت میں کافی بحث کریں گے، لیکن پارسیوں سے اتنا اس وقت بھی پوچھتے چلنا چاہئے کہ تمہاری مراد خیر وشر سے کیا ہے؟ اگر خیر سے نفع بخش اور شر سے ضرر رساں چیزیں مراد ہیں تو کیا اس قسم کے خیر کا وجود شر سے علاحدہ ہوکر پایا جاتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو شاید شر کے لئے علاحدہ خالق کی تلاش ممکن بھی تھی، لیکن ہم دیکھتے ہیں جس آگ سے ہمارے گھر جلتے ہیں اسی سے کھانا بھی پکتا ہے،

اور جس پانی سے اناج پیدا ہوتا ہے اسی سے طوفانی مصائب بھی ہوتے ہیں، اور علیٰ هٰذا القیاس جس آفتاب کے نور وحرارت سے روشنی ملتی ہے، توانائی پیدا ہوتی اور کھیتی پکتی ہے اسی کی حرارت سے کھیتیاں جھلس بھی جاتی ہیں۔ الحاصل ایک ہی چیز کے صحیح استعمال سے نفع بھی ہوتا ہے اور استعمال کی غلطی سے وہی چیز مضر بھی بن جاتی ہے۔

اضداد کی باہمی آویزش توحید پر گواہ ہے:

بہرحال جب خیر کا وجود شر سے علاحدہ ہوکر نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ استعمالی غلطی سے خیر ہی شر بن جاتا ہے تو ایک کے لئے دو خالق کی تلاش نہ صرف فضول، بلکہ قطعاً غلط ہے، لہٰذا پارسیوں کے دو خداؤں میں سے بھی ایک اُسی طرح فالتو ہو جاتا ہے جس طرح آریوں کا مادہ اور روح، ہاں اگر بجائے خیر وشر کے یہ کیا جائے (اور غالبًا ایرانی فلاسفہ کی یہی مراد بھی ہوگی) کہ نظامِ عالم کی بنیاد متضاد قوتوں پر مبنی نظر آتی ہے، نیستی کے ساتھ ہستی اور حیات کے ساتھ موت لگی ہوئی ہے، حرارت کے ساتھ برودت اور رطوبت کے ساتھ یبوست، علیٰ هٰذا، سکون کے ساتھ حرکت اور ضعف کے ساتھ قوت کے مظاہرے یہاں ہر آن اور ہر لمحہ دیکھے جاتے ہیں تو ان تماشوں کا کون انکار کر سکتا ہے، بلکہ سچ یہ ہے کہ مظاہرِ فطرت میں شاید ہی کوئی ایسی صورت ہوگی جس کی ضد یہاں موجود نہ ہو، لیکن کیا اس سے بجائے ایک سے دو کی ضرورت ثابت ہوتی ہے؟ تم اضداد کو دیکھتے ہو، لیکن ان اضداد کی باہمی آویزشوں اور پیچیدہ پیوستگیوں سے آنکھیں کیوں بند کر لیتے ہو؟ غور تو کرو! بیچاری عقل جو دو ضدوں کے باہمی اجتماع کو سوچ بھی نہیں سکتی، اسی کی پیٹھ پر کائنات کے ان غیر محدود ولامتناہی اضداد کی کثرتوں کے اجتماع کے بجھ کو کیسے لادا جاسکتا ہے جب تک کہ کسی شیزاز وحدت کے ساتھ انہیں جکڑا نہ جائے؟ قرآن نے اسی حقیقت کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے:

"وَمَا كَانَ مَعهُ مِن اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعضهُم عَلٰى

بَعض". (المؤمنون: ۹۱)

(اللہ کے سواء کوئی دوسرا الٰہ نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو ہر الٰہ اپنی مخلوق کو (یا ہر الٰہ اپنے مظاہر و آثار کو) لے بھاگتا اور (بجائے آویزش وترکیب کے) ایک دوسرے پر چڑھ جاتے)

اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا تو ہستی کے جس نظام کی بنیاد انہیں اضداد پر قائم ہے کیا وہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی قائم رہ سکتا تھا؟ رطوبت کے مظہر پانی کو یا حرارت کی مظہر آگ کو، الغرض اس قسم کے اضداد کے مظاہر میں سے کسی ایک چیز کو نکال لو! تو کیا پھر یہ دنیا یہی دنیا رہ سکتی ہے؟ قرآن میں وحی کا یہ تجربہ پیش کیا ہے کہ:

"لَو كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا". (الانبياء: ۲۲)

(یعنی اگر آسمان و زمین میں خدا کے سواء کوئی اور معبود ہوتا تو یہ دونوں برباد ہوجاتے)۔

خود غور کرنا چاہئے کہ پیغمبروں کے اس مشاہدہ کے سواء کیا عقل کچھ اور بھی سوچ سکتی ہے یا مان سکتی ہے؟ بلاشبہ ہم سے وہی منوایا گیا جس کے سواء ہم کچھ مان ہی نہیں سکتے اور وہی سمجھایا گیا جس کے سواء ہم کچھ سمجھ ہی نہیں سکتے، حقیقت یہ ہے کہ اضداد کے جس ایرانی فلسفہ کو پیغمبروں کے تجربہ توحید میں شک انداز کے لئے پیش کیا گیا تھا، کیسی عجیب بات ہے کہ یہی فلسفہ الٹ کر شرک کے گلے کا پھندا بن گیا اور لے دے کر توحید کے دشمنوں کے ہاتھ میں یہی ایک حربہ تھا، آخر اضداد کا یہ مجموعہ جو باہم اتنی سختیوں کے ساتھ جکڑا ہوا ہے، موحّد اگر اُسے جکڑا ہوا مانتا ہے تو کیا بکھرا ہوا مانے؟ سچ کو جھوٹ نہیں بنایا جاسکتا اور بلاشبہ وحی اور نبوت کے تجربات اور مشاہدات کا انکار بغیر اس کے ہو نہیں سکتا، قرآن مجید نے سچ فرمایا ہے:

"وَمَن يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ". (البقرة: ۱۳۰)

یعنی (ابراہیم کی ملت دینِ اسلام اور دینِ فطرت سے وہی کترا سکتا ہے جس نے اپنے آپ کو احمق وسفیہ بنالیا ہو۔)

پارسیوں کو اپنی کتاب کا صحیح علم نہیں ہے، ورنہ قرآن کی اس آیت کا ترجمہ ان کو اپنی کتابوں میں بھی ملتا، "زنداوستا" میں زرتشترا کی طرف یہ عبارت منسوب کی گئی ہے:

"نیک اندیشوں اور سچے خیال والوں کے نزدیک اہرمزدا ربِّ دو جہاں ہے، جو لوگ بتوں کے خیال میں منہمک رہتے ہیں اور مشرک ہیں یا وہ جو شرارت یا بدنفسی میں مبتلا رہتے ہیں رذیل ہیں"۔ (ژنداوستا، حصہ پاسا)

الحاصل حق سبحانہ تعالیٰ کا خود بخود موجود ہونا، ہمیشہ ہمیشہ سے ہونا، ایک ہونا، نبوت کے یہ ایسے روشن تجربات ہیں جن کے اقرار پر وہ بھی مجبور ہیں جو بے دیکھے بے جانے خدا کا بلاوجہ انکار کرنا چاہتے ہیں اور اسی لئے میں نے کہا تھا کہ ان حدود تک مذہب اور لامذہبیت میں کوئی اختلاف نہیں، پیغمبروں سے جو باغی ہیں ان کو بھی یہاں ماننا پڑتا ہے اور ایمان لانے والوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

مسئلہ صفاتِ باری تعالیٰ:

یہی مسئلہ خدا پرستوں اور منکروں کے درمیان خطِ اختلاف ہے، بہرحال مادّہ اور خدا کے متعلق یہاں تک جتنے جھگڑے ہیں صرف لفظوں کی لڑائی ہے، البتہ اس کے بعد پیغمبرانہ تجربات نے حق تعالیٰ کے لامحدود کمالات اور صفاتِ اعلیٰ یا اسماءِ حسنیٰ کے متعلق جن واقعات کا مشاہدہ اور علم حاصل کیا ہے حقیقی اختلاف کی سرحد یہیں سے شروع ہوتی ہے اور دراصل پیغمبروں اور دہریوں کی بحث کا اصل خطِ جنگ یہی ہے، انبیاء علیہ السلام کا مشاہدہ ہے کہ جس خود بخود ہستی کی یہ عالم نمائش گاہ ہے وہ ان تمام کمالات سے موصوف ہے، جن کو ہم کائنات کے طویل وعریض سلسلہ میں مختلف نوعیتوں کے ساتھ مختلف پیمانوں پر مشاہدہ کر رہے ہیں، مثلاً یہاں زندگی، حیات، علم، بینائی، شنوائی، ارادہ، قدرت، اختیار، قوت اور اسی قسم کے جتنے کمالات اور فیوض ہیں جن کی غیر محدود موجیں مختلف صورتوں سے محسوسات

کے مختلف مظاہر میں چاروں طرف سے اُبل رہی ہیں، پیغمبروں کا دعویٰ ہے کہ انہی کمالات کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی شانِ اعلیٰ کے مطابق موصوف ہیں، لیکن مادہ پرست، منکرِ مذہب، اس کے برخلاف مدعی اور صرف مدعی ہے۔ کیونکہ بالتفصیل معلوم ہو چکا ہے کہ سرچشمہ صفات تک عقل وحواس کے ذریعہ سے رسائی قطعاً ناممکن ہے، بہرحال مادہ پرستوں ومنکرینِ خدا کا یہ گروہ بے دیکھے، بے جانے اور بے سمجھے اپنے اس وہم میں گرفتار ہے کہ وہ خودبخود ہستی جس پر نظامِ کائنات کی انتہاء ہوتی ہے ان کمالات سے مفلس وعاری ہے اور اسی لئے انہوں نے اپنے آپ کو پیغمبروں سے جدا کرنے کے لئے اس خودبخود ہستی کا نام بجائے خدا کے مادّہ رکھا لیا ہے، مادہ کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ خودبخود ہستی جس پر نظامِ عالم کی بنیاد قائم ہے اوران تمام کمالات سے وہ معرّی ہے جو خدا کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں، قرآن پاک کی جن دلیلوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اثباتِ خدا کے دلائل ہیں دراصل ان کا زیادہ تر تعلق صفات ہی کے اثبات سے ہے، میں چاہتا ہوں کہ قرآن روشنی میں نبوت کے اس مشاہدہ اور تجربہ کے متعلق یہ دکھاؤں کہ عقل وفطرت میں بھی ان دعوؤں میں سے کس دعوے کے ماننے کی گنجائش ہے اور کس کے انکار پر ہم مجبور ہیں۔

نابود کے نمود کا دعوئے غلط:

مسئلہ صفات کے متعلق مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ نے یہ عجیب و غریب سوال پیش کیا کہ: ''نہ تھا تو ہوا کہاں سے؟''

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم جن کمالات واوصاف کو ہستی کے مختلف مظاہر میں محسوس کررہے ہیں مثلاً ارادہ، اختیار، حیات، علم، بینائی، شنوائی اور قدرت وغیرہ کے متعلق مادہ پرستوں کا یہ وہم یعنی بغیر جانے ہوئے یہ ادعاء ہے کہ ابتداء میں ہستی ان کمالات سے بالکل مفلس تھی، اس میں نہ زندگی تھی نہ علم تھا، نہ ارادہ اور نہ شعور، غرض کچھ نہ تھا، پھر رفتہ رفتہ

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

ارتقاء کے مختلف مدارج کو بخود طے کرتے ہوئے ان نابود اور معدوم صفات کا اس میں نمود اور بود شروع ہوا، جس کا حاصل یہی ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک جو نہ تھا وہ ہوا اور ہو رہا ہے، سوچنا چاہئے کہ وہی عقل جو نیست محض کے ہست ہونے کو سوچ نہیں سکتی تھی، جس کے نزدیک نیستی سے ہستی کی پیدائش ایک ناقابلِ تصور خیال تھا، اُسی عقل اور اُسی فطرت میں کیا یہ عجیب وغریب دعویٰ سما سکتا ہے کہ جو نہ تھا اس کے ہونے کا یقین کرے، آخر جس میں زندگی نہ تھی اُس میں زندگی، جس میں علم نہ تھا اس میں علم، جس میں ارادہ نہ تھا اس سے ارادہ، جس میں اختیار نہ تھا اس سے اختیار، جس میں قدرت نہ تھی اس سے قدرت نکلنے کے کیا یہی معنیٰ ہوئے کہ جو نہ تھا وہ ہوا، جو نیستی تھی وہ ہستی بنی؟

پروفیسر اسٹارٹ ذہنی صفات کی نیرنگیوں کا اندازہ کرتے ہوئے اس بے ربطی کو جو مادہ اور ذہنی مظاہر میں ہے ان الفاظ میں ادا کرتا ہے ''جہاں کہیں سے بھی ذہن شروع ہوتا ہوا سمجھا جائے وہ اس طرح ناگہانی طور پر نمودار ہوتا ہے، جس طرح طپنچہ سے گولی جو طپنچہ میں پہلے سے موجود نہ ہو، ذہن کا مادہ سے پیدا ہونا مادی دنیا میں فطرت کے سارے نظام کے منافی و مناقض ہے، یہ گویا عدم سے وجود کی تخلیق کے معجزہ کا قائل ہونا ہے۔
(مرتب۔ از کتاب: مائنڈ اینڈ مانیٹر: ۱۱۰، ۱۱۹)

سچ یہ ہے کہ انسان جب تک اپنی موجودہ عقل اور فطرت کو برباد نہ کرے اس وہمی دعوے کے آگے سر جھکانے کیلئے کسی طرح آمادہ نہیں ہوسکتا، کسی نے کہا ہے کہ ''لامذہبیت کی پہلی شرط یہ ہے کہ انسان میں لاعقلیت پیدا ہوجائے''، اب آؤ اس کے مقابلہ میں ان تجربات اور مکاشفات کو سن جو دنیا کے ہر خطّہ اور ہر آبادی کے برگزیدہ اور راست باز انسان نے ان انسانوں نے پیش کئے ہیں جن پر فطرتِ انسانی نے سب سے زیادہ اعتماد کیا ہے، یعنی وحی اور نبوت والوں کا ارشاد سن، ابھی اس سے بحث نہیں کہ زندگی کیا چیز ہے؟ علم کیا حقیقت کیا ہے؟ ارادہ کی کیا تعریف ہے؟ لیکن اتنا تو سب کو معلوم ہے کہ ہستی کے یہ وہ

اوصاف ہیں جنہیں وجود کا کمال اوراس کی خوبی سمجھی جاتی ہے، جس سے بینائی جاتی رہتی ہے ہم اس اندھے کو ناقص کہتے ہیں، یہی حال تمام کمالات کا ہے۔

بود ہی کی نمود ہے!:

بہر حال پیغمبروں کا یہ دعویٰ ہے کہ انسان جن چیزوں کو کمال سمجھتا ہے یا کمال سمجھ سکتا ہے، کائنات کا بنیادی وجود ان تمام کمالات سے ازلاً اور ہمیشہ سے موصوف ہے مطلب کیا ہے؟ یہی کہ ہمارے سامنے ''نابود'' کی ''نمود'' نہیں بلکہ ''بود'' ہی کی ''نمود'' اور ''بود'' ہو رہی ہے، جو نہ تھا وہ نہیں ہوا بلکہ جو تھا وہی ہوا اور وہی ہو رہا ہے، اب غور کرنا چاہئے کہ ''جو تھا وہی اور وہی ہو رہا ہے'' عقل کے لئے اس کا ماننا آسان ہے یا ''جو نہ تھا وہ ہوا اور ہو رہا ہے'' اس دشوار اور جھوٹی حقیقت کو فطرت اپنے اندر اُتار سکتی ہے؟ اس مسخرے نے سچ تھا کہ میں بھینس سے انڈا اور انڈے سے روغنِ گل اور روغنِ گل کے ساتھ کل دوائیں بھینس کے انڈے سے کس طرح نکالوں؟ مگر مادہ پرست اسی کے ماننے پر آدمی کو مجبور کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہی عقل کی بات ہے، سوچو! کیا اس سے بڑے درجہ کی بھی کوئی سفاہت اور دیوانگی ہوسکتی ہے؟

تمام صفات کا ظہور ذاتِ واحد سے ہے!:

الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ ۔قرآن مجید کی پہلی سورہ سورہ فاتحہ کی پہلی آیت ہے، جس میں بجائے ذات کے (جو متفقہ مسئلہ ہے) خدا کی صفات کے اثبات سے مذہب کے درس کی ابتداء کی گئی ہے، کیونکہ مذہبیت و لامذہبیت کے اختلاف کا پہلا اصولی نقطہ جیسا کہ معلوم ہو چکا یہی ہے۔ (اسی مقام سے اس راز کا انکشاف ہوسکتا ہے کہ قرآن نے اپنے درس کی ابتداء **الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ** سے کیوں کی؟ جیسا کہ میں نے عرض کیا:

ذات کی حد تک تو خدا کے ماننے والوں میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے، دونوں ہی عالم کے اس نظام کو ایک خود بخود ہستی کا نظام ماننے والا اسی خود بخود ہستی اس نظام کو ختم کرتے ہیں، پس مانی ہوئی چیزیں منوانے کی حاجت ہی کیا تھی؟ اختلاف کا نقطہ تو صفات سے شروع ہوتا ہے، اسی لئے قرآن نے اسی سے اپنی بحث کا آغاز کیا۔مرتب)

آیت کا حاصل یہ ہے کہ جس کسی کی جہاں کہیں بھی کوئی تعریف وستائش کی جائے وہ اسی اللہ کے لئے ہے جو عالمین (یعنی تمام وہ چیزیں جو ہمارے علم کی گرفت میں آرہی ہیں) کی تربیت کرنے والا ہے، یعنی بتدریج کسی کمالِ الٰہی کا اُسے مظہر بنا رہا ہے، مثلاً ایک نطفہ میں بتدریج ان کمالات کی نمائش کرتا ہے جسے ہم انسانی کمالات کہتے ہیں، لوگ جب ابتداء میں قرآن کے اس دعوے کو سنتے ہیں تو انہیں حیرت ہوتی ہے، کیونکہ اس دنیا کا ہر ذرہ کوئی نہ کوئی کمال رکھتا ہے اور ہر ایک اپنے اپنے کمال کے مطابق سراہا جاتا ہے، تو پھر یہ کہنا کہ سارے کمالات اور ان کمالات کی ساری تعریفیں خدا ہی کے ساتھ مخصوص ہیں ایک عجیب سی بات ہے، لیکن بات سمجھی نہیں گئی یہی تو قرآن پوچھنا چاہتا ہے، کہ ہستی کے ہر ذرہ میں جن کمالات اور خوبیوں کی نمائش ہو رہی ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ نہ تھے اور ہو گئے ہیں؟ کیا تمہاری عقل اس بات کو سوچ سکتی ہے کہ نیستی سے ہستی بنی؟ پس جب ایسا نہیں ہے تو یقین کرو کہ جہاں کہیں، جس کسی میں، جب کوئی ایسا کمال نظر آتا ہے جس کی تعریف کی جاتی ہے تو ان سب کا مرجع اور چشمہ وہی ازلی وجود ہے جو ان کمالا سے ازلاً وابداً موصوف تھا اور ہے، اور جو ہمارے تمام محسوسات و معمولات (عالمین) کے آئینہ میں اپنے کمالات کو مختلف طریقوں سے چمکا رہا ہے اور وہ جو کائنات کے ہر ذرّہ کی ستائش وحمد کے گیت گاتے ہیں، لیکن اپنی بدعقلی سے جو ان کا بنیادی وجود اور حقیقی سرچشمہ ہے اس کا مادّہ نام رکھ کر ہر قسم کے کمالات سے اُسے بے بہرہ سمجھتے ہیں یا سمجھنا چاہتے ہیں، صرف یہی نہیں کہ جو نہ تھا اس کے ہونے کا دعویٰ کرکے انسان کے اندرونی احساسات کو زیروزبر کررہے ہیں، بلکہ اگر غور کیا

جائے تو فطرت پر ان کے جاہلانہ مظالم کا سلسلہ بہت وسیع نظر آئے گا۔

مثلاً: اونٹ کے گذرنے کے لئے صرف یہ کہہ دینا کہ سوراخ موجود تھا اس لئے گذر گیا، کیا عقل کی تسلیم کے لئے اتنا کافی ہے؟ عقل اس بات کو مان سکتی ہے کہ سوئی کے ناکہ میں بھی چونکہ سوراخ موجود ہے اس لئے اونٹ کو اس سے گذر جانا چاہئے؟ اس کی تسلیم سے عقل کیوں سرتابی کرتی ہے؟ ظاہر ہے کہ سبب ومسبب اور اثر ومؤثر میں کوئی تناسب نہیں ہے، پھر سوئی کے ناکے سے اونٹ کے گذر جانے پر اصرارِ عقل کے ساتھ اگر ظالمانہ چیرہ دستی ہے تو کیا یہی ظلم عقلِ انسانی پر وہ نہیں کر رہے ہیں جو ہر قسم کے کمالات سے مفلس مادّہ سے کائنات کے اس محیر العقول حیرتناک نظام کو نکالنا چاہتے ہیں؟ آسمان وزمین، ثوابت و سیارے، دریا، پہاڑ، حیوانات وانسان وغیرہ کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ یہ سب کہاں سے آئے؟ اب جو اس کے جواب میں مجبور ولاچار اور بے علم و بے جان مادّہ کا نام بغیر کسی مشاہدہ اور تجربہ کے لیتا ہے، بتاؤ اس نے اپنی عقل پر پتھر مارا یا جو اپنے ذاتی تجربہ کی بنیاد پر خدائے قادر وتوانا کا نام جپتا، اس نے ہماری فہم کے فطری قوانین کے ساتھ انصاف کیا؟ قرآن اپنے مختلف صفحات میں تناسب کے اس قانون پر غور کرنے کے لئے کہتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی اثر اور معلول کے لئے کسی مؤثر کسی علت کا صرف فرض کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ علت ومعلوم اور اثر ومؤثر میں تناسب کا لحاظ بھی ضروری ہے، کسی مجذوب نے سچ کہا تھا کہ "تم انگور سے ہاتھی کب تک ٹپکاؤ گے"۔

تخلیقی نظم خود وحدت پر گواہ ہے!:

کیسی عجیب بات ہے کہ اس عالم میں دیکھتے ہیں کہ آنکھیں بن رہی ہیں، چند خاص پردوں کے ساتھ بن رہی ہیں، ہر پردہ خاص قوانین کے تحت بن رہا ہے، یہی آنکھیں حیوانات میں بھی بن رہی ہیں، انسانوں میں بھی بن رہی ہیں، امریکہ میں بن رہی ہیں،

ایشیاء میں بھی بن رہی ہیں، ہر جگہ ہر پردہ اپنے اپنے قوانین کے تحت بن رہا ہے، الغرض جس چیز کو دیکھو گے اس میں ایک خاص قسم کی ترکیب، یکسانیت اور ہمواری نظر آئے گی، اور کیسی ترکیب، کیسی ہمواری؟ بقول بعض "فطرت کے قوانین کیا ہیں؟ ایک بلیغ نظم، ایک ایسا موزوں شعر کہ اگر اس کا ایک لفظ بھی اپنی جگہ سے نکال دیا جائے تو سارا نظمِ شعری بگڑ جاتا ہے"، یہی حال اس علم کا ہے، کسی ایک چیز کو نکال کر دیکھو اور اندازہ کرو، بہر حال پوچھا جاتا ہے کہ یہ کس کی قدرت کے کرشمے ہیں؟ اب عقل کے ساتھ کیا یہ تمسخر نہیں ہے کہ اس کے جواب میں اس کا نام لیا جائے جس کو ہر قسم کی قدرت سے مفلس فرض کیا جاتا ہے۔

اَفِی اللّٰہِ شکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ. (ابراھیم: ١٠)

آفتاب نکلتا ہے یا زمین گھومتی ہے جو طریقہ تعبیر بھی اختیار کیا جائے، بہر حال ٹھیک چوبیس (٢٤) گھنٹوں میں یہ یومیہ دورہ ختم ہو جاتا ہے اور تین سو پینسٹھ (٣٥٦) دن اور کچھ منٹ وغیرہ میں یہ سالانہ گردش پوری ہوتی ہے، اور جس وقت تک کی تاریخ ہمارے پاس موجود ہے معلوم ہے کہ اس وقت یہی ہوتا رہا ہے اور اب بھی یہی ہو رہا ہے اور ایک آفتاب اور زمین ہی کیا، عالم کی ہر چیز چند ایسے اٹل قوانین کی گرفت میں جکڑی ہوئی ہے کہ آج انہی کے استحکام پر ہمارے تمام علوم وفنون کی بنیاد ہے، پوچھا جاتا ہے کہ ان دقیق، نازک، مضبوط ومستحکم اور ہمہ گیر قوانین کی بات کس کے ہاتھ میں ہے؟ قرآن پاک اس کے جواب میں کہتا ہے:

ذٰلِکَ تَقدِیرُ العَزِیزِ العَلِیمِ. (یٰس: ٣٨)

(یہ سب اس کے ناپنے اور جانچنے کا نتیجہ ہے جو ہر چیز پر غالب اور علم والا ہے۔) بتاؤ انسانی عقل کی تشنگی اس سے بجھتی ہے؟ یا اس جواب سے کہ کہا جائے: **ذٰلک اتفاق المجبور الجاھل**۔ یہ ایک لاچار اور علم وقدرت سے یکسر عاری مادّہ کے اتفاقی اثرات کا نتیجہ ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ اس قسم کے مضحکہ انگیز حماقتوں کا صدور انہی لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے فطرت اور اس کے نازک استوار قوانین پر کبھی غور ہی نہیں کیا یا جن کی زندگی

صرف فسق وفجور، مسخرے پن اور اوباشی میں گذری ہو، ورنہ سچے سوچنے والوں نے ہمیشہ یہی کہا جسے پیغمبروں نے دیکھا، عہدِ جدید کا سب سے بڑا مفکر نیوٹن جس نے اپنے ایک معلوم کردہ قانون کے ذریعہ سے انسانی سمجھ کا رخ پھیر دیا تھا، قانون جذب وکشش کی تشریح کرنے کے بعد لکھتا ہے:

''کائنات کے اجزاء میں باوجود ہزاروں انقلاباتِ زمان ومکان کے جو ترتیب اور تناسب ہے وہ ممکن نہیں کہ بغیر کسی ایسی ذات کے پایا جاسکے جو سب سے اوّل صاحبِ علم و ارادہ وبااختیار ہو''۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ. (الانعام: ۴۵)

الحاصل نظامِ ہستی کا ایک خود بخود ہستی پر ختم ہونا، اس کا ہمیشہ ہمیشہ سے ہونا، ایک ہونا، اس کا ہر قسم کے اعلیٰ کمالات اور برتر وگرامی صفات سے موصوف ہونا ثابت ہو چکا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے متعلق پیغمبروں کے یہ ایسے ذاتی تجربے اور مشاہدے ہیں کہ عقلِ انسانی اس کے سواء کسی اور چیز کو مان بھی نہیں سکتی، اور یہی وجہ ہے کہ چند ماؤف العقل پیشہ ور فلسفیوں کے سواء فطرت بشری قریب قریب ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں ایمان کے اس جزء کے ساتھ متفق رہی ہے، پروفیسر میکسمولر نے دنیا کے قدیم آثار وشواہد کے مطالعہ اور جستجو کے بعد اسی بنیاد پر اپنے اس تاریخی فیصلہ کا اعلان کیا ہے کہ:

''ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے خدا کو اس وقت جانا جس وقت وہ اس کا شائد نام بھی نہیں رکھ سکتے تھے''۔

خدا سے متعلق ایک اور سوال!:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اصلی بحث اسی نقطہ پر ختم ہوجاتی ہے، لیکن

وسواسی انسان اسی پر بس کرنا نہیں چاہتا، وہ خدا کے متعلق کچھ اور سوالات بھی رکھتا ہے۔

دنیا کے عام مذاہب نے غالباً غیر ضروری سمجھ کر ان سوالات کو نہیں چھیڑا یا چھیڑا بھی تو اس کے مختلف پہلوؤں کو اتنا روشن نہیں کیا گیا جس کے وہ مستحق تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے مختلف زمانوں میں بجائے وحی ونبوت کے عقل وحواس ہی کی اس روشنی میں ان سوالات کو حل کرنا چاہا جو ہمیشہ ''عالمِ غیب'' میں جاکر گل ہوجاتی ہے، نظیروں اور مثالوں کی غلط رہنمائی نے مختلف غلطیوں کے خندقوں میں لوگوں کو گرادیا، مگر قرآن مجید جو غیبی حقائق کی تشریح کی آخری روشنی ہے، اس نے وضاحت کے ساتھ ان سوالات کو اُٹھایا اور وہ جوابات دئے ہیں جنہیں فطرت وعقل بے چینی کے ساتھ ڈھونڈھتی تھی، اس سلسلہ میں جو کچھ کہا جائے گا ممکن ہے کہ ڈھونڈھنے سے دوسرا مذاہب کی الہامی یادداشتوں میں بھی اس کے تعلق کچھ تسلی مل سکے، لیکن جہاں تک میری جستجو کا تعلق ہے قرآن کریم کا بیان اس باب میں جتنا روشن ہے یقیناً یہ روشنی کسی دوسری جگہ میسر نہیں آسکتی۔

پہلا سوال یہی ہے، مطلب یہ کہ وجود کے سرچشمہ سے ہر لحظہ اور ہر لمحہ جو گوناگوں موجیں علویات وسفلیا، جمادات ونباتات اور حیوانات وانسان وغیرہ کی شکل میں پیدا ہوتی ہیں اور ہورہی ہیں اور ہوتی رہیں گی آخر ان کی پیدائش کی نوعیت کیا ہے؟ اسی سوال کی اجمالی تعبیر یہ ہے: خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟

تقریباً یہ سوال ہر اس دل میں پیدا ہوتا ہے جو اس عالم کی انتہاء خدائے قدوس پر ختم کرتا ہے، بلاشبہ یہ ایک فطری سوال تھا، لیکن اسی کے ساتھ کیا یہ بھی غیر فطری راہ نہیں تھی کہ بجائے وحی ونبوت کے اس سوال کا جواب عقل وحواس سے طلب کیا جائے، انسان نے ظلم کیا کہ اپنے محدود معلومات ومشاہدات کو سامنے رکھ کر اس کا جواب دینا، اس کے بعد غلط جوابوں کا جو طلسم قائم ہوا وہ عجیب وغریب تھا، اور یہی وہ طلسم ہے جس کی تعبیر مذہبی دنیا میں ''مسئلہ وحدۃ الوجود'' سے کی جاتی ہے۔

(تعبیروں کی غلطی ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک قابلِ احترام سنجیدہ گروہ میں وحدۃ الوجود کا لفظ قریب قریب ہوّے کی شکل اختیار کر چکا ہے، ابن خلدون جیسے متبحر انصاف پسند عالم نے اپنے مشہور علمی مقدمہ میں ''وحدۃ الوجود'' کی تشریح میں جو الفاظ نقل کئے ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ کائنات کی ان گونا گونیوں کو صوفیہ صرف نظر کا دھوکہ اور انسانی احساس کا ایک غیر واقعی تاثر قرار دیتے ہیں، اس نے لکھا ہے کہ دنیا سے اگر انسان اور اس کے احساسات غائب ہو جائیں تو وحدۃ الوجود والوں کے نزدیک عالم کا یہ نظام بھی باقی نہ رہے گا، لکھا ہے کہ خواب میں خواب دیکھنے والوں کے نزدیک یہی حال بیداری کا بھی ہے، اس کے الفاظ ہیں ''**یعتبرون ذلک بحال المنام فاذا انام و فقد الحسو و فقد کل محسوس**'' جب گھر والوں کی بدگمانیوں کا یہ حال ہو تو غیروں کا کیا گلہ کیجئے؟ آئندہ معلوم ہوگا کہ غلط فہمیوں کے سوا یہ اور کچھ نہیں۔مرتب)

ربطِ خالق و خلق یا مسئلہ وحدۃ الوجود:

وحدۃ الوجود کے ایک تو سیدھے سادے معنی ہیں کہ نظام ہستی کی بنیاد دو وجودوں مثلاً یزداں و اہرمن، یا خدا اور مادّہ پر نہیں؛ بلکہ صرف ایک خدا پر قائم ہے، سب چیزیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں اور اسی پر ختم ہوتی ہیں، ظاہر ہے کہ وحدۃ الوجود کا اگر یہی مطلب ہے تو خدا کے ماننے والوں میں ایسا کون ہے جو اس کا انکار کر سکتا ہے؟ (بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ وحدۃ الوجود کے یہ وہ معنیٰ ہیں جس کے اقرار پر وہ بھی مجبور ہوئے ہیں جنہوں نے عالم کا سرچشمہ بجائے خدائے تعالیٰ حیّ و قیوم کے مادّہ کو ٹھہرایا ہے، آخر مادّہ پرستوں کا خیال اس کے سواء اور کیا ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے صرف ایک ہی ہستی اور ایک ہی وجود یعنی مادّہ ہی کی یہ نیرنگیاں ہیں، بھلا اس سے بھی زیادہ کوئی بدیہی مسئلہ الٰہیات کا ہو سکتا ہے جس کے ماننے پر مادّہ پرستوں کے دل و دماغ بھی مجبور ہیں۔مرتب)

لیکن واقعہ یہ نہیں ہے، لوگ جواب کا تو ذکر کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اس جواب سے وہ کس سوال کو حل کرنا چاہتے ہیں، پس جیسا کہ میں نے عرض کیا مسئلہ وحدۃ الوجود اس سوال کا جواب نہیں ہے کہ ''عالم ایک وجود سے پیدا ہوا ہے یا دو سے؟'' بلکہ یہ مسئلہ دراصل اسی سوال کا جواب ہے جسے میں نے عنوان میں درج کیا ہے کہ یعنی ''خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟''

قبل اس کے کہ اس بات میں قرآنی تشریح کو پیش کروں اُن غلط تاویلوں کا پیش کرنا مناسب ہے جن کی وجہ سے عموماً اس مسئلہ کی جانب سے لوگوں میں غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے، سوال کے متعلق تو معلوم ہو چکا، وہ صرف اس قدر ہے کہ خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟ ظاہر ہے کہ انسان اور انسان کے علمی ذرائع، عقل و حواس نہ اس وقت موجود تھے جس وقت کائنات کی بنیاد پڑی اور نہ اس وقت عالم کے اس سرچشمہ تک ان کی رسائی ہے جہاں سے نت نئی ہستیاں مختلف صفات و کمالات کو لے لے کر برآمد ہو رہی ہیں، اب جو صرف عقل و حواس کے ذریعہ اس سوال کو حل کرنا چاہے گا تو اس کے لئے بجز اس کے اور کیا چارہ کار ہے کہ اپنی محدود معلومات کو سامنے رکھ کر کچھ مثالوں اور تشبیہات سے اس کا جواب دے اور یہی کیا بھی گیا، مختلف نظیروں کو سامنے رکھ کر مختلف لوگوں نے جوابات دئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

بعض غلط تشریحات اور تشبیہات:

بعضوں نے کہا کہ (معاذ اللہ) خدا کی مثال ایک انڈے کی سی تھی اور جس طرح انڈا پھٹ کر مرغی بن جاتا ہے اسی طرح خدا بھی پھٹ کر عالم بن گیا، کہا جاتا ہے کہ یہ ہندوستان کے فلسفہ ویدانت کی تعبیر ہے، وید کی ایک مشہور عبارت سے اس کی تائید پیش کی جاتی ہے، ''یجُر وید'' میں لکھا ہے:

''اس پرماتما کی نابھی (ناف) سے درمیانی عالم' سر سے بالائی عالم' پاؤں سے زمین اور کانوں سے سمت بن گئے، اسی طرح وہ سب لوگوں کو پیدا کرتا ہے''۔ (یجروید، اُدھیائے نمبر:۳۱)

یہ اور اسی قسم کی اور بھی تشبیہیں ہیں جو عوام الناس میں مشہور ہیں، مثلاً خدا اور عالم کی باہمی نسبت کو کبھی دریاء اور موج اور کبھی عنکبوت اور اس کے رات اور کبھی سیاہی اور حروف وغیرہ سے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے جن سے بظاہر یہ خیال گذرتا ہے کہ ان تشبیہات والے فلسفہ ویدانت کی اتباع میں گویا اس کے قائل ہوگئے ہیں کہ خدا یا اس کا کوئی حصہ عالم بن گیا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ مکڑی جس طرح باہر سے نہیں بلکہ اندر سے رطوبت خارج کرتی ہے اور اسی سے اپنے ارد گرد جالا تنتی ہے، یونہی (معاذ اللہ) خدا نے بھی اپنے اندر سے بعض اجزاء خارج کئے ہیں، انہی سے عالم بنایا ہے، سیاہی اور حروف والے کہتے ہیں کہ مختلف حروف مثلاً الف، ب، ت ہے، اگر یہ اپنی اپنی صورتوں اور خصوصیتوں کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں، لیکن سیاہی سب ہی میں مشترک ہے، یونہی جمادات و نباتات، حیوانات و انسان وغیرہ گو اپنی اپنی صورتوں اور خصوصیتوں کے لحاظ سے مختلف ہیں، لیکن خدا یا وجود ان سب میں مشترک ہے، بعض یوں بھی کہتے ہیں کہ اعداد کے مراتب اگرچہ مختلف ہیں لیکن اکائی سب میں مشترک ہے، یہی حال خدا کا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ ساری باتیں خدا اور عالم کے صحیح تعلق کو واضح نہیں کریں، مگر مکڑی والی تشبیہ میں لازم آتا ہے کہ خدا کو مختلف اجزائے مرکب سے مانا جائے، دریا اور موج والی مثال بھی اسی لئے سمجھ میں نہیں آتی کہ دریا طول و عرض اور عمق رکھتا ہے، اسی لئے تقسیم کو قبول کرتا ہے اور اسی لئے اس کے جزو میں ایک موج بنتی ہے وہ اس جزو سے مختلف ہوتا ہے جس پر دوسری موج کی ہیئت قائم ہوتی ہے، علیٰ ھٰذا القیاس سیاہی کو حروف میں مشترک قرار دینا بھی مغالطہ ہے، سیاہی کے مختلف اجزاء اور قطرات سے مختلف حروف بنتے ہیں، اسی لئے جس قطرہ سے مثلاً الف بنتا ہے وہ اس قطرہ

سے مختلف ہوتا ہے جس سے ب اور ت وغیرہ حروف لکھے جاتے ہیں، یونہی اعداد اکائیوں کے مجموعہ کا نام ضرور ہے لیکن دو میں اگر دو اکائی ہوتی ہیں تو تین میں تین، پھر کیا عالم میں بھی ہر ہستی کے ساتھ خدا کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے؟ دراصل یہ ناقص تشبیہات ہیں جن سے لوگ مغالطہ میں مبتلا ہوگئے۔ مرتب)

حالانکہ عیاذاً باللہ اگر ایسا واقعہ ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ خدائے کامل و قادر حیّ و قیّوم آخر کیا ہوا کہ وہ خود بیٹھے بٹھائے بغیر کسی مجبوری کے ناقص مجبور اور معذور بن گیا، دُکھ، درد، گندگی و ناپاکی اور ہر قسم کے عیوب میں لتھڑ گیا، جو کامل تھا ناقص ہوگیا، جو زندہ تھا مردہ بن گیا، پاک تھا ناپاک ہوگیا؟ کیونکہ عالم اور اس کے اجزاء کا تقریباً یہی حال ہے۔

معاذ اللہ خدا غائب!

بلکہ اگر زیادہ غور کیا جائے تو گویا اس صورت میں یہ بھی لازم آتا ہے کہ جب تک عالم نہ تھا اس وقت تک تو خدا موجود تھا؛ لیکن جب عالم پیدا ہوگیا تو خدا غائب ہوگیا، آخر مرغی یا درخت کے پیدا ہونے کے بعد کیا انڈا یا تخم باقی رہتا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس مذہب کا خدا ہی معدوم ہوگیا وہ مذہب مذہب اور دھرم کہلانے کا مستحق کس طرح ہوسکتا ہے؟ نہ معلوم ایسے مذاہب میں کسی کی پوجا کی جاتی ہے اور کس کے احکام وقوانین کی پابندی کو فرض ٹھہرایا جاتا ہے۔

خدا کے ایک امر انتزاعی یعنی صرف مخلوق ذہنی ہونے کا نظریہ:

اسی سلسلہ میں بعض کا بیان ہے کہ خدا ایک وجودِ کلی ہے اور عالم اس کی جزئیات اور تفصیلات کا نام ہے، اس کو یوں سمجھا جاتا ہے مثلاً انسان ایک کلّی یا حقیقت مطلقہ ہے، جس طرح اس کا تحقق یعنی پایا جانا زید و عمرو وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے، اسی طرح خدا بھی عالم کے مختلف افراد کی شکل میں رونما ہوتا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس تشبیہ کے لحاظ سے خدا

کوئی واقعی ہستی باقی نہیں رہتا بلکہ جس طرح مختلف افراد مثلاً زید وعمر کے اشترا کی اوصاف کو پیش نظر رکھ کر ایک مفہوم مشترک ان سب سے پیدا کر لیا جاتا ہے، جس کا وجود بجز ذہن کے اور کہیں نہیں ہوتا، گویا خدا بھی اسی طرح ہمارے ذہن کا ایک خود تراشیدہ مفہوم ہے، ظاہر ہے کہ اس بنیاد پر خالق نہیں بلکہ ہمارے ذہن کی ایک خود تراشیدہ مخلوق بن جاتا ہے۔

معمار وکمہار وغیرہ کی تمثیل یا آریائی نظریہ اور اس کی لغویت:

اس سوال کے حل کی ایک راہ وہ ہے جو گذشتہ مثالوں میں دکھائی گئی، اس کے مقابلہ میں ایک دوسری جماعت ہے جو اسی مسئلہ کا جواب اس مثال سے دینا چاہتی ہے کہ جس طرح صانع مصنوعات بناتا ہے، مثلاً معمار مکان یا کمہار برتن بناتا ہے، گویا اسی طرح خدا نے عالم کو بنایا ہے، عوام کے ذہن میں عالم اور خدا کی باہمی نسبت کے متعلق کچھ اسی قسم کا خیال ہے، اس پر کھلا ہوا سوال ہوتا ہے کہ صانع مصنوع کو بغیر مادّہ کے پیدا نہیں کر سکتا، کمہار بغیر مٹی کے اور نجّار بغیر لکڑی کے کیا اپنی صنعتی قوت کا اظہار کر سکتا ہے؟ اور جب خدا اسی طرح کا صانع ہے تو اس نے بغیر مادّہ کے کسی طرح عالم کو بنایا؟ ہندو فلاسفروں کی ایک جماعت نے اسی بنیاد پر یہ مان لیا کہ ابتداء میں صرف خدا نہ تھا، بلکہ خدا کی طرح مادّہ بھی خود بخود موجود تھا، اسی مادّہ سے خدا نے عالم کو پیدا کیا، آریہ کے نام سے اس زمانہ میں ہندوؤں میں جو ایک نیا فرقہ پیدا ہوا ہے اس نے قدیم ہندی فلسفہ کے اسی مکتب خیال کو اپنا مذہبی عقیدہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ خیال اتنا مہمل ہے کہ فلسفہ اور مذہب کی کسی جماعت میں بھی اس خیال نے اعتماد پیدا نہیں کیا، فلسفہ والے تو یہ کہتے ہیں کہ جب ابتداء میں مادّہ کو مان لیا گیا تو اب عالم کی پیدائش کے لئے خدا کا وجود فالتو ہو جاتا، اسی لئے یورپ کے مادّیّین صرف اس کے قائل ہو گئے اور مذاہب چونکہ توحید کے حامی ہیں سا لئے ان کے لئے مشکل ہے کہ مادّہ کو خدا کی مخلوقیت سے نکالیں، کیونکہ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب مادّہ ہی خدا کا پیدا کیا

ہوا نہیں ہے تو مادہ کی مختلف صورتیں جس کا نام عالم ہے اس کو خدائی مخلوق کہنے کے کیا معنیٰ ہو سکتے ہیں؟ پھر قطع نظر اس کے اگر عالم اور خدا میں نسبت مان لی جائے جو صانع اور مصنوع میں ہے تو ایک مشاہدہ ہے کہ صانع یعنی معمار کے مر جانے بعد مصنوع یعنی مکان معدوم نہیں ہوتا، یعنی مصنوعات کے موجود اور پیدا ہو جانے کے بعد صانع کا وجود بے ضرورت ہو جاتا ہے، پس اس نظریہ کی بنیاد پر کہ عالم کو خدا نے اس طرح پیدا کیا جیسے معمار مکان بناتا ہے، یہ لازم آتا ہے کہ پیدائش عالم کے لئے ممکن ہے کہ ابتداء میں دنیا کو خدا کی ضرورت ہو لیکن اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی، حالانکہ تمام مذاہب عالم کو بہر نوع خدا کا محتاج ہر حال اور زمانہ میں قرار دیتے ہیں۔

جوابی تمثیلات سے گمراہی آئی!:

وہی سوال کہ خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟ اس کے وہ جوابات تو تم سن چکے جو غیر اسلامی دائروں سے دئے گئے، اب آؤ اور دیکھو کہ قرآن اس کا کیا جواب دیتا ہے؟ قبل اس کے کہ قرآنی تصریحات کو پیش کروں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مسئلہ کے اندر پیچیدگی کیوں پیدا ہو گئی؟ بات یہ ہے کہ انسان میں جہاں اور بہت سی فطری خصوصیات ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ بغیر نظیر اور مثال کے کسی چیز کے ماننے میں اُسے سخت دشواری پیش آتی ہے، یوں ماننے کے لئے کہا جائے تو جبراً قہراً آدمی سب ہی کچھ مان سکتا ہے اور مان لیتا ہے، لیکن اطمینان و تشفّی کے لئے وہ نمونہ اور مثال ونظیر کا بالکلی محتاج ہے، اسی مسئلہ میں دیکھئے، واقعہ تو یہی ہے کہ مسلمان ہو یا ہندو، عیسائی ہو یا یہودی الغرض کسی مذہب کا آدمی ہو نہ تو کوئی پیدائشِ عالم کے بعد خدا کو معدوم سمجھتا ہے اور نہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ گندگیوں، نجاستوں اور عیوب و نقائص میں مبتلا ہو گیا ہے، حتی کہ آریوں کے سواء کوئی سچا ہندو بھی یہ نہیں مانتا ہے کہ مادہ عالم کا خالق خدا نہیں ہے؛ بلکہ سب کے سب کائنات کی تمام کثرتوں کو ایک ہستیء واحد پر ختم کرتے

ہیں، دنیا کے تمام مذاہب کا اس پر اتفاق ہے، لیکن اس کے باوجود جب آفرینش عالم کی کیفیت کے متعلق سوال اُٹھا تو انہوں نے غلط مثالوں اور نظیروں کے ذریعہ اس کو حال کرنا چاہا، جن سے ان پر ایسے الزامات قائم ہوگئے جن کے خود وہ قائم نہیں ہیں، ابھی ''یجروید'' کی عبارت گذری جس میں بظاہر خدا کو تخم فرض کر کے عالم کے درخت کو اس سے اُگایا گیا ہے، اس کے بعد لازم آتا تھا کہ پیدائشِ عالم کے بعد خدا غائب ہوگیا، لیکن یجروید کے اسی فقرہ کے آخر میں ''اسی طرح وہ سب کو پیدا کرتا رہتا ہے'' کا اضافہ کر کے ظاہر کر دیا گیا کہ خدا عالم کو پیدا کرنے کے بعد بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح اس سے پہلے تھا۔

قرآن مجید کا خاص طریقہ تفہیم:

لیکن قرآن نے اس قسم کے مسائل میں رہنمائی بخشنے کے لئے ایک کلیّہ ہمارے لئے پیش کر دیا ہے، مشہور صوفی شاعر مغربی نے اس کی طرف اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے:

چو نیست چشمِ دولت تا جمالاو بینی
نگرِ خوبصورت خود تا مثال او بینی

ان کا اشارہ قرآن کی اس حقیقت کی طرف ہے کہ ''خدا نے انسان کو اپنا خلیفہ اور نمائندہ قرار دیا ہے''، میرے نزدیک حدیث شریف میں اسی کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ (پیدا کیا اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر'' واضح رہے کہ یہاں صورت سے مراد وہی ہے جو میں نے متن میں عرض کیا ہے کہ انسان اس عالم میں خدا کے افعال وصفات کا ایک نمونہ ہے نہ کہ معاذ اللہ جسمانی اور مادّی صورت کہ وہ اس سے وراء الوراء ہے، نیز حدیثوں کے سواء یہ فقرہ بائبل میں بھی پایا جاتا ہے۔ مرتب)

مطلب یہ ہے کہ خدا کے افعال وصفات کی مثال اگر مل سکتی ہے تو باہر نہیں بلکہ آدمی کے اندر کچھ مل سکتی ہے، مرزا بیدل نے سچ کہا ہے:

ستم است اگر ہوست کشد کہ بہ سیرِ سرو وسمن درآ
تو زغنچہ کم ندمیدہ در دلکشا بچمن درآ

خارجی مثالوں کے بجائے اپنے ذہنی تخلیقی کرشمہ میں غور وفکر کرو!

یہ اہم سوال کہ خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟ اس کے جواب کے لئے بھی بجائے بیرونی مثالوں اور خارجی نظیروں کے یہ مناسب ہوگا کہ ہم اپنے ''تخلیقی افعال واعمال'' پر غور کریں، عام مسلمانوں نے ایک حد تک یہی کیا بھی ہے، لیکن انہوں نے خلق (پیدا کرنا) اور صنعت (بنانا) میں فرق نہیں کیا، خدا کس طرح خلق کرتا یا پیدا کرتا ہے؟ اس سوال کو انہوں نے اس مثال سے حل کرنا چاہا کہ انسان کس طرح بناتا ہے؟ اور گو خود اس کے قائل نہیں ہیں کہ عالم اور خدا میں وہ نسبت ہے جو معمار اور مکان میں ہے، (ہر مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے اور اس کو رکھنا چاہئے کہ جس طرح عالم اپنی پیدائش میں خدا کا محتاج ہے، اسی طرح اپنی بقاء میں بھی ہر وقت ہر لحظہ وہ خدا کا دست نگر ہے) لیکن انہوں نے مثال دی ہے اس سے لازم آجاتا ہے کہ عالم صرف اپنے بننے میں خدا کا محتاج ہو، بننے کے بعد اُسے خدا کی اسی طرح ضرورت نہ رہی جس طرح مکان کو معمار کی نہیں رہتی ہے۔

پس اصل یہ ہے کہ اگر کوئی اس سوال کو حل کرنا چاہتا ہے تو اس پر غور کرنا چاہئے کہ انسان اپنی ''مخلوقات'' کو کس طرح پیدا کرتا ہے؟ شائد لوگوں کو تعجب ہو کہ کیا انسان بھی کوئی چیز پیدا کرتا ہے یا کر سکتا ہے؟ آپ کو یاد ہوگا ان دروس کے ابتداء میں میں نے ہی آپ کو بتایا تھا کہ انسان صرف جان سکتا ہے، کسی چیز کے پیدا کرنے کی اس میں صلاحیت نہیں ہے، مگر سچ یہ ہے کہ انسان کے تمام اندرونی اور بیرونی افعال پر ابھی غور نہیں کیا گیا، یہ درست ہے کہ باہر کی چیزوں کے حساب سے انسان اُن پر صرف صنعتی عمل ہی کر سکتا ہے، قوانین فطرت کو جان کر ان کی صلاحیتوں کو کھول سکتا ہے، مثلاً وہ پتھر پیدا تو نہیں کر سکتا لیکن پتھر میں مورت یا صورت بننے کی وجہ صلاحیت ہے اُسے پتھر اور لوہے کے قوانین جاننے کے بعد

ظاہر کرسکتا ہے۔

یہ تو باہر کا حال ہے (اور اسی لحاظ سے میں نے پہلے وہ بات کہی تھی) مگر اب اس کے اندرونی افعال پر غور کرو، انسان جب عالم خیال میں عمل کرتا ہے اس وقت سوچو کہ وہ کیا کرتا ہے؟ دیکھو! نہ اینٹ ہوتی ہے نہ چونا نہ پتھر ہوتے ہیں اور نہ اور کچھ لیکن آدمی چاہتا ہے کہ مثلاً چار مینار (یہ حیدرآباد کی ایک مشہور تاریخی عمارت کا نام ہے، اس کی تاریخیت ہی کا یہ اثر ہے کہ سلطنتِ آصفیہ کے طلائی ونقروی سکّوں پر اسی عمارت کی تصویر طبع ہوتی ہے، طلبہ جامعہ عثمانیہ قدرتاً اس عمارت سے مانوس ہیں، اسی لئے درس میں تفہیم کے لئے اسی عمارت کا انتخاب کیا گیا، عام ناظرین بجائے چار مینار کے کسی اور عمارت یا چیز کو فرض کر سکتے ہیں، لا مشاحۃ فی الامثال) کو (ذہن کی دنیا میں) پیدا کروں، ارادہ کرتا ہے اور چار مینار کو اپنے سامنے کھڑا پاتا ہے اور اسی طرح اپنے علم میں بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر قسم کی چیزوں کو وہ پیدا کرتا ہے۔

احمقوں کا ایک گروہ ہے جو خیال کرتا ہے کہ دیکھنے کے بعد مثلاً چار کا عکس ہمارے دماغ میں چَھپ جاتا ہے اور جب ہم التفات کرتے ہیں تو وہی عکس ہمارے سامنے آجاتا ہے، لیکن کاش وہ سوچتا کہ اگر چار مینار کا عکس ہمارے دماغ میں اُترتا ہے تو انسانی بھیجے کی تشریح وتحلیل سے یہ عکس اس سے کیوں برآمد نہیں ہوتا؟ اگر واقعی دماغ میں تصویروں کے چھپنے کا سلسلہ جاری ہے تو ایک کھوپڑی کے توڑنے کے بعد یہ چاہئے کہ تصویروں کا ایک انبار ہمارے دماغوں سے اُبل پڑے، حالانکہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے اور یہی نہیں، انطباع کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ ایک پلیٹ یا ایک چیز پر جب کسی چیز کی تصویر چَھپ چکتی ہے تو پھر اسی پلیٹ پر اگر دوسری تصویر چھپے گی تو دونوں تصویروں کے باہمی اختلاط سے دونوں ہی کی اصل حقیقت بگڑ جائیگی، حالانکہ عالمِ خیال (یا علمی عالم) میں ہر ایک چیز دوسری سے ممتاز اور اپنی اصلی حالت میں محسوس کی جاتی ہے، یہ عجیب لوگ ہیں، اتنا بھی خیال نہیں

کرتے کہ ہم قوتِ تخیل سے جب چار مینار کو اپنے ذہن میں پیدا کر لیتے ہیں، تو وہ اپنی وسعت کے لحاظ سے سینکڑوں گز لمبی چوڑی عمارت ہوتی ہے، پھر کیا چند انچ کے دماغ میں اتنی لمبی چوڑی وسیع وکشادہ عمارت سما سکتی ہے۔

پس واقعہ یہ ہے کہ چیزوں کے چھپنے اور انطباع کا قانون قطعاً ایک بازاری اور عامیانہ خیال ہے، بلکہ صحیح بات وہی ہے جیسا کہ فلاسفہ اسلام اور صوفیہ کا نظریہ ہے کہ انسان کو جب کسی چیز کا علم حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے تو اس علمی اثر کے بعد انسان میں اس کی قدرت پیدا ہوجاتی ہے کہ اپنی معلوم کی ہوئی شئے کو اپنی خیالی قوت سے پیدا کرے اور یہی انسان کا ''تخلیقی عمل'' ہے، تفہیم کے لئے ہم اپنی اصطلاح میں اس تخلیقی قوت کا نام ''کن فیکونی قوت'' رکھتے ہیں، ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

(شیخ اکبر اپنی کتاب فصوص الحکم میں فرماتے ہیں "**بالوھم یخلق کل انسان فی قوۃ خیالہ ما لا وجود لہ الا فیھا و ھذا ھو الامر المغام**''، فتوحات مکیہ اسفار اربعہ میں وغیرہ میں اس مسئلہ کی تفصیلات پڑھئے۔)

قرآن کا بیان ہے کہ اس کن فیکونی قوت سے خدا بھی اپنی مخلوقات کو پیدا کرتا ہے، ارشاد ہے:

اِنَّمَا اَمرہُ اِذَا اَرَادَ شیئًا اَن یَقُولَ لہُ کُن فیکُون. (یٰس: ۸۲)

(اس کا کام یہ ہے کہ جب کسی چیز کے متعلق ارادہ کیا تو اس سے کہتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے۔)

اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے خیالی اور علمی یا ''کن فیکونی مخلوقات'' سے جس قسم کے تعلقات انسان کے ہوتے ہیں، قرآنِ پاک نے ان روابط کو خدا اور عالم کے درمیان ثابت کیا ہے، میں ان تعلقات اور نسبتوں میں سے بعض کو یہاں درج کرتا ہے۔

(۱) پہلا تعلق قرآن کا دعویٰ ہے کہ حق تعالیٰ نے عالم کو بغیر مادّہ کے پیدا کیا ہے، جیسا

کہ بدیع السمٰوات والارض کے قرآنی الفاظ کا اقتضاء یہ ہے، اسی کی تفسیر حدیث میں ہے کہ **کان اللہ و لم یکن معه شئی** جس کے معنیٰ یہی ہیں کہ آسمان وزمین کچھ نہ تھے اور پھر پیدا ہو گئے۔

حاصل یہ ہے کہ ابتداء میں خدا کے سواء کچھ نہ تھا، یعنی مادہ وغیرہ کچھ نہیں تھا اور پھر خدا نے قوۃ کن سے اس عالم کو پیدا کیا، ٹھیک جس طرح ہمارے خیال (یا علم) میں کچھ نہیں ہوتا ہے، پھر محض اپنے ارادہ کن سے اپنی معلومات کو ہم وجود عطا کرتے ہیں، پس اگر خدا نے بھی ایسا ہی کیا تو اس کے سواء اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

(۲) اسی طرح قرآن کا بیان ہے:

وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَب (النحل:۷۷)

یعنی موجودہ نظام عالم کی بربادی کیلئے (یا قیامِ قیامت کے لئے) پلک جھپکانے بلکہ اس سے بھی کم زمانہ کی ضرورت ہے۔

ہم بھی جب اپنے خیالی اور علمی مخلوق مثلاً اسی چار مینار کو جسے خیال میں پیدا کرتے ہیں اگر برباد کرنا چاہیں تو اس کے لئے لمحِ بصر (پلک جھپکانے) سے زیادہ وقت کی ضرورت نہیں، صرف توجہ کا ہٹالینا کافی ہے، توجہ ہٹالینے کے ساتھ ہی ہمارے خیالی مخلوقات معدوم ہو جاتے ہیں اور بغیر کسی مادّہ چھوڑنے کے بعد معدوم ہو جاتے ہیں۔

(۳) ہماری خیالی اور علمی مخلوق مثلاً چار مینار جس طرح پیدا ہونے میں ہمارے ارادہ اور توجہ کی محتاج ہے، ٹھیک اسی طرح ہر لحظہ اور ہر لمحہ اپنے قیام و بقاء میں بھی ہماری توجہ اور التفات کی دست نگر ہے، یہی قرآن کا بھی بیان ہے کہ خدائے تعالیٰ عالم کا صرف خالق ہی نہیں ہے بلکہ قیّوم بھی ہے، یعنی وہی اُسے تھامے ہوئے ہے (یعنی عالم اسی سے قائم ہے)۔

اگر ادنیٰ التفات اس کی طرف سے ہٹالے تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا، جیسا کہ ارشاد ہے:

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْم. (البقرہ:۲۵۵)

اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے (یعنی وہ مردہ مادّہ نہیں ہے)۔

قیّوم ہے، (یعنی عالم کو تھامے ہوئے ہے، ایسا خالق نہیں ہے کہ معمار مکان کا یا صانع مصنوع کا، بلکہ وہ خالقِ قیوم ہے) اُسے نہ غنودگی پکڑتی ہے اور نہ نیند چھوتی ہے، (کیونکہ اگر ایسا ہو تو نظامِ عالم قائم نہیں رہ سکتا)۔

خیال میں کسی مخلوق کو پیدا کر کے اگر کوئی انگھ جائے یا سو جائے تو اس کی یہ پیدا کی ہوئی مخلوق کیا باقی رہ سکتی ہے؟

(۴) اب اس پر غور کیجئے کہ مثلاً زید اپنی ''کن فیکونی قوت'' سے عالمِ خیال میں جس وقت چار مینار پیدا کرتا ہے کیا زید چار مینار ہو جاتا ہے، چار مینار زید بن جاتا ہے؟ ہم بالبداہ جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، (آخر خود غور رکنا چاہئے کہ اپنے ذہن میں جو کوئی مثلاً گدھے کا تصور کرتا ہے کیا اس وقت وہ گدھا بن جاتا ہے یا گدھا وہ ہو جاتا ہے، کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسا نہیں ہوتا، پس خالق قیوم کے متعلق بھی یہ باور کرنا کہ قیومی نسبت کی وجہ سے وہی عالم ہے اور عالم وہی ہے اپنی ہی حماقت ہے، تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علواً کبیراً۔) لیکن اسی کے ساتھ اس کو چوئے کہ اس خیالی اور علمی چار مینار کا وجود زید کے وجود اور ارادہ سے کیا جدا ہے؟ اس کے ہونے کے معنیٰ بجز اس کے اور کیا ہیں کہ اس کا ارادہ اور اس کی توجہ اس کی طرف ہے، یہ نہ ہو تو چار مینار کی نہ دیواریں ہوں، نہ محراب اور نہ مینار...... تو اسی طرح سمجھئے کہ نہ عالم خدا بن گیا ہے نہ خدا عالم بن گیا ہے، لیکن عالم کا وجود بجز اللہ کے وجود و ارادہ کے کچھ نہیں ہے۔

(۵) اس پر بھی غور کیجئے کہ آپ جس وقت اپنی خیالی مخلوق کو ذہن میں پیدا کرتے ہیں، کیا اپنے آپ کو اس خیالی مخلوق کے کسی فوقانی، تحتانی اور ظاہری و باطنی حصہ سے غائب پاتے ہیں؟ غور کیجئے کہ آپ جس طرح اپنے کو اس کی دیواروں کی جڑ کے پاس پاتے ہیں،

اسی طرح اس کے میناروں پر بھی یقیناً پائیں گے آپ کو جو نسبت اس کے ظاہر سے ہے اس کے باطن سے بھی وہی نسبت آپ کو ہوگی، قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ خالقِ قیوم، عالم کے اوّل میں بھی ہے اور آخر میں بھی، ظاہر میں بھی ہے اور باطن میں بھی، ارشاد ہے:

هُوَ الاَوَّلُ وَالاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وهُوَ بكُلِّ شيءٍ عَليم.
(الحدید:۳)

کہیں فرمایا جاتا ہے کہ خدا عرش پر ہے، کہیں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ انسان کی رگِ گردن کے پاس بھی ہے، خود ہی غور کیجئے ایک خالق اور اس کی مخلوق میں اس کے سواء اور نسبت ہی کیا ہوسکتی ہے؟ آخر آپ بھی تو اپنے آپ کو اپنے خیالی چار مینار کے کنگروں پر بھی پاتے ہیں اور اس کی دیوار کی جڑوں کے پاس بھی، پھر اگر اس عالم کا خالق اگر عرش پر بھی ہو اور آپ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہو تو اس کے سواء اور عقل سوچ ہی کیا سکتی ہے۔

(۶) اب دیکھئے چار مینار ایک طویل وعریض عمارت ہے، آپ اپنے ذہن میں جس وقت اُسے پیدا کرتے ہیں اس کے طول وعرض کے ساتھ پیدا کرتے ہیں، اس لمبائی اور چوڑائی کے باوجود آپ اپنے کو کیا اس کے ذرّہ ذرّہ پر محیط نہیں پاتے، لیکن کیا اگر اس ذہنی چار مینار کو آپ دو حصّوں میں تقسیم کردیں گے تو اس کی تقسیم کی وجہ سے آپ کے بھی دو حصّے ہوجاتے ہیں؟ قرآن بھی یہی کہتا ہے:

''اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ (فصلت:۵۴)

لیکن اس احاطہ کی وجہ سے خدا کی ذات میں کوئی تقسیم اور تجزّی ہرگز نہیں ہوتی۔

(۷) اسی طرح آپ اپنی ذہنی وعلمی چار مینار کے کسی مینار کو توڑ دیجئے یا اس کے کسی حصہ میں کوئی گندگی اور نجاست وغیرہ مثلاً فرض کیجئے، پھر کیا اس شکست وریخت اور اس گندگی ونجاست کا اثر آپ پر بھی مرتب ہوتا ہے؟ یقیناً نہیں! پھر اگر قرآن خدا کو عالم کی ہر چیز کے ساتھ ہر جگہ مانتا ہے، لیکن باوجود اس کے عالم کے کسی تغیّر، کسی عیب ونقص کا اثر خدا

کی ذات پر نہیں پڑتا تو کیا ''کُن فیکونی'' مخلوقات کے ساتھ خالق کے تعلقات کی یہی نوعیت نہیں ہوتی؟

(۸) آپ جس وقت اپنے ذہن میں کسی پہاڑ یا کسی شہر کو پیدا کرتے ہیں، کیا اُس ذہنی خیالی یا علمی مخلوق میں کسی دوسرے کے ارادہ سے کوئی چیز اپنی جگہ سے ہل سکتی ہے، غور کیجئے اس کا ہر ذرّہ آپ ہی کی مرضی اور آپ ہی کے ارادہ کا پابند ہے، دوسرے کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

''اگر چھوئے اللہ تمہیں کسی ضرر کے ساتھ پھر اسے کوئی کھولنے والا نہیں، لیکن وہی اور وہ اگر ارادہ کرے تمہارے ساتھ بھلائی کا کوئی اس کی مہربانی کا پلٹانے والا نہیں۔ (یونس:۱۰۷)

یعنی اس عالم کے کسی حصہ میں کوئی واقعہ بھی ہو بغیر ارادہ واذنِ حق کے نہیں ہوسکتا اور کسی دوسرے کا تصور یا ارادہ یا فعل اس میں قطعاً مؤثر نہیں ہوسکتا، تو کیا عقل اس کے سواء کچھ اور بھی سوچ سکتی ہے؟

(۹) آپ جب خیالی چار مینار کو پیدا کرتے ہیں تو جہاں آپ ہوتے ہیں کیا چار مینار بھی وہیں نہیں ہوتا، جب ایسا ہے تو خدا نے جب عالم کو پیدا کیا اور خدا کا اس کا خالق اور وہ اس کا مخلوق ہے تو اُس کے بعد یہ سوال کتنا بے معنیٰ ہوجاتا ہے کہ عالم کہاں ہے اور خدا کہاں ہے؟

یہ سچ ہے کہ ایک ہی نوعیت یا ایک ہی ظرف کے دو وجود یعنی دو مخلوق یا اگر دو خالق فرض کئے جاسکتے ہوں تو ایسے دو ہم ظرف وہم مثل وجودوں کی ایک ہی فضاء یا ایک ہی مکان میں گنجائش نا قابلِ تصوّر ہے، لیکن دو ہستیوں میں ایک خالق اور دوسری مخلوق ہو تو ایسی حالت میں مخلوق کے پائے جانے کے لئے خالق کا علم وارادہ اور اس کی توجہ ہی کافی ہوتی ہے، جب قرآن میں فرمایا گیا کہ: وهُوَ مَعَكُم اینَ مَا كُنتُم تو لوگوں کو تعجب ہوا کہ جہاں ہم ہوتے ہیں وہیں خدا کسی طرح ہوسکتا ہے؟ لیکن لوگ اپنے مخلوقات کے متعلق نہیں

سوچتے کہ جہاں وہ ہوتے ہیں وہاں ان کے مخلوقات اُن سے باہر ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ اگر آدمی اپنے ذہنی مخلوقات کے متعلق غور کرے تو کیا اپنے آپ کو ان کے نیچے یا اوپر کسی اور سمت میں پاتا ہے؟ یقیناً خالق ومخلوق میں کوئی ایسی سمتی نسبت نہیں پیدا ہوتی پھر کیا ہوا اگر قرآن میں اعلان کیا گیا کہ: یعنی ''جدھر تم رخ کرو گے وہیں خدا ہے'' سوچنا چاہئے کہ آخر اس کے سواء اور کیا کہا جاتا؟

(عموماً موجودات کی تقسیم یوں کی جاتی ہے کہ ان کا وجود انسانی ارادہ اور خیال کا اگر تابع ہے، مثلاً ذہنی اور خیالی مخلوقات کا جو حال ہے انہی کا نام موجودات ذہنیہ رکھا جاتا ہے، سمجھا جاتا ہے کہ ان کے وجود کا ظرف انسان کا ذہن ہے لیکن انسانی ارادہ اور خیال تابع اگر ان کا وجود نہ ہو، بلکہ حق تعالیٰ کے تخلیقی ارادہ اور ایجادی قیّومیت کے ساتھ ان کا وجود وابستہ ہو تو انہی کو خارجی موجودات کے نام سے موسوم کرتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان کے تحقق اور یافت کا مقام وظرف خارجی ہے، یعنی انسانی ذہن وخیال سے ان کا وجود خارج ہے، ان ذہنی اور خارجی موجودات کے سواء ایک وجود حق تعالیٰ کا ہے جو ظاہر ہے کہ خود بخود ہے اور حق تعالیٰ کے تخلیقی ارادہ کا تابع نہیں ہے، لیکن عام اربابِ فکر اس تیسری قسم سے غافل ہو کر وجود کو صرف دو ہی قسموں خارجی وذہنی میں منحصر سمجھتے ہیں، اسی لئے خالق اور مخلوق کے وجود میں نوعیت اور ظرف ومقام کے لحاظ سے ان کو کوئی فرق نظر نہیں آتا، گویا دو مخلوق وجودوں میں جو تعلق ہوتا ہے سمجھتے ہیں کہ یہی تعلق خالق ومخلوق کے وجود میں بھی ہے، یہی بے تمیزی لغزش اور مغالطہ کا مقام ہے۔مرتب)

الحاصل:

خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟ وہ عالم کو کس طرح محیط ہے؟ وہ ہر چیز کے ساتھ کس طرح ہے؟ عالم کے ہر ذرّہ کی حرکت وسکون حق کے ارادہ کے ساتھ کس طرح وابستہ ہے؟

وہ اپنی مخلوقات کے ظاہر وباطن میں کس طرح پایا جاتا ہے؟ ان سارے سوالات کا حل بجائے باہر کے اگر آدمی سوچے تو خود اپنی اندر پاسکتا ہے، اور یہ مطلب ہے اس فقرہ کا کہ ''عالم کا وجود بجز وجودِ حق کے اور کچھ نہیں''، صحیح حدیث میں الاکل شی ء ما خلا اللہ باطل (ہاں! ہر چیز اللہ کے سواء ہیچ ہے) کے مصرعہ کی توثیق فرمائی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود نہ خدا عالم بنا ہے اور نہ عالم خدا بن گیا ہے، اور آپ نے دیکھا کہ خالق ومخلوق کی باہمی نسبتوں پر غور کرنے کے بعد فطرتِ انسانی اس اسلامی اور قرآنی بیان کے سواء کسی اور راہ سے کیا تسلّی پاسکتی ہے؟ اسی مسئلہ کو ''مسئلہ قومیت'' کہتے ہیں، عارف جب اثر ومؤثر اور خالق ومخلوق میں ان نسبتوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو چیخ اٹھتا ہے:

ندیم و مطرب و ساقی ہمہ اوست
خیالِ آب و گل در رہ بہانہ

(العارف الشیرازی)

یعنی آب وگل خدا کا خیالی یا تخلیقی عمل ہے، مغربی نے اور واضح لفظوں میں تشریح کی ہے، ان کی اسی غزل کا ایک شعر یہ بھی ہے جس کے مطلع کا ذکر پہلے آچکا ہے، فرماتے ہیں:

بازیء او بیں کہ پردہ او خیال
فگندہ بر رُخ خود تا خیال او بینی

ربوبیت:

ایسا خالق قیوم اگر اپنی مخلوقات کو دفعۃً نہیں بلکہ آہستہ آہستہ پیدا کرتا ہو، مثلاً دفعۃً درخت کو نہ پیدا کرے بلکہ تجریدی طور پر مثلاً تخم سے درخت بنائے اور درختوں میں پھل لگائے تو اب وہ علاوہ قیوم کے رب بھی ہے، ایسی صورت میں مخلوقات صرف باقی رہنے ہی میں خالق کی محتاج نہیں رہتی ہیں؛ بلکہ اپنے کمال تک پہنچنے میں بھی ہر آن وہر لحظہ مسلسل ارادہ

کن اور فیض تخلیقی کی انہیں ضرورت ہوتی ہے اور اسی تدریجی تخلیق کی وجہ سے اُس شئے کا تخیل یا توہم ہوتا ہے، جسے ہم ''زمانہ'' کہتے ہیں جس کے متعلق فلسفیوں کو اب تک نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ کیا ہے اور کس حاسّہ کے معلومات سے اس کا تعلق ہے؟ مسئلہ ربوبیت پر غور کرنے کے اس کا سمجھنا بالکل آسان ہوجاتا ہے۔

(زبان کا مسئلہ فلسفہ کے مہمات شمار کیا جاتا ہے، قدیم وجدید دونوں فلسفوں میں زمانہ اور ٹائم کا مسئلہ (جذرِاصم) بنا ہوا ہے، ارسطو کا مشہور قول ہے کہ زمانہ کا شمار ان چیزوں میں ہے جو بدیہی الانیۃ اور غریق فی النظریۃ ہیں، سب ہی جمعہ جمعرات، دن رات، صبح شام اور ماہ وسال کو جانتے ہیں لیکن جس چیز کی تعبیر ان الفاظ سے کی جاتی ہے، اس کا علم آدمی کو کس حاسّہ سے ہورہا ہے؟ عجب سوال ہے، ظاہر ہے کہ جمعہ کو نہ آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے نہ کانوں سے سنا جاتا ہے، نہ ناک سے سونگھا جاتا ہے اور نہ ہاتھ سے چھوا جاتا ہے، مگر باوجود اس کے سب جانتے ہیں کہ جمعہ کو ہم جان رہے ہیں۔)

راست قیّومی تخلیق معجزہ اور بواسطہ ربوبیت کو ''قانونِ فطرت'' کہتے ہیں:

اور یہی قیّومی تخلیق جب ربوبیت کی شکل میں ظہور پذیر ہوتی ہے، تو اس کا نام ''قانونِ فطرت'' رکھ دیا جاتا ہے، پھر چونکہ اس عالم میں عموماً تخلیق کا عام طریقہ قانون ربوبیت کے زیر اثر انجام پارہا ہے، اس لئے صرف ''قیومی تخلیق'' کے سمجھنے سے لوگ گھبراتے ہیں، مثلاً اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ لکڑی کیمیائی عمل کے بعد مٹی ہوگئی اور مٹی گیہوں اور گیہوں روٹی، پھر روٹی مرغی کا بچہ بن کر سانپ کی غذاء بنی اور اس میں سانپ کا نطفہ بن کر بالآخر وہی لکڑی سانپ کی صورت میں لہرانے لگی، تو عوام الناس کو اس پر کوئی حیرت نہیں ہوتی، لیکن اسی سلسلہ کو ربوبیت کی تدریجی منزلوں سے ہٹا کر اگر یوں کہہ دیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کی لکڑی سانپ بن گئی تو بازاریوں کھلبلی مچ جاتی ہے اور ''ناممکن''، ''ہونہیں سکتا'' کا شور افلاک تک پہنچ جاتا ہے، حالانکہ ان دونوں شکلوں میں بجز ربوبیت

اور قیومیت کے اور کوئی فرق نہیں؛ بلکہ انسان اپنی تخلیقی کارناموں پر اگر غور کرے تو اُسے نظر آئے گا کہ قیومی تخلیق ربوبی تخلیق سے بدرجہا آسان اور سہل ہے، قیومی تخلیق خالق کی صرف معمولی توجہ اور التفات کی دست نگر ہے، بخلاف ربوبی تخلیق کے کہ اس میں کامل توجہ مسلسل اور غیر منقطع التفاتِ تام کی حاجت ہے، حیرت ہے کہ ربوبی تخلیق پر ہم جس ذات کو بدرجہ اتم قادر اور مقتدر دیکھ رہے ہیں جب اُسی کی طرف کبھی کبھی قیومی تخلیق کی نسبت کی جاتی ہے تو نافہم اس کو ناممکن سمجھتے ہیں، بہر حال یہ ایک ذیلی بات تھی لیکن ضروری تھی اس لئے ضمناً یہاں اس ذکر کردیا گیا۔

چند اور ذیلی سوالات کے جوابات:

پہلا سوال: ہمارے ذہنی مخلوقات کا وجود تو فقط ذہنی ہوتا ہے، ان کا اثر نہ ہمارے حواس پر پڑتا ہے اور نہ دوسرے اس کو محسوس کرسکتے ہیں، برخلاف خدائی مخلوقات کے کہ ان کا مشاہدہ ہر شخص کررہا ہے؟

جواب: مگر ظاہر ہے کہ ہماری تخلیقی قوت اتنی زوردار نہیں ہوسکتی یا نہیں ہے، جتنی خالق عالم کی ہے، اسی لئے اگر ہمارے ذہنی مخلوقات بیرونی وجود نہ حاصل کرسکیں تو یہ ہماری تخلیقی قوت کے ضعف کا نتیجہ ہے، اور یہ ضعف اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہم عام طور پر کسی خیالی مخلوق پر چند سیکنڈ سے زیادہ اپنی توجہ کو قائم نہیں رکھ سکتے، لیکن وہ جو دیر تک کسی ایک نقطہ پر توجہ کو مرتکز کرنے کی مشق بہم پہنچالیتے ہیں آپ کو معلوم ہوگا کہ بتدریج ان کے ذہنی مخلوقات بھی خارجی وجود کا بھیس بدلنے لگتے ہیں، حتی کہ دوسروں کو بھی اس کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے، مثلاً عموماً مسمریزم کی جو لوگ مشق کرتے ہیں وہ تھوڑی دیر کیلئے اپنے خیالی تصورات کا عکس دوسروں کے حواس پر بھی ڈال دیتے ہیں اور جو ان سے بھی قوی تر ہوتے ہیں وہ کچھ دیر کے لئے نہیں بلکہ اس سے زیادہ مستقل ٹھوس اور نمایاں قسم کے کام انجام دینے لگتے ہیں۔

(شیخ اکبر نصوص الحکم میں لکھتے ہیں: **العارف یخلق بهمته مایکون له وجود من خارج محل الهمه و لکن لا تزال الهمه تحفظ و لایوده حفظه ای حفظ خلقته و متی لهو علی المعارف غفلة عن حفظ ما خلق عدم ذٰلک المخلوق** ۔یعنی عارف اپنی ہمت سے ایسی چیز بنا دیتا ہے جس کا وجود خارج میں ہوتا ہے، یعنی خارجی آثار اس پر مرتب ہوتے ہیں، پھر عارف کی ہمت اور ارادہ اس مخلوق کی نگرانی کرتا رہتا ہے اور اس نگرانی سے تھکتا نہیں، مگر عارف کو اگر اس کی جانب سے غفلت ہو جائے تو اس کی وہ مخلوق معدوم ہو جائے گی۔)

اس سلسلہ میں اس بیماری کا ذکر اس مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی پیدا کر سکتا ہے جسے اطباء کابوس کہتے ہیں، اور عموماً عنفوانِ شباب میں بعض آدمی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس بیماری میں اضطراری طور پر انسان کی تخلیقی قوت اور اس کی توجہ ایک نقطہ پر نیند میں ٹھہر جاتی ہے، جس کے بعد آدمی بے چین ہو کر بیدار ہو جاتا ہے، لیکن توجہ میں پھر بھی انتشار نہیں پیدا ہوتا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی خیالی مخلوق جسے سونے والے کے ''کن فیکونی ارادہ'' نے نیند میں پیدا کیا تھا اس کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے، اگرچہ دوسرے لوگ جو اس بیمار کے پاس ہوں وہ کچھ نہیں جانتے، کچھ نہیں دیکھتے لیکن خود یہ بیمار نہایت صفائی کے ساتھ اپنی اس ''خیالی مخلوق'' کے رنگ اور مقدار کو دیکھتا ہے، وزن کو محسوس کرتا ہے اور چلّا اٹھتا ہے کہ کوئی بھوت پریت اس کے سامنے ہے؛ حالانکہ وہ خود اس کی خیالی مخلوق ہے، اس قسم کے لوگوں کو بعض دفعہ ویرانوں اور جنگلوں میں بحالتِ بیداری بھی اسی طرح کا دورہ پڑ جاتا ہے اور یہ اپنے پیدا کئے ہوئے اس بھوت سے خود ہی بھاگتے ہیں۔

دوسرا سوال:

اس سلسلہ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ پیدائش سے پہلے خدا کو عالم کا علم کس طرح ہوا؟ حتی

کہ کن فیکونی قوت سے اس کی تخلیق پر وہ قادر ہوا؟ کیونکہ جو چیز موجود نہ ہو اس کے معلوم ہونے کی کوئی نظیر ہماری سامنے نہیں ہے؟

جواب:

ظاہر ہے کہ اس سوال کی بنیاد حق تعالیٰ کے علمِ ازلی کے انکار پر مبنی ہے جس میں قادرِ ذوالجلال کو کمزور انسان پر قیاس کیا گیا ہے، گویا جس طرح انسان کسی چیز کو اس کے موجود ہونے سے پیشتر نہیں جان سکتا، سمجھا گیا ہے کہ یہی حال خدا کا بھی ہے، حالانکہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ چیونٹی جس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتی اس پر قیاس کر کے ہاتھی کے لئے بھی اس بوجھ کا اٹھانا ناممکن بتلایا جائے، نیز یہ کلیہ بھی صحیح نہیں کہ کسی چیز کا معلوم ہونا اس کے موجود ہونے پر موقوف ہے، ہم بہت سی ایسی چیزیں سوچتے ہیں اور سوچ سکتے ہیں جن کو کبھی نہیں دیکھا، مثلاً جزو کو دیکھ کر کل کے متعلق سوچتے ہیں، موجودہ عالم کو معدوم فرض کر سکتے ہیں، حالانکہ عالم کو جب ہم نے دیکھا موجود ہی دیکھا، پس ج سطرح ہم موجود کو معدوم خیال کر سکتے ہیں کیا ہوا اگر خدا نے معدوم بھی معدوم عالم کو موجود فرض کر لیا۔

اور تو یہ اجمالی جواب تھا، مسئلہ کی صحیح تحقیق کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہئے کہ جس چیز کو ہم عالم یا کائنات کہتے ہیں خود اس کی حقیقت کیا ہے؟ سنا ہوگا کہ قدیم سطحی فلسفیوں نے تمام چیزوں کی آخری حقیقت خاک و باد، آب و آتش قرار دی تھی، پھر اس خیال میں ترمیم ہوئی اور اَسّی (۸۰) یا تراسّی (۸۳) کیمیائی بسائط کا نظریہ قائم کیا گیا اور اب کہا جاتا ہے کہ تمام کائنات کی آخری تحلیل برق پاروں پر ختم ہوتی ہے، اور بعضوں نے تو اب اس کا بھی اعلان کیا ہے کہ یہاں جو کچھ ہے صرف انرجی اور توانائی کی مختلف شکلیں ہیں، بہر حال حقیقتِ عالم کے متعلق یہاں تک سائنس والوں کی پرواز ہے۔

نیز آپ کو یاد ہوگا کہ ابتدائے درس میں میں نے فلسفیوں کے اس گروہ کا ذکر کیا تھا جو

سارے عالم کو چند گنے گنائے اوصاف پر ختم کر دیتے ہیں، ان کی نارنگی میں زردی، ترشی، طول وعرض وغیرہ چند صفات کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا، وہ شجر وحجر، ثوابت وسیارات اور شمس وقمر سب کو صرف رنگ و روشنی کے مختلف مظاہر سمجھتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ ان دو صفتوں یعنی رنگ و روشنی کو عالم سے سلب کرلو تو پھر آنکھ کے لئے یہاں کچھ بھی نہیں رہتا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ رنگ بھی بالآخر روشنی ہی کے چند بھیسوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

الغرض کثرت کی ان گوناگوں اور لامحدود موجوں کو جن کا دوسرا نام کائنات یا عالم ہے وحدت کے سمندر میں گُم ہوتے ہوئے وہ بھی پاتے ہیں جنہوں نے واقعتاً اب تک کچھ نہیں پایا ہے، لیکن جس شخص کی پہلی یافت الحمد للہ رب العالمین کی ہو اور جو اس حقیقت کو سمجھ چکا ہو کہ اس عالم میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اصلاً نہ تھی بلکہ یہاں ساری ''نمود'' ''بود'' ہی کی ہے اور اس عالم میں جہاں کہیں جو کمال اور جو صفت جس شکل میں بھی نظر آتی ہے وہ اس کا ذاتی کمال یا صفت نہیں بلکہ سب رب العالمین کے شئون، صفات وکمالات اور حسنات کی مختلف شانیں ہیں جو مختلف مدارج کے لحاظ سے مختلف پیمانوں پر نمایاں ہو رہی ہیں، پس جس نے اس حقیقت کو پا لیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ عالم کی پیدائش کے لئے عالم کے جاننے کی ضرورت نہیں بلکہ حق تعالیٰ کو اپنی ذات وصفات کا جاننا اور ان کا علم بس یہی کافی ہے کہ یہی کمالات وشئون اور صفات دراصل عالم کی حقیقتیں ہیں۔

الغرض ظاہر ہے کہ ازل میں خدا تھا اور خدا کے ساتھ اس کے لامحدود کمالات وصفات تھے، وہ ان تمام چیزوں اور ذات وصفات) کا عالم تھا، پس اس نے اپنی جن صفات کو جس پیمانے پر جن دوسرے صفات کے ساتھ جس ترتیب کے ساتھ تصور کیا (اسماء وصفات کی باہمی ترکیبوں سے لاتعداد ولاتحصیٰ جو صورتیں علم الٰہی میں پیدا ہوئیں انہی کا نام اعیانِ ثابتہ اور اسمائے کونیہ وغیرہ ہے، کن فیکونی قوت کے زیرِ اثر آنے سے پہلے اجمال وتفصیل کے حساب سے علمِ الٰہی کی ان صورتوں کے جو مراتب فرض کئے جاسکتے ہیں انہی کی تعبیرِ علمی

تصوف میں احدیت، وحدیت اور واحدیت وغیرہ یہ اصطلاحی الفاظ سے کی جاتی ہے، لیکن ان اصطلاحات سے واعات کے سلجھانے میں بظاہر کوئی مدد نہیں ملتی، اس لئے میں نے ان غیر ضروری تفصیلات کا ذکر بھی غیر ضروری خیال کیا) اور جب اور جس وقت چاہا اس تصور کو کن فیکونی قوت سے خلق وآفرینش کا رنگ دے کر ظاہر فرمایا تو اس کے لئے خدا کا خود اپنی ذات وصفات کا علم یقیناً کافی ہے، گویا بقول عراقی باہر سے نہیں بلکہ پیدائشِ عالم کیلئے:

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
ز چشمِ مست ساقی وام کردند

یعنی خود ساقی کی چشمِ مست سے وام وقرض لیا گیا۔

قرآن نے اسی مسئلہ کی طرف اپنی مشہور آیت اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ میں اشارہ کیا ہے، نیز مشہور حدیث ہے: ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ جانا جاؤں، تو پیدا کیا میں مخلوقات کو، ضرور میں پہچانا گیا۔''

مطلب یہ ہے کہ اسماءِ حسنیٰ جس قدوس وسبوح کے ساتھ مخصوص ہیں اور جس کے کمالات یا کلمات کے لکھنے کے لے نہ سمندر کا پانی اور نہ دنیا کے درخت کافی ہو سکتے ہیں اور جس کے متعلق خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا: لا احصی ثناً لک انت کما اثنیت علی نفسک۔ یعنی تیری خوبیوں کو میں تو گن نہیں سکتا، بس تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنے متعلق فرمایا ہے۔

پس اسی حیّ وقیّوم نے اپنے غیر محدود اسماء اور بے شمار صفات کو جب اپنا غیر فرض کیا تو اسی کا نام عالم ہو گیا، اگرچہ حق تعالیٰ مثل سے پاک ہے لیکن صرف سمجھنے سمجھانے کے لئے یہ مثال دی جاسکتی ہے کہ جس طرح کبھی کبھی شاعر اپنی بینائی کو نرگس میں، گویائی کو سوسن میں، شنوائی کو غنچہ میں، حسرت و درد کو لالہ میں، اپنے استقلال کو ساحل میں اور بے چینی کو دریا میں فرض کرتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی تنہائی میں خود اپنی ذات کو اپنا غیر اعتبار کے

گھنٹوں اس سے سوال و جواب بھی کیا کرتا ہے، تو ظاہر ہے کہ اپنی ذات وصفات کے متعلق اس عمل کرنے سے ہماری ذات یا صفت میں کوئی عیب یا نقص نہیں پیدا ہوجاتا، مثلاً اگر ہم کسی میں اپنی صفت بینائی فرض کریں تو اس فرض کی وجہ سے میری بینائی میں تو کوئی کمی پیدا نہیں ہوجاتی، پھر اگر غیر محدود اسماء وشیون، صفات وکمالات والے نے مختلف مدارج کے لحاظ سے ان کو اپنا غیر فرض کیا تو اس سے ذاتِ حق کی طرف کیا نقص عائد ہوتا ہے؟ کیا اس میں کوئی کمی پیدا ہوتی ہے؟ البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ ہماری ارادہ قوت اور کن فیکونی طاقت چونکہ کمزور ہوتی ہے اس لئے ہمارے مفروضات صرف مفروضات بن کر رہ جاتے ہیں اور ان سے واقعی آثار کا ظہور نہیں ہوتا، مثلاً ہم آگ کو اپنے ذہن میں پیدا کرلیتے ہیں لیکن اس سے سوزش اور روشنی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے، برخلاف حق تعالیٰ کے کہ اپنی جس صفت جس کمال کے جس درجہ کو جس جگہ جس مقدار میں فرض فرماتے ہیں، اسی حد تک ان کا یہ فرض خلق اور آفرینش بن جاتا ہے، مثلاً جس میں اپنی صفتِ حیات جس مقدار میں فرض کرتے ہیں وہ اسی حد تک زندہ ہوجاتی ہے اور جس میں علم فرض کرتے ہیں اس میں علم پیدا ہوجاتا ہے،......الیٰ غیر ذٰلک، بہر حال ان کے مفروضات مخلوقات بن جاتے ہیں اور ان سے واقعی آثار کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

الحاصل ''عالم کو خدا نے کس طرح پیدا کیا؟'' اس کا جواب تو مسئلہ قیّومیت تھا۔

تیسرا سوال:

خدا نے عالم کو کس چیز سے پیدا کیا؟

جواب:

اب ایک اور دوسرا مستقل سوال ہے کہ خدا نے عالم کو کس چیز سے پیدا کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کثرت کی بنیاد ان غیر متناہی اسماءِ حسنیٰ اور بے شمار کلمات پر قائم ہے جو

ہر لحظہ وہر آن کل یومٍ ھو فی شان کے سرچشمہ جلال سی اُبل رہے ہیں، بقول جامی:

زاں سایہ کہ افگندی بر خاک گہ جلوہ
دارند ہمہ خوباں سرمایہ زیبائی

اسی کی طرف مغربی نے بھی اشارہ کیا ہے:

ز دریا موج گوناگوں بر آمد
ز بے چونی برنگ چوں بر آمد
گہے در کسوتِ لیلیٰ فرو شد
گہے در صورتِ مجنون بر آمد

رہ گئی یہ بات کہ عالمِ کثرت کی کونسی چیز حق تعالیٰ کی کس صفت اور کس اسم کی آئینہ بردار ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا بتانا آسان نہیں ہے، کامل طور پر اس کا علم اسی کو ہوسکتا ہے جو اسماءِ حسنیٰ میں سے ہر اسم کے ہر درجہ کا علم رکھتا ہو اور اسی طرح عالم کی بھی ہر چیز کی آخری حقیقت کی معرفت بھی اُسے حاصل ہوئی ہو......میں بتاچکا ہوں کہ علم ومعرفت کا یہ وہ مقام ہے کہ جہاں انسانیت کی آخری رسائی (یعنی ذاتِ اقدس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی ماعرفناک حقَّ معرفتک کا اقرار کیا ہے۔''تا بہ دیگراں چہ رسد''

ایک عامی انسان کی لذت پذیری کیلئے معرفت کی یہ اجمالی روشنی بھی:

دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست
دل سرا پردہ محبت اوست

کا حال پیدا کرنے کے لئے کافی ہے، تفصیلی طور پر سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن حواس ظاہر یا باطنی سب پر ''ہر جا کہ نظر کردم سیمائے قومی بینم'' کی خنک اور شیریں موجیں ٹکراتی رہتی ہیں۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ جب تحلیل و تجزیہ کے بعد عالم کی تعمیر کا آخری سرمایہ صرف صفات واسمائے حق ٹھہرتے ہیں، پھر انہی کی باہمی ترکیب سے جو مختلف صورتیں عالم الٰہی

میں مرتب ہوئیں حق تعالیٰ اپنے انہی معلومات کی شکل میں متجلّی ہوا ہے، مظاہر تو حقائق عالم ہیں لیکن ظاہر اس میں خود ذاتِ حق ہے، علی الخصوص جب خالق کسی شعوری مخلوق کی شکل میں ظاہر ہوا اور اسے اپنی کن فیکونی مخلوق بنائے تو ایسی مخلوق کے شعور سے عالم کا علم جدا نہیں ہوسکتا، اسی لئے صوفیہ کے نزدیک حق کی یافت کی قریب ترین شکل یہ ہے کہ اپنے ''انا'' میں ان کے شعور کو بیدار رکھا جائے، اجمالاً اس کا شعور اگرچہ ہر عامی کو ہوتا ہے اسی لئے حق تعالیٰ کو مخاطب کرنے کے لئے اپنی شعوری توجہ کو ہر شخص کافی سمجھتا ہے، لیکن صوفیہ اسی اجمال کی تفصیل کی مشق کرا کے دوامِ حضور کے مقام پر مرید کو پہنچا دیتے ہیں۔ حدیث **انت الاولیٰ فلیس قبلک شیء و انت الآخر فلیس بعدک شیء انت الظاھر فلیس نوتک شیء و انت الباطن فلیس دونک شیء.** یعنی تو ہی پہلے ہے تجھ سے پہلے کچھ نہیں ہے، تو ہی آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں ہے، تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کچھ نہیں ہے اور تو ہی باطن ہے تیرے آگے کچھ نہیں ہے، یا حدیث احفظ اللہ تجدہ تجاھک یعنی خدا کو یاد رکھو اُسے اپنے سامنے پاؤ گے، وغیرہ میں انہی اعتبارات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)

اور قرآن کی تعلیم کا سب سے پہلا ابتدائی سرا ''الحمد للہ رب العالمین'' جو بہتوں کے لئے تقلیدی معرفت کی حیثیت رکھتا ہے، مگر جاننے والوں کے لئے حقیقت کے آغاز کا ابتدائی نقطہ یہی ہے، جس نے یہ پالیا وہ انشاء اللہ آخر تک پاتا چلا جائے گا، لیکن جسے الفاظ کے علاوہ قرآن کی اس اساسی وافتتاحی تعلیم میں معنیٰ کا کوئی حصہ نہ ملا مشکل سے آئندہ بھی اُسے کوئی ایسی چیز مل سکے گی جس کا ملنا دراصل ملنا ہے، بہر حال بجائے تفصیل کے اس مسئلہ میں ہمارے لئے اجمال بھی بہت کچھ ہے، تاہم اس اجمال کے باوجود صفاتِ الٰہی کے ظہور کی دو کلی شکلوں کی طرف قرآن میں بھی اشارہ کیا گیا ہے، صوفیہ اسلام کی اصطلاح میں اسی کی تعبیر آفاق وانفس سے کی جاتی ہے۔

آفاق وانفس:

درحقیقت ان دونوں اصطلاحوں کا ماخذ بھی قرآن ہی کی وہ مشہور آیت ہے جس میں حق تعالیٰ نے اپنی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں اپنے اپنے لوگوں کو آفاق اور انفس میں دکھاؤں گا، یہاں تک کہ کھل جائے گا ان پر کہ وہی خدا حق اور ثابت ہے، کیا تمہارے رب کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے، خبردار! یہ لوگ اپنے مالک کی ملاقات میں شک کے اندر ہیں، خبردار! وہ ہر چیز کو محیط ہے۔ (فصّلت: ۵۳، ۵۴)

اربابِ معرفت نے گذشتہ بالا آیات میں آفاق سے مراد کائنات کا وہ عریض وطویل سلسلہ لیا ہے جو انسان کے باہر ثوابت وسیّارات، نباتات و جمادات، حیوانات وملائکہ اور جن وشیاطین وغیرہ کی شکل میں پھیلا ہوا ہے، اور انفس سے مراد خود انسان کی حقیقت اور اس کی ذات ہے، قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات اللہ کی تجلی ان دونوں چیزوں میں دو جداگانہ حیثیتوں سے ہوئی ہے۔

(یہاں تصوف کی ایک اصطلاح لفظ تجلی کو سمجھ لینا چاہئے، عالم کا اپنے معلومات کی شکل میں ظاہر ہونا، مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی حض دحیہ کلبیؓ صحابی یا مسافر یا رجل سولی کی شکل میں جو ظاہر ہوتے تھے اس کی حقیقت یہی تھی کہ اپنے معلومات کی شکل میں وہ ظاہر ہوتے تھے، آدمی بھی جب اپنے ذہن میں اپنے کسی معلوم کو خیالِ عالم میں پیدا کرتا ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ معلوم کی شکل میں وہ متجلّٰی ہوا، ظاہر ہے کہ عالمِ خیال میں گدھے کا تصور مثلاً قائم کرتا ہے اس وقت وہ گدھا نہیں ہوجاتا بلکہ صرف اسی کا ظہور اپنے ایک معلوم کی شکل میں ہوتا ہے، عالم کی مختلف چیزوں کی شکل میں حق کے ظہور اور تجلی کو بھی کچھ اس پر قیاس کیا جاتا ہے۔)

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اسماءِ حسنیٰ کی ایک تفصیلی جلوہ گاہ وہ ہستءِ اعظم ہے

جسے اصطلاح میں شخصِ کبیر کہتے ہیں، جس میں حق تعالیٰ اپنے تمام اسماء وصفات کے مختلف مدارج کے لحاظ سے جلوہ فرما ہوئے ہیں، اسی کا نام عالم اور آفاق ہے، اور اسی شخصِ کبیر نے چھوٹے پیمانے پر بطورِ خلاصہ کے دوبارہ جب اختیار فرمایا گیا اور اسی کو مجمل ومختصر کر کے ایک اور ہستی نکالی گئی تو اسی کا نام انسان اور انفس ہوگیا، اس چھوٹی شخصیت میں وہ سب کچھ ہے جو اس سے باہر ایک ایک چیز میں جدا جدا پایا جاتا ہے، اسی بنیاد پر جدید زمانہ ہو یا قدیم ہمیشہ انسان ''خلاصہ کائنات'' یا باصطلاحِ حال ''ارتقاء کی آخری منزل'' قرار دیا گیا ہے۔

تصوف کی کتابوں میں اس کی تفصیل مل سکتی ہے کہ کس طرح اس چھوٹے پیمانے میں وہ سب چیزیں اُتر آئی ہیں جو وسیع سے وسیع تر پیمانوں پر عالمِ کبیر میں پائی جاتی ہیں، کم از کم اتنا تو ہر عامی بھی جانتا ہے کہ انسانی وجود ان تمام خواص وآثار کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، جن کے مظاہر عام طور پر جمادات ونباتات اور حیوانات وغیرہ مرکبات ہیں، اسی طرح کون نہیں جانتا کہ انسان سے باہر اگر مٹی ہے، پانی ہے، ہوا ہے اور حرارت ہے تو تاریخ کے نامعلوم زمانہ سے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہماری جسدی ترکیب میں بھی یہ ساری چیزیں شریک ہیں، اور جب یہ ہیں تو جن کیمیائی بسائط سے ان عناصر کی ترکیب ہوئی ہے کیا کوئی اس کا انکار کرسکتا ہے کہ وہ بھی انسانی بدن کے اجزاء نہیں ہیں، بلکہ عہدِ جدید کے کیمیائیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جتنے کیمیائی بسائط انسان سے باہر پائے جاتے ہیں ان کا ایک بڑا حصہ ہماری جسدی تعمیر میں خرچ ہوا ہے، البتہ بعض بسائط کا اب تک ان کو پتہ نہیں چلا ہے، لیکن جو معلوم نہیں ہیں کیا ضروری ہے کہ وہ موجود نہ ہوں، بہرحال کم از کم ہر شخص اتنا تو ضرور جانتا ہے کہ انسانی وجود ان تمام خواص وآثار کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جو عام طور پر حیوانات، جمادات اور نباتات وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

الحاصل جمادات ہو یا معدنیات، نباتات ہو یا حیوانات بلکہ وہ ساری چیزیں جو جو اس کی گرفت میں آسکتی ہوں کون نہیں جانتا کہ انسانی ہستی (وجود) ان تمام طبقاتِ محسوس

کے آثار وخواص کی ''کتابِ مجمل'' اور ''نسخہ جامع'' ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ علاج ومعالجہ اور طبی دواؤں کی بنیاد عالمِ صغیر وکبیر کی اسی باہمی مناسبت پر قائم ہے، حتیٰ کہ وہ نورانی اجرام جو ایتھر کے لامحدود سمندر میں تیر رہے ہیں یا جو ان کے پیچھے ہیں گو عوام الناس کو اس کا علم نہ ہو لیکن جن لوگوں نے انسان کے باطنی قویٰ کو کریدا ہے انہیں اس چھوٹے قالب میں عالمِ انوار کے وہ سارے نظامات منکشف ہوئے ہیں جو اس سے باہر پائے جاتے ہیں۔

الحاصل صفاتی لحاظ سے جن جن چیزوں کا مظاہرہ آفاق میں ہوا ہے انفس میں کسی نہ کسی طرح وہ سب چیزیں کسی نہ کسی پیمانے میں ضروری پائی جاتی ہیں، صفیہ کے نزدیک بھی یہی مطلب ہے، قرآن کی اس آیت کا جس میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا کہ لما خلقت بیدی یعنی میں نے آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔

بالفاظِ دیگر اپنے تمام صفاتِ جلالی وجمالی اور سلبی وایجابی کا اسے مظہر بنایا ہے، لیکن یہ صرف صفات کی حد تک بات تھی، الحاصل آفاق میں بھی انہی صفات کو فرض کر کے کُن فیکونی عمل کے زیرِ اثر ایجاد کا رنگ بخشا گیا اور پھر چھوٹی تقطیع پر اس عمل کا ظہور انفس میں بھی ہوا۔

خلافت:

اب صرف ایک بات رہ گئی کہ اب تک خدا نے اپنے اسماء وصفات کو اپنے سے باہر فرض کیا یا پیدا کیا لیکن خود اپنی ذات کو اپنی غیر فرض کر کے کوئی مخلوق نہیں بنائی، یہی وہ ارادہ تھا جس کا اعلان ملائکہ کے سامنے ازل میں کیا گیا اور یہی ہوا کہ صفات کے اس نسخہ جامعہ میں یا عالمِ صغیر میں خود اپنے آپ کو اپنا غیر فرض کر کے وَنَفَخْتُ فِیهِ مِن رُّوحِ کا اعلان کیا گیا اور جمادات سے لے کر ملائکہ تک کو اس کے آگے جھکنے کا حکم ہوا، اور اب جا کر پیکرِ آدم احسن تقویم کے سانچے میں ڈھل کر خدا کا خلیفہ بن کر آیا، یہی مطلب ہے اس حدیث کا جس کا

پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے، یعنی خلق اللہ ادم علی صورتہ (پیدا کیا آدم کو اللہ نے اپنی صورت پر)۔

پس شخصِ کبیر یا آفاق کے لئے جس طرح ایک روح نقطہ مرکزی یا انا (خدا) تھا اور ہے اسی طرح اس شخص صغیر میں بھی ایک ایسا شعوری نقطہ پیدا ہو گیا جس کو ہر شخص ہم میں سے اَنا یا میں وغیرہ، الفاظ سے تعبیر کرتا ہے، جس میں وہ سارے شیون واوصاف ہیں جن پر شعوری یا غیر شعوری طور پر الوہیت کا دھوکہ ہوتا ہے اور خدا جانے کتنوں کو ہوا ہے۔

انسانیت کا یہی بلند مقام ہے جس کی بلندی کا اظہار روم کے عارف نے ان لفظوں میں فرمایا:

منگر بہ ہر گدائے کہ تو خاص ازانِ پاکی
مَفروش خویش ارزاں کہ تو بس گراں بہائی
بعصا شکاف دریا کہ تو موسءِ زمانی!
بدر آں قبائے مہ را کہ تو نورِ مصطفائی
بخراش دستِ خوباں کہ تو یوسفِ جمالی
چو مسیح دم فرو دم کہ تو نیز ازاں ہوائی
بصف اندر آئی تنہا کہ سفندیار وقتی
درِ خیبر است برکن تو علیِّ مرتضائی
چو خلیل رَو در آتش کہ تو خالصیّ و دل کش
چو خضر بہ آب حیواں کہ تو جوہرِ بقائی
بگسل ز بے اصولائی مشنو فریبِ غولاں
کہ تو آں شریفِ اصلی کہ تو از بلند جائی
تو ز نور لایزالی ز د رُو نہ خوش جمالی
تو ز فیضِ ذو الجلالی کہ تو پرتوِ خدائی

تو ہنوز ناپدیدی کہ جمال خود نہ دیدی
سحرے چو آفتابی ز درونِ خود برائی
تو ز خاک سر بر آور کہ درخت بس بلندی
تو پر بکوہِ وحدت کہ شریف تر ہمائی
توئی آں ذُرے کہ فانی دوہزار بحر درتست
توئی بجز بیکرا نہ ز صفاتِ کبریائی

(منقول از دیوان مولانا رومیؒ کہ مشہور بہ دیوان شمس تبریز است)

حقیقت محمدیہ:

یہی خلافتِ الٰہیہ ہے جس کا انسان مظہر ہے، لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ شیونِ الٰہی اپنے مدارج کے لحاظ سے غیر محدود ہیں، اسی طرح خلافت عامہ تو ہر انسان کو حاصل ہے، لیکن اس کے ساتھ مدارج کے اختلاف نے اس کو بے شمار افراد میں بانٹ دیا ہے، تاہم عقل یہ تجویز کرتی ہے کہ خلاف کے درجات کو مکمل ہوتے ہوئے بالآخر ایک ایسی ہستی پر ختم ہونا چاہئے جو تمام اسماء وصفات اور ذات کا مظہرِ اتم ہو، اور وہی ''دُرِّ فرید'' نوع انسانی کا کامل ترین فرد ہو، بلکہ تکوین وتخلیق کا آخری نتیجہ قرار پا سکتا ہے، کائنات کے ارتقائی درجات وطبقات کی رفتار کو دیکھ کر نہ صرف وجدان وبصیرت والے، بلکہ عقلی روشنی کے سہارے چلنے والوں نے بھی کبھی کبھی اس فردِ کامل کو انسانیت کی طویل الذیل تاریخ میں تلاش کیا ہے، حتی کہ متخرینِ فلاسفہ میں جرمنی کے مشہور مفکر نیٹشے نے تو اپنے سارے فلسفہ کی بنیاد ہی ارتقاء کی اسی آخری تقویم یا قالب کی تلاش پر رکھ کر مافوق البشر کا نظریہ قائم کیا، لیکن جس مسئلہ میں عقل سے زیادہ نورِ ایمان کی روشنی درکار ہے وہاں صرف عقلی احتمالات سے کسی یقینی نتیجہ تک پہنچنا مشکل ہے۔

کاش اُسے معلوم ہوتا کہ اس سے بہت پہلے آسمانی آواز نے خُلق عظیم والے کو عالمین (سارے جہاں) کے لئے رحمت بنا کر دنیا میں یہ کہتے ہوئے متعین کردی ہے کہ وہی کمالات انسانی جو رفتہ رفتہ ارتقاء پا کر نبوت و رسالت تک پہنچتے ہیں اب نبیوں کے انہی کمالات کا خاتمِ نسل آدم میں آ کر سارے اسماء وصفات کے تخلیقی دائرہ کا انتہائی اور آخری نقطہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ظاہر ہوگیا اور یوں عالمین کے رب کی ساری حمد، ساری ستائش اور سارے کمالات مخلوق بن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر میں مکمل ہوگئے...... اسی لئے کہا جاتا ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف نام ہی نہیں بلکہ قدرت کا آخری کام بھی ہے۔

☆☆

ناموس رسالت ﷺ

● محمد عاصم

ہر طرح کی تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہی سزاوار ہیں جس نے یہ سب کائناتیں صرف چھ ۶/ دن میں بنائیں اور اس عظیم ذات کو ذرا سی بھی تھکن نہ ہوئی، تیری حمد ہو اتنی جتنے درختوں کے پتے ہیں، تیری حمد ہو اتنی جتنے دن اور راتیں ہیں، تیری حمد ہو اتنی جتنے سب کائناتوں میں موجود ذرات ہیں، اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں محمد علیہ السلام پر آپ کی آل رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔

نبی اکرم علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے بلا شبہ ہزاروں پہلو ہیں اور بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے اعتبار سے ہر پہلو دوسرے پر سبقت لے جانے والا ہے۔

نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ یقیناً لوگوں کے لیے سرتا سر رحمت تھے، مکہ میں صادق اور امین کے لقب سے مشہور ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ پہلی وحی کے بعد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوف کی حالت میں گھر تشریف لائے تو اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں، مصیبت زدہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں، بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں، مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور حق والوں کو حق دلاتے ہیں۔

اماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ گواہی بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لیے سرتا سر رحمت تھے۔ منصبِ رسالت پر فائز

ہونے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت تک دین پہنچانے کے لیے جس صبر وتحمل، عفو و درگزر اور شفقت و رحمت کا طرزِ عمل اختیار فرمایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک ایسا عظیم الشان پہلو ہے جس کی رفعتوں اور بلندیوں کا ادراک کرنا کسی انسان کی بس کی بات نہیں ہے۔

غور فرمائیے کہ چالیس سال کے بعد اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا، عمر کا یہ وہ حصہ ہوتا ہے جس میں ہر انسان اپنی عزت اور احترام کے معاملے میں بہت حساس ہوتا ہے، چالیس سال تک صادق اور امین کہلانے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ جھوٹا، مجنوں، شاعر، کاہن، اور جادوگر کہتے ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر کیا گزرتی ہوگی؟ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان گالیوں اور طعنوں کے جواب میں کبھی بھی ایک غلط لفظ تک زبان سے نہیں نکالا۔

تین سال تک خفیہ دعوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ دعوت کا اعلان فرمایا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبائل کو جمع فرما کر توحید کی دعوت پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی اور یہ کہہ کر ڈانٹ دیا تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں کیا تو نے ہم کو اس لیے جمع کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا کے اس ہتک آمیز رویہ پر مکمل خاموشی اختیار فرمائی، لیکن قرآن میں اللہ نے اس کا جواب دیا:

"تَبَّتْ یَدَآ اَبِی لَھَبٍ وَّتَبَّ ."

(ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگیا) کہہ کر دے دیا۔

امیہ بن خلف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی گالیاں بکنا شروع کر دیتا تھا اور لعن طعن کرتا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جوب میں ہمیشہ خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ اللہ نے قرآن مجید میں اس کا جواب دیا:

"وَیلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃ"

(بڑی خرابی (اور تباہی) ہے ہر ایسے شخص کے لیے جو خوگر (وعادی) ہو منہ در منہ طعن (وتشنیع) کا اور پیٹھ پیچھے عیب لگانے کا۔)

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے عبداللہ فوت ہوئے تو ابولہب، عاص بن وائل، ابوجہل وغیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "جڑ کٹا" ہونے کا طعنہ دیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اللہ نے قرآن میں اس کا جواب یوں دیا:

"اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الاَبتَر"

(یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے)

مکی زندگی کے ۱۳ رسال اسی طرح کی مشکلات میں گزرے ہر کوئی اہلِ اسلام کو پریشان کرنے کا طریقہ سوچتا رہتا کوئی موقعہ ہاتھ سے خالی نہیں جانے دیتے تھے مکی زندگی میں اور بھی بہت سی مشکلات کا سامنا تھا، مگر یہاں صرف وہ واقعات پیش کرنے ہیں جس میں نبی علیہ السلام کی ناموس کو نشانہ بنایا گیا۔

تاریخ کے صفحات میں جہاں کفار کے گھناؤنے جرائم اور ظلم وستم کی داستانیں محفوظ ہیں وہاں یہ حیرت انگیز حقیقت بھی محفوظ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مظالم سے تنگ آ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کتنی دفعہ فرمایا اور کن الفاظ میں فرمایا؟

تیرہ سالہ طویل مکی زندگی میں صرف تین یا چار مواقع ایسے ملتے ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ظلم وجور سے تنگ آ کر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا اظہار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اور شریفانہ اخلاق کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے میں ابولہب، عقبہ بن ابی معیط وغیرہ رہتے تھے جو شب وروز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر غلاظت اور گندگی پھینک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ پریشان ہوتے تو دیوار پر چڑھ کر یا دروازے پر کھڑے ہو کر بس اتنا فرماتے:

’اے بنوعبد مناف یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟‘

یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردِعمل اس تکلیف اور اذیت ناک بدتمیزی پر۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ مسجد حرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، ائمہ کفر نے مشورہ کر کے سجدے کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر رکھ دی اور خود کھڑے ہو کر قہقہے لگانے لگے حتیٰ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی اور انہوں نے آ کر اوجھڑی ہٹائی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا:

’’اللھم علیك بقریش‘‘ یعنی ’’یا اللہ تو قریش سے نپٹ لے‘‘

مشرکینِ مکہ کے ظالمانہ اور استہزایہ کرتوتوں پر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ردِعمل تھا۔ تیسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار دورانِ طواف مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لعن طعن کی اور ڈانٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا

’’میں تمہارے پاس ذبح کا حکم لے کر آیا ہوں‘‘

اس پر سارے مشرکین ساکت ہو کر رہ گئے۔

مصائب ومشکلات سے پُر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ طویل مکی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ ہیں سخت سے سخت الفاظ جو ہمیں تاریخ سے ملتے ہیں جس میں کسی کو گالی دی نہ لعن طعن کیا، کسی سے بدتمیزی کی نہ کسی کا مذاق اڑایا، کسی سے لڑائی جھگڑا مول لیا نہ کسی سے بحث کی، بلکہ انتہائی شائستہ اور مہذب الفاظ میں معاملہ اللہ کے سپرد کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ تسلیم کیئے بغیر چارہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اخلاق اور کردار کے اعتبار سے بالکل ویسے ہی تھے جیسا کہ اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا:

’’اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک آپ اخلاق کے عظیم مرتبہ پر فائز ہیں‘‘ (القلم:۴)

اخلاق کا ایسا عظیم مرتبہ جس پر اس کائنات کا کوئی دوسرا انسان فائز ہے نہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب حالات تھے مکہ کے مدینہ میں جب ہجرت ہوگئی اور دارالسلام بن گیا تو اللہ نے جہاد اور قتال کا حکم نازل فرمایا مکہ میں صبر کرنے کا حکم ہم کو ملتا ہے، آلِ یاسر رضی اللہ عنہم پر جو ظلم ہوئے اس پر بھی صرف صبر کا حکم آیا اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ مسلمان ڈرتے تھے نہیں، بلکہ اللہ کی اس میں کوئی حکمت تھی جو ہر معاملے پر صبر کرنے کو کہا گیا۔

اب وہ آیات دیکھیں جس میں صبر کا حکم دیا گیا ہے۔

(اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا، ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں، اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کی بعض خبریں پہنچ چکی ہیں۔ (سورہ الانعام:۳۴)

(موسٰی علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو، یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنا دے اور آخر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (سورہ الاعراف، ۱۲۸)

اور ہم نے ان لوگوں کو جو بالکل کمزور شمار کیئے جاتے تھے اس سرزمین کے پورب پچھم کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔ (سورہ الاعراف، ۱۳۷)

ان آیات میں پہلے رسولوں کا ذکر کر کے ان کے صبر کا بتایا گیا ہے اور ان کے صبر کی ہی برکت سے اللہ نے ان کو کفار پر غالب کر دیا۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ جب مسلمان کمزور ہوں تو صبر اور استقامت سے کام لینا

چاہیے۔صبر کفار کے ظلم پراور استقامت اپنے دین پر قائم رہ کر۔

مدنی زندگی:

ایک واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ:

محمد بن یحییٰ بن فارس،حکم بن نافع،شعیب،زہری،عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک،حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ وہ ان تین اشخاص میں سے ایک ہیں جن کا گناہ (غزوہ تبوک) میں معاف ہوا تھا۔اور کعب بن اشرف ایک یہودی تھا جو (اپنے اشعار میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت کیا کرتا تھا اور کفار قریش کو آپ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہجرت کر کے) مدینہ تشریف لائے تو یہاں مختلف مذاہب کے لوگ تھے جن میں مسلمان بھی تھے۔بت پرست مشرکین بھی اور یہودی بھی جو (اپنے اشعار اور کلام کے ذریعہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے اس پر اللہ تعالی نے مکہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر اور درگزر کا حکم فرمایا آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے تم ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اس موقعہ پر اگر تم صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

پس جب کعب بن اشرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے سے باز نہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو حکم فرمایا کہ وہ اس کو قتل کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو بھیجیں پس انھوں نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا۔اور راوی نے اس کے قتل کا قصہ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب انھوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر ڈالا تو یہودی اور مشرکین سب خائف ہو گئے اور یہ سب لوگ صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور بولے چند لوگوں نے ہمارے سردار کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وہ باتیں

ان کے سامنے نقل کیں جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت میں کہا کرتا تھا اس کے بعد آپ نے ان سے فرمایا اب ہمارے اور تمہارے درمیان ایک قرارداد لکھی جانی چاہیئے جس پر دونوں فریق رک جائیں (اور اس سے تجاوز نہ کریں) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان کے اور تمام مسلمانوں کے درمیان ایک قرارداد لکھی۔

(سنن ابوداؤد: جلد دوم: باب: مدینہ سے یہودیوں کا اخراج)

دوسرا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ:

احمد بن عثمان، شریح بن مسلمہ، ابراہیم بن یوسف اپنے والد یوسف بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت براء بن عازب کو کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع کے مارنے کے لئے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کئی آدمیوں کو روانہ فرمایا یہ لوگ جب اس قلعہ کے قریب پہنچے تو ابن عتیک نے ساتھیوں سے کہا کہ تم سب یہیں ٹھہرو میں جا کر موقعہ دیکھتا ہوں ابن عتیک کہتے ہیں کہ میں گیا اور دربان کو ملنے کی تدبیر کر رہا تھا کہ اتنے میں قلعہ والوں کا گدھا گم ہو گیا اور وہ اسے روشنی لے کر تلاش کرنے نکلے میں ڈرا کہ کہیں مجھ کو پہچان نہ لیں لہذا میں نے اپنا سر چھپا لیا اور اس طرح بیٹھ گیا جس طرح کوئی رفع حاجت کے لئے بیٹھتا ہے اتنے میں دربان نے آواز دی کہ دروازہ بند ہوتا ہے جو اندر آنا چاہے آجائے چنانچہ میں جلدی سے اندر داخل ہو گیا اور گدھوں کے باندھنے کی جگہ چھپ گیا قلعہ والوں نے ابورافع کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر کچھ رات گئے تک باتیں کرتے رہے جب سب چلے گئے اور ہر طرف سناٹا چھا گیا میں نکلا اور دربان نے جہاں دروازہ کی چابی رکھی تھی اٹھالی اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا تا کہ آسانی سے بھاگ سکوں اس کے بعد میں قلعہ میں جو مکانات تھے ان کے پاس گیا اور باہر سے سب کی زنجیر لگا دی اس کے بعد میں ابورافع کی سیڑھیوں پر چڑھا گیا دیکھتا ہوں کہ کمرے میں اندھیرا ہے مجھے اس کا مقام معلوم نہ ہو سکا آخر میں نے

ابورافع کہہ کر پکارا اس نے پوچھا کون ہے؟ میں نے بڑھ کر آواز پر تلوار کا ہاتھ مارا وہ چیخا مگر وار اوچھا پڑا میں تھوڑی دیر ٹھہر کر قریب گیا اور دریافت کیا کہ اے ابورافع کیا بات ہے! اس نے سمجھا کہ شاید میرا کوئی آدمی میری مدد کو آیا ہے اس لئے اس نے کہا: ارے تیری ماں مرے کسی نے میرے اوپر تلوار سے وار کیا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے پھر وار کیا مگر ہلکا لگا اس کی بیوی بھاگی اور وہ چیخا میں نے پھر آواز بدل دی اور مددگار کی حیثیت سے اس کے قریب گیا وہ چت پڑا تھا میں نے تلوار پیٹ پر رکھ کر زور سے دبا دی اب ہڈیاں کو کھنے کی آواز میں نے سنی اب میں اس کا کام تمام کر کے ڈرتا ہوا گھبراہٹ میں چاہتا تھا کہ نیچے اتروں مگر جلدی میں گر پڑا اور پاؤں کا جوڑ نکل گیا میں نے پیر کو کپڑے سے باندھ لیا اور پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے ساتھیوں سے آ کر کہا کہ تم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قتل کی خبر سناؤ میں اس کی موت کی یقینی خبر سننے تک یہیں رہتا ہوں آخر صبح کے قریب ایک شخص نے دیوار پر چڑھ کر کہا کہ لوگو! میں ابورافع کی موت کی خبر سناتا ہوں ابن عتیک کہتے ہیں کہ میں چلنے کے لئے اٹھا مگر خوشی کی وجہ سے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی میں تیزی سے چلا اور ساتھیوں کے رسول خدا کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی ان کو پکڑ لیا اور پھر خود ہی آپ کو یہ خوشخبری سنائی آپ نے پنڈلی پر ہاتھ پھیرا اور میں بالکل تندرست ہو گیا۔ (صحیح بخاری جلد۲)

محمد بن علاء، زید بن خباب، عمرو بن عثمان بن عبدالرحمٰن، حضرت سعید بن یربوع مخزومی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا تین ایسے شخص ہیں جن کو میں امان نہیں دیتا نہ حل میں اور نہ حرم میں اس کے بعد آپ نے ان تینوں افراد کے نام لئے۔ راوی کا بیان ہے کہ ان تین میں مقیس بن ضباعی کی دو باندیاں بھی تھیں (یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلام پڑھا کرتی تھیں) ان میں سے ایک قتل کی گئی اور ایک بھاگ گئی اور بعد میں مسلمان ہو گئی۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم)

جب ہم مکی اور مدنی زندگی کا موازنہ کرتے ہیں تو ہم کو محکومی اور آزادی کا فرق پتا چلتا

ہے مکہ میں صرف صبر کا حکم ملتا ہے جب اسلامی حکومت بن جاتی ہے تو جو کوئی بھی ایسی گھٹیا حرکت کرتا ہے تو اُس کا جواب اس کی حرکت کے مطابق دے دیا جاتا ہے۔

میں نے ایک چیز نوٹ کی ہے کہ جب بھی کبھی مسلمان کمزور ہوئے تو ہی کفار نے ایسے گندے ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں کیونکہ جب مدینہ میں مسلمان مضبوط ہو گئے تو ایسے واقعات ہم کو کہیں نہیں ملتے, اب بھی اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو وجہ ہماری کمزوری ہے اس وقت مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ ہم متحد نہیں ہیں اور دوسرا پوری دنیا میں کہیں بھی اسلامی خلافت کا نظام موجود نہیں ہے ایک حدیث میں امام (خلیفہ) کو پوری امت کا سر (ہیڈ) کہا اور دوسری حدیث میں پوری اُمت کو ایک جسم کی مانند کہا گیا ہے کہ جس کا سر امام (خلیفہ) ہوتا ہے اب آپ ہی بتائیں اگر جسم سے سر کو علیحدہ کر دیا جائے تو کیا جسم مردہ نہیں ہو جاتا اس کے بعد پورے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو وہ اپنا دفاع نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں جان ہی نہیں ہے، آپ خود نوٹ کر سکتے ہیں کہ اس وقت پوری امت ایک مردہ جسم کی مانند نہیں ہے کیا؟

ایک گھٹیا انسان اُٹھ کر ہماری جان نبی علیہا السلام کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے اور ہم کچھ بھی نہیں کر پا رہے سوائے احتجاج کے، کیا کبھی احتجاج سے دشمن کو ختم کیا جا سکا ہے؟ یا نبی علیہ السلام نے مشرکین مکہ کے ظلم کے خلاف کوئی احتجاجی جلوس نکالا تھا؟

ایک اور حدیث میں امام (خلیفہ) کو مجاہدین کی ڈھال کہا کہ مجاہدین اس کے پیچھے ہو کر کفار سے جہاد کرتے ہیں، جب ڈھال ہی نہ ہو تو کیا ہم اپنا دفاع کر سکیں گیں؟؟؟

اس وقت جن لوگوں کے ہاتھوں میں ۵۶/اسلامی ممالک کی حکومتیں ہیں اور خلیفہ نہیں ہے، بلکہ اسلام میں ایک وقت میں صرف ایک ہی خلیفہ ہوتا ہے جو مسلمانوں کی امارت کرتا ہے اگر اسلامی مملکت پوری دنیا میں بھی کیوں نہ پھیل جائے تو بھی خلیفہ ایک ہی رہے گا، اور جو آجکل ۵۶/ممالک کے حکمران ہیں وہ کسی نہ کسی طرح یہود اور نصاریٰ کے ایجنٹ ہیں کہ یہ

ان کے آگے کس منہ سے احتجاج کریں یا اس طرح کے بیہودہ الفاظ اور الزامات لگانے والوں کے خلاف کوئی گوریلہ کاروائی کروائیں، حالانکہ مسلمانوں کے پاس کروڑوں کی تعداد میں فوج موجود ہے، مگر وہ چند ایک بدزبانوں کی زبان کاٹنے کی ہمت نہیں رکھتی، وجہ یہی ہے کہ ان ایجنٹوں میں وہ دینی غیرت نہیں ہے جو کہ ایک مسلم کی پہچان ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

(ان سے) کہو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں، اور تمہارا کنبہ، اور تمہارے وہ مال جو تم نے کما رکھے ہیں اور تمہاری وہ تجارت جس کے ماند پڑ جانے کا تمہیں اندیشہ لگا رہتا ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں (اگر یہ سب کچھ) تمہیں زیادہ پیارا ہو اللہ اور اس کے رسول سے، اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے، تو تم انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ لے آئے اپنا حکم، اور اللہ نور ہدایت سے نہیں نوازتا بدکار لوگوں کو (سورہ التوبہ ۲۴)

نبی علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح بخاری جلد 1: کتاب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا ایمان کا ایک جزو ہے، صحیح مسلم جلد 1، سنن نسائی جلد 3، سنن ابن ماجہ جلد 1)

مراد اس سے یہ بھی ہے کہ جس طرح ہم اپنے والدین اور اپنی اولاد کی عزت کا دفاع کرتے ہیں اور اس کے لیے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے اسی طرح ہم مومن نہیں بن سکتے جب تک ہم نبی علیہ السلام کی عزت کا بھی دفاع نہ کریں، کہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا حدیث اوپر گزر گئی ہے۔ مگر افسوس اس وقت ہم نبی علیہ السلام کی عزت کا

دفاع نہیں کر پا رہے، وجہ یہ نہیں کہ ہم میں ایمان کی کمی ہے، بلکہ جو اس طرح کی گھٹیا حرکتیں کرتے ہیں وہ ہماری پہنچ سے دور ہیں اگر وہ ہمارے سامنے ایسی حرکت کر کے اپنی جان بچا جائے تو پھر ہم مومن ہرگز نہیں ہیں، مگر ہمارے حکمرانوں کے پاس ہر طرح کے وسائل ہونے کے باوجود ان ظالموں کے خلاف قدم نہ اُٹھانا ایمان کی کمی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہود اور نصاریٰ اپنے اس گھٹیا پن کو آزادی رائے یا آزادی تحریر کا نام دے کر اپنا دامن پاک رکھنا چاہتے ہیں جب کبھی کوئی ان نام نہاد مہذب لوگوں سے اعتراض کرتا ہے کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے ان کے جذبات مجروع ہوتے ہیں آپ ایسی باتیں لکھنے اور نازیبہ الفاظ اسلام کے خلاف اخبارات میں لکھنے پر پابندی لگائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں آزادی تحریر ہے جو کوئی مرضی لکھے۔

وہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اپنے خود ساختہ اصول آزادی تحریر سے کرتے ہیں، مگر جب کوئی بندہ یہود کے خلاف یا کسی پادری کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرے تو اُس پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے یہ آزادی رائے وہ صرف مسلمانوں کے دین ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے خلاف ہی استعمال کرتے ہیں اور اسی کو آزادی رائے کہتے ہیں۔

میں وہ باتیں لکھنے کی ہمت نہیں رکھتا جو یہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ اسلام کے خلاف لکھتے ہیں اور یہ ایک دو واقعات نہیں ہیں بہت زیادہ ہیں تقریبا پورے یورپ میں نازیبا خاکے اخبارات میں بنائے گے ہیں اور ابھی حال میں یہود کی ویب سائٹ فیس بک پر بقائیدہ مقابلہ کروایا گیا ہے، ہمارے حکمران اتنے بزدل اور یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ ہیں کہ صرف چند دن ہی فیس بک بلاک کی گئی جب ان حکمرانوں کے باس (BOOS) نے حکم دیا کہ اس سائٹ کو کھول دیا جائے تو اُسی وقت اسلام کے ابدی دشمنوں کی بات مان کر فیس بک کو بحال کر دیا گیا حالانکہ جو رائے شماری نیٹ پر کی گئی تھی اُس میں ۷۰ر فیصد

پاکستانیوں نے اس سائٹ کو ہمیشہ کے لیے بلاک کرنے کے حق میں ووٹ دیا تھا۔اب میں وہ واقعات لکھتا ہوں جس میں یہود اور عیسائیوں کو نشانہ بنایا گیا تو ان پر پابندی لگی یا اس کو معافی مانگنے پر مجبور کیا گیا۔

نمبر1- ۲۰۰۴ میں ڈنمارک کے اسی اخبار کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کیے گئے تھے (میلنڈز پوسٹن) میں کو کرسٹوفر زیلر کارٹونسٹ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کارٹون شائع کرنے کے لیے دیے گئے، لیکن اخبار کی انتظامیہ نے یہ کہہ کر کارٹون شائع کرنے سے انکار کر دیا کہ ان کارٹونوں سے عیسائیوں کے جذبات مجروع ہونے کا خدشہ ہے۔

نمبر2- یورپی ممالک میں یہودیوں کے جرمنی میں قتلِ عام کی خود ساختہ تاریخ کے خلاف کوئی بات تحریر کرنا قانوناً جرم ہے، تاکہ یہودیوں کے جذبات مجروع نہ ہوں، یہودی مقتولین کی تعداد ۵۰/لاکھ سے کم تحریر کرنے پر ۲۰/سال قید کی سزا ہے۔

نمبر 3 - اسرائیل نے جب لبنان پر جارحانہ حملہ کیا تھا تو امریکی وزیرخارجہ کنڈولیزارائس نے مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا اور کہا کہ اب نیا مشرق وسطیٰ (یعنی گریٹر اسرائیل) جنم لے رہا ہے۔ اس پر ایک فلسطینی اخبار نے رائس کا ایک کارٹون شائع کیا جس میں اسے اس طرح حاملہ دکھایا کہ اس کے پیٹ میں مسلح بندر ہے، نیچے لکھا ہوا ہے ’’نئے مشرق وسطیٰ کی پیدائش‘‘ اس کارٹون پر امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان نے شدید غم وغصہ کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ گھناؤنے حملے ہیں۔

نمبر4 - برطانوی اخبار ڈیلی ٹیلیگراف نے پرویز مشرف کے خلاف اپنے ۹ نومبر ۲۰۰۷ء کے اداریئے میں سخت زبان استعمال کرنے پر معافی مانگ لی۔ یہ نہ سمجھے گا کہ پاکستان نے احتجاج کیا تھا یا معافی مانگنے کو کہا تھا، بلکہ خود ہی اس اخبار نے معافی مانگی، کیونکہ مشرف صاحب ناراض نہ ہو جائیں، ورنہ بعد میں ہمارے مفادات کی حفاظت کون

کرے گا؟

نمبر(5)-۱۹۸۹ء میں برطانوی سنسر بورڈ نے ایک فلم کو محض اس لیے نمائش سے روک دیا کہ اس میں چرچ (یا عیسائی مذہب) کی توہین پائی جاتی ہے جس سے عیسائیوں کے جذبات مشتعل ہونے کا امکان ہے۔

ان رپورٹ کے علاوہ اور بھی بہت سی رپورٹس ہیں اگر لکھوں تو مضمون مزید لمبا ہو جائے گا، مقصد لکھنے کا یہ تھا کہ یہود اور عیسائیوں کے جذبات کی قدر ہے، مگر کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی بقول شاعر:

وہ ایک بھی لڑھک جائے تو آجاتا ہے بھونچال
ہم ہزاروں بھی قتل ہو جائیں تو چرچہ نہیں ہوتا

مہذب، شائستہ اور بااخلاق مغرب کی دوسری تصویر یہ ہے کہ جیسے ہی ان کے سامنے اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آتا ہے تو ان کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے، منہ سے جھاگ بہنے لگتا ہے، چہرہ سرخ ہو جاتا ہے، ہوش وحواس قائم نہیں رہتے درندگی اور سفاکی غالب آجاتی ہے، سارے اخلاقی ضابطے، تہذیب اور شائستگی دھری کی دھری رہ جاتی ہے، صرف اور صرف ایک ’’ضابطہ اخلاق‘‘ باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے کی ہمیں آزادی حاصل ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے کی ہمیں آزادی حاصل ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی کرنے کی آزادی حاصل ہے اور اس آزادی کو ہمارے تمام قومی مفادات پر اولیت حاصل ہے اور ہم ہر قیمت ہر اس آزادی کی حفاظت کریں گے، کس قدر غلیظ اور قابلِ نفرت ہے یہ تصویر امریکہ اور اہلِ مغرب کی، اس تصویر میں امریکہ اور مغرب روئے زمین پر بسنے والی ساری مخلوق سے زیادہ ذلیل اور جانور نظر آتے ہیں، جیسے اللہ کا ارشاد مبارک ہے کہ: (جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی گے گزرے ہیں،) (القرآن) اہلِ مغرب کا یہ دُہرا کردار روزِ روشن کی طرح

واضح ہو چکا ہے، آزادی تحریر محض دھوکہ اور فریب ہے، اصل حقیقت اسلام اور نبی ﷺ کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہے جو ان کے رگ و پے میں اس طرح رچ بس چکی ہے جس طرح ان کے آباؤ اجداد کے رگ و پے میں رچی بسی تھی، کاش ہمارا فریب خوردہ حکمران طبقہ بھی اس کا ادراک کر سکے۔ اب دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف آخر کیوں ایسے گھٹیا ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

مکی دور میں بھی شروع شروع میں اتنا سخت رویہ نہیں دیکھنا پڑا مگر جب کفار نے دیکھا کہ دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور ہمارے اپنے ہمیں چھوڑتے جا رہے ہیں تو پھر ائمہ کفر نے نبی علیہ السلام کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا کبھی کہا جاتا کہ محمد ﷺ جادوگر ہیں جو بھی اُن سے بات کرے وہ انہی کا ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ کچھ واقعات پہلے لکھ چکا ہوں، لیکن ان کفار کی کوئی بھی چال نہ چل سکی آخر دینِ اسلام غالب ہو کر رہا، اب بھی معاملہ کچھ ویسا ہی ہے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جو ڈرامہ رچایا گیا تھا اسی ڈرامے کی وجہ سے اسلام تیزی سے پھیلنے لگا ہے۔ امریکہ میں ایسے بہت سے واقعات سامنے آئے ہیں کہ جو لوگ حق شناس تھے یا وہ حکمرانوں کی بات پر یقین نہیں کرتے تھے، کو تجسس ہوا کہ دین اسلام کے خلاف آخر اتنا کچھ کیوں کیا جا رہا ہے کیا اسلام واقعی ایسی تعلیمات رکھتا ہے؟ تو انہوں نے اس دین کو سمجھنے کے لیے اس کا مطالعہ کرنا شروع کیا تو وہ خود اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے ایسے ہزاروں لوگ ہیں جو ۱۱/۹ کے بعد مسلمان ہوئے اس کے اوپر چند ایک رپورٹ دیکھتے ہیں۔

نمبر ۱۔ جدہ سے شائع ہونے والے جریدے ''حج وعمرہ'' کی رپورٹ کے مطابق اسلامک فاؤنڈیشن برطانیہ کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر محمد مناظر احسن نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ ۹۔۱۱ کے بعد برطانیہ میں قرآن مجید کی فروخت سات گُنا بڑھ گئی ہے، قبول اسلام کی شرح میں ۵ سے ۱۰ر فیصد اضافہ ہوا ہے، ۹۔۱۱ کے بعد اب تک نومسلموں کی تعداد ۱۳ر ہزار

کے قریب ہے جن میں ۳۰ر فیصد کا تعلق اعلیٰ اور بااثر گھرانوں سے ہے، نومسلموں میں خواتین کی شرح مردوں سے دگنی ہے، جبکہ امریکہ میں یہ شرح ایک اور چار ہے۔ دو ماہی برطانوی جریدہ ''ایمل'' کی مدیرہ سارہ جوزف کے مطابق ۲۰۲۰ میں عملاً برطانیہ کا سب سے بڑا دین اسلام ہوگا۔ (ہفت روزہ تکبیر، کراچی ۱۱ر اگست ۲۰۰۴)

نمبر ۲۔ ممتاز امریکی جریدہ کرسچن سائنس مانیٹر) ۲۷ر دسمبر ۲۰۰۵ر (کی تجزیاتی رپورٹ کے مطابق ۱۱ ستمبر کے بعد اسلام کے بارے میں ابھرنے والے تجسس کی بناءِ پر اسلام کا پیغام زیادہ سے زیادہ یورپی باشندوں کو اپیل کرنے کا باعث بن گیا ہے کہ ہر سال کئی ہزار مرد و خواتین اسلام قبول کرتے ہیں۔ (مجلّہ الدعوہ، لاہور، محرم الحرام ۱۴۲۷ھ)

نمبر ۳۔ امریکہ میں اس وقت مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ ہے جن میں ہر سال ۲۰ر ہزار نو مسلموں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ (نوائے وقت۔ کراچی، ۷ فروری ۲۰۰۵ء)

نمبر ۴۔ ڈچ اسلامک سینٹر کے اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ تین برسوں میں دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعداد میں ۱۰ر گنا) ۱۰۰ر فیصد (اضافہ ہوا ہے۔ نیون ہیچ کالج کیمبرج کی ۳۰ر سالہ گریجوایٹ لیوشی بشمل میتھیوز نے اسلام کا مطالعہ بدنیتی سے شروع کیا، لیکن بعد میں وہ اس قدر متاثر ہوئی کہ خود اسلام قبول کر لیا۔ (سہ روزہ دعوت، دہلی، ۱۰ر۱۰ اپریل ۲۰۰۴ء)

نمبر ۵۔ برطانوی خاتون صحافی ریڈلی کے قبولِ اسلام کا واقعہ پورے یورپ کے لئے سوہانِ روح بنا ہوا ہے۔ ریڈلی نے اپنے ایک انٹرویو میں یہ کہا ہے کہ ''اگرچہ ۹۔۱۱ کا واقعہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے ایک لاٹھی کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، تاہم اس کے نتیجہ میں ایک حیرت انگیز بات یہ ہوئی ہے کہ مجھ جیسے کم علم لوگوں نے اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کے لیے قرآن اور دیگر اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اسلام دنیا کا سب سے تیزی سے پھیلنے والا دین بن گیا ہے۔

(ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، جولائی ۲۰۰۴ء)

اب جو چال یہود نے اسلام یا مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے چلائی تھی اللہ نے اپنی حکمت سے ان کی اسی چال کو اسلام کے مفاد میں کر دیا اور اسلام دنیا میں تیزی سے پھیلنے لگا الحمدللہ، اب کفار کے پاس وہی گھٹیا ہتھکنڈا رہ گیا ہے جو ان کے آباؤ اجداد اس سے پہلے استعمال کرتے رہے تھے کہ مسلمانوں کے دین اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں میں نفرت پیدا کی جائے، تاکہ لوگ ان کے قریب ہی نہ جائیں، میرا ایمان ہے کہ اللہ ان ظالموں کی اس چال کو بھی اسی طرح خاک میں ملا دیں گے جس طرح پہلی بہت سی چالوں کو خاک میں ملایا ہے، ان شاء اللہ۔

ہمارے کرنے کا کام:

اگر ہم لوگ واقعی اس دنیا میں اور آخرت کی زندگی میں بھلائی چاہتے ہیں تو اس کے لیے ہم کو اپنے اندر اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ہوگا اور اس پر اللہ کا حکم بھی ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب ملکر مضبوط تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گھڑے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔'' (سورہ آلِ عمران ۳/۱۰۳)

آج بھی ہم ایک کلمہ کو پڑھنے والے آپس میں بھائی بھائی بن سکتے ہیں ہمارے دلوں میں نفرتیں محبت میں اللہ بدل سکتی ہیں اگر ہم آج بھی صرف اللہ کی رسی (قرآن وسنت) کو مضبوطی سے تھام لیں تو، اور دوسرا ایک ایسی اسلامی حکومت قائم کرنی ہوگی جس کی بنیاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہو نہ کہ جمہوریت، سوشلازم، یا کیمونیزم ہو یہ سب باطل نظام

ہیں اور اسلام کے نظامِ خلافت کے مقابل بنائے گئے باطل نظام ہیں جو کہ جاہل لوگوں نے بنائے ہیں، اور خلافت کا نظام اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانوں کی بھلائی کیلئے بنایا ہوا ہے، یہ نظام آج بھی اتنا ہی کار آمد ہے جتنا کہ ۱۴۰۰/سال پہلے تھا، کیونکہ یہ نظام اللہ کا بنایا ہوا ہے اس میں کوئی کمی ہو ہی نہیں سکتی، ہم کو نئے نئے آئین اور نظام بنانے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی اگر ہم اسلام کے نظام حیات کو اپنی زندگیوں میں لاگو کر لیں تو، جو عدل وانصاف اسلام میں ہے وہ دنیا کے کسی بھی نظام میں نہیں ہے۔ ایک بات ہم سب کو یاد رکھنی چاہیے اور وہ یہ کہ عمل کے بغیر اللہ کسی کا دعویٰ ایمان قبول نہیں کرے گا، عمل شرط ہے ایمان کی قبولیت کے لیے، اللہ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف، اور اس پر بھی جو اتاری گئی آپ سے پہلے، (مگر اس کے باوجود) وہ چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ لے جائیں طاغوت کے پاس فیصلہ کیلئے، حالانکہ ان کو حکم یہ دیا گیا تھا کہ یہ اس (طاغوت) کیساتھ کفر کریں، اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بھٹکا کر ڈال دے بہت دور کی گمراہی میں،) یعنی کفر وشرک میں'' (سورہ النساء آیت نمبر ۶۰)

اگر ہم چاہتے ہیں کہ دوبارہ کوئی بھی کافر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف بکواس نہ کر سکے تو ہم کو ایک جماعت بننا ہوگا اور اسلامی خلافت کا نظام قیام میں لانا لازمی ہوگا، ورنہ اسی طرح ہم کو کفار کی چیرا دستیاں برداشت کرتے رہنا ہوں گی اور ہم دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود اسی طرح گاجر مولی کی طرح کٹتے رہیں گے اور کفار ہمارے دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے رہیں گے اور ہم اُن کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے۔

☆☆

عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ

● مجیب الرحمٰن انقلابی

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کا وہ بنیادی اور اہم عقیدہ ہے، جس پر پورے دین کا انحصار ہے، اگر یہ عقیدہ محفوظ ہے تو پورا دین محفوظ ہے، اگر یہ عقیدہ محفوظ نہیں تو دین محفوظ نہیں، لہٰذا عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ پورے دین کا تحفظ ہے۔ اس لئے کہ اگر حضور تاجدار انبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا مان لیا جائے تو خدا کی خدائی باقی رہتی ہے نہ حضور کی ختم نبوت باقی رہتی ہے۔ قرآن کریم میں ایک سو سے زائد آیات اور ذخیرہ احادیث میں دو صد سے زائد احادیث نبوی اس عقیدے کا اثبات کر رہی ہیں، جن میں پوری تفصیل سے ختم نبوت کے ہر پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔ قرون اولی سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ کا اجماع چلا آرہا ہے کہ حضور اکرم کے بعد نبوت کا دعویٰ کفر ہے، بلکہ امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ فتویٰ ہے کہ حضور خاتم الانبیاء کے بعد مدعی نبوت سے دلیل طلب کرنا یا معجزہ مانگنا بھی کفر ہے۔ اس سے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مدعی نبوت پر ایمان لانا تو کجا اس سے دلیل طلب کرنا کفر قرار دیا جس طرح خدا نے اپنی خدائی اپنے آپ پر ختم کر دی اسی طرح نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم کر دیا اور جس طرح کوئی انسان خدا نہیں بن سکتا اسی طرح حضرت محمدؐ کے بعد کوئی آدمی نبی، رسول بھی نہیں ہوسکتا۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جو عظیم قربانی دی وہ تاریخ کے صفحات میں موجود ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر میں عقیدہ

ختم نبوت کے تحفظ کی جو اہمیت تھی اس کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے جو معرکہ ہوا اس میں ۲۲ ہزار مرتدین قتل ہوئے اور 1200 کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا جس میں 600 کے قریب تو حفاظ اور قراء تھے، حتیٰ کہ اس معرکہ میں بدری صحابہ کرام کی قیمتی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کر دیا، مگر اس عقیدہ پر آنچ نہ آنے دی۔ حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ میں دین اسلام کے لئے شہید ہونے والے مردوں، عورتوں، بچوں و بوڑھوں اور نوجوانوں کی تعداد 259 ہے اور اس دوران قتل ہونے والے کفار کی کل تعداد 759 ہے جو کہ کل تعداد 1018 بنتی ہے، جبکہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے لڑی جانے والی صرف ایک جنگ میں شہداء و مقتولین کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ دین کی تکمیل کا مطلب یہ ہے کہ یہ دین اب قیامت تک باقی رہے گا، اب اس میں کسی تبدیلی، کسی اضافہ، کسی ترمیم کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا جب دین مکمل ہو چکا ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بھی مکمل ہو چکا، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب نہ کسی نبی کی ضرورت ہے اور نہ کسی نبی کی گنجائش۔ لہٰذا آپ کی رسالت کے ساتھ ساتھ آپ کی ختم نبوت کا بھی اعلان کر دیا گیا اور نبوت و انبیاء کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا، وہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، آپؐ پر جو کتاب نازل ہوئی قرآن کریم وہ اللہ کی آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی اور آپ کی امت آخری امت ہے جس کے بعد کوئی امت نہیں۔

قرآن کریم نے بھی بہت وضاحت اور صفائی کے ساتھ بتایا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور احادیث مقدسہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے، بلکہ قرآن کریم و احادیث میں جس کثرت اور تواتر و قطعیت کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کو بیان کیا گیا ہے، اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔ قرآن و احادیث کے علاوہ امت کا روز اول سے اجماع چلا

آرہا ہے۔خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری دور میں سب سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کا خاتمہ کرکے امت کے سامنے اس کام کا عملی نمونہ پیش کیا، چنانچہ یمن میں عبہلہ نامی ایک شخص جس کو اسود عنسی کہا جاتا تھا، نے سب سے پہلے ختم نبوت سے بغاوت کرکے اپنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو اس سے قتال وجہاد کا باقاعدہ تحریری حکم صادر فرمایا اور بالآخر حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خنجر نے نبوت کے اس جھوٹے دعویداری کا آخری فیصلہ سنادیا۔

انیسویں صدی کے آخر میں بے شمار فتنوں کے ساتھ ایک بہت بڑا فتنہ ایک جھوٹی اور خودساختہ نبوت (قادیانیت) کی شکل میں ظاہر ہوا۔جس کی تمام تر وفاداریاں انگریزی طاغوت کے لئے وقف ہوگئیں، انگریز کو بھی ایسے ہی خاردار خودکاشتہ پودے کی ضرورت تھی جس میں الجھ کر مسلمانوں کا دامن اتحاد تارتار ہوجائے، اس لئے انگریزوں نے اس خود کاشتہ پودے کی خوب آبیاری کی۔اس فرقہ کے مفادات کی حفاظت بھی انگریزی حکومت سے وابستہ تھی۔اس لئے اس نے تاج برطانیہ کی بھرپور انداز میں حمایت کی، ملکہ برطانیہ کو خوشامدی خطوط لکھے، حکومت برطانیہ کے عوام میں راہ ہموار کرنے کیلئے حرمت جہاد کا فتویٰ دیا، چاپلوسی کے گھٹیا اور پست طریقے اختیار کیئے، علماء کرام نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے مقابلہ میں میدان عمل میں نکلے، بلکہ خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس فتنہ کی پیدائش سے قبل ہی دارالعلوم دیوبند کے مورث اعلیٰ سیّدالطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ پر اللہ تعالیٰ نے منکشف فرمادیا تھا کہ ہندوستان میں ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے، چنانچہ مکہ مکرمہ میں ایک دن انہوں نے پیر مہرعلی شاہ گولڑویؒ سے فرمایا: ”ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا“، تم ضرور اپنے وطن واپس چلے جاؤ، اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو وہ فتنہ ترقی نہ کرسکے گا اور ملک میں سکون ہوگا، پیر مہرعلی گولڑویؒ فرماتے ہیں کہ :”میرے نزدیک حاجی صاحب کی فتنہ سے مراد فتنہ قادیانیت تھی“۔(آئینہ قادیانیت،

صفحہ 118)علامہ سیّدانورشاہ کشمیریؒ گویا کہ اس فتنہ کے خاتمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے، اس فتنے کے لئے وہ ہمیشہ بے چین و بے قرار رہتے۔امام العصر حضرت مولانا انورشاہ کشمیری نے خود بھی اس موضوع پر گرانقدر کتابیں تصنیف کیں، بعد میں اپنے شاگردوں کو بھی اس کام میں لگایا، جن میں مولانا بدرعالم میرٹھیؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مولانا مناظراحسن گیلانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔جدید طبقہ تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے مولانا ظفرعلی خان اور علامہ محمد اقبال کو تیار وآمادہ کیا۔

امام العصر حضرت علامہ انورشاہ کشمیری اپنے شاگردوں سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کیلئے کام کرنے کا عہد لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: ”جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا ہے وہ قادیانی درندوں سے ناموس رسالت کو بچائے۔“ حضرت علامہ انورشاہ کشمیری نے اس کام کو باقاعدہ منظّم کرنے کیلئے تحریک آزادی کے عظیم مجاہد حضرت مولانا سیّد عطاءاللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر کیا اور انجمن خدام الدین لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس اجلاس میں پانچ سو جید اور ممتاز علماء وصلحا موجود تھے، ان سب نے حضرت سیّد عطاءاللہ شاہ بخاری کے ہاتھ پر بیعت کی۔حضرت مولانا سیّد انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تو ختم نبوت کے کام کو اپنی مغفرت کا سبب بتایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: ”اگر ہم ختم نبوت کا کام نہ کریں تو گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے۔“ حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت انورشاہ کشمیری کا آخری وقت تھا کمزوری بہت زیادہ تھی، چلنے کی طاقت بالکل نہ تھی، فرمایا کہ مجھے دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں پہنچادیں، اس وقت کاروں کا زمانہ نہ تھا ایک پالکی لائی گئی، پالکی میں بٹھا کر حضرت علامہ شاہ صاحب کو دارالعلوم کی مسجد میں پہنچادیا گیا، محراب میں حضرت کی جگہ بنائی گئی تھی وہاں پر بٹھادیا گیا تھا

،حضرت کی آواز ضعف کی وجہ سے انتہائی ضعیف اور دھیمی تھی۔ تمام اجل شاگرد حضرت انور شاہ کشمیری کے اردگرد ہمہ تن گوش بیٹھے تھے۔ آپ نے صرف دو باتیں فرمائیں، پہلی بات تو یہ فرمائی کہ تاریخ اسلام کا میں نے جس قدر مطالعہ کیا ہے۔ اسلام میں چودہ سو سال کے اندر جس قدر فتنے پیدا ہوئے ہیں، قادیانی فتنہ سے بڑا فتنہ اور سنگین فتنہ کوئی بھی پیدا نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ فرمائی حضور کو جتنی خوشی اس شخص سے ہوگی جو اس کے استیصال کیلئے اپنے آپ کو وقف کرے گا تو رسول اکرم اس کے دوسرے اعمال کی نسبت اس کے اس عمل سے زیادہ خوش ہوں گے اور پھر آخر میں جوش میں آ کر فرمایا! کہ جو کوئی اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے اپنے آپ کو لگا دے گا، اس کی جنت کا میں ضامن ہوں۔

☆☆

عقیدۂ ختم نبوت اور امت مسلمہ کی ذمہ داری

● محمد اکرام غنا مظاہری

اللہ تعالیٰ انسانیت کی رہبری ورہنمائی کیلئے ابتداء آفرینش سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو معبوث فرماتے رہے، سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے یکے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوتی رہی حتی کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے، آپ ﷺ کی بعثت چونکہ قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کیلئے تھی، اس لئے آپ کی بعثت کے بعد نبوت ورسالت پر مہر لگا دی گئی، وحی کا سلسلہ بند ہو گیا، اب آپ کے بعد کسی پر وحی کا نزول نہیں ہوگا، لہٰذا آپ ﷺ زمان ومکان ہر طرح سے آخری پیغمبر اور رسول ہونے کی حیثیت سے خاتم النبین کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے۔ یہی عقیدہ، عقیدۂ ختم نبوت ہے جو اسلام کا اصولی وبنیادی عقیدہ ہے، جس میں ادنیٰ درجے کا شک وشبہ بھی دائرہ ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت قرآن کریم کی سو سے زائد آیات کریمہ اور دو سو سے زائد احادیث نبوی سے ثابت ہوتا ہے۔

ختم نبوت وہ اجتماعی عقیدہ ہے جس پر چودہ سو سال سے تمام امت مسلمہ کا اجماع چلا آ رہا ہے اور یہی وہ اجماعی مسئلہ ہے جس پر تمام صحابہ کا سب سے پہلے اتفاق ہوا۔ ختم نبوت ہی وہ حساس ونازک مسئلہ ہے جس پر حضرات صحابہ نے جہاد کرتے ہوئے سب سے پہلے اتنی بڑی تعداد (۱۲۰۰/جن میں ۷۰۰/حفاظ تھے) میں اپنی جانوں کی قربانی پیش کی کہ کفار مشرکین کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے اب تک کے تمام غزوات وسرایا میں اتنی بڑی

تعداد میں جانیں قربان کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، یہی وہ مسئلہ ہے جس کی مخالفت کرتے ہوئے نبوت کرنے والے اسود عنسی کو نبی رحمتﷺ نے کذاب ودجال کہتے ہوئے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا، جبکہ آپﷺ نے اپنے اوپر پتھر پھینکنے والوں کو دعائیں دیں، روزانہ گندگی پھینکنے والی بوڑھی کے بیمار ہونے پر عیادت کی، اپنے جانی دشمن کو امان دی اور وہ نبی جو ایمان سے محروم نعش کو دیکھ کر رنج وغم کا اظہار کیا کرتے تھے، جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کے قتل پر خوشی کا اظہار اور قتل کرنے والے صحابی کی کامیابی کا اعلان اپنی زبان مبارک سے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا 'فاز فیروز' (فیروز کامیاب ہوگیا)۔ الغرض عقیدۂ ختم نبوت مذہب اسلام میں عقیدۂ توحید کی طرح بنیادی عقیدہ ہے، یعنی جس طرح خدا اپنی خدائی میں وحدہٗ ولاشریک ہے، اسی طرح محبوب خدا خاتمیت نبوت ورسالت میں لاشریک ہیں جس طرح خدا کی وحدانیت میں ذرہ برابر شک کرنے والا ایمان سے محروم ہوتا ہے اسی طرح محمد رسول اللہﷺ کی خاتمیت میں ذرہ برابر شک کرنے والا ایمان سے محروم ہوجاتا ہے۔

چودہ سو سال سے مسلمان عقیدۂ ختم نبوت پر جمے ہوئے ہیں، اس لمبے عرصہ میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں عقیدۂ ختم نبوت پر اجماع نہ ہوا ہو مگر ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق قیامت تک تیس کذاب ودجال پیدا ہوں گے۔ جو مختلف ادوار میں نبوت کا دعویٰ کرتے رہیں گے، جس کا سلسلہ عہد رسول اللہﷺ ہی سے جاری ہے۔ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں بے شمار لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ان ہی میں سے ایک جھوٹا مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس کو انگریزوں نے امت مسلمہ میں تفرقہ پیدا کرنے کیلئے مدعی نبوت بنا کر کھڑا کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی 1839یا1840 میں ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور کی ایک چھوٹی سی بستی 'قادیان' میں پیدا ہوا۔ اسی قادیان کی طرف نسبت کرنے والے اس کے متبعین کو قادیانی

کہا جاتا ہے۔ پہلے اس نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا پھر 1891 میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا 1891 میں اس کی کتاب 'فتح اسلام' شائع ہوئی جس میں اس بات کا دعویٰ تھا کہ وہ تمثیل مسیح اور مسیح موعود ہے۔ اس کے بعد 1900 میں نبوت کا دعویٰ کیا اور 1901 سے صراحتاً اپنے آپ کو نبی لکھنا شروع کردیا۔ (ماخوذ قادیانیت مطالعہ وجائزہ)

مرزا غلام احمد قادیانی کی حقیقت اس کی تصانیف کے مطالعہ سے واضح ہوجاتی ہے۔ اس کے بے شمار دعوے ہیں اور ان دعوؤں میں اس قدر تضاد ہے کہ خود اس کے متبعین ہی اس کی متضاد باتوں سے پریشان ولاجواب ہیں، مگر اس کے باوجود مال ودولت کی حرص اور جہالت کی وجہ سے امت مسلمہ کے کچھ افراد اس فتنے کے مکر وفریب کا شکار ہیں جو اس وقت امت مسلمہ کیلئے ایک چیلنج بن چکا ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس فتنے کا مقابلہ کرکے اپنے ایمان وعقیدے کا تحفظ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے ہر زمانہ میں امت مسلمہ نے جھوٹے مدعیان نبوت کا مقابلہ کیا اور ہر ابھرنے والے فتنے کو وہیں دفن کردیا، مگر بدقسمتی یہ ہے کہ مرزا غلام قادیانی نے جس وقت اور جس ملک میں اپنے فتنے کا آغاز کیا وہ وقت اور وہ ملک اسلامی حکومت سے محروم ہوچکا تھا، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو مرزا کا بھی وہی حشر ہوتا جو اسود عنسی اور مسلیمہ کذاب کا ہوا تھا، اب مسلمانوں کیلئے اس فتنہ کو روکنے کیلئے علمی جہاد یعنی بحث ومباحثہ تحریر وتقریر ہی ایک راستہ تھا۔ الحمدللہ علماء حق نے علمی جہاد کے ذریعہ بہت حد تک اس فتنہ کو دبایا جس کا اندازہ اس اقتباس سے ہوتا ہے 'فتنہ قادیانیت ایک بہت بڑے فتنہ کی شکل میں ابھرا تھا چنانچہ محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اتنا بڑا فتنہ تھا جس کے آغاز کے وقت ایسا اندازہ ہوتا تھا کہ یہ ملت اسلامیہ کو اپنے بہاؤ میں بہا کرلے جائے گا، لیکن علماء دیوبند نے اس کے آگے بندیا باندھ کر اس فتنہ کی شرانگیزیوں اور گمراہیوں سے امت کو محفوظ کردیا۔ (آئینہ قادیانیت)

علماء کی بے شمار قربانیوں کے باوجود فتنۂ قادیانیت کے پھیلاؤ کا سب سے بڑا راز ہے کہ اس فتنہ نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے، جس سے مسلمان آسانی سے اس کے مکروفریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ فتنہ اپنے بل بوتے پر قائم نہیں ہو، بلکہ ابتدا ہی سے اسے یہودیوں اور عیسائیوں کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ نیز زن، زر، زمین اور مال و دولت کو بھی اس کے لئے بڑے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا جس میں اس کو بڑی کامیابی ملی ہے، اسی طرح متفقہ مسائل وعقائد میں شکوک وشبہات اور بحث ومباحثہ کے ذریعہ مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنے میں بھی اس فتنہ کو بڑی کامیابی حاصل ہے، اسی لئے مباحثہ ومناظرہ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام، ختم نبوت کا مفہوم، اجرائے نبوت، امام مہدی کی تشریف آوری جیسے علمی ودقیق مسائل وعقائد پر گفتگو کرتے ہیں۔ (ماخوذ آئینہ قادیانیت)

ختم نبوت کا تعلق براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، چونکہ جب کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختم نبوت کو چھیننے کی ناپاک کوشش کرتا ہے، لہٰذا ختم نبوت کی حفاظت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختم نبوت کی حفاظت ہے۔ ختم نبوت کا تحفظ ایمان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اپنی غیرت وحمیت کا ثبوت بھی ہے چونکہ قادیانیوں نے ختم نبوت کے ساتھ ساتھ اسلام کی دیگر بنیادوں کو بھی تبدیل کر دیا ہے۔ چنانچہ کلمہ طیبہ میں محمد سے محمد رسول اللہ کے بجائے مرزا غلام احمد قادیانی کو مراد لیتے ہیں، قرآن مجید کے بجائے تذکرہ نامی کتاب پر ان کا ایمان ہے، مکہ ومدینہ کے بجائے قادیان ان کا مرکز عقیدت ہے، حوارین مرزا کو خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا درجہ دیا جاتا ہے، امہات المومنین کے بجائے مرزا کی بیوی کو ام المومنین کہا جاتا ہے، حضرت فاطمہ کی جگہ مرزا کی بیٹی کو جنتی عورتوں کا سردار کہا جاتا ہے۔ کیا اب بھی مسلمان تماشائی بنے رہیں گے یا اپنی غیرت وحمیت کا ثبوت پیش کریں گے؟ یاد رہے کہ عقیدۂ ختم

نبوت سے چشم پوشی کیسے کی جائے جبکہ ختم نبوت ایک ایسا صاف اور واضح مسئلہ محرومی ہے۔ آخر اس سے چشم پوشی کیسے کی جائے، جبکہ ختم نبوت ایک ایسا صاف اور واضح مسئلہ ہے کہ اس کے خلاف بات سننا بھی اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے، چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا فتویٰ ہے کہ جھوٹے مدعی نبوت پر دلیل مانگنے والا بھی کافر ہے۔

موجودہ زمانہ میں عقیدۂ ختم نبوت سے بہت غفلت ولاپروائی برتی جارہی ہے۔ دین وایمان سے دوری اور جہالت وبے دینی کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس اسلامی بنیادی عقیدے سے غافل ہے، اور وہ قادیانی جو مسلمانوں کے عقیدۂ ختم نبوت پر حملہ کر کے مسلمانوں کو مرتد بنا رہے ہیں مسلمان یا تو ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے یا پھر ان کو زیادہ سے زیادہ ایک گمراہ فرقہ تصور کرتے ہیں، جبکہ قادیانی عالم اسلام سے متفقہ فیصلہ سے مرتد وزندیق ہیں، حکومت پاکستان نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ ایک طرف مسلمانوں کی غفلت ولاپروائی دوسری طرف قادیانیوں کی جدوجہد، نتیجہ یہ ہے کہ مسلم معاشرہ قادیانیت کا فتنہ شہروں میں پھیلتا جارہا ہے، مسلمانوں کی جہالت وغفلت نے ان کے لئے میدان کو اس قدر ہموار کر دیا ہے کہ قادیانی مسلم اکثریتی علاقوں میں بلاخوف وخطر اپنا مشن جاری رکھے ہوئے ہے، فتنۂ قادیانیت مسلمانوں کیلئے تباہ کن اس لئے بھی ہے کہ اس کا سارا زور مسلمانوں کے خلاف ہوتا ہے وہ غیر مسلم پر محنت نہیں کرتے مسلمان ہی ان کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے مکروفریب کا شکار بنا رہا ہے۔

ان حالات میں امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کی ذمہ داری ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کی فکر کرتے ہوئے قادیانیت کا مقابلہ کیا جائے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے جزو ایمان ہونے کو عوام الناس کو سمجھایا جائے، قادیانیوں کی جلعسازی اور ان کے مکروفریب سے امت کو واقف کرایا جائے، پورے مسلم معاشرہ پر حساس نگاہ رکھی جائے جہاں قادیانی کی آمد کی

اطلاع ہواس کے خلاف سخت کارروائی کی جائے ،حکومت ہند سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ قادیانی کیلئے لفظ ’’مسلم‘‘ کے استعمال کرنے پر پابندی عائد کرے ، جن علاقوں میں قادیانیت پھیل چکی ہو وہاں علماء کی نگرانی میں حالات کا جائزہ لے کرایسا لائحہ عمل تیار کیا جائے جس سے مسلمانوں کا ایمان محفوظ اور قادیانیت کا خاتمہ ہوجائے ، جن علاقوں میں مال ودولت کے ذریعے غریب مسلمانوں کے ایمان پر حملہ کیا جارہے وہاں بیت المال قائم کر کے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی جائے اور نوجوان صحتمند افراد کیلئے روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں ۔ مساجد تعمیر کر کے مکاتب کانظام چلایا جائے اور جہاں مساجد قائم ہیں وہاں قادیانیت سے واقف تجربہ کار ائمہ کرام کا تقرر کیا جائے اور کوشش اس بات کی ، کی جائے کہ تنخواہ معیاری ہوتا کہ علماء معاشی الجھنوں سے دور رہ کر یکسوئی وانہماک اور ہمت وحوصلہ کے ساتھ قادیانیت کا مقابلہ کر کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کرسکیں ، اسی طرح مفت تعلیم (دینی عصری) کا نظم کیا جائے ۔

نیز رشتہ طے کرنے سے پہلے جانبین سے مذہب وعقیدہ کی خوب تحقیق کرائی جائے ، چونکہ قادیانیوں کی ایک کوشش یہ بھی ہے کہ تحفظ اور امت مسلمہ کوکفر وارتداد سے بچانے کی یہ چند موثر تدابیر ہیں ، تمام مسلمانوں کو ان امور کی طرف توجہ دینا چاہئے خصوصاب اہل علم اور مال والوں کو زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ ’’جنگ یمامہ‘‘ میں شہید ہونے والے حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں اپنی جانیں نچھاور کردیں ۔ آج امت مسلمہ سے جان نہیں مال ووقت اور صلاحیت کی قربانی مانگی جارہی ہے ۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ حضرات صحابہ کی پیروی کرتے ہوئے حسب استطاعت قربانی پیش کر کے اپنے آپ کو شفاعت محمدیؐ کا مستحق بنالے ! اللہ تمام مسلمانوں کو اس ضرورت وتقاضے کو سمجھ کر ہر طرح کی قربانی دینے کی توفیق عطاء فرمائے ۔ (آمین)

☆☆

مجموعہ القاسم: جلد سوم — تحفظ ناموس رسالتؐ

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا تاریخ ساز دن

● علامہ ارشد الحسنی

دین اسلام میں عقیدہ توحید کے بعد دوسرا اہم اور بنیادی عقیدہ ختم نبوت کا ہے ، پہلی امتوں کے لیے اس بات پر ایمان لانا لازم تھا کہ ان کے انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور نبی ورسول آئیں گے اور اس امت کے لیے اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی یا رسول نہیں آئے گا ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی پیدا ہوگا وہ امتی کہلائے گا ، لیکن نبی نہیں بن سکتا ، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور قرب قیامت میں تشریف لائیں گے ، لیکن ان کی آمد کا مقصد بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پرچار ہوگا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی تشریف لاچکے ہیں اور اپنے دور نبوت میں وہ بنی اسرائیل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری بھی سنا چکے ہیں جو کہ ’’سورہ الصّف‘‘ میں موجود ہے ’’ کہ میرے بعد ایک رسول تشریف لائیں گے ‘‘ ، جن کا نام نامی اسم گرامی ’’احمد‘‘ ، صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا ۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے متعلق ارشاد فرمایا جو کتب احادیث میں موجود ہے کہ ’’میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا ثمر اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت بن کر آیا ہوں ‘‘ ۔ ہمارا ایمان ہے کہ یہ دین اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے اور اس کا اعلان پروردگار کریم نے حج الوداع کے موقع پر خود زبان نبوت سے کروادیا ہے کہ ’’ آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کردیا ہے اور تم پر اپنا احسان پورا کردیا ہے اور

تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے‘‘(سورہ المائدہ) اور ساتھ یہ بھی ایمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں ’’سورہ احزاب‘‘ میں واضح طور پر موجود ہے کہ ’’حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں‘‘۔

درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اس امت پر پروردگار کریم کا احسان عظیم ہے کہ اس عقیدے نے اس امت کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا ہے، پوری دنیا میں آج مسلمان عقائد وعبادات، احکامات اور ارکان دین کے لحاظ سے جو متفق ہیں وہ صرف اسی عقیدہ کی برکت ہے، مثلاً:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جس طرح پانچ نمازیں فرض تھیں آج بھی وہی ہیں، رمضان المبارک کے روزے، نصاب زکوٰۃ، حج وعمرہ کے ارکان، صدقہ فطر وعشر کا نصاب، قربانی کا طریقہ، ایام عیدین سب اسی طرح ہے جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھا، یہ سب عقیدہ ختم نبوت کی وجہ سے ہے ورنہ اسلامی عقائد وارکان سلامت نہ رہتے، اسلامی عقائد وارکان کی سلامتی کا سب سے بڑا سبب عقیدہ ختم نبوت ہے چونکہ یہ عقیدہ اسلام کی عالمگیریت اور حفاظت کا ذریعہ ہے، اس لیے دنیائے کفر شروع سے ہی اس عقیدہ میں دراڑیں ڈالنے میں مصروف ہے، تاکہ دین اسلام کی عالمگیریت اور مقبولیت میں رکاوٹ کھڑی کی جاسکے اور کسی طرح اس کے ماننے والوں کے ایمان کو متزلزل کیا جاسکے، ان سازشوں کا سلسلہ دور نبوت میں مسیلمہ کذاب سے شروع ہوا اور فتنہ قادیانیت تک آن پہنچا، لیکن ہر دور میں قدرت نے ان سازشوں کو ناکام کیا ہے اور ان شاء اللہ العزیز قیامت تک یہ سازشیں ناکام ہوتی رہیں گی اور دین اسلام اور ختم نبوت کا پرچم سدا بلند رہے گا۔

فتنہ قادیانیت کا آغاز ہندوستان کے ایک قصبہ ’’قادیان‘‘ سے ہوا اس کا بانی انگریز کا

خود ساختہ ایجنٹ ’’مرزا غلام احمد قادیانی‘‘، تھا جس نے انگریز رؤسا کو خوش کرنے کیلئے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا تو کبھی نبوت کا اعلان کیا، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپ کو افضل کہا اور کبھی سب انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا، کبھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو کبھی ’’تذکرہ‘‘ نامی کتاب کو قرآن مجید سے افضل قرار دیا، کبھی قادیان حاضری کو حج وعمرہ سے افضل کہا تو کبھی اپنے گھر والوں اور ماننے والوں کو صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل قرار دیا، حتیٰ کہ اپنی بیویوں کو ’’امہات المومنین‘‘ اور ماننے والوں کو صحابہ قرار دیا (نعوذ باللہ)، الغرض اس سے جو ہوا اس نے کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے امتیوں سے جو ہو سکتا تھا انہوں نے خدا کے فضل سے کر دکھایا۔

1930ء میں شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر لاہور میں انجمن حمایت اسلام کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں ملک بھر سے پانچ سو سے زائد علماء کرام شریک ہوئے، استاذ المحدثین، محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ بھی اس اجتماع میں شریک تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوران خطاب عقیدہ ختم نبوت پر نہایت جامع بیان فرمایا اور پھر اس کے بعد فرمایا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی تردید کے لیے اپنے شاگرد رشید، نواسہ پیغمبر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور تردید قادیانیت کا محاذ ان کے سپرد کرتا ہوں، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ’’امیر شریعت‘‘ کا لقب دیا گیا اور تمام علماء کرام نے ان کے ’’دست حق پرست‘‘ پر بیعت کی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں فتنہ قادیانیت کے خلاف سرگرم عمل ہوگئے، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بھی اپنے استاد محترم کی خوب لاج رکھی اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دن رات ایک کر دیا، آپ نے 1934ء میں ملتان کی مسجد سراجاں میں اپنے رفقاء کے ساتھ طویل

مشاورت کے بعد ایک غیر سیاسی جماعت ''مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کی بنیاد رکھی جس کا مقصد صرف اور صرف عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ تھا۔ 1947ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا تو قادیانیت کا فتنہ پاکستان آپہنچا، مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا محمود نے دریائے چناب کے کنارے چنیوٹ کے قریب ایک بڑے زمینی حصے کو کوڑیوں کے دام خرید لیا اور ''ربوہ'' کے نام سے اپنا اڈہ قائم کرلیا، سوئے اتفاق پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ''ظفر اللہ خان'' قادیانی تھا، چنانچہ قادیانیوں کے لیے ابتدا ہی سے اہم کلیدی آسامیوں اور عہدوں کا حصول آسان ہوگیا اور وہ سرعام اپنے جھوٹے نبی کے مشن کو پھیلانے لگے، مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے تمام مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر یکجا کیا اور 1953ء میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں قادیانیت کے خلاف تحریک چلی۔ اس تحریک میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت پیر مہر علی شاہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا ظفر علی خان، مولانا ابوالحسنات قادری، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، حضرت مولانا محمد اجمل خان اور دیگر اکابرامت نے اہم اور بنیادی کردار ادا کیا، پورے ملک کے طوفانی دورے کیے اور عوام کو اس خطرناک فتنہ سے آگاہ کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان اکابر کی محنت کا نتیجہ تھا کہ 10 ہزار نوجوانوں نے لاہور کے مال روڈ کو اپنے خون سے سرخ کردیا اور جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہوئے اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، متاع عالم ایجاد سے پیارے، پدر، مادر، برادر، جان، مال واولاد سے پیارے ان خوش بختوں نے جنگ یمامہ کی یاد تازہ کردی اور قادیانیت کی نیندیں حرام کر دیں، حکومت وقت نے اس تحریک کو بظاہر کچل دیا، لیکن درحقیقت یہ تحریک ہی 1947 میں فتنہ قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔

22 فروری 1947ء کو نشتر کالج کے طلبہ کا ایک گروپ ''شمالی علاقہ جات'' کی

سیر و تفریح کی غرض سے ملتان سے پشاور جانے والی گاڑی چناب ایکسپریس کے ذریعہ روانہ ہوا جب گاڑی ربوہ (چناب نگر) پہنچی تو مرزائیوں نے گاڑی میں مرزا قادیانی کا کفر والحاد پر مشتمل لٹریچر تقسیم کرنا شروع کردیا جس سے طلبہ اور قادیانیوں میں جھڑپ ہوتے ہوتے رہ گئی، 29 مئی 1947ء کو طلبہ چناب ایکسپریس کے ذریعے واپس آرہے تھے کہ گاڑی ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو قادیانیوں نے طلبہ پر حملہ کردیا اور اتنا تشدد کیا کہ وہ خون میں نہا گئے جب گاڑی فیصل آباد پہنچی اور عوام نے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کو اس زخمی حالت میں دیکھا تو وہ برداشت نہ کرسکے اور قادیانیت کے خلاف تحریک کا آغاز ہوگیا، یہ خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ہر شخص ختم نبوت کا وکیل نظر آیا اور پورے ملک میں احتجاجی ریلیوں، جلسوں اور جلوسوں کا سیلاب امڈ آیا، ختم نبوت کی برکت سے تمام مکتبہ فکر کے علماء کرام ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور اتفاق رائے سے ''مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کا صدر محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری اور سیکرٹری جنرل علامہ محمود احمد رضوی کو منتخب کرلیا گیا۔ علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک چلی اس تحریک میں آپ کے ہمراہ مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا عبدالحق، مولانا سید ابوذر بخاری، مولانا محمد اجمل خان، مولانا خواجہ خان محمد، مولانا عبیداللہ انور، آغا شورش کشمیری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا سید مودودی، مولانا عبدالقادر روپڑی، نواب زادہ نصر اللہ، مظفر علی شمسی اور دیگر اہم رہنما شامل تھے۔

حکومت تحریک کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئی، قومی اسمبلی میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحق، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چودھری ظہور الٰہی مرحوم اور دیگر کررہے تھے، مذکورہ حضرات نے شب وروز کی کوششوں سے وہ تمام لٹریچر جمع کیا جو خصوصی کمیٹی کے لیے ضروری تھا، شہداء ختم

نبوت کا مقدس خون اور قائدین تحریک تحفظ ختم نبوت کی بے لوث قربانیاں رنگ لے آئیں، قومی اسمبلی نے مرزا ناصر پر 11 دن اور مرزائیت کی لاہوری شاخ کے امیر پر 7 گھنٹے مسلسل بحث کی، 7 ستمبر 1947ء کو وہ مبارک دن آ پہنچا جب قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر دن کے 4 بج کر 35 منٹ پر قادیانیوں کی دونوں شاخوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قائد ایوان کی حیثیت سے خصوصی خطاب کیا، عبدالحفیظ پیرزادہ نے اس سلسلے میں آئینی ترمیم کا تاریخی بل پیش کیا جسے اتفاق رائے سے منظور کیا گیا اور اس عظیم کامیابی پر حزب اقتدار و حزب اختلاف خوشی و مسرت سے آپس میں بغل گیر ہوگئے۔

آغا شورش کشمیری، علامہ محمود احمد رضوی، مولانا محمد اجمل خان، اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کہا کرتے تھے کہ مولیٰ ''تیری ادا پر قربان جائیں کہ تو نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا فیصلہ کسی چوک اور چوراہے میں نہیں کرایا، بلکہ پارلیمنٹ میں کروایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو دعویٰ نبوت کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ قادیانی آج بھی پاکستانی قانون کے مطابق غیر مسلم ہونے کے باوجود اپنی سازشوں میں مصروف ہیں اور وہ سادہ لوح مسلمانوں کو یہ کہہ کر دھوکا دے رہے ہیں کہ ہمارا کلمہ، نماز، روزہ تم جیسا ہے پھر فرق کس بات کا ہے، پھر ہم کافر کیوں؟ اس کا واضح اور دوٹوک جواب ان کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننا ہے اور حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی امتی کا دعویٰ نبوت کفر ہے اور اس کی نبوت کو تسلیم کرنا بھی کفر ہے، آیئے آج ہم اس بات کا عہد کریں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دن رات ایک کردیں گے، اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی قدردان ہے وہ اس عمل پر یقیناً اپنی رضا اور جنت کی صورت میں نوازے گی۔ ختم نبوت زندہ باد...

☆☆

ختم نبوت، قرآن، حدیث اور آثار کی روشنی میں

● ڈاکٹر شہاب الدین

''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین''.

نہیں ہیں محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ، لیکن آپؐ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

مذکورہ بالا آیت میں ہمارے مقصد کا زیادہ تعلق صرف ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبین'' سے ہے۔ لہٰذا آئندہ ہماری بحث صرف اسی جملہ کے متعلق ہوگی۔ خدائے علیم وحفیظ ہی خوب جانتا ہے کہ اس نے اپنے کلام کے ایک ایک لفظ میں کیا کیا اسرار اور نکات رکھے ہیں اور کیا کیا اُس کے فوائد ہیں، ہم اپنے فردۂ علم سے جس قدر سمجھ سکتے ہیں پیش کرتے ہیں۔

اس آیت میں چند کلمات ہیں ''ولکن ۔رسول اللہ خاتم النبین'' جن میں سے واو عطف کے لئے ہے اور لکن استدراک، یعنی ازالہ شبہ کے لئے اور لفظ اللہ محتاج بیان نہیں۔ البتہ باقی تین لفظ یعنی رسول اور خاتم اور النبین زیادہ تفصیل طلب ہیں اور بالخصوص آخر کے دو لفظ، کیونکہ فرقۂ مرزائیہ نے اس آیت کی تحریف کا راستہ انہیں دو لفظوں کو بنایا ہے، لہٰذا ان الفاظ کے متعلق کسی قدر تفصیل ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

''رسول'' جس شخص کو خداوند عالم اپنی وحی کے ساتھ مشرف فرما کر مخلوق کی طرف تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجتا ہے اور ساتھ میں نئی اور مستقل شریعت بھی دیتا ہے۔ اس کو

رسول اور نبی کہتے ہیں، پھر ان دونوں لفظوں کی شرح میں علمائے عرب و اصول کے مختلف اقوال ہیں۔

لفظ خاتم کی لغوی تحقیق:

اس لفظ کے بارے میں آیت مذکورہ میں دو قرأتیں ہیں یعنی جن حضرات نے اس لفظ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اُن میں سے بعض نے آپ کو خاتم 'ت' کے زیر کے ساتھ پڑھتے ہوئے سُنا ہے اور بعض نے خاتم 'ت' کے زبر کے ساتھ۔

پھر امام المفسرین والمحدثین ابن جریر طبریؒ اور جمہور مفسرین نے اپنی اپنی تفسیروں میں فرمایا ہے کہ دوسری قرأۃ یعنی خاتم 'ت' کے زبر کے ساتھ صرف دو قاریوں حسن اور عاصم کی قرأۃ ہے ان کے علاوہ تمام قاریوں کے نزدیک پہلی قرأۃ، یعنی خاتم بکسر تاء مختار ہے۔

(۲) اور جب آیت میں زیر اور زبر دونوں قرأتیں موجود ہیں تو ضروری ہے کہ ہم خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح دونوں لفظوں کی مفصل شرح ناظرین کے سامنے پیش کریں اور وہ یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ کلامِ عرب میں چند معانی کیلئے مستعمل ہوتے ہیں جن کو ذیل میں ایک نقش کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں لفظ سات معانی میں مستعمل ہوتے ہیں جن میں شروع کے پانچ دونوں میں مشترک ہیں اور ۶ فقط خاتم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہے اور نمبر ۷ خاتم بالفتح کے ساتھ خاص ہے۔ اس کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ آیت مذکورہ میں خاتمِ بالکسر کے چھ معنوں میں کون سے معنیٰ ہوسکتے ہیں، اور خاتم بالفتح کے ۶ معنے میں سے کون سے۔ سو یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے اور دوسرے معنے یعنیٰ نگینہ مہر اور انگشتری آیت میں کسی طرح حقیقت کے اعتبار سے مُراد نہیں ہوسکتے اور باجماع علماء لغت اور باتفاق عقلائے دُنیا جب تک حقیقی معنے درست ہوسکیں اس وقت تک مجازی کو اختیار کرنا باطِل ہے لہٰذا پہلے اور

دُوسرے معنے ہرگز مراد نہیں۔ چوتھے پانچویں معانی کا تو آیت میں کسی انسان کو وہم بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ اس آیت میں نہ حقیقتاً درست ہیں نہ مجازاً۔ اسی طرح ساتویں معنے یعنیٰ مہر کا نقش یہ بھی حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے آیت میں مُراد نہیں ہوسکتے اور مجازی معنے مُراد لینے کی کوئی وجہ نہیں، لہٰذا اب صرف دو احتمال باقی ہیں۔ تیسرے معنے یعنیٰ آخر قوم اور چھٹے معنے یعنیٰ ختم کرنے والے۔ اور یہ دونوں معنے بلا تکلّف آیت میں حقیقت کے اعتبار سے درست ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ ان میں سے پہلے معنے دونوں قرأتوں، یعنی خاتمِ بالکسر اور خاتمِ بالفتح پر درست ہیں۔ اور دُوسرے معنے صرف خاتم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہیں۔

قرآن مجید کی حقانیت کی روشن دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا بعض اپنے بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ اس لئے آیئے ہم آپ کو دکھلائیں کہ خود کتاب مبین اس آیت کی کیا تفسیر کرتی ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ جیسا کہ اہم تھا قرآن عزیز نے اس کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے تقریباً سو سے زائد آیات میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے جن میں سے صرف چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں جو انشاءاللہ تعالیٰ آیت خاتم النبیین کی تفسیر اور اس کے مطلب کی توضیح کیلئے کافی ہے۔

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی". (۳)

(ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی)۔

اس آیت نے صاف یہ بتلا دیا کہ دین اسلام اور نعمت نبوت و وحی وغیرہ نبی کریم ﷺ پر تمام ہوچکی ہے آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت اور گنجائش نہیں ہے۔ نیز آنحضرت ﷺ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔

"قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیر او نذیراً".

(آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس کیلئے

آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر۔)

ان آیتوں اور ان کی امثال اور چند آیتوں میں بھی صاف اعلان فرما دیا گیا ہے کہ آنحضرتﷺ دنیا کے تمام انسانوں کیلئے رسول ہیں۔تفسیر قرآن مجید کی جو ترتیب ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اس میں دوسرا درجہ حدیث کا ہے۔اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ آیت کی وہ تفسیر جو ہم اوپر لغتِ عرب اور خود قرآن عزیز سے نقل کر چکے ہیں۔احادیث میں بھی ایک بہت بڑا دفتر اس تفسیر کا شاہد ہے جس کے دیکھنے کے بعد ایک مسلمان کو کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ مذکورہ بالا تفسیر کے علاوہ اور کوئی تفسیر آیت خاتم النبیین کی نہیں ہو سکتی۔اس جگہ بضمنِ تفسیر ایک دو حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے اور ایک سلیم الطبع مسلمان کیلئے وہ بھی زائد ہیں۔

ختم نبوت کی احادیث متواتر ہیں جس کی تفصیل سے پہلے ہم مختصر طور پر متواتر کے معنے اور اُس کا حکم بتلاتے ہیں۔

خبرِ متواتر:

وہ خبر ہے جس کے نقل کرنیوالوں کی تعداد اس کثرت سے پائی جائے کہ اُنکی کثرت و حیثیت کو دیکھ کر عقل کو یہ گنجائش نہ ہو کہ اُن سب کا جھوٹ پر متفق ہو جانا تسلیم کر لے۔

خبر متواتر کا حکم یہ ہے کہ اُس سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ قطعی اور یقینی اور ایسا ہی بدیہی ہوتا ہے، جیسا مشاہدات کا علم! اسی طرح حدیث متواتر کو سمجھنا چاہیئے کہ جس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے آپ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک اِس کثرت سے ہوں کہ اُن کا کسی واقعہ پر اتفاق کر کے جھوٹ بولنا محال ہو وہ حدیث متواتر ہے۔متواتر کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ روشن مثال محدثین نے حدیث

ذیل کو قرار دیا ہے۔

”من کذب علّی متعمدا فلیتبوء مقعده من النار“.

(جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر افترا کرے اُس کو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں سمجھ لینا چاہئے)۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے تواتر کو ثابت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ سو اسنادوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جن میں سے ۳۰ر اسنادیں حسب قواعد محدثین صحیح ہیں۔اور جب تواتر کی اعلیٰ حد یہ ہے تو میں کہتا ہوں کہ احادیث ختم بنوت کے متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ ختم نبوت کی احادیث صریحہ سو سے بھی زاید ہیں جن میں سے تقریباً چالیس حدیثیں بتصریحات محدثین صحیح ہیں۔صرف اتنا فرق ہے کہ حدیث **”من کذب علّی متعمداً“** کے الفاظ بھی متواتر ہیں، اور احادیث ختم نبوت متواتر المعنیٰ ہیں۔

حدیث نمبر ۱۔”عن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنه' واجمله' الا موضع لبنته من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له' ویقولون هلّا وضعت هذه البنت وانا خاتم النبیین“

(حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اُس کو بہت عُمدہ اور آراستہ پیراستہ بنایا، مگر اُس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی، پس لوگ اُس کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی، تا کہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کیا اور مجھ سے ہی قصر نبوت مکمّل ہوا اور میں ہی خاتم النبیین ہوں (یا) مجھ پر تمام رسل ختم کر دیئے گئے۔)

حدیث نمبر۲۔ ”لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی“۔

(قیامت اُس وقت تک نہیں قائم ہوسکتی جب تک کہ بہت سے دجّال اور جھوٹے نہ اٹھائے جائیں جن میں سے ہر ایک یہ بکتا ہو کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبین ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں)۔

نبی کریم ﷺ کی محبّت وشفقت جوامّتِ مرحومہ کے ساتھ ہے وہ محتاج بیان نہیں، اور پھر یہ بھی مسلم ہے کہ زمانۂ ماضی ومستقبل کے جتنے علوم وحالات آپکو عطا کئے گئے ہیں وہ نہ کسی نبی کو حاصل ہیں اور نہ کسی فرشتہ کو۔ آنحضرت ﷺ کی انتہائی شفقت اور مربیانہ تعلیم اور آیات واحادیث مذکورہ بالا کو دیکھتے ہوئے ایک مسلمان، بلکہ ایک منصف مزاج انسان یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی اس عالم میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ ورنہ لازمی تھا کہ آپ اِن سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اُس نبی کا ذکر فرماتے، کیونکہ اِن سب کا اتباع اُمّت کی نجات کا مدار ہیں اور نبی خواہ وہ کسی قسم کا ہو جب کسی اُمّت میں بھیجا جائے تو اس کی پیروی اس اُمّت کے لئے مدار نجات ہوجاتی ہے۔ بغیر اُس کی پیروی کے اُن کے سارے عمل بے کار سمجھے جاتے ہیں۔

سو آیات قرآنیہ اور دوسو احادیث نبویہ ”علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ و التسلیم“۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقائے نامدار خاتم النبیا ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی نہیں اور کسی قسم کا نبی تشریعی یا غیر تشریعی طور پر آپ کے بعد پیدا نہیں ہوسکتا، بلکہ ہر مدعی نبوّت کذاب ودجّال ہے۔

مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت:

اسلامی تاریخ میں یہ بات درجۂ تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ مسیلمہ کذاب نے آنحضرت

ﷺ کی موجودگی میں نبوّت کا دعویٰ کیا اور ایک بڑی جماعت اس کی پیرو ہوگئی، اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلی مہم جہاد جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں چلائی ہے وہ اسی کی جماعت کے خلاف تھی۔ جمہور صحابہ مہاجرین و انصار نے اس کو محض دعوئے نبوت کی وجہ سے اور اس جماعت کو اس کی تصدیق کی بنا پر کافر سمجھا اور باجماع صحابہ وتابعین ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو ارتداد کی راہ اختیار کرنے والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور یہی اسلام میں سب سے پہلا اجماع تھا، حالانکہ مسیلمہ کذاب بھی مرزا کی طرح آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کا منکر نہ تھا، بلکہ بعینہ مرزا کی طرح آپ کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی مدعی تھا یہاں تک کہ اُس کی اذان میں برابر اشھدان محمد رسول اللہ پکارا جاتا تھا اور وہ خود بھی بوقتِ اذان اس کی شہادت دیتا تھا۔ الغرض نبوت وقرآن پر ایمان اور نماز روزہ سب ہی کچھ تھا، مگر ختم نبوت کے بدیہی مسئلہ کے انکار اور دعویٰ نبوت کی وجہ سے باجماع صحابہ کافر سمجھا گیا۔(۱۰)

ابتدائے اسلام میں مدعیان نبوت:

جھوٹی نبوت کی دعویداری کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عہد ہی میں شروع ہوگیا تھا، قبائلی عصبیت اور قریش سے سیادت، قیادت میں مقابلہ آرائی اس کا بنیادی محرک تھی، یمن میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کے متبعین کی بڑی تعداد ہوگئی، مگر یہ تحریک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے قبل ہی فنا کے گھاٹ اتار دی گئی۔

یمامہ میں مسیلمہ بن حبیب نے جو مسیلمہ کذاب کے نام سے مشہور ہوا، اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، اس نے ہجرت کے دسویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط میں لکھا:

”مسیلمہ رسول اللہ کی جانب سے محمد رسول کے نام، آپ پر سلامتی ہو، میں آپ کے

ساتھ اس امر (نبوت) میں شریک کیا گیا ہوں، نصف زمین ہمارے لئے ہے اور نصف قریش کیلئے، لیکن قریش زیادتی کرنے والے ہیں۔"

اس خط کو لے کر مسیلمہ کے دو ایلچی حضورؐ کے پاس آئے، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ: مجھ سے اشجع کے ایک بزرگ نے مسیلمہ بن نعیم بن مسعود اشجعی سے روایت کی ہے کہ ان کے والد نے کہا کہ مسیلمہ کے خط کو پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قاصدوں سے فرمایا کہ: "تم دونوں کیا کہتے ہو؟ بولے وہی جو مسیلمہ نے کہا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ: "خدا کی قسم اگر ایسا نہ ہوتا کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔" پھر آپؐ نے مسیلمہ کو خط لکھوایا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام، سلامتی ہو ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر، زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنادے اور عاقبت پرہیزگاروں کیلئے ہے۔"

بنو اسد میں طلحہ بن خویلد ظاہر ہوا اور نبوت کا دعویٰ کیا، حضورؐ کے وصال کے بعد یہ مسئلہ کافی سنگین ہو گیا، اسد، غطفان اور طئی کے قبیلے اس کے پیچھے چل پڑے۔ بنو یربوع کی ایک عورت نے بھی ادعائے نبوت کیا جس کا نام سجاح بنت حارث تمیمہ تھا، متنبّی یمامہ مسیلمہ نے اس سے شادی کر لی تو سجاح اور تغلب کے اس کے ساتھیوں نے مسیلمہ کے ساتھ اتحاد کر لیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں مرتدین سے قتال اور تحریک ارتداد کی سرکوبی کیلئے کئے گئے حملے کامیابی سے ہمکنار ہوئے، ان حملوں میں سب سے اہم اور شدید ترین معرکہ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ پیش آیا، مسیلمہ کی شکست اور قتل پر اس کا خاتمہ ہوا۔ عجیب بات ہے بعض مدعیان نبوت نہ صرف ہوش وخرد کی طرف لوٹ آئے، بلکہ اسلامی فتوحات جیسے فتح عراق وفارس میں خوب دادِ شجاعت دی، حضرت طلیحہ اسدی بھی انہیں میں ایک تھے۔

اسلام سے منسوب جماعتوں کے بانیوں کا دعویٰ نبوت:

۱۔ سلسلہ شیخیہ

احمد احسائی مولود ۱۱۵۷ھ کو سلسلہ شیخیہ کا بانی مرشد مانا جاتا ہے، یہ ایک باطنی متصوف تھا، جو مہدی منتظر کی تبلیغ کرتا تھا، احسائی کے مرنے کے بعد سلسلہ کی شیخیت کو اس کے شاگرد کاظم رُشتی نے سنبھالا جس کی پیدائش ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۵ء میں ہوئی تھی اور وفات ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء میں کربلا میں ہوئی۔ (۱۱)

۲۔ بابیت

رُشتی کے مرنے کے بعد سلسلہ شیخیہ کے پیروکار تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے، جن میں سب سے مضبوط اور طاقتور فرقہ وہ تھا جس کی قیادت ملا حسین بشرونی کے ہاتھ میں تھی، احسائی اور رُشتی کی بشارتوں کے مصداق مہدی منتظر کی تلاش میں ملا حسین اور ان کی جماعت نے شہروں شہروں کا گشت کیا اور اس جہاں گردی کا خاتمہ شیراز میں ہوا، جہاں ملا حسین کی ملاقات انتہائی عجیب وغریب انداز اور بیحد مشکوک حالات میں علی محمد شیرازی نام کے ایک شخص سے ہوئی۔ ملا حسین نے دعویٰ کیا کہ مہدی منتظر کی تمام تر صفات علی محمد پر منطبق ہیں، یہیں سے سلسلہ شیخیہ ایک نئے موڑ میں داخل ہوا اور بابی تحریک اس کے قائم مقام ہو گئی یہ واقعہ ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء کو پیش آیا، علی محمد شیرازی نے باب کا لقب اختیار کیا اور ملا حسین بشرونی کو باب الباب کا خطاب دیا اور تحریک کے پہلے آٹھ داعیوں کو "حی" کا خطاب دیا گیا، جنہوں نے تحریک کی تبلیغ واشاعت کی۔

ڈاکٹر عبدالفتاح برکہ اپنی ایک تقریر میں اس تحریک کے بانیوں کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ: جب ۱۹۱۷ء میں زار روس کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو کمیونسٹوں نے زار حکومت کی خفیہ رپورٹوں کو شائع کر دیا، ایک رپورٹ کے مطابق حکومت نے دو

مبلغوں کو فرضی ناموں سے ایران بھیجا، جن کے نام احمد احسائی اور کاظم رُشتی ہیں، اس رپورٹ کے شائع ہوتے ہی حکومت برطانیہ نے تیزی کے ساتھ ان دونوں سے رابطہ کیا اور ان کی مالی مدد کی، تاکہ ان کی تخریبی کوششوں سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

ملاحسین بشرونی اور علی محمد شیرازی کی ملاقات کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں تھی، بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ شیرازی مغربی استعمار کے ایجنٹوں میں سے تھا اور نئے مرحلے میں تحریک کی قیادت کیلئے نامزد کیا گیا تھا، رشتی پہلے ہی سے اس سے واقف تھا اور اسے خفیہ کلمات سے آگاہ کردیا تھا اور اسی کے کہنے پر ہی شیرازی نے بشرونی سے ملاقات کی اور یہ دعویٰ کیا کہ اس کی صفات مہدی منتظر کی صفات کے مطابق ہیں اور ہوا بھی وہی جو رشتی نے چاہا تھا۔

فرقہ بابی کے افکار وعقائد:

محمد علی شیرازی نے ۲۵ سال کی عمر میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا، مقامی اداروں نے اس کے اس دعوے کی ترویج واشاعت کی اور بہت سے لوگ اس کے سحر انگیزی کا شکار ہوگئے، اپنے استاد رشتی کے مرنے کے بعد اس نے اپنا نام ''باب'' رکھ لیا اور دعویٰ کیا کہ وہ اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہے اور حدیث شریف: ''**انا مدینة العلم و علی بابها**'' (میں شہر علم اور علی اس کے دروازے ہیں) کی تاویل کی کہ حدیث میں مذکور ''علیؓ'' سے اسی کی ذات مراد ہے۔ (۱۲)

پھر اس نے دعویٰ کیا کہ اس کی طرف وحی آتی ہے اور اس پر ''بیان عربی'' نامی اللہ کی کتاب نازل ہوئی ہے، اسی بنیاد پر اس نے تمام سابق شریعتوں کی منسوخی کا اعلان کیا، وہ تناسخ کا قائل اور بعثت کا منکر تھا، اپنی دعوت کی ترویج واشاعت کیلئے اس نے خواتین کا بھی استعمال کیا۔

ایران کے شہر قزوین کے برغان خاندان بالخصوص ملا محمد اور اس کی بیٹی نے جس کا نام

مجموعہ القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

قرۃ العین تھا بابی مذہب قبول کرلیا، قرۃ العین بیحد خوبصورت اور ذہین تھی، چنانچہ بابی تحریک میں اسے بہت اعلیٰ مقام حاصل ہوگیا۔

قرۃ العین نوخیزی کی عمر میں اپنے شوہر کے ہمراہ حصول علم کیلئے کربلا گئی تھی، جہاں اس کی ملاقات رشتی سے ہوئی، وہ اس کی دعوت وتحریک سے متاثر ہوئی تھی، رُشتی کے مرنے کے بعد وہ شیراز میں بابی تحریک سے وابستہ ہوگئی اور اعلان کیا کہ، باب کے ظہور کے سبب احسائی اور رُشتی کی کتابیں بھی منسوخ ہوگئی ہیں، نتیجے میں خود اس کے پیروکار اس سے ناراض ہوگئے اور وہ بغداد چلی گئی، جہاں اس نے شریعت اسلامیہ کی تجدید کی ضرورت اور قرآن کے بجائے ''البیان'' پر اعتماد کرنے کی اپنی دعوت کا نئے سرے سے آغاز کیا، بغداد کے ترکی حاکم نے اسے شہر چھوڑنے کا حکم دیا، وہاں سے وہ ایک بڑے قافلے کو لے کر کرمن شاہ پہنچی جہاں کے حاکم نے بھی اسے شہر بدر کردیا، چنانچہ وہاں سے وہ اپنی جائے پیدائش قزوین چلی گئی، حاکم شہر نے اسے قید کردیا، مگر وہ اپنے ایک پیروکار مرزا حسین ''بہا'' کی وساطت سے قید خانے سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی، اس نے قرۃ العین کو طہران میں واقع اپنے گھر میں چھپالیا۔

ادھر والی شیراز نے علی محمد باب کے صریح کفر کے ثبوت کے بعد اسے قید کردیا تھا اور شاہ ناصر الدین نے شیرازی کے دعوئ نبوت، انکار بعثت، عقیدۂ تناسخ اور شریعت اسلامیہ کی منسوخی جیسے اقوال کے ثابت ہونے کی بنیاد پر اس کے قتل کا حکم جاری کردیا تھا، دوسری طرف ۱۸۴۸ء میں بدشت کے مقام پر بابیوں نے ایک اجتماع کیا، تاکہ باب کو بچانے کیلئے کوئی لائحہ عمل تیار کیا جاسکے اور شریعت اسلامیہ کی تنسیخ کے تعلق سے موقف کو متعین کیا جاسکے، اچانک اس اجتماع میں قرۃ العین پہنچ گئی اس نے پہلی بار اپنے خوبصورت چہرے کو بے نقاب کررکھا تھا، وہ اپنے بہترین لباس اور انتہائی زیب وزینت میں تھی، وہاں پہنچ کر اس نے بلند آواز میں اعلان کیا کہ ''وہ صاحب خطاب ہے، حاضرین میں سے ہر شخص

کھڑا ہوا کر اپنے ساتھی کا بوسہ لے اور بیشک باب کے آنے کے بعد شریعت اسلامیہ منسوخ ہوگئی ہے۔''

بیشتر حاضرین نے ناگواری محسوس کی اور کچھ نے اسے قتل کرنے کی بھی کوشش کی، مگر اس کے ساتھی حالات پر قابو پانے اور مرکزی قیادت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئے، اس نے مکمل طور سے اور کھل کر اسلام کی مخالفت کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ جولائی ۱۸۵۰ء کو صبح میں ''ماکو'' کے قلعہ میں قید باب کو پھانسی دے دی گئی، بابیوں نے اس کی لاش کو تحریک کے نئے مرکز ''عکا'' میں لاکر دفن کیا۔

قرۃ العین ۳۰؍اگست ۱۹۵۲ء کو بغداد کے اپنے تیس جانباز پیروکاروں کو لے کر خاموشی سے طہران میں داخل ہوئی، تاکہ شاہ ناصرالدین کو قتل کرکے باب کی موت کا بدلہ لے سکے، مگر اس کی یہ کوشش ناکام رہی اور اس کو اس کے تمام ساتھیوں کے ساتھ پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

جب قرۃ العین جلاد کے سامنے کھڑی ہوئی تو اپنی دعوت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اور تحفے میں اسے اپنا ریشمی رومال پیش کیا، مگر جلاد نے اسی رومال سے اسکا گلا گھونٹ دیا اور اس طرح بابی تحریک کا خاتمہ ہوگیا اور اس کی جگہ ایک نئی تحریک قائم ہوئی جسے بہائی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ (۱۳)

۳۔فرقہ قادیانیت: اس کی بنیاد مرزا غلام احمد نے ڈالی جو ۱۸۳۰ء میں پاکستان پنجاب کے ایک گاؤں ''قادیان میں پیدا ہوا، قادیانیوں نے اپنے موسس کی جائے پیدائش کو ''مکہ'' کا نام دیا، تاکہ یہ آیت کریمہ ان پر صادق آجائے۔

''وآوَینا هما الی ربوة ذات قرار معین''.

(اور ہم نے عیسیٰ اور ان کی ماں کو ٹھکانہ دیا ایک ٹیلہ پر جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی نہیں تھا)۔

غلام احمد کی پیدائش و پرورش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جو برطانوی استعمار کا ایجنٹ تھا، اس کا باپ ان غداروں میں سے ایک تھا جنہوں نے مسلمانوں سے خیانت کی اور ان کے خلاف سازشیں کیں اور عزت وجاہ کی طلب میں استعمار کے ساتھ تعاون کیا، اس کا ذکر خود غلام احمد قادیانی نے ''تحفۂ قیصریہ'' صفحہ (۶) میں کیا ہے۔

''میرے والد غلام احمد مرتضیٰ اور انگریزی حکومت کے درمیان بے حد خوشگوار روابط اور دوستانہ تعلقات تھے، دربار حکومت میں ان کا مخصوص مقام تھا، ۱۸۵۷ء میں جب ان کے ہم وطن اور ہم مذہب لوگوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی تو انہوں نے حکومت کی بہت مدد کی تھی۔''

غلام احمد نے غیر معروف اساتذہ سے اردو اور عربی کی چند کتابیں پڑھیں اور قانون کی تھوڑی تعلیم حاصل کی اور سیالکوٹ میں ۱۵؍روپے ماہوار کی ملازمت کی۔ (۱۵)

۱۹۰۰ء میں اس نے اپنی دعوت کا باضابطہ آغاز کیا اور دعویٰ کیا کہ وہ نبی مرسل ہے اور اس کی رسالت کا منکر کافر ہے، نہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، جب اس کے ایک بیٹے کا انتقال ہوا جو اس کا منکر تھا تو مرزا اور اس کے پیروکاروں نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی،۔۔۔غلام احمد نے ''براہین احمدیہ'' نامی ایک کتاب لکھی جس کا ایک حصہ ۱۸۸۰ء میں شایع ہوا، اس میں اس نے اپنے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کیا۔ (۱۶)

قادیانیت اپنے آغاز کے فوراً بعد ہی دو فرقوں میں تقسیم ہوگئی: ایک فرقہ ''احمدیہ'' یا لاہوری جماعت کے نام سے معروف ہوا جسے بعض حضرات پوشیدہ قادیانیت کا نام دیتے ہیں، اس فرقے کی قیادت خواجہ کمال الدین اور مولانا محمد علی وغیرہ نے کی، ایشیا، افریقہ اور یورپ میں اس کی سرگرمیاں بے حد وسیع ہیں۔

۱۹۲۰ء میں محمد علی نے قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ۱۹۲۶ء میں ''اسلام''

نام کی اپنی کتاب لکھی، اس فرقے کے پانچ ہزار سے زیادہ داعی صرف براعظم افریقہ میں اپنے فکر وعقیدے کی نشر واشاعت میں مصروف ہیں، اس فرقے کا اپنا انسائیکلوپیڈیا ہے اور عربی وانگریزی کی سیکڑوں کتابیں ہیں جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اس کو غیر معمولی خارجی امداد وتعاون حاصل ہے۔

دوسرا فرقہ قادیانی کہلاتا ہے، جس کی قیادت خود مرزا نے کی تھی، اس کے بعد اس کے خلیفہ نوالدین نے اور پھر مرزا کے بیٹے اور اس کے دوسرے خلیفہ بشیرالدین محمود نے اس کی قیادت کی۔ احمدی اور قادیانی دونوں فرقوں میں فرق یہ ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد کی نبوت پر یقین رکھتے ہیں جبکہ احمدی جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ انہیں صرف ایک دینی مصلح کی حیثیت سے دیکھتی ہے۔ (۱۷)

حقیقت میں دونوں جماعتیں ایک ہی تحریک کے دو مختلف پہلو ہیں اور ایک دوسرے کی معاون ہیں، مگر ان میں احمدی کہلانے والا فرقہ اسلامی عقیدے کے خلاف سب سے خطرناک تخریبی تحریک ہے، کیونکہ کتاب وسنت کی طرف دعوت کے اپنے نعروں اور قرآن کے ترجمہ وغیرہ کے ذریعے اپنی حقیقت کو چھپانے اور اسلامی سوسائٹی میں بہت سے اہم مقامات پر قبضہ کرنے میں کامیاب رہی ہے۔۔۔

قادیانیت: برطانوی استعمار کی ایجنٹ:

برطانوی استعمار نے اسلام سے مقابلے کے لیے ایک اسکیم کے مطابق، تمام دنیا کے مسلم ممالک میں ایجنٹوں کی تلاش شروع کی، دنیا کی کوئی قوم غداروں اور خائنوں سے خالی نہیں ہوئی، مگر ہندوستان میں انگریزوں کو ملنے والا ایجنٹ غلام احمد سب سے خطرناک تھا، کیونکہ یہ تجدید دین اور مہدویت کے نقاب میں ظاہر ہوا۔۔۔ پھر دعویٰ کیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے، لیکن وہ مستقل نبی نہیں ہے، بلکہ تابع نبی ہے، جیسا کہ حضرت ہارون

حضرت موسیٰ کے تابع تھے۔ اس طرح اس نے مسلمانوں کی صف میں رہ کر استعمار کی وہ جلیل القدر، خدمت انجام دی جو وہ دائرہ اسلام سے نکل کر نہیں کرسکتا تھا، برطانوی حکومت کیلئے اس کی سب سے بڑی خدمت اس کا یہ فتویٰ ہے کہ انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ حکم جہاد ختم ہو گیا ہے اور چونکہ انگریز زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں لہٰذا ان کے خلاف بغاوت جائز نہیں۔

مرزا غلام احمد اپنی کتاب ''شہادۃ القرآن'' میں کہتا ہے کہ:

''انگریزی حکومت کی تائید وحمایت میں میں نے اپنی عمر صرف کردی اور جہاد کے ممنوع ہونے اور انگریز صاحبان امر کی اطاعت کے واجب ہونے کے بارے میں اتنی کتابیں اور رسائل لکھ چکا ہوں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ۵۰/صندوق بھر جائیں......'' (۱۸)

نوآبادکار اس کی ان خدمات سے بے حد خوش ہوئے اور مال وودولت اور حفاظت وحمایت کے ساتھ اس کی مدد کی، چنانچہ ایک ایسا شخص جس نے زندگی میں کبھی ۱۰۰ روپے نہ دیکھے ہوں لاکھوں میں کھیلنے لگا اور ۱۵/روپے ماہانہ کی معمولی سی نوکری کرنے والا اور طلب معاش میں شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھرنے والا عالی شان محل تعمیر کرنے لگا، یہ سب برطانوی استعمار کی دین تھی، جس کا اعتراف خود غلام احمد نے اس یادداشت (میمورنڈم) میں کیا ہے جسے اس نے ملکہ برطانوی کی ہندوستان آمد پر ان کو پیش کیا تھا، اس احسان مندی کا ذکر ملفوظات احمدیہ نامی کتاب میں بھی ہے۔

مرزا غلام احمد برطانیہ حکومت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''اس حکومت کے ہمارے اوپر غیر معمولی احسانات ہیں''۔

مئی ۱۹۰۸ء میں غلام احمد ہیضہ کے مرض میں گرفتار ہو کر مرگیا، اس کے خلیفہ حکیم نورالدین نے اس کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے انگریزوں سے دوستی برقرار رکھی، انگریز آقاؤں نے یوروپ اور افریقہ وغیرہ میں مختلف ذرائع سے اس کی مدد کی۔

۷رنمبر: ۱۹۱۸ءکو اخبار ''الفضل'' میں مرزا کے لڑکے بشیر الدین کا ایک بیان شائع ہوا وہ کہتا ہے کہ:

''انگریزوں کے مشرق وسطیٰ میں داخلے پر ہم کیوں نہ خوش ہوں، ہمارا امام غلام احمد نے فرمایا ہے کہ میں مہدی منتظر ہوں اور برطانوی حکومت ہماری تلوار ہے، ہمیں اس فتح سے بے حد مسرت ہے اور اس تلوار کی چمک و دمک کو ہم شام، عراق اور ہر جگہ دیکھنا چاہتے ہیں۔''

قادیانی۔ یہودی تعلقات:

اسرائیل کے وجود سے بھی پہلے احمدی قادیانیوں نے ''حیفا'' شہر میں اپنا مرکز قائم کیا تھا، تاکہ انہیں انگریزوں کی حمایت حاصل رہے اور جیسے ہی اسرائیل حکومت قائم ہوئی انگریزوں نے قادیانیوں کو برطانوی پاسپورٹ جاری کر دیئے اور حکومت اسرائیل نے بھی انہیں احمدیت کی تبلیغ واشاعت کی پوری آزادی دے دی۔ ایک عرب قادیانی محمد خیر قادری اپنی کتاب ''القادیانیہ'' میں لکھتا ہے۔

''اسرائیل کے حیفا شہر کے جبل کرمل نامی علاقے میں احمدی تبلیغی مرکز قائم ہے جس میں مسجد، کتب خانہ، مدرسہ اور ایک اشاعتی مرکز ہے، مرکز سے ''بشریٰ'' نام سے ایک ماہنامہ بھی نکلتا ہے، جو عرب ملکوں میں تقسیم ہوتا ہے، اس مرکز سے مسیح موعود کی بہت سی تعلیمات کو عربی میں منتقل کیا ہے، کچھ عرصہ قبل ہمارے ایک مبشر نے بلدیہ حیفا کے چیرمین سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ بہت سے موضوعات پر گفتگو کی، جن میں جبل کبابئر کے پاس ایک مدرسے کا قیام بھی ہے (بعد میں) چیرمین صاحب اور چار اہم شخصیات نے مرکز تشریف لا کر ہماری عزت افزائی کی، ہماری جماعت نے ان کا استقبال کیا اور ان کے اعزاز میں ایک پروگرام کا انعقاد کیا۔ جب ہمارے مبشر نے پاکستان واپسی کا ارادہ کیا تو اسرائیل کے صدر

نے خط بھیج کر پاکستان واپسی سے قبل ان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔''

آج بھی حکومت اسرائیل کی حمایت وحوصلہ افزائی کے سائے میں احمدی جماعت سرگرم عمل ہے۔ (۱۹)

فرقہ قادیانی کے عقائد وافکار:

۱۔ دعویٔ نبوت۔ مرزا ''حقیقۃ الوحی'' ص/۷۲ کے حاشئے میں لکھتا ہے کہ: ''میں تمام انبیاء ومرسلین سے افضل ہوں اور ص ۱۶۳ پر ہے کہ ''جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ اللہ اور رسول پر ایمان نہیں رکھتا۔''

۲۔ آیت کریمہ (...خاتم النبیین) کے معنی میں تحریف کر کے اسے مہر اور زینت انبیاء کے معنی میں کر دیا۔ مرزا بشیر الدین کی کتاب ''حقیقۃ النبوۃ'' ص/ ۲۸۸ پر ہے: ''یہ بات آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہے کہ باب نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کھلا ہے۔ (۲۰)

۳۔ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور بخاری ومسلم اور حدیث کی دوسری بہت سی کتابوں میں نزول مسیح سے متعلق احادیث کو غلام احمد نے ذات پر چسپا قرار دیا ہے۔ اپنے مجموعۂ بیانات ''۱۰: ۱۸ میں کہتا ہے کہ ''خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس کی ذات پر کسی لعنتی کے سوا کوئی بھی افترا نہیں کر سکتا، میں مسیح موعود بنا کر بھیجا گیا ہوں'' تحفۂ کولرۃ'' ص/ ۱۹۵ میں لکھتا ہے کہ 'میں وہی مسیح موعود ہوں آخری زمانے میں جس کے ظہور کی خبر تمام آسمانی کتابوں نے دی ہے۔

۴۔ حضرت عیسیٰ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ اپنی قبر سے زندہ ہو کر اٹھے اور کشمیر ہجرت کر گئے جہاں ۱۲۰ سال کی عمر میں انکا انتقال ہوا۔ اپنی کتاب براہین احمدیہ'' میں مرزا نے انگریزی میں الہام ہونے کا دعویٰ کیا صفحہ ۴۸۰ پر لکھتا ہے کہ: کئی بار مجھے انگریزی

میں الہام ہوا اور لہجے سے مجھے ایسا لگا جیسے کوئی انگریز میرے سر پر کھڑا بول رہا ہے۔"

۵۔قرآن کے مقابلے میں ایک کتاب تیار کی جس کا نام "الکتاب المبین" رکھا، مرزا کا خلیفہ اخبار "الفضل" کے ۱۵/جولائی ۱۹۲۴ء شمارے میں لکھتا ہے کہ "مسیح موعود کے پیش کردہ قرآن کے سوا کوئی قرآن نہیں ہے۔

۶۔اللہ تعالیٰ کے بارے میں اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کتاب "بشریٰ ۷۹:۲ میں مرزا لکھتا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا کہ میں رسول کے ساتھ محیط ہوں
، میں رسول کے ساتھ جواب دیتا ہوں
جو کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط ... میں روزہ رکھتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا اور جاگتا ہوں..."

۷۔جہاد فی سبیل اللہ کی منسوخی کا عقیدہ اپنے مجموعہ بیانات "۴۹:۴" میں لکھتا ہے کہ:
"اب جہاد کی فکر ترک کردو، دین کے لیے جہاد کرنا اب حرام ہے.... اب جہاد باقی نہیں رہا، بلکہ جو جہاد فی سبیل اللہ کرے گا وہ اللہ کا دشمن ہوگا..."

انہیں افکار وعقاید کی بنیاد پر علمائے مسلمین نے اجتماعی طور پر اس فرقے کو اسلام سے خارج قرار دیا اور یہ فیصلہ ۱۹۵۳ء میں کراچی میں منعقدہ ایک کانفرنس میں کیا گیا جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کی تمام اسلامی جماعتوں کے نمائندوں اور منتخب علمائے کرام نے شرکت کی اور قانون ساز اسمبلی میں ایک سفارش پیش کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور صوبہ پنجاب سے ان کے لئے اسمبلی کی ایک سیٹ مخصوص کر دی جائے، پاکستان میں منعقد تنظیم اسلامی کانفرنس نے بھی اپنے فیصلے میں قادیانیت کو غیر اسلامی تحریک قرار دیا، اس طرح رابطۂ عالم اسلامی کی دعوت پر دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں کے نمائندہ کانفرنس ۱۳۹۳ھ کو منعقد ہوئی جس میں ۱۴۴/اسلامی تنظیموں کے مندوبین شریک ہوئے، اس کانفرنس نے اجتماعی طور پر قادیانیوں کی تکفیر کا حکم جاری کیا۔ یہ فیصلہ تمام امت کا

فیصلہ تھا جس کے مطابق قادیانی فرقے کے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

۵۔باطنیت:

باطنی مذہب کی بنیاد ایسے لوگوں نے ڈالی جو اسلامی اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے دلوں میں شدید بغض ونفرت رکھتے تھے۔ ان میں فلاسفہ ملحدین، مجوسی اور یہودی وغیرہ شامل تھے، تاکہ اسلام کو طاقتور نہ ہونے دیں اور اسے کمزور کرسکیں اور لوگوں کو اس سے دور کرسکیں اور اپنی کھوئی ہوئی قوت وحکمرانی کو پاسکیں اور مذہب اسلام کا خاتمہ کر سکیں، لیکن......"یابی اللہ الا ان یتم نورہ"......

کہا جاتا ہے کہ اس ناپاک تحریک کا آغاز ۲۷۹ھ میں سیمون بن قداح کے کوفے میں ظہور سے ہوا جس نے مسلمانوں کیلئے یہ جال بچھایا اور حق وباطل کو خلط ملط کرنے کی کوشش کی، قرآن کی ہر آیت کی نئی تفسیر کی اور احادیث کی طرح طرح سے تاویلات کی وہ کہتا تھا کہ تمام فرائض وسنن صرف رموز واشارات ہیں، ان کا ظاہر صرف چھلکا ہے اور ان کا پرمغز ان کے باطن میں پوشیدہ ہے، یہ شخص یہودی تھا اور خود کو مسلمان ظاہر کرتا تھا، اس کا مقصد اسلام کو ڈھادینا تھا جیسا کہ یہودی عام طور پر دشمنِ اسلام ہوتے ہیں۔ اس مذہب کے دس مختلف القاب ہیں: اسماعیلیہ، باطنیہ، قرامطہ، سبعیہ، خرمیہ، بابکریہ، محمرۃ، تعلیمیہ، قرمطیہ اور خرمدینیہ، باطنی مذہب کا مقصد مسلمانوں کو ورغلانا اور انہیں ان کے سچے مذہب سے دور رکھنا تھا، مگر یہ بات ممکن نہ تھی کہ مسلم حکومتوں میں رہ کر صراحت کے ساتھ اس کا اعلان کریں، چنانچہ اس کیلئے انہوں نے کچھ حیلے تیار کئے، تاکہ لوگوں کو اپنے افکار ومقاصد سے مطلع کرسکیں، یہ حیلے مرحلہ وار ایک کے بعد ایک نو عدد ہیں: رزق، فکر، موانسہ، تشکیک، تعلیق، ربط، تدلیس، تاسیس، خلع اور مسخ اور ان حیلوں کا نام بلاغ اکبر رکھا جو زیادہ تر فلسفیانہ افکار پر مشتمل ہیں۔

یہ لوگ دوازلی خداؤں کے قائل ہیں، جن کے وجود کا کوئی آغاز نہیں ہے اور یہ دونوں عقل، نفس یا علت ومعلوم، یا سابق ولاحق، یا لوح وقلم، یا مفید ومستفید ہیں، بقول ان کے باری تعالیٰ کو نہ تو وجود کے ساتھ متصف کیا جاسکتا ہے اور نہ عدم کے ساتھ، نہ وہ معلوم ہے نہ مجہول، نہ موصوف ہے نہ غیر موصوف، نہ قادر ہے نہ غیر قادر اور نہ عالم ہے نہ غیر عالم، یہ لوگ طبیعت اور ستاروں کی تاثیر کے قائل بھی ہیں، مختصر یہ کہ ان کا مقصد خالق سبحانہ وتعالیٰ کا انکار ہے، مگر اتنی صفائی کے ساتھ کہ خلق پر ظاہر نہ ہوسکے۔ نبوت کے سلسلے میں اس مذہب کا نظریہ عام فلسفیوں جیسا، وحی الٰہی، نزول ملائکہ اور معجزات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب رمز واشارات ہیں اور ایسی مثالیں ہیں جنہیں اہل نظر نہیں جانتے، حضرت موسیٰؑ کے اژدھے کا مطلب آل فرعون پر ان کا غلبہ ہے، اظلال غمام یعنی بادلوں کے سایہ فگن ہونے کا معنی بنو اسرائیل پر حضرت موسیٰ کی سیادت وقیادت ہے، ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بغیر باپ ہونے کا بھی انکار کیا، ان کے نزدیک ان کے بنا باپ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کسی امام سے علم حاصل نہیں کیا، بلکہ نائب امام سے حاصل کیا۔ قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''**انہ لقول رسول کریم**'' نگلیوں سے پانی جاری ہونے کی تاویل یہ کی ہے کہ اس سے مراد کثرت علم ہے اور مغرب سے سورج نکلنے کا مطلب امام کا ظاہر ہونا ہے۔

فرقہ اسماعیلیہ کے ایک امام محمد بن اسمٰعیل کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنے والے ہیں، بلکہ ان میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ محمد بن اسماعیل زندہ ہیں اور اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک زمین کو عدل سے معمور نہ کردیں۔

اس فرقے کا حال یہاں تک پہنچا کہ وہ اپنے اماموں کو خدا کہنے لگے، معاذ اللہ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے امور ہیں جو ان کے کفر اور خروج پر صراحت سے دلالت کرتے ہیں، اگرچہ یہ لوگ زبردستی اپنے کو اسلام کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔

نبوت کے دعوے لگاتار چلے آرہے ہیں، سوڈان میں محمد محمود طاہر نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ''الاخوان الجمھوریین'' کے نام سے ایک جماعت بنائی، مگر یہ تحریک کچل دی گئی، امریکہ میں رشاد خلیفہ نامی ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا، مگر چند ماہ قبل اسے بھی قتل کردیا گیا، ان کے علاوہ بھی بہتوں نے دعوئے نبوت کیا۔ اس میں کوئی تعجب نہیں، بلکہ یہ ہمارے رسول کی نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے کہ آپ کو ایسے علم غیب سے باخبر کیا گیا ہے جس کا علم اللہ علیم وخبیر کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک ۳۰ر دجال ظاہر نہ ہوں اور یہ سب کے سب نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ (۲۱)

علماء اسلام کی ذمہ داری:

اولین منصب جو ختمیت کے دور میں پیغمبروں کی طرف سے علماء امت کی جانب منتقل ہوا ہے وہ دعوت، تبلیغ، ارشاد اور تحریفات وبدعات کے خلاف جنگ کا منصب ہے۔ جو چیز تحریفات وبدعات کے خلاف جنگ کو ممکن اور اس کے کام کو آسان بناتی ہے وہ اصلی معیار و مقیاس، یعنی قرآن کا محفوظ رہنا ہے۔ رسول اکرمؐ نے خاص طور پر تاکید کی ہے کہ جو کچھ آپ کی زبان سے نقل ہوا ہے اس کی صحت وسقم کو معلوم کرنے کے لئے قرآن کی کسوٹی سے فائدہ اُٹھایا جائے، کتابوں کے اصل متن کو حوادث کے دستبرد سے محفوظ رکھنا، اصول سے فروع کا استنباط، جزئیات پر کلیات کا انطباق ہر دور کے جدید مسائل کی دریافت ان پر غور وبحث ایک طرفہ رجحانات کا سدباب، صورتوں، ظواہر اور عادتوں پر جمود کے خلاف جنگ فرعی ضوابط اور نتیجہ سے اصل مستقل احکام کو الگ کرنا، اہم ومہم کی تشخیص اور اہم کو ترجیح دینا وقتی قوانین کے وضع کرنے میں حکومت کے اختیارات کے حدود کا تعین فرمانے کی ضروریات سے ہم آہنگ لائحہ عمل کی تیاری، ختم نبوت کے دور میں علماء کے اہم فرائض ہیں۔

حواشی:

(۱)احزاب،۴۰۔

(۲)ابن جریرطبری،تفسیرطبری جلد۱۱، ص۲۲۔

(۳)مائدہ،۳۔

(۴)اعراف،۹۔

(۵)سبا،۲۸۔

(۶)جامع الترمذی:ابواب الفتن

(۷)حافظ ابن حزم،ملل وحذن،جلداوّل،ص۷۷۔

(۸) الجامع الصحیح البخاری، کتاب الانبیاء.

(۹)الجامع ترمذی.ابواب الفتن

(۱۰)تاریخ طبری،لابی جعفرمحمد بن جریرالطبر ی،دارالمعارف بمصرف۱۹۶۲،جلد۳،ص۲۴۴۔

(۱۱)محمد حسن لدوحته،المذاهب والافکار المعاصرة فی التصور الاسلامی، الموسته العالمیة للطباعة والنشر،بار اول،۱۹۸۶ص۳۰۳۔

(۱۲)البابیة،عرض ونقد،احسان الٰہی ظہیر،لاہور،ادارة ترجمان السنة، بارسوم۱۹۸۱،ص۹۷۔

(۱۳)ایضاً۔

(۱۴)المؤمنون،۲۳۔

(۱۵)محمد حسن لدوحته، المذاهب والافکار المعاصرة فی التصور الاسلامی، الموسته العالمیة للطباعة والنشر، باراول،۱۹۸۶ص۳۰۳۔

(۱۶)ایضاً۔

(۱۷)ایضاً۔

(۱۸)مرزاغلام احمد،شھادة القرآن،ص۱۰۔

(۱۹)القادیانیة،دراسات وتحلیل،احسان الٰہی ظہیر،لاہور،ادارة ترجمان السنة،بارسیزدہم۱۹۸۴ص۴۵۔

(۲۰)ایضاً۔

(۲۱)سیرة ابن هشام،لابی محمد عبدالملک بن هشام جلد۴،ص ۴۴۳۔

☆☆

قادیانی خودکو مسلمان نہیں کہہ سکتے

● محمد متین خالد

ختم نبوت اسلام کا متفقہ،اساسی اوراہم ترین عقیدہ ہے۔دین اسلام کی پوری عمارت اس اعتقاد پر کھڑی ہے، یہ ایک ایسا حساس عقیدہ ہے کہ اگراس میں شکوک وشبہات کا ذرا سی بھی رخنہ پیدا ہو جائے تو ایک مسلمان نہ صرف اپنی متاعِ ایمان کھو بیٹھتا ہے، بلکہ اپنی بدقسمتی سے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بھی یک قلم خارج ہو جاتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اوررسول ہیں، آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی تشریعی ، غیرتشریعی ،ظلی ، بروزی یا نیا نبی نہیں آئے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ کافر،مرتد، زندیق اورواجب القتل ہے۔قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیات مبارکہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریباً دوسو دس احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اوررسول ہیں۔اس بات پر ایمان ''عقیدہ ختم نبوت'' کہلاتا ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کی موجودگی میں کسی نبی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟ یہ رشد وہدایت کے دوسرچشمے ہیں جو قیامت تک عالم اسلام کو سیراب کرنے کے لیے کافی ہیں، ان کے ہوتے ہوئے کسی مدعی نبوت کا آنا گمراہی ہے۔

مسلمانان عالم کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر اجماع ہے۔ 1857 کی جنگ آزادی کے بعد اسلام دشمن طاقتوں بالخصوص انگریزوں کے لیے سوہان

روح بنا ہوا تھا۔ ان کی شدید خواہش تھی اور ہے کہ کسی طرح کوئی ایسا اہتمام ہو جائے کہ مسلمانوں کے دل سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت اور جہاد کی روح دونوں ختم ہو جائیں، اب چونکہ ایک نبی کے حکم میں ترمیم و تنسیخ دوسرے نبی کے ذریعے ہی سے ہوتی ہے، چنانچہ حکومت برطانیہ کی سرپرستی اور لالچ پر سیالکوٹ کی ضلع کچہری کے ایک منشی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ وہ گورداسپور (بھارت) کی تحصیل بٹالہ کے ایک پسماندہ گاؤں قادیان کا رہنے والا تھا۔ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے خود کو عیسائیت اور ہندو مخالف مناظر کی حیثیت سے متعارف کروایا اور مسلمانوں کی جذباتی اور نفسیاتی ہمدردیاں حاصل کیں۔ پھر مجدد، محدث، امتی نبی، ظلی نبی، بروزی نبی، مثیل مسیح اور مسیح موعود کا دعویٰ کرتے ہوئے انجام کار باقاعدہ امر ونہی کے حامل ایک صاحب شریعت نبی ہونے کے اِدعا تک جا پہنچا۔ یعنی باقاعدہ نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا، حتیٰ کہ اعلان کیا کہ وہ خود ''محمد رسول اللہ'' ہے (نعوذ باللہ) پھر اس کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے کہا کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کی شکل میں دوبارہ ''محمد رسول اللہ'' کو بھیجا۔ مزید کہا کہ مرزا قادیانی خود ''محمد رسول اللہ'' ہے نعوذ باللہ، جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں آیا، اس لیے ہمیں کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ اب کلمہ طیبہ میں ''محمد رسول اللہ'' سے مراد مرزا قادیانی ہے۔ قادیانی آنجہانی مرزا قادیانی کو ''محمد رسول اللہ''، اس کی بیوی کو ''ام المومنین''، اس کی بیٹی کو ''سیدۃ النساء''، اس کے خاندان کو ''اہل بیت'' اس کے خاص مریدوں کو ''صحابہ''، اس کی نام نہاد وحی والہامات کو ''قرآن مجید''، اس کی گفتگو کو ''احادیث''، اس کے شہر قادیان کو ''مکہ''، ربوہ کو ''مدینہ'' اور اس کے قبرستان کو ''جنت البقیع'' قرار دیتے ہیں۔ بلاشبہ یہ سب باتیں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ، بلکہ فاسق و فاجر مسلمان کے لیے بھی ناقابل برداشت ہیں اور اس کرہ ارض پر کوئی بے حمیت مسلمان بھی ایسا نہیں جو کسی سے ایسی گستاخانہ باتیں سننا گوارا کرے۔ اسلام اور اس کی مقدس شخصیات کے خلاف

قادیانیوں کی گستاخیوں اور ہرزہ سرائیوں کو اکٹھا کیا جائے تو کئی دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے شان رسالتؐ میں کی جانے والی بعض گستاخیاں ایسی ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام ایک خط میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا: ''قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔'' قادیانیوں کے کفریہ عقائد وعزائم کی بناء پر پاکستان کی منتخب جمہوری حکومت نے متفقہ طور پر 7 ستمبر 1974ء کو انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین پاکستان کی شق 106(2) اور 260 (3) میں اس کا اندراج کر دیا۔ جمہوری نظامِ حکومت میں کوئی بھی اہم فیصلہ ہمیشہ اکثریتی رائے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، لیکن یہ دنیا کی تاریخ کا واحد واقعہ ہے کہ حکومت نے فیصلہ کرنے سے پہلے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو پارلیمنٹ کے سامنے اپنا نکتہ نظر پیش کرنے کے لیے بلایا۔ اسمبلی میں اس کے بیان کے بعد حکومت کی طرف سے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے قادیانی عقائد کے حوالے سے اُس پر جرح کی، جس کے جواب میں مرزا ناصر نے نہ صرف مذکورہ بالا تمام عقائد ونظریات کا برملا اعتراف کیا، بلکہ باطل تاویلات کے ذریعے ان کا دفاع بھی کیا، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ قادیانی پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلے کو تسلیم کرنے سے یکسر انکاری ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا کی کوئی حکومت، پارلیمنٹ یا کوئی اور ادارہ انہیں ان کے عقائد کی بناء پر غیر مسلم قرار نہیں دے سکتا، بلکہ الٹا وہ مسلمانوں کو کافر اور خود کو مسلمان کہتے ہیں اور آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تسلیم نہیں کرتے۔ قادیانی پوری دنیا میں شور مچاتے ہیں کہ پاکستان میں ہم پر ظلم ہو رہا ہے، ہمارے حقوق غصب کیے جا رہے ہیں، ہمیں آزادی اظہار نہیں ہے۔ وہ کبھی اقوام متحدہ سے اپیلیں کرتے ہیں، کبھی یہودیوں اور عیسائیوں سے دباؤ ڈلواتے ہیں۔ حالانکہ ہم بڑی سادہ سی جائز بات کہتے ہیں کہ تم مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ نہ کہو، کلمہ طیبہ مسلمانوں کا ہے، تم اس پر قبضہ نہ کرو، یعنی شراب پر زم زم کا لیبل نہ لگاؤ،

لیکن قادیانی اس سے باز نہیں آتے، بلکہ الٹا اسلام کے نام پر اپنے خود ساختہ عقائد و نظریات کی تبلیغ وتشہیر کرتے ہیں۔ قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال اور اس کی توہین سے روکنے کے لیے 26 اپریل 1984 کو حکومت پاکستان نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا، جس کی رو سے قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے اور اپنے مذہب کے لیے اسلامی شعائر واصطلاحات استعمال نہیں کرسکتے۔ اس سلسلہ میں تعزیراتِ پاکستان میں ایک نئی فوجداری دفعہ 298/C کا اضافہ کیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/C ’’قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا‘ قادیانیوں نے اس پابندی کو وفاقی شرعی عدالت، لاہور ہائی کورٹ، کوئٹہ ہائی کورٹ وغیرہ میں چیلنج کیا، جہاں انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ بالآخر قادیانیوں نے پوری تیاری کے ساتھ سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی کہ انھیں شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بیچ جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری صاحب، جناب جسٹس شفیع الرحمٰن، جناب جسٹس محمد افضل لون صاحب، جناب جسٹس سلیم اختر صاحب، جناب جسٹس ولی محمد خاں صاحب پر مشتمل تھا، نے اس کیس کی مفصل سماعت کی۔ دونوں اطراف سے دلائل و براہین دیے گئے۔ اصل کتابوں سے متنازع ترین حوالہ جات پیش کیے گئے۔ یہ بھی یاد رہے کہ سپریم کورٹ کے یہ جج صاحبان کسی دینی مدرسہ یا اسلامی دارالعلوم کے مفتی صاحبان نہیں تھے،

بلکہ انگریزی قانون پڑھے ہوئے تھے۔ ان کا کام آئین وقانون کے تحت انصاف مہیا کرنا ہوتا ہے۔ فاضل جج صاحبان نے جب قادیانی عقائد پر نظر دوڑائی تو وہ لرز کر رہ گئے۔ فاضل جج صاحبان کا کہنا تھا کہ قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، جبکہ دھوکہ دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کسی کے حقوق سلب ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ کے تاریخی فیصلہ ظہیرالدین بنام سرکار، (1993 SCMR 1718) کی رو سے کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C اور 298-C کے تحت سزائے موت کا مستوجب ہے۔ اس کے باوجود قادیانی آئین، قانون اور اعلیٰ عدالتی فیصلوں کا مذاق اڑاتے ہوئے خود کو مسلمان کہلواتے، اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے، گستاخانہ لٹریچر تقسیم کرتے، شعائر اسلامی کا تمسخر اڑاتے اور اسلامی مقدس شخصیات ومقامات کی توہین کرتے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ قادیانیوں کی ان آئین شکن، خلاف قانون اور انتہائی اشتعال انگیز سرگرمیوں پر قانون نافذ کرنے والے ادارے مجرمانہ غفلت اور خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں جس سے بعض اوقات لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہوجاتی ہے۔ خود سپریم کورٹ کے فل بنچ نے اپنے نافذ العمل فیصلہ میں لکھا:

’’یہ بات قابل غور ہے کہ صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے قوانین، ایسے الفاظ اور جملوں کے استعمال کا تحفظ کرتے ہیں، جن کا مخصوص مفہوم ومعنی ہو اور اگر وہ دوسروں کے لیے استعمال کیے جائیں تو لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ جو لوگ دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں، ان کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔ پاکستان ایسی نظریاتی ریاست میں قادیانی جو کہ غیر مسلم ہیں، اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کرکے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں عقیدہ آج بھی ہر مسلمان کے لیے سب سے قیمتی متاع ہے، وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں

کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دسیسہ کاریوں سے اسے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔قادیانی اصرار کرتے ہیں کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے، بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ اسلام کی انتہائی محترم ومقدس شخصیات کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان گستاخ غیر مسلموں (مرزا قادیانی اور اس کے خلیفوں) کے ناموں کے ساتھ چسپاں کیا جائے، جو مسلم شخصیات کی جوتی کے برابر بھی نہیں۔حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں۔پس قادیانیوں کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلامی کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہنے دیتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں جو نہ صرف ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے، بلکہ دوسروں کو دھوکہ دینے کے مترادف بھی ہے۔اگر کوئی مذہبی گروہ (قادیانیت) دھوکہ دہی اور فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلبگار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔اگر قادیانی دوسروں کو دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے مذہب کے لیے نئے القابات وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر، مخصوص نشانات، علامات اور اعمال پر انحصار کر کے وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔اس صورت میں اس کے معانی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب، اپنی طاقت، میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا، بلکہ اسے جعل سازی وفریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں، انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر بھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا، بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں........ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ رسول اکرم کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔'' (''صحیح

بخاری'' ''کتاب الایمان''، ''باب حب الرسول من الایمان'') کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے۔اگر وہ ایسا دل آزار مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟ ہمیں اس پس منظر میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر قادیانیوں کے علانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے، جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔اس لیے اگر کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا علانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ''رشدی'' (یعنی رسوائے زمانہ گستاخ رسول ملعون سلمان رشدی جس نے شیطانی آیات نامی کتاب میں حضور کی شان میں بے حد توہین کی) تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔

کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی قادیانی سر عام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ علانیہ رسول اکرم کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز نقض امن عامہ کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں جان ومال کا نقصان ہو سکتا ہے۔'' ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کیلئے نئے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کیلئے القاب وخطاب بنا رکھے ہیں۔'' (ظہیر الدین بنام سرکار 1718SCMR1993)

آئین، قانون اور عدالتی فیصلوں کے باوجود قادیانی تقریر وتحریر، جلسہ وجلوس، لٹریچر کی تقسیم

اور اپنے اجتماعات منعقد کر کے اسلامی اصطلاحات کو استعمال کرتے اور شعائر اسلامی کی توہین کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہیں انتظامیہ کی مکمل سرپرستی حاصل رہتی ہے۔ بہت کم افسران ایسے ہیں جو تعزیرات پاکستان میں موجود قادیانیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں پر پابندی کی دفعہ C/298 اور اس کی عدالتی تاریخ سے واقف ہوں۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے کہ پورے پاکستان میں شاید ایک بھی افسر ایسا نہیں جس نے قادیانیوں کی طرف سے توہین رسالت کے اجتماعی اور مسلسل ارتکاب پر سپریم کورٹ کے اس مذکورہ تاریخی فیصلہ کے مطالعہ کی زحمت گوارہ کی ہو جو پاکستان میں امن وامان قائم کرنے میں ایک سنگ میل ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ فیصلہ اس وقت قانون کی بھاری کتابوں میں تو موجود ہے، مگر آج تک اس کے کسی ایک جز پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ اس سے بڑھ کر قانون کے ساتھ اور کیا شرمناک مذاق ہوسکتا ہے؟ حکومت اگر پارلیمنٹ اور قانون کی بالادستی پر یقین رکھتی ہے تو وہ قادیانیوں کو آئین قانون اور عدالتی فیصلوں کا پابند کرے، تاکہ ملک بھر میں کہیں بھی لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا نہ ہو۔

☆☆

مرزا غلام احمد کے فتنۂ مھدویت کا جائزہ

قادیانیت یا کادیانیت

● مولانا شاہ عالم گورکھپوری

قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب) کا ایک گاؤں ہے جو ترقی کر کے اب قصبہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ مرزا غلام احمد اسی گاؤں میں 1839 میں پیدا ہوا، یہ تاریخ پیدائش خود اسی کی لکھی ہوئی ہے۔ (کتاب البریہ خ ج 13 ص 164) رائے کالی رائے صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ڈپٹی کلکٹر نے ''سیر پنجاب'' مؤلفہ 1846 میں سرکاری طور پر پنجاب کے اہم مقامات کی تاریخ مع وجہ تسمیہ لکھی ہے اس میں تفصیل سے لاہور، بٹالہ، گورداسپور، امرتسر وغیرہ کا تذکرہ تو ملتا ہے، لیکن ''قادیان'' نامی کسی جگہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ مرزا کادیانی نے اس گاؤں کی وجہ تسمیہ میں لکھا ہے کہ اس کا اصل نام ''اسلام پور'' تھا۔ چونکہ اس علاقے میں بھینسیں زیادہ پالی جاتی تھیں اس وجہ سے اس کا نام ''ماجھی'' پڑ گیا پھر ''قاضی ماجھی'' نام پڑا، پھر بگڑتے بگڑتے قادی اور قادیان بن گیا۔ (کتاب البریہ خزائن جلد 13 ص 164) اس بات کی تصدیق کسی قدیم مستند تاریخی کتاب میں ہمیں نہیں ملی، لہٰذا مرزا کی بیان کردہ تحقیق پر اعتماد کرنے کی کوئی وجہ نہیں دکھائی دیتی، ہاں اس کی بیان کردہ دیگر تواریخ میں غلط بیانی اور جھوٹ کی وجہ سے اس پر اعتماد نہ کرنا ہی مناسب فیصلہ ہوگا۔ مرزا نے بھی مرزائیوں کو اسی بات کی نصیحت کی ہے کہ ''جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا''۔ (چشمۂ معرفت خزائن جلد 23 ص 231)

قادیان نامی گاؤں کی تاریخی اصلیت کیا ہے؟ اور اس کے صحیح حروف کیا ہیں؟ چھوٹی کاف سے ''کادیان'' لکھا پڑھا جائے یا بڑی قاف سے ''قادیان'' لکھا جائے اس سے کسی کو غرض ہی کیا؟ نہ معلوم کتنے گاؤں کے نام بدلتے بگڑتے رہتے ہیں اور جب کسی گاؤں یا شہر کے نام بدلنے یا بگڑنے سے کسی کے مذہب یا عقیدے میں کوئی فرق نہ آتا ہو تو اس تبدیلی کو موضوع بحث بنانے کی لغویت میں ایک درجہ کا اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس تبدیلی کا تعلق کسی خاص عقیدہ سے ہو اور مذہب سے یہ معاملہ جڑ جاتا ہو تو پھر اس کی تحقیق کی اہمیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے؟۔ اور اگر کسی خاص دعوے کا مرکز و محور ہو، پھر تو اس کی مکمل تحقیق کر کے مدعی کے صدق و کذب کو واضح کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ یہی معاملہ لفظ ''قادیان ''اور مرزا کی مذکورہ تحقیق کا ہے۔ جب تک مرزا نے اس کو دعوئ مہدویت کے ثبوت میں پیش نہیں کیا تھا تو کسی کو اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں تھی، لیکن سب سے پہلے 1896 میں اُس نے اپنے دعوئ مہدویت کے ثبوت میں اس بات کا انکشاف کیا کہ چودہ سو سال پہلے محمد مصطفیٰ ﷺ نے کادیان نامی گاؤں کا نام لے کر پیشین گوئی فرمائی ہے کہ اس گاؤں میں مہدی پیدا ہوگا اور نہ صرف یہ کہ اس کو نبی ﷺ کی جانب منسوب کیا، بلکہ اس پیشین گوئی کو اپنے دعوئ مہدویت کا ایک بڑا ثبوت قرار دیا۔

مضحکہ خیز بات تو یہ ہے کہ مرزا کادیانی نے مہدی ہونے کا دعویٰ اس سے بہت پہلے 1891 میں پیش کر دیا تھا، لیکن اس دلیل کی خبر اُسے دعویٰ کے کئی سال بعد 1896 میں ہوئی۔ اس طویل مدت کے دوران فرشتوں کے نام پر اس کے پاس آنے والے شیاطین نے نہ کچھ مرزا کو بتایا اور نہ ہی اسکی ملہمیت کام آئی، بیٹھے بٹھائے اچانک ایک دن اسے ایک ایسی کتاب ہاتھ لگی جس کی خبر چودہ سو سال تک میں کسی محدث مفسر کو نہ ہوئی تھی، اس کتاب کے حوالے سے مرزا کے مہدی ہونے کی دلیل خود اسی کے قلم سے پڑھیے: ''شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطّوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو 840 میں تالیف ہوئی تھی مہدی

موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں: ''در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد۔ قال النبی ﷺ یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا کدعہ...... یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے، یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم خزائن ج 11 ص 325، مؤلفہ 1896) مرزا کادیانی مسلسل اپنے اس خود ساختہ دلیل کو قوی دلیل منوانے کی فکر میں لگا رہا اور کئی صفحات سیاہ کر ڈالے، لیکن علماء اسلام نے اس جانب کوئی خاص توجہ اس لئے نہیں دی کہ ان کے سامنے مرزا کے اس سے زیادہ اہم دعاوی پہلے سے تھے جو قابل گرفت تھے۔ چنانچہ میدان خالی سمجھ کر جو بات جواہر الاسرار اور اربعین کے حوالہ سے تھی، مرزا نے جنوری 1898 کی اپنی ایک تصنیف ''کتاب البریہ'' میں اس کو براہ راست احادیث صحیحہ کی صف میں شامل کر دیا۔ اس میں لکھتا ہے: ''ایسا ہی احادیث صحیحہ میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ مہدی موعود ایسے قصبے کا رہنے والا ہوگا جس کا نام ''کدعہ یا کدیہ'' ہوگا۔ اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ لفظ کدعہ دراصل قادیاں کے لفظ کا مخفف ہے۔'' (کتاب البریہ خزائن ج 13 ص 260، مؤلفہ 1898)

ناظرین! آپ نے دونوں عبارتوں کو بغور پڑھ لیا ہوگا کہ انگریزی دلال کن کن حوالہ سازیوں اور حیلہ بازیوں سے مہدی کے منصب پر براجمان ہونے کی فکر میں ہے۔ مرزا کی ان شاطرانہ چالوں کے پیش نظر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو مرزائیت کی گمراہی سے بچانے کے لئے لفظ ''کدعہ اور قادیان'' کی تحقیق اب ہر پڑھے لکھے شخص کی مجبوری بن جاتی ہے، تاکہ اس کی حقیقت کے تناظر میں مرزا کے جھوٹے دعویٰ کو طشت از بام کیا جاسکے۔

اس سلسلہ میں ہمارے قارئین کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ''جواہر الاسرار'' نامی کتاب حدیث شریف کی نہ کوئی مستند و معتبر کتاب ہے اور نہ ہی شیخ حمزہ کوئی محدث ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس کتاب کے حوالے سے یہ خود ساختہ دلیل پیش کی جارہی ہے عوام کے سامنے نہ مرزا نے اس کا کوئی نسخہ پیش کیا، اور نہ ہی کوئی مرزائی پیش کر سکتا ہے۔ اس موقع پر پڑھے لکھے

لوگوں کو جو حیرت ہوتی ہے وہ اس پر نہیں کہ مرزا ہوا میں تیر چلا رہا ہے، بلکہ اس کی دلیری اور بے حیائی پر ہوتی ہے کہ کسی کے سر کچھ کا کچھ منڈھ دینے اور کچھ کا کچھ بنا دینے میں وہ کس قدر بے باک ہے۔ مرزائیوں سے مذکورہ کتاب طلب کی جاسکتی ہے کہ کہاں شیخ حمزہ نے لکھا ہے اور ''کدعہ'' دال کے ساتھ کہاں لکھا ہے جو قادیان کا معرب ہوگیا۔ یہ سب کچھ مرزا کے بائیں ہاتھ کا کمال ہے اور بس! ایک ضعیف درجہ کی حدیث میں ''یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا کرعہ'' کے الفاظ ملتے ہیں، یعنی حرف ''را'' کے ساتھ ''کرعہ'' ہے نہ کہ ''دال'' کے ساتھ یا ''کدیہ'' ''ی'' کے ساتھ۔ جس کو میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ نے نقل کر کے اس کے ضعیف راویوں پر سخت جرح کی ہے اور اس کو موضوع بتایا ہے۔ (میزان الاعتدال ج2 ص680) یعنی موضوع حدیث میں اگر کوئی لفظ ہے بھی تو ''کرعہ'' چھوٹی کاف اور ''را'' کے ساتھ ہے اور تمام محدثین نے اسکی وضاحت کی ہے اس سے مراد یمن کی ایک بستی ہے نہ کہ ہندوستان کا قادیان نامی گاؤں جس کو مرزا نے خود ہی ایک جگہ لکھا ہے کہ قادیان میں ناپاک فطرت یزیدی الطبع اور پلید لوگ رہتے ہیں (ازالۂ اوہام) اگر مرزا کی مراد یہی حدیث ہے تو ظاہر ہے کہ مرزا کادیانی نے اس میں بہت بڑی خیانت کی ہے۔ (1)......سب سے پہلے حرف ''ر'' کو ''د'' سے بدل دیا۔ کرعہ کو کدعہ کر دیا۔ (2)...... کدیہ'' بنا دیا، یعنی حرف ''ع'' کو ''ی'' سے تبدیل کر دیا۔ (3)......تیسری خیانت یہ کی کہ ''کرعہ'' لفظ کو ''کادیان'' کا ایک جگہ معرب بتایا اور دوسری جگہ ''مخفف'' بتادیا۔ معرب کا مطلب تو یہ ہوگا کہ عجمی لفظ کو عربی میں بدل دیا گیا ہے اور مخفف کا مطلب یہ ہوگا کہ عربی میں تبدیل نہیں کیا گیا، بلکہ اس عجمی لفظ میں بعض حروف کو حذف کیا گیا ہے۔ پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ عجمی لفظ کی عربی بنانے یا کسی لفظ میں تخفیف کرنے کے قواعد الگ الگ ہیں اور دونوں قواعد یہاں نہیں پائے جاتے۔ یہ سب کچھ خواہی نہ خواہی قادیان کو حدیث کا مصداق بنانے کے دھن میں اندھے پن کا کرشمہ ہے۔ (4)...... چوتھے نمبر پر آپ غور کریں کہ ان ساری خیانتوں پر جھوٹ کا پشتارا یہ چڑھایا

کہ ''احادیث صحیحہ میں یہ بیان فرمایا گیا ہے'' یعنی ایک دو حدیث نہیں ایسا لگتا ہے کہ گویا بہت سی صحیح احادیث میں مہدی کے ''کدعہ یا کدیہ'' نامی گاؤں میں آنے کا ذکر ملتا ہے۔ جبکہ ایک جگہ جب خود کو احادیث کا مصداق بنانے سے قاصر رہتا ہے تو اپنی سابقہ تحریروں کے خلاف فروری 1899 میں یہ بھی لکھ دیتا ہے کہ مہدی کے سلسلے میں جتنی روایات ہیں یا تو سب موضوع اور غلط ہیں ہرگز قابل وثوق و قابل اعتبار نہیں یا پھر ضعیف، متناقض اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اور اگر کچھ صحیح ہیں بھی تو کسی پہلے زمانے میں وہ پوری ہوچکی ہیں، اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں۔ (خلاصہ حقیقت المہدی، مؤلفہ 1899) سوال یہ ہے کہ جب نہ کوئی صحیح حدیث ہے نہ حالت منتظرہ باقی ہے تو کادیان کو کرعہ کی مصداق بنانے والی بیشمار صحیح احادیث کہاں سے ٹپک پڑیں؟۔ (5)......اور اپنی تحقیق ایسی کتاب کی جانب منسوب کر دی جس کا کچھ پتہ ہی نہیں۔ اور بفرض محال اگر جواہر الاسرار نامی کوئی کتاب ہو بھی تو اس میں یہ روایت حرف ''را'' کے ساتھ درج ہوگی، جیسا کہ دیگر محدثین نے لکھا ہے نہ کہ ''دال'' کے ساتھ ہوگی جس کو مرزا نے قادیان کا معرب بنا دیا اور اس پر اپنی جھوٹی مہدویت کی عمارت کھڑی کر لی۔

مذکورہ روایت کے سلسلے میں اس مختصراً وضاحت کے بعد قابل غور نکتہ یہ ہے کہ بقول مرزا ''قادیان'' کی عربی ''چھوٹی کاف'' سے ''کدعہ'' بنائی گئی ہے۔ اور حضور ﷺ کی زبان سے بڑی ''قاف'' کہ جگہ چھوٹی کاف کا حرف ادا ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اہل عرب کے نزدیک ''ق اور الف'' مستعمل نہیں جو عجمی نام کی عربی بنانے کے لئے خواہ مخواہ ''ک'' یا ''د'' کے بعد ''ع'' کو مستعار لیا گیا؟ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ ''قادیان'' بھی نہیں، بلکہ ''گادیان'' یا ''گدہان'' ہوگا۔ چونکہ اہل عرب ''گ'' اور ''دھ'' نہیں استعمال کرتے تو ان کی جگہ ''ک'' اور ''ع'' کو لے لیا گیا ہوگا۔ اور مرزا کی تحقیق کے مطابق ''ماجھی'' جو بولا جاتا ہو وہ اس وجہ سے ہوگا کہ وہاں گدھے زیادہ پالے جاتے ہوں گے۔ مرزا جی نے جیسے ''را'' کو ''دال'' سے بدل دیا ویسے ہی گدھوں کو بھینسوں سے بدل دیا ہے۔

قادیانی: منکرین ختم نبوت کا منظّم گروہ

● غیاث الدین دھامپوری

قادیانی کے بارے میں دنیا کے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وہ اپنے اسلام مخالف مخصوص خیالات ونظریات کی وجہ سے مسلمان کہلانے کے حقدار نہیں ہیں، ان کا گہرا ربط یہود اور حکومت اسرائیل سے ہے، درحقیقت قادیانی تحریک یہودیوں ہی کی ایک شاخ ہے اور اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ جمانے کیلئے اسلام مخالف طاقتوں کے سہارے پوری دنیا میں قادیانیوں نے اپنی ناپاک تحریک چھیڑ رکھی ہے۔ فتنہ قادیانیت کوئی نیا فتنہ نہیں ہے، اس ناسور فتنہ کی عمر سواسو سال سے اوپر ہو چکی ہے۔ تقسیم ملک سے پہلے سے قادیانیوں کا ارتدادی مرکز قادیان (پنجاب انڈیا) رہا ہے اور اسی سرزمین منحوس میں مرزا غلام احمد قایانی اور اسکے خلفاء کو زمین کھود کر گاڑا گیا ہے اور موصیین قادیان (یعنی قادیان میں دفن ہونیکی وصیت کرنے والے قادیانی) خواہ وہ کہیں بھی مرا ہو اسکی لاش کو یہیں لاکر گاڑا جاتا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد چنیوٹ (پاکستان) کے قریب دریائے چناب کے مغربی کنارے پر مرزائی نے اپنا ایک مستقل مرکز ربوہ (مرزائیل) کے نام سے قائم کر رکھا ہے۔ پاکستان میں یہ انکی ارتدادی اور تخریبی سرگرمیوں کا مرکز ہے جس میں تعلیم، علاج، ملازمت، رشتہ وغیرہ کے لالچ اور دیگر مختلف ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کو مرتد بنایا جاتا ہے۔ قادیان انڈیا میں بھی اور ربوہ پاکستان میں بھی ان کا ایک مستقل ادارہ ’’نظارت اصلاح وارشاد‘ کے نام سے قائم ہے جس کے تحت مرزا غلام احمد قادیانی کے

باطل نظریات کی اشاعت وتبلیغ اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے مبلغ تیار کرکے اندرون ملک اور بیرون ملک بھیجے جاتے ہیں۔ ہر زبان میں گمراہ کن لٹریچر چھاپ کر لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے ان دونوں اداروں کا سالانہ بجٹ لاکھوں روپے ہے، مگر پاکستان کی مارشل لا حکومت نے ۱۹۷۴ء میں اپنے آرڈی نینس کے ذریعہ جب قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی توثیق کی تب سے پاکستان میں تو قادیانیت محدود ہو کر رہ گئی ہے، مگر ہندوستان میں تقریباً دس سال سے پھر سے اسکی ارتدادی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ قادیانی فرقہ وفتنہ تاریخ اسلامی کا سب سے خطرناک فتنہ ہے، کیونکہ قادیانیت ایک مستقل دین اور متوازی امت کی دعوت ہے، یہاں پورا نظام ترتیب دیا گیا ہے شعائر کے مقابلے میں شعائر، مقدسات کے مقابلہ میں مقدسات، مرکز کے مقابلہ میں مرکز، قبلہ کے مقابلہ میں قبلہ، کتابوں کے مقابلے میں کتاب، مسجد کے مقابلے میں مسجد، نبی کے مقابلہ میں نبی، صحابہ کے مقابلہ میں صحابہ، جنت کے مقابلہ میں جنت، ہر چیز کا قادیانی دنیا میں بدل مہیا ہے، یہاں تک کہ اسلامی تقویم کے قمری وہجری مہینوں کے مقابلہ میں مہینوں کے بھی نئے نام رکھے ہیں جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ قادیانیت نبوت محمدی ﷺ کے خلاف ایک منظّم سازش وفتنہ ہے۔

قادیانیوں کے آر ایس ایس سے تعلقات:

ہفت روزہ ’نئی دنیا‘ اپنی تا ۹/ اکتوبر ۲۰۱۱ء کی اشاعت میں قادیانیت کے تعلق سے بعنوان ’’قادیانی نیا جال لائے پرانے شکاری‘‘ تحقیقاتی رپورٹ نمایاں طور پر بیان کرتا ہے کہ قادیانیوں کے تعلقات ہندو تنظیم RSS سے ہیں اور RSS کے بعض لیڈر قادیانیوں کے ایجنٹ ہیں اور دہشت گردی کی پشت پر دونوں کی سانٹھ گانٹھ ہے۔ نیز نئی دنیا کی دوسری اشاعت میں ایڈیٹر شاہد صدیقی نے سرورق پر دو منھے سانپ کی تصویر بنا کر جس میں ایک منھ قادیانیت کا اور دوسرا RSS کا ہے۔ دونوں کے گہرے تعلقات کا خلاصہ کرتے ہوئے

لکھا ہے کہ ہریانہ کے جھجھولی میں ''مسلم راشٹریہ منچ'' کے سالانہ جلسہ کی صدارت آر ایس ایس کے بڑے لیڈر اندریش کمار کر رہے تھے جسمیں مسلمانوں کی قابل ذکر تعداد نظر آ رہی تھی اس میں داڑھی ٹوپی میں ملبوس مولانا قسم کے افراد بھی خاصی تعداد میں شامل تھے۔ دنیا حیران تھی کہ اجمیر شریف، مکہ مسجد اور سمجھوتہ ایکسپریس میں بم دھماکہ کروانے کا ملزم اور اسکے ساتھ اتنے سارے مسلمان۔ لیکن اب یہ راز پختہ شواہد کے ساتھ ہمارے سامنے موجود ہے کہ اندریش کمار اور راشٹریہ مسلم منچ کی اصل طاقت مسلمان نہیں، بلکہ قادیانی ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں آر ایس ایس اور قادیانیوں کا رشتہ زیادہ گہرا اور پراسرار ہوگیا ہے، سنگھ پریوار نہایت ہی شاطرانہ انداز میں قادیانیوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے حتی کہ ''مسلم راشٹریہ منچ'' کے پرانے کارکنوں اور عہدیداروں میں نو وارد قادیانیوں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ قادیانی مسلمانوں کے خلاف کس حد تک جا سکتے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات واحادیث کریمہ کی من مانی تاویلات وتشریحات ہو یا قرآن کریم میں کھلی تحریف کو نشانہ بنا کر مسلمانوں سے مطالبہ کرنا کہ پہلے وہ ان آیات جہاد کو قرآن سے نکالیں پھر بات ہوگی۔

آر ایس ایس کی مدد قادیانی علماء اور ان کی کتابیں کرتی آئی ہیں۔ یہی لوگ RSS کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مواد فراہم کرتے آئے ہیں، قادیانیوں پر RSS کے اعتماد کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ جن ریاستوں میں BJP اقتدار میں ہے وہاں وقف بورڈ اور حج کمیٹیوں میں قادیانیوں کو بٹھایا گیا ہے۔ مسلم راشٹریہ منچ کا ایک لیڈر کہتا ہے کہ اندریش کمار جیسے لوگوں کو قرآن کی آیات کا استعمال کرنے میں قادیانی ہی مدد کرتے ہیں اور وہی ان کو اپنی مرضی کا معنی پہنانے میں مدد کرتے ہیں۔ قادیانیوں اور RSS کا یہ رشتہ بہت ہی پرانا ہے، یہ دونوں جماعتیں انگریزوں کے دور میں بھی ایک ہی مشن پر عمل پیرا تھیں، اگر ہماری حکومت اور سیکورٹی ایجنسیوں نے اپنی آنکھیں نہیں کھولی تو یہ خطرناک گٹھ

جوڑ ملک وقوم کو ناقابل تلافی نقصان پہونچائے گا، لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ RSS اور قادیانیوں کے رشتوں کی تحقیقات کرائے۔

مؤرخہ ۲ر تا ۲۵ر ستمبر ۲۰۱۱ء کو نئی دہلی کے ''کانسٹی ٹیوشن کلب'' کے اسپیکر ہال میں قادیانیوں نے سہ روزہ قرآن کی نمائش کا ایک پروگرام کرنا چاہتے تھے دراصل یہ قرآن کریم کی نہیں، بلکہ یہ قادیانیت کی نمائش کی ایک کڑی تھی، مرزا غلام احمد قادیانی کی خود ساختہ نبوت کا پرچار تھا، کانسٹی ٹیوشن کلب میں (احمدیہ مسلم کمیونٹی انڈیا نئی دہلی) کے ذریعہ لگائے جانے والے قرآن ایگزیبیشن کا دعوت نامہ ہفتوں پہلے تقسیم کیا جا رہا تھا، پنجاب کے ایک کانگریسی ممبر آف پارلیمنٹ کی معرفت کانسٹی ٹیوشن کلب کا اسپیکر ہال بک کرایا گیا تھا، یہ نمائش دراصل بسلسلہ فروغ قادیانیت منعقد کی جانی تھی، کیونکہ اس نمائش کے شاندار دعوت نامہ میں دو صفحات پر قادیانیت کا مکمل تعارف، قادیانیت کی تاریخ وسن پیدائش درج تھا۔ نئی دنیا کی رپورٹ کے مطابق قادیانیوں نے قرآن پاک کے ترجمہ میں تحریف کر کے اور اس پر مرزا غلام احمد قادیانی کی پاسپورٹ سائز تصویر چھاپ کر دہلی کی کئی مساجد میں رکھ دیئے ہیں ۔افسوس ہمارے قائدین کی یہ پرانی عادت ہے کہ وہ اس وقت تک نہیں جاگتے جب تک انکو جگایا نہ جائے، اگر اس فتنہ کی ریشہ دوانی پر دہلی میں پہلے ہی توجہ کر لی جاتی تو قادیانی قرآن نمائش کی آڑ میں اپنا کھیل شروع ہی نہیں کر سکتے تھے۔ لائق صد مبارکباد ہیں جامع مسجد دہلی کے شاہی امام سید احمد بخاری، رابطہ کمیٹی کے نمائندے اور اسلام پیس فاؤنڈیشن کے کارکنان و مسلم پرسنل لا بورڈ کے بعض ارکان جنھوں نے ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ کانسٹی ٹیوشن کلب پہنچ کر انتظامیہ سے رابطہ اور پھر دباؤ بنا کر قادیانیوں کی اس ناپاک نمائش کو بند کروایا۔

مرزا غلام احمد انگریزوں کا خاص ایجنٹ تھا:

درحقیقت مرزا انگریزوں کا خاص ایجنٹ اور زرخرید غلام تھا اور نئی نسل کو گمراہ کرنے کی

سازش کا ایک حصہ تھا۔ پوری اسلامی دنیا میں دھتکارے جانیوالے اور مرتد و زندیق قرار دئے جانے کے باوجود قادیانی پھر بھی دعوی کرتے ہیں کہ آج دنیا میں بنی نوع انسان کے عموماً اور مسلمانوں کے خصوصاً خیرخواہ اور ہمدرد سوائے قادیانیوں کے دوسرا کوئی نہیں، نیز خود کو اپنے اپنے ملکوں کی حکومتوں کا انتہائی وفادار باور کراتے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے جو شخص نبی کریمؐ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی جسارت کر چکا ہو وہ اور اسکی ذریت کیا کچھ نہیں کرسکتی یہ بات بھی ریکارڈ میں رہنی چاہئے کہ ہمارے اکابرین نے ہمیشہ عدم تشدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے قادیانیوں کے خلاف پوری قوت سے تحریک چلائی ہے۔

قادیانیوں اور اسرائیل کے باہمی تعلقات:

قادیانی مذہبی نہیں، بلکہ خالص جماعت ہے اور یہودی ٹکڑوں پر پلنے والا استعماری پٹھو ہے یہودی کبھی خسارے کا سودا نہیں کرتا، اسرائیل نے قادیانیوں کو اپنے نظریاتی ملک میں اپنے اصول و قواعد کے خلاف ، اپنے مفاد کی خاطر مذہبی آزادی دے رکھی ہے، قادیانیوں اور اسرائیل کے باہمی تعلقات اور روابط کا اندازہ قومی اخبارات میں ۲۲؍فروری ۱۹۸۵ء کے ”یروشلم پوسٹ“ کے حوالے سے چھپنے والی اس تصویر سے لگایا جاسکتا ہے جسمیں دو قادیانیوں کو اسرائیلی صدر کے ساتھ نہایت مہذب انداز میں ملاقات کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، یہ تصویر قادیانیوں کی اسلام دشمنی اور یہودی دوستی کا منھ بولتا ثبوت ہے، ہندوستان میں بٹیالہ کے قریب واقع قادیان اور پاکستان میں ربوہ کے بعد ان کا سب سے منظّم مرکز اسرائیل کے شہر ”حیفا“ میں ہے، اس وقت بھی جب کہ اسرائیل میں مسلمانوں کا رہنا دوبھر ہے قادیانیوں کو اسرائیل میں کام کرنے کی پوری آزادی ہے، فلسطینی عرب مسلمان آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور قادیانی اسرائیلی وزیر اعظم، صدر وغیرہ سے ملاقاتیں کررہے ہیں، اسرائیل کا مسلمانوں پر ظلم وستم اور قادیانیوں پر اتنی عنایات آخر کس

صیہونی منصوبے کا حصہ ہے (OUR FOREIGN MISSION) جو قادیانی جماعت کے زیر اہتمام ربوہ میں چھپی تھی اس کے صفحہ ۹۷؍ پر قادیانیوں کے اسرائیل میں حیفہ کے مقام پر قادیانی مشن کی تفصیلات کا ذکر موجود ہے، اسرائیل سے قادیانیوں کے گٹھ جوڑ کی مصدقہ کہانی خود قادیانیوں کے رسائل و جرائد سے ثابت ہے، ان شرمناک سرگرمیوں اور استحصالی ہتھکنڈوں کا سلسلہ بہت پرانا اور طویل ہے تاہم ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں ”تحریک جدید کے مبلغ فلسطین رشید احمد چغتائی اسرائیل سے پاکستان ارسال کردہ ماہ اگست تا اکتوبر ۱۹۴۸ء اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں ”فلسطین کے شہر صور اپنے حیفا کے احمدی بھائیوں تک پہونچنے کے سلسلہ میں گیا جہاں فلسطینی پناہ گزینوں میں تبلیغ کی احمدی بھائیوں کی خواہش پر دو روز قیام رہا، تبلیغ کے علاوہ ان کی تربیت کیلئے بھی وقت صرف کیا یہاں ۲۹؍ کو تبلیغ کی انہیں کتب بھی مطالعہ کیلئے دی گئیں“ (اخبار الفضل ۱۲؍مارچ ۱۹۴۹ء) اسرائیلی مشن قادیان کے ماتحت ہے قادیانی جماعت کی تمام تنظیمیں اسی مرکز سے وابستہ ہیں، بہرحال اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی اور انکے اسرائیلی حکومت کے ساتھ سفارتی تعلقات اور روابط کی قلعی تاریخی دستاویزات اور حقائق سے کھل جاتی ہے۔

ہندوستان میں قادیانی فتنہ:

قادیانی فتنہ ہندوستان میں عرصہ سے محوخواب تھا ہندوستان چونکہ قادیانیت کا منشاء ہے، اس لئے وہ اس کے منحوس سایہ سے کیسے محروم رہتا اسلئے ایک بار پھر ہندوستان اس فتنہ کی آماجگاہ بن گیا، اس لئے کہ ہندوستان ہی ایسا ملک ہے کہ انڈونیشیا کے بعد بہ اعتبار آبادی سب سے زیادہ مسلمان ہیں، کیرالا، حیدرآباد، مدراس، جنوبی ہند کے مرکزی شہروں، مغربی بنگال تو انکی سرگرمیوں کے میدان پہلے ہی سے تھے اب کچھ کشمیر کے مرکزی علاقے اور دہلی، ہریانہ، راجستھان، لکھنؤ کانپور، امروہہ وغیرہ میں بھی قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیاں بڑھتی

جارہی ہیں اور وہیں سے اپنی ناپاک مساعی میں مشغول ہیں یہ لوگ ناخواندہ، نیم خواندہ، اور پسماندہ مسلمانوں کے طبقے کو لالچ اور دھوکہ دیکر خود کو اسلام کا نمائندہ بتلاتے ہیں اور نہایت عیاری سے انکے دین وایمان پر ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ ہندوستان کے جمہوری مزاج کا فائدہ اٹھا کر یہ فتنہ از سر نو پھر ابھر رہا ہے جسکی بیخ کنی کی فی الفور ضرورت ہے، مگر تأسف کے ساتھ تحریر کرنا پڑ رہا ہے کہ حضرات علماء کرام کی توجہ اس طرف نہ کے برابر ہے اور بعض علماء وائمہ مساجد کو تو فتنہ قادیانیت سے متعلق معلومات بھی نہ کے برابر ہے اس کے برعکس قادیانی مبلغین کھلے عام ہندوستان کے طول وعرض میں اپنی ارتدادی سرگرمیاں پوری قوت کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں اور اسکے لئے وہ پوری تیاری کر کے آتے ہیں جسکا ثبوت دہلی میں قادیانیوں کی طرف سے کانسٹی ٹیوشن کلب میں نام نہاد نمائش قرآن ہے۔ عہد حاضر میں قادیانی فتنہ منکرین ختم نبوت کا منظّم گروہ ہے جو حکومت برطانیہ کے زیر سایہ پروان چڑھا جس کا واحد مقصد اسلام کی بنیادوں کو مسخ کرنا، نیز امت مسلمہ میں انتشار وتفریق پیدا کرنا اور انگریزوں کے مفادات کیلئے کام کرنا تھا اس کی تخلیق مسلمانوں کی نظریاتی سرحدوں پر ایک سنگین اور منظّم حملہ ہے اور یہ فتنہ اسلام کیلئے ایک مستقل خطرہ ہے، قادیانی جماعت اپنے افکار وعقائد کے اعتبار سے شیاطین وابلیس سے بڑھکر ہے۔ یہ لوگ جھوٹ کو سچ میں بدلنے میں ماہر فن ہیں انکی شرارتوں میں توہین اسلام کا وہ فاسد خون ہے جسکی بناء پر انہیں ملک و ملت کیلئے سرطان کہا جاسکتا ہے، ہندوستان میں قادیانی جماعت کی جملہ تنظیمیں قادیان سے وابستہ ہیں اور اسی کے زیر اہتمام چلتی ہیں، تعجب کی بات ہے کہ ایک اقلیتی گروہ سامراجی اسلام دشمن طاقتوں کی شہ پر نبی کریمؐ کی عظیم نبوت کے مقابلہ میں اپنی نئی زرخرید نبوت قائم کرے اور پھر یہ مطالبہ بھی کرے کہ انہیں انکے عقائد کی تبلیغ وتشہیر کی مکمل اجازت دی جائے۔ ہمارے بعض نام نہاد دانشور ایک خاص ذہنیت کے تحت انہیں مظلوم قرار دیتے ہیں ،انہیں درج ذیل مثال سے سبق حاصل کرنا چاہئے، اس تمثیل سے قادیانیوں کو بخوبی سمجھا

جاسکتا ہے، تین قصائی ہیں (۱) سکھ جسکے پاس کوئی بھی مسلمان گوشت خریدنے نہیں جاتا (۲) عبداللہ نام کا مسلمان خنزیر کو ذبح کر کے لٹکائے ہوئے ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ یہ بکرے کا گوشت ہے اس دھوکہ میں بکرے کا گوشت سمجھ کر بہت سے لوگ خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں (۳) حبیب احمد خالص مسلمان۔ نمبر۱، مجرم نہیں ہے، نمبر۳، مجرم نہیں ہے لیکن نمبر۲ قانوناً وشرعاً بدترین مجرم ہے اور'' **واجب التعذیر و الحبس**'' ہے یہی مثال ہے قادیانی جماعت کے دجالوں کی۔ اگر قادیانی جماعت دوسروں کو دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لئے نئے القاب وغیرہ کیوں وضع کر لیتے، کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ مذاہب شعائر، مخصوص نشانات وعلامات اور اعمال پر انحصار کر کے وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے، دوسرے معنیٰ اسکے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ انکا نیا مذہب اپنی طاقت ہنر اور ضلالت کے بل پر ترقی نہیں کرسکتا یا فروغ نہیں پا سکتا، بلکہ اسے جعل سازی و فریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے، ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کیلئے نئے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر جماعتوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کیلئے القاب و خطاب وضع کر رکھے ہیں، قادیانی فتنہ کو علمی وتحقیقی انداز میں سمجھانے اور اسکے تعاقب وتردید کی مشق کرانے کے لئے مرکزی دفتر کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند میں باقاعدہ انتظام ہے ہر سال دو فاضل دارالعلوم کا داخلہ منظور کر کے سال بھر ان کو ردقادیانیت پر مطالعہ کرایا جاتا ہے، مضامین لکھائے جاتے ہیں مرکزی دفتر میں ردقادیانیت کی کتابوں کے ساتھ خود مرزا قادیانی اور اسکے گروہ کی اصل کتابیں موجود ہیں، بہرکیف امت کے سربرآوردہ لوگو پر واجب ہے کہ وہ قادیانیت کا تعاقب کر کے اس کی بیخ کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھیں اور عوام الناس کو ان کی ارتدادی سرگرمیوں سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔

☆☆

توہین رسالت: ناقابل برداشت جرم!

● مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

چند دنوں پہلے ایک امریکی یہودی اور ایک قبطی عیسائی کے اشتراک سے جو فلم بنائی گئی ہے اور اس میں پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت کی گئی ہے، یہ یقیناً انتہائی افسوس ناک اور مسلمانوں کے لئے ناقابل بیان حد تک تکلیف دہ واقعہ ہے، اس فلم کا امریکہ میں بننا اور گوگل کے ذریعہ نشر ہونا، حکومت امریکہ کا اس پر پابندی عائد نہ کرنا اور اس بیہودہ شخص کے خلاف کسی قانونی کارروائی کا نہ کیا جانا امریکہ کا جرم عظیم ہے، یہ عجیب بات ہے کہ اگر کوئی شخص اسامہ بن لادن کی حمایت میں کچھ کہہ دے، ہولوکاسٹ کے خلاف زبان کھولے اور نائن الیون کے واقعہ کی تحقیق میں جائے اور اس کے پس پردہ سازش کے حقیقی چہروں سے پردہ اُٹھانا چاہے تو اس کو تو مغرب مجرم تصور کرتا ہے، لیکن ایک ایسی شخصیت کی اہانت جس سے کروڑوں لوگوں کے محبت واحترام کے جذبات وابستہ ہیں اور اس طرح کے واقعات کم از کم دنیا کے ایک چوتھائی لوگوں کے لئے دل آزاری کا سبب بنتے ہیں، کو جرم نہیں سمجھا جاتا۔

چونکہ اسلام اور شریعت اسلامی کی اساس جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر ہے، اس لئے مغربی دنیا نے صلیبی جنگوں سے لے کر آج تک ہمیشہ آپ ﷺ کی ذات والا صفات کو نشانہ بنایا ہے، مستشرقین نے اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کی شخصیت کی ایسی تصویر کھینچی ہے جس کو اسلام سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی مسترد کر دے گا، سیرتِ نبوی ﷺ کو غلط انداز پر پیش کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے مستشرقین نے اتنا زیادہ

لکھا ہے اور ہر روز لکھنے کا سلسلہ جاری ہے کہ صرف ان کتابوں کے نام لکھے جائیں تب بھی پوری ایک جلد ہو جائے، مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے اور ان کے ایمان وعقیدہ سے کھیلنے کے لئے انھوں نے مسلم سماج میں سے سلمان رشدی جیسے بددین اور بدزبان شخص کو بھی کھڑا کیا، شراب خانوں کا نام مکہ (Macca) تک رکھا گیا، تاکہ مسلمان اس صورتِ حال سے مشتعل ہوں، اس لئے خدانا ترسی، آخرت میں جواب دہی کے عقیدہ سے محرومی، حساب وکتاب سے بے خوفی، حد سے گذری ہوئی لذت پسندی، نفس کی پرستاری، اندرونی خباثت اور مسلمانوں کو رسوا کرنے کی منصوبہ بند سازش کی وجہ سے وہ ہمیشہ انبیاء کی اہانت کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی اور بدگوئی کا ایک مزید مقصد حضور ﷺ کی محبت و عظمت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال پھینکنا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے دل میں تمام انبیاء کی اور خاص کر پیغمبر آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی بے پناہ محبت ڈال دی ہے، اس کے لئے سر کٹا دینا، اپنی رگِ جاں کا آخری قطرۂ خوں بہا دینا، اس راہ میں جان و مال کا نذرانہ پیش کرنا نہ صرف آسان ہے، بلکہ وہ اسے ایک سعادت سمجھتا ہے، اس سے اس کی زندگی کا سودا تو کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کے نبی کی محبت خریدی نہیں جا سکتی، وہ اپنی رسوائی اور بے آبروئی کو برداشت کر سکتا ہے، لیکن حضور ﷺ کی شان میں ادنیٰ بے توقیری کو گوارا نہیں کر سکتا، اس کے گھر کو آگ لگائی جا سکتی ہے، لیکن اس کے سینہ میں محبت کی جو انگیٹھی جل رہی ہے، اسے بجھایا نہیں جا سکتا، یہی محبت اس کی سب سے بڑی متاع ہے، اس کے لئے نبی کی محبت کے مقابلہ والدین اور بیوی بچوں کی محبت بھی کوئی معنی نہیں رکھتی، یہ محبت جو اسے اپنے آباء واجداد سے میراث میں ملی ہے اور پیغمبر کے نام پر مر مٹنے کا جذبہ اور اپنے آپ کو قربان کر دینے کا حوصلہ جو اسے اپنے بزرگوں سے ایک درِ نایاب کی طرح حاصل ہوا ہے، کسی بھی قیمت پر وہ اس سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔

یہ اتھاہ محبت اور انمٹ جذبۂ احترام مغرب کی بے حس، مذہب کے معاملہ میں غیر سنجیدہ، خدا کی محبت اور آخرت کی جواب دہی کے احساس سے محروم قوموں کے لئے باعث تعجب ہے کہ آخر اس اُمت کے دلوں سے اس کے نبی کی محبت کیونکر نکالی جائے اور کیونکر آپ ﷺ کی عظمت وحرمت کا یہ جذبۂ بے پناہ کم کیا جائے؟ تا کہ دین سے ان کا رشتہ کمزور تر ہو جائے اور مغرب کی خدا بےزاری اور مادیت پرستی میں وہ پوری طرح ان کے ہم دوش اور ہم قدم بن کر کھڑے ہو جائیں، کیونکہ اگر خدانخواستہ کسی شخص کے دل سے آپ ﷺ کی عظمت و بزرگی کا احساس نکل جائے اور آپ ﷺ کی محبت کا عنصر کم ہو جائے تو پھر اس کے ایمان کا اغوا کر لینا چنداں دشوار نہیں ہوگا، مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس عالمی سازش پر متنبہ رہیں اور انبیاء کی محبت وعظمت کی جو امانت انھیں اپنے بزرگوں سے ملی ہے اور جس پر ان کا مسلمان ہونا موقوف ہے، وہ اس امانت میں ذرا بھی اضمحلال نہ آنے دیں اور اسے اگلی نسلوں تک پہنچائیں۔

اس واقعہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کو ہمیشہ کچھ نہ کچھ مسائل میں الجھا کر رکھنا چاہتے ہیں، وہ خواہاں ہیں کہ مسلمان احتجاج اور مظاہروں میں اُلجھ جائیں اور تعمیری کام نہ کر سکیں، ان کی صلاحیت احتجاج اور مدافعت میں خرچ ہو جائے، مغربی ملکوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں، تعلیم کے میدان میں حالیہ برسوں میں مسلمانوں نے بہتر پیش رفت کی ہے، سائنس وتحقیق میں بھی ان کے قدم آگے بڑھ رہے ہیں، امریکہ و یورپ کی یونیورسٹیوں میں زیادہ تر طلبہ وطالبات ایشیا وعالم اسلام کے ہیں اور ان کی خدمات نہایت ہی نمایاں ہیں، مغرب چاہتا ہے کہ مسلمان ہمیشہ ایسے غیر حقیقت پسندانہ مسائل میں اُلجھے رہیں کہ ان کے لئے علمی ترقی دشوار ہو جائے۔

اس صورتِ حال کو سمجھنے اور اس کی روشنی میں لائحہ عمل بنانے کی ضرورت ہے، ایسے واقعات پر برہمی اور ناراضگی کا اظہار ایسی حدوں میں ہونا چاہئے، جو خود مسلمانوں کے حق

میں اور عالم اسلام کے لئے نقصاندہ نہ ہو جائے، رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ایسے کئی واقعات پیش آئے، جن میں آپ ﷺ کی اہانت کی کوشش کی گئی، غلط القاب سے آپ ﷺ کا ذکر کیا گیا، صحابہ ؓ کو فطری طور پر اس طرح کی ناشائستہ باتیں مشتعل کر دیتی تھیں، لیکن آپ ﷺ نے کبھی بھی انھیں بے قابو نہیں ہونے دیا، اصل مقصد پر نظر رکھا اور پوری توجہ دعوت دین پر مرکوز کئے رہے، اس طرح دشمنوں کی سازشیں ناکام ہوتی رہیں، آج بھی ہمیں یہی رویہ اختیار کرنا ہوگا، ہمیں ایسے واقعات پر احتجاج ضرور کرنا چاہئے، ناراضگی کا اظہار بھی ہونا چاہئے، لیکن ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ہمارا اصل مشن اسلام کی دعوت اور بندگانِ خدا کی ہدایت ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ اسلام میں نہ صرف پیغمبر اسلام ﷺ، بلکہ کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کی سزا قتل ہے، لیکن یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ یہ سزا اصل مجرم پر جاری ہوگی، نہ کہ اس کے ہم مذہب یا ہم وطن لوگوں پر، اس سلسلہ میں اسلام کا اُصول بالکل واضح ہے کہ ایک آدمی کے جرم کی ذمہ داری دوسرے شخص کے سر نہیں رکھی جا سکتی ''لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی'' (الفاطر: ۱۸) اسی لئے خواہ کتنا بھی بڑا جرم ہو، لیکن مجرم کے علاوہ کسی اور کو اس کی سزا نہیں دی جا سکتی، یہ بات خوش آئند ہے کہ ہندوستان نے ہمیشہ ایسے مسائل میں تمام مذہبی طبقات کے جذبات کو ملحوظ رکھا ہے اور اس واقعہ میں بھی ہماری حکومت کا ردِعمل منصفانہ اور حقیقت پسندانہ ہے اور حکومت نے اس سائٹ کو بلاک کر دیا ہے، بہت سے دوسرے غیر مسلم ممالک چرچوں، خاص کر قبطی عیسائیوں اور خود پوپ بینڈیکٹ نے بھی مذہبی دل آزاری کے اس واقعہ کی مذمت کی ہے، اس لئے ہمیں تمام غیر مسلم اقوام وممالک کو ایک ہی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے۔

ہمیں اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اسلام نے سفارتی آداب کے بارے میں بھی رہنمائی کی ہے، آپ ﷺ کی خدمت میں مسیلمہ کذاب کے دو قاصد آئے، مسیلمہ

نے اپنے مکتوب میں لکھا تھا کہ مجھے بھی آپ کے ساتھ نبوت میں شریک کر دیا گیا ہے، آپ ﷺ نے اس بدبخت کے سفراء سے پوچھا کہ کیا تمہارا بھی اس پر ایمان ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہارے قتل کا حکم دیتا'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۷۶۱، کتاب الجہاد، باب فی الرسل) چنانچہ کافی عرصہ کے بعد جب یہ شخص غیر سفارتی حیثیت میں پکڑا گیا تو اسے قتل کیا گیا، یہ سلوک اس جھوٹے مدعی نبوت کے سفیر کے ساتھ کیا گیا، جس کا خود حال یہ تھا کہ اس نے صحابی رسول حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے رسول ہونے کے بارے میں دریافت کیا، صحابی نے جواب دیا کہ میں آپ ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہوں، پھر اس نے اپنے بارے میں پوچھا تو حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہاری بات سن نہیں پا رہا ہوں، تو مسیلمہ نے ان کے ٹکڑے کر دیئے، (معرفۃ الصحابہ، لابن نعیم اصبہانی: ۱/۸۲۸) --- بہر حال اُسوۂ نبوی سے معلوم ہوا کہ سفارت خانوں پر حملہ کرنا یا سفارتی عملہ کو قتل کر دینا مناسب عمل نہیں ہے اور اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے، اس لئے بے قصور غیر مسلم بھائیوں کو یا عوامی املاک کو نشانہ بنانے سے بچنا چاہئے اور جذبات میں آکر شریعت کی قائم کردہ حدود کو توڑنا نہیں چاہئے۔ کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ مسلم ممالک مغربی ملکوں سے مطالبہ کریں، نیز اقوام متحدہ میں مسئلہ اُٹھائیں کہ تمام مذہب کے احترام کو بنیادی حق تسلیم کیا جائے، اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو مجرم تصور کیا جائے اور وہ مجرم جس ملک میں رہتا ہو، اس کے خلاف قانونی کارروائی کرنا اس ملک کی ذمہ داری قرار پائے، نیز جو مسلمان مغربی ملکوں میں رہتے ہیں، وہ معقول طریقہ پر سنجیدگی کے ساتھ وہاں کی حکومتوں سے گفتگو کریں اور انھیں قائل کریں کہ تمام مذاہب کا احترام عدل وانصاف کا تقاضہ ہے اور اسی میں امن وامان مضمر ہے، جیسے نسلی امتیاز اور نسلی اعتبار سے کسی کی اہانت کو جرم سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح مذہبی اعتبار سے کسی کے جذبات کو مجروح کرنے کو بھی جرم سمجھا جائے، نیز ذہن سازی اور عوامی رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے مذاہب اور مذہبی شخصیتوں کے احترام پر مذاکرات منعقد کئے جائیں اور اس کی خلاف ورزی کے نقصانات اور اظہار خیال کی آزادی کی حدود پر گفتگو کا دروازہ کھولا جائے، کیونکہ آزادی انسانیت کے لئے جس قدر ضروری اور اس کا بنیادی حق ہے، آزادی کا بے قید ہو جانا، اسی درجہ نقصاندہ بھی ہے، بلکہ عالم اسلام کو عالمی سطح پر اس طرح کے پروگرام رکھنے چاہئیں، اس میں مغربی دنیا کے مفکرین اور اہل قلم کو بھی دعوت دینا چاہئے اور ان کے ذہن کو ہموار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اس کے بغیر اس اہم مسئلہ کا کوئی پائیدار حل نہیں نکل سکے گا، بلکہ صہیونی طاقت کو اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوتی رہے گی۔

☆☆

قادیانیوں کے تیسرے خلیفہ

مرزا ناصر کے بیٹے کا قبول اسلام

قادیانیوں کے ہاتھوں لاہور میں دن دہاڑے تشدد کا نشانہ بننے والے مرزا غلام احمد قادیانی کے نومسلم پڑپوتے مرزا احد بلال (اسلامی نام عبدالرحمٰن) کو معروف شاہراہ سے دن دہاڑے اغوا کرنے والے کون تھے اور انہیں ربوہ میں زنجیروں سے باندھ کر قید کیوں کیا گیا؟ اس کے علاوہ مرزا خاندان کے ''شہزادوں'' سے متعلق جو گفتگو نومسلم عبدالرحمٰن نے کی وہ روزنامہ ''منصف حیدرآباد'' کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی نذر ہے۔

سوال: آپ نے بتایا کہ آپ کا تعلق مرزا خاندان سے ہے اور آپ مرزا غلام احمد قادیانی کے پڑپوتے ہیں، قادیانیت سے اسلام تک کا سفر اور قادیانیوں کے ہاتھوں اغوا اور تشدد کی کہانی کیا ہے؟

جواب: جی ہاں! میں مرزا ناصرالدین کا بیٹا ہوں، ہم کل تین بھائی اور ایک بہن ہیں، ایک بھائی جو مجھ سے بڑا ہے اس کا نام مرزا فرید، میرا پرانا نام مرزا احد ہلال اور مجھ سے چھوٹے بھائی کا نام مرزا انس ہے؛ لیکن میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد نہ صرف یہ کہ اپنا نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھ لیا، بلکہ مرزا کا لفظ بھی اپنے نام کے ساتھ نہیں لکھتا۔ اسلام کی طرف آنے کی تفصیل یہ ہے کہ گورنمنٹ تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ سے میٹرک اور بی اے کرنے کے بعد مجھے بھی ربوہ کی روایت کے مطابق مشنری مقاصد کے لئے تیار کرنے

کی غرض سے اطالوی اور روسی زبانیں سکھائی گئیں، اسی دوران میں ربوہ میں قائم قادیانی خلافت لائبریری کا ناظم مقرر ہوا، تو مجھے حقیقی اسلام کے بارے میں سمجھنے کا موقع ملا۔ یہ ۱۹۹۸ء کی بات ہے جب مجھے لائبریری میں علامہ احسان الٰہی مرحوم کی دو کتاب ''القادیانیت'' اور ''مرزائیت اور اسلام'' پڑھنے کا موقع ملا۔ ابتداءً میرا خیال یہی تھا کہ یہ کتابیں بھی روایتی تعصب پر مبنی ہوں گی، جو ہمارا تصور تھا کہ مسلمان علماء غلام احمد قادیانی کے بارے میں خواہ مخواہ تعصب اور بغض رکھتے ہیں، لیکن میں نے ان کتابوں کے چند صفحات پڑھے تو مجھے دل چسپ اور حقیقت افروز محسوس ہوئیں۔ ان کتابوں میں حوالے دئے گئے ہیں وہ سو فیصد درست تھے، یوں میرا دل قادیانیت سے اچاٹ ہونے لگا، میں نے قادیانیت کے مربین سے سوال و جواب کرنا چاہا، وہ مجھے روایتی جوابات تو دے سکے، لیکن مطمئن نہ کر سکے۔ ان کتب کے پڑھنے کے بعد مجھے یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ مرزا قادیانی نے کس طرح اللہ پر بہتان اور انبیاء اور ان کی امہات کے بارے میں نازیبا پیرائے میں من گھڑت قصے اپنی کتب میں شامل کئے ہوئے ہیں۔ مجھے مرزا قادیانی کے ذہنی صحت کے بارے میں بھی شبہ ہونے لگا، جیسا کہ میں نے مرزا بشیرالدین کی تحریروں میں پڑھ رکھا تھا کہ ''مرزا غلام احمد قادیانی کو اندازہ نہ تھا کہ پاؤں میں ایک جوتا پہننا ہے یا دو جوتے پہننے ہیں''، پھر مجھے یہ بھی علم تھا کہ ۱۸۸۳ء میں مرزا قادیانی نے خود کو محض مجدد قرار دیا، ۱۸۹۱ء میں امام مہدی قرار دینے لگا اور ۱۸۹۵ء میں نبوت کا دعویٰ کرنے لگا کہ ''اللہ نے مجھے خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھائی ہے جو کشمیر کے علاقے ''خانیار'' میں ہے، چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال کر گئے ہیں، اس لئے اللہ نے ایک رات میری جنس تبدیل کی اور میرے ساتھ رجولیت کا اظہار کیا، جس کے نتیجہ میں مجھے حمل ٹھہر گیا''۔ یہ سب باتیں اب میرے لئے سوالیہ نشان بن کر کھڑی ہو گئیں کہ غلام احمد نے اللہ پر کس طرح بہتان لگایا ہے۔ میں نے مربین جن میں حافظ مظفر اور عزیز بھامری شامل تھے، ان سے

دریافت کیا کہ اللہ نے قوم لوط کو تو اس عمل پر سزادی اور خود معاذ اللہ وہی کام کرنے لگا، یہ بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟ اب میں نے اپنے آپ کو عملاً قادیانیت سے دور کرلیا، لیکن اسلام قبول کرنے کا اعلان نہ کیا کہ ربوہ جو ریاست کے اندر ایک ریاست کا درجہ رکھتا ہے، وہاں یہ اعلان ممکن نہ تھا۔

سوال: یہ صورتِ حال کب تک جاری؟

جواب: میں تقریباً ایک سال تک اسی کشمکش میں رہا، گھر والوں سے بھی بات ہوتی رہی، گھر والوں کا کہنا تھا کہ وہ مجھے ربوہ سے باہر جانے دیں گے، نہ قادیانیت سے۔ میرے گھر والوں نے کہا کہ وہ مجھے زنجیروں سے باندھ دیں گے اور اگر مرگیا تو میرا جنازہ قادیانیت کے مطابق ہوگا۔

سوال: کیا واقعی زنجیروں سے باندھا گیا؟

جواب: جی ہاں! مجھے ایوانِ محمود میں قائم قادیانیوں کی نجی جیل میں تین ماہ تک زنجیروں سے باندھ کر رکھا گیا؛ تاکہ میں قادیانیت کے بارے میں اپنے تبدیل شدہ خیالات سے رجوع کرلوں۔

سوال: کیا آپ کے علاوہ بھی کچھ لوگ اس نجی عقوبت خانے میں تھے؟

جواب: میرے علاوہ بھی چار پانچ افراد تھے، تاہم انہیں مجھ سے الگ رکھا گیا تھا۔ ربوہ میں پولس قادیانیوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی، قایانی انتظامیہ نے اپنی عدالت خود بنارکھی ہے اور یہ خود ہی لوگوں کو سزا دیتے ہیں، خود ہی گرفتار کرتے ہیں اور اپنے نجی طور پر بنائے گئے قید خانوں میں رکھتے ہیں۔

سوال: آپ کیسے بچ کر نکل آئے؟

جواب: تین ماہ تک رہنے کے بعد ایک دن میں نے سوچا کہ ساری عمر اس قید خانے میں گزار دینے سے بہتر ہے کہ کوشش کی جائے۔ لہٰذا میں نے اپنی زنجیر کو فرش پر مسلسل

رگڑتے رہنے کا فیصلہ کیا۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ پانچ دن تک رگڑتے رہنے سے میری زنجیر ٹوٹ گئی، لیکن یہ شام کا وقت تھا جو قید خانے سے فرار کے لئے مناسب وقت نہ تھا، اس لئے میں نے اگلی صبح تک دوسرے فلور سے نیچے چھلانگ لگا کر ربوہ کی حدود سے باہر آ گیا، میرے پاؤں پر سخت چوٹیں آئیں، تاہم تازہ چوٹ کا درد کم تھا، میں کسی طرح لاہور پہنچ گیا، جب یہاں پہنچا تو میرے پاؤں میں زنجیر کا ایک موجود تھا اور پاؤں زخمی تھے۔

سوال: آپ نے بتایا کہ ربوہ سے فرار اور اسلام قبول کرنے کا واقعہ ۱۹۹۹ء کا ہے، اب آپ قادیانیوں کے ہتھے کیسے چڑھ گئے؟

جواب: اس میں شک نہیں کہ میں نے ربوہ سے فرار کے بعد لاہور میں پناہ، لی لیکن میں اپنے ضروری علاج ومعالجہ کے بعد گوادر چلا گیا، جہاں میں نے ایک چینی کمپنی میں بطور مترجم ملازمت اختیار کرلی، اس دوران گاہے گاہے لاہور آتا رہا، رواں سال کے دوران میں نے فریضہ حج کی ادائیگی کا ارادہ کیا تو حج کے لئے درخواست دی، لیکن میرا ایڈریس ربوہ کا ہونے کی وجہ سے سعودی حکومت نے اعتراض لگادیا، اپنا ایڈریس تبدیل کرنے کے لئے لاہور میں مقیم تھا کہ شادمان کی رہائشی ایک خاتون کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ کنیڈا میں قیام کے دوران قادیانیت سے متأثر ہوگئی ہے، اس کے اہل خانہ نے مجھے کہا کہ میں اس سے ملوں اور اسے قادیانیت کی حقیقت سے آگاہ کروں، میں اس خاتون سے ملا اور اس سے اگلے ہی روز جب میں گنگا رام کے قریب بس اسٹاپ پر کھڑا تھا تو ایک ویگن میرے پاس آکر رکی اور ویگن سے اترنے والے افراد نے کہا تم ربوہ کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا پہلے رہتا تھا، اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے اٹھا کر ویگن میں ڈالا اور گڑھی شاہو کے درالذکر کے عقب میں ایک گھر میں لے گئے، راستہ میں بھی مجھ پر تشدد کرتے رہے اور اس گھر میں جہاں کئی مزید افراد تھے، انھوں نے مجھ پر تشدد شروع کردیا، ڈنڈوں سے میری ٹانگوں کی پنڈلیوں اور رانوں پر ضربین لگاتے رہے۔ یہ سلسلہ کئی گھنٹے جاری رہا اور اس کے

بعد تین بجے سہ پہر نیلا گنبد چوک پر پھینک کر چلے گئے۔

سوال: کیا اس واقعہ کی ایف آئی آر درج کرائی؟

جواب: اس سلسلہ میں ایف آئی آر درج کرادی تھی، لیکن ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی، ایف آئی آر کی کاپی بھی ہمیں تھانے کی طرف سے فراہم نہیں کی گئی، جب تھانے والوں سے پوچھتے ہیں کہ کارروائی کیوں نہیں کررہے؟ تو کہا جاتا ہے کہ اوپر سے حکم ہے۔

سوال: ربوہ میں پولس کارروائی کی صورت کیا ہوتی ہے؟

جواب: ربوہ کا معاملہ تو بہت مختلف ہے، وہ تو ریاست کے اندر ایک ریاست ہے۔ ۱۹۷۳ء میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا تھا، لیکن آج تک ربوہ کھلا شہر نہیں بن سکا۔ حد یہ ہے کہ کوئی غیر قادیانی ربوہ میں رہائش اختیار نہیں کرسکتا، پولس صرف ربوہ سے باہر کی چیزوں پر نظر رکھتی ہے، ربوہ میں قادیانی انتظامیہ نے نجی سکورٹی قائم کر رکھی ہے۔

سوال: قادیانیت کے عمومی زندگیوں پر ربوہ میں کیا اثرات نظر آتے ہیں؟

جواب: ربوہ میں کوئی بندہ آپ کو مطمئن نظر نہیں آتا، ہر کوئی بے چینی کا شکار، مضطرب اور پریشان ہے، حتی کہ مرزا خاندان کے اندرونی حالات بھی سخت اضطراب اور خرابی کی زد میں ہیں، ڈکیتیاں ہوں تو بھی پولس مداخلت نہیں کرسکتی، قتل کے واقعات ہوتے رہیں پھر بھی پولس انوال نہیں ہوسکتی۔

سوال: آپ کب کی بات کررہے ہیں؟

جواب: میں قصر خلافت میں ڈکیتی کیس کی بات کررہا ہوں، جو ۱۹۹۸ء میں ہوئی، اس میں مرزا داؤد کے کزن کی گردن میں گولی بھی لگی تھی، اسی طرح بریگیڈیئر اصغر کی پراپرٹی کے معاملہ پر کئی افراد قتل ہوگئے، لیکن پولس رکارڈ میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

سوال: کیا وجہ ہے لوگ بولتے نہیں؟

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

جواب: مرزا نے ۱۹۵۲ء میں ربوہ کے لئے حکومت سے لیز پر زمین لی تھی؛ اس لئے ربوہ میں رہنے والوں کی زمین ان کی ذاتی ملکیت نہیں بن سکتی، اگر ربوہ میں رہنے والوں کو مالکانہ حقوق دے دئے جائیں تو وہ بآسانی قادیانیت کے چنگل سے نکل آئیں گے، ایسے ایک دو افراد نہیں، ہزاروں ہیں جو اپنے مالی مستقبل سے خوف زدہ ہیں، اس لئے ربوہ میں چپ بیٹھے ہوئے ہیں، اگر انہیں مالکانہ حقوق مل گئے تو ربوہ کھلا شہر بن جائے گا۔

سوال: مرزا خاندان کے اندر کلچر آپ کو کیسا لگتا تھا؟

جواب: مرزا خاندان کی زندگی تو شہزادوں جیسی ہے، صرف ربوہ میں ہی نہیں، راجن پور، میرپور خاص (سندھ) احمد نگر اور لاریاں میں ان کی زرعی زمینوں نے انہیں بڑے زمین داروں میں شامل کردیا ہے۔ اسی طرح لندن میں Tilford میں حال ہی میں قادیانی مرکز بنانے کے لئے خاص کی گئی زمین کا بڑا حصہ بھی مرزا خاندان کے ذاتی استعمال میں ہے۔ ربوہ میں قصر خلافت کے اصطبل میں مختلف ملکوں سے لائے گئے گھوڑوں کی شاہانہ دیکھ بھال کا ماحول ہے۔ ربوہ میں مرزا فیملی کے دوڈھائی سو افراد ہیں، جس علاقہ میں مرزا خاندان کے لوگ رہتے ہیں مزدوری کے لئے آنے والے مرد اور خواتین بھی آتے رہتے ہیں، مرزا خاندانوں کے گھرانوں میں کام کرنے والی خواتین کے ساتھ جو ظلم ہوتا ہے اس پر زبان کھولنا ممکن نہیں، یہ کہانیاں وہاں کے در و بام میں ہی دب جاتی ہیں۔

سوال: جو منظر نامہ آپ نے ربوہ کا بیان کیا ہے یہ تو میڈیا کی نظروں سے اوجھل ہے؟.

جواب: میڈیا وہاں تک رسائی نہیں کرسکا، میڈیا والوں نے شاید کوشش ہی نہیں کی، کیونکہ میڈیا کو اندازہ ہے کہ یہ اس کے لئے آسان ہدف نہیں ہے۔

سوال: قادیانیوں کے ترجمان ''الفضل'' میں آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ مرزا ناصر الدین کے بیٹے نہیں اور آپ کا دعویٰ غلط ہے؟

جواب: میں اس کو ہر طریقہ سے ثابت کرنے کو تیار ہوں، اگر ڈی این اے ٹیسٹ کی ضرورت ہو تو میں وہ بھی کروانے کو تیار ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں نے پہلے خاموشی اختیار کر رکھی تھی، لیکن اب انہوں نے جس طرح پر تشدد کارروائی کی ہے، میں ان کے خلاف پوری کوشش کر کے انہیں بے نقاب کروں گا۔ پہلے تو میں وراثتی حصہ میں بھی دل چسپی نہیں رکھتا، لیکن اب میں نہ صرف مسلمانوں کو ان کے کرتوتوں سے باخبر کروں گا، بلکہ قادیانیوں کو بھی پیغام دوں گا کہ وہ اپنا ایمان مکمل کریں اور خود کو جہنم سے بچائیں۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ ہندوستان کے ساتھ قادیان کا تعلق ہی نہیں، بلکہ ہندوستان میں قادیانیوں کو اور بھی بہت ساری مراعات حاصل ہیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہندوستان نے انہیں غیر مسلم قرار نہیں دیا۔ ہندوستان میں ان کا نیٹ ورک بہت مضبوط ہے، اسی طرح اسرائیل، تل ابیب میں قادیانی مرکز ہے، اسرائیل فوج میں بھی قادیانی شامل ہیں اور مسلمانوں کے خلاف اسرائیلی کارروائیوں میں حصہ لیتے ہیں۔

سوال: برصغیر ہند و پاک میں قادیانیوں کے تبلیغی اہداف اور طریقہ کیا ہے؟

جواب: ہر سال ربوہ سے تقریباً چار سو مبلغ تیار ہو کر نکلتے ہیں، کچھ ملک کے اندر اور کچھ بیرونِ ملک بھجوائے جاتے ہیں، پاکستان کے اندر اور باہر ان کے آسان ٹارگیٹ غربت زدہ علاقوں کے مسلمان ہوتے ہیں، پنجاب کا اسرائیلی بیلٹ، سندھ کے پسماندہ علاقے ملک کے اندر ان کا خصوصی ہدف ہیں، جب کہ افریقی ممالک کے غریب مسلمانوں پر بھی یہ کام کر رہے ہیں۔

(بہ شکریہ: روزنامہ امت، روزنامہ ''منصف، مینارۂ نور'' حیدرآباد کیم جنوری ۲۰۱۰ء)

☆☆

علامہ اقبال اور قادیانیت

● وقاص سعید

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر کامل یقین رکھتے تھے اور اس سے انکار کو ناممکنات میں سے گردانتے تھے، نیز ختمِ نبوت کے منکرین خصوصاً قادیانیوں کے کفر کا برملا اظہار فرماتے تھے۔ ذیل میں علامہ اقبال مرحوم کے عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانیت کے حوالے سے چند ارشادات نقل کئے جا رہے ہیں۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں: ''ذاتی طور پر مجھے اس تحریک (قادیانیت) کے متعلق اس وقت شبہات پیدا ہوئے جب ایک نئی نبوت، جو پیغمبر اسلام کی نبوت سے بھی برتر تھی، کا دعویٰ کیا گیا اور تمام عالم اسلام کے کافر ہونے کا اعلان کیا گیا۔ بعد ازاں میرے شبہات نے اس وقت مکمل بغاوت کی صورت اختیار کر لی، جب میں نے اپنے کانوں سے اس تحریک کے ایک رکن کو پیغمبر اسلام کے بارے میں نہایت نازیبا زبان استعمال کرتے سنا''۔

''ختمِ نبوت اسلام کا ایک نہایت اہم اور بنیادی تصور ہے۔ اسلام میں نبوت چونکہ اپنے معراج کو پہنچ گئی، لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا ہے۔

ختمِ نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزا نبوت کے موجود ہیں، یعنی یہ کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے''۔

''اسلام کی اجتماعی اور سیاسی تنظیم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے الہام کا

امکان ہی نہیں، جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو، جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے“۔

جواہر لعل نہرو نے مرزائیوں کی حمایت میں ایک مضمون لکھا، جس کا علامہ اقبال نے مدلل اور جامع جواب دیا۔

قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملی استحکام کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ اگر استیصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان ہوگا۔

ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو، لیکن اپنی بنیاد نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔

تمام ایکٹر جنہوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا ہے، وہ زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔

ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے، اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔ کیونکہ ابھی وہ (قادیانی) اس قابل ہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔

قادیانی جماعت کا مقصد پیغمبر عرب کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی امت تیار کرنا ہے۔ بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے، کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے، لیکن مؤخر الذکر کو (قادیانیت) اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہر طور پر قائم رکھتی ہے، لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے، اس کے ضمیر میں یہودیت کے عناصر ہیں۔ گویا تحریک ہی یہودیت کی طرف راجع ہے۔ نام نہاد تعلیم یافتہ

مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ مغربیت کی ہوا نے انہیں حفظ نفس کے جذبہ سے عاری کر دیا ہے، لیکن عام مسلمان جوان کے نزدیک ملازدہ ہے، اس تحریک (قادیانیت) کے مقابلہ میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔

رواداری کی تلقین کرنے والے اس شخص پر عدم رواداری کا الزام لگانے میں غلامی کرتے ہیں جو اپنے مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے۔

قادیانی نظریہ، ایک جدید نبوت کے اختراع سے قادیانی افکار کو ایک ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس سے نبوت محمدیہ کے کامل واکمل ہونے کے انکار کی راہ کھلتی ہے۔

☆☆

تحفظ ختم نبوت تربیتی کیمپ کے تناظرمیں

فتنوں کے خلاف مؤثر بیداری

● مولانا محمد شاہد انور قاسمی بانکوی

مرکز التراث الاسلامی دیوبند اُم المدارس دارالعلوم دیوبند اور اس کے فضلاء اپنی روشن خدمات کی وجہ سے عالم اسلام میں متعارف ہیں، روئے زمین پر جب بھی کوئی فتنہ نمودار ہوتا ہے تو عالم اسلام کی نگاہیں دارالعلوم دیوبند اوراس کے منتسبین کی طرف اٹھتی ہیں، اسی لئے دارالعلوم کے ذمہ داران نے وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے موجودہ فتنوں کی بیخ کنی اورسد باب کیلئے ایک سہل اورآسان حل نکالا ''وقت کم اور فائدہ زیادہ'' چنانچہ گذشتہ نو سالوں سے مسلسل دارالعلوم دیوبند کی چہار دیواری میں تربیتی کیمپوں کا انعقاد ہورہا ہے جس کا آغاز ۱۴۲۸ھ میں مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری نے کیا تھا۔

مولانا موصوف نے جب اس کا آغاز کیا تھا تو وہ تنہا تھے، لیکن عنداللہ مقبولیت کی بات ہے کہ اب ان کے ساتھ ایک بڑا قافلہ ہے اوران کے فکروعمل کو پروان چڑھانے کے لیے دارالعلوم دیوبند ان کی پشت پر ہے۔ تربیتی کیمپ میں ماہرفن اساتذہ کرام اپنے تجربات اور پختہ علم کے ذریعہ اپنے فضلاء وعلماء کرام کونت نئے فتنوں کی خطرناکی سے واقف کراتے ہیں اور ان کے تازہ حملوں کی تردیدوتنکیر کا اصول بتاتے اور حکمت ومصلحت کے ساتھ میدان عمل میں مسلمانوں کے دین وایمان کوتحفظ فراہم کرنے کے لیے کام کرنے کا طریقہ کار بتلاتے ہیں، تاکہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے والے یہ فضلاء کرام (جوقوم کا قیمتی اثاثہ اور سرمایہ ہیں

اورقوم وملت کی ان سے کافی امیدیں وابستہ ہیں) اپنے اپنے علاقوں میں جاکرقوم کی صحیح رہنمائی اورفتنوں کے سدباب کا ایمانی واخلاقی فریضہ انجام دے سکیں اور ناخواندہ وپسماندہ عوام کے ایمان کو بچاسکیں۔ سال رواں میں بھی ۱۹/تا ۲۴/شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰/تا ۲۴ جون ۲۰۱۴ء کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کی زیرنگرانی اور مولانا شاہ عالم گورکھپوری کی زیرتربیت بمقام دارالحدیث (فوقانی) تربیتی کیمپ منعقد ہوا۔ جس میں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم وقف دیوبند، دارالعلوم شیخ زکریا دیوبند، مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیرودیگر مدارس عربیہ کے دورۂ حدیث سے فارغ تقریباً دوسو طلبہ کرام نے شرکت کی اورعلماء کرام کے تربیتی اسباق اور خطابات سے مستفید ہوئے، یہ پانچ روزہ کیمپ پندرہ نشستوں پر مشتمل رہا۔ روزانہ تین نشستیں صبح ۸ تا ۱۲ بجے، بعدنماز ظہرتا عصر اور بعد نماز مغرب تا عشاء منعقد ہوتی تھیں۔ طے شدہ عنوانات پر قاری سید محمد عثمان منصورپوری استاذ حدیث وناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند، حافظ اقبال احمد ملی صدر احیاء السنۃ اسلامک سینٹر مالیگاؤں، مولانا محمد راشد صاحب گورکھپوری استاذ شعبہ تحفظ ختم نبوت مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور کے تربیتی اسباق وبیانات ہوئے۔ کیمپ کی بیشترنشستوں میں مولانا شاہ عالم گورکھپوری نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کے پرمغز تربیتی اسباق ہوئے۔ علمائے کرام کے بیانات میں جوحوالے پیش کئے جاتے تھے ان حوالوں کو بعدنماز ظہر کی نشستوں میں مولانا محمد جنید رانچوی، جناب ماسٹر محمد احمد گورکھپوری، مولانا ذاکر سہارنپوری اورراقم الحروف (محمد شاہد انور بانکوی) کتابوں اور پروجیکٹر کی مدد سے دکھلاتے تھے جس کو دیکھ کر شرکاء کیمپ اطمینان کا اظہار کرتے اوران حوالوں کواپنی یادداشت میں نوٹ بھی کرتے، تاکہ وقت ضرورت ان کا استعمال کیا جاسکے۔ کیمپ کے اختتام پر بیشتر شرکاء نے اپنے احساسات وجذبات بشکل تأثرات قلم بند کرکے پیش کئے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس طرح کے تربیتی کیمپ وقت کی ضرورت ہے، دارالعلوم دیوبند کے طرز پر دیگر مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران

کوبھی اپنے اپنے مدارس وجامعات میں گاہے گاہے اس کا انعقاد کرانا چاہئے۔

راقم الحروف بھی اس کیمپ میں نہ صرف مسلسل شریک رہا، بلکہ تمام نشستوں میں ہونے والے بیانات کے اہم حصوں کو ضبط تحریر بھی کرتا رہا کیمپ کے حوالے سے بندۂ ناچیز کے دل میں بھی احساسات کا ایک طوفان بپا ہے، جذبات کی لہریں اٹھ رہی ہیں، وہ جذبات کیا ہیں؟ آئندہ سطور میں نذر قارئین کیا جارہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ''**تقع الفتن فی بیوتکم کوقع المطر**'' کے پیش نظر فتنے ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہیں گے،فتنوں کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا، البتہ فتنوں سے اپنے آپ کو اور امت مسلمہ کو کیسے بچایا جائے؟ یہ لائق توجہ ہے، لیکن اس ارشاد گرامی ''**لاتزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة**'' (صحیح مسلم ج۲ ص۱۴۳) کی وجہ سے ایک جماعت ہمیشہ ان فتنوں سے نبرد آزمائی کرتی رہے گی اور اس جماعت کو غلبہ رہے گا۔ اورحدیث پاک ''**انه سیکون فی آخر هذه الامة قوم لهم مثل أجر أوّلهم، یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویقاتلون أهل الفتن**'' کہ اس امت کے اخیر زمانہ میں ایک جماعت ایسی پیدا ہوگی جس کا ثواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ثواب کے مانند ہوگا، اس جماعت کے لوگ امر بالمعروف کریں گے، بری باتوں سے روکیں گے اور فتنہ پروروں سے مقابلہ کریں گے۔

حدیث پاک کا آخری جملہ ''**یقاتلون أهل الفتن**'' پر علمائے دیوبند کاربند ہیں اور باطل کے سامنے سینہ سپر رہتے ہیں۔یوں تو فتنوں کی پیدائش زمانۂ رسالت ونبوت سے ہی شروع ہوگئی تھی، عہد نبویؐ میں منافقین کا فتنہ پیدا ہوا جس کا بانی عبداللہ ابن سبا یہودی تھا۔ زمانۂ خلافت ابوبکر صدیقؓ میں ارتداد، مانعین زکوۃ، جھوٹی نبوت اور منکرین خلافت کا فتنہ نمودار ہوا۔زمانہ خلافت علیؓ میں رافضی، خارجی، مرجیہ، جہمیہ، کرامیہ اور معتزلہ کے نام سے فتنے نمودار ہوئے۔اس کے بعد صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے زمانہ میں بھی طرح

طرح کے فرقے اور فتنے نمودار ہوتے رہے۔اس کی ایک طویل داستان ہے جسے مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی کتاب ''ائمہ تلبیس'' میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔اٹھارہویں صدی عیسوی کے بعد تاریخ پر سرسری نظر ڈالتے ہیں تو مجموعی طور پر چند فتنوں کا وجود نظر آتا ہے، ۱۸۱۷ء میں معجزات وخوارق عادت واقعات کے انکار کے فتنے سے امت مسلمہ کو جوجھنا پڑا۔

۱۸۴۴ء میں بابیت کا فتنہ علی محمد باب شیرازی کے ذریعہ وجود میں آیا۔۱۸۴۹ء میں مرزا یحیٰی صبح ازل کے ہاتھوں ازلی فتنہ ظہور پذیر ہوا اور ۱۸۵۶ء میں بہائیت کا فتنہ بہاء اللہ ایرانی کے ذریعہ پیدا ہوا جس کا مولد ومدفن ایران ہے، دہلی کے کالکا جی میں لوٹس ٹیمپل (Lotus Temple) کے نام سے وسیع وعریض میدان میں بہائی مندر بنا ہوا ہے، بابیت اور بہائیت کی تفصیلی معلومات کے لئے مولانا شاہ عالم گورکھپوری کی کتاب ''بابیت اور بہائیت ایک تعارف'' مطالعہ کریں۔۱۸۷۰ء سے نام نہاد مجدد کے ہاتھوں بدعات وخرافات کے فتنہ نے جنم لیا، بدعات وخرافات تو اس سے قبل بھی پائی جاتی تھیں، مگر سنت کے نام پر بدعات کو بڑھاوا اس کے بعد ہی دیا گیا ہے۔اس کی مکمل تفصیلات جاننے کے لئے علامہ ڈاکٹر خالد محمود کی کتاب ''مطالعہ بریلویت'' دیکھیں۔۱۸۸۰ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ ظاہر ہوا اس کی مکمل تفصیلات دیکھنے کے لئے ''احتساب قادیانیت'' اور کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی مطبوعات کا مطالعہ کریں۔۱۸۸۶ء سے منظّم طور پر فتنہ ترک تقلید نے جنم لیا جس نے اہل لوگوں کی تقلید ترک کروا کر نا اہل لوگوں کی تقلید کرا کے عوام الناس کو گمراہی کے دلدل میں ڈھکیل دیا۔اس فتنہ کی حقیقت سے آگاہی کیلئے مولانا محمد الیاس گھمن کی کتاب ''فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ'' کا مطالعہ فرمائیں اور جھوٹے مدعی مہدویت سید محمد جونپوری کے ذریعہ برپا کئے ہوئے فتنوں سے واقفیت کیلئے مولانا محمد عبدالقوی حیدرآبادی کی کتاب ''مطالعہ مہدویت'' کا مطالعہ کریں۔ ۱۹۵۸ء میں عبداللہ چکڑالوی کے ذریعہ انکار حدیث کا فتنہ پیدا ہوا۔اس سلسلہ میں مزید

معلومات کے لیے ''فتنۂ انکار حدیث'' مولانا سرفراز خاں صفدر کی کتاب کا مطالعہ کریں، اس کا وہ ایڈیشن زیادہ مفید مطالعہ ہوگا جس پر مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے اپنا مبسوط اور زبردست علمی مقدمہ تحریر کیا ہے۔تربیتی کیمپ میں زیر بحث آئے چند فتنوں کے بارے میں مختصراً لکھا جاتا ہے، تاکہ قارئین کو ان فتنوں کی حقیقت سے آگاہی ہو۔

اس فتنہ کی بنیاد ۱۸۸۰ء میں پڑی اس کے بانی ومحرک مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریزوں کی بھرپور حمایت حاصل تھی، جب مرزا قادیانی ۱۸۶۴ء میں ایک کچہری میں ادنیٰ درجہ کی ملازمت منشی گیری کرتا تھا اسی وقت یہ انگریزوں کے ہاتھ چڑھا، برطانوی حکومت کے افسران سے خفیہ ملاقات ہوئی اور اسی ملاقات کے نتیجہ میں چند ہی سالوں کے بعد ۱۸۶۸ء میں منشی گیری کی ملازمت ترک کرکے گھر بیٹھ گیا اور ۱۲ سال تک کتب خلافیات کے مطالعہ میں منہمک رہا اور آئندہ کے عزائم کو بروئے کار لانے کے منصوبہ سوچتا رہا، مرزا خود لکھتا ہے کہ ''ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی گویا میں دنیا میں نہ تھا''۔(کتاب البریہ، خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۱) پھر ۱۸۸۰ء سے اس نے انگریزی افسران سے خفیہ ملاقات میں طے شدہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کام کرنا شروع کردیا، چنانچہ ابتدا میں مبلغ اسلام، مصلح اسلام اور مناظر اسلام کے نام پر لوگوں کے سامنے آیا اور کبھی کبھی آریوں اور ہندودھرم کے پیشواؤں سے مناظرے اور مباحثے کیا کرتا تھا، اسی دوران حقانیت اسلام اور صداقت اسلام کو ثابت کرنے کے لئے تین سو دلائل سے مبرہن ۵۰ جلدوں میں کتاب لکھنے کا وعدہ کرکے لوگوں سے خوب چندہ بٹورا، لیکن وہ کتاب پچاس تو کجا پانچ جلدوں میں بڑی آرزوں کے بعد منظر عام پر آئی بھی تو مگر ناقص! تین سو دلائل اس میں کہاں ذکر ہوتے ایک بھی دلیل مکمل نہیں، چندہ لینے والوں کے خوب لعن طعن سننے کے بعد دوسری کتاب کی تالیف کو براہین احمدیہ جلد پنجم کا نام دیکر پیش کردیا اور یہ اشتہار شائع کرادیا کہ پچاس کا وعدہ پانچ سے پورا ہوگیا، کیونکہ ۵۰ اور ۵ میں صرف نقطہ کا فرق ہے۔مرزا قادیانی اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے

کیلئے بتدریج آگے بڑھتا ہے جس کے لئے انگریز نے کھڑا کیا تھا ۱۸۸۰ء میں ہی اس نے ملہم من اللہ ہونے کا دعوی کیا۔ ۱۸۸۲ء میں مجدد ہونے کا، ۱۸۹۱ء میں مسیح ابن مریم ہونے کا، ۱۸۹۹ء میں ظلی بروزی نبوت کا اور ۱۹۰۱ء میں باقاعدہ تشریعی نبوت اور عین محمد ہونے کا دعویٰ کیا اور سب سے اخیر میں ۱۹۰۲ء میں اس نے کرشن اوتار ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔انگریزوں کا مقصود یہی تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد کو ختم یا کم از کم سرد کرنے کے لئے کسی جعلی نبی کو کھڑا کیا جائے، اس فتنۂ کے خلاف علمائے دیوبند سب سے پہلے میدان میں آئے اور عوام الناس کو اس فتنے کی خطرناکی سے روشناس کرایا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے قادیان جاکر وہاں اجلاس منعقد کرکے مسلمانوں کو اس فتنہ کی خطرناکی سے باخبر کیا اور اس سے بچنے کی تدبیر بتلائی ۔۱۹۳۵ء میں بغرض پیروی مقدمہ پاکستان کا سفر کیا اور عدالت میں مرزائی پنڈت جلال الدین شمس کو لاجواب کرکے اسلام کی حقانیت کو ثابت کردیا، ہندوستان میں اس فتنہ کے رد میں کام کرنے والوں میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ، مولانا محمد مسلم دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ، مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، مولانا مرتضی حسن چاندپوریؒ مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ وغیرہم کے نام نمایاں ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد یہ فتنہ ہندوستان سے پاکستان کی طرف منتقل ہوگیا۔قادیانیوں نے پاکستان کی سرزمین کو اپنے لیے جائے پناہ سمجھا، لیکن پاکستان میں بھی اس فتنہ کی ناک میں نکیل ڈالنے کے لئے بہت سے محافظین ختم نبوت بروقت تیار تھے جس سے یہ فتنہ بڑھ نہ سکا۔ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، مولانا محمد مسلم دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ وغیرہم جیسے بیشمار علماء دیوبند و منتسبین دیوبند رحمہم اللہ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ان کا ایسا تعاقب کیا کہ قادیانیوں کو ناکوں چنے چبانے پڑے۔ 1953ء میں تقریبا 10 ہزار مجاہدین ختم نبوت کی شہادت کا واقعہ پیش آیا انہی قربانیوں کے نتیجے میں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴

ءکو پاکستان کی قومی اسمبلی نے پوری بحث تحقیق کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا،اور ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کر کے پاکستان سمیت پوری دنیا میں قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا،جس زمین کو قادیانیوں نے اپنے لئے نرم چارہ سمجھا تھا وہی اُن کے لیے مرگھٹ بن گیا۔

قرب قیامت مہدی کا ظہور ہوگا ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**کیف تھلک امۃ انا أولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا**'' اس روایت سے واضح ہے کہ مہدی و مسیح دونوں کی آمد کی خبر دی گئی ہے۔آپ ﷺ نے آنے والے مہدی کے اوصاف وعلامات بھی بیان کر دئے تا کہ کوئی جھوٹا دعویدار اس کا مصداق نہ بن سکے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' **یخرج رَجُلٌ من أھل بیتی، یعمل بسنتی، وینزل اللّٰہ لہ البرکۃ من السماء وتخرج لہ الأرض برکتھا ویملأ الأرض عدلاً کما ملئت ظلماً**'' (عرف الوردی ۱۸۰)اوردوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' **یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطئُ اسْمُہٗ اِسْمِی وَ اسْمُ اَبِیْہِ اِسْمِ اَبِیْ**'' (ابوداؤد ج ۲ ص ۵۸۸)ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر ہونے والا مہدی نبی کریمؐ کے اہل بیت سے ہوگا اور ان کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا۔مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے مہدی کی علامات واوصاف بیان فرما دینے کے باوجود بعض عقل کے اندھوں نے مہدویت کا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے باہر کرلیا اور جہنمیوں کی قطار میں کھڑا کرلیا ہے،ان دعویداروں کے پیچھے ایسی نادیدہ قوتیں اور ماورائی طاقتیں کارفرما ہوتی ہیں جس کی سربراہی یہود ونصاریٰ اور اسلام دشمن اشخاص کرتے ہیں، یہ جھوٹے دعویدار جانے انجانے میں ان کے شکار ہوتے ہیں۔

گذشتہ سال ذرائع ابلاغ میں خبر آئی تھی کہ ایرانی حکومت امام مہدی ہونے کے

دعویداروں سے پریشان ہے،صرف 13 تیرہ دن میں مہدی المنتظر ہونے کے دعویٰ کرنے والے 20 افراد گرفتار کئے گئے جن میں سے 18 کا تعلق یہودی تنظیم فری میسن سے ہے ،ان تمام لوگوں نے جشن نوروز منانے کے دوران ایران کے مشہور مذہبی شہر ''قم'' میں دعویٰ کیا تھا۔اس وقت ایرانی جیلوں میں تقریباً ساڑے تین ہزار افراد قید کی سزا کاٹ رہے ہیں جنھوں نے 2006ء سے 2012ء تک کے دوران مختلف مواقع پر مہدویت کا دعویٰ کئے ہیں۔مہدویت کے دعویداروں میں مرد ہی صرف نہیں ہیں، بلکہ عورتوں نے بھی اس میدان میں قدم رکھا ہے چنانچہ 2006ء میں ایران کی حکومت نے ''فریدہ'' نامی ایک عورت کو گرفتار کیا تھا جس کا دعویٰ امام مہدی کی اہلیہ ہونے کا تھا۔

ابھی چند سالوں میں بے شمار مدعیان نبوت ومہدویت ظاہر ہوئے ہیں ،اخباری اطلاع کے مطابق صرف ہندوستان میں اس وقت مہدویت کے تین دعویدار ہیں ایک نے اپنی پناہ گاہ مہاراشٹر کے چالیس گاؤں علاقہ کے قریب مہدی نگر کے نام سے محلّہ بسا کر بنالیا ہے،اس کا نام شکیل ابن حنیف ہے جو بہار کے ضلع دربھنگہ کے گاؤں عثمانپور کا باشندہ ہے، دربھنگہ سے دہلی بغرض ملازمت آیا تھا اور نبی کریم نئی دہلی میں تقریباً گیارہ سال تک ایک الکٹریشین کی دکان میں کام کرتا رہا پھر یہاں چھوڑ کر رمیش پارک لکشمی نگر میں رہنے لگا اور تبلیغی جماعت میں جا کر لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے لگا جب اس کو اندازہ لگ گیا کہ کچھ لوگ ہم سے مانوس ہوگئے ہیں تو اس نے ۲۰۰۳ء میں لکشمی نگر کی ''ایک منارہ مسجد'' میں مہدی ہونے کا دعویٰ کردیا، پھر تو جماعت وار ساتھیوں نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور ایک دن اسی مسجد میں عصر سے عشاء تک یرغمال بنائے رکھا اور اس کی جم کر پٹائی اور اسکی مدافعت میں آنے والے اس کے بھائی کی بھی عجیب درگت بنائی اس کے سر کے ایک طرف کا بال مونڈ کر شہر میں گمایا اور ان سب کو واپس دربھنگہ بھیجنے کے لئے پرانی دہلی ریلوے اسٹیشن تک پہنچا دیا،مگر بدقسمتی سے اس دن ٹرین لیٹ تھی اس لئے پہونچانے والے افراد واپس آگئے، جب ان

لوگوں نے دیکھا کہ یہ لوگ واپس ہوگئے تو ان لوگوں نے بھی دربھنگہ جانے کے بجائے دہلی کے دوسرے علاقے کو اپنا ٹھکانہ بنالیا، مگر دہلی میں زیادہ دن تک نہیں رہ سکا اور اس نے مہاراشٹر کا رخ کرلیا اور تاحال وہیں قیام پذیر ہے۔

اس کی پٹائی کرنے والوں نے بتایا کہ یہ ٹی بی کا مریض تھا اس کے پاس اتنا پیسہ بھی نہیں تھا کہ وہ اپنا علاج کراسکے، ہم لوگوں نے چندہ کرکے اسکو علاج کے لئے رقم دی، اس کی ماضی کی زندگی فقر وفاقہ اور غربت وافلاس میں گذری ہے، لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص اپنے ماننے والوں پر پیسوں کی برسات کررہا ہے اور مہدی نگر میں غلہ وپانی اور آسائش دنیا کی فراوانی کررہا ہے، اس کے پاس یہ سب کہاں سے آیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب ماورائی طاقتوں کا حصہ ہے۔ دوسرا شخص جدید ٹکنالوجی اور انٹرنیٹ کے ذریعہ مہدویت کا حقیقی دعویدار بتلارہا ہے اور ای میل سے بیعت کی دعوت دے رہا ہے، اس کا نام مودود احمد خان بتایا جاتا ہے وہ حیدرآباد کا رہنے والا ہے۔ عورتوں جیسے لمبے لمبے بال اور چہرا بالکل صاف ہے یہ پہلے قادیانی تھا، قادیانیوں نے اس کو اپنی جماعت سے الگ کردیا جب سے مہدویت کا مدعی بن گیا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو کانا دجال بتاتا ہے، یہ اپنے ہی گھر میں نظر بند ہے اور YouTube کے ذریعہ اپنی خرافات وبکواس لوگوں تک پہونچارہا ہے۔ تیسرا شخص کشمیر کا باشندہ ہے اس کا نام گلزار ہے، ۲۰۱۳ء میں اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ دعوی مہدویت کے بعد جیل کی کالی کوٹھری میں اپنے کالے کرتوت کو یاد کررہا ہے۔ اسی طرح پڑوسی ملک پاکستان میں بھی برساتی مینڈک کی طرح مہدویت کے دعویدار پیدا ہورہے ہیں۔ نصف دہائی کے اندر کم وبیش دس افراد نے مہدویت کے میدان میں قسمت آزمائی کی ہے جس میں سے سب کے رابطے کسی نہ کسی طرح ماورائی قوتوں سے ضرور ہیں۔ اور اس کا اندازہ اس وقت لگتا ہے جب ان کوڑ مغزوں کو توہین رسالت جرم کی پاداش میں جیل کی کالی کوٹھری میں ڈھکیلا جاتا ہے تو یہی طاقتیں ان کی پشت پناہی کرتی ہیں۔

☆☆

ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت

● سلیم ولد لعل محمد

گجرات کے کانگریس کے لیڈر شنکر سنگھ واگھیلا نے جو کچھ کہا اس کو پڑھ کر بے حد تشویش ہوئی کہ بدنام زمانہ انڈین مجاہدین کو بی جے پی فنڈ فراہم کررہی ہے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے قادیانیوں کا استعمال کررہی ہے۔ کل ہند تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کے نائب ناظم مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے اخباری بیان میں کہا کہ: ہریانہ، پنجاب، حیدرآباد، بنگال، آسام اور خود یوپی کے متعدد علاقوں کے دیہاتوں میں قادیانی نوجوان معلم اور امام کے نام پر مسلمانوں کے مذہب اور ایمان کو خراب کرتے ہیں ان کے تار اسرائیل اور آر ایس ایس سے بھی جڑے ہوئے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یوپی جیسی ریاست میں دارالعلوم دیوبند، جامع اشرفیہ مبارک پور، دارالسّلفیہ، جامعۃ الفلاح جیسے بڑے بڑے نامور دینی اداروں کے ہوتے ہوئے بھی یہ باطل فرقہ خال خال پسماندہ اور دور افتادہ دیہاتوں میں خاموشی کے ساتھ بھولے بھالے اور ناخواندہ اہل ایمان دلوں میں ارتداد کی سوئی چبھونے کی کوشش کررہا ہے۔ مہاراشٹر کے عثمان آباد و لاتور میں ان کی آبادی بڑھتی جارہی ہے۔ 2006 کو یہ خبر شائع ہوئی کہ وہاں 18 مسجدوں پر ان لوگوں نے قبضہ کرلیا تب جمعیۃ علماء ہند نے ان سے 15 مسجدیں واپس چھین لی تھیں، لیکن تین مسجدوں پر مقدمہ چل رہا ہے جو تشویش ناک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پنجاب کے شہر قادیان میں پیدا ہونے والے ''مرزا غلام احمد قادیانی'' نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے ساتھیوں

کوصحابی قرار دیا (معاذ اللہ) اور دھیرے دھیرے ان کی تعداد بڑھتی گئی،لندن میں ان کا ہیڈکوارٹر ہے اوران کو برطانوی حکومت کا پورا تعاون حاصل ہے۔ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ لسلام کوآسمان پر زندہ اُٹھالیا اور عیسائیوں اور قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کوسولی پر چڑھادیا گیا،جبکہ قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

(اوران کا یہ جھوٹا دعویٰ کہ ہم نے قتل کرڈالا مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو اللہ کا رسول تھا حالانکہ نہ تو وہ اس کو قتل کرسکے اور نہ سولی پر چڑھا سکے لیکن ان کے آگے عیسیٰ کی صورت بن گئی جس کا ان کو شبہ پڑ گیا،اور جولوگ اس بارے میں کئی کئی باتیں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک وشبہ کی باتیں ہیں۔اس بات کا ان کو کوئی علم اور صحیح خبرنہیں بس اٹکل اور گمان پر چل نکلے ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ عیسیٰ کو وہ لوگ ہرگز قتل نہ کرسکے)۔(سورہ النساء آیت 157)

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تشریف آوری کا ایک مقصد مسیح دجّال کو قتل کرکے اُمت محمدیہ کو اس کے شر اور فتنہ سے محفوظ رکھنا ہے۔حضرت مجمع بن جاریہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ابن مریم لد کے دروازہ پر دجّال کو قتل کریں گے۔(بحوالہ: ترمذی شریف۔ باب الفتن) (لُد موجودہ ملک کے اسرائیل کا ہوائی اڈّہ ہے)

حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد بحیثیت نبی کی نہ ہوگی، بلکہ آخری نبی کے ایک اُمّتی کی حیثیت سے ہوگی وہ اپنی کتاب انجیل شریف پر بھی عمل نہ فرمائیں گے، بلکہ اس کے بجائے قرآن مجید پر ہی عمل کریں گے۔اب دیکھئے ختم نبوت پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ملاحظہ ہو۔

(اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں)۔(سورہ احزاب۔آیت 40) اور ارشاد باری ہے۔(جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب

میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسولؐ آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہیں اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے فرمایا کیا تم اس کے اقراری ہو؟ اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں)۔(سورہ آل عمران۔آیت 81)

حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد مصطفیؐ کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی امداد کرے اور اپنی اُمت کو بھی تلقین کردے کہ وہ بھی حضور پر ایمان لائے اور آپ کی تابعداری میں لگ جائے۔(حوالہ:تفسیر ابن کثیر پارہ نمبر 3 صفحہ 84)

سورہ آل عمران کے نویں رکوع کی تفسیر میں۔یہ ہے وہ بلند مقام اور بڑا مرتبہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو عنایت فرمایا ہے۔یہ ہے وہ شان ومرتبہ جو قرآن مجید بتارہا ہے کہ رسولوں اور نبیوں کی مقدس جماعت بھی اقرار کرتی ہے کہ اگر آخری نبی ہمارے زمانے میں تشریف لائے تو ہم اپنی شریعت چھوڑ کر آپ کی شریعت پر چلیں گے اور اپنی نبوت کو ختم سمجھ کر آپ کی اطاعت میں لگ کر آپ کے اُمّتی بن جائیں گے۔بے شک آپ امام الانبیا اور سردار انبیاء ہیں جن کا تذکرہ ہر نبی نے اپنے زمانے میں کیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی۔(صحیح بخاری شریف)

امام اعظم کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامات پیش کروں اس پر امام اعظم (ابوحنیفہ) نے فرمایا کہ جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیونکہ رسول فرما چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(بحوالہ: مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ ابن احمد المکی جلد نمبر 1 صفحہ

161 مطبوعہ حیدرآباد 1321ھ 1953) جماعت اسلامی کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی نے پورے پاکستان میں ان کے خلاف تحریک چلائی اس پر ان کو گرفتار کرلیا گیا اور قادیانی جج نے سزائے موت کا حکم دیا، اس پر پوری دنیا میں احتجاج ہوا، صدر پاکستان کو ٹیلیگراف بھیجا گیا، لوگوں نے مودودی صاحب سے کہا کہ آپ صدر سے رحم کی بھیک مانگیں، اس پر انہوں نے کہا کہ اگر اللہ نے میری موت ان کے ہاتھ رکھی ہے تو مجھے منظور ہے۔ آخر سعودی عرب کے شاہ فیصل کا فرمان پہنچا آخر ان کو رہا کرنا پڑا اس کے بعد بھی وہاں علماء کرام مطالبہ کرتے رہے کہ اس فرقے کو اسلام سے خارج کردیا جائے۔ جب ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) وزیراعظم بنائے گئے تب انہوں نے اس باطل فرقے کو اسلام سے خارج وکافر قرار دیا۔ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر زمانے میں پوری دنیائے اسلام ہر ملک کے علمائے کرام اس عقیدے پر متفق ہیں کہ حضور کے بعد جو بھی نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور جو بھی کوئی اس کی نبوت یا رسالت کو مان لے وہ بھی کافر خارج از اسلام ہے۔ ہندوستان میں یہ کام علما و اماموں کا ہے کہ مساجد میں اس فرقے سے بچنے کی تلقین کریں۔

☆☆

مجموعہ القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

علامہ اقبالؒ اور مسئلہ ختم نبوت: حقائق کی روشنی میں

● مفتی محمد صادق حسین قاسمی کریم نگری

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) کی شہرہ آفاق شخصیت کی عظمت صرف اس لئے نہیں ہے کہ آپ ایک بلند پایہ شاعر، عظیم فلسفی اور مغربی علوم کے شناور تھے، بلکہ آپ کی ذات کو عالم اسلام میں مقبولیت اور خاص وعام میں یکساں جو محبوبیت حاصل ہوئی ہے اس میں آپ کا اصل کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے شاعری کے رنگ میں اسلام کی سچی ترجمانی اور شاعرانہ اسلوب میں عقیدت ومحبتِ رسول کے جذبوں کو فروغ دیا ہے۔ آپ نے خوابیدہ مسلمانوں کو بیدار کیا، اور خفتہ عزائم کو جگایا اور ایک نئی حرارتِ ایمانی مسلمان رگوں میں دوڑائی۔ بلاشبہ آپ خاص اسلامی شاعر تھے اور آپ نے اپنے اشعار سے دین کی عظیم خدمت انجام دیں اور عشق رسول کے جذبات سے مسلمانوں کو سرشار کیا، آپ کی فکر ونظر کا محور رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی رہی اور محبتِ رسول آپ کا سرمایہ حیات، قرآن کی تلاوت سے آپ وجد میں آجاتے، اور تذکرہ رسول سے آپ کی آنکھیں اشک بار ہوجاتیں، عشق ومحبت میں ڈوب کر ہی آپ نے یہ (اور اس طرح کے ان گنت) لافانی شعر کہا:

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

ایک مرتبہ حکیم احمد شجاع آپ کے مکان پر تشریف لائے تو دیکھا کہ علامہ اقبالؒ بہت زیادہ فکر مند اور بے چین ہیں، دریافت کیا تو فرمایا احمد شجاع میں یہ سوچ کر اکثر مضطرب اور

پریشان ہوجاتا ہوں کہ کہیں میری عمر رسول ﷺ سے زیادہ نہ ہوجائے۔(علامہ اقبال اور عشق مصطفیٰ ﷺ: از پروفیسر محمد سرور رفعت، ماہانہ ضیائے حرم لاہور)

اردو کے صاحب طرز ادیب حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی ''شکوہ اور'' جوابِ شکوہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''شکوہ'' والا اقبال ایک صاحبِ حال سالک ہے'' جوابِ شکوہ'' والا اقبال ایک صاحبِ مقام عارف ہے۔ پہلے کے قدم اقلیم دل کی وادیوں میں، دوسرے کی نگاہ فضائے روح کی بلندیوں میں۔(مولانا دریا آبادی کے ادبی شہ پارے:۲/۲۱۴) عالمِ عرب میں اقبال کو متعارف کروانے والے اور آپ کے اشعار سے بے پناہ انسیت رکھنے والے اردو وعربی کے ادیب مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (۱۹۱۳ء۔۱۹۹۹ء) اپنی مشہور کتاب نقوشِ اقبال (جو عربی میں روائع اقبال کے نام سے مقبول ہے) میں رقم طراز ہیں کہ: میری پسند اور تمام توجہ کا مرکز وہ اس لئے بھی ہیں کہ وہ بلند نظر، محبت اور ایمان وعقیدہ کے شاعر ہیں۔ایک عقیدہ، دعوت اور پیغام رکھتے ہیں۔۔۔۔وہ اسلام کی عظمت رفتہ اور مسلمانوں کے اقبال گذشتہ کے لئے سب سے زیادہ بڑے فکر مند، تنگ نظر قومیت وطنیت کے سب سے بڑے مخالف اور انسانیت واسلامیت کے عظیم داعی ہیں۔(نقوش اقبال:۳۴،لکھنؤ)

علامہ اقبالؒ کے کلام کے شارح اور آپ کے فیض یافتہ پرفیسر سلیم چشتی نے علامہ سے اپنی وجوہاتِ محبت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''چوتھی بات یہ ہے کہ اقبال اپنے سینہ میں سوز وگداز سے لبریز دل رکھتے ہیں، میں نے بارہا دیکھا ہے کہ کسی نکتہ کو سمجھاتے سمجھاتے بے اختیار آبدیدہ ہوجاتے ہیں، سرورِ دو عالم ﷺ سے جو عشق ہے اس کی نظیر ابھی تک کسی گیسو دراز میں نہیں دیکھی، اقبال سوز عشق مصطفیٰؐ سے مالا مال ہیں۔'' (اقبال اور ہم:۴۷ مطبوعہ انجمن خدام دین لاہور)

یہ چند اقتباسات ہیں اس عظیم شاعرِ اسلام کے متعلق جو عقیدتِ رسول کے تصوّر کی

منظر کشی کرتے ہیں، ورنہ تو علامہ اقبالؒ کی پوری زندگی تب وتاب جاودانہ، اور محبتِ رسول میں مضطربانہ میں گذری ہے، یہ دراصل تمہید ہے علامہ اقبال اور مسئلہ ختمِ نبوت کو پیش کرنے کی۔اس لئے کہ جس کی زندگی اس طرح اسلام اور رسول اکرم ﷺ پر قربان تھی، اور جس نے اپنے فکر ونظر، علم وعمل، اور زبان وقلم کو اسلام کے تعارف، اہلِ ایمان کو منزلِ حقیقی کی رہنمائی، مخالفین اسلام کا بھرپور دفاع اپنی تعلیم وفلسفہ کی بنیاد پر کرنے میں لگایا ہو، اور خشک و بنجر قلوب میں، مادیت اور مغربیت سے متاثر انسانوں میں عقیدت اسلام ومحبتِ رسول کی چنگاریوں کو بھڑکایا ہو، قرآن سے وابستگی پر امت کو ابھارا ہو، اور تعلیماتِ قرآن پر امت کو کھڑا کرنے کی جس نے ہر ممکن تگ ودو کی ہو، اس کے بارے میں یہ تصور کیونکر کیا جاسکتا ہے کہ عقیدہ ختمِ نبوت اس کی رگ وریشہ میں سرایت کیا ہوا نہ ہو؟ لیکن جہالت یا عناد وبغض کی وجہ سے بعض لوگ ایسی عظیم شخصیتوں پر بے جا الزامات لگادیتے ہیں، اور متہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔چنانچہ اس سے قبل دہلی سے نکلنے والے ایک ہفت روزہ اخبار میں ایک صاحب نے بلا کسی علم وتحقیق کے یہ بھی لکھا تھا کہ: قادیانیوں میں بڑے عالم وفاضل لوگ ہوئے ہیں۔حتی کے علامہ اقبال کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ بہ باطن قادیانی تھے، اسی لئے حرمین شریفین کی زیارت نہیں کی۔

علامہ اقبالؒ جیسی شخصیت پر اس طرح کا بے بنیاد الزام یقیناً بڑی جہالت ہی پر مبنی ہوگا، ورنہ تو جس شخصیت کا رسولِ پاکؐ سے والہانہ تعلق اور بے پناہ محبت میں کہے گئے اشعار کافی ہیں، جس سے محبتِ رسول جھلکتا، اور وفورِ شوق مچلتا دکھائی دیتا ہے۔تو آیئے اس سلسلہ میں حقیقتِ حال سے آگہی حاصل کریں، تاکہ اس عظیم شاعرِ اسلام کے بارے میں دل میں کسی بھی شک وشبہ میں مبتلا نہ رہے، اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کو بھی فکر و احساس پیدا ہو کہ قلم کا استعمال کسی بھی انسان اور خاص کر بڑی شخصیات کے بارے میں بہت محتاط رہے۔

علامہ اقبالؒ کا ابتدائی دور:

علامہ اقبالؒ جب ۱۹۰۸ء میں یورپ سے اپنی تعلیم مکمل کر کے لوٹے تو اس وقت تک مرزا قادیانی کا انتقال ہو چکا تھا، اور مرزا کے حواریین علامہ کے ارد گرد جمع ہو گئے، اور علامہ کو لبھانے کی کوشش کرنے لگ گئے، اور اپنی مجلسوں میں آپ کی علمی تقاریر سے استفادہ کرنے لگے، لیکن علامہ کبھی ان کے ہم خیال نہیں ہوئے، بلکہ صرف اپنے تعلقات کی بنیاد پر اور اس وقت ان کے بعض سماجی خدمات کی بناء پر ان کے ساتھ شریک رہے، اور آپ نے قادیانی گروہ کو شروع سے ایک سماجی خدمت گذار تنظیم کی نظر سے دیکھا، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مرزا نے ابتداء میں ایک مناظر کی حیثیت سے اور آریوں، اور عیسائیوں کے خلاف ایک مجادل کے روپ میں اپنے آپ کو ظاہر کیا، جس کو جدید تعلیم یافتہ طبقہ جلد سمجھ نہیں سکا، علماء نے سب سے پہلے مرزائی فتنہ کو بھانپا اور اس کے خلاف صف آرا ہوئے، ان ہی لوگوں میں علامہ اقبالؒ بھی تھے، جنہوں نے نہ اب تک مرزائی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا، اور نہ مرزائیوں کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا انہیں موقع ملا۔ چنانچہ ردِّ قادیانیت کے ابتدائی اور معروف مصنف پروفیسر الیاس برنیؒ لکھتے ہیں کہ:

”کیفیت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اپنے مذہب کو جس شکل میں پیش کیا وہ مدتوں ابہام والتباس اور تضاد کی بدولت چیستان اور معمہ بنا رہا۔۔ان ہی الجھنوں کے بدولت مدت تک مسلمان متردد رہے کہ بالآخر مرزا صاحب پر کیا حکم لگائیں، بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقے نے حسن ظن کو مقدم رکھا، لیکن قادیانی صاحبان نے اس حسن ظن سے دل کھول کر فائدہ اٹھایا، حتی کہ ان کا اصلی مسلک اور حقیقی مقصد بخوبی واضح ہو گیا اور مسلمانوں کو ان کے اقوال وافعال سے بخوبی ثابت ہو گیا۔ چنانچہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بھی جو حال میں انگریزی مضامین لکھے ہیں، ان میں افسوس کیا کہ مدت تک دھوکے میں

رہے اور حال میں ان قادیانی تحریک کی پوری حقیقت کھلی“۔ (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ:۶۰ مجلس عالمی تحفظِ ختم نبوت، ملتان)

ڈاکٹر سفیر احمد صاحب رقم طراز ہیں کہ:

”علامہ اقبالؒ کا شمار بھی ان ہی موخر الذکر لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ایک عرصہ تک مرزا صاحب کی تحریروں کا مطالعہ نہ کیا، علمائے کرام کی تنگ نظری کے شاکی رہے اور مرزا صاحب کے پیروں کاروں کے ساتھ اپنے سماجی تعلقات کے تحت احمدی تحریک سے اچھی توقعات وابستہ رکھیں“۔ (اقبال اور قادیانیت:۱۶ از ڈاکٹر بشیر احمد، مجلس علم ودانش، راولپنڈی)

یہ تاریخی حقائق علامہ اقبالؒ کی ابتدائی زندگی کے ہیں، جبکہ آپ نے فتنہ قادیانیت کو واضح طور پر نہیں دیکھا، اور ایک رفاہی اور قوم کی خدمت گذار تحریک سمجھ کر انسانیت کی فلاح و بہبودی میں اپنی شرکت کو بھی مناسب محسوس کیا، ورنہ اقبالؒ غدارانِ دین ونبی کے ساتھ کسی لمحہ بھی طرف دار نہیں رہے۔

علامہ اقبالؒ اور حقیقتِ قادیانیت کا انکشاف:

علامہ اقبالؒ ابتداء میں چونکہ قادیانیوں سے سماجی تعلقات رکھتے تھے، اسی بنیاد پر وہ کشمیر کمیٹی کے تحت فلاحی کاموں میں اپنا حصہ بھی ڈلواتے رہے، لیکن ۱۹۲۳ء میں جب علامہ کو مرزا بشیر الدین محمود کے ساتھ کام کرنے کا اتفاق ہوا، اور بہت قریب سے قادیانی ٹولہ کی فریب کاریوں کو دیکھنے اور ان کی ملمع سازیوں سے واقف ہونے کا موقع ملا تو علامہ نے محسوس کیا کہ احمدی تحریک کشمیر کمیٹی کے نام پر، اور ہمدردی وخیر خواہی کے عنوان پر اپنے افکار وعقائد کی تبلیغ میں مصروف ہے۔ جیسے ہی علامہ نے حقیقتِ حال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا فوری کمیٹی کی رکنیت سے مستعفی ہو گئے، دوسری طرف اسی زمانہ میں پروفیسر الیاس برنی صاحب کی کتاب ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر علمی و

دینی حلقوں میں دادِ کمال حاصل کر رہی تھی، چنانچہ اس کتاب نے بھی اس فتنہ قادیانیت کو کھول کر علامہ کے سامنے رکھ دیا، اور پھر اپنی تحریروں میں بھر پور انداز میں ختمِ نبوت کا دفاع بھی کیا، اور عشق و محبت میں ڈوب کر رسولِ کریمؐ سے اپنے والہانہ تعلق کا ثبوت بھی دیا۔

آیئے تاریخی حوالوں سے اس انکشاف کو ملاحظہ کریں:

شکیل عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اقبال کو جب ۲۳۔۱۹۳۱ء کے دوران مرزا بشیر الدین محمود کے ساتھ آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں کام کرنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا کہ مسئلہ چاہے اجتماعی یا قومی کیوں نہ ہو، قادیانی اپنے گروہی مفادات کی سطح سے اوپر نہیں اٹھ سکتے اور وہ صرف اپنے امام کی اطاعت کے پابند ہیں۔۔۔اسی سال پروفیسر الیاس برنی کی کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' شائع ہوئی۔۔۔یہی کتاب ہے جس سے اقبال قادیانیوں کے عقائد سے مکمل طور پر واقف ہوئے۔ (اقبال اور قادیانیت: دیباچہ)

علامہ اقبالؒ ہی کے الفاظ میں اب اس انکشاف کو ملاحظہ فرمائیے۔

مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی۔۔۔۔لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی اچھی طرح ظاہر ہونے کیلئے برسوں چاہئے۔۔۔۔ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا، بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی۔ جب میں نے اس تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرتؐ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر میرے موجودہ رویہ میں کوئی تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے۔ (حرفِ اقبال: ۱۱۲، لطیف احمد خان شیروانی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۸۴ء)

قادیانیت علامہ اقبالؒ کی نظر میں:

جب قادیانیت کی حقیقت اور اس کی شر انگیزی، اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف دریدہ علامہ اقبالؒ کے سامنے آچکی، تو علامہ اقبال نے اپنی صلاحیتوں کو ان غداران اسلام کے خلاف استعمال کرنی شروع کیں، اور اپنی تحریروں، تقریروں، مجلسوں، میں دلائل و براہین اور اور حکیمانہ اشعار کے ذریعہ اور فکر و فلسفہ کے ساتھ قادیانیت کی اور ان کے افکار و نظریات کی تردید اور ان کے عقائد کا ابطال کرنے لگے، اسی کے چند اقتباسات آپ کے خطبات و تحریروں کے سلسلہ میں مستند مانی جانے والی کتاب حرفِ اقبال سے پیش ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ: اس طرح مسلمانانِ ہند یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ تحریک قادیانیت تمام دنیائے اسلام کو کافر قرار دیتی اور اس سے معاشرتی مقاطعہ کرتی ہے۔ (حرف اقبال: ۱۲۳)

۱۹۳۵ء میں علامہ کا ایک جوابی خط اخبار اسٹیٹمین میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے قادیانیوں کو دوٹوک انداز میں کہا کہ: اوّلاً: اسلام ایک دینی جماعت ہے، جس کے حدود مقرر ہیں، یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسولِ کریمؐ کی ختم رسالت پر ایمان۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں یا تو وہ بہائیوں کی تقلید کریں، یا پھر ختم نبوت کی تاویلیں چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کیساتھ قبول کرلیں، ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہوتا رہے، تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔ ثانیاً: ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویے کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے۔ (حرف اقبال: ۱۱۸)

شہیدِ ختم نبوت حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ: علامہ مرحوم جدید تعلیم یافتہ طبقے میں پہلے شخص تھے جن کو فتنہ قادیانیت کی سنگینی نے بے چین کر رکھا تھا۔ ان کی

تقریر وتحریر میں قادیانی ٹولے کو"غدارانِ اسلام" اور" باغیانِ محمدؐ" سے یاد کیا جاتا تھا۔
(علامہ اقبال اور فتنہ قادیانیت: ۷۴،۷۵ متین خالد مجلس عالمی تحفظ ختم نبوت۔ملتان)

مشہور ادیب اور تحفظ ختم نبوت کے مرد جاں باز شورش کشمیریؒ علامہ کے ایک خط کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: (قادیانی مذہب کے خلاف) میں نے یہ مقالہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ بہترین نیتوں اور نیک ترین ارادوں میں ڈوب کر لکھا ہے تھا، میں اس باب میں کوئی شک نہیں رکھتا کہ یہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ (اقبالیاتِ شورش: ۲۸۵، مرتب، مولانا مشتاق احمد، حرا فاؤنڈیشن پاکستان)

اقبالؒ مدعیانِ نبوت اور خاص کر قادیانی فتنہ کے خلاف اسلام کا اصول پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو ،لیکن اپنی بناء نئی نبوت پر رکھے، اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کیلئے ایک خطرہ تصور کرے گا، اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔ (حرفِ اقبال: ۱۰۳)

علامہ اقبال نے قادیانیت کو تنسیخ جہاد کیلئے انگریزوں کی پیداوار، بلکہ آلہ کار بھی قرار دیا اور آپ کو اپنی عمر کی آخری منزلوں میں اس فتنے کی بابت سخت فکر بھی لاحق ہوگئی تھی، آپ کی مجلسوں میں بھی اکثر یہی موضوع زیر بحث رہتا، جس میں علامہ بڑی فکر و کڑھن کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار فرماتے، اور خاص کر اہل علم کی مجلسوں میں دلائل کے ساتھ اس فتنے کے خدوخال کو نمایاں کرتے۔

علامہ اقبال اور علامہ کشمیریؒ:

"تحفظِ ختم نبوت کی تحریک کو اپنے خونِ جگر سے سینچنے والے علماء اور ردِّ قادیانیت کیلئے جان وتن لگادینے والے علماء میں امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۱۸۷۵ء۔۱۹۳۳ء

) کا نام نامی اسم گرامی ممتاز رہا ہے، علامہ کشمیریؒ جو علم وفضل میں اس دور میں بلاشبہ مرکزی شخصیت تھی، آپ نے اپنے تلامذہ میں بھی بے نظیر اصحابِ علم وتحقیق اور خدام تحفظِ ختم نبوت تیار کئے تھے، اور جب فتنہ قادیانیت رونماں ہوا تو آپنے اپنی تمام تر توجہ اس فتنہ کے سدِ باب میں مبذول کردی، اور چونکہ علامہ اقبال کو ہم عصر علماء میں علامہ کشمیری سے قلبی تعلق تھا، اور آپ حضرت کشمیری کے علمی تفوق کے معترف اور فضل وکمال کے قائل تھے، اس لئے بہت سارے علمی مسائل اور تحقیق طلب امور میں حضرت کشمیری سے خط وکتابت فرماتے، اور آپ کے جوابات سے تسکین پاتے۔ علامہ اقبال یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ: اس وقت روئے زمین پر انور شاہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں۔ (انوارالسوانح: ڈاکٹر غلام محمد کچھی دارالکتاب لاہور۔)

علامہ اقبال نے حضرت کشمیری کی وفات پر تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: مولانا انور شاہ صاحب کی مثال پیش کرنے سے اسلام کی پانچ سو سال کی تاریخ عاجز ہے۔ (اقبال کے ممدوح علماء: ۴۷، مکتبہ الحق جوگیشوری ممبئی، ۲۰۰۸)

بہرحال ان تعلقات سے دراصل بتانا مقصود یہ ہے کہ جب فتنہ قادیانیت ظہور میں آیا تو علامہ کشمیری نے اقبال کی فکری رہنمائی بھی فرمائی اور اس ایمان سوز فتنہ کی خطرناکیوں سے آگاہ بھی کیا، اور اپنی فکر وکوشش سے علامہ اقبال کو بھی قافلہ تحفظِ ختم نبوت کا ایک عظیم فداکار وجاں نثار بنادیا۔ اس سلسلہ میں ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

ایک دفعہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری دیوبند سے لاہور تشریف لائے میں (ڈاکٹر جلال الدین) ان کو اسٹیشن پر لینے کیلئے گیا۔ میں نے کہا حضرت گھر تشریف لائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ آج مجھے صرف ڈاکٹر اقبال سے ملنا ہے اور ابھی سیدھا وہیں جانا ہے، لہٰذا مجھے وہیں چھوڑ دیجئے۔ مولانا کو ڈاکٹر محمد اقبال کے گھر پہنچا دیا اور میں باہر موجود رہا۔ حضرت انور شاہ کشمیری اور علامہ اقبال بند کمرے میں کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے، جب دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر محمد اقبال بچوں کی طرح آنسو بہا رہے ہیں، اور زاروقطار

روررہے تھے۔حضرت نے اسی وقت مجھے فرمایا کہ مجھے اسٹیشن چھوڑ دیجئے۔میں آپ کو اسٹیشن پر لے چلا۔ راستہ میں اپنے گھر لے جانے پر اصرار کیا تو فرمایا کہ آج میں مسئلہ قادیانیت علامہ اقبال کو سمجھانے کیلئے آیا تھا۔اس کام میں اور کوئی کام شریک نہیں کرتا۔اب سیدھے واپس جانا ہے اسٹیشن سے اسی وقت دیوبند واپس ہوگئے۔(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت:۳۴۔مولانا اللہ وسایا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور۔۱۹۹۰ء)

قاضی افضل حق قریشی لکھتے ہیں کہ:''پھر برکت علی محمڈن ہال میں اپنے اہتمام سے جلسہ کا انعقاد فرمایا،ختم نبوت اور ردِّ قادیانیت پر حضرت کا بیان ہوا، ڈاکٹر صاحب پر اس قدر اثر ہوا کہ ردِّ قادیانیت کیلئے کمر بستہ ہوگئے۔(اقبال کے ممدوح علماء:۴۷)

حضرت کشمیریؒ کی محنت رنگ لائی کہ علامہ اقبالؒ ردّ قادیانیت میں اپنے علم وفلسفہ کی بنیاد پر بھی جدید طبقہ میں زبردست مبلغ اور فدائے ختم نبوت کے طور پر اپنی خدمات چھوڑ گئے۔

علامہ اقبالؒ کی شاعری اور ختمِ نبوت:

اب آخر میں ایک نظر علامہ اقبال کی اس شاعری پر ڈالتے ہیں جو انہوں نے ردّ قادیانیت میں فرمائی ہیں، اور اپنے حکیمانہ اور ناصحانہ اشعار میں اہمیتِ ختم نبوت کو بیان بھی کیا اور قادیانیت کے شیش محل کو مسمار بھی کیا۔علامہ اقبالؒ کے بے شمار اشعار ہیں جس میں آپ نے عقیدہ ختم نبوت کو بیان کیا اور اس کی ضرورت پر شاعرانہ وفلسفیانہ اسلوب میں کلام بھی کیا، اگلی سطور میں صرف نمونے کیلئے چند اشعار پیش کئے جارہے ہیں، تفصیل کے علامہ کے کلام کا مطالعہ مفید اور چشم کشا رہے گا۔فارسی میں علامہ نے فرمایا کہ:

''پس خدا برما شریعت ختم کرد بر رسولِ ما رسالت ختم کرد (خدا نے ہم پر شریعت کو اور ہمارے رسولؐ پر رسالت کو ختم فرمادیا) رونق از ما محفل ایامِ را او رسل را ختم و ما اقوام را (ہمارے رسولؐ پر سلسلہ انبیاء اور ہم پر سلسلہ اقوام ختم ہوچکا، بزمِ جہاں کی رونق ہم سے ہے)

لا نبی بعدی ز احسانِ خدا است پردہ ناموس دین مصطفےٰ است (رسولِ خدا کا فرمان لا نبی بعدی اللہ کے احسانات میں ایک احسان ہے، دین مصطفٰی کی عزت کا محافظ بھی یہی ہے) قوم را سرمایہ قوت ازو حفظ سرّ وحدت ملت ازو (مسلمانوں کا سرمایہ یہی عقیدہ ختمِ نبوت ہے، اور اسی میں وحدت ملت کا تحفظ کا راز بھی پوشیدہ ہے) اردو میں بہت کچھ علامہ نے اس موضوع پر کہا ہے، اور مختلف پیرایوں میں اس کی عظمت کو پیش کیا۔فرماتے ہیں کہ:

نہ میں عارف ، نہ مجدد، نہ محدث، نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اسلام پر رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پہ ضمیر فلکِ نیلی فام
وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

(کلیاتِ اقبال؛ضربِ کلیم:۵۷۰ لاہور)

ایک جگہ علامہ قادیانیت پر زبردست تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومنِ پارینہ ہے کافر

(کلیات اقبال:۵۴۰)

علامہ اقبال نے بارہا اپنی مجلسوں میں اس کا اظہار کیا تھا کہ قادیانیت کی داغ بیل در اصل جذبہ جہاد کو ختم کرکے انگریزوں کا غلام بنانے کے لئے ڈالی گئی تھی، اور مرزا انگریزوں کا آلہ کار بن کر ابھرا تھا اسی کو علامہ نے اپنے کلام میں یوں ارشاد فرمایا کہ:

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر

لیکن جناب شیخ کو معلوم نہیں کیا؟
مسجد میں یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر
ہم پوچھتے ہیں شیخِ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر

(کلیاتِ اقبال:۵۴۲)

آخری بات: دلائل وحقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ علامہ اقبال کی جانب قادیانیت کی نسبت جہالت ولاعلمی ہی پرمبنی ہوسکتی ہے۔ وہ اس سے بالکل بری ہیں اور محاذِ تحفظ ختمِ نبوت کے نہایت پرجوش سپاہی رہے ہیں، اور آپ نے قادیانیت کو ہر اعتبار سے دین ودنیا، ملک وملت کیلئے دشمن قرار دیا، اور آپ نے ان کی تحریروں کا، اور تاویلوں کا عقل ونقل کی بنیاد پر مسکت جواب بھی دیا۔ اقبالیات کے ماہرین نے علامہ اقبال سے منسوب جن جن عنوانات کو موضوعِ بحث بنایا، اور ہر پہلو وہر گوشے سے خوب سے خوب نکھارا ہے اس میں اس فتنہ قادیانیت اور علامہ اقبال بھی ایک تحقیقی موضوع رہا، جس پر اقبال کے چاہنے والوں نے بہترین تجزیہ بھی فرمایا، اور مخالفین کو دندان شکن جواب دے کر اس مسئلہ کو بھی بے غبار کردیا، اور بتادیا کہ اقبال تو وہ عظیم انسان ہے جو محمدؐ کے خلاف ایک جملہ بھی نازیبا سننے کو گوارا نہیں کرتا تھا، اور ہر وقت وہ تصورِ مدینہ میں جینے والا، اور محمد عربیؐ کی محبت میں نثار ہونے والا تھا۔ اقبالؒ نے ہی یہ انسانوں کو پیغام دیا کہ:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کردے

☆☆

انبیاءکرام کی گستاخی موجب قتل

قانون توہینِ رسالت کیا اور کب سے ہے؟ قرآن کریم میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والاٰخرة وعدّ لهم عذابًا مهینًا‘‘ (الاحزاب:۵۷)

(جولوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو، ان کو پھٹکارا اللہ نے دُنیا میں اور آخرت میں، اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے ذِلت کا عذاب)

تفسیر ابن عباس میں ہے: **’’عذبهم الله (فی الدنیا) بالقتل (والآخرة) فی النار‘‘**، یعنی گستاخ رسول کی سزا دُنیا میں قتل اور آخرت میں جہنم ہے اس آیت کے ذیل میں حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ ’’تفسیر مظہری‘‘ میں مسئلے کا عنوان لگا کر لکھتے ہیں:

’’رسول اللہؐ کی شخصیت، دِین، نسب یا حضور کی کسی صفت پر طعن کرنا اور صراحتاً یا کنایتاً یا اِشارتاً یا بطورِ تعریض آپ پر نکتہ چینی کرنا اور عیب نکالنا کفر ہے، ایسے شخص پر دونوں جہان میں اللہ کی لعنت، دُنیوی سزا سے اس کو توبہ بھی نہیں بچاسکتی۔ ابن ہمام نے لکھا ہے: جو شخص رسول اللہؐ سے دِل میں نفرت کرے، وہ مرتد ہوجائے گا۔ بُرا کہنا تو بدرجہ اَولیٰ مرتد بنادیتا ہے، اگر اس کے بعد توبہ بھی کرلے تو قتل کی سزا ساقط نہیں ہوسکتی۔ اہل فقہ نے لکھا ہے کہ یہ قول علمائے کوفہ (اِمام ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ وغیرہ) اور اِمام مالکؒ کا ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابوبکرؓ کا بھی یہی فتویٰ منقول ہے۔

یہ سزا بہرحال دی جائے گی، خواہ وہ اپنے قصور کا اِقرار کرلے اور تائب ہوکر آئے یا

منکرِ جرم ہو اور شہادت سے ثبوت ہوجائے۔ دُوسرے موجباتِ کفر کا اگر اِنکار کردے، خواہ شہادت ثبوت موجود ہو تو اِنکار معتبر ہوگا۔ علماء نے یہاں تک کہا ہے کہ نشے کی حالت میں بھی اگر رسول اللہؐ کو برا کہنے کے جرم کا اِرتکاب کیا ہو تب بھی اس کو معاف نہیں کیا جائے گا، ضرور قتل کیا جائے گا۔ ہاں نشے کی حالت کیلئے یہ شرط ضروری ہے کہ اس نے خود اپنے اِختیار سے بغیر جبر و اِکراہ کے ممنوع طریقے سے نشہ آور چیز کھائی، پی ہو۔ اگر اِرتکابِ منشی اپنے اِختیار سے نہ کیا ہو تو ایسا مدہوش آدمی پاگل کے حکم میں ہے (اس کو سزا نہیں دی جائے گی)۔

خطابی نے لکھا ہے، میں نہیں جانتا کہ ایسے شخص کے واجب القتل ہونے میں کسی نے اِختلاف کیا ہو، ہاں اگر اللہ کے معاملے میں کسی کا قتل واجب ہوجائے تو توبہ کرنے سے سزائے قتل ساقط ہوجاتی ہے، اسی طرح کوئی مست نشے میں مدہوش آدمی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کے علاوہ کوئی اور کلمہ کفر زبان سے نکال دے تو خواہ اس نے باختیارِ خود بغیر اِکراہ کے ممنوع طریقے سے نشہ کیا ہو، پھر بھی اس کو مرتد نہیں قرار دیا جائے گا۔''

(تفسیر مظہری اُردو، ج:۹، ص:۴۲۹، ۴۳۰) سنن ابی داوٗد میں ہے:

(۱) ''عن علی ان یهودیة کانت تشتم النبی أوتقع فیه فخنقها رجل حتّٰی ماتت وبطل رسول الله دمها.'' (ابوداوٗد ج:۲، ص:۲۵۱)

(ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت حضور اکرم ﷺ کو بُرا کہتی تھی، اور آپ کی ہجو کیا کرتی تھی، اس بات پر ایک شخص نے اس عورت کا گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ وہ مرگئی، حضور ﷺ نے اس عورت کا خون رائیگاں قرار دیا)۔

(۲) ''عن ابی برزة قال: کنت عندأبی بکر فتغیظ علٰی رجل فاشتد علیه، فقلت: تذن لی یا خلیفة رسول الله!اضرب عنقه؟ قال: فذهبت کلمتی غضبه، فقال: فدخل فرسل الیّ، فقال: ما الذی قلت آنفًا؟ قلت: ائذن لی، ضرب عنقه! قال: کنت فاعلًا لو مرتک؟ قلت: نعم! قال: لا

والله! ما کانت لبشر بعد محمد صلی الله علیه وسلم.'' (ابوداوٗد ج:۲، ص:۲۵۱)

(ترجمہ: حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، وہ ایک شخص پر غصہ ہوئے اور سخت ترین غصہ ہوئے، میں نے کہا: اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ مجھے اِجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس شخص کی گردن اُڑادوں! یہ بات کہنے سے ان کا غصہ جاتا رہا اور وہ کھڑے ہوکر اندر چلے گئے، پھر انہوں نے مجھے بلوایا اور فرمایا: تم نے ابھی کیا بات کہی تھی؟ میں نے عرض کیا: مجھے آپ اجازت دیں تو میں اس شخص کی گردن اُڑادوں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا: تمہیں اگر میں حکم دیتا تو تم اس شخص کی گردن واقعی اُڑادیتے؟ میں نے عرض کیا: بلاشبہ میں اس کی گردن اُڑادیتا۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا: آنحضرتؐ کے بعد یہ مقام کسی کو حاصل نہیں ہے)۔

اِمام ابویوسفؒ ''کتاب الخراج'' میں لکھتے ہیں:

''وأیما رجل مسلم سب رسول الله او کذبه او عابه او تنقصه فقد کفر بالله وبانت منه زوجته، فان تاب والّا قتل.'' (کتاب الخراج ص:۱۹۷، ۱۹۸)

ترجمہ ''جس مسلمان نے رسول اللہ کی توہین کی، یا آپ کی کسی بات کو جھٹلایا، یا آپؐ میں کوئی عیب نکالا یا آپؐ کی تنقیص کی، وہ کافر و مرتد ہوگیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا، پھر اگر وہ اپنے اس کفر سے توبہ (کرکے اسلام و نکاح کی تجدید) کرلے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔''

علامہ شامی ''تنبیہ الولاۃ والحکام'' میں علامہ تقی الدین سبکی کی کتاب ''السیف المسلول علٰی من سبّ الرسول'' سے نقل کرتے ہیں:

ترجمہ: ''اِمام خاتمۃ المجتہدین تقی الدین ابی الحسن علی بن عبدالکافی السبکی اپنی کتاب ''السیف المسلول علیٰ من سب الرسول'' میں لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اُمت کا اِجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص آنحضرت کی شان میں تنقیص کرے اور سب و شتم کرے، وہ واجب القتل ہے۔ ابوبکر ابن المنذر فرماتے ہیں کہ تمام اہلِ علم کا

اس پر اِجماع ہے کہ جو شخص حضورؐ کو سب وشتم کرے، اس کا قتل واجب ہے۔

اِمام مالک بن انس، اِمام لیث، اِمام احمد اور اِمام اسحاق اسی کے قائل ہیں، اور یہی مذہب ہے اِمام شافعی کا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس طرح کا قول اِمام ابوحنیفہ اور ان کے اَصحاب سے اور اِمام ثوری سے اور اِمام اوزاعی سے شاتمِ رسول کے بارے میں منقول ہے۔ اِمام محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ علماء نے نبی کریمؐ کو سب وشتم کرنے والے اور آپؐ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے کفر پر اِجماع کیا ہے، اور ایسے شخص پر عذابِ اِلٰہی کی وعید ہے، اور جو شخص ایسے موذی کے کفر وعذاب میں شک وشبہ کرے، وہ بھی کافر ہے۔

اِمام ابوسلیمان الخطابی فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسا مسلمان معلوم نہیں جس نے ایسے شخص کے واجب القتل ہونے میں اِختلاف کیا ہو۔"

اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: ترجمہ "جو ملعون اور موذی آنحضرت کی شانِ عالی میں گستاخی کرے اور سب وشتم کرے اس کے بارے میں مسلمانوں کے دِل ٹھنڈے نہیں ہوتے جب تک کہ اس خبیث کو سخت سزا کے بعد قتل نہ کیا جائے یا سولی نہ لٹکایا جائے، کیونکہ وہ اسی سزا کا مستحق ہے، اور یہ سزا دوسروں کے لئے عبرت ہے۔"

خلاصہ یہ کہ قرآن وسنت اور اِجماعِ امت سے ثابت ہے کہ حضورؐ اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی گستاخی اور توہین وتنقیص اِرادۃً ہو، یا بلا اِرادہ موجبِ کفر اور موجبِ قتل ہے۔

متحدہ ہندوستان میں مسلمان، ہندو، سکھ، مجوسی اور پارسیوں کے علاوہ بہت سے مذاہب کے پیروکار رہتے تھے، ہر ایک کے اپنے اپنے معتقدات اور اپنے اپنے مقتدا اور راہنما تھے، راجپال جیسے ازلی بدبخت مسلم دُشمنی میں پیغمبر اسلام کے بارے میں گستاخی اور آپ کی عزت وحرمت پر ناپاک حملے کرتے تھے، تو ردِّعمل کے طور پر غازی علم الدین شہید جیسے سچے عاشقِ رسول انہیں کیفرِ کردار تک پہنچا دیتے تھے، ان حالات کو دیکھتے ہوئے انگریز کو ہر ایک کے مذہبی راہنماؤں کی عزت وناموس کے تحفظ کیلئے قانون وضع کرنا پڑا۔

تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور امت مسلمہ

کسی بھی مذہب کی شناخت کیلئے اس مذہب کے بانی کی راہنمائی، اس مذہب کی سب سے بڑی شناخت ہے۔ اس بنا پر ہر مذہب کے پیروکار ان تعلیمات کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو اس مذہب کے بانی کی طرف سے براہ راست دی جاتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی سے ہمیں ان کے مذہب کی تعلیمات ملے گی۔

یہی وجہ ہے کہ یہودی اپنی تعلیمات کو حضرت موسیٰ کہیں طرف منسوب کرتے ہیں۔

اگر آج ان مذہب والوں سے کہے کہ آپ کی تعلیمات حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہیں تو فوری طور پر یہ عذر پیش کردیتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا ان سے کیا واسطہ ہمارے لئے تو حق اور صحیح بات وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملے اور ساری دنیا یہ عذر قبول کرتی ہے۔

اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام سے جو تعلیمات منسوب ہیں وہ ہزاروں واسطوں سے منسوب ہونے کی بناء پر حقانیت کے ترازو پر پورا نہیں اترتیں اور مختلف فرقوں میں بٹے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کیلئے قابل قبول نہیں ہیں۔

اس اصول اور ضابطے کے مطابق پوری دنیا کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنا چاہیئے۔ کہ اس کی حقیقت اور سچائی کو پرکھنے کے لئے اسلام کے بانی وشارح نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، مگر بدقسمتی سے جس طرح دیگر تمام معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک رکھا

جاتا ہے۔اسی طرح اس معاملے میں بھی مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے، اور مسلمانوں کے تعین اور تشخص کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنے مفادات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو امریکہ اور مسلم ممالک نے اس کو امتیازی قانون قرار دیتے ہوئے اس کو واپس لینے کا مطالبہ کیا کہ جب قادیانی خود کو مسلمان کہتے ہیں تو ان کو مسلمان کہنے کیوں نہیں دیا جاتا۔

جب کہ ان کے کفریہ عقائد کی وجہ سے مسلم ممالک کے 140 مذہبی اسکالروں اور علمائے کرام نے دلائل کی روشنی میں ان کو کافر قرار دیا تھا کوئی ان سے پوچھے کہ مسلمان کی تعریف خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات سے ملیں گی یا مغربی ممالک اور اقوام متحدہ کے چارٹر سے؟ تو اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

تعصب کی آنکھ سے مسلمان کے معاملات کو دیکھ کر اس کے بارے میں فیصلہ اپنے مفادات کی روشنی میں کیا جاتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے قانون کے مطابق اپنے لوگوں کو حقوق دیں۔

بدھ مت کے پیروکاروں کو مجبور نہیں کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اقوام متحد کے منشور کے مطابق ڈھالیں۔

جاپان میں خودکشی کو مذہبی رسوم کے تحت ادا کرنے والوں کو مغرب کا کوئی قانون یا اقوام متحد کا چارٹر روکنے کی کوشش نہیں کرتا، مگر مسلمان پر پابندی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تشریح اقوام متحدہ کے مطابق کریں، ورنہ افغانستان حکومت کی طرح ان کی حکومت کا خاتمہ کردیا جائے گا۔۔۔امداد روک لی جائے گی یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے پاکستان کی امداد کو قادینوں سے متعلق قوانین کو ختم کرنے سے اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قانون کو تبدیل کرنے سے مشروط کیا۔

مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں جب ہم قادینوں کے عقائد پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ قرآن کریم کی دوسو آیات، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ۲۴۰۰/احادیث اور چودہ سو سالہ اجتماعات اور عقلی دلائل کے اعتبار سے دائرہ اسلام سے خارج اور ایک الگ عقائد پر مبنی انسانی گروہ اور جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں تفصیلات کیلئے محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب ''خاتم النبین''، مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب ''ختم نبوت کامل'' اور شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی کتاب ''عقیدہ ختم نبوت' ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔اس وقت دنیا جس دستور کے مطابق اپنا نظام چلا رہی ہے اور اقوام متحدہ کا جو منشور ہے اس کے مطابق کسی چیز کے تعین یا فیصلے کے تین طریقہ کار ہیں۔

(1)عدالت (2)عوامی رائے (3)اسمبلی

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے سلسلے میں ہم سب سے پہلے عدلیہ کے فیصلوں کو ملاحظہ کرتے ہیں، اس سلسلے میں سب سے پہلا مقدمہ ماریشس کی عدالت میں اس وقت دائر کیا گیا جب قادیانیوں نے ''روز ہل'' مسجد پر قبضہ کرکے مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روک دیا۔اس آبادی میں 12 قادیانی جب کہ 500 مسلمان آباد تھے۔مسلمانوں نے 26 فروری 1919ء کو سپریم کورٹ میں مقدمہ دائر کیا تھا۔کئی سال مقدمہ چلتا رہا۔21 شہادتیں پیش کی گئیں۔دوسرے ممالک سے فریقین نے مشہور وکلاء بلائے مقدمہ میں دعویٰ کیا گیا کہ:''روز ہل کی مسجد جہاں مسلمان لوگ نماز پڑھتے تھے، یہ مسجد انہوں نے تعمیر کی تھی اور مسلسل قابض چلے آرہے تھے، اس پر قادیانیوں نے قبضہ کرلیا، جن کا تعلق امت اسلامیہ سے نہیں ہے۔''

قادیانی ہم مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، ہمارے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی، ایسی صورت میں ان کو مسجد سے نکال دیا جائے۔تفصیلی بحث کے بعد 19 نومبر 1927ء کو چیف جج سرائے ہر چیز ووڈ نے یہ فیصلہ سنایا۔

عدالت عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدعہ علیہ (قادیانی) کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ''روز ہل' مسجد میں اپنی پسند کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں، اس مسجد میں صرف مدعی (مسلمان) نماز ادا کرسکیں گے۔ اس عدالت کے ایک دوسرے جج ٹی اے روز نے بھی اس فیصلے سے اتفاق کیا۔

برصغیر میں قادیانی کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سلسلے میں پہلا مقدمہ 1925ء میں ڈسٹرکٹ جج بہاول نگر ریاست بہاولپور میں غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش کا تنسیخ نکاح کے سلسلے میں دائر ہوا، جو عبدالرزاق قادیانی کے ساتھ لاعلمی میں ہوگیا تھا۔

ابتدائی فیصلے کے بعد 1932ء میں یہ مقدمہ دوبارہ دائر کیا گیا، اس مقدمہ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ شدید علالت اور ضعف کے باوجود آئے اور عدالت میں اپنا بیان دیا۔

7 فروری 1935ء کو عدالت نے تاریخی فیصلہ دیا:

''چونکہ مدعا علیہ مرتد ہو چکا ہے، اس لئے ارتداد کی وجہ سے نکاح منسوخ ہوگیا''۔

قیام پاکستان کے بعد مختلف عدالتوں کی جانب سے ابتداء ہی سے اس قسم کے مقدمات میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، بعد ازاں بلوچستان ہائی کورٹ، لاہور ہائی کورٹ، سندھ ہائی کورٹ، سرحد ہائی کورٹ، سپریم کورٹ، وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ کی طرف سے بھی قادیانیوں کو دلائل کی بنیاد پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اسی طرح افریقہ کی کورٹ کی جانب سے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کی اپیل خارج کی گئی۔ یہ تو موجودہ دور کے مروجہ طریقے میں عدلیہ کے جائزے کا مختصر سا فیصلہ تھا۔

عوامی رائے کے مطابق دنیا بھر کے ایک عرب سے زائد مسلمانوں کی متفقہ آراء اور دنیا بھر کے تمام دینی اداروں کی جانب سے متفقہ فتاویٰ کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت میں داخل ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ربیع الاول 1974 میں رابطہ عالم اسلامی کے تحت ایک کانفرنس ہوئی جس میں مسلم وغیر مسلم ممالک کی 144 مسلم تنظیموں کے اسکالرز اور علماءِ کرام شریک ہوئے۔ جس

میں قادیانی عقائد کو واضح کر کے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا کہ ان کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ کرتے ہوئے، ان کی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو بچانے کیلئے اقدامات کریں۔ گویا دنیا بھر کی عوامی رائے کی روشنی میں قادیانیوں کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ ہونا چاہئے۔

مروجہ طریقوں میں تیسرا طریقہ قومی اسمبلی کے ذریعہ فیصلہ کرنے کا ہے۔ اس سلسلے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کی۔ بعد ازاں قومی اسمبلی نے 7 ستمبر 1974ء کو متفقہ طور پر آئینی بل کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر پوری دنیا کے سامنے مسئلہ کو واضح کر دیا۔ اب ان تینوں مروجہ طریقوں سے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کے بعد نہ قادیانیوں کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں اور نہ ہی غیر مسلم ممالک کے این جی اوز کے نمائندوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے مسلمانوں پر ٹھونسنے کی کوشش کریں۔ (افسوس کہ ہمارے ملک ہندوستان میں پوری دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور حکومتِ ہند بھی مذہب کے زمرے میں ان کو مسلمان ہی شمار کرتی ہے۔ اسی بنا پر کئی قادیانی دھوکہ دے کر حج بیت اللہ کو جاتے اور یہودی سازشوں کے آلہ کار بن کر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ علماء اور قائدین کو اس طرف توجہ دینی چاہیے اور ایک تحریک چلا کر ہندوستان میں بھی انہیں قانوناً غیر مسلم قرار دینے کا بل پاس کرانا چاہیے)۔

پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کی ذات پر کیچڑ اچھالی ہے۔ اگر کوئی عیسائی یا یہودی اپنے مذہب پر صحیح معنوں میں عقیدہ رکھتا ہو تو وہ کسی صورت میں قادیانیوں کی حمایت کا تصور تک نہیں کرسکتا۔ یہ تو مسلمان ہی ہیں کہ اپنے پیغمبر کے تقدس کے ساتھ دیگر انبیائے کرام علیہ السلام کے تقدس اور اس عظمت کے تحفظ کے لئے سرگرم ہیں۔

☆☆

شاتمین رسول ﷺ کی سزا پر ہنگامہ کیوں؟

● مونسہ بشریٰ

جب کبھی شاتمین رسول ﷺ کے لیے شرعی سزا کا ذکر کیا جاتا ہے، مسلمانوں کا ایک طبقہ شرمندگی محسوس کرنے لگتا ہے، اسے یہ فکر ستاتی ہے کہ ''دنیا کیا کہے گی؟'' کہ 'اسلام خوں ریزی کا مذہب ہے'، مسلمان وحشی ہیں۔ قتل وغارت تو وحشیانہ تہذیب کی علامت ہے۔ دنیا میں تو خطرناک ترین مجرموں کے لیے بھی سزائے موت میں تخفیف کی باتیں ہورہی ہیں، بلکہ اس سزا کو یک قلم موقوف کرنے پر اتفاق رائے پیدا کیا جارہا ہے۔ ایسے میں ہم دنیا کو کس طرح باور کرا سکیں گے کہ ہم ''روشن خیال'' ہیں، ''وسیع النظر'' ہیں، شدت پسند یا تنگ نظر نہیں، تحمل اور برداشت کی اخلاقیات سے عاری نہیں، مذہبی جنون میں مبتلا نہیں۔ پھر آخر جو لوگ آنحضور ﷺ پر ایمان ہی نہیں رکھتے ان پر آپ کی حرمت واجب ہی کیونکر ہوتی ہے؟

چند سال قبل مذموم اور دل آزار ترین فلم کے خلاف عالمی سطح پر مسلمانوں کا جو ردعمل سامنے آیا اس نے بھی بیچاروں کو شرمندہ کر دیا ہے۔ وہ اس کے شرعی جواز پر بھی سوال اٹھانے اور بال کی کھال اتارنے میں لگے ہیں، اور لیبیا میں امریکی سفیر اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت نے تو انہیں شدید احساس جرم میں مبتلا کر کے رکھا دیا ہے۔ جبکہ CIA کے ڈائریکٹر ڈیوڈ پیٹریاس کے استعفیٰ کے بعد کی تحقیقات کے دوران جو دستاویزات سامنے آئیں ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ لیبیا میں امریکی سفارت خانہ سے متصل ایک قید خانہ بھی تھا۔ مظاہرین میں شامل لیبیائی ملیشیا کے کچھ افراد نے اس جیل سے قیدیوں کی

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

رہائی کے لیے یہ حملہ کیا تھا، تاہم حقائق کا باریک بینی سے تجزیہ اور اس سے صحیح نتائج اخذ کرنا ایک تو میڈیا کی پروپگنڈہ واریت کی وجہ سے مشکل ہو گیا ہے، دوسری ہمارے ذہنی غلامی اور فکری تساہل کا یہ عالم ہے کہ ہم اس کا ارادہ بھی نہیں رکھتے۔

شاتمین رسول ﷺ کے لیے سزا کے معاملہ میں مداہنت آمیز رویہ رکھنے والوں کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس کی بنیاد میں حقیقت پسندی سے کہیں زیادہ ذہنی غلامی کا عنصر پایا جاتا ہے۔ معاملات کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی بجائے مغرب کی آنکھوں سے دیکھتے اور اسی کے ذہن سے سوچتے ہیں، خواہ ان کا تعلق طبقہ علماء سے ہو یا عصری علوم کے پروردہ افراد سے، مگر:

مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، مغرب سے نہیں ہے!

ضروری ہے کہ ان کے تمام اندیشوں کی حقیقت کو واضح کیا جائے، تاکہ اس معاملہ میں کسی قسم کی مداہنت کے بغیر مثبت اور مبنی بر حقائق موقف اختیار کیا جا سکے۔ پہلا سوال تو یہی ہے کہ کیا اسلام کو اپنے نزول کی ابتداء (حضرت آدم) سے لیکر انتہا (حضرت محمد ﷺ) تک اس بات کی پرواہ رہی کہ ''دنیا کیا کہے گی؟'' اسلام دنیا کے معیارات کے مطابق خود ڈھلنے کے لیے نازل ہوا ہے یا دنیا کو اپنے معیارات کے مطابق ڈھالنے کے لیے؟ آخر اس مذہب کی حقیقت ہی کیا ہے جو مروّجہ معیارات کے مطابق ڈھل جائے؟ دوسری بات یہ کہ اسلام پر خونریزی کے الزامات لگانے والوں کو غور سے دیکھیں کیا وہ سرتاپا معصوموں کے خون میں رنگے ہوئے نہیں ہیں؟ جہاں تک عام طور سے سزائے موت کو موقوف کرنے کا سوال ہے اس کا مقصد جرائم پروری کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیا مجرمین کے ساتھ نرمی کا مطلب جرم کا شکار ہونے والوں کے ساتھ ناانصافی نہیں ہے؟ اس تناظر میں مغرب میں بڑھتے ہوئے جرائم کے رجحان کو سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ گو سزائے موت کے خلاف مہم چلاتے ہوئے وہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اصل مقصود 'انسانی جان کا احترام' ہے۔ کیا انہوں نے انسانی جان کی

قدر و قیمت کا واقعی اندازہ لگالیا ہے؟ یقیناً۔اسی لئے تو وہ دونوں عظیم عالمی جنگوں سے لیکر آج تک کروڑوں انسانی جانوں کے اتلاف کے مرتکب ہوتے چلے جارہے ہیں۔شاید ان کے مطابق اپنے مفادات کے حصول کے لیے تو قتل وغارت کسی بھی حد تک روا ہے۔۹/۱۱ کے بعد شروع کی جانے والی جنگوں کو (Crusades) کہہ کے جارج بش نے خود ہی اس مذہبی جنون کے عنصر کا راز فاش کر دیا تھا جو ان میں سے سب سے زیادہ کارفرما ہے، گو تیل کے کنویں اور معدنیات کے ذخیرے ان کے ماسوا ہیں۔لہٰذا ان کے مطابق سیکولر فاشزم کے تحت تو ہر قسم کی قتل وغارت کا جواز فراہم کیا جاسکتا ہے، مگر کسی مذہبی رہنما کی حرمت کے نام پر ایک انسان کی جان پر بھی آنچ نہیں آنے دی جاسکتی۔خواہ وہ مذہب پسندوں کی کتنی ہی دل آزاری، توہین، تحقیر، تذلیل اور تضحیک کا مرتکب کیوں نہ ہوا ہو۔سوال یہ ہے کہ روشن خیالی، وسیع النظری کی تعریف بھی یہی سیکولر فاشسٹ طے کریں گے؟ جن کو فکری انحطاط، اخلاقی دیوالیہ پن، تہذیبی تنزل، مگر تکنیکی اور سیاسی برتری کے غرور نے اندھا کر کے رکھ دیا ہے؟

جو لوگ یہ باور کرانے میں سارا زور صرف کرتے ہیں کہ ''زمانہ قلم کا ہے!'' وہ کس طرح یہ فراموش کر سکتے ہیں کہ گذشتہ پورے ہزارے میں مغربی مفکرین اور مستشرقین کی جانب سے رسول اکرم ﷺ پر جو بیہودہ اعتراضات کئے جاتے رہے ہمارے اہل علم ان کے جواب مدلل طور سے قلم ہی کے ذریعے دیتے رہے ہیں، مگر معاملہ اب اعتراضات سے آگے بڑھ کہ مغلظات اور کردارکشی کی شکل اختیار کر چکا ہے۔اس نئے سلسلہ کی ابتداء رشدی نے اپنے شیطانی ناول سے کی تھی۔سوال یہ ہے کہ مہذب دنیا کے وہ باشندے جو ہمیں اس پر تحمل کا درس دیتے نہیں تھکتے خود اپنے اوپر بے بنیاد اور رکیک الزامات کو برداشت کر لیں گے؟ کیا اسے افراد کی شخصی آزادی میں مداخلت قرار دیتے ہوئے ہتک عزت کا مقدمہ قائم نہیں کیا جائے گا؟ اور کیا وہ اپنے مرے ہوئے رشتہ داروں کے متعلق بھی اس طرح کی دریدہ دہنی کو برداشت کر سکتے ہیں؟ یا ان کے متعلق ان کے جذبات شدید تر ہونگے؟ تو ساری وسیع النظری، روشن خیالی

،اور تحمل و برداشت کی ''اخلاقیات'' کی تان آنحضور ﷺ کی ذات اقدس پر سب وشتم پر جا کے ہی کیوں ٹوٹتی ہے جنہیں مسلمان اپنے والدین، بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

شاتمین رسول ﷺ کے جرائم سنگین ترین ہیں۔اوّل تو وہ مسلّمہ تاریخی حقائق سے انکار کرتے ہیں۔آنحضور ﷺ پر ایمان کسی کو ہو یا نہ ہو وہ اس بات سے انکار تو نہیں کرسکتا کہ آپؐ کی ہستی اور سیرت تاریخ کی مکمل روشنی میں مستند ترین طریقہ پر لکھی گئی ہے۔آپ ﷺ کی ہستی کوئی دیومالائی یا ماقبل تاریخ شخصیت نہیں ہے، بلکہ جس قدر مستند آپ ﷺ کی تاریخ ہے دنیا میں کسی اور کی ہو نہیں سکتی۔پھر کسی کو اس عظیم ترین، برگزیدہ اور تاریخی طور پر تسلیم شدہ ہستی کی کردارکشی کا حق کیسے دیا جا سکتا ہے؟ دوسرے، شاتمین رسول ﷺ دنیا میں شمع رسالت ﷺ کے اربوں پروانوں کے لیے شدید ذہنی، نفسیاتی اور روحانی اذیت کا باعث بنتے ہیں۔انہیں اس کا اختیار دینا کون سی اخلاقیات کے تحت روا ہے؟ جبکہ انفرادی اذیت قابل تعزیر جرم ہے تو اربوں انسانوں کو اس بدترین اذیت سے دوچار کرنا، قابل معافی کیونکر ہوسکتا ہے؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہم عرب لیگ کے سیکریٹری جنرل نبیل العربی کے الفاظ نوٹ کریں جو انہوں نے حالیہ دل آزار ترین فلم کی ریلیز کے بعد ۲۶ نومبر ۲۰۱۲ء کو ایک مطالبہ کی صورت میں اقوام متحدہ سے خطاب کرتے ہوئے ادا کئے تھے۔انہوں نے کہا تھا ''جب بین الاقوامی برادری نے جسمانی اذیت کو قابل تعزیر جرم تسلیم کیا ہے تو نفسیاتی اور روحانی اذیت کو بھی قابل تعزیر جرم قرار دیا جانا چاہیے۔'' دوسری جانب ماہرین قانون بجا طور پر یہ سوال بھی اٹھا رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق مغرب کے مختلف ممالک میں موجود Blasphemy سے متعلق قوانین کا اطلاق آنحضور ﷺ کی ذات گرامی کی بے حرمتی کے معاملات پر کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس سے غرض نہیں کہ کوئی شخص آپؐ پر ایمان لائے یا نہ لائے، مسلم ہو یا کھلا کافر، مگر آپؐ کے خلاف دریدہ دہنی کا حق اسے کسی قیمت پر نہیں دیا جاسکتا۔شاتمین رسول ﷺ درحقیقت اپنے گھناؤنے الفاظ کے ذریعے اعلیٰ انسانی قدروں کے بھی قتل کے مرتکب ہوئے

ہیں جو ساری انسانی برادری کے خلاف ایک سنگین جرم ہے۔

بعض لوگ یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی ذات کے لئے خود کسی سے بدلہ نہیں لیا، مگر سیرت کی کتابوں سے ایسی کئی دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے شاتمین رسول کو قتل کرنے کا خود حکم دیا۔ اگرچہ آپ نے بعض کو معاف بھی فرمایا، مگر یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے تائب ہوجانے کے بعد آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام قبول کرنے کے بعد ساری زندگی دین کی خدمت میں گزار دی۔ مستقبل میں کون دین کے لئے کتنا مددگار ہوگا اس کا اندازہ آپؐ کو وحی کے ذریعے ہوجاتا تھا۔ اور معافی کون صدق دل سے مانگ رہا ہے، یہ بھی صرف آپؐ ہی جان سکتے تھے۔ کیا آپؐ نے اپنے صحابیؓ حذیفہ بن الیمان کو منافقین کے دلوں کی حالت سے باخبر نہیں کر دیا تھا؟ آج جب آپؐ خود معاف کرنے کے لئے موجود نہیں رہے تو امت کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ وہ شاتمین رسول ﷺ کو معاف کردے۔ یہ چیز تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے شاتمین رسول ﷺ کی معافی تو کجا ان کے لیے توبہ کرنے کے حق کو بھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ اور اس ضمن میں متعدد اور مستند کتابیں موجود ہیں جس میں بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس موضوع پر تحقیق کی گئی ہے۔ جو لوگ جاننا چاہتے ہیں وہ ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ بہرکیف یہ ثابت اور تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کسی بھی شاتم رسول ﷺ کو معاف کرنے کا امت کو اختیار ہی نہیں ہے۔ اسلام تو کسی بھی مرنے والوں کو برے القاب سے یاد کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ چہ جائیکہ معاملہ رسول ﷺ اکرم کی ذات گرامی کا ہو۔ پھر سوال یہ بھی تو ہے کہ 'رشدی' تسلیمہ 'ڈچ فلمساز' تھیوڈو وان گوگ 'ڈنمارک کارٹونسٹ' جیری فالویل یا نکولاس بسیلے میں سے کس کو اپنی مذموم حرکتوں پر افسوس ہوا ہے؟ اگرچہ ان پر توبہ یا معافی کے دروازے بند ہیں، مگر جو لوگ اپنی رکیک حرکتوں پر مسلسل دیدہ دلیری کا مظاہرہ کر رہے ہیں، ان کے لیے معافی کا خیال بھی ہمارے اس روشن خیال طبقے کو کیوں آتا ہے؟ کیا جو نقصان اور اذیت انہوں نے پہنچائی ہے اس کا ازالہ ممکن ہے؟

کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ان مذموم اور ذلیل حرکتوں سے اسلام کا بال بیکا نہیں کیا جا سکتا فحاشی اور دریدہ ذہنی پر مشتمل اس پورے گورکھ دھندے کے باوجود آپ ﷺ کی عزت واکرام میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ نے خود آپؐ کے ذکر کو بلند فرمایا ہے "**و رفعنا لک ذکرک**" (**الم نشرح**) جس کا ثبوت ہے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس منفی اور گھناؤنے پروپگنڈے نے خود آپؐ کی سیرت کے مطالعہ کے لیے بھرپور مواقع دئے ہیں اور آپؐ کے شیدائیوں کا حلقہ وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ہمیں معلوم ہے قرن اولیٰ میں آپ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کی مذموم حرکتوں کے نتائج بھی اس سے مختلف نہیں تھے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ قبول اسلام کے واقعات کے پس پشت وجوہات کا تجزیہ کرنے والے مغربی مفکرین نے بھی رشدی جیسے معاملات کو ان کا اہم محرک قرار دیا ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان پوری بے عزتی کے ساتھ اسے برداشت کرتے چلے جائیں۔ سعید نفوس آپؐ کی سیرت کا مطالعہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوتی رہیں گی۔ مگر خبیث نفوس کو آپؐ کی حرمت کو پامال کرنے کی آزادی حاصل رہی تو ہر کس و ناکس آپؐ کی ناموس سے کھلواڑ کی جسارت کرنے لگے گا اور خدانخواستہ آپؐ کی ذات گرامی کو بھی معاذ اللہ حضرت عیسیٰ کی طرح مستقل تضحیک کا نشانہ بنایا جانے لگے گا۔

اس موقع پر ہمیں حضرت امام مالکؒ کا وہ قول یاد آتا ہے: "**ما بقاء الامة بعد شتم نبیّھا**" یعنی اس امت کی کیا زندگی جس کے نبیؐ کو گالیاں دی جائیں۔ یا یہ کہ اس امت کی بقاء کا کیا سوال ہے بعد اسکے کہ اس کے نبی کو گالیاں دی جائیں۔ سوال یہ ہے کہ نبیؐ کی ہستی کے بغیر امت کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اپنے نبیؐ کی حرمت کے بغیر امت کی حیثیت ہی کیا ہے۔ نبی ﷺ کی ذات کا اعتبار اور احترام اگر قائم ہے تو امت کی شناخت اور بقاء کی ضمانت دی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں۔ جو امت اپنے نبی ﷺ کی حرمت کا تحفظ نہیں کر سکتی وہ خود اپنے تحفظ سے محروم ہوجاتی ہے۔

☆☆

توہین رسالت ﷺ کی سزا

● مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

رسول اللہ ﷺ کی تقدیس کے متعلق مسلمانوں کے جذبات کا صحیح اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لئے اسلام میں قتل کی سزا ہے اور آپؐ کو گالی دینے والے کا خون مباح قرار دیا گیا ہے۔ نسائی میں کئی طریقوں سے ابو برزہ اسلمی کی یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ:

''حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک شخص پر ناراض ہو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس کی گردن ماروں؟ یہ سنتے ہی آپ کا غصہ دور ہو گیا اور آپ نے جھڑک کر مجھے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ کسی کا درجہ نہیں کہ اس کی گستاخی کرنے والے کو قتل کی سزا دی جائے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک اندھے مسلمان کی لونڈی نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور اس مسلمان نے تکلے سے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ دوسرے دن جب اس کے مارے جانے کی خبر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے فرمایا:

''کہ جس نے یہ کام کیا ہے اس کو میں خدا کی قسم دے کر یہ کہتا ہوں کہ اٹھ کھڑا ہو۔ یہ سن کر وہ اندھا گرتا پڑتا آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ فعل میں نے کیا ہے۔ وہ میری لونڈی تھی، مجھ پر مہربان تھی، مگر آپ کی شان میں بہت بدگوئی کرتی تھی، میں اسے منع کرتا تھا تو نہس مانتی تھی۔ میں ڈانٹتا تو اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ کل رات پھر اس نے آپ کو برا کہا۔ اس

پر میں اٹھا اور تکلا چبھو کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: سب لوگ گواہ رہیں کہ اس کے خون کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

اسی طرح بخاری شریف میں ''کتاب المغازی'' میں کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ موجود ہے کہ وہ رسول اللہ کی ہجو کر کے اور قریش کو آپ کے خلاف بھڑکا کر آپ ﷺ کو ایذا دیتا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کے ہاتھوں اسے قتل کروا دیا۔ ابی داؤد میں کعب بن اشرف کے قتل کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ: ''وہ نبیؐ کی ہجو کرتا تھا اور کفار قریش کو آپ کے خلاف جوش دلاتا تھا''۔

قسطلانی میں بخاری کی مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ: ''وہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتا تھا۔ اس طرح کہ رسول اللہؐ اور مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور قریش کو ان کے خلاف بھڑکاتا تھا''۔

ابن سعد نے بھی اس کے قتل کی یہی وجہ بیان کی ہے: ''وہ ایک شاعر تھا۔ نبیؐ اور آپ کے اصحاب کی ہجو کرتا تھا اور ان کے خلاف لوگوں کے جذبات کو بھڑکاتا تھا''۔

کتب فقہ میں اس کے متعلق صریح احکام موجود ہیں اسکے بعد مولانا مودودی، علامہ شامی اور شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ کے فتاویٰ اور اقوال کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں: ''پس جزئیات میں فقہا کے درمیان خواہ کتنا ہی اختلاف ہو، مگر رسول اللہ ﷺ کی اس عظمت میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی سب کا اتفاق ہے۔ آپؐ کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔ اس سے صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں داعی اسلام کی حرمت وعزت کے متعلق کیا احکام ہیں۔ اس بارے میں مسلمانوں کا مذہب ان کو کیا تعلیم دیتا ہے۔

☆☆

شاتم رسول ﷺ کی سزائے قتل سے انکار کا فتنہ

● پروفیسر ڈاکٹر محسن عثمانی

شاتم رسول ﷺ کے لیے سزائے قتل کی مخالفت اور اہانت رسول پر احتجاج کو خلاف اسلام قرار دینا دراصل مزاج اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے، اور اجماع امت کی مخالفت ہے۔ گزشتہ چودہ سو سال میں یہ مسئلہ متفق علیہ رہا ہے اور کسی نے بھی شاتم رسول کی سزائے قتل کا انکار نہیں کیا۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے تو اس موضوع پر ایک مکمل کتاب 'الصارم المسلول علی الشاتم الرسول' کے نام سے لکھ دی ہے، حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ اب شاتم رسولؐ کے قتل سے انکار کی دعوت اٹھی ہے اور اس فکر کے داعی ہیں وحید الدین خاں صاحب اسلامی مرکز کے صدر، الرسالہ کے ایڈیٹر۔ انہیں بڑا اضطراب ہے اس بات پر کہ ساری دنیا کے مسلمان سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف احتجاج کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں، اور اس کے قتل کا فتویٰ بھی صادر کر چکے ہیں۔ نہ صرف ایک سلمان رشدی، بلکہ تاریخ تمام شاتمین رسولؐ کو قتل سے بچانے میں انہوں نے وکیلانہ منطق اور غیر موزوں وغلط استدلال کی صلاحیتیں وقف کر رکھی ہیں۔ اس بارے میں ان کا موقف ان کے الفاظ میں یہ ہے۔

''موجودہ زمانے میں مسلمان کا عام خیال یہ ہو گیا ہے کہ پیغمبر کے ساتھ گستاخی یا اس کا استہزاء ایک ایسا جرم ہے جو علی الاطلاق طور پر مجرم کو واجب القتل بنا دیتا ہے، اس قسم کا مطلق نظریہ شرعی اعتبار سے بے بنیاد ہے۔ اسلام میں اس کے لیے کوئی حقیقی دلیل موجود نہیں ہے''۔

''امتحان کی اس دنیا میں جہاں ہر ایک کو آزادی ہے آپ کسی کو اس پر مجبور نہیں کر سکتے کہ وہی الفاظ بولے جو آپ چاہتے ہیں کہ بولے جائیں.... موجودہ زمانہ میں آزادی فکر خیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے''

''رشدی کے خلاف مسلمانوں نے قتل کا فتویٰ دے کر جو ہنگامہ برپا کیا اس نے اسلام کے معاندین کو اس بات کا سنہری موقع دیا کہ وہ اس کو لیکر اسلام کو بدنام کریں۔ وہ تمام دنیا کو یہ تاثر دیں کہ اسلام ایک خونخوار مذہب ہے وہ قتل وخون کا دین ہے۔''

''رسول ﷺ کے نام پر رسول کے طریقے کے خلاف ورزی کی اس سے زیادہ سنگین مثال شاید پوری اسلامی تاریخ میں نہیں ملے گی۔''

''جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھ گستاخی علی الاطلاق طور پر مستوجب قتل جرم ہے۔ وہ ایک ایسی بات کہتے ہیں جس کے لیے ان کے پاس قرآن وسنت کی کوئی دلیل نہیں۔''

''سلمان رشدی کے خلاف مسلمانوں کے مجنونانہ ایجی ٹیشن کا فائدہ کچھ نہیں ہوا۔''

وحید الدین خاں نے رشدیات پر اپنے مضامین میں یہ چیلنج دیا ہے کہ شاتم رسول ﷺ کی سزائے قتل قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔ اب ہم ذیل میں اس چیلنج کا جواب پیش کریں گے۔ قرآن وسنت، آسمانی کتابوں، دور صحابہؓ کے نظائر، فقہاء کے اقوال سے یہ شہادتیں پیش کریں گے کہ شاتم رسول ﷺ کی سزا علی الاطلاق قتل ہے، اور اس میں کسی دوسرے سبب کا پایا جانا ضروری نہیں۔

وجہ قتل:

ایک مسلمان شاتم رسول ﷺ دو سبب سے اپنی زندگی کا استحقاق کھوتا ہے۔ (۱) شاتم رسول بذاتہ مستوجب قتل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اور صحابہؓ نے کافر اور ذمی کو سب وشتم رسول کے جرم میں قتل کیا ہے۔

(۲) شاتم رسول اگر مسلمان تھا تو اس کے یہاں دو وجہ قتل جمع ہو جاتی ہیں۔ایک سب وشتم اور دوسرے ارتداد۔ یہ ارتداد کی نہایت سنگین قسم ہے۔مسلمان پیغمبر پر سب وشتم سے مرتد اور کافر ہو جاتا ہے۔شاتم رسول کو قتل سے بچانے والے وکیل کے لیے دو شکلیں رہ جاتی ہیں یا تو وہ یہ کہے کہ شاتم رسول سے مسلمان مرتد نہیں ہوتا یا وہ یہ ثابت کرے کہ مرتد کی سزا اسلام میں قتل نہیں۔ جہاں تک پہلی شکل کا تعلق ہے تو محمد بن سحنون کا قول یہاں تک ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور عذاب میں جو شک کرے گا وہ خود کافر ہو جائے گا۔مسلمان شاتم رسول کے لیے دو وجہیں جو مستوجب قتل ہیں جمع ہو جاتی ہیں۔ایک شتم اور دوسرے ارتداد۔اب ہم قرآن وسنت اور آثار صحابہ سے وہ دلیلیں پیش کریں گے جن سے کہیں تو شتم کی وجہ سے سزائے قتل کا ثبوت ملے گا اور کہیں ارتداد کی وجہ سے قتل کی سزا ثابت ہوگی۔

قرآن سے استدلال:

صاحب ’’الفقہ المیسر ‘‘ نے مرتد کی سزائے قتل پر قرآن سے استدلال کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

’’جس شخص کا ارتداد ثابت ہو جائے اس کا خون (رائیگاں) ہدر ہے، کیونکہ اس نے بدترین قسم کے کفر کا ارتکاب کیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور مرے کافر ہو کر تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، وہ دوزخ کے لوگ ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے‘‘۔

مذکورہ آیت کی تشریح:

مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

’’تنبیہ مسلمانوں کو بھی کر دی گئی ہے کہ اگر ان کے ظلم وستم سے مرعوب ہو کر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور اسی حالت میں مر جائے گا اس کے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت ہو جائیں گے۔اس آیت میں ایک خاص نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ

اعمال کے اکارت ہونے کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہو جائیں گے۔آخرت میں مرتد ہو جانے والوں کے اعمال کا اکارت ہونا تو واضح ہے۔البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں ان کے اعمال کے اکارت ہونے کی شکل کیا ہوگی؟ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جاتا ہے وہ اسلامی ریاست میں جملہ شہری حقوق سے محروم ہو جاتا ہے۔ریاست پر اس کے جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی ہے۔چنانچہ اسی اصول پر اسلامی تعزیرات کا وہ قانون مبنی ہے جو مرتدوں کی سزا سے متعلق ہے‘‘۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی ’’**حبطت أعمالهم في الدنيا**‘‘ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(پس ایسے شخص کے دنیا میں مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کا خون اور مال محفوظ نہ رہے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا)

قرآن سے دوسرا استدلال:

اگر کوئی ذمی کھل کر دین اسلام کے خلاف زبان درازی کرے تو اس کا قتل درست ہے۔اس لیے کہ اس کے ساتھ معاہدہ اس بات پر تھا کہ وہ زبان درازی نہ کرے گا اور جب اس نے زبان درازی کی تو عہد ٹوٹ گیا اور اس کا ذمہ ساقط ہو گیا۔

ابن حبان کہتے ہیں کہ ائمۃ الکفر کے قتل کا حکم عوام کے قتل کی نفی نہیں ہے۔ائمۃ کی تصریح اہتمام وخصوصیت اور تاکید کے لیے ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ’’**قاتلوا ائمة الكفر**‘‘ سے مراد ہے ’’**قاتلوا الكفار**‘‘۔

صاحب ’’روح المعانی‘‘ کہتے ہیں:

’’ائمہ کفار کے ذکر کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ ان کا قتل سب سے ضروری ہے۔یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر ائمہ کو قتل نہیں کیا جائے گا‘‘۔

احادیث سے استدلال:

شاتم رسول ﷺ جو جرم شتم سے پہلے مسلمان رہ چکا ہو مرتد ہو جاتا ہے اور شتم رسول ﷺ کی بنا پر اور پھر ارتداد کی بنا پر وہ مستحق قتل ٹھہرتا ہے۔ ذیل میں وہ احادیث بھی درج کی گئی ہیں جن سے ارتداد کی وجہ سے سزائے قتل ثابت ہوتی ہے اور وہ حدیثیں بھی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شتم رسول کی بنا پر مجرم کو قتل کر دیا گیا۔

1۔ مرتد کی سزائے قتل پر احادیث اور سیرت کی کتابیں شاہد ہیں۔ ارتداد کے بہت سے واقعات میں نفس ارتداد پر سزائے قتل دی گئی گو کہ کسی مخصوص بغاوت کی قیادت کا جرم ثابت نہیں ہوا، کیونکہ نفس ارتداد خود ایک بغاوت ہے۔ اسی طرح سے شتم رسول ﷺ بذات خود پیغمبر اور بانی دین سے بغاوت ہے۔ الگ سے کسی باغیانہ تحریک کی قیادت کا جرم سرزد ہونا ضروری نہیں۔

ابن عباسؓ کی ام ولد کے قتل والی حدیث سے واضح ہے کہ اس کو سب وشتم اور ارتداد کی وجہ سے نابینا صحابی نے قتل کر دیا تھا جس کے خون کو حضور ﷺ نے رائگاں قرار دیا۔

2۔ بلوغ المرام فی احادیث الاحکام (صفحہ ۱۳۳/ر) میں ہے کہ نابینا صحابی والی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ کو برا کہنے والا شخص قتل کر دیا جائے گا اور مسلمان ہونے کی صورت میں وہ مرتد ہو جائے گا اور اس سے توبہ بھی طلب نہیں کی جائے گی۔

3۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے ابن خطل کو اس وجہ سے کہ وہ شاتم رسولؐ تھا حرم میں قتل کروا دیا۔ ''فتح الباری'' میں اس واقعہ کی پوری تفصیلات موجود ہیں۔ ابن خطل خانہ کعبہ کا کپڑا پکڑ کر لٹکا ہوا تھا ایک صحابی نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسے قتل کر دو۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

4۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے جن مجرمین کا خون رائگاں قرار دیا تھا، ان میں ابن خطل کی دو لونڈیاں بھی تھیں جو نبی ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھیں، ان میں ایک کا نام قریبہ تھا جو قتل کر دی گئی تھی۔

5۔ مدینہ میں ایک شخص تھا جس کا نام ابو عفک تھا رسول ﷺ نے جب حارث بن سوید بن صامت کو قتل کرا دیا تو اس نے منافقت کا رویہ اختیار کیا اور حضور ﷺ کی شان میں منظوم ہجو لکھی۔ حضور ﷺ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا، کوئی ہے جو اس کو قتل کردے۔ سالم عمیر اٹھے اور انہوں نے جا کر اس کو قتل کر دیا۔

6۔ بنو امیہ کی ایک عورت تھی جس کا نام اسماء بنت مروان تھا۔ یہ شاعرہ تھی، ابو عفک کے قتل سے اسے ناگواری ہوئی اور اس کا نفاق ظاہر ہوا۔ ذات رسول ﷺ آپ کے مشن اور اہل اسلام کے خلاف اس نے اشعار میں ہرزہ سرائی کی۔ حسان بن ثابت نے اس کے قصیدہ کا جواب دیا۔ دونوں کے قصیدوں کے اشعار سیرت ابن ہشام میں بھی مذکور ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ کیا کوئی شخص نہیں جو انتقام لے اور اس عورت کو جا کر قتل کر دے۔ عمیر بن عدل الخطمی نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور اس کے گھر جا کر اسے قتل کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد وہ رسول ﷺ کے پاس آئے اور قتل کی اطلاع دی آپ ﷺ نے فرمایا۔ **''نصرت اللہ و رسولہ یا عمیر''**۔ (عمیر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی)۔

صحابہ کے آثار ونظائر سے استدلال:

درج ذیل واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک ذمی کو بھی شتم رسول کے جرم میں قتل کیا جائے گا اور یہ قتل وہ شخص بھی کر سکتا ہے جو سب وشتم اپنے کان سے سنے۔

حضرت ابن علقمہ سے روایت ہے کہ غرفہ بن حارث الکندی ایک صحابیہ تھیں جن کا گزر ایسے شخص پر ہوا جو ذمی تھا۔ حضرت غرفہ نے اس ذمی کو اسلام کی دعوت دی اس نے

جواب میں نبیﷺ کو گالی دی۔حضرت غرفہ نے اسے وہیں قتل کردیا۔حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا۔انہیں (یعنی ذمیوں کو) ہمارے عہد اور ذمہ کی وجہ سے اطمینان رہتا ہے۔کہا گیا کہ ہم نے انہیں عہد اور ذمہ اس بات کا نہیں دیا ہے کہ اللہ اور رسولﷺ کے بارے میں ہمیں ایذا پہنچائیں۔

وحیدالدین خاں صاحب کی نظر سے مذکورہ بالا صحابی کا واقعہ نہیں گزرا۔ورنہ وہ یہ نہ لکھتے کہ ”شتم رسولﷺ سے مسلمانوں کے جذبات کا مجروح ہونا تعزیرات اسلام کی کوئی دفعہ نہیں“

علماء اسلام اور ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ:

شاتم رسولﷺ (مسلمان) مرتد ہے۔

اور مرتد واجب القتل ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ شاتم رسولﷺ واجب القتل ہے۔

اب ذیل میں وہ آثار و نظائر پیش کئے جاتے ہیں جن سے ارتداد پر سزائے قتل کا ثبوت ملتا ہے۔

حضورﷺ کی وفات کے بعد یمن اور نجد کے علاقے میں ارتداد کا فتنہ پھیل گیا تھا۔بہت سے لوگوں نے مسیلمہ کذاب اور سجاح کی نبوت کو مان لیا تھا۔حضرت ابو بکر صدیقؓ فتنہ ارتداد کو ختم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور سرکوبی کے لئے انہوں نے عکرمہؓ بن ابی جہل کو روانہ کیا اور یہ ہدایت دی۔

عمان سے حضرت موت اور یمن تک جو مرتدین ملیں انہیں قتل کردو۔حضرت علیؓ کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگ عیسایت کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے اور اس کے بعد دوبارہ عیسائی ہو گئے حضرت علیؓ نے ان سب لوگوں کو گرفتار کروایا اور انہیں بلا کر ان سے معاملہ دریافت کروایا۔انہوں نے کہا کہ ہم عیسائی تھے پھر ہم نے اپنے اختیار سے اسلام قبول کرلیا، مگر

اب ہماری رائے ہے کہ عیسائیت سے افضل کوئی دین نہیں۔اس لیے ہم پھر سے عیسائی ہو گئے ہیں۔حضرت علیؓ کے حکم سے یہ سب لوگ قتل کردیئے گئے۔

اجماع امت سے استدلال:

کتاب وسنت اور سیرت وتاریخ کے واقعات اور ائمہ مجتہدین کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ شتم رسول اور ارتداد کی سزا قتل ہے۔اور رسول اللہﷺ کی امت نے گذشتہ چودہ سو سال میں کسی مسلمان شاتم رسول کو زندہ نہیں چھوڑا، کیونکہ گستاخی رسول ارتداد کو مستلزم ہے۔قاضی عیاض نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔

شاتم رسولﷺ ،سلمان رشدی کے قضیئے میں ایک علمی بحث یہ اٹھی ہے کہ مرتد کو قتل کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے۔

اس سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ ذمہ داری امام اور اولوالامر کی ہے۔لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی تصریح ہے کہ ایک عام آدمی بھی مرتد کو اگر قتل کردے تو اس پر کوئی ضمان نہیں، کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وہ پہلے ہی مہدور الدم ہو چکا تھا۔

مذہب امامیہ میں ہے کہ جس شخص نے شاتم رسول کی زبان سے رسول کی شان میں گستاخی کی باتیں سنیں اس کے لیے جائز ہے کہ وہ خود اسے قتل کردے۔

امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مرتد ہو جائے اور رسول اللہﷺ سے سرکش ہو تو اس کا خون ہر اس شخص کے لیے مباح ہے جو اس کو سنے اور ایسا ہی حکم ہے کہ اگر کسی شخص نے رسول اللہﷺ پر سب وشتم کی تو جائز ہے اس کے سننے والے کے لئے کہ اسے قتل کردے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے شتم رسول کے موضوع پر ایک مستقل کتاب ”**الصارم المسلول علی شاتم الرسول**“ لکھی ہے۔ان کے زمانے میں ایک بدبخت عیسائی

توہین رسالت کا مجرم ہوا انہوں نے مسلمانوں کو لے کر اس کے گھر کا محاصرہ بھی کیا۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے جو کچھ کیا اسے دور جدید کی اصطلاح میں ایجی ٹیشن کہتے ہیں۔ اب وحید الدین خاں صاحب یہ فرماتے ہیں کہ شاتم رسول سلمان رشدی کے خلاف مسلمانوں کو کوئی ایجیٹیشن نہیں کرنا چاہیئے تھا اور یہ سراسر مجنونانہ حرکت تھی۔

فقہ حنفی کی ممتاز شخصیت امام سرخسیؒ نے شاتم رسول کے قتل پر اجماع نقل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ وہ کہیں بھی ہو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔

عقلی دلیل:

اسلام دوسرے مذاہب کی طرح مجرد مذہب اور صرف رسوم وعبادات کا مجموعہ نہیں ہے۔ اور نہ صرف انسان کا ذاتی اور نجی معاملہ ہے، بلکہ اس کا تعلق ریاستی وبین الاقوامی قوانین اور تعلقات سے بھی ہے۔ حدود کی تنفیذ اور تعزیرات کا اجراء اس کے دائرہ احکام کے اندر داخل ہے وہ مکمل شریعت اور ایک نظام زندگی ہے۔ کیا ایسے دین کے اندر اس بات کی ذرہ برابر بھی گنجائش ہوسکتی ہے کہ ایک شخص پہلے تو دین کے لانے والے رسول کی وفاداری اختیار کرے وفاداری کا عہد کر لینے کے بعد وفاداری کا قلادہ اتار کر پھینکے اور رسول کو اپنی ہرزہ سرائی اور سب وشتم کا ہدف بنائے اور اپنے اس مکر وفریب کے رویہ سے اہل ایمان کے دلوں میں شکوک کا بیج بوئے اور پھر اپنے اس جرم کے باوجود قابل تعزیر نہ ہو۔ اسلام عبادت بھی ہے اور ریاست بھی دنیا میں کوئی ریاست اپنے باغیوں کو معاف نہیں کرتی۔ پھر اسلامی ریاست سے یہ کیوں توقع کر لی جائے کہ وہ اس دینی ودنیوی سربراہ اور خدا کے رسول کے خلاف سب وشتم کو معاف کردے جس کی اطاعت ہی دنیا وآخرت میں کامیابی کا واحد ذریعہ ہے اور جو ذات بنی نوع انسان میں سب سے افضل ہے۔ اور خود خالق کائنات نے جس کی مدح وثنا کی ہے۔ آپ ﷺ کی ذات مخلوقات میں اتنی ارفع ہے

مجموعہ القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

کہ ایک شخص اس دنیا میں کسی کا خون بہا کر قابل قصاص ہوتا ہے وہاں آپؐ کی شان میں بے ادبی اور توہین سے قابل قصاص بن جاتا ہے۔

شیطانی آیات کے خلاف احتجاج:

سلمان رشدی تاریخ کا سب سے بڑا شاتم رسول ہے۔ اس نے اپنی بدنام زمانہ کتاب شیطانی آیات میں جو کچھ لکھا ہے وہ رکاکت وابتذال کا بدترین نمونہ ہے۔ نقل کفر اگرچہ کفر نہیں ہے، لیکن اسے دہرانے کی ہمت بھی آسانی سے نہیں ہوتی ہے۔ اس نے خدا کی شان میں بھی بے ادبی کی ہے۔ اس بدبخت نے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف بھی دریدہ دہنی اور گستاخی کی باتیں لکھی ہیں۔ پھر اس نے ذات رسالت حضور ﷺ کو ''ماہونڈ'' لکھا ہے جسے پہلے قدیم مستشرقین اسم گرامی محمد ﷺ کی جگہ پر لکھتے آئے تھے۔

اس شیطان صفت انسان نے امہات المومنین کو نعوذ باللہ قحبہ کا پیشہ کرنے والی عورتوں میں شامل کیا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت خالد ابن ولیدؓ کے خلاف صریح بدزبانی کی ہے۔ ایسی کھلی ہوئی گستاخی رسول ﷺ سے لبریز کتاب کے خلاف مسلمانوں کا وہی ردعمل ہوا جو اسلام کی چودہ سو سالہ روایت کے مطابق ہے۔ احادیث اور صحابہؓ سے جس کی تصدیق اور اجماع امت سے جس کی توثیق ہوئی ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے عہد میں ایک نصرانی حاکم نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات کہے تھے۔ سلطان نے حطین کی جنگ کے بعد جب اس کو گرفتار کیا تو یہ کہتے ہوئے اسے خود اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ ''میں آج رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انتقام لے رہا ہوں''۔

☆☆

ہندوستان میں قادنیت کا فتنہ

نرسمہاراؤ کی دین

● اطہر صدیقی

جب میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں طالب علم تھا اس وقت یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ذاکر حسین تھے۔اسی دوران میری ڈاکٹر صاحب سے کافی قربت ہوگئی تھی یہاں تک کہ جب وہ 13 مئی 1962ء میں ہندوستان کے نائب صدر جمہوریہ منتخب ہوئے تو اس وقت سے لے کر 3 مئی 1969ء یعنی ان کے انتقال کے وقت تک مجھے ان سے شرف باریابی حاصل ہوتا رہا۔ان کے بعد میں ہندوستان کے کئی صدور، وی وی گری، فخرالدین علی احمد، آر وینکٹ رمن، ڈاکٹر شنکر دیال شرما، کے آر نارائنن جیسی عظیم شخصیتوں کے ساتھ راشٹر پتی بھون میں ملک وقوم کی خدمت انجام دیتا رہا۔میں ہندوستان کے ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہوں کہ جنہوں نے پارلیمنٹ ہاؤس کے فلور پر 35 سالوں تک ایوان کی کارروائی اور ہندوستانی سیاست کی ہنگامہ آرائیوں کا مشاہدہ کیا۔آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو کی وزارت عظمٰی سے لے کر لال بہادر شاستری، اندرا گاندھی، راجیو گاندھی، وی پی سنگھ، نرسمہاراؤ، ایچ ڈی دیوگوڑا، اٹل بہاری واجپئی اور ڈاکٹر منموہن سنگھ جیسی شخصیات کو میں نے بہت قریب سے دیکھا۔ان شخصیات میں سے وزیراعظم نرسمہاراؤ کی شخصیت آج بھی میرے ذہن ودل میں کانٹے کی طرح چبھتی رہتی ہے، میں نے ان کو کبھی احترام کی نظر سے نہیں دیکھا کیونکہ میری نظر میں وہ سیاست بے معنی ہوجاتی ہے جو آشکار ہوجائے نرسمہاراؤ

حکومت ہند میں وزیر داخلہ بھی رہے اور وزیر خارجہ بھی اور وہ سیاسی حادثات کے تحت ہندوستان جیسے سیکولر اور جمہوری ملک کے وزیراعظم بھی بنے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے وزیراعظم بن کر ہندوستان کی تاریخ کے چہرے کو مسخ کردیا۔مجھے یہاں اس بات کا بھی احساس ہے کہ میں حکومت ہند کے جس عہدے سے رٹائرڈ ہوا ہوں مجھے ایسی بات کہنے سے گریز کرنا چاہیے۔لیکن جب دل کے زخم ہوا دے رہے ہوں تو الفاظ کی چارہ گری ممکن نہیں رہتی۔نرسمہاراؤ کی سیاست جس سیڑھی سے شروع ہوئی تھی وہ ناگپور کی خاکی نیکر کی وردی میں ملبوس تھی۔یہ بات میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ 1977ء میں جب جنتادل کی سرکار بنی تو کرناٹک سے عبدالصمد صدیقی راجیہ سبھا کے ممبر نامزد ہوئے تھے تو انہوں نے ایوان بالا میں نرسمہاراؤ کے روبرو یہ کہا تھا کہ میں آپ کے ناگپور کے ماضی سے اچھی طرح واقف ہوں میں ایوان میں بیٹھے لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ وہ نہیں ہیں جو کانگریس کے بارے میں نظر آرہے ہیں اس وقت ایوان میں ان ریمارکس پر کافی ہنگامہ ہوا کچھ ممبران ان ریمارکس پر عبدالصمد صدیقی سے ناراض ہوگئے تھے خود مجھے بھی اس بات کا احساس ہوا کہ صدیقی صاحب کو وزیراعظم کے بارے میں ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ویسے ویسے ذہن ودل میں کشمکش پیدا ہونے لگی یہاں تک کہ جب چھ دسمبر 1992ء کو بابری مسجد کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا تو میری نظر میں اس واقعہ کے ذمہ دار نرسمہاراؤ تھے۔ کیونکہ اس واقعہ سے عبدالصمد صدیقی کی بات سچ ثابت ہوگئی تھی۔اور یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ بابری مسجد سانحہ راؤ کی منصوبہ بند سازش کا نتیجہ تھا۔6 دسمبر کو رات آٹھ بجے انہوں نے ٹی وی پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے'' میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بابری مسجد وہیں بنے گی جہاں پر وہ تھی۔'' اس کے بعد وہ کئی سال تک وزیر اعظم رہے لیکن انہوں نے بابری مسجد تعمیر نہیں کرائی، ہمارے ذہن میں آج بھی یہ سوال گردش کررہا ہے کہ اس معاملے میں ان کا ہاتھ کس نے روکا تھا اور کس نے ان کی مخالفت کی

تھی، بلکہ وہ خود نہیں چاہتے تھے بابری مسجد تعمیر ہو۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو صرف دلاسہ دیتے رہے۔ ہمیں یہ بات بھی آج تک یاد رہے کہ انہوں نے وزارت عظمٰی کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے 15 اگست کو لال قلعہ کی فصیل سے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ’’بھائیو اب بابری مسجد کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا‘‘۔ اس یقین دہانی کے باوجود انہوں نے ایودھیا میں سنت سماگم کی اجازت دے دی، اس وقت اتر پردیش میں کلیان سنگھ وزیراعلیٰ تھے، ہمارا سوال تو یہی ہے کہ جب نرسمہاراؤ کو انتظامیہ پر کنٹرول نہیں تھا تو سنت سماگم کی اجازت انہوں نے کیوں دی؟ بقول شاعر

سازش میں گر شریک نہ تھی شاخ آشیاں
تادیر پھر قفس کی طرف کیوں جھکی رہی؟

اتنا ہی نہیں انہوں نے اسرائیل جیسے ظالم وجابر ملک سے سفارتی تعلقات قائم کئے جس سے عربوں کے جذبات مجروح ہوئے۔ اس وقت نرسمہاراؤ کے معاونین میں وزیر داخلہ ایس بی چوہان اور انٹرنل سیکورٹی کے انچارج راجیش پائلیٹ تھے جو راؤ کو گمراہ کرنے میں نمایاں کردار ادا کر رہے تھے۔ ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ 5 دسمبر کو ہفتہ کا دن تھا۔ اور ہفتہ کے دن عموماً پارلیمنٹ اجلاس نہیں بلایا جاتا۔ اس دن خاص طور سے راجیہ سبھا کا اجلاس بلایا گیا راجیش پائلٹ نے راجیہ سبھا میں کہا کہ ہم کو ایودھیا میں اتنے زبردست سیکورٹی انتظامات کے رہے ہیں کہ آکاش میں اڑتا پرندہ بھی بابری مسجد کی طرف سے نہیں گزر سکتا۔ قارئین حضرات آپ خود فیصلہ کریں کہ بابری مسجد کی شہادت کے بعد راجیش پائلیٹ کا کیا حشر ہوا؟ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نرسمہاراؤ ایس بی چوہان کے پروردہ تھے کیونکہ زمانہ طالب علمی میں جب وہ کم مائیگی کا شکار تھے تو ایس بی چوہان کے والد نے ان کی مدد کی تھی۔ اس لئے وہ ایس بی چوہان اور ان کے والد کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور ان کی ذہنیت آر ایس ایس لابی کی ترجمان تھی۔ ہماری نظر میں بابری مسجد شہادت کا حادثہ اتنا اہم نہیں تھا

جتنی کہ نرسمہاراؤ کی سازش جو کہ مسجد کی شہادت کی درپے تھی۔ اس کے بعد محترمہ سونیا گاندھی نے جب ان حقائق کو محسوس کیا تو انہوں نے مسلمانوں سے معافی مانگی اتنا ہی نہیں نرسمہاراؤ کی فطرت نت نئے فتنوں کو جنم دینے کی عادی تھی۔ انہوں نے اپنے دور اقتدار میں مسلمانوں کے درمیان ایک فتنہ یہ بھی جگایا کہ انہوں نے اپنے وزیر خارجہ کو بریلی شریف دیوبندی اور بریلوی مسلک میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے بھیجا وزیر خارجہ نے حالات کی اسٹڈی کی لیکن کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا، اس کے بعد حضرت احمد شاہ رضا خانؒ کے مزار مقدس پر حاضری دینے کے لئے نرسمہاراؤ بریلی پہنچے تو بریلوی مسلک کے تمام مسلمانوں نے اتحاد کا ثبوت دیتے ہوئے بازوؤں پر کالی پٹیاں باندھ کر کہا کہ ’’نرسمہاراؤ واپس جاؤ‘‘ ہم اور دیوبندی بھائی بھائی ہیں۔ اس واقعہ کے بعد نرسمہاراؤ کے خواب چکنا چور ہوگئے اور اپنے وزیر پر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے دہلی واپس آگئے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ راؤ کی وحشت ناک مسلم مخالف سیاست نے انہیں کبھی چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ وہ مسلمانوں کے درمیان نئے فتنہ کا باب کھلا دیکھنا چاہتے تھے۔

اس کے بعد چارو ناچار وہ فتنۂ قادیانیت کی طرف متوجہ ہوگئے کیونکہ پاکستان میں جب ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم تھے تو تمام علماء دین نے قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا تھا۔ بھٹو نے قوم کے نام خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ علماء پاکستان نے قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا ہے ہم نہیں چاہتے کہ قادیانی اب پاکستان میں رہیں۔ اسی رات کو قادیانی پاکستان کو چھوڑ کر سنگاپور تھائی لینڈ، جاوہ، سماترہ اور ملیشیا کی طرف پھیل گئے۔ وہ ہندوستان میں بھی آنا چاہتے تھے لیکن اندرا گاندھی نے اپنی سیاسی بصیرت کے پیش نظر پاکستانیوں کے لئے ہندوستانی سرحدیں بند کردیں۔ لیکن جب نرسمہاراؤ کے ہاتھ میں اقتدار آیا تو انہوں نے قادیانیوں کے لئے ہندوستان کی سرحدیں کھول دیں۔ اس کی تصدیق اس واقعہ سے بھی بخوبی ہوسکتی ہے جو ہمارے ساتھ گزرا، ہم ان دنوں نمبر 6 مولانا آزاد روڈ نئی دہلی میں بیٹھے

تھے۔ہم اس وقت چیف جسٹس ہدایت اللہ خاں کے نجی سکریٹری تھے۔ یہ بات 1994ء کی ہے۔ ہمیں نرسمہاراؤ کے جوائنٹ سکریٹری امتیاز احمد خاں نے ٹیلیفون کیا کہ اطہر صاحب شوکت علی تھائی لینڈ سے آئے ہیں اور وہ تھائی لینڈ کے اتھارٹی آفیسر ہیں وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں ہم نے امتیاز خان سے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ یہ ملاقات وزیراعظم کے اصرار پر ہے۔ہم ایک دم الجھ کر رہ گئے کہ وزیراعظم کے حکم کے تحت پروٹوکول کے خلاف اس ملاقات کا کیا مقصد ہے۔ بہرحال شوکت علی شام کو چار بجے ہمارے پاس آئے ہم نے ایک مہمان کی حیثیت سے ان کی میزبانی کی۔گفتگو کے دوران انہوں نے ہم سے پہلا سوال یہ کیا کہ نمبر 6 مولانا آزاد روڈ کی کوٹھی میں ایک مسجد ہے اس میں مسجد ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ مسجد اُپ راشٹر پتی بھون میں کیوں ہے؟ جبکہ قریب میں مان سنگھ روڈ پر مسجد موجود ہے۔ میں نے کہا کہ آپ مجھ سے یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہیں؟ لیکن ان کا اصرار زیادہ بڑھا تو میں نے بتایا کہ دراصل یہ کوٹھی تقسیم ہند سے پہلے ظفر اللہ خاں کی تھی۔ جو بعد میں پاکستان کے وزیر خارجہ بنے وہ قادیانی مسلک سے وابستہ تھے۔وہ نماز پڑھنے کے لئے اگر مان سنگھ روڈ کی مسجد میں جائے تو ان کے ساتھ بدسلوکی ہوسکتی تھی اس لئے انہوں نے اپنی کوٹھی میں ہی مسجد تعمیر کرائی تھی۔شوکت علی نے کہا کہ میں آپ سے یہی پوچھنے کے لئے آیا تھا مجھے معلوم ہوا تھا کہ اس کوٹھی کی تاریخ پر آپ کی گہری نظر ہے،شوکت علی نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وزیراعظم نرسمہاراؤ چاہتے ہیں کہ نائب صدر جمہوریہ ہدایت اللہ خاں کو حیدرآباد ہاؤس میں منتقل کردیا جائے۔اور اس کوٹھی کو قادیانی مسلک کی تشہیر کے لئے بطور آفس الاٹ کردیا جائے۔ہم نے ان کو بتایا کہ جب تک ہدایت اللہ خاں قائم مقام صدر جمہوریہ ہیں تب تک یہ صورت حال ناممکن ہے شوکت علی نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اگر ہمیں یہ کوٹھی نہ ملی تو نرسمہاراؤ ہمیں آر کے پورم میں اس کے بدلے جگہ دینے کے لئے تیار ہیں۔اس کے بعد شوکت علی میرے پاس سے چلے گئے۔ کچھ عرصہ

گزرنے کے بعد جب ایک تقریب میں ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ قادیانیوں کے لئے نرسمہاراؤ نے آر کے پورم میں جگہ الاٹ کردی ہے اب ان کا مرکزی دفتر وہاں قائم ہو چکا ہے۔ان تمام واقعات وحادثات کی روشنی میں نرسمہاراؤ کی فتنہ پرور ذہنیت کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی مخالفت میں نہ جانے کتنے ایسے کام انجام دیئے جس سے ملک وقوم کو آج تک نقصان پہنچ رہا ہے۔نرسمہاراؤ تو اب موجود نہیں ہیں لیکن محترمہ سونیا گاندھی سے بطور حرفِ شکایت ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ تمام حقائق سے آگاہ تھیں اور آپ کی شخصیت اتنی قدآور تھی کہ نرسمہاراؤ کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملاسکتی تھیں تو آپ نے راؤ کو ایسے کام کرنے سے کیوں نہیں روکا۔

سابق نائب صدر جمہوریہ ہدایت اللہ کی میت کو نذر آتش کرانے میں بھی نرسمہاراؤ کا ہاتھ تھا:

ایک دوسرا واقعہ جسے ہم اپنے فریضہ قلم کے طور پر لکھنا ناگزیر سمجھتے ہیں۔مرحوم ہدایت اللہ صاحب ہندوستان کے سابق چیف جسٹس تھے، 1978 میں جب جنتا پارٹی اقتدار میں آئی تو ہدایت اللہ صاحب کو بلا مقابلہ نائب صدر جمہوریہ منتخب کیا گیا۔ ہدایت اللہ صاحب بڑے سادہ دل شریف النفس اور منکسر المزاج انسان تھے۔قانون پر ان کی بے پناہ دسترس تھی ۔ وہ انصاف کو خدا کے بعد درجہ دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ Privi Purses کا بل جب پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا اور ان کی چیئرمین شپ میں کاؤنٹنگ کے وقت سرکار کے خلاف ایک ووٹ کی کمی رہ گئی تھی تو انہوں نے سرکار کے خلاف بل پاس کردیا تھا جس کی وجہ سے اندرا سرکار گرگئی تھی۔ ہدایت اللہ جو بظاہر نظر آتے تھے اس میں مغربی فکر وعمل کی جھلک نظر آتی تھی لیکن در پردہ ایسا نہیں تھا۔وہ اسلامی روایات واقدار کے انسان تھے۔علماء اور اکابرین کو وہ عزت ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اکثر وبیشتر ایسا

ہوتا تھا کہ جب کبھی مسلم پرسنل لاء کی بات آتی تھی تو وہ علمائے دین کے ساتھ مشاورت کرتے تھے ہم نے پچھلے مضمون میں اپ راشٹر پتی بھون کی جس مسجد کا ذکر کیا تھا اس کے بارے میں انہوں نے راقم السطور کو ایک بار بلا کر یہ کہا تھا کہ مسٹر صدیقی اس مسجد کے دروازے پر تالا لگا ہوا ہے جس کو آپ کھلوا دیجئے۔ تا کہ ہمارے پاس آنے والے مسلم مہمان اس مسجد میں نماز پڑھ سکیں اس کے لئے انہوں نے مسجد کی صفائی ستھرائی کرائی اور وہاں پر مخمل کی جانمازیں بچھوائیں اور جھاڑ فانوس لگوائے۔ مسجد میں وضو کا اہتمام کرایا۔ لائٹنگ وغیرہ کا انتظام کرایا۔ علاوہ ازیں انہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ اس مسجد پر ہونے والا تمام خرچ میری جیب خاص سے ہوگا۔ اس کا سی پی ڈبلیوڈی وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ انہوں نے مسجد میں ایک حافظ امام رکھوایا جس کے لئے ماہانہ پیشکش انہوں نے اپنی طرف سے پیش کی۔ امام صاحب کو کھانا و دیگر ضروریات کی اشیاء کا انتظام بھی اپنی طرف سے کرایا۔ مذکورہ واقعہ کے علاوہ انہوں نے ایک بار مجھ سے کہا کہ میرے دادا منشی قدرت اللہ تھے۔ جدی طور پر وہ بنارس کے رہنے والے تھے آج بھی مدن پورہ بنارس میں ایک عظیم مسجد منشی قدرت اللہ کے نام سے موجود ہے۔ مجھ سے یہ کہنے کے بعد انہوں نے کہا کہ ہماری جدی زمین جائیداد جو بنارس میں موجود ہے اسے میں محمود المدارس کو عطیہ کرنا چاہتا ہوں۔

محمود المدارس وہ مدرسہ ہے جو اسیر مالٹا شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے نام سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ایک پروگرام، بنارس جانے کے لئے طے کیا گیا۔ جس کی دعوت بھی مولانا کبیر بنارسی کی جانب سے دی گئی تھی۔ ہم لوگ بنارس بذریعہ ہوائی جہاز پہنچے۔ گیسٹ ہاؤس میں قیام کے بعد ہم لوگ مدن پورہ کے ایک جلسہ میں پہنچے جس کا استقبالیہ انتظام محمود المدارس کے منتظمین کی جانب سے کیا گیا تھا۔ اس جلسے میں مولانا سید اسعد مدنی بحیثیت ایم پی موجود تھے۔ جلسہ گاہ میں اس وقت جم غفیر تھا۔

جب ہدایت اللہ صاحب نے اعلان کیا کہ میں اپنی جدی جائیداد کا ایک بڑا حصہ

مدرسۃ البنات کے نام عطیہ کر رہا ہوں۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ آج اس جائیداد کی قیمت کروڑوں روپے ہے۔ اسی طرح مسجد منشی قدرت اللہ کو مدرسہ الفرقان کے لئے وقف کیا۔ ان تمام باتوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک میں نے ہدایت اللہ صاحب کو دیکھا وہ یقیناً صاحب ایمان اور غریب پرور انسان تھے۔ وہ سیکڑوں مسلم بچوں کو اپنی جیب سے وظیفہ دیتے تھے اسی طرح انہوں نے سرکاری ملازمتوں میں بھی مسلم بچوں کو نوکریاں دلانے میں مدد کی۔ ان کے انتقال کے وقت نرسمہا راؤ ہندوستان کے وزیر اعظم تھے نرسمہا راؤ، ہدایت اللہ صاحب کے شاگرد بھی تھے۔ جس زمانے میں ہدایت اللہ ناگپور میں لاء کے لیکچرار تھے اس وقت نرسمہا راؤ بھی لاء کی اسٹڈی کر رہے تھے۔ حادثاتی بات یہ ہے ایسی خوبیوں والے انسان کو ممبئی میں رات کے ساڑھے 12 بجے دل کا دورہ پڑا تو نرسمہا راؤ دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز ممبئی پہنچے اور رات کے دو بجے تک انہوں نے خود یہ فیصلہ کر لیا کہ ہدایت اللہ صاحب کی میت کو سپرد آتش کیا جائے گا۔ دلیل یہ پیش کی گئی کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ انہیں دفنایا نہ جائے بلکہ سپرد آتش کیا جائے۔ چونکہ ہم چھ سال تک ہدایت اللہ صاحب کے نجی سکریٹری کے طور پر ان کے ساتھ رہے۔ ہم نے ان کے ساتھ شب و روز زندگی کا مشاہدہ کیا۔ ہم سے جب میڈیا والوں نے پوچھا کہ کیا کبھی ہدایت اللہ نے آپ کے سامنے بھی ایسی کسی وصیت یا خواہش کا اظہار کیا تھا تو ہم نے جواب دیا کہ وہ شخص جو روزانہ صبح قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو وہ اس طرح کی وصیت کیسے کر سکتا ہے۔ اگر واقعی ایسی کوئی بات تھی تو اس وصیت کو میڈیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے تھا۔ وہ بین الاقوامی شخصیت کے مالک تھے۔ آناً فاناً میں ان کے انتقال کے بعد نرسمہا راؤ کو ایسا فیصلہ نہیں لینا چاہئے تھا۔ بہت کم لوگوں کو اس بات کی جانکاری ہے کہ شاہ حسین جو کہ اردن کے بادشاہ تھے وہ ان کے سمدھی تھے۔ آج جو اردن کے بادشاہ ان کی ملکہ ثروت ہدایت اللہ صاحب کی بیٹی ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد جب شاہ اردن نے یہ بات سنی کہ

ہدایت اللہ کی میت کوجلایا گیا ہےتوانہوں نے اس بات پرسخت اعتراض کیا۔ ہندوستان میں جوشخص انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر کا بانی ہوا سے سپرد آتش کر دینا؛ پرفریب وصیت کے نام پر کہاں تک صحیح تھا۔

ہم آج بھی یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہدایت اللہ کی میت کوجلائے جانے کا فیصلہ نرسمہا راؤ نے ذاتی طور پرلیا تھا۔ جونرسمہا راؤ کی گھناؤنی سازش کا نتیجہ تھا۔ ہماری نظر میں نرسمہا راؤ تاریخ کا سفاک آدمی تھا اور مسلمانوں کی مخالفت میں وہ کسی بھی حدتک گرنے کے لئے تیارتھا۔ یہ ساراواقعہ دہرانے کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ ہندوستان کے باضمیرلوگ نرسمہاراؤ کی شیطانی فطرت کوسمجھ سکیں۔آخر میں یہ کہنا چاہتاہوں کہ کچھ لوگ اپنی شخصیت کے ذریعہ تاریخ کا انمول موتی بن جاتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے گھناؤنے کردار کی وجہ سے تاریخ کا آنسوبن جاتے ہیں۔نرسمہاراؤ موخرالذکر وزیراعظم تھے۔

☆☆

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

’تحفظ ناموس رسالت کا بے باک سپاہی‘

● ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

پیغمبراسلام محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبین، تسلیم نہیں کرنے والوں کے سلسلے میں دل ودماغ میں ذرہ برابرنرمی بھی ایمان کومتزلزل کرنے کیلئے کافی ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہےجس میں معمولی شائبہ بھی نا قابل برداشت ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ(۸۰۔۱۵۰ھ) کا بہت ہی مشہورقول ہے:

’’جوشخص کسی جھوٹے مدعی نبوت (نبوت کا دعویٰ کرنے والا) سے دلیل طلب کرے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے‘‘۔

کیونکہ دلیل طلب کرکے اس نے اجرائے نبوت (نبوت جاری ہے) کے امکان کا عقیدہ رکھا (اور یہی کفر ہے)

اس لئے امت کا اتفاق ہے کہ شریعت اوردین کامداراسی عقیدہ پرہے۔

قرآن کریم کی ۱۰۰ رسے زائدآیات اورسینکڑوں احادیث اس عقیدہ پرگواہ ہیں اور تمام صحابہ کرامؓ تابعین عظام، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور چودہ صدیوں کے مفسرین، محدثین، متکلمین، علماء اورصوفیاں (اللہ ان سب پررحمت کرے) کا اس پراجماع ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

''ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين''.
(الاحزاب: ۴۰)

(حضرت محمدﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں''۔)

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ ''خاتم النبیین'' کے معنیٰ ہیں: محمد رسول اللہؐ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی کو ''منصب نبوت'' پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ عقیدہ ختم نبوت جس طرح قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، اسی طرح احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے۔

۱- میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابوداؤد ج:۲، ص:۲۲۸)

۲- مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (مشکوٰۃ:۵۱۲)

۳- رسالت و نبوت ختم ہو چکی ہے، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔ (ترمذی، ج:۲، ص:۵۱)

۴- میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ:۲۹۷)

۵- میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ (مجمع الزوائد، ج:۳ ص:۲۷۳)

ان ارشاداتِ نبوی میں اس امر کی تصریح فرمائی گئی ہے کہ آپؐ آخری نبی اور رسول ہیں، آپ کے بعد کسی کو اس عہدہ پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، ان میں سے ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی اور گزشتہ انبیاء کی تصدیق کی، لیکن حضور اکرمﷺ نے گزشتہ انبیاء کی تصدیق تو فرمائی، مگر کسی نئے آنے والے نبی کی بشارت نہیں دی، بلکہ فرمایا:

۱- قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ۳۰/ کے لگ بھگ دجال اور

کذاب پیدا نہ ہوں، جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

۲- قریب ہے کہ میری امت میں ۳۰/ جھوٹے پیدا ہوں، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان دو ارشادات میں حضرت محمدؐ نے ایسے ''مدعیان نبوت'' (نبوت کا دعویٰ کرنے والے) کے لئے دجال اور کذاب کا لفظ استعمال فرمایا، جس کے معنیٰ ہیں کہ: وہ لوگ شدید دھوکے باز اور بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے ہوں گے، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کو اپنے دامن فریب میں پھنسائیں گے، لہٰذا امت کو خبردار کر دیا گیا کہ وہ ایسے عیار و مکار مدعیان نبوت اور ان کے ماننے والوں سے دور رہیں۔

پیغمبر اسلام محمد رسول اللہﷺ کی اس پیشن گوئی کے مطابق ۱۴۰۰ سو سالہ دور میں بہت سے کذاب اور دجال مدعیان نبوت کھڑے ہوئے جن کا حشر تاریخ اسلام سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک ''قادیانی دجال'' (مرزا غلام احمد قادیانی) ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا، جس کی پاداش میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو پوری دنیا میں ذلیل و خوار کیا۔ امت محمدیہﷺ کے علماء اور اہل علم نے الحمدللہ اس فتنہ کا ایسا قلعہ قمع کیا کہ قادیانی پوری دنیا میں کہیں پر منہ دکھانے کے قابل نہیں ہیں، آج دنیا میں وہ جہاں بھی جس تعداد میں موجود ہیں بنجاروں اور مجرموں کی طرح چھپ کر اپنی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ ساتھ ہی عالم اسلام کے علماء ہر زمانے میں قادیانی فتنہ سے مسلمانوں کو متنبہ کرتے رہتے ہیں، اس لئے کہ عقیدہ ختم نبوت امت محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم رحمت اور نعمت ہے، اس کی پاسداری امت محمدیہ پر فرض ہے اور تا قیام قیامت فرض رہے گی۔ چنانچہ تاریخ کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ پوری دنیا بالخصوص برصغیر ہند و پاک کے علماء کرام، اہل علم اور دانشوروں نے قادیانی فتنہ کی سرکوبی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی، علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا محمد علی مونگیری،

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا یوسف لدھیانوی، حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا حبیب اللہ امرتسری، حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، حضرت مولانا قاضی سلیمان منصور پوری، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا یوسف بنوری، مولانا ابوالاعلی مودودی، مولانا عبدالغنی پٹیالوی، مولانا منظور نعمانی، آغا شورش کاشمیری، مفتی سعید احمد جلالپوری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا نور محمد ٹانڈوی، مولانا منظور چنیوٹی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، (اللہ ان سب پر رحمت کرے) جیسے جید اور مجتہد علماء و دانشوران قوم نے پوری زندگی اس فتنہ کا تعاقب کیا اور عامۃ المسلمین کو فتنۂ قادیانیت سے متنبہ کرنے کیلئے گراں قدر علمی خدمات انجام دیں اور بڑے بڑے مناظروں کا انعقاد کر کے قادیانیوں کو بھاگنے پر مجبور کیا۔

عہد حاضر میں بھی یہ فتنہ وقفے وقفے سر اٹھاتا رہتا ہے۔ ہریانہ، پنجاب، حیدرآباد، بنگال، آسام بہار اور اتر پردیش کے متعدد علاقوں کے دیہاتوں میں قادیانی نوجوان معلم اور امام کے نام پر مسلمانوں کے مذہب اور ایمان کو خراب کرتے ہیں، بتایا جاتا ہے کہ ان کے تار کہیں نہ کہیں اسرائیل اور ہندو شدت پسند تنظیم آر ایس ایس کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست اتر پردیش ہے جہاں دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، جامع اشرفیہ مبارک پور، دارالسلفیہ، جامعۃ الفلاح جیسے بڑے بڑے نامور دینی ادارے موجود ہیں اس کے باوجود کہیں کہیں اور خال خال پسماندہ علاقوں میں بڑی خاموشی کے ساتھ یہ مرتد فرقہ ارتدادی زہر گھولنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔

بہار میں فتنۂ قادیانیت:

بہار بھی قادیانیوں کے فتنہ سے پوری طرح کبھی محفوظ نہیں رہا، بھاگل پور، مونگیر،

کھگھڑیا، سہرسہ، سپول، ارریا، پورنیہ، کشن گنج اور کٹیہار جیسے مسلم اکثریتی والے اضلاع میں کبھی خفیہ تو کبھی علانیہ قادیانی ناخواندہ اور اقتصادی طور پر غریب مسلمانوں پر شب خوں مارتے رہتے ہیں۔ ان اضلاع کے سرکاری دفاتر میں موجود احمدی فتنہ کے لوگ مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے ایمان وعقیدے پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے نئی نئی تدبیروں کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ لوگ ان علاقوں کے معاشی طور پر کمزور اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو مال و دولت کا لالچ دے کر اپنے جال میں پھنساتے ہیں اور انہیں دین سے دور کر دیتے ہیں۔ بہار کے بعض اضلاع ابھی بھی ایسے ہیں جہاں قادیانی گمراہ کن، اسلام سے خارج اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے اور خفیہ مہم چلاتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ صوبے کے علماء اور دینی ادارے ان کی اس شر پسندی کے خاتمہ کیلئے کوئی تساہلی نہیں برتتے اور اس فرقہ ضالہ کی سرکوبی کیلئے یہ حضرات ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، تاہم جس شدت کے ساتھ ان کے خلاف اقدام کی ضرورت ہے اس میں کہیں نہ کہیں کوتاہی پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے بہار کی سرزمین بھی اس فتنہ سے کبھی مکمل طور پر پاک نہیں ہو سکی۔

یہ تو فضل خداوندی ہے کہ اللہ نے اسی سرزمین پر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی شکل میں ایک مرد مجاہد کو پیدا کیا جنہیں ہم حضرت مونگیریؒ کا جانشین کہہ سکتے ہیں۔

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا بہت ہی مشہور قول ہے: دنیا میں چار چیزیں محبت کے قابل ہیں: مال، جان، آبرو اور ایمان۔ لیکن اگر جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہیے اور اگر آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال و جان دونوں کو اور اگر ایمان پر کوئی ابتلاء آئے تو مال، جان، آبرو سب کو قربان کرنا چاہئے، اگر سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہتا ہے تو یہ سودا سستا ہے۔''

ہندوستان میں اس وقت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے اس قول کا اگر کوئی سچا محافظ اور پاسدار ہے تو وہ بلاشبہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی ذات ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے تحفظ ختم

نبوت کا سچا سپاہی بن کر نہ صرف بہار میں قادیانیوں کا ناطقہ بند کیا، بلکہ تحریک کے دائرے کو ملک کے دوسرے علاقوں تک وسیع کیا۔حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا عبدالصمد رحمانیؒ، مولانا فضل اللہ جیلانی، قاضی اشرف رحمانیؒ، مولانا شاہ الیاس مونگیریؒ، مولانا غنیمت حسین مونگیریؒ وغیرہ کی ناموس رسالت کے تحفظ کی جدوجہد سے تحریک پا کر شمالی بہار کے قادیانی سے متاثر علاقوں میں مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے جو کارہائے نمایاں انجام دیا ہے اس کی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی۔انہوں نے تحفظ ناموس رسالتﷺ کیلئے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مال اور جان کی قربانی پیش کرنے سے ذرہ برابر بھی دریغ نہیں کیا۔جس کی وجہ سے صوبے میں مخالفین طرح سے طرح سے ان کے خلاف سازشیں رچتے رہتے ہیں اور دین اسلام کے تحفظ میں اٹھنے والی اس مستحکم اور مضبوط آواز کو ختم کرنے کیلئے مختلف حیلے اور بہانے تلاش میں سرگرم ہیں، مگر ’پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا‘

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب ہندوستان اور بیرون ہندوستان اپنے خطابات میں مجاہد تحفظ ختم نبوت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مقدس جملوں کو پوری قوت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے یہ پیغام دیتے ہیں کہ قادیانیوں تم نے اگر ناموس رسالتﷺ کو چھیڑنے کی کوشش کی تو ہم تمہیں کسی بھی قیمت پر نہیں چھوڑیں گے۔

’’ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے جو شخص بھی اس ردا کو چوری کرے گا جی نہیں۔۔۔ چوری کا حوصلہ کریگا میں اس کے گریبان کی دھجیاں اڑادوں گا۔اور جو اس مقدس امانت کی طرف انگلی اٹھائے گا میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔میں میاں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی کا نہیں نہ اپنا نہ پرائے کا۔میں انہیں کا ہوں وہی میرے ہیں جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے اُن پر جو ان کا نام تو لیتے ہیں، لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔‘‘

’جب تک احرار زندہ ہیں جھوٹی نبوت نہیں چلنے دیں گے۔جب بھی کوئی کذّاب سر اٹھائے گا صدیقِ اکبر کی سنت جاری کی جائے گی۔یاد رکھو! میں تو زندہ نہیں رہوں گا، مگر تم دیکھو گے کہ شہدائے ختم نبوت کا خونِ بے گناہی رنگ لا کر ہی رہے گا۔

قدحِ صحابہ کرنے والو! خدا سے ڈرو۔میں علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں اور صدیق وعمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی مدح کرتا ہوں اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔تم کون ہو! ہائے وہ لوگ جنہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ ملی ہو۔تم انہیں گالی دیتے ہو۔ظالمو حشر کے دن آقا کو کیا جواب دوگے!

بہار میں مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی ختم نبوت کی تحریک کی ستائش کرتے ہوئے معروف عالم دین، دانشور و فقیہہ حضرت مولانا مفتی احمد نادر القاسمی لکھتے ہیں:

’’بہار میں اس تحریک کی ابتداء حضرت مونگیریؒ نے کی اس کو مولانا عبدالصمد رحمانیؒ نے آگے بڑھایا اور اب اللہ کا شکر ہے کہ بہار کے علماء کی پوری ٹیم کے ساتھ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب حفظ اللہ نے اس ذمہ داری کو سنبھالا ہے، ان کی یہ آواز حق، باطل کے خیمے پر بجلی بن کر گری ہے، مفتی صاحب موصوف نے بروقت اقدام کر کے پورے بہار میں اس تحریک کو عام کیا ہے اور شہر شہر اور قریہ قریہ ناموس رسالت کی آواز پہنچائی ہے، سوئے ہوئے علماء، ائمہ مساجد اور دانشوران کو جگایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس کا کوئی بدل نہیں ہے، مفتی صاحب اس میدان میں بہار میں فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس راہ کی رکاوٹوں کو دور کردے اور مفتی صاحب موصوف کی یہ آواز رہتی دنیا تک امت میں نسل در نسل منتقل ہوتی رہے، آمین‘‘ (مقدمہ: متاع زندگی، مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی، جہد مسلسل، خدمات، تحریکات)

(تفصیل کیلئے دیکھئے ’’ذکراً قائماً یعنی ۲۰ویں صدی کے علماء گجرات کی حیات و خدمات‘‘۔

ان کے علاوہ عالمی شہرت یافتہ عالم دین و اسکالر مولانا محمد عیسیٰ منصوری (چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم لندن) نے مفتی صاحب کی قادیانی مخالف تحریک سے متاثر ہو کر انہیں

'تحفظ ختم نبوت کے مجاہد' کا لقب دیا ہے۔

بہار میں تحریک تحفظ ختم نبوت مفتی صاحب کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔اس تحریک کے توسط سے انہوں نے علما کرام اور اپنے مخلص رفقاء کے ساتھ مل کر قادیانیوں کی جو خبر لی ہے وہ ان کا بے نظیر کارنامہ ہے اور تحریک تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کا ایک دلچسپ باب ہے۔ تحفظ ناموس رسالت کی ان کی مساعی کو پوری دنیا کے علماء اور عوام نے تسلیم کیا ہے۔بعض علما کو تحفظ ختم نبوت کی یہ مہم اتنی پسند آئی کہ انہوں نے مفتی صاحب کو ''تحریک تحفظ ختم نبوت کے مجاہد'' کے لقب سے نوازا ہے۔

مثال کے طور پر خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم (اللہ پاک ان کے سایہ عاطفت کو تادیر مسلمانان عالم کے سروں پر قائم رکھے) مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کے خدمات کی ستائش ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔:

''بحمد اللہ طویل مدت تک دل میں پلنے والے جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ مدھوبنی سپول (بہار) بانی جامعہ حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی دامت برکاتہم کی طرح ایک تاریخ ساز اور عہد آفریں جامعہ ہے، جس نے نہ صرف باصلاحیت ابطال باطل اور احقاق حق کرنیوالے علماء ہی پیدا کئے ، بلکہ فرق باطلہ اور خاص طور پر کذب و دجل پرست اور امت کے ملحد فرقہ قادیانی کی اہل باطل اور دشمنان اسلام کی طرف سے زبردست مالی اور افرادی تائیدات رکھنے والے اس مرتد طبقے کی سرکوبی میں وہ تاریخ ساز خدمت انجام دی، کہ مستقبل کا مؤرخ اس کا حق پسندانہ تذکرہ نہ کرکے اپنے اوپر بدترین خیانت کا الزام ہرگز نہیں لے سکے گا۔ حضرت مفتی صاحب کی جرأت و جسارت ایمانی کی حامل شخصیت کی اس باب میں تاریخ ساز خدمات اس قدر بیش قیمت ہیں کہ جن کو اگر پوری ملت اسلامیہ ہندیہ پر محسنانہ قرار نہ دیا جائے تو یہ نفس دیانت کے ساتھ ناقابل معافی اور ناانصافی ہوگی۔'' (ماخوذ از تاثراتی تحریر: مورخہ:۲۳/ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۲/فروری

۲۰۱۴ بموقعہ ڈھلائی چھت جامع الامام محمد قاسم النانوتوی، معائنہ رجسٹر جامعۃ القاسم)

قادیانیوں کی شرانگیزی و فتنہ سے دنیا کو باخبر رکھنے کیلئے مفتی صاحب ''جامعہ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ'' کے ترجمان 'ماہنامہ معارف قاسم جدید' کے اپنے کالم 'افتتاحیہ' اور ملک کے دیگر موقر اخبارات و رسائل میں بارہا مسلمانوں کی توجہ اس فتنہ کی جانب مبذول کراتے رہتے ہیں۔اس حوالے سے ان کی سنجیدگی اور فکر کا اندازہ ایک اقتباس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

''قادیانیوں کی شرانگیزی میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے، مگر تحفظ ختم نبوت کا دم بھرنے والے علماء کرام ہاتھ پر ہاتھ رکھے کسی معجزہ کے منتظر ہیں، معلوم نہیں ہماری غیرت وحمیت کب جاگے گی؟ نبی آخرالزماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مر مٹنے کا دعویٰ کرنے والے عشاق رسول کو تو جیسے سانپ نے سونگھ لیا ہے، ان کی تو بولتی ہی بند ہے۔کفر اور اسلام کی دکان چلانے والے ان عاشقان کی بے حسی کا یہی حشر رہا تو رحمت اللعالمینؐ اور اسلام کے بدترین دشمن قادیانی اپنے زہریلے تیر سے ہمارے جسم و روح کو چھلنی کرتے رہیں گے اور اس اہم فریضہ سے ہماری عدم توجہی و بے اعتنائی پر زمانہ ہنسے گا۔

قادیانیوں کی جرأت دیکھیں کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں کو 'صحابہ' لکھنا شروع کردیا ہے۔اس سلسلے میں قادنیوں کی سالانہ تقریب سے متعلق جو اشتہار شائع ہوا ہے اس کو بطور نمونہ کے دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ اشتہار 26,27 اور 28 دسمبر 2009 کو قادیان میں ہونے والے پروگرام کی تفصیل پر مشتمل ہے۔ پروگرام کی فہرست میں 8/ پر یہ عبارت تحریر ہے:

''سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم (سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وسیدنا حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ'' (العیاذ باللہ)

قادیانیوں کی اس ذلیل ترین حرکت پر کسی بھی اہل ایمان کا خون کھول اٹھے گا۔مرزائیوں کے باطل عقیدہ سے عامۃ المسلمین کو باخبر نہ کرنا اور اسے یوں ہی نظر انداز کردینا اپنی ذمہ داری

سے راہ فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نام کے ساتھ حکیم نورالدین کا نام لکھ کر قادیانی نے جو پیغام دیا ہے اس پر تمام امت مسلمہ کے علماء ودانشوران کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے، کیونکہ بسا اوقات جن باتوں کو ہم مصلحت سمجھ کر نظرانداز کردیتے ہیں وہ باتیں خطرناک شکل اختیار کرلیتی ہیں۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام ومرتبہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ گویا مجھ سے بغض رکھتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم واجمعین سے محبت کرے اور یہ ایمان والوں کے لئے ممکن نہیں کہ ان سے محبت نہ کرے۔ (خلاصہ عقیدۃ الطحاوی)

قادیانی اپنے باطل عقیدہ کے تحت اپنے دین و مذہب کا نام الگ رکھ لیں اور دیگر مذاہب کی طرح اس گمراہ کن مذہب (فتنہ قادیانی) کی تشہیر کریں تو کسی کو بھی اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا، مگر اسلامی اصطلاحات کا استعمال قادیانیت کی تبلیغ کے لئے ہو یہ قطعی ناقابل برداشت ہے۔ چونکہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں، اس لئے ہم مرزائیوں کی اسلام اور انسانیت مخالف سرگرمیوں کو ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔‘‘

(معارف قاسم جدید: مارچ/اپریل ۲۰۱۰ء)

اسی طرح قادیانی کی ناکامی پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مفتی صاحب نے اپنے کالم میں تحریر فرمایا: ’’۲۶/دسمبر ۲۰۰۹ء قادیانیوں کی سالانہ تقریب میں ملک کے وزیر خزانہ جناب پرنب مکھرجی کی شرکت کی خبر کا قادیانیوں نے بڑے زور وشور سے پرچار کیا۔ ظاہر ہے اگر اس تقریب میں وزیر موصوف شریک ہوتے تو یہ ان کی بڑی کامیابی ہوتی۔ یہ لوگ بطور سند کے اپنے حواریوں میں ڈھنڈورہ پیٹتے کہ اب ہندوستان میں کامیاب ہوگئے ہیں، مگر مسلمانوں نے متحد ہوکر قادیانیت کی پول کھول دی اور مختلف ذرائع سے انہیں یہ بات

پہنچائی گئی کہ قادیانی مسلمان ہی نہیں ہیں۔ صرف ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں کی نظر میں قادیانی کافر اور غیر مسلم ہیں، اس لیے وزیر خزانہ پرنب مکھرجی قادیانیوں کی سالانہ تقریب میں شرکت نہ کریں۔ اگر انہوں نے قادیان جانے کی حماقت کی تو ان کے اس اقدام سے ملک کے تقریباً 30 کروڑ مسلمانوں کی دلآزاری ہوگی۔ مسلمانوں نے شدید مخالفت کی اور بڑے پیمانے پر احتجاج ومظاہرہ کرکے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ وزیر خزانہ نے مسلمانوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر قادیان جانے کا اپنا ارادہ ترک کردیا۔ اس طرح سے گستاخ رسول ملعون قادیانیوں کو ایک اور ناکامی ہاتھ آئی۔‘‘

’’جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ‘‘ کے اراکین ومخلصین الحمدللہ قادیانیوں کے سد باب کی مہم میں ہمارے ساتھ ہیں اور ان کے تعاون اور دعاؤں کی وجہ سے ہمارے حوصلے بلند ہیں۔ حالانکہ قادیانیوں اور ان کے حواریوں کی طرف سے ہمیں ڈرانے اور دھمکانے کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، مگر ہم نے بھی تہیہ کرلیا ہے کہ آخری دم تک ناموس رسالتؐ کی حفاظت کریں گے اور ختم نبوتؐ کے دشمنوں سے آخری سانس تک ہماری جنگ جاری رہے گی۔‘‘

(معارف قاسم جدید: جنوری/فروری ۲۰۱۰ء)

حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب کی حیات مصروفیت اور جہد مسلسل سے عبارت ہے، بہار کے انتہائی پسماندہ اور غربت زدہ علاقے میں ’’جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ‘‘ کے قیام نے اس علاقے کی تقدیر بدل دی ہے، انہوں نے بہت ہی قلیل مدت میں تعلیم وتبلیغ کے شعبے میں جو انقلاب برپا کیا ہے اس کی موجودہ عہد میں نظیر ملنی مشکل ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے اس کارواں کو مزید مستحکم کیا جائے، اس عمل میں قدم سے قدم ملایا جائے تاکہ بلا روک ٹوک ان کا یہ سفر جاری رہے، اور ان کی سرپرستی وقیادت میں قوم وملت کا وہ عظیم کام ہوجائے جو رہتی دنیا تک کے لئے تاریخ کا انمٹ حصہ بن جائے۔

☆☆

فتنہ قادیانیت کے سدباب کیلئے طویل المدت منصوبہ کی ضرورت

● مولانا سید احمد ومیض ندوی

ایک ایسا فتنہ جو گذشتہ طویل عرصہ سے امتِ مسلمہ کے لیے چیلنج بنا ہوا تھا اور جس سے عام مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ متاثر ہورہا تھا، خدا کا شکر ہے کہ بعد از خرابی بسیار ہی صحیح اس فتنہ کے تعلق سے ملتِ اسلامیہ کا شعور جاگ اٹھا ہے۔ قادیانیت نبوتِ محمدی کے خلاف بغاوت اور دین اسلام کے متوازی مستقل مذہب ہے۔ قادیانیت یہود اور انگریز کا لگایا ہوا وہ ناپاک پودا ہے جو اب پوری فضا کو مکدر کررہا ہے۔ قادیانیت وہ خطرناک ناگ ہے جس کی زہریلی پھنکار نے پورے ماحول کو مسموم کردیا ہے۔ قادیانیت امت محمدیہ کے شیرازہ کو بکھیرنے کی صیہونی وصلیبی سازش ہے۔ فتنہ قادیانیت ارتداد کی فصل اگانے والی وہ کھاد ہے جس سے کفرو الحاد کے تخم کو تقویت ملتی ہے۔ قادیانیت امت کے اپنے پیغمبر ﷺ سے قائم اٹوٹ رشتے کو کمزور کرنے کی گہری سازش ہے جس کے تانے بانے یہود و نصاریٰ سے جاملتے ہیں۔ ہمارے ملک کا شمار بھی دنیا کے ان خطوں میں ہوتا ہے جہاں قادیانی فتنہ اپنی جڑیں مضبوط کرچکا ہے۔

ملک کی تقریباً ریاستوں کے دیہات اور بعض شہر اس فتنہ سے متاثر ہیں۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے ریاست آندھرا پردیش میں قادیانی طبقہ کی سرگرمیوں میں غیر معمولی اضافہ دیکھا جارہا ہے۔ ساحلی آندھرا کے بعض اضلاع قادیانیت اور عیسائیت کی لپیٹ میں ہیں، حتی کہ تلنگانہ

کے بعض اضلاع میں بھی قادیانی اثرورسوخ دیکھا جارہا ہے۔ تاحال قادیانی طبقہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں پس پردہ جاری رکھا کرتا تھا، لیکن اب اس طبقہ میں اس قدر جراءت آچکی ہے کہ کھلے عام جلسوں کا انعقاد کرنے لگا ہے۔ 15 جون کو باغ عامہ میں قادیانیوں کی جانب سے طے کیا گیا جلسہ ان کی اسی جرأت مندی کا نمونہ ہے، لیکن خدا نے اس شر سے بھی خیر کا پہلو نکالا۔

قادیانیوں کی جانب سے اس جلسہ کے انعقاد کا فیصلہ نہ کیا جاتا تو امت مسلمہ میں اس باطل اور گمراہ اور خارج از اسلام فرقہ کے تعلق سے شعور نہ جاگتا۔ مسلمانان حیدرآباد نے قادیانی طبقہ کے مجوزہ جلسہ کے خلاف جس طرح کا منظّم مظاہرہ کیا اور عام مسلمانوں میں اس طبقہ کے تعلق سے جس قسم کا شعور جاگا وہ حیدرآباد کی تاریخ کا ایک منفرد واقعہ ہے۔ گذشتہ 14 جون کو منعقدہ احتجاجی جلسہ عام شاید حیدرآباد کی تاریخ میں پہلا احتجاجی جلسہ عام ہے جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے فتنہ قادیانیت کے خلاف متحدہ آواز اٹھائی۔ بلکہ شاید اسے پورے ملک میں قادیانیت کے خلاف اٹھنے والی ایک موثر آواز قرار دیا جاسکتا ہے۔ فتنہ قادیانیت جس قدر خطرناک ہے اسی قدر اس کے تعلق سے بے اعتنائی پائی جارہی ہے۔ گذشتہ جمعہ کو جب احقر نے مسجد سلطان نواز جنگ آغاپورہ میں اس فتنہ کے تعلق سے لوگوں کی توجہ مبذول کروائی تو نماز کے بعد ایک مصلی نے حیرت کے ساتھ مجھ سے استفسار کیا کہ آخر قادیانی فتنہ کیا ہے؟ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امت کا ایک بڑا طبقہ اس فتنہ سے نابلد ہے۔ مذکورہ مصلی نے استفسار کیا کہ قادیانیوں کی ظاہری علامتیں کیا ہوتی ہیں؟ انہیں کیسے پہچانا جائے؟ قادیانیت کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ خود کو مسلمانوں کے ایک فرقہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اپنی عبادت گاہوں کو عام مسلمانوں کی طرح مساجد قرار دیتے ہیں۔ ان کا لباس اور ان کی وضع قطع اسلامی ہوتی ہے اور عام مسلمانوں سے گفتگو کے دوران خود کو ایک مسلمان جماعت کے طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ جبکہ ان کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ان کا نبی الگ ان کا کعبہ الگ ان کے خلفا الگ ان

کے صحابہ الگ ہیں۔ یہ دین اسلام کے متوازی ایک مستقل دین ہے۔ جمہوری ملک میں ہر شخص کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی آزادی حاصل ہے۔ قادیانی اگر خود کو ایک غیر اسلامی مذہب کے پیروکاروں کی شکل میں اور قادیانیت کو اسلام سے ہٹ کر ایک مستقل مذہب کے طور پر پیش کریں تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں۔

المیہ یہ ہے کہ وہ قادیانیت کو اسلام سے مربوط کر کے عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں جو سنگین جرم ہے۔ حالیہ قادیانیت کے خلاف احتجاجی جلسہ اس حیثیت سے کامیاب جلسہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ پہلی مرتبہ قادیانیت کے خلاف تمام مکاتب فکر کی جانب سے موثر آواز اٹھی اور اس جلسہ کے بہانے عام مسلمانوں میں قادیانیت کے تعلق سے شعور بیدار ہوا۔ اس جلسہ نے ساری امت کو یہ پیغام دیا کہ مشترکہ مسائل میں جو تمام مکاتب فکر کے نزدیک متفق علیہ ہیں ہم سب کو متحد ہونا چاہئے۔ آج مسلکی اختلافات کے پیش نظر ملت اسلامیہ کی صفوں میں روز بروز دوریاں بڑھتی جارہی ہیں۔ مسلکی اختلافات تو کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں، لیکن ان اختلافات کے باوجود ہم مشترکہ مسائل میں اتحاد ملی کا مظاہرہ کرسکتے ہیں۔ تحفظ شریعت کا مسئلہ بھی ساری امت کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ اس سے قبل مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اجلاس میں بھی اتحاد ملی کا مظاہرہ ہوتا رہا ہے جس کے مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ اس قسم کا اتحاد ملی کا مظاہرہ بار بار ہوتے رہنا چاہئے۔ حالیہ جلسہ بے حد کامیاب رہا۔ عام مسلمانوں میں قادیانیت کے تعلق سے ہل چل پیدا ہوئی، لیکن صرف ایک احتجاجی جلسہ سے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی ممکن نہیں۔ اس فتنہ کے سدباب کے لیے مستقل منصوبہ بندی اور طویل مدتی لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔ اس فتنہ کے خلاف ہماری جدوجہد اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک کہ احتجاجی جلسہ میں منظور قراردادوں پر عمل درآمد نہ ہو یعنی:

(۱) ووٹر لسٹ میں نام کے خانہ میں انہیں مسلم نہ لکھا جائے۔

(۲) پاسپورٹ میں مسلم نام درج نہ کیا جائے۔

مجموعہ القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

(۳) ان کی عبادت گاہوں کو مساجد کا نام نہ دیا جائے۔

(۴) آئندہ پھر کبھی عوامی مقامات پر انہیں جلسہ عام کے انعقاد کی اجازت نہ دی جائے۔

(۵) حکومت کی جانب سے مسلمانوں کو حاصل ہونے والے چار فیصد تحفظات میں انہیں شامل نہ رکھا جائے۔

ان نکات کی تکمیل تک ہماری کوشش جاری رہنی چاہئے۔ اس کے لیے باقاعدہ ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو مستقل حالات اور تبدیلیوں کا جائزہ لیتی رہے۔ اس سے ہٹ کر قادیانیت کے سدباب کے لیے مستقل مہم چلانے کی بھی ضرورت ہے۔ یہ ایک ہمہ جہت مہم ہونی چاہئے جس میں امت کا ہر طبقہ حصہ لے۔ امت کے مختلف طبقات جداگانہ صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ منظّم اور منصوبہ بند طریقہ سے کام ہو تو قادیانی فتنہ کے تعاقب میں ہر طبقہ حصہ لے سکتا ہے۔ اس کے لیے درج ذیل نکات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۱) تقریبات اور شادی بیاہ میں فضول خرچی بالکلیہ ترک کرتے ہوئے صاحب ثروت افراد اپنی ثروت کو فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لیے استعمال کریں۔

مسلمان اگر اسراف اور فضول خرچی سے بالکلیہ گریز کریں تو قادیانیت سے متاثر ہونے والے سینکڑوں مسلمانوں کو ارتداد سے بچایا جاسکتا ہے۔ متمول مسلمان درج ذیل طریقوں سے مالی تعاون کے ذریعہ ہاتھ بٹاسکتے ہیں۔ (۱) کسی دیہات کے ایک امام کی تنخواہ کی ذمہ داری قبول کریں۔ (۲) کسی ایک یا چند دیہاتوں میں صباحی مکاتب کے اخراجات کی تکمیل کریں۔ (۳) قادیانیت سے متاثرہ دیہاتوں کا دورہ کرنے والے علما کے لیے سفری اخراجات اپنے ذمہ لیں۔ (۴) فتنہ قادیانیت سے عموماً دیہات کے وہ نادار مفلس مسلمان متاثر ہو رہے ہیں جو روزگار کے مسائل سے دوچار ہیں اور جب تک ان کا معاشی تعاون نہ کیا جائے وہ ارتداد سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ایسے میں متمول مسلمانوں کو اپنے نادار مسلمانوں کے تعاون کے لیے مستقل منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ ہر ضلع کے مسلمان اپنے

ضلع کے تحت واقع ہونے والے دیہاتوں کا سروے کریں اور وہاں کے انتہائی نادار مسلمانوں کی فہرست تیار کرکے ان کے لیے تعاون کے ایسے ذرائع اختیار کریں جن سے ان کے روزگار کا مستقل حل نکلے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ”کاد الفقران یکون کفرا“ فقرو فاقہ آدمی کو کفر تک پہونچا سکتا ہے۔ قادیانیت کا سد باب مالی تعاون مہم کے بغیر ممکن نہیں۔

(۲) علماء اور اہل مدارس اور اسی طرح دعوت و تبلیغ سے وابستہ نوجوان دیہاتوں کو نشانہ بنا کر کام کریں۔ اضلاع اور تعلقہ جات کے مدارس اپنے قریب واقع دیہاتوں کا احاطہ کریں۔ اس کے لیے باقاعدہ چند اساتذہ کو مبلغ کے طور پر طے کریں۔ یا تدریس پر مامور اساتذہ کو ہر ماہ دیہاتوں کے دوروں کا پابند بنایا جائے۔ اسی طرح عوام الناس میں جن باشعور مسلمانوں کے پاس فارغ اوقات ہیں وہ دیہاتوں کے دعوتی دورے کرتے رہیں۔ اس وقت عام اصلاحی محنت کے لیے سب سے کارگر جماعت تحریک دعوت و تبلیغ ہے۔ جس کا دائرہ کار کافی پھیلا ہوا ہے۔ دیہاتوں میں اس جماعت کے ذریعہ جس قدر اصلاحی کام ہو رہا ہے کوئی دوسری تحریک اس کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔ دعوت و تبلیغ سے وابستہ علماء اپنے اکابر کے مشورے سے دیہاتوں کے لیے مستقل منصوبہ بندی کریں تو اس کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔

(۳) شہر حیدرآباد میں بھی قادیانی سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شہر میں دینی جلسوں اور اجتماعات کی کمی نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر مکتب فکر کی جانب سے وقفہ وقفہ سے ختم نبوت کے موضوع پر جلسوں کا انعقاد عمل میں لایا جاتا رہے اور ان جلسوں میں تمام مکاتب فکر کے نمائندوں کے خطابات رکھے جائیں اور یہ سلسلہ مستقل جاری رکھا جائے۔

(۴) قادیانیت سے متاثر مسلمانوں کے تعاون اور ان کے دیہاتوں میں دعوتی کام کے لیے شہر حیدرآباد میں اکابر علماء کی سرپرستی میں ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس کے تحت حیدرآباد کے سارے متمول مسلمانوں سے تعاون اکٹھا کیا جائے۔ اس وقت جہاں مختلف

دینی کاموں کے لیے فنڈ اکٹھا کیا جاتا ہے وہیں ایک ارتدادی فنڈ بھی ہونا چاہئے۔

(۵) ارتدادی سرگرمیوں پر سب سے زیادہ علماء کرام کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ وارثت نبویؐ کی اصل ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے۔ ہمارے علماء سلف کا حال یہ تھا کہ اٹھنے والے فتنوں پر ان کی رات کی نیندیں حرام ہوجاتی تھیں۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ اور دیگر علماء کی بڑی تعداد تھی جنہوں نے قادیانیت کی سرکوبی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا۔ علامہ انور شاہ کشمیری ہمیشہ اپنے شاگردو فضلاء کو فتنہ قادیانیت کے خلاف کام کی ترغیب دیتے تھے۔ حتی کہ مرض الوفات کے دوران دیوبند کی جامع مسجد میں طلبہ و علماء کے بھرے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”میں سمجھتا ہوں کہ میرے تدریسی دور میں کم از کم ۲ ہزار طلبہ مجھ سے حدیث کے چند حروف پڑھے ہیں ان تلامذہ حدیث سے صرف اتنی گذارش کروں گا کہ خدا کے واسطے ختم نبوت کے لیے اپنی علمی و عملی توانیاں صرف کریں، اگر اس محاذ پر انہوں نے کوتاہی کی تو میں حشر کے میدان میں ان کا دامن گیر ہوں گا۔“ (آخری پیغام ۶۲)

بھاولپور کے مقدمہ کے موقع پر ایک مسجد میں خطاب کے دوران آپ نے کہا کہ ہم پر یہ بات کھل گئی کہ گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے اگر ہم اس کی حفاظت نہ کرسکیں۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیری فرمایا کرتے تھے: ”قادیانیت کے خلاف اتنا لکھو اور اتنا طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ مسلمان جب صبح سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے رد قادیانیت کی کتب پائے“۔

علماء کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فتنہ قادیانیت کے سدباب کے لیے کمربستہ ہوجانا چاہئے، جمعہ کے خطابات میں ختم نبوت کے موضوع پر مستقل گفتگو کرتے رہیں۔ اپنے زیر تدریس طلبہ میں قادیانیت کے تعلق سے شعور بیدار کریں۔ صاحب قلم علماء اس موضوع پر مستقل لکھتے رہیں۔ جب تک ہمہ جہت کوشش نہ ہوگی قادیانیت کا سدباب ممکن نہیں۔

☆☆

قادیانی تحریک اور مجلسِ احرار کا موقف

● ڈاکٹر محمد عرفان قاسمی

۱۹ویں صدی مذہبی، تہذیبی اور تاریخی لحاظ سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اسلامی ممالک میں فکری بے چینی اور اندرونی کشمکش اپنے عروج و شباب کو پہونچ گئی تھی۔ ہندوستان اس بے چینی و کشمکش کا خاص میدان تھا۔ یہاں بیک وقت مغربی و مشرقی تہذیبوں، جدید وقدیم نظام تعلیم اور اسلام و مسیحیت کے درمیان معرکہ کارزار گرم تھا اور دونوں طاقتیں زندگی کے لیے ایک دوسرے سے نبرد آزما تھیں۔

۱۸۵۷ء کی آزادی کی کوششیں ناکام ہوچکی تھیں، ہندوستانی مسلمانوں کے دل شکست کے صدمہ سے زخمی اور ان کا دماغ ناکامی کی چوٹ سے مفلوج اور غلامی کی ذلت سے بھی دوچار تھے۔ انگریزوں نے اپنے سلطنت کے آغاز ہی سے نئی تہذیب وثقافت کی توسیع واشاعت نیز ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے عیسائی پادری مسیحیت کی دعوت وتبلیغ میں سرگرمی دکھلا رہے تھے، جس سے لوگوں کو عقائد اور شریعت اسلامی کے ماخذ اور سرچشموں کے بارے میں بدگمانیاں پیدا ہونے لگیں۔ چونکہ مسلمانوں کی نئی نسل جس پر اسلامی تعلیمات نے پورے طور پر اثر نہیں کیا تھا، اس دعوت وتلقین سے زیادہ متاثر ہوئے اور لوگوں کے قبول مسیحیت کے واقعات رونما ہونے لگے، جس کی وجہ سے عیسائی پادریوں اور مسلمان عالموں کے درمیان جابجا مناظرے ومباحثے بھی ہوئے۔

مسلمان عام طور پر یاس و ناامیدی اور حالات و ماحول سے شکست خوردگی اور

۱۸۵۷ء کی جدوجہد کے انجام اور مختلف دینی وعسکری تحریکوں کی ناکامی کو دیکھ کر کسی غیب کے ظہور اور **مؤید من اللہ** کی آمد کی منتظر تھی، کہیں کہیں یہ بھی خیال ظاہر کیا جارہا تھا کہ ۱۹ویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود ومہدی موعود کا ظہور ہوگا۔ اسی درمیان مرزا غلام احمد اپنی نئی دعوت وتحریک لے کر عوام کے سامنے آئے۔ ان کو اپنی دعوت اور اپنے حوصلوں کی تکمیل کے لیے مناسب جگہ اور ہر چیز ان کے لیے معاون وسازگار ثابت ہوئی۔ حکومت انگریز جو مجاہدین کی تحریک جہاد اور جوش مذہبی سے ہراساں وپریشان رہتی تھی، اس تحریک کا خیر مقدم کیا جس نے حکومت برطانیہ کے ساتھ وفاداری کو اپنے بنیادی عقائد ومقاصد میں شامل کرلیا تھا۔ ان تمام عناصر واسباب نے مل کر چند ہم خیال لوگوں کی ایک مستقل فرقہ کی بنیاد ڈالی جو قادیانی یا احمدی فرقہ کے نام سے مشہور ہوا، جس کا بانی مرزا غلام احمد تھا۔

مرزا غلام احمد:

مرزا غلام احمد کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء سکھ حکومت کے آخری عہد میں ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ مولوی فضل الٰہی وفضل احمد وغیرہ سے نحو اور منطق وحکمت اور طب کی کتابیں اپنے والد سے پڑھی۔ مرزا غلام احمد کو طالب علمی کے زمانہ میں کتابوں کے مطالعہ میں بڑا انہماک تھا۔ مرزا اپنے متعلق خود کہتا ہے: ''ان دنوں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔''[1]

مرزا کے اخلاق واوصاف:

مرزا بچپن میں بہتر سادہ لوح انسان تھا۔ دنیا کی چیز سے ناواقف اور استغراقی کیفیت شروع ہی سے اس میں نمایاں تھی۔

صحت اور شکایتیں:

مرزا کو جوانی میں ہسٹریا کی شکایت تھی اور کبھی کبھی اس کو ایسا دورہ ہوتا کہ بے ہوش

ہوکر گر جاتا، اس کے علاوہ ذیابطیس، کثرت بول، دوران سر اور تشنج قلب اور دق کی بیماری بھی لاحق تھی۔ ایک جگہ لکھتا ہے کہ ''میں ایک دائم المرض آدمی ہوں'' اور کثرت بول کے متعلق لکھتا ہے کہ ''کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں'' ۲؎

نکاح اور اولادیں:

مرزا نے پہلا نکاح اپنے خاندان میں کیا۔ ان سے دو صاحبزادے ہوئے۔ بعد میں اس بیوی کو طلاق دے دی اور دوسری شادی دہلی کے ایک نواب ناصر کی صاحبزادی سے ہوئی۔ مرزا کی بقیہ اولادیں سب انہیں کے بطن سے ہے (مرزا بشیر الدین محمود- مرزا بشیر احمد مصنف سیرۃ المہدی- مرزا شریف احمد)

وفات:

مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، پھر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا تو علماء اسلام نے ان کی تردید و مخالفت شروع کردی۔ تردید کرنے والوں میں مشہور عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسری پیش پیش اور نمایاں تھے۔ مرزا نے ۵/اپریل ۱۹۰۷ء میں ایک اشتہار جاری کیا جس میں مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا:

''اگر میں ایسا ہی کذاب و مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی ہی میں ہلاک ہو جاؤں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت و حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے، تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔ اور اگر میں کذاب و مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کے سنت

اللہ کے موافق ایک مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں، بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے، یعنی طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں'' ۳؎

اس اشتہار کے ایک سال بعد ۲۵/مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا بمقام لاہور بعد عشاء اسہال میں مبتلا ہوا، علاج معالجہ کی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ ضعف بڑھتا گیا اور حالت طاقت دگرگوں ہوتی گئی۔ بالآخر ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کیا۔ نعش قادیان لائی گئی، ۲۷/مئی کو تدفین عمل میں آئی۔ اس کے بعد حکیم نور الدین بھیروی خلیفہ اور جانشین مقرر ہوا۔

انگریز کے خلاف جہاد کی ممانعت کا اعلان:

مرزا غلام احمد نے اپنی ابتدائی زندگی عسرت و تنگی کے ساتھ گذاری، بعد میں وہ ایک مصنف اور اسلام کے مناظر کی حیثیت سے ظاہر ہوا۔ پھر اس نے ایک مدت تک مبلغ اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، بعد ازاں مسیح موعود، مہدی موعود اور آخر میں مستقل پیغمبر کی حیثیت اختیار کرلی، اس وقت مرزا کے حالات میں بڑا انقلاب آیا، جس کی وجہ سے ہر طرف سے تحائف اور نذرانے آنے شروع ہوگئے، دیکھتے ہی دیکھتے امیر اور مال دار طبقوں میں شمار ہونے لگا۔ اس انقلاب ہی نے مرزا کی زندگی اور اس کے رویّہ میں تبدیلی پیدا کردی۔ حکومت انگریز نے مرزا کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور پھر اس سے وہ کام لیا جو بعد کے لوگ انجام نہیں دے سکے۔ اس شخص نے تمام علماء اسلام سے ہٹ کر انگریزوں سے ہاتھ ملایا اور اس حکومت کی تائید و حمایت میں سرگرمی دکھائی۔ وہ ایسے کھلے لفظوں میں اس حکومت کی مدح و ثنا کرتا جس کے لیے ایک صاحب ضمیر انسان تیار نہیں ہوسکتا۔ اپنی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ کے حصہ اول میں حکومت انگریز کی تعریف کی، اس کے احسانات و خدمات گنائے اور جہاد کو منسوخ و ممنوع قرار دیا۔

ایک جگہ لکھتا ہے:

''میری عمر کا اکثر حصہ اسی سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہوجائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہوجائیں''[۴]

مرزا غلام احمد کی خصوصی توجہ مسئلہ جہاد پر مرکوز تھی جس کے بارے میں لکھتا ہے:

''جب مسیح آئے گا تو دین کے لیے لڑنا حرام کہا جائے گا سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا، اب اس کے بعد جو دین کے لیے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے، صحیح بخاری کو کھولو اور اس حدیث کو پڑھو جو مسیح موعود کے حق میں ہے یعنی ''**یضع الحرب**'' جس کے یہ معنی ہیں کہ جب مسیح آئے گا تو جہادی لڑائیوں کا خاتمہ ہوجائے گا، سو مسیح آچکا اور یہی ہے جو تم سے بول رہا ہے''[۵]

مرزا اپنی تحریروں کے آئینے میں:

یہ مذہبی مناظروں کا دور تھا اور اہل علم طبقہ میں سب سے بڑا ذوق مقابلہ مذاہب اور مناظرۂ فرق کا پایا جاتا تھا۔ عیسائی پادری مذہب مسیحیت کی تبلیغ اور دین اسلام کی تردید میں سرگرم تھے۔ حکومت وقت جس کا سرکاری مذہب مسیحیت تھا، ان کی پشت پناہ اور سرپرست تھی، وہ ہندوستان کو یسوع مسیح کا عطیہ اور انعام سمجھتی تھی۔ دوسری طرف آریہ سماجی مبلغ جوش وخروش سے اسلام کی تردید کررہے تھے۔ ایسے حالات میں جو شخص اسلام کی مدافعت اور مذاہب غیر کی تردید کا علم بلند کرتا وہ مسلمانوں کا مرکز توجہ وعقیدت بن جاتا۔

مرزا کی حوصلہ مند طبیعت اور دوربین نگاہ نے اس میدان کو اپنی سرگرمی کے لیے انتخاب کیا اور اس نے اسلام کی صداقت، قرآن کے اعجاز اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو دلائل عقلی ونقلی ثابت کرنے کے ساتھ بیک وقت مسیحیت، سناتن دھرم، آریہ سماج اور برہموسماج کی تردید کرنے کی نیت سے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ''براہین احمدیہ'' تجویز کیا، جس میں دلائل وغیرہ کے بجائے کثرت سے اپنے الہامات اور خوارق، کشف، مکالمات خداوندی، پیشین گوئیاں اور طویل وعریض دعوے کیے ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ بار بار اظہار کرتا ہے کہ وہ دنیا کی اصلاح اور اسلام کی دعوت کے لیے خدا کی طرف سے مامور اور عصر حاضر کا مجدد ہے۔ اور اس کو حضرت مسیح سے مماثلت حاصل ہے، بعد میں اس شخص نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا اور خود کو ظل نبی یا بروزی نبی مشہور کروایا کہ نبی کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔

یہاں مختصراً مرزا کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) آیت: **مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد**۔ کہ اس آیت کا مصداق میں ہی ہوں۔[۶]

(۲) مہدی موعود اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔[۷]

(۳) میں مسلمانوں کے لیے مسیح، مہدی اور ہندوؤں کے لیے کرشن ہوں۔[۸]

(۴) میں نبی ہوں۔ اس امت میں نبی کا نام میرے ہی لیے مخصوص ہے۔[۹]

(۵) میرا الہام۔ **وما ینطق عن الھویٰ**۔ یعنی میں بلاوحی نہیں بولتا۔[۱۰]

(۶) اپنے آپ کو بعینہ خدا دیکھا۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور میں نے زمین وآسمان بنائے۔[۱۱]

(۷) مسیح موعود (جن کے آنے کی خبر احادیث میں آئی ہے) میں ہی ہوں[۱۲]

(۸) مجھ کو الہام ہوا ہے۔ **یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا**۔ اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔[۱۳]

(۹) **لولاک لما خلقت الافلاک ۔**

اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمان پیدا نہ کرتا۔۱۴؎

(۱۰) مجھے خدا نے کہا: **وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ۔**

خدا نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا۔۱۵؎

اس کے علاوہ بھی بہت سارے اقوال ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ ایک جگہ اپنے ایک رسالہ میں رقمطراز ہے۔

''میں صرف یہ نہیں کہتا کہ میں اگر جھوٹا ہوتا تو ہلاک کیا جاتا، بلکہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ موسیٰ اور عیسیٰ اور داؤد اور آنحضرتؐ کی طرح میں سچا ہوں اور میری تصدیق کے لیے خدا نے دس ہزار سے بھی زیادہ نشان دکھلائے ہیں۔

قرآن نے میری گواہی دی ہے۔ رسول اللہؐ نے میری گواہی دی ہے کہ جو یہی زمانہ ہے۔ پہلے نبیوں نے میرے آنے کا زمانہ متعین کر دیا ہے اور قرآن بھی میرے آنے کا زمانہ متعین کرتا ہے کہ جو یہی زمانہ ہے اور میرے لیے آسمان نے بھی گواہی دی ہے زمین نے بھی اور کوئی نبی نہیں جو میرے لیے گواہی نہیں دی''۔۱۶؎

ختم نبوت اور علماء اسلام:

ختم نبوت کا عقیدہ کسی کا نجی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ تمام عالم اسلام کا بنیادی اور مشترک مسئلہ ہے جو اسلام کے چار بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ کے سوا کسی کی بندگی واطاعت نہ کی جائے۔

(۲) مرنے کے بعد آخرت کا یقین رکھتا ہو۔

(۳) تمام پیغمبروں پہ ایمان لانا۔ خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں تشریف لائے ہوں۔

(۴) حضرت محمدؐ کو خدا کا آخری پیغمبر ماننا کہ ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔

جو شخص ان عقیدوں میں سے کسی ایک کا منکر ہوگا وہ اسلام سے قطعی طور پر کافر و مرتد سمجھا جائے گا اور نہ وہ مسلمانوں کی سوسائٹی میں مسلمان کہلانے کا حق رکھتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے ۱۳۰۱ھ میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے دادا مولانا محمد اور ان کے دو بھائیوں نے مرزا غلام احمد سے ملاقات اور گفتگو کے بعد اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا اور بعد میں اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' دیکھنے کے بعد اس کفر کی تصدیق ہوگئی۔ فوراً بعد ۱۳۰۱ھ میں علماء دیوبند کی ایک مجلس ہوئی جس میں مولانا محمد لدھیانوی اور ان کے دو برادران محمد عبد اللہ وعبد العزیز صاحبان کی تحقیقات پر علماء دیوبند نے رضا مندی کے دستخط ثبت کیے اور مرزا کے کافر و مرتد ہونے کی تصدیق کردی۔ بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضال ومضل ہونے پر اتفاق کیا حتیٰ کہ علماء حرمین نے بھی مرزا کے دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ تحریر کیا۔

مرزا کے عقیدے پر سب سے پہلے عالم اسلام کی توجہ منعطف کرانے کا سہرا مولانا محمد لدھیانوی اور ان کے برادران کی طرف جاتا ہے، جنھوں نے سب سے پہلے مرزا پر کفر کا فتویٰ لکھا، جس پر ابتدا میں مخالفتیں بھی ہوئیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو جب اس فتوے کا علم ہوا تو انہوں نے مرزا کے قول وفعل کی تاویل کی اور فرمایا تھا کہ کسی آدمی پر جلد فتوی نہ لگایا جائے، بلکہ اس کے قول کو تاویل کرکے اچھی باتوں پر محمول کر دینا چاہئے۔ بعد میں مولانا محمد لدھیانوی سے مفصل گفتگو کے بعد مولانا گنگوہیؒ نے بھی مولانا لدھیانوی کے فتویٰ کی تصدیق کردی، اس کے بعد کئی فتاوے صادر کیے، اس طرح مولانا محمد لدھیانوی کی کوششوں سے علماء مرزا کے عقیدے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے خلاف میدان میں آئے۔ پورے ملک میں وقتاً فوقتاً فتاوے صادر ہوئے، جن سے لوگ مرزا کے عقیدہ اور اصلیت سے واقف ہوئے۔ ورنہ کتنے لوگ اس بدعقیدگی میں ڈوب گئے ہوتے۔ مرزا کے متعلق مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفاً وعظمۃً) کے مفتی نے فتوی دیا وہ اس طرح ہے:

"بعد حمد الله نقول ! لا شک فی کفر مدعی النبوّة، لانه لانبی بعد محمدؐ بقوله تعالی ماکان أبا أحد من رجالکم.............. و کل من صدقه واتبعه علی دعواه فهو کافر مثله ولایصح مناکحته لاهل الاسلام والحالة هذه والله اعلم" . (رئیس القضاة الشیخ عبد الله بن حسن) ۱۷

مجلس احرار کی خدمات:

ناموس رسالت پر مر مٹنے والوں کا یہ ایک ایسا گروہ تھا جس کے رہنماؤں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات سے پھولوں کی طرح چن چن کر ایک حسین گلدستہ میں پیوست کر دیا تھا۔ اس گروہ میں مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے رہنما شامل تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اس کے روحِ رواں تھے اور امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اس کے دست و بازو اور چودھری افضل حق اس کا دماغ۔ بقیہ اس کے ممبران میں بڑے ذی استعداد علماء، وکلاء، شعراء، ادباء، خطباء یعنی ہر طرح کے افراد موجود تھے۔ جب بھی مسلم قوم یا دین اسلام پر کسی قسم کی آنچ آئی یا لوگ گمراہ قائدین کے دھوکے میں آنے لگے تو ان حضرات نے مل بیٹھ کر سب کے سامنے آواز بلند کیا اور دین اسلام کی حقانیت کے لیے اخیر وقت تک کوششیں کی۔ عقلی اور علمی دلائل سے ان پر گرفت بنائی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سب حضرات عقلی اور علمی دلائل کے گویا چلتے پھرتے مجسمے تھے۔ کبھی کسی چیز نے ان کے قدم کو نہیں ڈگمگایا اور نہ کبھی کسی درباروں میں سر جھکایا نہ کسی سے مرعوب ہوئے۔ ماریں کھائیں، گالیاں سنیں، جیلوں میں اپنے حیات عزیز گذار دی۔ جوانی کا پُر بہار اور مسرت سے بھری زندگی آزادی کی نظر کر دیا، عسرت و تنگدستی میں زندگی کاٹ دی، مگر جھکے تو صرف ایک خدا کے سامنے اور محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے سامنے گردن خم کر دی۔

برصغیر میں چند جماعتیں ایسی قائم ہوئیں جنھوں نے باقاعدہ اپنے رضا کاروں میں ایسا

ولولہ اور جوش بھر دیا تھا کہ انہوں نے اپنے مقصد کی تکمیل اور اپنے امیر کی اطاعت کے لیے جان و مال اور اہل و عیال تک کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ان میں سب سے زیادہ اہم مجلس احرار کی جماعت تھی جن کے رہنماؤں میں تقویٰ، پرہیزگاری، علم و عمل اور تدین و تدبر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مجلس احرار نے جماعتی حیثیت سے جن تحریکوں کو پروان چڑھایا ان میں قادیانی تحریک بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ نیز قید و بند کی مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لیے جس قدر رلا تعداد رضا کار بھرتی کیے ہندوستان کی تمام جماعتوں نے کسی مشترکہ کاز کے لیے متحد ہو کر بھی اتنے رضا کار فراہم نہیں کیے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ احراری رہنما نے سیاسیات میں سب سے پہلے مذہبی رنگ پیدا کیا۔ گویا مذہبی سیاست کو سب سے پہلے احرار نے ہندوستان میں متعارف کرایا۔ اس لحاظ سے احرار نے بعض جگہوں پر حیرت انگریز کامیابیاں حاصل کیں جسے کوئی بھی صاف گو مؤرخ بھلا نہیں سکتا۔ برصغیر میں بالخصوص اور عالم اسلام میں بالعموم قادیانی مذہب کی خامیوں اور اس کے خدو خال کو علماء کے سامنے پیش کیا جسے مستقبل کا اسلامی مورخ سنہرے حروف سے لکھ کر یقیناً خراج تحسین پیش کرے گا۔

مجلس احرار نے فرقہ قادیانیت کے متعلق وہ واضح اور دوٹوک پالیسی اختیار کی جو آج تک کوئی سیاسی یا مذہبی جماعت اختیار نہیں کر پائی۔ قادیانیوں کا پنجاب، بلوچستان اور بتدریج پاکستان میں قادیانی اسٹیٹ قائم کرنے کا منصوبہ جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا گیا، قادیانیوں کے عزائم مشؤمہ سے امت مسلمہ کو باخبر رکھا۔ حکومت اور اعیان حکومت کو ان کی سرگرمیوں سے مطلع کیا اور مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کروایا، جس کے تحت اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور ہندی اور دیگر علاقائی زبانوں میں وافر مقدار میں رسالہ و پوسٹر شایع کروایا۔ ختم نبوت کے متعلق جو خدمات احرار نے انجام دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خاص طور پر پاکستان میں ۱۹۵۳ء میں قادیانیت کا پردہ چاک کر کے اور ایک زبردست تحریک شروع کر کے جو عظیم کارنامہ انجام دیا وہ احرار ہی کا حصہ ہے۔

احرار کانفرنس:

قادیان میں مرزائیوں نے اپنی اکثریت کے زعم میں انسانیت پر جو ظلم وقہر روا رکھا اور اس قصبہ کی غیر وزرائی آبادی کو جس طرح پریشان وحراساں کیا تاریخ اس کا جواب نہیں دے سکتی۔ انگریز حکومت کی موجودگی میں خلیفہ قادیان کے گھریلو آئین، دن کی روشنی میں مخالفوں کا قتل عام، مسلمان اور غیر مسلموں سے اقتصادی مقاطعہ، معصوم عصمتوں کی ہلاکت، قصر خلافت میں اخلاق سوز حرکات وسکنات وغیرہ۔

ان تمام جرائم سے حکومت بھی پریشان تھی، لیکن اس کے خلاف کارروائی نہیں کرسکتی تھی، چونکہ یہ انہی کا لگایا ہوا خود ساختہ پودا تھا۔ مجلس احرار نے ان حالات کے پیش نظر عملی اقدام کرتے ہوئے قادیان میں اپنا ایک دفتر کھولا اور اس کے بعد قادیانیت کے خلاف اسی کے گھر سے آواز بلند کی۔ کچھ ہی دنوں بعد مجلس احرار نے دوسرا عملی قدم اٹھایا اور خاص قادیان میں کانفرنس کرنے کا پروگرام بنایا۔ جس پر قادیانیوں نے حکومت انگریز کے سامنے بہت ہنگامہ آرائی کی کہ احراری ہم پر حملہ کرنے آرہے ہیں انہیں روکا جائے۔ حکومت نے فوراً دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی اور کچھ احکامات جاری کئے جو اس طرح ہیں کانفرنس میں شامل ہونے والے حضرات لاٹھیاں، یا تیز دھار کی کوئی ایسی چیز لے کر شہر میں نہ پھریں۔ کانفرنس کے دوران قادیانی اپنا کوئی اجتماع منعقد نہ کریں جس سے فساد کا خطرہ ہو وغیرہ۔

بہرحال احرار اسپیشل ٹرین جو چالیس ڈبوں پر مشتمل تھی امرتسر سے قادیان کی طرف روانہ ہوئی جس کے دونوں طرف احرار کے سرخ پرچم لہرا رہے تھے۔ اس کانفرنس میں احراری رہنماؤں کے علاوہ قدآور شخصیات میں مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مفتی ابوالوفا شاہ جہاں پوری، مولانا احمد علی لاہوری وغیرہ تھے۔ کانفرنس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی صدارت میں شروع ہوا۔ جس میں مولانا کے

علاوہ بھی مختلف علماء کرام کی تقریریں ہوئیں۔

کانفرنس کے آخری اجلاس میں حسب ذیل قراردادیں منظور ہوئیں جنہیں اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے:

(۱) تمام دنیائے اسلام کے علماء مرزا کو اس کے دعوائے نبوت اور دیگر دعاوی عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور مرتد سمجھتے ہیں۔ اس لیے کانفرنس حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ تمام مرزائیوں کو مردم شماری میں مسلمانوں سے الگ کردیا جائے۔

(۲) مسلمانان ہند کا یہ اجتماع اپنے عزم بالجزم کا اعلان کرتا ہے کہ جب تک حکومت چودھری ظفر اللہ خاں کے تقرری کو منسوخ کرکے اپنی قادیانیت نواز پالیسی میں تبدیلی نہیں کرتی مسلمانان ہند اپنے احتجاج کے سلسلہ کو دوبارہ جاری رکھیں گے“۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان لکھتا ہے:

”سوائے اس صورت کے کہ حکومت کی طرف سے ہم پر جو ظلم ہوا ہے اسے دور کرے تب ہمارے تعلقات پہلے کی طرح ہوں گے، لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو ہماری مدد سودا کرنے کے بعد ہوگی اور ہم اپنی خدمات کا معاوضہ طلب کریں گے اور اس جھگڑے کے خاتمے پر پھر اپنی ہتک کا سوال گورنمنٹ کے سامنے رکھیں گے اور اس سے مطالبہ کریں گے کہ وہ ہمارے ہتک کا ازالہ کرے۔ ورنہ یہ جھگڑا اس وقت تک جاری رہے گا جب تک گورنمنٹ سے اپنا حق نہ لے لیں“[۱۸]

بہرحال عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت میں قادیانی حصار کو توڑنا اسلام کا بنیادی حصہ تھا۔ کفر کا یہ قلعہ برطانوی پناہ میں ہونے کے ساتھ اس میں دراڑ ڈالنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، احرار نے ہر رخ سے اس پر یلغار اور حملہ کیا تاکہ یہ بت ٹوٹ جائے اور اس کی پرستش سے لوگوں کے ایمان وعقائد کی حفاظت ہوسکے۔

قادیانوں کی طرف سے دعوت مباہلہ کا جواب:

مرزا بشیر الدین محمود نے مجلس احرار کو دعوت دی کہ آ ؤ قادیان اور مباہلہ کیا جائے ۔ مجلس احرار نے اس دعوت کو فوراً قبول کیا اور ۱۳ر ستمبر کو قادیان پہنچنے کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کا شائع ہونا تھا کہ قادیانیوں کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ کہنے لگے کہ احرار والے قادیان میں پھر فساد کرنے آ رہے ہیں۔ انہیں یقین تھا کہ احراری تحریکِ شہید گنج میں الجھے ہوئے ہیں، وہ ہمارے چیلنج کو قبول نہیں کریں گے۔ لیکن جب احرار نے ان کے چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا تو مرزائی پریشان ہوئے۔ مجلس احرار نے مولانا مظہر علی اظہر کو مباہلہ کے لیے نامزد کیا۔ تاریخ مقررہ پر احراری رہ نما قادیان پہنچے اور ان کی تقریریں ہوئیں۔

مولانا مظہر علی اظہر نے اپنی تقریر میں مرزائیوں کو دعوت مباہلہ دیتے ہوئے فرمایا:

''یہ بات احرار کے حصے میں آئی ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے پرانے عیسائیوں کو آیتِ مباہلہ کے ذریعہ مباہلہ کا چیلنج دیا تھا اسی طرح ہم بھی آج ان نئے مسیحیوں، یعنی قادیانوں کو یاد دلاتے ہیں کہ مباہلہ کے بارے میں حکم قرآنی یہ ہے کہ آ ؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں، تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں، تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں، تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ ہم میں سے جس کو زیادہ سے زیادہ بدعقیدہ یا بدعمل، خائن یا غدار سمجھے اس کو مباہلہ کے لئے بلالے، وہ شیعہ ہو یا سنّی، بریلوی ہو یا دیوبندی، حنفی ہو یا اہل حدیث، وہ اسی طرح اپنے خاندان کو میدانِ مباہلہ میں لے کر نکلے گا جس طرح حضرت نبی کریم ﷺ حضرت امام حسینؓ کو گود میں لیے ہوئے اور حضرت حسنؓ کو انگلی سے لگائے ہوئے اور جناب فاطمۃ الزہرہؓ اور حضرت علیؓ شیر خدا کو پیچھے پیچھے ہم راہ لئے ہوئے وفد بنونجار کے مقابلہ میں مباہلہ کے لیے نکلے تھے''۔ ۱۹

مسلم انجمنوں سے مرزائیوں کے اخراج کا مطالبہ:

۳۱ر جنوری ۱۹۳۵ء کو مجلس احرار کی طرف سے ہندوستان بھر کی مسلم انجمنوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے اداروں سے مرزائیوں کو خارج کر دیں۔ اس کی سب سے زیادہ زد لاہور کی انجمن حمایت اسلام پر پڑ رہی تھی۔ علامہ اقبال کے مستعفی ہونے کے باوجود مرزائی اس کے ممبر بنے رہے اور یہ انجمن ان کو اپنے سے علیحدہ نہ کر سکی۔ چنانچہ مجلس احرار نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ کے موقع پر عوام کی جانب سے ایک قرارداد پیش کی کہ مرزائیوں کو اب تک انجمن سے خارج نہیں کیا گیا ہے ۔ چونکہ تمام علمائے اسلام کے نزدیک یہ غیر مسلم ہیں اور غیر مسلم انجمن حمایت اسلام کا ممبر نہیں ہو سکتا، اس لیے انھیں انجمن کی ممبر شپ سے خارج کیا جائے۔ اس قرارداد پر بہت ہنگامہ ہوا، پھر بھی اسے اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا۔ ۲۰

شعبۂ تبلیغ کا قیام:

مجلس احرار نے ہندوستانی عوام اور خاص طور پر قادیان میں رہنے والے مسلمانوں کے حالات اور ان کے لیے تبلیغ اسلام کی ضرورت واہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے شعبۂ تبلیغ کی بنیاد ڈالی اور اس ضمن میں تین شعبے قائم کیے:

(۱) شعبۂ تبلیغ، (۲) شعبۂ اصلاح تنظیم، (۳) شعبۂ خدام خلق

یہ شعبے ملازم پیشہ مسلمانوں کی اس بنیادی کم زوری کو بھانپتے ہوئے قائم کئے گئے تھے کہ وہ مجلس احرار کے ساتھ سرگرم تعاون نہیں کر سکتے، اس لیے وہ اس شعبہ میں کام کریں، جس سے ان کی سرکاری ذمہ داریاں بھی مجروح نہ ہوں اور دین کا کام بھی ہوتا رہے۔ اس شعبہ کے اغراض ومقاصد یہ طے پائے:

۱-ہندوستان میں اور بیرون ہند میں اسلام کے مقدس اصولوں کی اشاعت کرنا۔

۲-مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا جذبۂ صادق پیدا کرنا اور مبلغین اسلام کی ایک سرگرم ٹیم تیار کرنا۔

۳-فتنہ قادیان کے تباہ کن اثرات سے تعلیم اسلامی کو محفوظ رکھنا اور مسلمانوں کو ان کے دجل سے بچانا۔

۴-خدمت خلق اور اسلامی اخلاق کی عملی کیفیت پیدا کرنا۔

۵-یہ شعبہ خالص دینی اور مذہبی ہوگا۔سیاسیات ملکی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔[۲۱]

قادیان میں احرار کا دفتر قائم ہو چکا تھا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد اس جگہ مدرسہ جامعہ محمدیہ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔شعبہ تبلیغ کے قیام نے مرزائیوں میں ہیجان اور مسلمانوں میں تبلیغ دین کی ایک نئی روح پھونک دی۔اس شعبہ نے سب سے پہلے مبلغین اسلام کی ایک سرگرم جماعت تیار کی،جس نے اپنے فرائض بہ خوبی ادا کئے۔مولانا لال حسین اختر کو اس شعبہ کا پہلا نگراں مقرر کیا گیا،جنہوں نے ہندو بیرون ہند کے دورے کر کے شعبہ کے مقاصد پورے کیے۔

گو شعبہ تبلیغ کے مقاصد میں ملکی سیاست کو دخل نہیں تھا،تاہم اس تنظیم پر احرار کی پوری گرفت تھی۔اس شعبے کا ہر فیصلہ احرار زعماء کے مشورے سے طے پاتا۔شعبہ کے اکثر کارکن تنخواہ دار تھے اور ایسے کارکن کو اس تنظیم میں داخلے کی اجازت تھی، جسے اسلام سے پوری واقفیت ہو،نیز وہ مرزائی اور عیسائیوں سے گفتگو کرنے پر قادر ہو۔

مسلمانوں کا قبرستان:

مجلس احرار کے نزدیک چونکہ مرزائی غیر مسلم تھے،اس اعتبار سے ان کا ہر قسم کا مقاطعہ اہم اور ضروری تھا۔قومی اور ملکی معاملات کے علاوہ موت وحیات کے سلسلے میں بھی احرار کا

موقف تھا کہ مرزائی کی لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونی چاہیے۔آخر ۱۹/ جولائی کو امرتسر میں ایک قبرستان میں ایک مرزائی کو دفن کرنے پر ہنگامہ ہوا۔پولیس نے اس موقع پر مداخلت کی۔احرار رضا کاروں پر لاٹھیاں چارج ہوئیں اور گرفتاریاں عمل میں آئیں۔بالآخر مرزائی کی لاش ایک دوسرے قبرستان میں دفن کی گئی۔جس میں امتیاز مذہب کے بغیر بچوں کو دفن کیا جاتا تھا۔اسلام کا یہ امتیاز احرار رہنماؤں نے مسلمانوں کو سکھایا اور سمجھایا۔اس طرح قوت اور انصاف ہمیشہ متصادم رہے ہیں۔ان کے مابین ٹکراؤ تاریخ کا ایک اہم باب رہا ہے۔جس کے صفحات مظلوموں کے خون سے رنگین ہے۔وقت نے قوت کا ساتھ دینے اور انصاف کی راہوں کو پامال کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔لیکن انصاف کا ہاتھ جب اپنے حقوق کے لیے قوت سے برسرِ پیکار ہو جائے تو وقت بھی اپنے آپ راستہ چھوڑتا چلا جاتا ہے۔

حواشی ومراجع:

۱ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ،محمد الیاس برنی،،عمدۃ المطابع لکھنؤ،۱۳۵۲ھ،ص:۸۵

۲ قادیانیت،محمد منظور نعمانی،تنویر پریس لکھنؤ،۱۹۶۵ء،ص:۳۶

۳ تبلیغ رسالت،مطبع فارق پریس قادیان،۱۹۲۷ء،ج۱۰،ص:۱۳۲

۴ تریاق القلوب،مرزا غلام احمد،مطبع ضیاءالاسلام قادیان،۱۹۳۸ء،ص:۲۵،

۵ قادیانیت مطالعہ وجائزہ،مولانا ابوالحسن علی ندوی،مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ،۱۹۶۶ء،ص:۱۳۴

۶ ازالۂ اوہام،مرزا غلام احمد،مطبع ضیاءالاسلام قادیان،۱۹۰۰ء،ج۲،ص:۲۷۵

۷ معیار المذاہب،مرزا غلام احمد،بحوالہ:حقیقۃ الوحی،مطبع میگزین قادیان،۱۹۰۷ء،ص:۸۵

۸ لیکچر سیالکوٹ،مرزا غلام احمد،مطبع مفید عام پریس سیالکوٹ،ص:۲۵

۹ حقیقۃ الوحی،مرزا غلام احمد،ص:۳۹۰-۳۹۱

۱۰ ازالۂ اوہام،مرزا غلام احمد،مطبع ضیاءالاسلام قادیان،۱۹۰۰ء،ص:۹

۱۱ آئینہ کمالات اسلام، مرزا غلام احمد، مطبع ریاض ہند قادیان، ص:۶۶
۱۲ ازالۃ الاوہام، ص:۶۶۵، بحوالہ: سب سے پہلا فتوائے تکفیر، حبیب الرحمٰن، ص:۱۹۱
۱۳ حقیقۃ الوحی، ص:۳۹۱، بحوالہ: سب سے پہلا فتوائے تکفیر، حبیب الرحمٰن، ص:۱۹۱
۱۴ ایضاً ص:۹۹، بحوالہ: سب سے پہلا فتوائے تکفیر، حبیب الرحمٰن، ص:۱۹۱
۱۵ ایضاً ص:۸۵، بحوالہ: سب سے پہلا فتوائے تکفیر، حبیب الرحمٰن، ص:۱۹۱
۱۶ قادیانیت مطالعہ وجائزہ، مولانا ابوالحسن علی ندوی، ص:۹۳
۱۷ سب سے پہلا فتوائے تکفیر، حبیب الرحمٰن، ص:۳۰۱
۱۸ کاروان احرار، جانباز مرزا، تجارت پرنٹرز لاہور، ۱۹۷۵ء، ج۲، ص:۹۰
۱۹ کاروانِ احرار، ج۲، ص۲۶۹
۲۰ حوالہ سابق، ج۲، ص۳۲۹
۲۱ مجلس احرار اسلام کی ضرورت واہمیت، محمود علی خاں کیلاش پوری، ہمدرد پریس، سہارن پور، سن غیر مذکور، ص۱۶

☆☆

نبی پاک کی ازدواجی زندگی اور دشمنان اسلام کی ہرزہ سرائیاں

● ڈاکٹر ریحان اختر

سچ ہے ''یہ دنیا ہے یہاں یوسف پر بھی الزام آتا ہے'' ایسی مقدس اور بزرگ ہستی، جس نے ایسے گندہ ماحول اور پراگندہ معاشرے اور سوسائٹی میں، جہاں ہر طرف برائی کا دور دورہ تھا، زنا کاری و بدکاری عام تھی، جگہ جگہ شراب نوشی کی مجلسیں سجی رہتی تھیں۔ گلی گلی میں قمار بازی کے اڈے قائم تھے، قتل وقتال اور ظلم وجور باعثِ تفاخر تھے، قبیح کی قباحت اور خبیث کی خباثت لوگوں کے دلوں سے نکل چکی تھی، برائی کو بڑائی سمجھا جاتا تھا، وہاں بھی ایسی پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی بسر کی جانی دشمنوں اور ہمیشہ طعنہ زنی کرنے اور درپے ایذاء دینے والوں کو بھی حرف گیری اور انگشت نمائی کا موقع نہ مل سکا۔

بچپن تو بچپن ہی ہوتا ہے، لیکن اس بچپن میں جس کو شرم وحیاداری ایسی کی ستر کھل جاتا ہے تو بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے اور ستر ڈھانکنے کے بعد ہی ہوش آتا ہے۔

جس کی جوانی درِ آبدار کی طرح روشن وچمکدار، گوہر نایاب کی طرح کمیاب، خالص دودھ کی مانند سفید، صاف پانی کی طرح شفاف، جس کی پاکدامنی ایسی کہ پردہ نشین دوشیزائیں رشک کریں۔ جس کی عفت و پاکبازی کا خود ربّ دوجہاں گواہ۔

جس کی ازواجی زندگی قابل صدافتخار، جس نے بیک وقت نو بیویوں کے ساتھ زندگی

گزار کر دنیا کے سامنے عدل ومساوات کا لازوال نمونہ پیش کیا، جس نے ۲۴ سال کی چڑھتی جوانی میں امنگوں اور ترنگوں کو پس پشت ڈال کر دو دوشوہروں کی چالیس سالہ بیوہ سے شادی کر کے بیواؤں کو نئی زندگی عطا کی، ایسی ذات کو بھی نہ بخشا گیا، اور اس کی ازدواجی زندگی کو داغ دار کرنے کی کوشش کی گئی، اس پر کیچڑ اچھالے گئے، بہتان تراشی کی گئی، افتراء پردازی اور الزام تراشی کی گئی اور ہرزہ سرائی کی گئی۔

کون ہیں ہرزہ سرائیاں کرنے والے؟:

آپ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت چونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ہوئی ہے، اس لیے عیسائیوں نے ''مذہب اسلام'' کو اپنا سیدھا مقابل تسلیم کیا، اور اسلام و مذہب اسلام پر اعتراضات کیے، آپ (علیہ السلام) کی ازدواج زندگی پر منفی پہلو سے گفتگو بھی انھیں نے کی ہے اور پیش پیش رہے ہیں اور انھیں کے اعتراضات کو لے کر ہندوستان میں آریہ دھرم کے لوگوں نے اپنے قلم کی سیاہی سے اپنے اعمال نامے سیاہ کیے اور اپنی بدبختی کا خوب مظاہرہ کیا ہے، اصل معترضین چونکہ عیسائی ہی ہیں، اس لیے بالذات ہم انھیں کے اعتراضات پر گفتگو کریں گے، ہاں ضرورت محسوس ہوئی تو دوسروں کے اعتراضات بھی پیش کیے جائیں گے۔

کیا ہیں ہرزہ سرائیاں؟:

تمام اعتراضات کا جائزہ لینے کے بعد بنیادی طور پر کل پانچ طرح کے اعتراضات سامنے آتے ہیں، جنھیں مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اپنی کتاب ''اظہار الحق'' میں بیان فرمایا ہے، ہم وہ اعتراضات ''اظہار الحق'' کے اردو ترجمہ ''بائبل سے قرآن تک'' سے من وعن نقل کر رہے ہیں۔

(۱) مسلمانوں کے لیے چار سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز نہیں کیا گیا، مگر محمد (ﷺ)

نے اس تعداد پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ اپنے لیے تعداد بڑھا کر ۹ کر لی، اپنے متعلق خدا کا یہ حکم ظاہر کیا کہ اللہ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ میں چار سے زیادہ کر سکتا ہوں۔

(۲) مسلمانوں کے لیے اپنی بیویوں کے درمیان عدل ومساوات ضروری ہے، مگر اپنے متعلق محمد (ﷺ) نے اللہ کا یہ حکم ظاہر کیا کہ مجھ پر یہ عدل واجب نہیں۔

(۳) آپ زید بن حارثہ کے گھر میں اچانک داخل ہو گئے۔ اور جب پردہ ہٹایا تو آپ کی نگاہ زینب بنت جحش پر پڑ گئی، جو زید کی بیوی تھی اور آپ ان پر فریفتہ ہو گئے اور فرمایا کہ سبحان اللہ! پھر جب زید کو حال معلوم ہوا تو انھوں نے بیوی کو طلاق دے دی اور آپ نے ان سے شادی کر لی، اور یہ ظاہر کیا کہ خدا نے مجھ کو اس سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔

(۴) آپ نے ماریہ قبطیہ سے حضرت حفصہ کے مکان میں ان کی باری کے دن صحبت کی، جس پر حضرت حفصہ سخت غضبناک ہوئیں اور محمد (ﷺ) کو یہ کہنا پڑا کہ میں نے ماریہ کو اپنے لیے حرام کر لیا، مگر آپ تحریم پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنے پر قادر نہ ہو سکے اور یہ ظاہر کیا کہ خدا نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ کفارہ ادا کر کے اپنی قسم کو ختم کر دوں۔

(۵) آپ کی امت کے لیے یہ بات جائز ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے تو دوسرا شخص عدت گزارنے پر اس سے شادی کر سکتا ہے، مگر اپنی نسبت آپ نے خدا کا یہ حکم ظاہر کیا کہ کسی شخص کو اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ میری وفات کے بعد میری کسی بیوی سے شادی کرے۔ اظہار الحق کا اردو ترجمہ ''جسٹس تقی عثمانی، حافظی بک ڈپو، دیوبند۔

ان اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد مولانا لکھتے ہیں: عیسائیوں نے بڑی جدوجہد اور کوشش کے بعد عورتوں کے سلسلہ میں یہ پانچ قسم کے اعتراض کئے ہیں، جو سب کے سب ان کے رسالوں میں مثلاً ''میزان الحق، تحقیق الدین الحق، دافع البہتان، دلائل اثبات رسالۃ المسیح، دلائل النبوۃ اور رد اللغو'' وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ (حوالہ بالا)

ہم حوالہ کے طور پر اختصار کے پیش نظر صرف ''میزان الحق'' (منصف: پادری

فاؤنڈر، مطبوعہ، امریکن مشن لودھیانہ ۱۸۶۸ء باہتمام پادری روڈالف صاحب) کی عبارتیں پیش کرتے ہیں، بالترتیب پہلے، دوسرے اور پانچویں اعتراض سے متعلق ''میزان الحق'' کی عبارت ملاحظہ ہو۔

پادری فاؤنڈر ''سورہ احزاب کی آیت ''**یاایھا النبی انا احللناک لک**'' کے بارے میں لکھتا ہے: مشہور ہے کہ اس آیت کے ظاہر ہونے تک لونڈیوں کے سوا محمد کی کئی ایک بیویاں تھیں اور اپنی ساری عمر میں بعض مؤرخین کے قول بموجب گیارہ عورت اور بعض کے قول بموجب پندرہ اپنے نکاح میں لایا تھا اور چونکہ قرآن کے اس قول کے موافق، جو سورہ نساء کے اوائل میں ہیں، نہی ہوئی تھی کہ تابعانِ محمد میں کوئی شخص چار عورت سے زیادہ نکاح میں نہ لاوے، پس محمد نے ''سورہ احزاب'' کی آیت مذکورہ میں اپنے لئے ایک خاص اذن وارد کرلیا، تاکہ اس کی سب بیویاں اور لونڈیاں اس پر حلال ہوں، بلکہ آیت کے مضمون سے یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ محمد کو اس کا خاص حکم دیا گیا ہے کہ لونڈیاں اور عورتوں میں جتنی اس کا جی چاہے نکاح میں لائے، پس محمد نے جو سورہ نساء کی آیت کے حکم سے تجاوز کرکے چار عورت سے زیادہ اپنے نکاح میں لی تھیں، اس واسطے ''سورہ احزاب'' کی یہ آیت وارد کر کے اپنے تجاویز پر پردہ ڈالا، پھر یہ کہ محمدی اپنی شریعت کے موافق اس بات کی مقید ہیں کہ اپنی عورتوں میں کچھ تفاوت منظور نہ کریں۔ لیکن محمد نے اس مطلب کے لیے کہ اپنے تئیں اس حکم کی قید سے آزاد کردے۔ یہ آیت وارد کی، تاکہ معلوم ہو کہ اس کا اِذن دے دیا گیا ہے کہ اپنی بیبیوں کے ساتھ جیسے اس کا جی چاہے سلوک کرے۔ جیسا کہ ''سورہ احزاب'' میں مرقوم ہے کہ ''تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَاءُ مِنۡهُنَّ وَتُؤۡوِیۡ إِلَیۡکَ مَنۡ تَشَاءُ وَمَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکَ '' یعنی تو اپنی عورتوں میں، جسے چاہے لاسکتا ہے اور جس کا تو ارادہ کرے اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور ان میں سے جس سے چاہے تو جدا ہو جا، تجھ پر کچھ گناہ نہیں ہے، اور محمد کے تابعین میں یہ قاعدہ بھی مقرر ہے کہ ایک شخص کی

طلاق دی ہوئی عورت کو دوسرا اپنے نکاح میں لاسکتا ہے، لیکن محمد کی عورتوں کے حق میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کے بعد کوئی اس کی عورت کو نکاح میں نہ لاوے، چنانچہ اسی سورہ میں مرقوم ہوا ہے کہ ''وَمَا کَانَ لَکُمۡ أَن تُؤۡذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَن تَنکِحُوا أَزۡوَاجَهُ مِن بَعۡدِهِ أَبَداً''۔ (یعنی تمہیں لائق نہیں کہ پیغمبر خدا کو رنجیدہ کرو اور چاہیے کہ اس کی عورت کو کبھی کوئی نکاح میں نہ لاوے)۔ (میزان الحق، باب سوم، فصل چہارم، ص: ۲۵۲-۲۵۳)

تیسرے اعتراض سے متعلق ''میزان الحق'' کی عبارت ملاحظہ ہو ''زید، جو محمد کا آزاد کیا ہوا غلام تھا، اور محمد نے اسے فرزندی میں رکھا تھا، ایک دن محمد اسے دیکھنے کو اس کے گھر گیا جوں ہی حجرہ کا پردہ اٹھایا، زید کی جورو ''زینب'' پر اس کی آنکھ پڑی۔ اس کے حسن و جمال پر تعجب کر کے دل اس کا مائل ہوگیا اور یہ کلمات اس کی زبان سے نکلے ''سبحان اللہ خالق النور وتبارک أحسن الخالقین'' جب زید گھر آیا تو زینب نے حال بیان کیا، زید نے یا تو خوف سے یا اخلاص کے سبب جو اسے محمد سے تھا، بالتفصیل مذکور ہوا ہے ''پس محمد نے پھر ایک ایسی آیت وارد کی کہ گویا اس کے ضمن میں زینب کے نکاح کا حکم خدا کی طرف سے اسے ملا ہے، چنانچہ سورہ احزاب میں مرقوم ہے ''وَإِذۡ تَقُولُ لِلَّذِیۡ أَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَأَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِ أَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِیۡهِ وَتَخۡشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَن تَخۡشَاهُ فَلَمَّا قَضَی زَیۡدٌ مِّنۡهَا وَطَراً زَوَّجۡنَاکَهَا لِکَیۡ لَا یَکُونَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡ أَزۡوَاجِ أَدۡعِیَائِهِمۡ إِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَراً وَکَانَ أَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُولاً'' (یعنی اس بات کو یاد کرو جو تو نے کہا کہ جس کسی کو خدا نے انعام دیا ہے اور تو نے بھی اس کی پرورش کی ہے اور اس سے کہا ہے کہ اپنے لئے اپنی عورت کو نکاح میں رکھ اور خدا سے ڈرتا رہ اور تو اپنے دل میں اس چیز کو چھپاتا تھا جسے خدا ظاہر کرنا چاہتا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہیے، پس جب کہ زید نے حاجت تمام کی اور اپنی عورت کو طلاق دی، تو ہم نے اسے تیری زوجیت میں دیا، تاکہ

مومنین کو اپنی لیپا لک کی عورتیں نکاح میں لینے سے گناہ نہ ہو، جب کہ وہ حاجت تمام کر کے انھیں طلاق دے دیں اور چاہیے کہ خدا کے حکم پر عمل کریں، لیکن آیت کے وارد ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ جب محمدؐ نے جانا کہ زینب کا ماجرا لوگوں میں مشہور ہو گیا اور لوگ اس سبب سے شک میں پڑے ہیں، کیونکہ اس زمانہ کی رسم و عادت کے موافق لیپا لک کی عورت کو نکاح میں لینا جائز نہ تھا، تو اس نے زینب کا عشق اپنے دل میں چھپایا، آخر کار جب عشق کا غلبہ ہوا، تو عیب چھپانے کو یہ آیت وارد کی کہ گویا خدا سے اسے اذن ملا ہے کہ زنیب سے نکاح کرے۔ (میزان الحق، باب سوم، فصل چہارم، ص ۲۵۳۔۲۵۴)

چوتھے اعتراض سے متعلق عبارت پیش ہے، فاؤنڈر آیت کریمہ "یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لك" کے سبب نزول کے بارے میں ''حیات القلوب، ج ۲، باب ۵۵'' کے حوالہ سے لکھتا ہے: ''اس آیت کے وارد ہونے کا سبب یہ ہے کہ محمد ایک روز حفصہ کے گھر میں تھا اور ماریہ قبطیہ اس کی خدمت میں حاضر تھی، اتفاقاً حفصہ کسی کام کو گئی، محمد نے ماریہ سے مقارنت کی جب حفصہ کو اس بات کی خبر ہوئی، تو اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ آیا میری نوبت کے دن میری جگہ ایک لونڈی سے تو مقاربت کرتا ہے محمد نے شرمندہ ہو کر فرمایا کہ اس بات سے درگزر، ماریہ کو میں نے اپنے اوپر حرام کیا، پھر اس کے پاس نہ جاؤں گا، فقط، لیکن چونکہ محمد کا دل نہ چاہتا تھا کہ ماریہ کو چھوڑ دے تو اپنے عہد سے پشیماں ہو کر آیت مذکورہ کو وارد کیا، تاکہ اس کے مضمون سے قسم توڑ ڈالنا اس پر جائز ہو جائے اور اس طریقہ سے حفصہ کو بھی ساکت کر دے''۔ (میزان الحق، جلد سوم، فصل چہارم، ص ۲۵۴)

اعتراضات اور حوالوں کے بعد ہم بالترتیب ہر ایک اعتراض کا جواب پیش کر رہے ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب:

اس اعتراض کا اصل جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر تین خواہشیں

رکھی ہیں۔ (۱) کھانے کی خواہش، (۲) پینے کی خواہش (۳) بیوی سے ملنے کی خواہش۔ اور ہر انسان کو یہ اجازت دی ہے کہ ضرورت کے مطابق، شرعی اصول وضوابط کی رعایت کرتے ہوئے، اپنی خواہشات کی تکمیل کرے، اب اگر عام لوگوں کو کھلی چھوٹ دیدی جائے کہ وہ چار سے زیادہ شادی کر سکتا ہے، تو اولاً وہ نفسانی خواہشات میں پڑ کر ضرورت سے زیادہ شادیاں کر لیں گے، پھر نہ تو وہ شرعی اصول وضوابط کی پابندی کر پائیں گے اور نہ ہی بیویوں کے حقوق کی ادائیگی۔ جب کہ آپ (علیہ السلام) کے بارے میں اس طرح کا کوئی خدشہ اور اندیشہ موجود نہیں تھا، جیسا کہ آپ کی ازدواجی زندگی کا انصاف کی عینک لگا کر مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے شرعی اصول وضوابط کی پابندی کے ساتھ تمام بیویوں کے حقوق بھی ادا کیے اور ضرورت سے تجاوز بھی نہیں کیا، بلکہ آپ نے تمام شادیاں کسی نہ کسی مصلحت کے تحت کی، جن میں کچھ کی آئندہ ہم وضاحت کریں گے، اس لیے آپ (علیہ السلام) کو چار سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی، یہ تو اصل جواب تھا، ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ آپ کی ازواج کی تعداد تو اتنی بھی نہیں، جتنی کہ توریت میں اجازت ہے اور جتنی انبیاء بنی اسرائیل نے شادیاں کیں۔

تعدد ازدواج اور یہودی شریعت:

صاحب ''میزان المیزان'' لکھتے ہیں کہ علماء یہود حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ پیلگشیم، یعنی لونڈیوں کے چھ بیبیاں قرار دیتے ہیں اور ۲ سموئیل، ۱۲ باب، ۱۸ میں جو دوبار کہنہ وخہنہ یعنی اتنی اور اتنی زیادہ دینے کا خدا نے حضرت داؤد سے وعدہ فرمایا تھا، اس کے بموجب پیشواؤں کو چھ اور چھ اور چھ یعنی اٹھارہ جورواں تک اور اوروں کو چار جورواں تک کرنا یہودی شریعت میں جائز ہے'' (میزان المیزان، ص: ۱۳۹) مصنف سید ناصر الدین محمد ابو المنصور، مطبوعہ، نصرت المطابع دہلی، ۱۸۷۸ء)

تعدد ازدواج اور انبیاء بنی اسرائیل:

حضرت یعقوب کی چار بیویاں تھیں (۱) لیاہ، (۲) زلفہ، (۳) زاحل، (۴) بلہاہ پیدائش باب ۲۹ و ۳۰ بحوالہ ''اسلام اور تعدد ازدواج'' ص ۱۴۰ اور ''حقائق اسلام'' ص ۷۷

حضرت موسی کی چار بیویاں تھیں (۱) صفورہ، (۲) حبشیہ، (۳) قینی، (۴) بنت حباب، (خروج:۲:۲۱)، قاضیوں، ۱:۱۶، ۴:۱۶)، بحوالہ حقائق اسلام'' ص ۷۷

حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں (اسلام اور تعدد ازدواج، ص:۴۱)، مصنف مولوی ابوالفیض محمد سلیمان صاحب فاروقی، الفیض دارالاشاعت چوک فرید، امرتسر، پنجاب ۱۹۲۷ء

حضرت سلیمان کی سات سو بیویوں اور تین سو حرموں کا تذکرہ ملتا ہے (سلاطین اول: ۱۱:۳)، حقائق اسلام، ص: ۷۷، اسلام اور تعدد ازدواج، ص:۴۲، ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، ناشر، مکتبہ اسلامیں پبلشرز، جامعہ نگر، نئی دہلی، جون ۲۰۰۴ء

حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام عیسائیوں کی نظر میں:

حضرت داؤد علیہ السلام عیسائیوں کے نزدیک ایسے ذی شان اور مقدس نبی ہیں کہ حضرت مسیح کو فخر یہ ان کی نسل میں شامل کیا جاتا ہے۔ اور ''متی'' اور ''لوقا'' نے اسی غرض سے نسب نامہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح کو حضرت داؤد، حضرت ابراہیم کی نسل سے ثابت کریں، چنانچہ ''مسیح بن داؤد'' کہا جاتا ہے (اسلام اور تعدد ازدواج، ص:۴۱) حضرت داؤد وسلیمان (علیہما السلام) دونوں کے متعلق مسٹر ہینگنس لکھتا ہے: وہ خدا کی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور خدا نے خاص اپنی شریعت کے احکام کی تعمیل کے لیے بنایا تھا (بحوالہ بالا)

تعدد ازدواج کے سلسلہ میں توریت کی تعلیم اور انبیاء بنی اسرائیل کے عمل کو پیش کرنے کے بعد یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا اصل مشن شریعت موسوی کو پورا کرنا تھا، چنانچہ ''متی'' میں آپ فرماتے ہیں ''یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں

کو منسوخ کرنے آیا ہوں، میں منسوخ کرنے نہیں، بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں، کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جاویں، ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا، جب تک سب کچھ پورا نہ ہو (اسلام اور تعدد ازدواج، ص ۴۴)

آریہ دھرم اور تعدد ازدواج:

پچھلے ہم نے عرض کیا تھا کہ آریہ دھرم کے لوگوں نے بھی آپ کی ازدواج زندگی پر اعتراض کیے ہیں، چنانچہ آپ کے کثرتِ ازواج پر اعتراض کرتے ہوئے ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب کا مصنف لکھتا ہے کہ ''محمد کو ایسا کون سا نام دوں، جس سے محمد کی زندگی کا فوٹو آنکھوں میں اتر آئے، پچپاس سال کا تھا، جب خدیجہ نے انتقال کیا، باسٹھ سال کا تھا، جب خود انتقال کیا، اس بارہ سال کے عرصہ میں دس عورتیں کیں، یعنی سوا سال میں ایک ان حالات میں اگر میں اپنے رنگیلے رسول کو بیویوں والا کہہ دوں تو کیا موزوں نہ ہوگا، بیویوں والا کہا اور محمد کے دل کو پالیا، محمد کی روح کو پالیا (مقدس رسول، ص ۴۸، بحوالہ مقدس رسول، ص ۶۵) اس لیے ہم اس سلسلہ میں آریہ دھرم کی تعلیم اور واجب التعظیم رہنماؤں اور پیشواؤں کا عمل پیش کرتے ہیں۔

منوجی آریوں کے اور ہندوؤں کے مسلمہ بزرگ پیشوا ہیں، وہ دھرم شاستر میں راجہ کے یومیہ فرائض کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (راجہ) کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہار کرے''۔

عام لوگوں کے متعلق لکھتے ہیں: اگر ایک آدمی کی پانچ عورتیں ہوں اور ایک ان میں سے صاحب اولاد ہو تو باقی بھی صاحب اولاد کہلاتی ہیں منوسمرتی ادھیائے شلوک: ۲۲۱، بحوالہ مقدس رسول، ص:۸۷، اسلام اور تعدد ازدواج، ص:۵۲)

اور بھی سنیے: خوشی سے بتواضع تمام دکش پرجاپتی نے دھرم کو دس لڑکیاں، کشیب کو تیرہ لڑکیاں اور چندر مان کو ستائیس لڑکیاں دیں۔ منوادھیائے شلوک: ۱۲۷، بحوالہ اسلام اور

تعدد ازواج، ص:۵۴)

''رشی لکشوان نے راجہ سنایا کہ دس لڑکیوں سے شادی کی'' رگ وید منڈل سوکت: ۱۲۶ا، منتر۲-۳-۴، بحوالہ بالا۔

شری کرشن مہاراج: جو ہندوؤں کے ایک بڑے واجب التعظیم اوتار ہیں، ان کی سیکڑوں گوپیاں (بیویاں) تھیں (بحوالہ بالا، ص:۵۵)

دوسرے اعتراض کا جواب:

اے کاش! معترض نے اعتراض سے پہلے ایک طائرانہ نگاہ آپ کی ازواجی زندگی پر ڈال لی ہوتی تو شاید یہ اعتراض نہ کرتا اور اسے سمجھ میں آجاتا کہ آپ نے ازواجِ مطہرات کے درمیان کس قدر عدل ومساوات سے کام لیا ہے، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باری مقرر کرتے تھے، اور انصاف سے باری مقرر کرتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے اے اللہ یہ میری تقسیم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں، تو آپ میرا مواخذہ نہ فرمائیں ان چیزوں میں جو آپ کے اختیار میں ہیں میرے اختیار میں نہیں ہے''۔ (ترمذی: باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر، ابوداؤد، باب فی القسم بین النساء، نسائی: میل الرجل الی بعض نسائہ دون بعض، ابن ماجہ: باب القسمۃ بین النساء)

آپ کی عادت شریفہ تو یہ تھی کہ اگر ایک بیوی کی باری میں دوسری کے پاس جانا ہوتا تو اجازت لے کر جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آیت ''ترجی من تشاء منہن'' ابوداؤد شریف: باب فی القسم بین النساء،۔

چنانچہ مرض الوفات میں جب تکلیف زیادہ ہوئی، تو آپ نے تمام ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے یہاں قیام فرمایا (دیکھیے، بخاری

شریف، حدیث نمبر۳۰۰۰، ۴۲۶۹ اور ۵۰۲۱، ابوداؤد شریف، باب فی القسم بین النساء)

میں آپ کے اپنی ازواج کے درمیان عدل ومساوات کی تعریف کس زبان سے کروں کہ آپ سفر میں جاتے تو قرعہ اندازی کیا کرتے اور جس کا نام آتا، اس کو سفر میں لے جاتے۔ (دیکھیے بخاری شریف، حدیث ۲۵۶۳، ۲۵۸۷، ۲۶۱۱، ۲۷۹۳، ۳۹۹۲ اور ۴۵۶۴، ابوداؤد شریف، باب فی القسم بین النساء)

آپ نے ازواج کے درمیان ایسی عدل ومساوات پیش کی کہ بہت سے لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ باری مقرر کرنا آپ پر بھی فرض تھا، حالانکہ راجح یہی ہے کہ آپ پر باری مقرر کرنا ضروری نہیں تھا، پھر آپ پر یہ اعتراض چہ معنی دارد؟۔

تیسرے اعتراض کا جواب:

واقعہ کی صحیح اور سچی تصویر ''معارف القرآن، ج۷، ص۱۵۲، ۱۵۳، کے حوالے سے ہلکے سے ردوبدل کے ساتھ یہ ہے کہ ''حضرت زینب بنت جحش کا نکاح بامر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ ہوگیا، مگر دونوں کی طبیعتوں میں موافقت نہ ہوئی، حضرت زید ان کی تیز زبانی اور نسبی شرافت کی بناء پر اپنے کو اونچا سمجھنے اور اطاعت میں کوتاہی کرنے کی شکایت کیا کرتے تھے، دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ بتلا دیا گیا تھا کہ زید ان کو طلاق دیں گے، اس کے بعد زینب آپ کے نکاح میں آئیں گی، ایک روز حضرت زینب نے انھیں شکایات کو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کر کے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ ان کو طلاق دے دیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اگرچہ من جانب اللہ یہ علم ہوگیا تھا کہ واقعہ یوں ہی پیش آنے والا ہے کہ زید ان کو طلاق دیں گے پھر یہ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں گی، لیکن دو وجہ سے آپ نے حضرت زید کو طلاق دینے سے روکا۔ اول یہ کہ طلاق دینا اگرچہ شریعت اسلام میں جائز ہے، مگر پسندیدہ نہیں، بلکہ ابغض

المباحات ہے، دوسرے قلب مبارک میں یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ اگر انھوں نے طلاق دے دی اور پھر زینب آپ کے نکاح میں آئیں، تو عرب اپنے دستور جاہلیت کے مطابق یہ طعنہ دیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا، اگرچہ آپ کا منع کرنا اپنی جگہ صحیح تھا، مگر من جانب اللہ ہونے والے واقعہ کا علم ہوجانے کے بعد زید کو طلاق نہ دینے کی نصیحت ایک طرح کی رسمی خیرخواہی تھی، خصوصاً رسالت کے مناسب نہ تھی، خصوصاً اس لیے کہ اس کے ساتھ لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ بھی شامل تھا، اس لیے یہ عتاب نازل ہوا، کہ آپ دل میں چھپا رہے تھے وہ بات جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ یعنی جب من جانب اللہ حضرت زینب کے ساتھ آپ کے نکاح کی خبر مل چکی اور آپ کے دل میں ارادہ نکاح پیدا ہو چکا تھا تو اس ارادہ کو چھپا کر ایسی رسمی گفتگو کی، جو آپ کے شان کے مناسب نہیں تھی، اور لوگوں کے طعنوں کے اندیشہ پر فرمایا کہ آپ لوگوں سے ڈرنے لگے، حالانکہ ڈرنا تو آپ کو اللہ ہی سے سزاوار ہے، یعنی جب آپ کو یہ معلوم تھا کہ یہ معاملہ اللہ کی طرف سے ہونے والا ہے اس کی ناراضی کا کوئی خوف وخطر نہیں ہے، تو محض لوگوں کے طعنوں سے گھبرا کر آپ کے لیے یہ گفتگو مناسب نہیں تھی۔

واقعہ کی تفصیل ''تفسیر ابن کثیر، قرطبی، اور روح المعانی سے ماخوذ ہے۔ آیت "وتخفی فی نفسك ما الله مبدیه" میں اخفاء کی یہ تفسیر کہ زید نے طلاق دے دی تو حکم الٰہی کے مطابق حضرت زینب کے ساتھ آپ نکاح کرلیں گے، یہ تفسیر حکیم ترمذی اور ابن ابی حاتم وغیرہ محدثین نے حضرت علی بن حسین زین العابدین سے نقل کی ہے اور اسی کو جمہور مفسرین زہری، بکر بن العلاء، قشیری اور قاضی ابوبکر ابن العربی نے اختیار کیا ہے اس کے برخلاف جن روایات میں "مافی نفسك" کی تفسیر حب زینب سے کی گئی ہے اور ان کو لے کر عشق ومحبت کی لایعنی داستانیں گھڑی گئی ہیں وہ سب موضوع اور بے بنیاد ہیں۔ ان روایات کے بارے میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ افسانہ تراشوں نے یہاں کچھ قصے گھڑے ہیں، وہ کسی حیثیت

مجموعہ القاسم: جلد سوم — تحفظ ناموس رسالتؐ

سے اس لائق نہیں کہ انھیں قبول کیا جائے۔ (روح المعانی، ج:۲)

ابن حبان نے ''البحر المحیط'' میں لکھا ہے کہ ''بعض مفسرین نے یہاں ایسے قصے نقل کیے ہیں جن سے شان نبوت کی تنقیص ہوتی ہے''۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ جو روایتیں بیان کی گئی اور جو قصہ بیان کیا جاتا ہے، اس طرف تو وہ نقلاً بے سند ہے دوسری طرف عقلاً بے سروپا اور شانِ رسالت کے منافی، یعنی نا قابل قبول ہے۔ نہ روایتاً نہ درایتاً (تفسیر ماجدی، ج۲ص۸۴۹)

مولانا نظام الدین اسیرادروی صاحب نے اپنی کتاب ''تفسیروں میں اسرائیلی روایات'' میں حالات اور ماحول کو سامنے رکھ کر تفصیلی بحث کی ہے اور ان روایات کا باطل ہونا ثابت کیا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی فرماتے ہیں کہ اگر محبت سے اس کی تفسیر کی جاتی ہے تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کے ظاہر کرنے کے لیے کہا ہے، وہ کب اور کہاں ظاہر کیا؟ کیا اللہ ابداء کا وعدہ کرکے پھر گیا؟ نعوذ بالله منه، محققین اس کی تفسیر جو نکاح سے کرتے ہیں وہی صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا ابداء واظہار اللہ تعالیٰ نے لفظ 'زوجنکھا' سے کردیا، اور وعدہ ابداء کی تکمیل کردی ہے تفسیر ماجدی ج:۲ص۸۴۹، مطبوعہ لاہور پاکستان)، ایسے ہی رسالہ تفسیر سورہ احزاب میں بحوالہ تفسیر خازن یہ سوالات نقل کیے گئے ہیں کہ کیا حضور نے زینب کو اسی دن دیکھا تھا؟ کیا وہ لڑکپن سے آپ کے سامنے نہیں آتی تھیں؟ کیا بوقت خطبہ نکاح زید، زینب نے گرم جوشی وترش مزاجی سے یہ عذر نہ کیا تھا کہ میں اور زید، حضور اپنے ساتھ قبول فرمائیں، یہ کون سی نئی بات تھی جس پر حضور کو بے اختیاری ہوئی (رسالہ تفسیر سورہ احزاب، مطبوعہ آگرہ مشن، ہلالی پریس، دہلی ۱۹۰۵ء، باہتمام مولوی عبدالکریم صاحب وپنڈت وویکانند)

خلاصہ یہ کہ مفسرین کے اقوال مذکورہ اور سوالات کی روشنی میں یہ واضح ہوجاتا ہے کہ عشق ومحبت کی ساری داستان موضوع، باطل اور من گھڑت ہے، جن کے ذریعہ صرف آپ

کی پاکیزہ زندگی کوداغدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

چوتھے اعتراض کا جواب:

صاحب میزان المیز ان فرماتے ہیں: حرام وحلال کاحکم دینے والا خدا ہے، کسی نبی کے اختیار کی یہ بات نہیں ہے۔ پس جب خدا نے اسے حرام نہ کیا تھا تو حضرت کے فرمانے سے وہ حرام نہ ہوئی تھی، اور سورہ تحریم کی آیت: ''یایھا النبی لم تحرم''۔ اس پر گواہ ہے اور چونکہ حضرت محمد ﷺ اتباع ملت ابراہیمی کرتے تھے، پس حضرت ابراہیم کے اس منصب کی بھی وراثت ضروری تھی کہ جس طرح حضرت بی بی حفصہ اس لونڈی کی وجہ سے بحسبِ قاعدہ بشریت شاکی ہوئیں، اسی طرح حضرت بی بی سارہ بھی حضرت ہاجرہ کی وجہ سے شاکی ہوئی تھیں (میزان المیز ان، ص۱۴۱) اور صاحب اظہار الحق لکھتے ہیں کہ عیسائیوں کے عہد عتیق کی کتابوں میں اس قسم کی بہت سی مثالیں خود اللہ کے بارے میں موجود ہیں، عہد جدید میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں انجیل متی (باب۔۱۵) میں لکھا ہے کہ ایک کنعانی عورت نے مسیح سے اپنی بیٹی کو شفا دینے کے لیے فریاد کی، مگر عیسی علیہ السلام نے اس کی درخواست قبول کرنے سے انکار کردیا، پھر اس نے ایک بہترین جواب دیا، جس کو عیسیٰ علیہ السلام نے بھی پسند کیا اور اس کی بیٹی کے لیے دعا کردی اور وہ اچھی ہوگئی۔ نیز انجیل یوحنا (باب۔۲) میں ہے کہ عیسی علیہ السلام کی والدہ نے ان سے قانائے گلیل کی ایک شادی کے موقع پر درخواست کی کہ پانی کو شراب بنادیں، تو مسیح نے جواب دیا کہ اے عورت! میرا تیرا کیا واسطہ؟ تو میرے پاس وقت پر نہ آئی، پھر آپ نے خود ہی اس پانی کو شراب بنادیا (اظہار الحق کا اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک، ج:۳،ص:۵۶۷)

آخر کیا وجہ ہے کہ ایک کام عیسیٰ علیہ السلام کریں تو کوئی بات نہیں اور پیغمبر علیہ السلام کریں تو موردِ الزام ٹھہریں۔

پانچویں اعتراض کا جواب:

اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بعض باتوں کو اولیاء اللہ کے ساتھ خاص کردیا جائے، چنانچہ ہارون اور ان کی اولاد کے ساتھ بہت سے کام مخصوص تھے، مثلاً خیمۂ اجتماع کی خدمت اور اس کے متعلقہ کام اور یہ امور لاوی کی اولاد کے لیے قطعی جائز نہ تھے۔ ایسے ہی آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں سے نکاح کرنا حرام ہے اور اس میں بہت ساری مصلحتیں بھی ہیں، جنھیں مولانا ادریس صاحب کاندھلوی نے ''معارف القرآن'' جلد ششم میں بیان فرمایا ہے، ہم اختصار کے ساتھ یہاں ان مصلحتوں اور حکمتوں کو نقل کررہے ہیں۔

(۱) اس میں آنحضرت ﷺ کی فضیلت وبرزگی کا اظہار ہے۔

(۲) فتنے کا انسداد: کیونکہ اگر نکاح کی اجازت مل جاتی، تو ہر شخص کو آپ کی جانشینی کے دعوے کی گنجائش مل جاتی اور اندیشہ تھا کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف بلاتا۔

(۳) باہم تنافس اور تحاسد کا انسداد: کیونکہ ہر شخص چاہتا کہ میں زوجہ رسول سے نکاح کروں، تاکہ لوگوں میں خاص امتیاز اور عزت حاصل ہو۔

(۴) چوتھی مصلحت یہ ہے کہ دوسرے کے نکاح میں جانے کے بعد ازواجِ مطہرات کا وہ عالی مرتبہ جو زوجیت رسول کی بنا پر حاصل تھا ختم ہوجاتا، کیونکہ آپ کے بعد دوسرے سے نکاح کرنا بلندی سے پستی میں گرنے کے مترادف ہے۔

(۵) پانچویں مصلحت یہ ہے کہ دوسروں کے نکاح میں جانے کے بعد ان کی روایت لوگوں کی نظر میں مشکوک ہوجاتیں، ممکن ہے کہ لوگ یہ خیال کرتے کہ یہ عورت اپنے جدید شوہر کے خیال سے ان امور کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کررہی ہے۔ (معارف القرآن، (ادریسی)، ج:۶،ص:۶۲۴)

اعتراض کا مقصد اور ''رنگیلا'' کا خلاصہ:

یہاں تک ہم نے دشمنانِ اسلام کے پانچ اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات پیش کیے، لیکن ان اعتراضات کا مقصد بھی سمجھنا ضروری ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ آپ کی ازدواجی زندگی پر کیے جانے والے تمام ہی اعتراضات کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ آپ پر نفسانی خواہشات کا غلبہ تھا، اور نعوذ باللہ آپ نفس پرست تھے اور ہوا وہوس کے پیچھے چلتے تھے۔ چنانچہ صاحب ''میزان الحق'' لکھتا ہے کہ ''اب جو کوئی ان باتوں کی بابت تھوڑی سی بھی فکر کرے گا، اسے معلوم ویقین ہو جائے گا کہ یہ آیتیں اور مقدمے صاف گواہی دیتے اور ثابت کرتے ہیں کہ محمد کا دل نفسانی خواہشوں سے بھرا تھا اور ہوا وہوس ایسی غالب تھی کہ چار عورتوں پر قناعت نہ کر کے اور عورتیں کرنے کو آیاتِ مذکورہ اپنے لیے ظاہر کیں، ایسے ہی آریہ دھرم کے ایک شخص نے ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب لکھی اور ایک ایک زوجہ مطہرہ کو لے کر اعتراضات کیے، کبھی تو حضرت خدیجہ کی پیرانہ سالی پر گرم ہوا تو کبھی حضرت عائشہ کی خرد سالی پر، لیکن اس کے بھی تمام اعتراض کا مقصد آپ کو نفس پرست ہی ثابت کرنا ہے، چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنی کتاب ''مقدس رسول'' میں لکھتے ہیں کہ ''مہاشہ کے سارے اعتراضوں اور گستاخیوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بہت سی بیویاں کیں اور ان بیویوں میں آپ رنگ رلیاں کرتے۔ (مقدس رسول، ص:۲۵، مطبوعہ ۱۹۲۴ء)، کیا (نعوذ باللہ) آپ پر نفسانی خواہشات کا غلبہ تھا؟ آپ کی ازدواجی زندگی کا جائزہ لینے سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

(۱) آپ (علیہ السلام) نے پچیس سال کا عرصہ تجرد اور عفت وپاک بازی سے گزارا۔

(۲) پچیس سال کی عمر میں ایسی خاتون سے نکاح کیا، جو آپ سے عمر میں پندرہ سال بڑی اور دو شوہروں کی بیوہ تھیں۔

(۳) پچاس سال کی عمر تک اسی ایک رفیقہ حیات پر قانع رہے۔

(۴) پہلی بیوی کی وفات کے بعد پچاس سال کی عمر میں جس خاتون سے نکاح کیا وہ آپ کی ہم سن اور بیوہ تھیں۔

(۵) اپنی عمر کے اخیر تین سالوں میں کوئی نکاح نہیں کیا۔

(۶) ایک کے علاوہ تمام نکاح بیواؤں سے کیا۔

آپ زہد کے اعلیٰ مقام پر تھے:

درج بالا باتوں سے یہ اعتراض جڑ سے ختم ہو جاتا ہے کہ آپ پر نفسانی خواہشات کا غلبہ تھا، بلکہ زہد کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ چنانچہ حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ ''صحابہ آپ کے اندر تیس مردوں اور بعض روایات میں چالیس مردوں کی قوت کا اندازہ کرتے تھے اور مرد کی قوت چار عورتوں کے لیے کافی ہے اسی لیے شریعت نے چار تک کرنے کی اجازت دی ہے، اس اعتبار سے حضور ﷺ میں اتنی قوت تھی جو ایک سو بیس عورتیں اور دوسری روایت کے موافق ایک سو ساٹھ عورتوں کے لیے کافی تھیں، بلکہ شرح شفاء نے ابونعیم سے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ چالیس مرد جنت کے مردوں میں سے ہیں اور ان میں ہر ہر مرد کی قوت حسبِ روایت ترمذی ستر مرد کے برابر ہوگی۔ اور ایک روایت میں سو مردوں کے برابر آیا ہے تو ایک حساب سے آپ میں قریب تین ہزار مرد کے برابر اور ایک حساب سے چار ہزار مرد کے برابر قوت ہوئی، پس حضور ﷺ کا نو پر صبر کرنا یہ کمال زہد تھا۔ (اشرف الجواب، ص:۳۸، ۳۹)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے:

آپ کے نہ ماننے والوں کو بھی یہ اعتراف ہے کہ آپ شہوت پرستی سے پاک، صاف تھے، ان پر یہ اعتراض بالکل غلط ہے، چنانچہ جان ڈین پورٹ اپنی کتاب میں لکھتا ہے یہ جو عیسائی الزام لگاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ شہوت پرست تھے، یہ الزام باطل ہے، کیونکہ

حضرت آنحضرت ﷺ نے ظہور کیا تو اس زمانہ میں اہل عرب میں بے انتہا نکاحوں کا رواج تھا، پس یہ امر ظاہراً بے ہودہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جو شہوت پرست ہو، وہ بدکاری اور بوروئیگی کو خود معدوم کرتا ہے علاوہ اس کے جو ہم پہلے باب میں بیان کر چکے ہیں ہم یہ بات بھی آنحضرت کی طرف سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ بھی اپنے ہم وطنوں کی مانند عورتوں کی رغبت رکھتے تھے اور آپ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں ان انسانی خواہشوں سے بری ہوں، جو سب آدمیوں کو ہوتی ہے، بلکہ برعکس فرمایا کہ میں بھی تمھیں جیسا آدمی ہوں، نیز مہاشہ جس نے ''رنگیلا رسول'' نامی پوری ایک کتاب ہی آپ کی ازواجی زندگی پر اعتراض میں لکھ ڈالی۔ وہ خود اس کتاب میں بار بار آپ کی پاک دامنی و پاکیزہ خاطری کا اعتراف کرتا ہے۔ دیکھیے مقدس رسول، ص:۱۵

آپ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟:

آپ اس پر بھی قادر تھے کہ بالکل سے ہی نکاح نہ کرتے، چنانچہ آپ نے بالکل سچ فرمایا کہ ''**مالی فی النساء حاجة**'' (دارمی، بروایت سہیل بن سعد) لیکن آپ نے ملک وقوم، اسلام وعالم انسانیت کو پیش نظر رکھ کر دینی تعلیمی وتشریعی، شخصی واجتماعی، سیاسی وسماجی مصلحتوں کے تحت تمام نکاح فرمائے، ان مصلحتوں پر حضرت تھانوی نے ''**المصالح العقلیہ** ص:۲۰۳ تا ۲۰۹ میں ''**اشرف الجواب**، ص:۳۹،۴۳، میں اور رسالہ ''**کثرتِ ازواج لصاحب المعراج**'' میں مفتی شفیع صاحب نے ''معارف القرآن ج:۲، ص:۳۸۹،۳۹۳، میں مولانا ادریس صاحب کاندھلوی نے ''سیرت المصطفیٰ ج:۳، ص:۳۶۱ تا ۳۶۳ میں، قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی نے ''سیرت رسول اعظم''، ص:۲۱۳ تا ۲۱۵ میں، مفتی سعید صاحب پالن پوری نے ''علمی خطبات'' ج۱، ص:۱۷۶ تا ۱۸۶ میں، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے ''مقالات حبیب'' ج:۳، ص:۳۰ تا ۳۳

میں اور ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی نے ''حقائق اسلام'' ص:۷۴ تا ۸۶ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

ہم صفحات کی کمی کی وجہ سے ان تفصیلی بحث سے صرف نظر رہے ہیں اور معذرت خواہ بھی ہیں۔

خلاصہ مضمون یہ کہ سیرت نبوی کے دیگر پہلوؤں کی طرح ازدواجی پہلو بھی روشن اور تابناک ہے اور اس پر کیے جانے والے تمام اعتراضات ہٹ دھرمی تشدد اور تعصب پر مبنی ہیں۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

☆☆

قادیانیوں کوغور وفکر کی دعوت

● قاضی اشرف حسین مختار، رحمانیؒ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد و الٰہ و اصحابہ اجمعین.

مرزائی خط کا ہمدردانہ جواب:

عزیزم بابومحمد محسن۔ ہدا کم اللہ

تمہارا لفافہ پہنچا، میں جو کچھ جواب تمھارے خط کا لکھ رہا ہوں اُسے بغور پڑھو اور میرے پہلے خط کو بھی اچھی طرح پھر پڑھو۔ میں نے سمجھا تھا کہ میرا پہلا خط تمھارے خیالات کی تبدیلی کے لئے کافی ہوگا، مگر تمھارے خط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری سمجھ الٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سمجھ عنایت کرے اور راہ راست نصیب فرمائے، آمین۔ جس روز تمھارا خط آیا تھا اُس کے کئی روز کے بعد مجھ کو معلوم ہوا کہ تم سپول آئے تھے اور چار پانچ روز تک سپول میں مقیم رہے، مگر افسوس کہ تم ہم سے نہ ملے۔ اگر ملتے تو پھر اس خط کے لکھنے کی شاید مجھ کو حاجت نہ ہوتی؛ جائے قیام سے تمھاری میرا قیامگاہ میں صرف ایک دو بیگھہ کا فصل ہے۔ بجز اس کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ مضمونِ خط عزیز کا نہیں تھا کسی دوسرے احمدی (قادیانی) کا تھا جس نے تم کو بہکایا ہے۔ اگر مجھ کو تمھارے آنے کی خبر پہلے سے ہوتی تو میں خود تم سے مل کر تمھاری تشفی کر دیتا۔

سنو! اور خوب غور سے سنو!۔ مرزا صاحب نہ نبی تھے، نہ مامور من اللہ، نہ مسیح موعود،

اور نہ کرشن جی روڈر گوپال (کرشن جی روڈر گوپال ہونے کا الہام ''بدر'' ۱۲۹ اکتوبر و ۸ نومبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے ملاحظہ ہو البشریٰ صفحہ نمبر ۵۶ (تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا، ص ۴۲۰) بلکہ مطابق اپنے اقرار کے جھوٹے، مفسد، دجال، کذاب؛ جیسا کہ اُن کے قول سے مفہوم ہوتا ہے۔ ایسے جھوٹے دعویٰ نبوت کرنے والے کے جال، پھندے سے نکلنے کی جلد کوشش کرو! اپنے ایمان کے دشمن مت بنو!۔ واضح ہو کہ قیامت کے دن جس روز اللہ جل شانہٗ عدالت فرمائے گا اور وہ دن ایسا سخت ہوگا، جس کے شان میں ''یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ'' (عبس، آیت: ۳۴۔۳۵) (ترجمہ اس میں بھائی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور بیٹا اپنے ماں باپ سے اور شوہر اپنی بیوی سے اور ماں باپ اپنی اولاد سے بھاگیں گے، اس خیال سے کہ اس کی بلا میرے اوپر نہ آجائے وغیرہ وغیرہ آیا ہے۔ تمھارے بہکانے والے تمھارے کسی کام نہ آئیں گے، بلکہ خود مبتلائے عذاب ہونگے اور تمھارے گروہ کے بہکانے والے مرزا صاحب بھی یہ کہہ کر اُس روز تم لوگوں سے علیحدہ ہو جائیں گے، کہ ہم نے بار بار کہہ دیا تھا کہ اگر میری فلاں فلاں پیش گوئی پوری نہ ہو تو میں ہر بد سے بدتر اور جھوٹے سے جھوٹا، مفسد، دجال، کذاب ہوں۔ سو وہ سب پیشگوئیاں جس کے بارے میں مَیں نے تحدی کے ساتھ بیان کیا تھا سب بلا شک وشبہ غلط ہوگئیں؛ اس پر بھی ان لوگوں نے مجھے نہیں چھوڑا اور مجھ کو نبی و رسول مانتے رہے، اس کے مجرم یہ لوگ خود ہیں۔ مرزا صاحب کے اس جواب پر کف افسوس ملو گے اور پچتاؤ گے، مگر اس وقت پچتانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کردی اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمادیا کہ میرے بعد میری امت میں جھوٹے، دجال، کذاب، دعویٰ نبوت کرنے والے پیدا ہوں گے اور اُن کے جھوٹے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مَیں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اب یہ تو بتلاؤ کہ اس فرمان خدا اور رسول کے بعد کیا صالح بن ظریف، محمد بن تومرت،

ابومنصور عیسیٰ، حسن بن صباح، ابوعبداللہ مہدی، مرزا غلام احمد قادیانی (نبی ہوسکتا ہے)۔

مرزا صاحب کے دعوئ نبوت کا ثبوت ملاحظہ ہو:

(۱) قادیان......اُس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ دافع البلاء (خ ۲۳۰ ج ۱۸)

(۲) سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ دافع البلاء (خ ۲۳۱ ج ۱۸)

(۳) مَیں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پُکارا ہے اور اُس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ تتمہ حقیقة الوحی (خ ص ۵۰۳ ج ۲۲)

(۴) ہم نے غلام احمد کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، لیکن قوم نے اس سے اعراض کیا اور کہا کہ جھوٹا ہے۔ (مفہوم اربعین خ ص ۴۲۴ ج ۱۷)

(۵) خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو، یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق ...... اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔ اربعین (خ ۴۲۶ ج ۱۷)۔

(۶) مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تُو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ:

”ھو الذی ارسل رسُولہ بالھدیٰ و دین الحقّ لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ“۔ سورہ صف:) اعجاز احمدی (خ ص ۱۱۳ ج ۱۹)

اللہ تعالیٰ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کا مصداق بتلا رہا ہے اور مرزا صاحب اس آیت کو اپنے اور حصر کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب نے لوگوں کو دھوکہ دے کر اس آیت کا مصداق اپنے کو بتلا کر کس قدر صفائی کے ساتھ دعوئ نبوت تشریعی و رسالت کیا

ہے۔ اُن کے ماننے والوں پر تعجب ہے کہ مرزا صاحب کے اس فریب کو بھی نہیں دیکھتے ہیں اور مرزا صاحب کو اس آیت کا مصداق سمجھ رہے ہیں، (بقیہ ص ۲۰ پر)

(۷) مرزا صاحب نے صاحب شریعت نبی ہونے کا بھی صاف طور سے دعوی کیا ہے، ملاحظہ ہو، اربعین نمبر ۴ (خ ص ۴۳۵ ج ۱۷) میں لکھتے ہیں

”ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام ” **قل للمومنین یغضو امن ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک از کیٰ لھم**“۔ (سورہ مومنون:)

مرزا صاحب کی اس تحریر سے صاف روشن ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کو صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوی تھا جس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انھیں انکار ہے۔ مگر چونکہ خوف ہوا کہ مسلمان شور مچائیں گے مرزا کو آیت قرآنی سے انکار ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے، اس لئے نہایت صاف وصریح دعوے کے بعد کہہ دیا کہ ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

اے میاں! جب مرزا صاحب کو مستقل نبی صاحب شریعت ہونے کا دعوی ہے اور اپنا الہام بتا رہے ہیں کہ اللہ نے مجھے دین حق دے کر بھیجا ہے، پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخر النبیین کیسے ہوئے؟ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین بھی ہوں اور مرزا صاحب کا دعوئ نبوت بھی سچا ہو۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو مرزا صاحب ضرور جھوٹے ہیں بطور نمونہ اس جگہ پر تھوڑا لکھا گیا ہے، صحیفہ رحمانیہ نمبر ۶، ۷ دیکھو۔ مرزا صاحب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی

اپنی فضیلت ثابت کرتے ہیں ملاحظہ ہو صحیفہ رحمانیہ نمبر ۷۔ مصنفؒ)

وغیرہ وغیرہ کے دعویٰ نبوت و مہدویت نے ثابت نہیں کر دیا کہ یہ لوگ جھوٹے ، دجال، کذاب تھے؟۔ بیشک ان لوگوں کے دعویٰ نبوت کرنے سے فرمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا ہوا اور یہ لوگ مطابق احادیث صحیحہ کے کذاب ثابت ہوئے۔ افسوس صد ہزار افسوس! ایسی ایسی بیّن باتوں کو بھی نہیں دیکھتے ہو اور دکھلانے والے کو بُرے الفاظ کے ساتھ یاد کرتے ہو۔

غرض مرزا صاحب قیامت کے دن صاف جواب دے دیں گے کہ ہم نے دعویٰ نبوت کیا تھا اس کے مجرم ہم ضرور ہیں، مگر جو لوگ مجھ کو بعد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آیت: ”و لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖن“ (احزاب. ۳۹) کے پھر بھی نبی مانتے رہے وہ اس کے مجرم خود ہی ہیں۔ مرزا صاحب اپنی پیچدار تحریرات کو پیش کر کے جماعت مرزائیہ سے علیحدہ ہو جائیں گے اور تم اور تمھارے بہکانے والے خدا کے نزدیک ماخوذ ہوں گے۔

قادیانی خط کا جواب الجواب:

اب اپنے خط کا جواب ملاحظہ کرو! تم قبول کر رہے ہو کہ سلسلہ احمدیہ کے مخالفین خصوصاً ابو احمد صاحب رحمانی اور ان کے حاشیہ نشینوں کے مقابلہ میں مطابق اجازت قرآنی ”جَزٰٓ ؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِثْلُهَا. (یونس. ۲۶) “ کی سختی برتی جائے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اہل مونگیر نے مرزا صاحب سے سختی برتی ہے۔ اب ”اسرار نہانی“ والے اس کے بدلے میں سختی برتنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ کیا صریح جھوٹ ہے۔ حضرات مونگیر کو اس طرف توجہ بھی نہ تھی، تمھاری جماعت کی سختیوں اور بیجا دعوؤں نے انھیں متوجہ کیا اور مرزا صاحب کی کتابوں کو انھوں نے دیکھا۔ علماء کو اور اہل اسلام کو ایسے ایسے سخت الفاظ سے یاد کیا ہے کہ کوئی مہذب شخص اُن

الفاظ کا استعمال نہیں کر سکتا۔ اور انبیاء اور بزرگوں کی تو بڑی شان ہے۔ حضرات مونگیر ہرگز ایسے سخت الفاظ نہیں بولے جیسے مرزا صاحب نے لکھے ہیں۔ اور اگر کسی نے کچھ لکھا تو بلا شک اس نے ” جَزٰٓ ؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ “ پر عمل کیا۔ اب تمھارا لکھنا صریح ظلم ہے۔

مرزا قادیانی کی بیجا نصیحت:

اس کے علاوہ میں کہتا ہوں کہ تمھارے کرشن جی ، رودر گوپال، تو اس کے خلاف ہیں اور سختی برتنے والے کو اپنی جماعت سے خارج کر رہے ہیں۔ اُن کی تحریر دیکھو، التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء صفحہ نمبر ۳ میں تحریر کرتے ہیں: ”بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے“ (شہادت القرآن خ ۳۹۶ ج ۶، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۴۴۲)

پھر رپوٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۸۳ میں اپنے مریدین کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”اب خیال فرمائیے یہ ہدایت کیا تعلیم دیتی ہے اس ہدایت میں اللہ تعالیٰ کا کیا منشاء ہے اگر مخالف گالی دے تو اس کا جواب گالی سے نہ دو، بلکہ صبر کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمھاری فضیلت کا قائل ہو کر خود ہی نادم اور شرمندہ ہوگا“

اور صفحہ ۹۹ میں تحریر کرتے ہیں:

”جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے نہیں تو وہی کت پن کی مثال صادق آئے گی۔“

مطابق قول مرزا صاحب کے گالی سے اعراض کرنے والا خطابات ذیل کا مستحق ہوسکتا ہے۔ سعادت کے آثار، جوانمرد، صابر، مومن۔ اور جو اس کے خلاف عمل کرے اس پر وہی کت پن کی مثال صادق آئے گی۔

نصیحت کے خلاف مرزا قادیانی کی بدزبانی:

اب یہ تو بتلاؤ کہ مرزا صاحب نے اپنے وقت کے علماء کو خصوصاً مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کو ''ضمیمہ انجام آتھم'' ص ۴۶ سے ص ۵۲ تک میں لکھا ہے:

''اس زمانہ کے ظالم مولوی خاص کر رئیس الدجّالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ۔ **علیھم نعال لعن اللہ الف الف مرّۃ** [خدا کی لعنت کی دس لاکھ جوتی ان پر پڑیں] ناپاک اشتہار۔ اے پلید دجال۔ تعصب کے غبار نے تجھ کو اندھا کر دیا۔ احمقانہ عذر۔ ان احمقوں نے۔ اے نادانو!۔ آنکھوں کے اندھو!۔ مولویت کو بدنام کرنے والو!۔ (انجام آتھم خ ص ۳۳۰ ج ۱۱)۔

''مگر یہ خالی گدھے ہیں۔ جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے'' (خ ص ۳۳۱ ج ۱۱)

''ظالم مولوی۔ اے اسلام کی عار مولویو!۔ جہالت کی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ (انجام آتھم خ ص ۳۳۲ ج ۱۱)

''چوں کافر شناساتر از مولویت بریں مولویت بباید گریست''۔

اس احمق۔ حماقت ظاہر ہوئی۔ کیا تمھارا جنازہ پڑھا جائے۔ تمھارا گندہ جھوٹ۔ (انجام آتھم خ ص ۳۳۳ ج ۱۱)

مگر تم نے حق کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ کا گُوہ کھایا۔ پس اے بدذات خبیث دشمن اللہ رسول کے۔ یہودیانہ تحریف۔ مگر تیرا جھوٹ اے نابکار پکڑا گیا۔ وہ بدذات خود جھوٹا اور بے ایمان ہے۔ نابکار کی تزویر اور تلبیس ہے۔ (انجام آتھم خ ص ۳۳۴ ج ۱۱)

''اُن کی عقلوں پر ضلالت کا گرہن لگ گیا۔ تمام دنیا سے بدتر۔ ایمانی روشنی مسلوب ان کے دلوں پر انکار کی ظلمت کا خسوف کسوف لگ گیا۔ (انجام آتھم خ ص ۳۳۵ ج ۱۱)

''سب مخالفوں سے کہتے ہیں کہ ''جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی یعنی احمد بیگ کا داماد میرے روبرو مر جائے گا اور اس کی بیوی میرے نکاح میں آجائے گی تو اس

دن نہایت صفائی سے مخالفوں کی ناک کٹ جائے گی۔ اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کر دیں گے۔ (مفہوم انجام آتھم ص ۵۳ خ ص ۳۳۷ ج ۱۱)

اے عزیز! اب تو وہ باتیں پوری نہ ہوئیں؛ اب کس کے منحوس چہرے بندروں اور سؤروں کی طرح ہوئے؛ مرزا صاحب تو مر گئے قبر میں اُنھیں کون دیکھے؛ اب تو اُن کے ماننے والے ہی موجود ہیں، اِس سخت کلامی کے مصداق وہی ہوں گے۔ نہایت افسوس ہے کہ تم بھی اُنہی میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ یہ سخت کلامی تو صرف اُن کے ایک رسالے کے ایک مقام سے دکھائے گئے، اور دوسرے مقامات پر بہت سخت کلامی ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی وغیرہ وغیرہ کو گالیاں دیتے رہے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو بڑے مرتبے کے نبی ہیں، مرزا صاحب نے اُن کی شان میں کیا کیا نہ کہا جس کے سننے سے ہر مسلمان کا دل ہل جاتا ہے، ضمیمہ انجام آتھم دیکھو۔ یہ کیوں ہوا! کیا مرزا صاحب کو آیت قرآنی و احادیث نسیاً منسیاً ہو گئی تھیں؟۔ پھر یہ کہ اپنی تحریرات کا بھی خیال نہ رہا؛ بالفرض اگر مولوی عبدالحق صاحب وغیرہ نے مرزا صاحب کو گالیاں دی تھیں تو مرزا صاحب کو سعادت کے آثار، جوانمردی کا طریقہ، صبر، جس کا نتیجہ دشمنوں کا شرمندہ ہو کر فضیلت کا قائل ہو جانا تھا اور مومن کی صفت اختیار کرنا چاہئے تھا نہ گالی کے عوض گالی دے کر وہی ''کُت پن'' (کتوں والی عادت) کی مثال اپنے اوپر صادق کرنا لازم تھا۔

پھر مرزا صاحب (کتاب البریہ خ ص ۱۷ ج ۱۳) میں تحریر کرتے ہیں:

''اے دوستو اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں

اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل پر سختی کر کے کسی مُفسِدہ کو پیدا کریں۔ یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کردی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے'' کتاب البریہ۔ (خ ص ۱۷ ج ۱۳)

مرزا صاحب ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی و بردباری سے پیش آنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے عقل بڑھے گی، گہرے خیال پیدا ہوں گے۔ پھر مرزا صاحب نے مخالف کی گالیوں پر کیوں نہیں صبر کیا؟ نرمی اور بردباری کو چھوڑ کر ایسی سخت کلامی کیوں کی؟ اور خود جماعت سے خارج ہونے کے لائق کیوں ہوگئے؟۔

''کتاب البریہ'' کی تحریر دیکھنے کے بعد اب تم لوگوں کو لازم ہے کہ مطابق قول مرزا صاحب کے سب سے پہلے مرزا صاحب کو مولوی عبدالحق صاحب وغیرہ کو گالیاں دینے کے عوض میں اپنی جماعت سے خارج کردو یا خود ہی اُن سے خارج ہو جاؤ۔

غرض یہ مقولہ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے بہت ہی صحیح ثابت ہوا۔ کیونکہ مرزا صاحب تو دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور گالی بکنے والے کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں، مگر خود ہی جماعت سے خارج ہونے کا کام کر رہے ہیں، اس لئے اُن کے مریدین سے بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔

مصنف ''اسرار نہانی'' نے اسی اثر سے کہ جس درخت کے وہ پھل ہیں ایک خواب کی تعبیر میں اپنی کم علمی اور اُس بغض وعداوت کی وجہ سے کہ حضرت مصنف ''فیصلہ آسمانی'' نے جو مرزا صاحب پر اٹل اعتراضات کئے ہیں کہ جس سے مرزا صاحب کی نبوت و مسیحیت درہم برہم ہوگئی اور مونگیر سے قادیان تک جماعت مرزائیہ میں کھل بلی مچی ہوئی ہے، جواب سے عاجز ہیں، ہر ذی علم مرزا صاحب سے نفرت کرنے لگا ہے اور مسلمانوں کا بہت بڑا گروہ مرزائیوں کے فریب سے بچ گیا، اُن کی واقعی حالت لوگوں پر روشن ہوگئی ہے، سب جان

گئے کہ مرزا صاحب قرآن مجید سے، صحیح حدیث سے، اپنے اقرار سے جھوٹے ہیں۔ اصل اعتراض سے عاجز آکر گالیاں دینی شروع کردی تاکہ مسلمانوں کو دوسری طرف متوجہ کریں۔ پھر کیا مسیح موعود اور اُن کے حواری ایسے جھوٹے ہو سکتے ہیں؟ شرم! شرم!۔

تم لکھتے ہو کہ جو معیار ولایت وصداقت ابواحمد صاحب رحمانی نے اپنی کتاب ارشاد رحمانی میں تحریر کی ہے وہ بالکل گندہ، جھوٹ اور فریب اور مکاری ہے۔ اور جو معیار قرآن کریم نے پیش کئے ہیں اُس کی رو سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بالکل بالکل صادق اور راست باز ثابت ہوتے ہیں۔

اے عزیز! ابواحمد صاحب رحمانی کی معیار ولایت کی صداقت تو بڑے بڑے اولیاء اللہ کر رہے ہیں۔ اُن میں وہ بھی بزرگ ہیں جنھیں تمھارے بہکانے والے مجدد اور نبی مان رہے ہیں ''القاء'' (''القاء شیطانی'' سے مرزائی پنڈت عبدالماجد کی کتاب مراد ہے۔ اس کی تردید میں چھ رسائل شائع کئے گئے، مگر مرزائی کسی کا جواب نہ دے سکے ان میں سے ایک کتاب ''اغلاط ماجدیہ'' بھی ہے۔ شاہ عالم) کو دیکھو۔ اگر تم اپنی سخت نادانی سے قرآن مجید پر سخت حملہ کرتے ہو یعنی یہ کہتے ہو کہ قرآن مجید ایسے جھوٹے مدعی کی صداقت بیان کرتا ہے جس کا جھوٹا ہونا دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، کانوں سے سن رہی ہے۔ جن کی زبان نے جن کی تحریر نے انہیں جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔ یہ کیا غضب ہے! تمھاری عقل کہاں چلی گئی!۔ کیا ایسے جھوٹے کی تصدیق قرآن مجید میں ہو سکتی ہے؟ توبہ کرو، توبہ!

مرزا قادیانی کی دروغ گوئی:

اب تم اس جگہ پر اپنے مسیح کاذب کی دروغ گوئی اور فریب دہی اور ان کا جھوٹا ہونا ملاحظہ کرو۔ مرزا صاحب کی گندہ ذہنی کو تو اوپر دکھلا چکا ہوں اب ان کے جھوٹ کا نمونہ دیکھو اور خدا کے لئے غور کرو۔

(۱) مرزا صاحب شہادت القرآن میں تحریر کرتے ہیں:

'' پیشگوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو، بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں'' (خ ج۶ ص۳۷۵/۳۷۶)

مرزا صاحب کا یہ قول سراسر غلط ہے۔ کیونکہ پیش گوئیاں تو رمال، جفار، نجومی کاہن وغیرہ سب ہی کیا کرتے ہیں۔ ایسی مشترک چیز کے بارے میں یہ کہنا کہ ''اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے'' صریح جھوٹ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔ کیا مسیح موعود ایسا ہی جھوٹ بول کر لوگوں پر قبضہ حاصل کریں گے؟ مرزا صاحب کی دروغ بیانی قابل دید ہے۔

(۲) مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ وعید کی پیشین گوئی کا خوف سے ٹل جانا سنت اللہ ہے۔

(۳) وعید کی میعاد کا خوف سے ٹل جانے کا ثبوت قرآن وحدیث سے بتانا۔

(۴) اس کو اجماعی عقیدہ کہنا۔ یہ تینوں دعوے متعدد مقامات سے ثابت ہیں، مثلاً صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۳۲ تک انجام آتھم دیکھو۔ حالانکہ یہ تینوں دعوے محض غلط ہیں۔ نہ اجماعی عقیدہ ہیں اور نہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہے، بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے، دیکھو فیصلہ آسمانی حصہ سوم۔

(۵) مرزا صاحب ''ازالۃ الاوہام'' میں تحریر کرتے ہیں۔ دیکھو صفحہ (خ ۱۹۲ ج ۳)

علماء ہند کی خدمت میں نیاز نامہ:

اے برادران دین وعلماء شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سُنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے مُنہ سے سُنا گیا ہو، بلکہ یہ وہی پُرانا الہام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پا کر براہین احمدیہؔ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گذر گیا ہوگا۔ میں نے یہ

دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذّاب ہے۔

پھر صفحہ (خ ۱۹۷ ج ۳) میں تحریر کرتے ہیں:

''میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے، بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔''

''ازالۃ الاوہام'' کی تحریر سے روشن ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کو صرف مثیل مسیح کا دعوی تھا جو لوگ مرزا صاحب کو مسیح موعود خیال کریں وہ مطابق قول مرزا صاحب کے کم فہم ہیں، کیونکہ مسیح موعود تو ایک ہی شخص آنے والے ہیں اور مرزا صاحب اپنے جیسے دس ہزار تک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دے رہے ہیں۔ اور مرزا صاحب مسیح ابن مریم بھی نہیں ہیں جو شخص یہ الزام مرزا صاحب پر لگاوے وہ مطابق فتوی مرزا صاحب کے کذاب ومفتری ہے۔

اس کے بعد کشتی نوح صفحہ (خ ۵۱ ج ۱۹) میں تحریر کرتے ہیں:

''مگر جب وقت آ گیا تو وُہ اَسرار مجھے سمجھائے گئے۔ تب مَیں نے معلوم کیا کہ میرے اِس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وُہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ اس دروغ گوئی کی کوئی حد ہے یا نہیں کہ پہلے تو اُسی براہین احمدیہ کے الہامات سے اُنھوں نے اپنے کو مثیل مسیح سمجھا اور ''ازالۃ الاوہام'' میں صاف لکھدیا کہ ''مسیح موعود نہیں ہوں ایسا خیال کرنے والا کم فہم ہے'' اور پھر کشتی نوح میں اُسی براہین احمدیہ کے الہامات سے اپنے کو مسیح موعود خیال کر لیا اور غلط تحریر کر دیا کہ اس دعوی میں کوئی نئی بات نہیں ہے چونکہ مسیح موعود ایک ہی ہوں گے اور مرزا صاحب پہلے لکھ چکے ہیں کہ میرے جیسے دس ہزار تک آسکتے ہیں۔ اس لئے کشتی نوح والی تحریر میں یکدم نئی بات ہوگئی جو اُن کی پہلی

تحریر سے جھوٹ ہو جاتی ہے۔

(۶) کشتی نوح میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

’’اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی۔ اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مُراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بناویں گے۔ اور نیز کہا گیا کہ یہ وُہ ہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنیوالا تھا۔ جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے۔ اور شک محض نافہمی سے ہے۔ (خ ص۵۲ ج ۱۹)

عزیزم دیکھو! مرزا صاحب اپنی پہلی تحریر میں مسیح ابن مریم سے انکار کر رہے ہیں، جو مرزا صاحب کو مسیح ابن مریم کہے، اس کو مرزا صاحب مفتری اور کذاب کہہ رہے ہیں۔ اب تم ہی ایماناً دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے کانشنس سے جواب طلب کرو کہ ایسا شخص جس کے ہوش وحواس درست نہ ہوں، جس کو اپنی تحریرات کا خیال نہ ہو کہ کہیں کچھ لکھ دیا اور کہیں کچھ۔ جو شخص اپنے ایک ہی الہام کا مطلب کہیں کچھ کہتا ہے اور کہیں صریح اس کے مخالف بیان کرتا ہے، پھر جس الہام کے معنی وہ مسیح موعود سمجھے کیا وجہ کہ یہ نہ کہا جائے کہ اس کے معنی یہ تھے کہ تو مسیح موعود نہیں ہے اور مرزا صاحب نے غلطی سے اُس کے معنی یہ سمجھ لئے کہ ’’میں مسیح موعود ہوں‘‘۔

اب غور کرو کہ جس کے صریح اقوال اُسے جھوٹا بتاتے ہوں وہ مسیح موعود ہو سکتا ہے؟۔ جب تعصب سے علیحدہ ہو کر خیال کرو گے تو ضرور دل یہی جواب دے گا کہ مرزا صاحب جھوٹے تھے۔ اور یہ بھی بتلاؤ کہ ان دونوں تحریروں میں سے کونسی تحریر کو جھوٹی تسلیم کرتے ہو! اگر ایک جھوٹی ہے تو پھر دوسرے کے جھوٹی نہ ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟؟۔

مرزا قادیانی کی بدحواسی:

اتنا ہی نہیں، بلکہ مرزا صاحب کی بدحواسی اور دیکھو۔ مرزا صاحب خود ہی ابن مریم بھی

بنے ہیں، کشتی نوح صفحہ (خ ۵۰ ج ۱۹) میں لکھتے ہیں کہ:

’’میں پہلے مریم بنایا گیا اور مریم کی طرح عیسیٰ کی رُوح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے مَیں ابن مریم ٹھہرا۔‘ (مفہوم)

ذرا غور کرو! یہ کیسے مہملات ہیں جو مسیح موعود بننے کے لئے کئے گئے ہیں۔ کسی اور نبی اور رسول نے ایسی باتیں بنائی ہیں؟۔ انبیاء علیہم السلام کی شان ایسے مہملات سے مبرّا ہے۔ ایسے مہملات کے سنبھالنے کے لئے ایک منہاج نبوت بنایا گیا ہے جس کی حقیقت اور لغویت انشاء اللہ عنقریب ظاہر ہو جائے گی۔

اب یہ تو بتلاؤ کہ مرزا صاحب کتنی مدت تک مریم رہے؟ اتنے دنوں تک کسی غیر محرم کے سامنے آتے جاتے تھے یا نہیں؟ اور جب استعارے کے رنگ میں وہ حاملہ تھے تو کوئی بوجھ حمل کا اُن پر ہوا تھا یا نہیں؟ اور جس وقت مریم سے عیسیٰ پیدا ہوئے تو کوئی تکلیف دردزہ کی ہوئی یا نہیں؟ اور کچھ زمانہ تک نماز روزہ معاف ہو گیا تھا یا نہیں؟ کیونکہ وہ زمانہ عورتوں کے معافی کا ہے۔ پھر عیسیٰ ہونے کے ساتویں دن بعد عقیقہ ہوا تھا یا نہیں؟ کیونکہ یہ ایک سنت ہے اور مسیح موعود سے سنت کا ترک ہونا محال ہے۔ اس عقیقہ کی دعوت میں کتنے لوگ شریک ہوئے تھے؟ بکرا یا بکری ذبح کی گئی تھی یا نہیں؟ اور پھر جب عیسیٰ ہو چکے اور اپنے کو ظل عیسیٰ کہنے لگے تو اصلی عیسیٰ علیہ السلام کی سنت کو چھوڑ کر شادی کیوں کر لی؟۔ اور شادی کرنے کے بعد آخر عمر میں ایک نو سالہ لڑکی پر عاشق کیوں ہو گئے؟۔

جذبہ عشق میں آکر عقل سلیم کو بھی خیر باد کہہ کر اُس لڑکی کے پھوپھا اور پھوپی کو جو مرزا صاحب کے سمدھی تھے اور اس کے والد کو خوشامد اور چاپلوسی و دھمکی کے خطوط کیوں لکھنے لگے؟۔ شادی نہیں کر دینے پر اُس کے پھوپھا کی لڑکی کو جو مرزا صاحب کے لڑکے کی بیوی تھی

اپنے بیٹے سے طلاق کیوں دلوانے لگے؟ اور طلاق نہیں دینے پر اپنے بیٹے کو عاق کیوں کر دیا؟ اور عاق کر دینے پر ترکہ سے محروم کیوں کر دیا؟ یہ مسئلہ کس شرع کا ہے؟ کیا یہی شان مسیح موعود کی ہوگی؟ نہیں ہر گز نہیں۔

ہائے افسوس! مرزا صاحب کی حالت پر کوئی مرزائی غور نہیں کرتا ہے اور دکھلانے والوں کو بُرے الفاظ کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ اپنے مسیح کاذب کی دروغ گوئی، مکاری، فریب دہی کو ملاحظہ کرو کہ کس کس چال سے وہ اپنے کو مسیح موعود منوانا چاہتے ہیں اور نہ ماننے والوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اب اگر جواب میں کسی نے کچھ کہا تو اس نے ’’**جزاء سیئة سیئة**‘‘ پر عمل کیا۔

(۷) یہ بات ثابت کر دی گئی کہ پیشین گوئی کرنا سچے ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی، بہت جھوٹے رمال پیشین گوئی کرتے پھرتے ہیں۔ پیشین گوئی کو نبوت کا نشان کہنا محض غلط ہے۔ مگر اُنھیں پیشین گوئیوں کو مرزا صاحب اپنا نشان کہتے ہیں۔

اے عزیز تمھیں نہیں معلوم کہ پنڈے اور رمال پیشین گوئیاں کرتے پھرتے ہیں؛ پھر جو بات معمولی لوگ کرتے ہیں وہ کسی مقدس یا نبی کا نشان کیسے ہوسکتا ہے؟۔ ذرا تو سوچو! اس کے بعد ہمارے علماء نے یہ بھی دکھا دیا کہ اگر تمھاری غلط بات، سمجھانے کے لئے صحیح مان لی جائے تو وہ پیشین گوئیاں جنھیں مرزا صاحب نے اپنی صداقت کا معیار اور نہایت ہی عظیم الشان نشان قرار دیا تھا وہ بالکل غلط ثابت ہوئیں اور اس میں جو متعدد وعدۂ خداوندی مرزا صاحب نے بیان کئے تھے وہ سب غلط ہوگئے۔ اس لئے بموجب ارشاد خداوندی، مرزا صاحب کاذب ٹھہرے۔ ان نصوص کا بیان متعدد رسالوں میں کیا گیا ہے، خصوصاً فیصلہ آسمانی ہر سہ حصہ ملاحظہ ہو۔

(۸) جو کچھ میں نے بیان کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ تم ہمارے علماء کے رسالے دیکھو۔ مگر تمھارے مولوی (پنڈت) نے اُن کے دیکھنے کو منع کر دیا ہوگا۔ اس لئے میں مرزا

صاحب ہی کا قول پیش کرتا ہوں اُسے تو دیکھو کہ مرزا صاحب اپنے صاف اقرار سے جھوٹے ہیں۔ رسالہ بدر مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کا یہ قول ہے کہ:

’’میرا کام جس کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور شان دنیا پر ظاہر کروں پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آوے تو میں جھوٹا ہوں پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے اور وہ انجام کو نہیں دیکھتی اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود و مہدی موعود کو کرنا چاہئے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں‘‘

اے عزیز! یہ مرزا صاحب کا کلام ہے اس میں نہایت صاف طور سے مسیح موعود کے تین کام بتائے ہیں۔ پہلا کام عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑنا۔ دوسرا کام تثلیث پرستی کی جگہ توحید پھیلانا، یعنی یہ نہیں کہ تثلیث کی جگہ بت پرستی کرائیں، بلکہ توحید پھیلائیں۔ تیسرا کام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کا ظاہر کرنا۔

اب تم بتاؤ کہ مرزا صاحب نے جو مسیح موعود کے تین کام بتائے تھے اُن میں ایک کام بھی کیا؟۔ خدا کے لئے ذرا سر جھکا کر غور کرو۔ تثلیث پرستی کا ستون توڑنا تو بہت بڑی بات تھی اُن کی وجہ سے تو عیسائیوں نے تثلیث پرستی سے توبہ بھی نہیں کی۔ اُن کے اس قدر شور غل سے سو پچاس بت پرست ایمان نہیں لائے اور توحید پرست نہیں ہوئے۔ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کیا ظاہر کی بلکہ اس کے برعکس اپنے اقوال سے آپؐ کی توہین ثابت کی اور اُن کے مریدین کر رہے ہیں۔

مثلاً ضمیمہ انجام آتھم (خ ۳۳۰۔۳۳۷ ج ۱۱) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو پیشین گوئیاں اپنی نسبت بیان کیں اور وہ دونوں جھوٹی ہوئیں۔ پھر کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط فہمی ثابت کی جاتی ہے، دیکھو القائے شیطانی ص ۵۴۔

اے عزیز آنکھیں کھول کر دیکھو کہ مرزا صاحب نے جو کام مسیح موعود کا بتایا تھا وہ ہرگز نہیں ہوا، بلکہ برعکس کیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اُن کے قول کے بموجب، تم انھیں جھوٹا نہیں کہتے؟ اوران کے جھوٹے ہونے پر گواہی نہیں دیتے؟۔ یہ کیا اندھیر ہے؟۔

مرزائیوں کے لئے نصیحت بانداز دیگر:

اب میں تمھیں دوسری طرح سے سمجھاتا ہوں؛ خدا کے لئے غور سے دیکھو۔ مرزا صاحب کی تحریر سے روشن ہورہا ہے کہ جولائی ۱۹۰۶ء تک مرزا صاحب سے یہ کام انجام نہیں ہو پایا تھا اوراس وقت تک یہ علت غائی ظہور میں نہ آئی تھی۔ یعنی اس وقت تک نہ تثلیث پرستی ٹوٹی اور نہ توحید پھیلی تھی اسی وجہ سے صاف کہہ رہے ہیں کہ ''اگر یہ علت غائی میری زندگی میں ظہور میں نہ آئی تو میں جھوٹا ہوں'' مرزا صاحب ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء میں مرگئے ۔اب یہ تو بتلاؤ جولائی ۱۹۰۶ء سے مئی ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب نے عیسٰی پرستی کے ستون کو کیا توڑا اوراس کی جگہ پر کہاں توحید پھیلائی اورحمایت اسلام کی۔

اب غالباً تمھارے بہکانے والے تمھیں اس طرح بہکائیں گے کہ مرزا صاحب نے ایک رسالہ لکھ کر ثابت کردیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام مرگئے، اس سے تثلیث باطل ہوگئی اورتثلیث پرستی کا ستون ٹوٹ گیا۔ میں کہتا ہوں کہ کیسی نادانی کی بات ہے۔ تم بھی غور کرو کہ چند اوراق سیاہ کرنے سے تثلیث پرستی کا ستون ٹوٹ گیا؟ اوراس کے ماننے والے نہ رہے؟۔ تثلیث کا بطلان تو اگلے علماء نے بہت کچھ کیا ہے یہاں تک کہ حضرت مسیح کی موت بھی عیسائیوں کی اور یہود کی کتاب سے ثابت کی ہے۔ پھراس سے کیا وہ مسیح موعود ہوگئے؟۔ تمھیں اورتمھاری جماعت کو تو وہ کام دکھانا چاہئے جو مسیح موعود سے مخصوص ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھ رہے ہیں۔ اگر تثلیث کا بطلان دیکھنا چاہتے ہو تو مولوی رحمت اللہ مرحوم کی کتابیں دیکھو، جو مرزا صاحب کے وجود سے قبل لکھی گئی ہیں۔ اوراگر حضرت عیسٰی

علیہ السلام کی موت کا ثبوت چاہتے ہو تو مولوی چراغ علی مرحوم اورسرسید کی تحریریں دیکھو۔ انھوں نے عیسائیوں کی عبرانی اور یونانی کتابوں سے ثابت کیا ہے اورقرآن شریف سے بھی ۔مرزا صاحب نے تو کچھ انہیں سے چرا کر لمبی چوڑی باتیں بنائی ہیں جن کا رد مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے کردیا ہے۔ اورلطف یہ ہے کہ تمھارے بہکانے والوں کے جواب کا رد تو خود مرزا صاحب کی تحریر سے ظاہر ہے۔ کیونکہ تثلیث کا ستون توڑنے کے لئے ۱۹۰۶ء میں وعدہ کررہے ہیں اوراشاعت توحید اورحمایت اسلام کردکھانے کا بھی وعدہ دے رہے ہیں۔ اورحضرت مسیح علیہ السلام کی موت کے ثبوت میں جو ''ازالۃ الاوہام'' کے صفحہ ۲۴۶ وغیرہ میں لکھا ہے وہ اس دعوے کے پندرہ برس پہلے لکھا جاچکا ہے، کیونکہ ''ازالۃ الاوہام'' ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا ہے۔ اگراس کا لکھنا ستون کا توڑنا تھا تو مرزا صاحب یہ لکھتے کہ میں، ستون توڑ دیا۔ مگر یہ نہیں لکھا، بلکہ آئندہ توڑنے کا وعدہ کیا جس سے بہکانے والوں کا رد مرزا صاحب ہی نے کردیا۔

ستونِ تثلیث پرستی توڑنے کا مرزائی ڈھونگ:

(۹) اس کے علاوہ میں تم سے ایک بڑے پایہ کی بات کہتا ہوں جو تمھارے بہکانے والوں کے خیال میں بھی نہ ہوگی۔ وہ یہ کہ تثلیث پرستوں کا یہ اعتقاد تو نہیں ہے کہ جب سے حضرت عیسٰی علیہ السلام دنیا میں آئے جس کو انیس سو برس ہوتے ہیں، اس وقت سے تثلیث شروع ہوئی اوران کے دنیاوی وجود پراس کا ثبوت منحصر ہے جب وہ پیدا نہ ہوئے تھے اس وقت تثلیث نہ تھی۔ اسی طرح اگر وہ مرجائیں تو تثلیث باطل ہوجائے، یہ خیال نہایت ناواقفی اورکم علمی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ تثلیث پرستوں کے خیال میں تو تثلیث خداتعالیٰ کی ذات میں داخل ہے اس لئے جس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دنیاوی وجود سے پہلے اُن روحانی وجود سے تثلیث قائم تھی اسی طرح اگر اُن کا جسمانی وجود نہ رہے تو اُن کے خیال

کے بموجب ان کے روحانی وجود سے تثلیث قائم رہے گی۔ پھر ان کی موت ثابت کرنے سے تثلیث کا ستون کیسے ٹوٹ گیا؟۔

یہ نہایت صاف بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے ان کی خیالی تثلیث کا بطلان ہرگز نہیں ہوتا۔ اس لئے تمھاری جماعت کا مذکورہ جواب بالکل غلط ہے، کئی وجہ سے اس کی غلطی ظاہر ہے۔ اور مرزا صاحب بالیقین اپنے مقرر کردہ معیار سے جھوٹے ہیں۔ اگر تمھاری جماعت کو اُن کے سچے ہونے کا دعوی ہے تو ہماری باتوں کا جواب دے اور جو کام مسیح موعود کے خود مرزا صاحب نے اِس قول میں بیان کئے ہیں اُن کا وجود دکھلائے۔ اُنھوں نے توحید کہاں پھیلائی؟ کون سے مشرکوں کو انھوں نے مسلمان بنایا؟ اسلام کی حمایت اُنھوں نے کیا کی؟

اے عزیز! کیا یہی حمایت کی، کہ دنیا میں جو چالیس کروڑ مسلمان تھے اُن کو کافر کر کے دنیا سے اسلام کو گویا ناپید کر دیا؛ یہ اسلام کی تائید ہوئی؟۔ سبحان اللہ! اِس پر غور کر کے کچھ شرم کرو! اور یہ کہو کہ مرزا صاحب کے کہنے کے بموجب تم ان کے جھوٹے ہونے پر گواہی کیوں نہیں دیتے۔ اس میں تمھیں اور تمھاری جماعت کو کیا عذر ہے؟۔ جو جھوٹا عذر کر سکتے تھے سو اس کا جواب دیا گیا اور نہایت شافی جواب دیا گیا۔ اب اگر اس سچی شہادت دینے میں کوئی عذر ہو تو ضرور بیان کرو، میں اس کے سننے کا مشتاق ہوں۔

ہاں! یہ بھی خیال رہے کہ اس قول نے تو مرزا صاحب کے سارے نشانات ہی بے کار کر دیئے، اب تو تمھارے مرشد بے نشان رہ گئے اور اپنے اقرار سے جھوٹے ہو گئے؛ پھر ایسے شخص کی سچائی قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہتے ہو، شرم! شرم!۔

اس کے بعد ایک اور قول بھی دیکھو جس سے مذکورہ قول کی شرح ہوتی ہے اور ان کے جھوٹے ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ مرزا صاحب ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۳۰ سے ۳۵ تک (خ ص ۳۱۴ تا ۳۱۹ ج ۱۱) میں تحریر کرتے ہیں:

’’اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مرجانا ضروری ہے یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے، یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائے۔ اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جائے اور دنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے۔ تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کروں گا۔‘‘

یہ مرزا صاحب کا قول ہے اس پر خوب نظر کرو! اس میں مرزا صاحب اپنی صداقت کے ثبوت میں تین علامتیں بیان کرتے ہیں۔

ایک یہ کہ سات برس کے اندر اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر ہوں۔

دوسری یہ کہ اِس سات برس کی مدت میں مسیح کے ہاتھ سے یعنی میرے ذریعہ سے ادیان باطلہ، یعنی جھوٹے دینوں کا مثلاً عیسائی، ہنود وغیرہ کا مذہب مر جائے گا۔

تیسری یہ کہ عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جائے گا اور دنیا اور رنگت پکڑ جائے گی۔

یہاں مرزا صاحب نے نہایت صفائی سے مسیح موعود کے کام اور ان کے نشانات بیان کئے، جس سے پہلے قول کی بخوبی تشریح ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ تثلیث پرستی کے ستون توڑنے سے ان کا یہ مقصود تھا کہ تثلیث پرستوں کا مذہب مردہ ہو جائے گا اور عیسائی، مسلمان ہوں گے۔

یہاں یہ خوب خیال رہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود کا کام بتاتے ہیں اور حدیثوں سے بھی مسیح موعود کا یہی کام معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حقیقت المسیح میں وہ حدیث لکھی ہے۔

’’اور جو دینی کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کے لئے معین ہو چکا ہے وہ ہر طرح انہیں کرنا ضرور ہے وہ کریں گے، خلق انھیں تکلیف دے اور اُن کی سنے یا نہ سنے۔‘‘

بہر حال اس علامت کا پایا جانا مرزا صاحب ضروری بتاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ’’اگر اس سات برس کی مدت میں اِن باتوں کا ظہور نہ ہوتو میں اپنے تئیں جھوٹا خیال کرلوں گا‘‘ مرزا صاحب کا یہ قول ،۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کا ہے۔ اس کے بعد پورے گیارہ برس زندہ رہے، اب ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ سات برس کیا، گیارہ برس میں بھی اُن علامتوں کا نشان بھی نہیں پایا گیا۔

اے عزیز! تم بھی آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اسلام کی خدمت میں ان کا کیا اثر نمایاں ہوا؟ اُن کی وجہ کتنے آریہ، اور عیسائی وغیرہ ایمان لائے؟ کون جھوٹا دین ان کی وجہ سے مردہ ہوا؟ دنیا نے کون سی اچھی رنگت پکڑی؟ ۔ یہ تو نہایت ظاہر ہے کہ یہ کچھ نہیں ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اُنھیں جھوٹا خیال نہیں کرتے اور اپنی عاقبت برباد کررہے ہو۔ کیا تمھیں اب خیال نہ ہوگا کہ مرزا صاحب کی صداقت کے ثبوت میں جو آیتیں پیش کی گئی ہیں وہ تمھیں اور عوام کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ بھلا ایسے جھوٹے شخص کی صداقت قرآن شریف میں ہوسکتی ہے جس کا جھوٹا ہونا خود اس کے متعدد اقراروں سے ظاہر ہو؟ ۔تم اس کا یقین کرو کہ مسیح موعود کی جو علامتیں حدیث میں آئی ہیں اور حقانی علماء نے لکھی ہیں وہ مرزا صاحب میں ہرگز نہیں پائی گئیں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اُن کی زبان سے اس کا فیصلہ کردیا۔ اس کے بعد بھی مرزا صاحب کو سچا نبی اور مسیح موعود مانتے رہنا کس قدر بے ایمانی اور بد دیانتی کی بات ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب میں وہ حالت نہیں پائی گئی جو مسیح موعود کے لئے حدیثوں میں آئی ہے اور خود بتلا رہے ہیں۔ بلکہ مطابق اپنے پختہ اقرار کے جھوٹے ثابت ہوگئے۔

غرض کہ اس نونمبر میں اچھی طرح سے دکھلا دیا گیا کہ مرزا صاحب مطابق معیار قرآن مجید وحدیث کے اور اپنے قول وفعل اور اقرار سے مسیح کاذب ثابت ہورہے ہیں پھر ایسے مسیح کاذب کو مسیح صادق کہے جانا، خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ (ترجمہ: یعنی جنھوں نے سچ بات کو نہ مانا اور اپنے جھوٹے مذہب پر اڑے رہے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن کے

دلوں پر مہر کردی گئی ہے یہ حق بات کبھی نہ مانیں گے۔ (بقرہ:۷) مصنفؒ) کی نشانی نہیں ہے تو کیا ہے؟۔

یہی لاجواب اعتراضات مرزا صاحب پر کئے گئے ہیں اور مرزائی جماعت اُن کے جواب سے عاجز ہے، اس لئے ایک خواب کو پیش کرکے عوام کو دھوکہ دینا چاہتی ہے۔

خواب اور اُن کی تعبیریں:

تمھاری تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو خواب حضرت ابواحمد رحمانی مدّ فیضہم نے دیکھا تھا اور جس کو تم گندگی سے تعبیر کرتے ہو اور مصنف ’’اسرار نہانی‘‘ نے اپنی تمام کتاب میں اسی جملہ کے اوپر اُن کی ولایت اور درویشی کو غلط ثابت کرنے کے لئے اپنی طرف سے معیار قرار دے لیا ہے، میں کہتا ہوں کہ مصنف اسرار نہانی کو جہل مرکب کے علاوہ تعصب اور طمع دنیا نے اندھا کردیا اور حضرت اقدس کے لاجواب رسالوں کو دیکھ کر وہ اور اسکے معین و مددگار، سب (نے) جواب سے عاجز ہوکر یہ رسالہ لکھا تھا کہ حضرت مؤلف مدّ فیضہم کی توجہ دوسری طرف پھرے اور ہم کو اعتراضوں سے مہلت ملے، عوام بھی دوسری طرف متوجہ ہو جائیں۔ اسکے بعد اُنھیں یہ بھی امید تھی کہ قادیان میں ہماری قدرومنزلت ہوگی، چنانچہ اُن کی امید پوری ہوئی اور پچاس روپئے کی تنخواہ جو اُن کی حیثیت سے بہت زیادہ ہے مقرر ہوگئی اور دنیا میں اُنھیں اس کا نتیجہ تھوڑے دن کے لئے مل گیا جیسا (کہ) اِس وقت بہت (سے) بے دینوں اور کافروں کو مل رہا ہے، آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ دیکھیں گے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تمھیں اور اُنھیں خوف خدا کے ساتھ کچھ علم ہوتا تو ہرگز ایسا رسالہ شائع نہ کرتے اور نہ تم ایسا خط میرے پاس بھیجتے۔ چونکہ تم لوگوں کو تعصب نے اندھا کردیا ہے، اس لئے تم لوگوں کو اچھی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو اور خوب غور سے دیکھو، اس کو میں واضح طور سے بیان کردیتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو توبہ کی توفیق

عنایت فرماوے۔

خواب کی تعبیر نہایت مشکل ہے اسی وجہ سے اگلے بزرگوں میں بعض بزرگ تعبیر دینے میں مشہور ہیں، مثلاً ابن سیرینؒ، اگر مؤلف ''اسرار نہانی'' کے مثل عام لوگ خواب کی تعبیر دے سکتے تو یہ خصوصیت کیوں ہوتی کہ ابن سیرین تعبیر دیتے ہیں۔ بعض خوابوں کی تعبیر بالکل الٹی ہوتی ہے، یہ مشہور بات ہے کہ جب کوئی اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو مردہ دیکھے تو اُس کی تعبیر یہ ہے کہ اُس کی عمر زیادہ ہوگی۔ آپ کے مرزا صاحب بھی جا بجا لکھتے ہیں کہ بعض وقت خواب کی تعبیر الٹی ہوتی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک ہی خواب کی تعبیر دیکھنے والے کے لحاظ و حالت سے مختلف ہوتی ہے۔ اس قسم کے خواب کی مثالیں لکھی ہیں، مگر یہاں لکھنا فضول معلوم ہوتا ہے۔ البتہ دو خواب اور اُن کی عجیب وغریب تعبیریں نقل کرتا ہوں تم دیکھو۔

حضرت باوا فرید گنج شکرؒ ابن سیرینؒ کی تعریف کرتے ہیں اور بعض خواب لکھتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص ماہ رمضان میں آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ انگشتری میرے ہاتھ میں ہے اور میں لوگوں کے منہ اور عورتوں کے فرجوں پر مہریں لگا رہا ہوں۔ ابن سیرینؒ نے کہا کیا تو مؤذن ہے؟ (اُس نے) کہا، ہاں، (ابن سیرین نے) فرمایا، پھر تو اذان ٹھیک وقت پر کیوں نہیں دیتا۔

ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ (لوگ) روغن تلوں سے نکالتے ہیں اور میں پھر اسی تلوں میں ملا دیتا ہوں۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ جو عورت تیرے گھر میں ہے وہ ایسا نہ ہو کہ تیری ماں ہو؛ تو اچھی طرح تحقیقات کر۔ وہ شخص گھر میں آیا اور اس کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ وہ عورت اس کی والدہ تھی۔

اب اِن خوابوں میں اور اُن کی تعبیر میں غور کرو کہ بزرگوں نے اسے عجیب وغریب لکھا ہے اور حضرت اقدس کا خواب تو ایسا مشہور اور مستند ہے کہ بہت (سے) بزرگوں نے اِس

خواب کا عمدہ ہونا بیان کیا ہے۔ اگر خوف خدا اور حق طلبی ہے تو دیکھو اور انصاف کرو۔ اس سے تمھارے بہکانے والے کی حالت معلوم ہو جائے گی۔

اوّل یہ بات نہایت مشہور ہے کہ بی بی زبیدہ خاتون نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میں لیٹی ہوں اور انسان اور جانور چلے آتے ہیں اور ہر ایک مجھ سے صحبت کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ جس کی تعبیر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتائی تھی کہ اُس عورت سے کوئی ایسا کام ہوگا جس سے کثرت سے لوگ و جانور اُن سے فیض یاب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بی بی زبیدہ خاتون نے مکہ معظّمہ میں نہر بنوائی جہاں شیریں پانی کی نہایت ضرورت تھی جس کی وجہ سے ساکنان مکہ معظّمہ اور تمام دنیا کے حاجی اور چرند و پرند فیضیاب ہوتے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ ظاہراً یہ خواب کیسا برا معلوم ہوتا ہے، مگر اس کی تعبیر کیسی عمدہ ہے اور ایسا خواب دیکھنے والے سے کس قدر فیض جاری ہوا۔

دوسرے حضرت مخدوم شرف الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ ارشاد السالکین میں تحریر فرماتے ہیں:

''تا سالک سر برادر خود را نبرد مسلماں نہ شود وتا بمادر خود جفت نہ شود مسلماں نہ شود''

حضرت ممدوح اس خواب پر ولایت و مسلمانی کو منحصر فرماتے ہیں، یعنی جو کامل مسلمان اور ولی ہوگا وہ ضرور اس خواب کو دیکھے گا۔

اب اپنی جماعت پر افسوس کرو کہ کیسی عمدہ بات کو گندہ بتا رہے ہیں اور ادنی سے لیکر اعلی تک یہاں تک کہ جو مدعی (مرزا قادیانی) کے صحابی (پنڈت) اور خلیفہ (گدی نشین) ہیں ان باتوں کو نہیں جانتے جو بڑے بڑے اولیاء اللہ نے لکھی ہیں اور اپنے گروہ کی بیہودہ گوئی اور غلط بیانی کو نہیں روکتے، اس سے اُن کی حالت بھی خوب معلوم ہو جاتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جنھیں تمھارے مولوی (مرزائی پوپ) عبد الماجد دوسرے ہزار کا مجدد اور نبی مانتے ہیں وہ اپنے مکتوبات میں حضرت مخدوم شرف

الدین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ قول کی شرح میں بہت کچھ لکھتے ہیں ۔ مکتوبات امام ربانی جلدسوم مکتوب۳۴۳ دیکھو۔

اگر کچھ خوف خدا ہے، میں طوالت کے خوف سے نقل نہیں کرتا،اب دل میں غور کرو کہ ان بزرگوں کے مقابلہ میں میاں خلیل اور مولوی (مرزائی پوپ) عبدالماجد کی کچھ ہستی ہے جوان بزرگوں کو چھوڑ کراُن کی بات مانی جائے؟۔

حضرت جناب شاہ محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خواب کی یوں تعبیر فرماتے ہیں کہ ’’جفت مادر‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح سے ماں کے پیٹ سے انسان کی پیدائش ہے اور ماں اس کی اصل ہے اسی طرح کل انسانوں کی اصل مٹی ہے۔اس لئے ماں کے ساتھ صحبت کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ اپنے اصل سے جاملا،یعنی خاک ہوگیا۔اور خاک ہونے کے بعد سالک،کمال کو پہنچتا ہے۔دیکھوکیسی صاف بات فرمائی ہے۔

تشریح قول حضرت شاہ محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

جب کوئی انسان مرد کامل بننا چاہتا ہے اور توفیق ربانی اس کے شامل حال ہوتی ہے اور’’اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا‘‘. (عنکبوۃ. ۶۸) کے مطابق پوری سعی کرتا ہے اور مطابق ارشاد خداوندی، ’’وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا‘‘. (مزمل. ۷) کے ہر علائق وعوائق کو چھوڑ کر اُس معبود حقیقی کی طرف رجوع ہوجاتا ہے اور عبادت میں مصروف ہوجاتا ہے اور ’’موتوا قبل ان تموتوا‘‘ کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے، یعنی کامل طور سے اپنے وجود بشریت کی نفی کرلیتا ہے اور پورا متقی ہوجاتا ہے تو اس وقت مطابق ارشاد خداوندی، ’’لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا‘‘ اس کو دنیاوی زندگی میں بشارتیں دی جاتی ہیں ۔ یہ بشارت بہت ذریعہ سے ہوتی ہے، کبھی بذریعہ، الہام ،کبھی بذریعہ کشف کے، کبھی بذریعہ رویاء صادقہ، یعنی خواب وغیرہ وغیرہ۔ من جملہ بشارتوں کے ایک بشارت یہ بھی ہے کہ بذریعہ خواب دکھلایا جاتا ہے کہ تو اپنی اصل مٹی سے مل گیا، یعنی

اولیاء اللہ میں شامل ہوگیا۔ چونکہ صحبت کرتے وقت دوانسان مل جاتے ہیں غیریت باقی نہیں رہتی ہے اور چونکہ مرد کامل بھی اپنے وجود بشریت کو چھوڑ کر اپنی ہستی کی نفی کر چکا ہے اور اپنے اصل، یعنی خاک سے جاملا ہے، اس لئے اس کو اپنے اصل یعنی ماں کے ساتھ جس کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے جو اس کی مجازی اصل ہے صحبت کرتے ہوئے دکھلایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس مجازی اصل سے ملنے کے معنی، حقیقی اصل مٹی سے ملنا مراد ہوتا ہے۔ چونکہ تمھاری جماعت بزرگی اور بزرگوں کے حالات سے بے بہرہ ہے، اس لئے ان باتوں سے واقف نہیں۔

رہ روعشق کو بتلاؤں میں کیا ملتا ہے جب خودی اپنی مٹاتے ہیں خدا ملتا ہے جب فنا اپنے کو کردیتے ہیں عشاق تمام پھر ہمیشہ کے لئے ان کو بقا ملتا ہے

اعلیٰ حضرت جناب سیدنا مولانا شاہ فضل رحمان صاحب قدس سرہ العزیز نے بھی یہی خواب دیکھا تھا۔ حضرت موصوف ایسے ولی کامل گذرے ہیں کہ آپ کی ولایت کا ڈنکا ہندوستان کے علاوہ عرب سے عجم تک بج گیا۔ اور تمام ملکوں کے لوگ آکر مرید ہوئے۔ ایک زمانہ آپ کو قطب دوراں، غوث وقت، تسلیم کررہا ہے جس کے ثبوت میں صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ وہاں سے نہ کوئی اشتہار بازی کی جاتی تھی اور نہ کوئی ماہواری رسالہ شائع ہوتا تھا اور نہ کسی کو بذریعہ خطوط بلایا جاتا تھا (جیسے کہ مرزا صاحب اپنے مشتہر ہونے کے لئے کارروائیاں کیا کرتے تھے) اس پر بھی حضرت موصوف کے یہاں روزانہ اتنے لوگ جاتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے کہ مرزا صاحب کو کبھی خواب میں بھی نصیب نہ ہوئے ہوں گے۔ حالانکہ وہاں لوگوں کے رہنے کی جگہ بھی نہ تھی، محض تھوڑی سی جگہ میں بڑے بڑے امیر الامراء، غریبوں کے ساتھ رہ کر دال روٹی کھا کر وہاں علیحدہ ہونا نہیں چاہتے تھے۔ یہ آپ کے ولی کامل ہونے کا اثر تھا کہ لوگوں کے قلوب خود بہ خود کھنچے چلے آتے تھے، یہ بہت بڑی کرامت آپ کی تھی جس سے کوئی مرزائی انکار نہیں کرسکتا ہے۔

آپ غیر ملکوں میں بھی بہت ہی مشہور تھے۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد امام مدینہ منورہ نے ممبر پر چڑھ کر اعلان کیا کہ حضرت مولانا فضل رحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ قطب الہند کا وصال ہو گیا ہے، ان کے جنازے کی نماز ہونی چاہئے۔ چنانچہ سب لوگوں نے آپ کے جنازے کی غائبانہ نماز مدینہ منورہ میں پڑھی۔

غرضیکہ یہ بات پورے طور سے ثابت ہوگئی کہ ایسا خواب دیکھنے والا ولی کامل، خدا کا بہت بڑا دوست ہے۔ اس کا ثبوت ہم اور جس کی آنکھیں ہیں وہ دیکھ رہا ہے کہ حضرت سیدنا، مولانا محمدؐ علی صاحب قبلہ مدفیضہم ایک گوشہ میں بیٹھے ہیں، نہ اپنی تعریف کا اشتہار کسی وقت دیا، نہ زبانی کسی قسم کا دعوی ہے، نہ کسی طریقہ سے کسی سے چندہ مانگا، جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنے لئے اختیار کیا تھا؛ مگر اللہ تعالیٰ مشہور کررہا ہے اور سارے کاموں کا کفیل ہے۔ خود بخود ہزاروں ہزار مخلوقات حضور کی خدمت مبارک میں آتی ہے اور اپنے اپنے استعداد کے مطابق فائدۂ دینی و دنیاوی حاصل کیا کرتی ہے۔ بعض دفعہ دنیا داروں پر ڈانٹیں بھی پڑتی ہیں، مگر مخلوق ہے کہ مانتی ہے جوق در جوق چلی آتی ہے اور فیض حاصل کررہی ہے۔ یہ آپ کی ولایت کا اثر اور ولی کامل ہونے کا نہایت کھلا ہوا ثبوت ہے۔ خدا نے جن کے دلوں میں ایمان کی روشنی عنایت فرمائی ہے وہ دیکھتے ہیں اور فیض حاصل کیا کرتے ہیں۔ مگر جو لوگ ''خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ''. (لقیہ. ٦) کے مصداق ہو چکے ہیں انھیں کچھ نظر نہیں آتا، درحقیقت وہ اندھے، بہرے، گونگے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ''صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ''. (لقیہ. ۱۷۰) اس جگہ پر ایک گودام دار (اسٹاک روم کے مالک) اسمی (نام) پنو خاں، کا خط جو انھوں نے ایک خواب دیکھنے کے بعد حضرت اقدس کے پاس میاں عبدالرحیم ساکن گوگری سے لکھوا کر بھیجا ہے، نقل کیا جاتا ہے؛ جس کے دیکھنے سے حضرت اقدس کی کرامت اور گروہ مرزائیہ کی گمراہی کا پورا پتہ چلتا ہے۔ وہ خط یہ ہے:

اسرار نہانی کے متعلق ایک خوفناک خواب:

فرقہ قادیانی سے دو شخص مقام کاس نگر (مونگیر سے متصل ایک گاؤں) میں ایک گودام دار چرسہ (بکری کی کھالوں کے گودام دار) کے پاس پہنچے اور ایک کتاب موسومہ اسرار نہانی مفت گودام دار صاحب کو اس نے دی اور زبانی بھی اپنی بہت کچھ صفائی دکھلائی۔ یہاں تک کہ گودام دار صاحب کے عقیدہ میں بھی خرابی پیدا ہوگئی۔ خدا کی شان کہ چند روز کے بعد اُنھوں نے یعنی گودام دار صاحب نے ایک خواب دیکھا کہ ایک دریا بہت بڑا ہے اور میں پار اترنا چاہتا ہوں، مگر گھاٹ پر دو ''بوچے'' (گوہ کے بچوں کو مونگیر کی مقامی زبان میں بوچہ کہتے ہیں) منہ کھولے ہوئے بیٹھے ہیں اور مجھ کو نگل جانے کو چاہتے ہیں، میں بہت پریشان کھڑا تھا کہ اس اثناء میں حضرت افضل الفضلاء اکمل الکملاء جناب مولانا سید محمد علی صاحب عمّ فیضہم با شوکت وشان، تشریف فرما ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ جوان، خوف مت کھاؤ، اڑ کر پار ہو جاؤ۔ اس ارشاد کے وقت حضورؐ نے اس نحیف کے پشت پر ہاتھ بھی پھیرا، خدا کی شان کہ میں دریا پار ہو گیا اور اُن بوچوں سے نجات حاصل ہوگئی۔ اس کے صبح سے ہمارا عقیدہ جناب مولانا صاحب کی طرف خوب درست ہو گیا اور سمجھ گیا کہ کمبخت وہ دونوں قادیانی، درحقیقت ''بوچے'' تھے جو مجھے کھا جانا، یعنی میرے ایمان کو لینا چاہتے تھے اور بہکا کر جہنم میں ڈالتے تھے، مگر حضرت اقدس نے خدا کے فضل سے دست گیری فرما کر اس سے چھوڑا یا۔ میں مولانا کا مرید نہیں ہوں، مگر خدا نے چاہا تو عنقریب حاضر خدمت ہو کر قدم بوسی حاصل کروں گا۔

راقم عبدالرحیم ساکن گوگری:

اے عزیز! تم اس خط کو مکرر پڑھو اور غور کرو کہ ہمارے حضرت اقدس کی یہ کھلی کرامت ہے جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ اگلے بزرگوں نے جو مذکورہ خواب کی تعبیر بیان کی ہے

وہ نہایت صحیح ہے، یعنی اس خواب کا دیکھنے والا کامل اولیاء اللہ میں (سے) ہے اور جو، اُن کے مخالف ہیں وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔اُن سے ایسے ہی بچنا چاہئے جیسے انسان کو بوچے سے بچنا چاہئے۔

اور یہ بھی اِس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بچنے کے لئے حضرت اقدس ہی کا دامن پکڑنا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ انھیں کے طفیل سے اس دینی دشمنوں سے بچا سکتا ہے۔

اے عزیز! اگر ایسی باتیں بھی دیکھ کر تمھارا ایمان درست نہ ہو تو بڑی افسوس کی بات ہے۔ خدا سے ڈرو اور بری صحبت سے بچو۔حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ سرہٗ جو متقدمین کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہوئے ہیں اپنے رسالہ ''انسیہ'' کے صفحہ ۳۵ میں تحریر فرماتے ہیں

ازاں مادر زادم دیگر بارا شدم جفتش
ازآنم گبر می خوانند کز مادر زناں کردم

جس ماں سے کہ میں پیدا ہوا، دوسری مرتبہ اُس سے جفت ہوا۔اس وجہ سے مجھ کو گبر (بت پرست) لوگ کہتے ہیں کہ میں نے ماں سے زنا کیا۔

ظاہراً مفہوم تو اس کا جو ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے اس سے ہر بے علم شخص الزام لگا سکتا ہے، مگر حقیقت کی نظر سے دیکھئے، فرماتے ہیں کہ ماں؛ دراصل خاک ہے جس سے میری طینت ہوئی اور میں پیدا ہوا۔اب دوبارہ اسی خاک سے ملنا کمال انکساری کی دلیل ہے جو بہر صورت مستحسن ہے۔چنانچہ مولانا خود فرماتے ہیں:

''مراد ازیں مادر طبیعت است، بندہ بترک اختیار خود تفویض جزئیات وکلیات، بخدا بمقام ''بِی یَسۡمَعُ و بِی یُبۡصِرُ''می رسد''

حضرت مولانا ابو احمد رحمانی مد فیضھم پر بھی یہی اعتراض مرزائی لگاتے ہیں۔حضرت ممدوح تو اس کا کچھ جواب نہیں دیتے ہیں اور خاموش ہیں، مگر حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ، ایسے الزام لگانے والوں کو ''گبر'' کے لفظ سے یاد کرتے ہیں، جیسا کہ اس شعر

سے ظاہر ہوتا ہے۔سچ ہے۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ میں سونے کا کنگن پہنے ہوئے ہوں حالانکہ مرد کو سونے کا کنگن پہننا حرام ہے۔گو یہ خواب بظاہر برا معلوم ہوتا ہے، مگر تعبیر اس کی اچھی ہے۔جس کی تشریح حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، طوالت کے خیال سے چھوڑتا ہوں۔

غرض بزرگان دین کے اقوال اور مذکورہ دونوں خواب، اسرار نہانی کے مؤلف کو جھوٹا ثابت کررہے ہیں۔مرزائیوں کی بے علمی پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ ایسی مشہور بات بھی نہیں جانتے ہیں اور ایسے مبارک خواب کو گندگی اور جھوٹ سے تعبیر کرتے ہیں۔افسوس تو اس پر زیادہ ہے کہ مولوی (پنڈت) عبدالماجد صاحب مرزائی بھی ان بے علموں کو نہیں سمجھاتے ہیں۔ہاں وہ کیوں سمجھانے لگے! وہ تو خود ان سب باتوں سے بے علم ہیں۔انھیں تصوف کی باتوں سے کیا علاقہ؟ ان کی کتاب ''القائے شیطانی'' سے اُن کی دیانت وقابلیت کا پتہ چلتا ہے۔(رسالہ انواری ایمانی، ومحکمات ربانی، وصحیفہ رحمانیہ نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، دیکھو)

تم اور مصنف ''اسرار نہانی'' ان سب باتوں سے بے خبر ہو اس کو دیکھ کر آئندہ کے لئے متنبہ ہو جاؤ، بلکہ مصنف اسرار نہانی کو اپنے رسالہ کی تردید کرنی چاہئے۔مگر اب تو اس کی بدولت پچاس روپئے ماہوار کے نوکر ہو گئے، اب کیوں لکھیں گے۔اب تو انھیں صرف گمراہ کرنے کے لئے معقول تنخواہ ملتی ہے۔

محمدی بیگم سے متعلق مرزائیوں کا مغالطہ:

تم لکھتے ہو کہ محمدی بیگم کا باپ، پیش گوئی کے مطابق، اس جہان فانی سے رخصت

ہوگیا۔ بعد اسکے مرنے کے اس کے خاندان کے لوگ چلاّ (چیخ) اٹھے اور مرزا صاحب سے معافی اور دعا کے لئے خط پر خط لکھنے لگے۔ کئی شخص اس خاندان کے احمدی (اسلام سے مرتد ہوکر قادیانی) ہوگئے اور کئی شخص اپنی حالتوں میں تبدیلی پیدا کرتے گئے۔ اور خود اس کا شوہر جس نے چند ہی ماہ پہلے مرزا صاحب کی پیش گوئی کو جھوٹا سمجھ کر نہایت دلیری سے نکاح کر لیا تھا بعد مرنے اپنے سسر کے وہ بھی گھبراتا ہے اور لوگوں سے خط، حضرت مرزا صاحب کو معافی اور دعا کے لئے لکھواتا ہے اور مرزا صاحب کو ولی اور بزرگ یقین کرنے لگا۔ مرزا صاحب کے مرنے کے بعد تک اسی یقین پر رہا جیسا کہ اس کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے اپنی حالتوں میں تبدیلی کر لی، اس لئے اس پر سزا کا حکم جاری نہ رکھا گیا یعنی مرنے سے بچ گیا۔ اور جب مرنے سے بچ گیا اس لئے نکاح آسمانی بھی ٹل گیا۔

دنداں شکن جواب:

عزیزم خوب دل لگا کر سنو! ان سب باتوں کا نہایت ہی عمدہ جواب، انوار ایمانی، فیصلہ آسمانی، ہر سہ حصہ، اور النجم الثاقب وغیرہ میں اچھی طرح دیا جا چکا ہے۔ اگر تم ان سب کتابوں کو غور سے پڑھے ہوتے تو ہرگز ایسا خط ہمارے پاس نہیں لکھتے۔ میں تمھیں کہتا ہوں کہ ان سب کتابوں کو بغور پڑھو۔ ان سے تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے بالکل غلط اور نہایت بناوٹ ہے۔ مرزا صاحب کی تحریروں کے مطابق احمد بیگ کے داماد کا مرنا اور بیٹی کا مرزا صاحب کے نکاح میں آنا ضروری ہے۔ یہ خدا کا وعدہ کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ مگر چونکہ تمھاری بہی خواہی مجبور کرتی ہے، اس لئے محض مختصر طور سے آں عزیز کو سمجھانے کی غرض سے تحریر کرتا ہوں۔

مرزا صاحب ۱۸۸۸ء میں الہاماً پیش گوئی کرتے ہیں کہ:

''اُس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اِس شخص (یعنی احمد بیگ) کی دُختر

کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر......اگر (احمد بیگ نے اِس) نکاح سے انحراف کیا تو ...... یہ لڑکی جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وُہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اُس دُختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور آخر کار وہ لڑکی اسی عاجز کے نکاح میں آوے گی۔'' (مفہوم آئینہ کمالات اسلام خ ص ۲۸۶، مجموعہ اشتہارات ج اص ۱۵۷،۱۵۸)

اس جگہ پر غور کرو کہ ان دونوں وعیدوں میں شوہر کے مرنے کی مدت اڑھائی برس اور اس کے والد کے مرنے کی مدت تین سال، بتلائی گئی۔ اس الہام کا اقتضا نہایت ظاہر طور سے یہ ہے کہ پہلے اس کا شوہر مرے، پھر اس کا باپ؛ کیونکہ شوہر کے مرنے کی مدت کم اور باپ کے مرنے کی مدت زیادہ ہے۔ اس لئے یہ الہام صاف بتا رہا ہے کہ پہلے اس کا شوہر مرے گا اس کے بعد اس کا باپ۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ احمد بیگ الہام کے مطابق نہیں مرا اور بالیقین معلوم ہوا کہ یہ الہام ربانی نہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب کو تو ہر شخص کے موت کی خبر ہے۔ وہ جانتا ہے کون کب مرے گا۔ اپنے علم کے خلاف وہ عالم الغیوب، الہام نہیں کر سکتا ہے۔ مطابق الہام کے ظہور ہونے میں فائدہ یہ ہوتا کہ پہلے اس کا شوہر مرتا، پھر اس کا باپ، تو یہ دونوں وعیدیں بھی پوری ہو جاتیں اور ان دونوں کے مرنے کے بعد مطابق وعدۂ خداوندی کے اس لڑکی سے مرزا صاحب کا نکاح بھی ہو جاتا ۔ غرض ہر طور سے الہام اس علام الغیوب کا جو مرزا صاحب کو کیا گیا تھا پورا ہو جاتا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ اگر اس کے باپ ہی کا پہلے مرنا تقدیر الٰہی میں مقدر ہو چکا تھا اور اُس کے باپ کے مرنے کی وجہ سے اس کے شوہر کو خوف، ہراس، غم، اَلم کا ہونا اور مرزا صاحب سے قصور معاف کرانا، اُن کو خط لکھنا یا لکھوانا اور مرزا صاحب کے مرنے کے بعد تک اس کے شوہر کا زندہ رہنا اور تا زیست اپنے بیوی کو اپنے قبضہ میں رکھنا، تقدیر الٰہی میں مقدر ہو چکا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ علام الغیوب نے مرزا صاحب سے ایسا کیوں کہا کہ ''ڈھائی برس کے اندر اس کا

شوہر مرے گا اور تین برس کے اندر اس کا باپ، اور انجام کار آخر کار وہ لڑکی تیرے نکاح میں آوے گی اور سب موانع دور ہو جائیں گے'' اور بار بار الہام ہوا کہ آخر کار اور انجام کار وہ لڑکی تمھارے نکاح میں ضرور آئے گی؛ اس قدر اصرار اور تاکید سے وعدۂ الٰہی کیوں ہوا؟۔

اب خوب غور سے خیال کرو کہ جو مانع پیش آیا تھا اس کا علم بھی تو اللہ تعالیٰ کو تھا۔ اگر تمھاری جماعت کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ اس مانع کے دور کرنے پر قادر نہ تھا یا کسی وجہ سے وہ دور نہیں ہو سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ کا باصرار بار بار یہ کہنا کہ ''انجام کار وہ لڑکی تیرے نکاح میں آئے گی اور سب مانع دور ہو جائیں گے'' کیسا صریح غلط ہوا۔ کیا خدائے پاک کی ایسی شان ہو سکتی ہے کہ وہ ایسا محکم وعدہ کر کے پورا نہ کرے؟۔ اگر کوئی شریف آدمی، اس طرح وعدہ کر کے پورا نہ کرے تو کس قدر اسے برا سمجھا جاتا ہے۔ پھر اُس ذات پاک پر ایسا الزام لگانا کس قدر بے ایمانی کی بات ہے۔ چونکہ یہ بات مسلّم الثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، اس کو ضرور خبر تھی کہ سب مانع دور ہوں گے، باوجود اس علم کے بھی مرزا صاحب سے اس نے حتمی وعدہ کر لیا اور نہایت زور سے نکاح میں لانے کا اُنھیں یقین دلایا ،اس کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ اس نے قصداً جھوٹا وعدہ کیا۔

اے عزیز! اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی بدگمانی مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ علام الغیوب اور ہر عیب سے پاک و منزہ ہے۔ اس لئے یہاں پر اب ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب کا یہ الہام شیطانی تھا، یا مرزا صاحب نے شادی ہو جانے کی غرض سے خدا پر افترا کیا۔ مرزائی حضرات اگر اللہ تعالیٰ کو علام الغیوب اور صادق الوعد سمجھتے ہیں تو مرزا صاحب کے اس الہام کو الہام شیطانی یا افترا کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور اگر مرزا صاحب کو سچا جانتے ہیں اور اس الہام کو الہام ربانی کہتے ہیں تو گویا خدا پر الزام دیتے ہیں۔ گو ظاہر الفاظ میں نہ ہو، مگر معنیً ضرور دیتے ہیں اسی وجہ سے میں نے پہلے خط میں لکھا تھا کہ تم لوگ خدا کو جھوٹ بولنے والا اور جھوٹا وعدہ کرنے والا سمجھے ہو۔

ذلت کے بعد دوسری پیش گوئی:

غرض مرزا صاحب کے الہام کے مطابق نہ اس کا باپ مرا اور نہ کوئی مانع دور ہوا، اس لئے مرزا صاحب ضرور مفتری ثابت ہوئے۔ چونکہ اس (لڑکی محمدی بیگم) کا باپ اپنی اتفاقیہ موت سے مرا تب مرزا صاحب نے غل مچانا شروع کیا کہ پیش گوئی کا ایک جز پورا ہو گیا، تب اس طرف لوگوں کی پوری نظر ہو گئی اور اس کے داماد کی موت کا انتظار کرنے لگے۔ بعد گذرنے میعاد ڈھائی برس کے جب اس کا شوہر زندہ رہ گیا اور مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط ہو گئی اور اہل حق مرزا صاحب پر اعتراضات کی بوچھار ڈالنے لگے اور مرزا صاحب رسوا، اور ذلیل ہونے لگے تب اپنی سیاہی کو دور کرنے کیلئے پھر دوسری پیش گوئی، اس کے داماد کے موت کی کرنے لگے۔ وہ دوسری پیش گوئی انجام آتھم، کے حاشیہ میں یوں درج ہے:

(۱)''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کا انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی''(انجام آتھم خ ۳۱ ج ۱۱)

اور پھر اس پیش گوئی کو تفصیل کے ساتھ انجام آتھم میں یوں تحریر کرتے ہیں:

(۲)''بلکہ اصل امر بر حال خود قائم است۔ وہیچکس با حیلہ خود او را رد نتواند کرد۔ وایں تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است۔ وعنقریب وقت آں خواہد آمد۔ پس قسم آں خدائے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ را برائے ما مبعوث فرمود۔ واو را بہترین مخلوقات گردانید۔ کہ ایں حق است وعنقریب خواہی دید۔

ومن ایں را برائے صدق خود یا کذب خود معیار می گردانم۔ ومن نگفتم الا بعد زانکہ از رب خود خبر دادہ شدم۔''(خ ص ۲۲۳ ج ۱۱)

پھر ضمیمہ انجام آتھم صفحہ (خ ص ۳۳۸ ج ۱۱) میں یوں تحریر کرتے ہیں:

(۳) ’’یاد رکھو کہ اس پیشگوئی کی دوسری جُز پوری نہ ہوئی (یعنی احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا) تو میں ہریک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔‘‘

قابل دید حاشیہ:

اس حاشیہ کو ضرور دیکھو۔ اے عزیز! یہ کہنا رہ گیا اس لئے حاشیہ لکھتا ہوں۔ میں نے تین قول مرزا صاحب کے نقل کئے ہیں انہیں میں غور کرنے سے مرزا صاحب کے سچے جھوٹے ہونے کا فیصلہ ہوجاتا ہے، پھر کوئی بات لگی نہیں رہتی۔ آخر کے دونوں قول میں خوب غور کرو۔ اُن سے وہ سب باتیں غلط ہوجاتی ہیں جو اِس غلط پیشین گوئی کے جواب میں بنائی جاتی ہیں۔

دیکھو، (۱) کہتے کہ ’’یہ خدا کا سچا وعدہ ہے‘‘ یعنی اُن وعدوں میں نہیں ہے جو کسی وجہ سے جھوٹے ہوجاتے ہیں، بلکہ اُن باتوں میں ہے جو بدلتی نہیں، اس لئے اس کا پورا ہونا ضرور ہے، اب اس کے لئے کوئی مانع مرزا صاحب کے قول کے بموجب نہیں ہوسکتا۔

(۲) اور دیکھو، لکھتے ہیں کہ ’’اگر احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا‘‘ اب تم غور کرو کہ کوئی خدا کا رسول، اپنی صداقت کے بیان میں بغیر الہام الٰہی ،اس طرح نہیں کہہ سکتا جس طرح مرزا صاحب کہہ رہے ہیں۔ اور جب یہ مقولہ بالہام الٰہی ہے تو ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ عالم الغیب باوجود جاننے ،موانعات کے مرزا صاحب کی زبان سے یہ کہلائے کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا، جب ایسا کہلایا تو معلوم ہوا کہ اس کیلئے کوئی مانع نہیں ہوسکتا، اس کا ظہور ہر طرح ہوگا۔ اب جو باتیں

بنائی جاتی ہیں، ان سب کو یہ قول جھوٹا ٹھہراتا ہے۔ اور بالفرض اگر مرزا صاحب نے غلطی سے ایسا کہا تو ضرور تھا کہ قبل مشتہر ہونے ، اور مخالفوں تک پہنچنے کے اس کی طرف سے اطلاع ہوتی۔ اور بالفرض اگر غلطی سے مشتہر ہوگیا تھا تو فوراً اسکے بعد ہی اس کی غلطی کو مشتہر کرتے اور تنبیہ الٰہی کو دنیا پر ظاہر کرتے ،مگر ایسا نہیں ہوا، اس لئے بالیقین معلوم ہوا کہ یہ وعدۂ الٰہی نہ تھا، اس لئے خدا تعالیٰ نے اسے جھوٹا کر کے دنیا کو ان کا کاذب ہونا، دکھا دیا۔

(۳) پھر دوسرے قول میں دیکھو کہ فارسی میں سخت قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کا پورا ہونا سچ ہے، یعنی اس بات پر قسم کھاتے ہیں کہ احمد بیگ کا داماد، میرے روبرو مرے گا اور اس قول کے سچ ہونے کو تو عنقریب دیکھ لے گا، میں اس کو اپنے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں۔ یہ سب باتیں کہہ کر آخر میں یہ کہتے ہیں کہ ’’من نہ گفتم الا بعد ازاں کہ از رب خود خبر دادہ شدم‘‘ یعنی جو میں نے کہا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کہا، بلکہ وہی کہا ہے جس کی اطلاع میرے پروردگار نے مجھے دی ہے۔ تمام باتیں کہہ کر آخر میں یہ جملہ کہنا صاف بتا رہا ہے کہ اس سے پہلے جو کچھ بیان کیا گیا وہ سب الہامی ہے۔

اے عزیز! آنکھیں کھولو اور خدا کا خوف دل میں لا کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے یقین اور پختگی سے وعدہ کیا ہے کہ مرزا صاحب اس کے پورا ہونے پر قسم کھا رہے ہیں اور اپنے صدق وکذب کا اسے معیار بتا رہے ہیں۔ پھر کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی ایسا مانع پیش آئے جس کی وجہ سے اس کا ظہور نہ ہو اور خدا تعالیٰ (۱) اپنے رسول کی قسم کو جھوٹا کر دے۔ اور قسم اس بات پر ہے (۲) جس کے پورا کرنے کا پختہ وعدہ اس خدائے صادق الوعد نے کیا ہے جس کی باتیں نہیں ٹلتیں اور وہ وعدہ (۳) جسے خدا تعالیٰ نے اس کی صداقت کا عظیم الشان نشان ٹھہرایا ہے۔ (۴) جسے اس کے برگزیدہ رسول نے دنیا کے روبرو اپنی صداقت کا معیار ٹھہرایا ہے۔ (۵) جس کے ظہور میں نہ آنے سے وہ رسول اپنے پختہ اقرار سے جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ (۶) وہ نشان جس کے جھوٹا ہونے کا انتظار آریہ اور عیسائی دشمنان اسلام

کر رہے ہیں۔

(۷) جس کے ظہور کے لئے بقول مرزا صاحب ہزاروں مسلمان دعاء کر رہے ہیں، بایں ہمہ خدا تعالیٰ اس نشان کو ظاہر نہ کرے، یہ کیسا غضب ہے کہ ایسا مہتم بالشان نشان جس کے ظہور کے لئے سات وجہیں یقین دلاتی ہوں کہ اُس نشان کا ظہور ضرور ہوگا اور ہر ایک وجہ ایسی قوی ہے کہ اگر اس وعدہ کا ظہور نہ ہو تو خدا تعالیٰ کا کوئی وعدہ اور وعید لائق اعتبار نہ رہے۔ تمام شریعت درہم برہم ہو جائے اور اس کا خاص رسول اپنے مقرر کردہ معیار کے بموجب دنیا کے روبرو جھوٹا ثابت ہو، یہ ہوسکتا ہے؟۔ اگر ایسا ہوسکے تو کیا وجہ ہے کہ کہ منکرین اسلام، مذہب اسلام پر مضحکہ نہ کریں، دہریہ، خدا کی قدرت کا انکار نہ کریں۔

اے عزیز! ذرا ہوش سنبھال کر اس کا جواب دو۔ اور تم کیا دوگے، یہاں سے قادیان تک اپنی ساری جماعت سے دریافت کرو، مگر سب کو اس کے جواب سے عاجز پاؤ گے۔

اب یہ بھی کہو کہ اس وعید کی پیشین گوئی کو کسی بادشاہ سلامت کے قیدی چھوڑنے اور مجرم کو رہا کرنے سے کیا واسطہ؟ دونوں میں آسمان وزمین کے فرق سے بھی بہت زیادہ فرق ہے۔ اس پیشین گوئی کے قیدی کو چھوڑ دینے سے اس کا سچا رسول جھوٹا ٹھہرتا ہے، اس کی قسم جھوٹی ہوتی ہے، وہ اپنے اقرار سے کاذب قرار پاتا ہے، جس کی وجہ سے دنیا اسے جھوٹا ماننے پر مجبور ہے۔ اب اگر وہ سچا رسول ہے تو اس کے نہ ماننے والوں کو جہنمی ٹھہرانا ان پر ظلم ہے۔ کیونکہ مرزائی خیال کے بموجب، خدا تعالیٰ نے نہایت صفائی سے ایسی باتیں ظہور میں لائیں جس سے انسان اس کے جھوٹا جاننے پر مجبور ہوئے۔ کسی بادشاہ سلامی کے قیدی چھوڑنے میں، اُن میں سے ایک خرابی بھی نہیں پائی جاتی۔ اب دونوں کو یکساں سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ دیکھو یہ کیسی صاف تقریر ہے جس کا کچھ جواب نہیں ہوسکتا۔ اور صرف اسی بات پر مرزا صاحب کا خاتمہ ہے، اب کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ جس کا جھوٹا ہونا نہایت صفائی سے اس کے متعدد اقوال سے ثابت ہو، اس کی صداقت قرآن مجید سے ثابت

ہو سکے، بلکہ ایسا کہنا قرآن مجید پر سخت الزام لگانا ہے۔

اگر اس کا داماد اپنے سسر کے مرنے کے بعد خوف والم سے ہراس ہو کر توبہ اور رجوع کر لیا اور ڈھائی سال کے اندر، مطابق پیش گوئی مرزا صاحب کے نہیں مرا یعنی توبہ اور رجوع کی وجہ سے وہ جرم سے رہا کر دیا گیا اور سزائے موت سے بچ گیا تو پھر انجام آتھم میں اس کے موت کی دوسری پیش گوئی کرنے کی مرزا صاحب کو کیا ضرورت پڑی؟۔ اور اس کے مرنے کو خدا کا سچا وعدہ کیوں کہا؟۔ پھر اس کا داماد توبہ اور رجوع کے بعد کس جرم کا مجرم ہوگیا کہ سزائے موت کے پانے کا مستحق ہوگیا؟۔ چونکہ مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کے مطابق بھی اس کا داماد، مرزا صاحب کی زندگی کے اندر نہیں مرا، بلکہ مرزا صاحب خود ہی اس کے سامنے مر گئے، اس لئے مرزا صاحب کی دوسری پیش گوئی بھی جھوٹی ہوگئی۔

اب یہ تو بتلاؤ کہ مرزا صاحب سے اُن کے مُلہم نے ایسی جھوٹی بات کیوں کہی کہ احمد بیگ کے داماد کا تمھاری زندگی کے اندر مرنا، تقدیر مبرم ہے اور پھر وہ نہ مرا۔ پہلی دفعہ تو مرزا صاحب کے مُلہم سے غلطی ہو چکی تھی، کیا پھر بھی مرزا صاحب کے مُلہم کو اس کی خبر نہیں تھی کہ مرزا صاحب کی عمر سے اسکے داماد کی عمر زیادہ ہے؟ یہاں پر بھی مرزا صاحب کے مُلہم نے غلطی کی یا مرزا صاحب اس کہنے میں خود مفتری تھے؟۔ مصنفؒ

چونکہ اللہ تعالیٰ کو گذشتہ اور آئندہ کا علم پورا ہے، اس لئے داماد احمد بیگ کے نہیں مرنے سے ثابت ہوگیا کہ یہ سب الہامات بھی الہام ربانی نہیں تھے، بلکہ ڈرانے دھمکانے کے لئے بار بار کہا جاتا تھا۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب اس کا داماد، پہلی دفعہ مطابق پیش گوئی مرزا صاحب کے ڈھائی برس کے اندر نہیں مرا، اور مرزا صاحب اس میں جھوٹے ہوگئے اور لوگوں کی طرف سے مرزا صاحب پر اعتراضات کی بوچھار پڑنے لگی تو پھر مرزا صاحب نے اپنی زندگی بھر کی قید لگادی اور یہ کہہ دیا کہ میری زندگی کے اندر اس کا مرنا، تقدیر مبرم ہے، وہ میرے سامنے ضرور مرے گا۔ بڑے سوچ سمجھ سے مرزا صاحب نے زندگی بھر

کی قید لگائی تھی۔ایسا کہنے میں ہرصورت سے مرزا صاحب کو فائدہ تھا۔

(۱) اگر کہیں اتفاقیہ اس کا داماد، مرزا صاحب کی زندگی کے اندر مرگیا تب تو مرزا صاحب کی چاندی چوکھی ہوگئی۔(۲) اور اگر مرزا صاحب پہلے مرگئے اور وہ زندہ رہ گیا تو بھی اچھے کئے کہ اعتراضات کے بوچھار سے چھٹکارا ہوگیا۔

چونکہ ایسی پیش گوئی کرنے میں مرزا صاحب پر ان کی زندگی بھر میں کوئی اعتراض کا موقع نہیں پیدا ہوتا تھا، اس لئے مرزا صاحب نے اس کو نہایت ہی زور سے بیان کیا اور لوگوں کو یقین دلانے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ مرزا صاحب نے بڑی عقلمندی سے یہ جملہ کہا تھا کہ ”میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی“ اپنی موت کی شرط کیا اچھی شرط ہے، یعنی ہم مرجائیں گے تو کون مجھ کو جھوٹا کہے گا اور ماننے والے کچھ بات بنا ہی دیں گے۔

ہمدردانہ غور وفکر کی دعوت:

چنانچہ تم کیسی غلط باتیں بنا رہے ہو، اور ایسی باتیں خود مرزا صاحب کے قول سے غلط ثابت ہوتی ہیں۔اس کی تفصیل بیان حقانی، توضیح حصہ دوم، فیصلہ آسمانی، میں خوب کی گئی ہے، وہاں دیکھو۔ واقعات نے تو یہ شہادت دے دی کہ نہ مرزا صاحب کے سامنے اس (لڑکی) کا شوہر مرا، اور نہ مرزا صاحب سے اس کی بیوی کی شادی ہوئی جس کا نہایت پختہ وعدہ تھا۔اب یہ تو بتلاؤ کہ مرزا صاحب کے ساتھ کس خبیث مفتری کا کاروبار تھا؟ کہ جس کی کل باتیں ٹل گئیں۔ جب مرزا صاحب کے سامنے اس کا شوہر نہیں مرا تو مرزا صاحب اپنے اقرار کے مطابق ہر بد سے بدتر ہوئے یا نہیں؟۔ اور اپنے مقرر کردہ معیار کے بموجب، جھوٹے ہوئے یا نہیں؟۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ ہم سچے ہیں، ہم اپنے

رسولوں سے خلاف وعدگی نہیں کرتے ہیں۔اس جگہ پر ضرور یقین کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب مرزا صاحب کے ساتھ خدا کا وعدہ نہیں تھا، بلکہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار تھا۔اوپر والے مضمون کے نتیجے کو نمبروار درج کرتا ہوں، اس کا جواب اپنے کانشنس سے طلب کرو۔

نمبر۱......مطابقِ خیال مرزائیوں کے اگر اس کا داماد، توبہ اور رجوع کی وجہ سے ڈھائی سال کے اندر نہیں مرا؛ تو اس کے بعد دوسری پیش گوئی کے مطابق مرزا صاحب کی زندگی کے اندر کیوں نہیں مرا؟۔ مرزا صاحب کی دوسری پیش گوئی کیوں جھوٹی ہوگئی؟۔اس جگہ پر اس کے داماد نے کس توبہ اور رجوع سے فائدہ اٹھایا؟۔

نمبر۲......اگر اس کے داماد کا مرنا، مرزا صاحب کی زندگی میں تقدیر مبرم تھا تو پھر یہ تقدیر کہاں اٹک رہی؟ اس جگہ پر یا تو مرزا صاحب کو مفتری کہا جائے یا یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، اس لئے مرزا صاحب کو مفتری کہنا ضرور ہے۔تم مرزا صاحب کو مفتری کہوگے یا اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے سے انکار کروگے؟

نمبر۳...... مرزا صاحب نے جو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس کے پورے ہونے کا یقین دلایا تھا، وہ قسم سچی ہوئی یا جھوٹی؟۔

نمبر۴...... مرزا صاحب اس کے پورے نہیں ہونے پر اپنے کو جھوٹا اور ہر بد سے بدتر قرار دیتے ہیں، مطابق اپنے اقرار کے مرزا صاحب جھوٹے اور ہر بد سے بدتر ہوئے یا نہیں؟۔اگر جھوٹا نہیں مانتے تو اس کی وجہ بیان کرو۔میں نے انھیں کا قول نقل کیا ہے، کوئی بات اپنی طرف سے نہیں لکھی۔

نمبر۵......مرزا صاحب کے ساتھ کس خبیث مفتری کا کاربار تھا جس کی باتیں بدل گئیں؟

نمبر۶...... یہ انسانی افترا نہیں تھا تو کیا تھا؟۔

نمبر۷......مرزا صاحب اس کو خدا کا سچا وعدہ بتلاتے ہیں اب کہو کہ یہ وعدہ سچا ہوا یا جھوٹا؟ اور جھوٹا ہونا تو ظاہر ہے تو اس کے جھوٹا ہونے سے کون جھوٹا ہوا؟۔ مرزا صاحب یا

اللہ تعالیٰ ،نعوذ باللہ۔

نمبر ۸...... خدا صادق الوعد ہے یا نہیں ؟ وعدہ خلافی اس کی شان سے بعید ہے یا نہیں؟ اس جگہ پر مرزا صاحب ، جواس کو خدا کا سچا وعدہ بتلاتے ہیں ، اس کہنے میں مرزا صاحب سچے ہیں یا خداوعدہ خلافی کر گیا؟۔

اگر تم یہ کہو کہ خدا کے سب وعدے اور وعیدیں پوری نہیں ہوتی ہیں ،بعض ہوتی ہیں ؛ تو مرزا صاحب کا یہ قول نہایت صاف طور سے یہ کہہ رہا ہے کہ یہ وعدہ ،یعنی احمد کے داماد کے مرنے کا وعدہ ،اُن جھوٹے وعدوں میں نہیں ہے ، بلکہ یہ سچا وعدہ ہے ، بہر حال اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔

مرزا کی تحریر سے ہی اس کے جھوٹا ہونے کا ثبوت :

اب اس بات کا جواب ملاحظہ کرو کہ اس کا داماد توبہ اور رجوع کی وجہ سے بچ گیا یا مرزا صاحب اس کے کہنے میں بھی جھوٹے ہیں ۔تعریف تو یہ ہے کہ مرزا صاحب ہی کی تحریر سے یہ قول بھی جھوٹا ہو جاتا ہے۔

اپریل ۱۸۹۲ء میں مرزا احمد بیگ نے اپنی لڑکی (یعنی مرزا صاحب کی الہامی منکوحہ) کی شادی سلطان محمد بیگ سے کردی اور ڈھائی برس تک یعنی ستمبر ۱۸۹۴ء تک اس کا داماد ، سلطان محمد بیگ ، مطابق پیش گوئی مرزا صاحب کے نہیں مرا تب پھر مرزا صاحب نے ۱۸۹۷ء میں دوسری پیش گوئی اس کی موت کی ، کی ۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں اور الہام بھی ان کا نقل کر چکا ہوں ، جس انجام آتھم میں اس کی موت کی دوسری پیش گوئی درج ہے اسی انجام آتھم کے صفحہ ۲۲۴ میں ، یعنی شادی ہونے کے پانچ برس بعد اور مرزا صاحب کی پہلی پیش گوئی جھوٹی ہونے کے ڈھائی برس کے بعد یوں تحریر کرتے ہیں :

’’من می بینم کہ اوشاں سوئے عادتہائے پیش میل کردہ اند۔ ودلہائے شاں سخت شد

چنانکہ عادت جاہلاں است ۔ وایام خوف را فراموش کردند۔ وسوئے زیادتی وتکذیب عود نمودند پس عنقریب امر خدا بر ایشاں نازل خواہد شد چوں خواہد دید کہ ایشاں در غلو خود زیادت کردند۔‘‘ (خ ص ۲۲۴ ج ۱۱)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے روشن ہو رہا ہے کہ اس کا داماد، مرزا صاحب کی تکذیب میں زیادتی کرنے لگا ، پہلے سے زیادہ سخت ہو گیا ، اس لئے اس پر عذاب آوے گا۔ مرزا صاحب کی تحریر پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس نے توبہ اور رجوع نہیں کی تھی۔

(۱) کیونکہ اگر خوف کی وجہ سے توبہ اور رجوع کرتا اور مرزا صاحب کو بزرگ مان لیتا اور ان کے پاس عاجزی کا خط لکھواتا تو پھر تکذیب میں زیادتی کرنے کے کیا معنی؟۔

(۲) اگر اس کا داماد خوف کی وجہ سے توبہ اور رجوع کرتا اور مرزا صاحب کے پاس خط لکھواتا ، یا لکھتا ، تو اپنی عادت کے بموجب مرزا صاحب معترضین کو ساکت کرنے کے لئے اس کے خط کو موٹے موٹے حرفوں میں لکھ کر تمام دنیا میں شائع کر دیتے ، مگر شائع نہیں کیا۔ اس سے بخوبی سمجھا جاتا ہے کہ جب مرزا صاحب پر اعتراضات کی بوچھار پڑنے لگی اور مرزا صاحب بغل جھانکنے لگے تو محض دروغ گوئی سے یہ کہہ دیا کہ توبہ اور رجوع کی وجہ سے زندہ رہ گیا۔ اس پر نہ کوئی تحریری ثبوت لائق اعتبار ہے اور نہ کوئی زبانی شہادت قابل وثوق ۔ بلکہ اسکے خلاف رسالہ اشاعت السنۃ بابت ۱۳۱۰ھ و ۱۳۱۱ھ میں لکھا ہے کہ سلطان محمد سے کئی سوال کئے گئے تھے اُن میں تیسرے سوال کے جواب میں وہ لکھتے ہیں :

مرزا سلطان محمدؒ کا جواب :

مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا تھا اور جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں خدا کا ہر وقت شکر گذار ہوں۔ سلطان محمد بیگ بقلم خود

اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۱۶ صفحہ ۱۹۱ سطر ۱۳، میں یہ تحریر بائیس برس کی چھپی ہوئی موجود

ہے۔مرزاصاحب اس وقت خوب زوروں پر تھے،مگراس کا غلط ہونا نہ مرزاصاحب نے لکھا اور نہ اُن کے خلیفہ اوّل نے ،اس لئے اب جو خط شائع کیا گیا وہ بالکل غلط ہے ، ہرگز لائق اعتبار نہیں ہوسکتا۔ بلکہ پہلا خط جو اشاعۃ السنۃ میں ہے سچا اور لائق اعتبار ہے۔

(۳) مرزامحمود نے جو مرزاصاحب کے مرنے کے پانچ چھ برس کے بعد ایک خط چھاپا ہے اس میں اسی قدر ہے کہ ہم مرزاصاحب کو پہلے بھی بزرگ سمجھتے تھے اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ یہ خط بھی مرزاصاحب کے انجام آتھم والے مضمون سے غلط ثابت ہورہا ہے۔ کیونکہ مرزاصاحب اس کی تکذیب کی زیادتی کو لکھ رہے ہیں اور خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کبھی زیادتی ہی نہیں کی ، ہمیشہ مرزاصاحب کو بزرگ سمجھتا رہا۔اگر خط سچا ہے تو مرزا صاحب جھوٹے ہوتے ہیں اور اگر مرزاصاحب کی تحریر سچی ہے تو مرزامحمود کی یہ کارروائی جعلی ہے۔چونکہ مرزاصاحب کے اقوال سے اسکے خط کی صریح تکذیب ہورہی ہے اور ظاہر ہے کہ مرزاصاحب آخر عمر تک اسے کوستے رہے اور اپنے سامنے اسکے مرنے کو وعدۂ الٰہی بتاتے رہے اور بیوی سے اپنا نکاح کرنا ، بیان کرتے رہے۔ پھراتنے ہونے پر وہ مرزا صاحب کو کیونکر بزرگ سمجھ سکتا ہے۔انسانی طبیعت کا اقتضا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ایسے مخالف کو اپنا بزرگ سمجھے،خصوصاً جبکہ وہ اپنی ہی پیشین گوئی میں جھوٹا ٹھہر رہا ہو۔

(۴) بفرض محال ، بزرگ سمجھنے سے بھی کچھ نہیں ہوسکتا ہے ، کیونکہ مرزا صاحب ۹سوائے اپنے مریدین کے اور سب کو جہنم (الحکم ۲۴/اکتوبر ۱۸۹۹ء میں تحریر کرتے ہیں” آج چودہویں صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ کا رسول اسکی طرف سے خلقت کیلئے رحمت و برکت ہے ہاں جو اللہ کے بھیجے ہوئے کو نہ مانے وہ جہنم میں اوندھا گرے گا۔م) میں اوندھا گرارہے ہیں اور اللہ کا دشمن قرار دے رہے ہیں۔اس (احمد بیگ) کا داماد تو مرزاصاحب کا مرید نہیں ہوا اور مرزاصاحب پر ایمان نہیں لایا اس لئے مرزاصاحب کے نزدیک جہنم میں اوندھا گرانے کے لائق ہوگیا اور جہنم میں وہی جائے گا جو اللہ کا دشمن ہوگا پھر ایسے خدا

کے دشمن کے مقابلہ میں مرزاصاحب بمطابق اپنے اقرار کے ہر بد سے بدتر اور جھوٹے سے جھوٹا ہوکر کیوں چل بسے؟ ۔مرزاصاحب کے ملہم نے جب کن فیکون کا اختیار مرزاصاحب کو عطا کردیا اور گویا اپنی خدائی میں شریک کرلیا اور اپنے اختیارات سے مرزاغلام احمد کو کئی برس کے لئے مریم بنادیا، پھر اپنی روح پھونک کر حمل ٹھہرا کر دس مہینے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا کردیا ، گویا مرد سے عورت پھر عورت سے مرد بنادیا تو پھر یہاں بھی اُسی اختیارات سے ایک دشمن جہنمی کو فنا کرکے مرزاصاحب کو ہر بد سے بدتر اور جھوٹے سے جھوٹا کہنے سے کیوں نہ بچایا؟ ۔غرض مرزاصاحب کے الہامات سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ اُن کا کوئی الہام ،الہام ربانی نہیں تھا، بلکہ ان کے خیالی الہامات اور دلی آرزوئیں تھیں جنھیں وہ الہام الٰہی سمجھتے تھے یا قصداً افترا کرتے تھے۔

مرزائیوں کے ایک اور مغالطہ کا جواب:

تم لکھتے ہو کہ خدا کے غیبوں سے جو سیکڑوں کی تعداد میں ہیں ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ظاہر ہوکر پورے ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں اُن میں سے صرف ایک پیش گوئی کا ذکر کیا ہے جو احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق ہے۔ اس پیش گوئی کا ذکر کئی وجہ سے کیا جاتا ہے۔اس کو ذرا ہوش کے ساتھ دیکھو اور اپنی جماعت کو دکھلاؤ۔

(۱) اس کو مرزاصاحب نے اپنا نہایت ہی عظیم الشان کہا ہے۔ جب اس نہایت عظیم الشان میں گفتگو طے ہوجائے اور مرزائی صاحبان اقرار کرلیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی ہوئی تو ہم دوسری پیشین گوئی میں گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہاں معاملہ علماء سے ہے جہلاء سے نہیں ہے کہ ایک بحث شروع کی اور اسے ناتمام چھوڑ کر دوسری بحث شروع کرنے لگے، اسی طرح تیسری چوتھی بحث پر پہنچے، بالآخر کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا۔ جماعت احمدیہ چونکہ علم سے بے بہرہ ہے اس لئے وہ جاہلوں کی سی باتیں چاہتی ہے۔ اور اس کے پڑھے لکھے ؛اسی

دھوکہ میں رکھتے ہیں۔

(۲) یہ پیشین گوئی ایسی ظاہر ہے کہ اس میں نہ کوئی لفظ ایسا ہے کہ اس کے معنی میں گفتگو ہو سکے نہ اینچ پینچ چل سکتا ہے۔ اور پھر ادنیٰ اور اعلیٰ اس کا یقین کرسکتا ہے، اس میں کسی گواہ، شاہد کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لئے اس میں فیصلہ آسانی سے ہوسکتا ہے۔

(۳) اس پیشین گوئی کا جھوٹا ہونا ایسا اظہر من الشمس ہوگیا کہ کسی پر پوشیدہ نہیں رہا، بجز ان کے جنھیں روز روشن میں بھی سورج نظر نہ آئے۔

(۴) اس پیشین گوئی کی نسبت جس قدر باتیں بنائی گئیں اور اپنے خیال میں جواب دیئے گئے سب کا غلط ہونا نہایت کافی دلیلوں سے دکھا دیا گیا اور اب تک کسی نے ان کا جواب نہیں دیا اور نہ کوئی دے سکتا ہے۔ اگر کسی کو دعوی ہو تو اُس سے کہو کہ چند آدمیوں کے سامنے گفتگو کرے۔

(۵) جب مرزا صاحب کی ایک نہایت ہی عظیم الشان پیشین گوئی غلط ہوگئی تو اب کسی پیشین گوئی کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مدعی نبوت کہ ایک پیشین گوئی کے جھوٹا ہونے سے اس کا کذب قرآن مجید سے اور توریت سے ثابت ہے۔ تو اب اگر وہ جھوٹا سو نہیں ہزار پیشین گوئی کرے اور بالفرض وہ سب سچی بھی ہو جائیں تو وہ سچا نہیں ہوسکتا۔ ایک کاہنہ جو قطعی کافرہ تھی، تیس برس تک اس کی پیشین گوئی جھوٹی نہیں ہوئی اور بڑے بڑے علماء نے اس کی شہادت دی۔ (فیصلہ آسمانی حصہ۳ ص ۶۴/۶۵ دیکھو)

اے عزیز! بڑا افسوس ہے ہے کہ تم ان کتابوں کو نہیں دیکھتے اور ایسی کھلی ہوئی باتوں میں نظر نہیں کرتے اور یہ لکھتے ہو کہ مرزا صاحب کی بہت سی غیب کی باتیں پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔

(۶) چھٹی وجہ ذکر نہ کرنے کی یہ ہے کہ ہم مرزا صاحب کا قول نقل کرآئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑنے کے لئے آیا ہوں، اگر میں یہ کام نہ کروں اور

کروڑوں نشان دکھاؤں تو بھی میں جھوٹا ہوں جب ہم نے اور ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ کام کچھ نہیں کیا، تثلیث پرستی کے ستون کو توڑنا تو بڑی بات تھی ان سے تو یہ بھی نہ ہوا کہ ان کی زندگی میں سو دو سو تثلیث پرست ایمان لے آتے اور تثلیث پرستی سے توبہ کرتے۔ اس لئے وہ اپنے اس اقرار سے جھوٹے ٹھہرے۔ اب سو پیشین گوئیاں، کروڑ پیشین گوئیاں بھی انھیں کے قول کے مطابق بے کار ہیں اب تو ہم ان کے ارشاد کے بموجب ان کے جھوٹے ہونے پر گواہی دیتے ہیں، تمھیں بھی دینی چاہئے، اگر کچھ خدا کا خوف ہے۔ اب ان کی پیشین گوئیوں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی ایک پیشین گوئی جسے مرزا صاحب نے نہایت ہی عظیم الشان کہا تھا بطور نمونہ اس کا ذکر دیا، جس سے ان کا جھوٹا ہونا دوسرے طریقہ سے ظاہر ہوگیا اب گمراہوں کو ہدایت پر لانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے بندے کا کام نہیں۔

اس کے علاوہ اس تحریر میں صریح دو جھوٹ ہیں۔ ایک یہ کہنا کہ صرف ایک پیشین گوئی کا ذکر کیا، یہ بالکل غلط ہے۔ فیصلہ آسمانی اور النجم الثاقب اور مسیح کاذب وغیرہ دیکھو کتنی پیشین گوئیاں جھوٹی بیان کی گئی ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ تمھارے گمراہ کرنے والے تمھیں رسالے دیکھنے نہیں دیتے اور تم ان کے کہنے پر اپنا ایمان قربان کر رہے ہو اور ان کی وجہ سے ایسا صریح جھوٹ بول رہے ہو۔ اس کے سوا مولوی ثناء اللہ صاحب نے مرزا صاحب کی زندگی میں ان کی ساری پیشین گوئیوں کو غلط کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم ساری پیشین گوئیوں کے پڑتال کے لئے موجود ہیں، مناظرہ کرلو۔ مرزا صاحب نے اس کے مقابلہ میں بڑے زور سے اُنھیں قادیان بلایا اور پھر یہ پیشین گوئی کی کہ وہ ہرگز نہ آئیں گے۔ مگر وہ پہنچ گئے اور مرزا صاحب گھر سے باہر نہ نکلے اور مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی ہوگئی۔ ان کے مرنے کے بعد مولوی صاحب نے اعلان دیا کہ پیشین گوئی کے پڑتال کے لئے لاہور میں جلسہ کرلیا جائے، مگر کوئی مرزائی سامنے نہیں آتا۔ پھر یہ کہنا کیسا غلط ہے کہ صرف ایک پیشین گوئی کا ذکر کیا دوسری کا نہیں کیا۔ خاص مونگیر میں بھی بہت سی پیشین گوئیوں کا ذکر ہوا

ہے اور دوسری جگہ ساری پیشین گوئیوں کو جھوٹا کہا ہے۔ جب تم اور تمھاری جماعت، آنکھوں پر پٹی باندھ لے اور نکلے سورج کو نہ دیکھے تو آپ اندھیرے میں گر کر وہیں جائیں گے کہ جہاں اس کو جانا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ جس پیشین گوئی کو تم ایک کہہ رہے ہو اس میں تو درحقیقت چھ پیشین گوئیا ں ہیں اور چھوؤں غلط ہوئیں۔ اب ان چھوؤں کو ایک کہنا صریح غلط ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ تم انھیں جھوٹا نہیں جانتے۔ ہم نے تو ان کے قول کے بموجب انھیں جانچا اور جھوٹا پایا۔ دیکھو مرزا صاحب کا اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء میں تحریر کرتے ہیں:

"بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محکِ امتحان نہیں ہوسکتا"

(خ ص ۲۸۸ ج ۵، مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۵۹)

مطابق اس قول کے ہم نے اُن کی پیشگوئیوں کو جانچا اور خاص کر وہ پیش گوئی جس کو انھوں نے نہایت ہی عظیم الشان کہا تھا وہ غلط ہوئی اور یقیناً غلط ہوئی۔ اب تمھارے عذرات، پیش کرنا بھی بے کار ہیں۔ کیونکہ سچے رسول کی پیشگوئی کبھی غلط نہیں ہوسکتی اور غلط ہونے کے بعد کوئی عذر قابل سماعت نہیں ہوسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی باتیں انسانوں کی طرح نہیں ہیں کہ جب وہ نہیں ہوسکا تو پھر عذر کرنے لگے۔

تم لکھتے ہو کہ کوئی بادشاہ، کسی شخص کی شرارت اور بغاوت کی تحقیق کے بعد حکم سزا نافذ فرماویں اور پھر قبل اس کے کہ وہ سزا بھگتے یا کچھ بھگت چکنے پر کسی تغیر حالت کی وجہ سے یا محض ترحم خسروانہ سے اس کو معاف فرماویں اور اس پر سزا عائد نہ ہو تو کیا اس کو جھوٹ اور فریب سے کام لینا کہیں گے۔ فرض کیجئے کہ اس حکم سزا سے بادشاہ سلامت، کسی اپنے دوست کو آگاہ بھی کر دیں اور پھر قبل اس کے کہ سزا عائد کی جائے، معاف بھی کر دیں تو کیا اس دوست کو حق ہوگا کہ بادشاہ سلامت کو جھوٹ بولنے والا اور جھوٹا وعدہ کرنے والا ٹھہراوے۔

انصاف کی ہمدردانہ گذارش:

اے عزیز! تم نے اس مثال میں بڑا دھوکہ کھایا۔ اگر تم اپنے اوپر رحم کر کے اس مثال میں اور مرزا صاحب کی الہامی وعید احمد بیگ کے داماد میں ذرا بھی انصاف سے غور کرو گے تو آسمان وزمین کا فرق پاؤ گے۔ تم ایسے نادان تو نہ تھے، مرزا صاحب کو مان کر عقل وسمجھ سب کھو بیٹھے۔ احمد بیگ کے داماد کے پیشین گوئی کی حالت، میں مفصل بیان کر آیا ہوں اسے غور سے دیکھو۔ متن کے علاوہ حاشیہ میں سات وجہیں نہایت صاف اور صریح ایسی بیان کی ہیں جن سے بخوبی ظاہر رہا ہے کہ اس مثال میں اور اُس وعدۂ الٰہی میں کوئی نسبت نہیں ہے اور اس وعدے کا پورا ہونا ضروری ہے۔ صفحہ ۳۴ سے ۴۲ تک یہ حاشیہ ہے اسے ضرور دیکھو۔ اس کے بعد اگر تم میں کچھ خوف خدا ہے تو اس مثال کو یقیناً غلط سمجھو گے۔ تم خدا تعالیٰ کے حال کو انسان کی حالت پر قیاس کرتے ہو، یہ کیسی نادانی ہے۔ انسان ضعیف البنیان کو اُس قادر مطلق سے کیا نسبت؟۔ وہ عالم الغیب ہے، اس پر آئندہ اور گذشتہ کی کوئی خبر اور کوئی حالت مخفی نہیں رہ سکتی۔ جس بات کو وہ کہے گا اس کے انجام کو وہ دیکھتا ہے۔ اس لئے وہ ایسا وعدہ ہرگز نہ کرے گا جس کے انجام میں کوئی مانع یا کوئی وجہ ایسی پیش آئے جس کی وجہ سے وہ وعدہ پورا نہ ہو۔ بھلا وہ ذات تو ہر عیب سے پاک ہے کوئی شریف انسان بھی ایسا وعدہ نہیں کرتا جس کے انجام کو وہ جانتا ہو کہ یہ پورا نہ ہوسکے گا۔ دنیا کے بادشاہ یا کسی اعلیٰ افسر کے لئے یہ ہوسکتا ہے کہ آئندہ کی حالت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کسی شخص کے بارے میں کوئی حکم سزا نافذ کرے یا کسی شخص کو کسی چیز کے دینے کا وعدہ کرے۔ مگر اس کے بعد اسے ذاتی یا ملکی اغراض ایسے پیش آسکتے ہیں کہ وہ اپنے وعدے یا وعید کو پورا نہ کرے، اس کے پورا کرنے میں اسے کسی قسم کا خوف وخطرہ پیش آجائے یا اس کی حالت میں تغیر آجائے جس سے اللہ تعالیٰ منزہ اور پاک ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں اس کا ارشاد ہے" **لا تبدیل**

لکلمات اللہ ‘‘(یعنی اللہ کی باتیں بدلتی نہیں)۔اب اگر اس کا وعدہ یا وعید بدل جائے تو صریح اس آیت قرآنی کے خلاف ہوگا۔اب سمجھ لو کہ وعید الٰہی کے مقام پر یہ مثال پیش کرنا، آیت قرآنی کے خلاف ہے۔ یہ بھی خیال رکھو کہ یہ وعید ایسی ہے کہ اگر پوری نہ ہو تو ایک نہایت حتمی اور قطعی وعدہ، اس (سلطان محمد) کی بیوی کے نکاح میں آنے کا پورا نہ ہوگا اور ایسے حتمی وعدے کا پورا نہ کرنا تو معزز انسان کی شان سے بعید ہے اور خدا کی شان تو بہت ہی اعلیٰ اور اشرف ہے۔اس کے بعد، میں تمھیں دوسری طرح سمجھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ،عالم الغیب، صادق الوعد اور غیر متغیر ہے۔اپنے کسی وعدہ یا وعید کو ٹال نہیں سکتا۔کیونکہ عالم الغیب وہی وعدہ کرے گا جس کا پورا ہونا اس کے علم میں قرار پا چکا ہے اور جو وقوع میں آنے کو ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ جس وعدہ کے پورا نہ ہونے کو وہ یقیناً جانتا ہے اس کی نسبت اس طرح کہہ دے کہ میں ضرور ایسا ہی کروں گا، جیسا کہ منکوحۂ آسمانی کی نسبت کہا گیا کہ آخر کار اور انجام کار احمد بیگ کی لڑکی میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ جب وہ عالم الغیب اس کہنے سے پہلے جانتا تھا کہ ایسی باتیں پیش آئیں گی جن کی وجہ سے وہ نکاح میں نہ آئے گی اور باوجود اس علم کے یہ وعدہ کرنا کہ انجام کار وہ لڑکی تیرے نکاح میں آئے گی؛ جھوٹ اور صریح فریب نہیں تو کیا ہے، ذرا کچھ تو غور کرو۔تم لوگ اس کو نہیں دیکھتے کہ اس وعدہ کے پورا نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ پر کیسا بھاری الزام آتا ہے۔ یہ کہہ دیتے ہو کہ اس کے خوف کی وجہ سے وعید پوری نہ ہوئی اس لئے وعدہ بھی ٹل گیا۔اس وعدے کے ٹلنے میں خدا پر سخت الزام آتا ہے اس لئے بھی داماد احمد بیگ والی وعید کا پورا ہونا ضروری ہے اور پھر خاص کر اس کے مرنے کی دو مرتبہ پیش گوئی کرتے ہیں۔ پہلی مرتبہ اس کی شادی سے ڈھائی برس کے اندر اس کی موت بتلاتے ہیں اور دوسری مرتبہ اپنی زندگی کے اندر اس کے مرنے کو کہتے ہیں اور انجام کار میں اُس کی بی بی سے اپنی شادی ہو جانا کہتے ہیں۔ جو واقعات گذر چکے ہیں اُن سے معلوم ہو رہا ہے کہ داماد احمد بیگ نہ ڈھائی برس کے اندر مرا اور نہ مرزا صاحب کی زندگی کے اندر مرا

اور نہ اس کی بی بی مرزا صاحب کے پاس آئی، بلکہ مرزا صاحب خود ہی مر گئے۔غرض کہ مرزا صاحب نے جتنی باتیں بتلائی تھیں وہ سب کی سب غلط ہوگئیں۔ مرزا صاحب سے جو وعدۂ الٰہی الہامات میں ہوا تھا اس کی صورتیں اوپر مذکور ہو چکی ہیں اُس کا پورا ہونا ضروری ہے۔اور اگر ایسے وعدے پورے نہ ہوں تو تمام وعدۂ الٰہی اور وعدۂ رسول بے کار ہو جاویں گے اور کوئی قابل اعتبار نہیں رہے گا۔جیسا کہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

’’کیا ایسے بزرگ اور حتمی وعدہ کا ٹوٹ جانا خدا تعالیٰ کے تمام وعدوں پر ایک سخت زلزلہ نہیں لاتا؟‘‘ (توضیح مرام خ ۳ ص ۵۵)

اس کے یہی معنی ہیں کہ تمام وعدوں میں زلزلہ پڑ جائے گا اور کوئی وعدہ لائق وثوق نہ رہے گا۔جس وعدۂ الٰہی کو مرزا صاحب نے یہاں بیان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کے پورا نہ ہونے سے اس کے تمام وعدوں میں زلزلہ پڑ جائے گا، اس سے بہت زیادہ یہ وعدہ ہے جو مرزا صاحب، نکاح میں آنے کے لئے بتا رہے ہیں۔ایسے ہی احمد بیگ کے داماد کے مرنے کی وعید ہے اس زور سے اس کے پورا ہونے کا وثوق دلایا گیا ہے کہ اس کے پورا ہونے میں کسی قسم کا تردد نہیں ہوسکتا۔کیونکہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں کہ’’ آخر کار اور انجام کار وہ لڑکی میرے نکاح میں ضرور آئے گی‘‘ اور اُس وعید کی نسبت لکھتے ہیں کہ’’اگر یہ پوری نہ ہو تو میں جھوٹا اور ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا‘‘۔اگر ایسے وعدہ اور وعید پورے نہ ہوں تو پھر شریعت الٰہی کے کسی بات کا اعتبار نہ رہے اور نبی کے تمام اقوال سے وثوق اٹھ جائے۔اس کے علاوہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ شخصی وعید ضرور پوری ہوتی ہے اس کا ثبوت قرآن مجید اور حدیث سے اور تمام مفسرین کے کلام سے ظاہر ہے دیکھو فیصلۂ آسمانی حصہ سوم۔

نیا اعتراض و جواب:

بعض مرزائی اپنے خیر خواہوں پر یہ الزام لگا دیتے ہیں کہ اعتراض میں مرزا صاحب کا

بعینہٖ قول نقل نہیں کرتے لفظ کو بدلتے ہیں۔ بھائیو! تمھارے اس کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے بہکانے والے اصل اعتراض کے جواب سے عاجز ہیں اپنے خیر خواہوں پر کچھ الزام لگا کر کم علموں کو گمراہی پر قائم رکھنا چاہتے ہیں، مگر وہ اپنے دل میں اس جواب کو مہمل سمجھتے ہیں، ورنہ ضرور اس امر کو مشتہر کرتے۔

اب مجھ سے اس کا جواب سنئے۔ ہماری جماعت نے اکثر جگہ مرزا صاحب کے بعینہٖ الفاظ نقل کئے ہیں آپ سامنے آئیں تو وہ مقامات کھول کر دکھا دیئے جائیں۔ اور بعض مقام پر بعینہٖ عبارت نقل نہیں کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی عبارت میں بہت طول ہوتی ہے اصل مطلب بہت کم ہے، اس لئے پوری عبارت نہیں لکھی جاتی اصل مطلب بیان کر دیا جاتا ہے۔ بعض وقت رسالہ میں ایک جگہ پوری عبارت لکھ دی گئی ہے اور دوسری جگہ اس کا حاصل لکھا گیا ہے۔ اب یہ بتائے کہ اس میں کیا الزام ہے؟۔

ہاں اگر ہمارا حوالہ غلط ہو یا مرزا صاحب کی عبارت کا جو خلاصہ ہم نے بیان کیا ہے وہ غلط ہو، اگر ایسا ہوا ہے تو ہمیں دکھایئے کہ ہم نے کیا غلطی یا بددیانتی کی ہے۔ ہم حق پرست ہیں، حق بات کے ماننے میں اور کہنے میں کبھی ہم کو تأمل نہیں ہوسکتا۔ البتہ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت ایک خاص امر میں بحث ہو رہی ہے، یعنی مرزا صاحب کے صادق یا کاذب ہونے میں، اس کے ثبوت میں جو ذی علم ہماری غلطی ثابت کرے گا اس کا جواب دیں گے اور اگر ہم سے غلطی ہوگئی ہے تو اسے ہم بخوشی مان لیں گے، بلکہ اُن کے ممنون ہوں گے۔ اور جنھیں علم نہیں ہے اُن کے خیال میں جو غلطی معلوم ہو وہ علماء مونگیر سے بیان کریں اُن کی پوری تسلی کر دی جائے گی۔ اب مقابلہ پر آیئے اور اس کا تجربہ کیجئے اور یوں عوام کے بہکانے کو ایک بات بنا کر کہہ دینا اہل حق کا کام نہیں ہے۔

☆☆

ناموس رسالت ﷺ کے تین اہم ہیرو

● ڈاکٹر محمد اجمل قاسمی

ابوعبدالرحمٰن عیاش ابن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ اور ابوجہل دونوں نے ایک ماں کا دودھ پیا تھا، لیکن قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھئے کہ ایک بھائی عیاش تو اسلام اور ناموس رسالت کا جانباز سپاہی بنا۔ اور دوسرا ابوجہل دین حق کا بدترین دشمن۔ عیاشؓ بن ابی ربیعہ ان جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جن کے لئے ”**السابقون اولئک المقربون**“ (الواقعہ: ۱۰-۱۱) کا خطاب نازل ہوا۔ وہ دولت اسلام سے اس وقت بہرہ ور ہوئے جب سرور کونین رسول اکرم ﷺ حضرت ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے اور دین حق قبول کرنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف تھا۔ ان کے رضاعی بھائی ابوجہل نے بہتیری کوشش کی کہ عیاشؓ کو بادۂ توحید پینے سے روکے، لیکن ناکام رہا، اور عیاشؓ کلمہ توحید پڑھ کر مشرکین کے ظلم وستم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں بے خطر کود پڑے۔ جب اس آگ کی شدت انتہا کو پہنچ گئی تو دوسرے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ حضرت عیاشؓ اور ان کی بیوی اسماء رضی اللہ عنہا بھی حضور اکرم ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ کچھ مدت غریب الوطنی کی زندگی گزارنے کے بعد مکہ واپس آگئے اور پھر چند دن بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت مدینہ کا شرف حاصل کیا۔

ابوجہل اپنے بھائی کے قبول اسلام سے سخت آزردہ تھا۔ وہ کچھ عرصہ کے بعد مدینہ آیا، ایک روایت کے مطابق رحمت دوعالم ﷺ ابھی مدینہ تشریف نہیں لائے تھے۔ اور حضرت

عیاشؓ سے مل کر کہنے لگا: ''جان برادر ہماری بوڑھی ماں تمہاری آتش فراق میں جل رہی ہے۔ اس نے عہد کیا ہے کہ جب تک تمہاری صورت نہ دیکھ لے گی نہ سایہ میں بیٹھے گی اور نہ سر میں تیل ڈالے گی''، ایک دفعہ اسے اپنی صورت دکھا آؤ''۔ حضرت عیاشؓ کو ماں سے بے پناہ محبت تھی بڑے بھائی کی باتوں میں آگئے اور اس کے ہمراہ ماں کو تسکین دینے چل پڑے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عیاشؓ کے عزم مکہ کی اطلاع ملی تو وہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ''عیاشؓ مجھے تمہارے بھائی کی باتوں سے فریب کی بو آتی ہے۔ جب مکہ کی دھوپ تمہاری ماں کو ستائے گی تو وہ خود بخود اٹھ کر سایہ میں چلی جائے گی، اور جب اس کے سر میں خارش ہوگی تو کنگھی بھی کر لے گی۔ میری مانو تو مکہ ہرگز نہ جاؤ''۔

لیکن حضرت عیاشؓ پر ابوجہل کی ملمع سازی کا کچھ ایسا اثر ہو گیا تھا کہ وہ اپنا ارادہ ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ ''ماں کی قسم پوری کر کے واپس آ جاؤں گا''۔

چنانچہ وہ ابوجہل کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ جونہی مکہ پہنچے بدطینت ابوجہل نے آنکھیں بدل لیں اور اپنے مشرک ساتھیوں کی مدد سے فریب خوردہ عیاشؓ کی مشکیں کس کر انہیں زنداں میں ڈال دیا جہاں ان سے پہلے شمع رسالت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک اور پروانہ بھی طوق و سلاسل میں جکڑا ہوا تھا۔ ناموس رسالت کے یہ اسیر حضرت سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت سلمہؓ بن ہشام المخزومی ابوجہل کے صلبی بھائی تھے۔ وہ بھی دعوت توحید کے ابتدائی دور میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے اور اپنے سنگدل بھائی اور دوسرے مشرکین کی مشق ستم کا نشانہ بن گئے تھے۔

جب مشرکین کے مظالم اور سختیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو وہ بھی حضور ﷺ کی ایماء پر عازم حبشہ ہوئے۔ ابھی حبشہ میں ان کے قیام کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ان کے کانوں تک یہ افواہ پہنچی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ بڑے خوش ہوئے اور دوسرے مہاجرین کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ انہوں نے پھر حبشہ

جانے کا قصد کیا۔ لیکن ابوجہل مزاحم ہوا اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ایک کوٹھری میں محبوس کر دیا، کھانا پینا بند کر دیا اور ان کے ساتھ تمام مظالم روا رکھے گئے۔ لیکن مار پیٹ کی سختیوں کے باوجود مرد حق آگاہ کی جبین ہمت پر شکن تک نہ آئی۔ فرماتے: ''او دشمن خدا خواہ مجھے مار ڈال لیکن جو قدم راہ حق میں اٹھ گئے وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے''۔

ایک طویل مدت انہیں طرح طرح کی روح فرسا مصیبتیں جھیلتے گذر گئی حتی کہ ان کے دوسرے حامئ حق بھائی عیاشؓ بھی ان کی بلاکشی میں شریک ہو گئے۔ یہ دونوں ثابت قدم بھائی قید محن میں گرفتار تھے کہ ایک تیسرے فدائی توحید کو بھی اس زندان بلا میں آنا پڑا۔ ناموس رسالت کے یہ تیسرے پاسبان ولید بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ولید بن ولید بن مغیرہ المخزومی حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کے بھائی تھے۔ ولید دعوت اسلام کی ابتداء میں اسلام کی نعمت سے محروم رہے اور جنگ بدر میں مشرکین کے ہمراہ مسلمانوں سے لڑنے گئے۔ جب مشرکین کو شکست ہوئی تو ولیدؓ عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔ ان کے بھائیوں خالد بن ولید اور ہشام بن ولید نے فدیہ دے کر رہا کرایا اور اپنے ہمراہ مکہ لے گئے۔ اس دوران حضرت ولید کا دل نور ایمان سے روشن ہو چکا تھا۔ ذوالحلیفہ میں پہنچ کر اپنے بھائیوں سے نظر بچا کر بھاگ نکلے اور سیدھے مدینہ منورہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ولیدؓ نے اوائل بعثت میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

حضور پرنور محمد رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''ولید تم فدیہ ادا کرنے سے پہلے کیوں نہ مسلمان ہو گئے؟''۔

عرض کیا: ''یا رسول اللہ اس طرح قریش یہ کہتے کہ فدیہ کے ڈر سے مسلمان ہو گیا۔ حالانکہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے مسلمان ہونا چاہتا تھا''۔

اسلام لانے کے بعد وہ مکہ واپس تشریف لے گئے۔ ان کے مغلوب الغضب بھائیوں

نے انہیں بھی طوق سلاسل میں جکڑ کر سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کے ساتھ محبوس کر دیا اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کر دیں۔

سرور کائنات رسول اکرم ﷺ جب ان تینوں مظلوموں کی قید محن کا حال سنتے تو چہرۂ اقدس پر حزن وملال کے آثار نمایاں ہو جاتے۔اور اس زمانے میں ہر نماز کے بعد آپ ﷺ دعا فرمایا کرتے: ''اے اللہ سلمہؓ بن ہشام، عیاشؓ بن ابی ربیعہ اور ولیدؓ بن ولید کو مشرکین کے پنجۂ ستم سے رہائی عطا فرما''۔

ناموس رسالت کے یہ تینوں اسیر بڑے صبر اور استقامت کے ساتھ اپنے ایام مصیبت کاٹ رہے تھے کہ ایک دن موقع پا کر ولیدؓ بن ولید اپنے آپ کو طوق وسلاسل سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے اور چھپتے چھپاتے مدینہ منورہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضور ﷺ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور سلمہؓ اور عیاشؓ کا حال پوچھا۔انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ وہ سخت مصیبت میں ہیں مشرکین نے دونوں کے پاؤں ایک بیڑی میں جکڑ رکھے ہیں اور ان پر ہر طرح کے ظلم وستم آزمائے جا رہے ہیں۔

حضور ﷺ اپنے ان اصحاب کا حال سن کر بڑے ملول ہوئے اور صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم میں کون ایسا اللہ کا بندہ ہے جو سلمہؓ اور عیاشؓ کو کفار کی قید سے چھڑا لائے''۔

حضرت ولیدؓ بن ولید کھڑے ہو گئے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ یہ خدمت اس نیاز مند کو تفویض فرمائیے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اچھا تم ہی جاؤ اور مکہ پہنچ کر وہاں کے لوہار کے ہاں ٹھہرو، وہ دین حق قبول کر چکا ہے۔اس کی وساطت سے پوشیدہ طور پر سلمہ اور عیاش سے ملو اور ان سے کہو کہ مجھے حضور ﷺ نے بھیجا ہے، تم دونوں میرے ساتھ نکل چلو''۔

رسول کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت ولیدؓ مکہ پہنچے اور وہاں کے مسلمان لوہار کے ہاں فروکش ہوئے۔اس نے بتایا کہ مشرکین سلمہؓ اور عیاشؓ کا قید خانہ تمہارے فرار کے بعد بدلتے رہتے ہیں۔معلوم نہیں وہ آج کل کہاں محبوس ہیں۔

حضرت ولیدؓ قید خانہ کا پتہ لگانے کی ٹوہ میں رہے۔ایک دن ایک عورت کو دیکھا کہ سر پر کھانا رکھے کہیں جا رہی ہے۔اس سے پوچھا: ''بہن کس کا کھانا لئے جاتی ہو''؟

بولی: ''سلمہؓ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو جو بے دین ہو گئے ہیں، یہ کھانا دینے جا رہی ہوں''۔

حضرت ولیدؓ نے بظاہر بے اعتنائی سے اس کی بات سنی، لیکن جب وہ آگے بڑھی تو یہ اس کی نظر بچا کر پیچھے پیچھے چلنے لگے۔یہاں تک کہ انہوں نے وہ مکان دیکھ لیا جس میں دونوں پرستاران حق مقید تھے۔قیام گاہ پر واپس آ کر لوہار کو سارا قصہ سنایا اور کہا کہ سلمہؓ اور عیاشؓ کے طوق وسلاسل کاٹنے کی کوئی ترکیب بتاؤ۔

اس نے کہا کہ ''زنجیر کے نیچے ایک مضبوط پتھر رکھنا اور اس کی کڑی پر تلوار رکھ کر اس پر پتھر سے ضربیں لگانا۔زنجیر آہستہ آہستہ کٹ جائے گی''۔

رات کی تاریکی میں حضرت ولیدؓ اپنے مقدس مشن کی تکمیل کے لئے نکلے۔اتفاق سے قید خانہ بغیر چھت کے تھا۔حضرت ولیدؓ دیوار پھاند کر قید خانے میں جا کودے۔مظلوم قیدیوں کو حضور اکرم ﷺ کا پیغام دیا۔پھر لوہار کی ہدایت کے مطابق عمل کر کے ان کی زنجیر کاٹ ڈالی اور دونوں کو ساتھ لے کر باہر آئے۔اپنا اونٹ باہر باندھ آئے تھے۔تینوں اس پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

صبح ہوئی تو قیدیوں کو نہ پا کر مشرکین نے اپنا سر پیٹ لیا۔کئی شوریدہ سروں نے تیز رفتار سانڈنیوں پر تعاقب کیا، لیکن ناکام رہے، کیونکہ ناموس رسالت کے تینوں سورما بہت دور نکل گئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بخیر وعافیت مدینہ منورہ پہنچا دیا۔حضور ﷺ انہیں دیکھ

کر بے حد مسرور ہوئے اور حضرت ولیدؓ کے حق میں دعائے خیر کی۔

حضرت سلمہؓ بن ہشام، عیاشؓ بن ابی ربیعہ اور ولیدؓ بن ولید تینوں کا شمار بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ حضرت سلمہؓ قید محن سے نجات پا کر مدینہ پہونچے تو اس وقت غزوۂ بدر گذر چکا تھا۔ اس کے بعد وہ تقریبا تمام غزوات میں رسول اکرم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جہاد شام میں حصہ لیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں (سن 14 ہجری) میں مرج روم کی جنگ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ بھی اپنی اسیری کے سبب غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے، مگر دوسرے کئی غزوات میں مجاہدانہ حصہ لیا۔ صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں شام پر لشکر کشی ہوئی تو حضرت عیاشؓ بھی لشکر اسلام میں شریک ہوگئے اور عیسائیوں کے خلاف کئی معرکوں میں داد شجاعت حاصل کی۔ وفات کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق جنگ یرموک میں شہادت پائی اور ایک دوسری روایت کے مطابق شام سے بخیریت مکہ واپس آگئے اور یہیں انتقال کیا۔ ان سے متعدد احادیث مروی ہیں۔

حضرت ولیدؓ بن ولید کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اس وقت دولت اسلام سے فیضیاب ہوئے جب ان کے عظیم بھائی خالدؓ بن ولید جنہیں بعد میں نطق رسالت ﷺ نے ''سیف اللہ'' کا خطاب مرحمت فرمایا، ابھی کفر وشرک کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہے تھے۔

علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ولیدؓ عمرۃ القضا میں رسول اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھے اور خالدؓ بن ولید کہیں روپوش ہوگئے تھے۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے ولید سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''اگر خالد میرے پاس آجاتا تو اس کی تکریم کرتا۔ مجھے حیرت ہے کہ ایسا ذہین اور فریس شخص ابھی تک اسلام سے بے گانہ ہے''۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت ولیدؓ نے خالدؓ بن ولید کو ایک خط لکھا جس میں

انہیں بڑی درمندی اور اخلاص کے ساتھ اسلام کی دعوت دی۔ یہی خط خالد بن ولید کو اسلام کی طرف مائل کرنے کا باعث بنا۔

حضرت ولیدؓ نے عمرۃ القضا کے کچھ عرصہ بعد 8 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی والدہ حضرت لبابہؓ ابھی بحیات تھیں۔ انہیں جوان فرزند کی موت نے نڈھال کر دیا تھا اور انہوں نے ایک دلدوز مرثیہ کہا جس کا ایک شعر یہ تھا: ترجمہ: ''اے آنکھو اس ولید کی یاد میں آنسو بہاؤ جو شجاعت اور بہادری میں اپنے باپ کی طرح خاندان کا ہیرو تھا''۔

حضور ﷺ نے یہ مرثیہ سنا تو ان سے فرمایا کہ یہ نہ پڑھو، بلکہ قرآن کی یہ آیت تلاوت کرو۔ ترجمہ: ''اور موت کی بے ہوشی ضرور آکر رہے گی (اس وقت کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ جس سے تو بھاگتا تھا''۔

(مضمون نگار گیسٹ فیکلٹی، مرکز برائے مطالعات زبان عربی افریقی جے این یو کے گیسٹ ٹیچر ہیں۔)

☆☆

عقیدۂ ختم نبوت ایمان کی اساس

● مفتی شمس تبریز قاسمی

عقیدہ ختم نبوت، مسلمانوں کے ایمان کی اساس اور روح ہے۔ اگر اس پر حرف آجائے تو اسلام کی ساری عمارت یکا یک نیچے آگرے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس پر تاجِ ختمِ نبوّت سجایا اور تختِ ختم نبوّت پر بٹھا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بنی نوعِ انسان کو عقیدہ توحید کی عظیم نعمت عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ ختم نبوّت پر ایمان ہی نجات و مغفرت اور حصولِ جنت کا ذریعہ ہے۔

زیرِ نظر مقالہ میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت، ہندوستان و پاکستان میں قادیانیت کے بڑھتے قدم، اس کے عزائم و منصوبے اور فرنگی و قادیانی خطرناک مشن کے تاریخی سفر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس یقین کے ساتھ ختم نبوت ہمارے ایمان کی اساس ہے، اس عقیدۂ کو چیلنج کرنے والے کا خاتمہ ہماری زندگی کا سب سے اہم فریضہ ہے۔ جہاں بھی اس طرح کی تحریک چلے گی ہم عاشقان رسول پہلی فرصت میں اس کو نیست و نابود کر کے دم لیں گے۔

عقیدۂ ختم نبوت کا تعارف

ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جہاں میں بھیج کر بعثت انبیاء کا

سلسلہ ختم فرما دیا ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا ذکر قرآن حکیم کی سو سے بھی زیادہ آیات میں نہایت ہی جامع انداز میں صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“۔ (الاحزاب،33:40)

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے)۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبین کہہ کر یہ اعلان فرمادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی آخری نبی ہیں اور اب قیامت تک کسی کو نہ منصب نبوت پر فائز کیا جائے گا اور نہ ہی منصب رسالت پر۔ قرآن حکیم میں سو سے زیادہ آیات ایسی ہیں جو اشارۃً یا کنایتاً عقیدہ ختم نبوت کی تائید و تصدیق کرتی ہیں۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی متعدد اور متواتر احادیث میں خاتم النبیین کا یہی معنی متعین فرمایا ہے۔ لہٰذا اب قیامت تک کسی قوم، ملک یا زمانہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور نبی یا رسول کی کوئی ضرورت باقی نہیں اور مشیت الٰہی نے نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلسلۂ نبوت اور رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے اپنی ختمِ نبوت کا واضح لفظوں میں اعلان فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَ". (ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الرویا، 4:163، باب: ذھبت النبوۃ، رقم: 2272)

(اب نبوت اور رسالت کا انقطاع عمل میں آ چکا ہے لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی)۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

دعویٰ نبوت کا آغاز:

قرآن وحدیث کی اس صریح وضاحت اور صاف لفظوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان فرما دینے کے باوجود کچھ بدبختوں نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری زمانے میں ہی نبوت کا جھوٹا دعوی کرنا شروع کر دیا اور کفر وارتداد پھیلانے کی مذموم کوشش کی، مگر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ہی کے حکم پر ان فتنوں کے خلاف جہاد کر کے انہیں کچل کر رکھ دیا۔ اسود عنسی، طلیحہ اور مسیلمہ کذاب کو اُن کے انجام تک پہنچایا۔ امیر المومنین خلیفہ بلافصلِ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے ارتداد کے خلاف جہاد کر کے قیامت تک تحریکِ تحفظ ختم نبوّت کا علم بلند کر دیا۔ ماضی کے مختلف ادوار میں کئی بدبخت افراد نے دعویٰ نبوت کر کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے اور انہیں گمراہ کرنے کی سعی مذموم کی۔ مگر ہر دور میں اہل ایمان اور حق کے طرف داروں نے ان کے خلاف بھرپور مزاحمت کی، منصب ختم نبوت کی حفاظت کی اور مسلمانوں کو گمراہی اور ارتداد سے بچایا۔

ہندوستان میں فرنگیوں کی آمد ایک خطرناک سازش کے ساتھ:

برصغیر میں فرنگی اقتدار کے خلاف ہندوستان کی تمام اقوام متحد ہوئیں اور سامراج کی

غاصب وظالم حکومت کے خلاف ہر محاذ پر زبردست جدوجہد کی۔ خاص طور پر مسلمانوں نے انگریز کے خلاف بغاوت کو جہاد قرار دیا اور اسے توشہ آخرت سمجھ کر اس محاذ پر سرگرم رہے۔ قربانی وایثار سے معمور مسلمانوں کی جدوجہد تاریخِ آزادی میں منفرد و بے مثال ہے۔ انگریز دانا اور عیار دشمن تھا۔ یہ بات ہمیشہ اس کے پیش نظر رہی کہ ہم نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا اور مسلمان ہی ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ علماءِ حق نے نہ صرف انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، بلکہ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں کی قیادت بھی کی۔

ہندوستان میں دعویٰ نبوت کا فریب:

انگریز نے اسی جذبہ جہاد کو مسلمانوں کے دل و دماغ سے نکالنے کے لیے جعلی اور جھوٹا نبی پیدا کیا۔ قادیان کے ایک لالچی اور بدکردار شخص مرزا غلام احمد کو دعویٰ نبوت کے لیے آمادہ وتیار کیا اور آخر کار اس بدبخت نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ مرزا قادیانی نے پہلا کام یہ کیا کہ انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا اور انگریز کی اطاعت وفرمانبرداری کو ہی اصل ایمان قرار دیا۔ اس نے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا تو کبھی نبوت کا اعلان کیا، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپ کو افضل کہا اور کبھی سب انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا، کبھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو کبھی تذکرہ نامی کتاب کو قرآن مجید سے افضل قرار دیا، کبھی قادیان حاضری کو حج وعمرہ سے افضل کہا تو کبھی اپنے گھر والوں اور ماننے والوں کو صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل قرار دیا، حتیٰ کہ اپنی بیویوں کو امہات المومنین اور ماننے والوں کو صحابہ قرار دیا (نعوذ باللہ)، الغرض اس سے جو ہوا اس نے کیا۔

فتنۂ قادیانیت کا تاریخی سفر:

اس فتنہ کی بنیاد باضابطہ طور پر ١٨٨٠ء میں پڑی تھی۔ اس کے بانی ومحرک مرزا غلام

احمد قادیانی کو انگریزوں کی بھرپور حمایت حاصل تھی، جب مرزا قادیانی ۱۸۶۴ء میں ایک کچہری میں ادنیٰ درجہ کی ملازمت منشی گیری کرتا تھا اسی وقت یہ انگریزوں کے ہاتھ چڑھا، برطانوی حکومت کے افسران سے خفیہ ملاقات ہوئی اور اسی ملاقات کے نتیجہ میں چند ہی سالوں کے بعد ۱۸۶۸ء میں منشی گیری کی ملازمت ترک کر کے گھر بیٹھ گیا اور ۱۲ سال تک کتب خلافیات کے مطالعہ میں منہمک رہا اور آئندہ کے عزائم کو بروئے کار لانے کے منصوبہ سوچتا رہا، مرزا خود لکھتا ہے کہ ”ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی گویا میں دنیا میں نہ تھا“۔ (کتاب البریہ، خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۱) پھر ۱۸۸۰ء سے اس نے انگریزی افسران سے خفیہ ملاقات میں طے شدہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کام کرنا شروع کر دیا، چنانچہ ابتدا میں مبلغ اسلام، مصلح اسلام اور مناظر اسلام کے نام پر لوگوں کے سامنے آیا اور کبھی کبھی آریوں اور ہندو دھرم کے پیشواؤں سے مناظرے اور مباحثے کیا کرتا تھا، اسی دوران حقانیت اسلام اور صداقت اسلام کو ثابت کرنے کے لئے تین سو دلائل سے مبرہن ۵۰ جلدوں میں کتاب لکھنے کا وعدہ کر کے لوگوں سے خوب چندہ بٹورا، لیکن وہ کتاب پچاس تو کجا پانچ جلدوں میں بڑی آرزوں کے بعد منظر عام پر آئی بھی تو مگر ناقص! تین سو دلائل اس میں کہاں ذکر ہوتے ایک بھی دلیل مکمل نہیں آئی، چندہ لینے والوں کے خوب لعن طعن سننے کے بعد دوسری کتاب کی تالیف چل رہی کو براہین احمدیہ جلد پنجم کا نام دیکر پیش کر دیا اور یہ اشتہار شائع کرا دیا کہ پچاس کا وعدہ پانچ سے پورا ہو گیا، کیونکہ ۵۰ اور ۵ میں صرف نقطہ کا فرق ہے۔

مرزا قادیانی اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے بتدریج آگے بڑھتا گیا جس کے لئے انگریز نے کھڑا کیا تھا ۱۸۸۰ء میں ہی اس نے ملہم من اللہ ہونے کا دعوی کیا۔ ۱۸۸۲ء میں مجدد ہونے کا، ۱۸۹۱ء میں مسیح ابن مریم ہونے کا، ۱۸۹۹ء میں ظلی بروزی نبوت کا اور ۱۹۰۱ء میں باقاعدہ تشریعی نبوت اور عین محمد ہونے کا دعویٰ کیا اور سب سے اخیر میں ۱۹۰۲ء

مجموعہ القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

میں اس نے کرشن اوتار ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مرزا قادیانی کے عزائم اور منصوبے:

انگریزوں کا مقصود یہی تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد کو ختم یا کم از کم سرد کرنے کے لئے کسی جعلی نبی کو کھڑا کیا جائے، مرزا قادیانی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے انگریزوں کی اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے اس نے اپنا جو روڈ میپ تیار کیا وہ کچھ اس طرح تھا۔

(الف) ہنٹر رپورٹ میں نظریہ جہاد کو برطانوی حکومت کے لئے خطرہ بتایا گیا اور مشنری فادرز رپورٹ میں ظلی نبوت کو اس کا علاج کہا گیا، پروگرام کے مطابق مرزا قادیانی نے جھوٹی اور جعلی نبوت کا دعویٰ کیا،، دعویٰ کے ساتھ ہی اپنے من گھڑت اور پراگندہ افکار کو وحی والہام کا نام دے کر فریضہ جہاد کی حرمت و منسوخی کا اعلان کر دیا، لکھا ہے:

”اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ وقتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد“

(روحانی خزائن: ۱۷/۷۷،۷۸)

ایک جگہ اس شخص نے اپنی جماعت کی خصوصیت یوں بیان کی کہ:

”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے

معتقد کم ہوتے جائیں گے کیوں کہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار ہے‘‘
(مجموعہ اشتہارات:۱۹/۳)(تحفہ گولڑویہ،روحانی خزائن جلد۱۷صفحہ۷۷)

اور ہندوؤں سے جذبہ آزادی کو ختم کرنے کے لئے کرشن اوتار ہونے کا دعویٰ کیا ،تاکہ ہندو بھی اپنے کرشن اوتار کی بات مان کر تحریک آزادی سے دستبردار ہوجائے اور انگریزوں کا مقصد ہندوستانیوں کو غلام بنائے رکھو پورا ہوجائے۔

(ب)’’لڑاؤاور حکومت کرو‘‘ یہ انگریزی سامراج کی حکومت کے بقاء وتحفظ کے سلسلہ میں قدیم پالیسی ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے اس پالیسی کی پابندی کرتے ہوئے اپنے منصوبہ بند مناظروں کے ذریعہ مسلمان اور برادرانِ وطن کے درمیان تفریق اور دوری پیدا کردی، ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہونے والے نام نہاد مذہبی مناظروں کی وجہ سے انگریزوں کے خلاف مسلمانوں اور ہندوؤں کی متحدہ جدوجہد مذہب کی بنیاد پر تقسیم ہوکر رہ گئی۔

آریہ سماج، ہندو بھائیوں میں ایک ترقی پسند تحریک تھی ،سوامی دیانند سرسوتی اس کے بانی تھے،انھیں سنسکرت اور مادری زبان کے علاوہ اردو، پنجابی ،فارسی وغیرہ دیگر زبانوں سے واقفیت تھی، ہندوؤں کا تعلیم یافتہ طبقہ اس تحریک سے مربوط تھا،اس تحریک کے پیروکار لالہ اجیت رائے، ڈاکٹر گوپی چند بھارگو، ڈاکٹر سینوپال، اور دیگر حضرات پنجاب میں انگریز حکومت کے خلاف برسرِ پیکار تھے،مرزا قادیانی نے اپنے عامیانہ ذوق اور بے ہودہ پن مزاج کے مطابق اس تحریک کو،اس کے بانی کو اور عام ہندوؤں کو اپنی سب وشتم ،طعن وتشنیع ، اور لعنت وملامت کا نشانہ بنایا،ایک جگہ آریہ سماج کے بارے میں لکھا ہے:

’’دہریوں کے بعد دنیا میں آریوں سے بدتر اور کوئی مذہب نہیں۔‘‘

(بحوالہ تحریک ختم نبوت:۱۳۲/۲ شورش کاشمیری)

ویدوں کے متعلق اس نے لکھا کہ:’’اس قدر لغو بیانی تو مجانین اور مسلوب الحواس کے کلام میں بھی نہیں ہوتی‘‘۔(حوالہ سابق)

مزید ہندوؤں کے بارے میں کہا ہے کہ:’’ہندوؤں کا پرمیشر آپ ہی لوگوں کو بدفعلی اور پلیدی میں ڈالنا چاہئے۔‘‘(حوالہ سابق)

مرزا غلام احمد قادیانی کی دعوت پر آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی مباہلہ کے لئے گورداسپور(مرزا قادیانی کا ضلع) آئے اور کئی دن مرزا قادیانی کے انتظار میں گزارے ،لیکن مرزا کو مقابلہ میں آنے کی ہمت وجرأت نہیں ہوئی،۳۰/اکتوبر۱۸۸۳ء کو سوامی دیانند انتقال کرگئے تو مرزا قادیانی نے فوراً اس کو اپنی پیشن گوئی قرار دیا،اس سے آریہ سماج کے لوگوں میں نفرت ودشمنی کے جذبات بھڑک اُٹھے۔

سوامی دیانند سرسوتی کے پیروکار پنڈت لیکھ رام نے مرزا قادیانی کے الہامات وپیشن گوئیوں کو چیالنج کیا، یہاں پر بھی مرزا صاحب حسبِ عادت پیچ تاب کھائے اور اِدھر اُدھر کی ہانکنی شروع کردی، پنڈت لیکھ رام کے مقابلہ پر آنے کے لئے انھیں’’سانپ سونگھ گیا‘‘ جب لیکھ رام نے بہت زیادہ ہی زچ اور پریشان کرنا شروع کیا تو مرزا نے ۱۸۹۳ء میں اس کے قتل کی پیشین گوئی کردی، چنانچہ ۶/مارچ ۱۸۹۷ء میں پنڈت جی کا قتل ہوگیا، مرزا قادیانی پر قتل کا مقدمہ چلا ،غرض یہ کہ اس قتل سے ہنگامہ کھڑا ہوگیا، ہندو مسلم فساد کی بنیاد پڑگئی اور باہمی تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی، پھر یہ دوریاں اور فاصلے اتنے بڑھ گئے کہ ہندو مسلم اتحاد ایک خواب وخیال بن کر رہ گیا۔

ہندوؤں کے متعلق مرزا قادیانی کے سب وشتم کے ردعمل میں سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب’’ستیارتھ پرکاش‘‘میں۲/ابواب خصوصی طور پر شامل کئے گئے،جن میں (نعوذ باللہ) رسول اکرم ا کی شان میں گستاخی اور دل آزار تحریریں لکھی گئیں، یہ ابواب سوامی دیانند کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، انہوں نے کتاب کے صرف۱۲/ابواب لکھے تیرھویں اور چودھویں باب کا اضافہ ان کے بعد کیا گیا،اس طرح رسول اکرمؐ کی شان میں گستاخی وبے ادبی اور دل آزار تحریروں کا محاذ کھولنے کا سبب بھی مرزا قادیانی بنا، اس شخص نے ہندو رہنماؤں کو

گالیاں دے کر آریہ سماج کے لوگوں کو آنحضرتؐ کے خلاف دریدہ دہنی کا حوصلہ دیا اور سب وشتم کا چسکا لگایا، غرض یہ کہ مرزا قادیانی انگریز سامراج کی عین خواہش، یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں میں ٹکراؤ و تصادم کو پورا کر دکھایا۔

(ج) مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہبی مناظرے ''ایک تیر دو شکار'' کا مصداق ثابت ہو رہے تھے، صداقتِ اسلام کے نام پر ان نام نہاد مناظروں سے ایک طرف ہندوستان کے مختلف فرقوں میں دوریاں پیدا ہو رہی تھیں تو دوسری طرف یہی مناظرے انگریز سامراج کے خلاف باشندگانِ وطن کی متحدہ جدوجہد کا رخ بھی تبدیل کر رہے تھے، اور جنگ آزادی پر مذہبی جنگ (یدھ دھرم) کا رنگ چڑھ گیا، علماء اسلام نے آزادیٔ وطن کی جدوجہد کو جہاد کا درجہ دے کر برطانوی سامراج کے خلاف مسلمانوں کے خون کو گرما اور وطن کے لئے جانثاری اور جانبازی کا جذبہ اور حوصلہ ان میں پیدا کیا، برخلاف مرزا قادیانی کے مذہبی مناظروں کے کہ اس کی وجہ سے جنگِ آزادی کا پورا منظر نامہ ہی تبدیل ہو گیا، حریت پسندی اور قومی اتحاد و یکجہتی کی جگہ مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی غالب آگئی۔

آزادی ہند کی تاریخ کو مسخ کرنے کی ناپاک کوشش:

ہندوستان کی آزادی کی ۵۰ ویں سالگرہ کے موقع پر ''آزادیٔ ہند اور جماعت احمدیہ'' نامی کتاب منظر عام پر آئی، کتاب کے مصنف قادیانیت کے ترجمان 'ہفت روزہ البدر' قادیان کے ایڈیٹر منیر احمد خادم ہیں ان کی یہ کتاب دجل و تلبیس اور دھوکہ و فریب کا ایک نادر نمونہ ہے، کتاب کے مصنف نے آزادیٔ ہند کے لئے جماعت احمدیہ (قادیانی فرقہ) کی خدمات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ''جماعت احمدیہ'' نے آزادیٔ ہند کے لئے جو کوششیں کی ہیں ان میں بنیادی طور پر تین اہم عناصر کارفرما ہیں۔

(۱) ایک تو تمام ہندوستانی اقوام کا باہم اتفاق و اتحاد اور سیاسی مساوات و رواداری

(۲) دوسرے حصول آزادی میں عدم تشدد اور حلم و نرمی اور جوش کے بجائے ہوش اور عقل کا استعمال۔

(۳) تیسرے چھوت چھات یا کسی کو حقیر سمجھنے کا خاتمہ۔

پنڈت نہرو کا انکشاف:

ہندوستانی اقوام میں باہم اتحاد و اتفاق کے سلسلہ میں قادیانی فرقہ کی خدمات کا اندازہ مرزا قادیانی کے مذہبی مناظروں اور دشنام طرازی سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، رہی بات سیاسی مساوات و رواداری کی تو یہ دراصل قادیانیت کے نفاق اور دورخی پالیسی کا دوسرا نام ہے، ملک کی آزادی سے پہلے قادیانی فرقہ کانگریس کا شدید مخالف تھا، ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو قادیانیت کی شرانگیزی اور فتنہ پردازی کا بھرپور احساس تھا، اس احساس کا انکشاف کرتے ہوئے مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے خطبہ میں کہا:

''پنڈت نہرو جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہوں نے اسٹیشن پر اتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں ان میں ایک یہ تھی کہ میں نے اس سفر یورپ میں یہ سبق حاصل کیا ہے کہ اگر انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے احمدیہ جماعت کو کمزور کیا جائے۔'' (اخبار ''الفضل'' قادیان ۱۶/۱۱ اگست ۱۹۲۵ء)

(قادیانی اخبار ''الفضل'' قادیان مورخہ ۲/جون ۱۹۳۶ء)

قادیانیت کی سرکوبی کیلئے علماء دیوبند کی تاریخ ساز خدمات:

خطرناک مشن تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا، لیکن علماء حق نے اس فتنہ کے ابھرتے ہی اس کا سدباب کرنا شروع کر دیا اور اس کے خلاف ہر ممکن جدوجہد شروع کر دی۔ فتنہ قادیانیت کو انگریز کی مکمل سرپرستی حاصل تھی اور آج بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فتنے کو کچلنے کے لیے مسلمانوں کے نوے سال صرف ہوئے۔ 1929 سے پہلے فتنہ قادیانیت

کے خلاف جتنی جدوجہد ہوئی وہ انفرادی نوعیت کی تھی۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور سب سے پہلے علماء لدھیانہ نے علمی محاذ پر اپنی زبان وقلم سے فتنہ قادیانیت کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ انہی علماءِ حق کی انفرادی محنت آگے چل کر اجتماعی جدوجہد میں تبدیل ہوئی۔

مجلس احرار کا قیام:

1930ء میں شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر لاہور میں انجمن حمایت اسلام کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں ملک بھر سے پانچ سو سے زاید علماء کرام شریک ہوئے، استاذ المحدثین، محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ بھی اس اجتماع میں شریک تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوران خطاب عقیدہ ختم نبوت پر نہایت جامع بیان فرمایا اور پھر اس کے بعد فرمایا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی تردید کے لیے اپنے شاگرد رشید، نواسہ پیغمبر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور تردید قادیانیت کا محاذ ان کے سپرد کرتا ہوں، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر شریعت کا لقب دیا گیا اور تمام علماء کرام نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری حمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں فتنہ قادیانیت کے خلاف سرگرم عمل ہوگئے۔

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری کی جہد مسلسل:

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے استاد محترم کی خوب لاج رکھی اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دن رات ایک کر دیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اغراض ومقاصد میں فتنہ قادیانیت کا تعاقب واحتساب کلیدی حیثیت کا حامل تھا۔ چنانچہ ''مجلس احرارِ اسلام'' نے قادیانیت کا عوامی اور سیاسی احتساب شروع کیا۔ 1930 کی

کشمیر کمیٹی قادیانیوں کی کمین گاہ تھی۔ مجلس احرار نے اس کشمیر کمیٹی کا بائیکاٹ کیا۔ علامہ محمد اقبال، جو قادیانی لابی کے دھوکے سے اس کمیٹی کے سیکرٹری بن گئے تھے۔ اکابرِ احرار خصوصاً امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ملاقاتیں کر کے قادیانی عقائد ونظریات اور اُمّتِ مسلمہ کے خلاف ان کی سازشوں سے باخبر کیا۔ علامہ مرحوم نے نہ صرف اس کمیٹی سے استعفیٰ دیا، بلکہ قادیانی عقائد کی تردید میں انگریزی میں چار مقالے تحریر کیے۔ اقبال مرحوم نے قادیانیوں کو اسلام اور وطن کا غدار قرار دیا۔ 1934 میں مجلس احرار نے اس جدوجہد کو وسیع تر کرتے ہوئے شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم کیا۔ اسی شعبہ کے تحت قادیان میں اپنا دفتر قائم کیا۔ قادیان مرزائیت کا مرکز اور انگریز کی سرپرستی میں بظاہر اُن کی خودمختار ریاست تھی۔ احرار رہنماؤں اور کارکنوں نے مرزائیوں کے ریاستی جبر وتشدد اور اقتدار کی نخوت کو خاک میں ملا دیا۔ مقامی مسلمانوں کو معاشی وسیاسی اور دینی تحفظ فراہم کیا۔ 1934 میں قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس منعقد کی اور ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو مرزائیت کے خلاف ہم زبان اور ہم قدم کر کے ارتدادی تبلیغ کا راستہ پوری قوت سے روک دیا۔

پاکستان میں قادنیت کے بڑھتے قدم اور اس کا سدباب:

تقسیم ہند کے بعد یہ فتنہ ہندوستان سے پاکستان کی طرف منتقل ہوگیا۔ قادیانیوں نے پاکستان کی سرزمین کو اپنے لیے جائے پناہ سمجھا۔ لیکن پاکستان میں بھی اس فتنہ کی ناک میں نکیل ڈالنے کے لئے بہت سے محافظین ختم نبوت بروقت تیار تھے جس سے یہ فتنہ بڑھ نہ سکا۔ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، مولانا محمد مسلم دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ وغیرہم جیسے بیشمار علماء دیوبند ومنتسبین دیوبند رحمہم اللہ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے قادیانیوں کا ایسا تعاقب کیا کہ قادیانیوں کو ناکوں چنے چبانے پڑے۔

1953ء میں تقریباً 10 ہزار مجاہدین ختم نبوت کی شہادت کا واقعہ پیش آیا انہی قربانیوں کے نتیجے میں ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے پوری بحث وتحقیق کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اور ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کرکے پاکستان سمیت پوری دنیا میں قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا۔ جس زمین کو قادیانیوں نے اپنے لئے نرم چارہ سمجھا تھا وہی اُن کے لیے مرگھٹ بن گیا۔

سری لنکا میں قادیانی سرگرمیوں پر پابندی:

حالیہ دنوں میں قادنیوں نے سری لنکا میں اپنی سرگرمیاں بڑھانی شروع کردی تھی۔ لیکن وہاں بھی ان کے منصوبے پائیہ تکمیل کو پہنچنے سے پہلے سے ناکام ہوگئے۔ حکومت نے وہاں بھی قادیانیوں کی سرگرمیوں پہ پابندی عائد کردی ہے اور وہاں سے بھی یہ لوگ دھتکار دیئے گئے ہیں۔

تتمہ

خلاصہ کلام یہ کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامۂ آزادی وطن کی جدوجہد میں ''ٹرننگ پوائنٹ'' کا درجہ رکھتا ہے، اس میں آزادی کے سورما کامیاب نہیں ہوئے، لیکن انگریز سامراج کو باشندگان وطن کے جذبہ آزادی کا بخوبی احساس ہوگیا، مسلمان اس جنگ آزادی کے میر کارواں اور روح رواں تھے، آزادی کے لئے جذبہ جانثاری اور وفاداری کی بے نظیر مثال انہوں نے قائم کی، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے حقیقی اسباب اور بنیادی محرکات کی تحقیق وتفتیش کے سلسلہ میں برطانوی سامراج کے زیرنگرانی دو رپورٹیں مرتب ہوئیں، ایک ہنٹر رپورٹ اور دوسری مشنری فادرز رپورٹ کے نام سے منظر عام پر آئی، ہنٹر رپورٹ میں بتایا گیا:
''جہاد ہی وہ نظریہ ہے جو ان (مسلمانوں) کے شدید جوش، تعصب، تشدد اور قربانی

مجموعہ القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

کی خواہش کی بنیاد ہے، اس قسم کا عقیدہ انہیں ہمیشہ حکومت کے خلاف متحد کرسکتا ہے'' (قادیان سے اسرائیل تک: ۲۳)

اور مشنری فادرز رپورٹ میں کہا گیا:

''ملک (ہندوستان) کی آبادی کی اکثریت اندھا دھند اپنے پیروں، یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے، اگر اس مرحلہ میں ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائیں جو اس بات کے لئے تیار ہو کہ اپنے لئے ظلی نبی (نبی کے حواری) ہونے کا اعلان کرے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہوجائے گی، لیکن اس مقصد کے لئے مسلمان عوام سے کسی شخص کو ترغیب دینا بہت مشکل ہے، اگر یہ مسئلہ حل ہوجائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جاسکتا ہے'' (حوالہ سابق: ۲۵)

ہنٹر رپورٹ میں برطانوی سامراج کے استحکام کو لاحق جس خطرہ اور اندیشہ کی نشاندہی کی گئی ہے اس کی نوعیت چونکہ مذہبی تھی، اس لئے دوسری رپورٹ میں مذہبی اور روایتی اعتبار سے اس کا علاج تجویز کیا گیا، اس طرح ملک میں ''مذہبی تخریب کاری پروگرام'' ترتیب دیا گیا، تاکہ عوام کو مذہبی عقیدوں میں الجھا کر اور ان کے دینی جذبات سے کھلواڑ کرکے غلامی ومحکومی کے خلاف ان کی غیرت وحمیت کو کم اور ختم کیا جائے۔

انگریزوں کی سرپرستی اور ضمیر فروش مسلمانوں کے تعاون سے اس تحریک میں اسے اچھی خاصی کامیابی مل گئی، لیکن اول دن سے اس فرقہ کا تعاقب بھی شروع کردیا گیا اور جہاں بھی وہ گئے ان کے لئے زمین تنگ ہوتی گئی، لیکن اب بھی یہ فرقہ موجود ہے، بلکہ حالیہ دنوں میں اس کی سرگرمیوں میں شدت سے اضافہ ہورہا ہے۔ برصغیر ہندوستان وپاکستان میں اس نے اپنا اثر ورسوخ تیزی سے بڑھانا شروع کردیا ہے۔ اطلاع کے مطابق پسماندہ علاقوں میں مسلمان اس کے دام فریب میں آرہے ہیں۔ پیسہ اور روپیہ کی لالچ دے کر

بھولے بھالے اور غریب مسلمانوں کو یہ فرقہ اپنے جال میں پھنسانے لگا ہے۔ یہ اطلاعات افسوسناک ہیں اور اس کے خلاف تحریک چلانے اور جنگی پیمانے پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس فتنہ کی سرکوبی کرنا دنیا کے ہر مسلمان کا مذہبی، ملی اور سماجی فریضہ ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ اولین تقاضا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت پہ شب خو مارنے والے کا خاتمہ ہمارے ایمان کا بنیادی حصہ ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
نہ ہوں یہ خوبیاں جس میں تو ایماں نامکمل ہے

☆☆

گستاخانِ رسول کا انجام

● مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

آیئے! دیکھتے ہیں خود نبی نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والوں سے کیا سلوک کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے توہین رسالت پر کیا رویہ اختیار کیا، تابعین اور ائمہ نے کیا ردعمل ظاہر کیا اور گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سلوک کیا۔ فقہاء نے گستاخوں کیلئے کیا احکامات دیئے۔ اس بارے میں ائمہ سلف کے فتاویٰ بھی پڑھیے، پھر فیصلہ فرمایئے کہ ان حالات میں آج عالم اسلام کی کیا ذمہ داری ہے۔

جیسا کہ قرآن خود بیان کرتا ہے کہ

''جو نفرت ان کافروں کی زبانوں سے ظاہر ہے وہ تو تم کو معلوم ہے اور جو بغض ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ بہت زیادہ ہے''۔

یہود و نصاریٰ شروع دن سے ہی شانِ اقدس امیں نازیبا کلمات کہتے چلے آرہے ہیں۔ کبھی یہودیہ عورتوں نے آپ کو گالیاں دیں۔ کبھی کافر مردوں نے گستاخانہ قصیدے کہے۔ کبھی آپ کی ہجو میں اشعار پڑھے اور کبھی نازیبا کلمات کہے۔ (اُس زمانے میں شاعری کا دور دورہ تھا، کسی کی ہجو کے لیے قصیدہ کہا جاتا تھا، آج کافروں نے توہین کا انداز بدل دیا ہے اور فلموں اور کارٹونوں کے ذریعے مذاق اڑایا جاتا ہے۔) تو نبی اکرمؐ نے شانِ نبوت میں گستاخی کرنے والے بعض مردوں اور عورتوں کو بعض مواقع پر قتل کروایا۔ کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دے کر اور کبھی پورے پروگرام کے ساتھ روانہ کر کے۔ کبھی کسی صحابی

نے حُبِ رسول میں خود گستاخِ نبیؐ کے جگر کو چیر دیا اور کبھی عزم کر لیا کہ خود زندہ رہوں گا یا گستاخِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ کبھی نذر مان لی کہ فلاں گستاخ کو ضرور قتل کروں گا۔ جو گستاخ مسلمانوں کی تلوار سے بچے رہے، انہیں اللہ جل شانہ نے عذابوں میں مبتلا کیا۔ رسوائیوں کا شکار رہے۔ قبر نے اپنے اندر رکھنے کے بجائے باہر پھینک دیا کہ عبرت کا نمونہ بن جائے۔

"اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو ان کفر کے پیشواؤں کے ساتھ جنگ کرو۔" (التوبہ، ۲۱)

حافظ ابنِ کثیر اس آیت کے ضمن میں واضح حکم لگاتے ہیں: "جو آنحضرتؐ کی شان میں بدگوئی کرے، کوئی طعن یا عیب لگائے، وہ قتل کیا جائے گا"۔ (تفسیر ابنِ کثیر، ج ۲، ص ۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خطمہ قبیلے کی ایک عورت نے ہجو کی۔ نبی اکرم نے فرمایا کہ اس عورت سے کون نپٹے گا۔ عمیر بن عدی نے جا کر اسے قتل کر دیا تو نبی انے فرمایا دو بکریاں اس میں سینگوں سے نہ ٹکرائیں، یعنی اس عورت کا خون رائیگاں ہے اور اس میں کوئی دو آپس میں نہ ٹکرائیں۔ (الصارم المسلول۔ ۱۲۹)

بعض مورخین نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے عصمہ بنت مروان بنی عمیر بن زید کے خاندان سے تھی، وہ یزید بن زید بن حصن الخطمی کی بیوی تھی، یہ رسول اکرمؐ کو ایذا اور تکلیف دیا کرتی تھی۔ اسلام میں عیب نکالتی اور نبی اکرمؐ کے خلاف لوگوں کو اکساتی تھی۔ عمیر بن عدی الخطمی، جن کی آنکھیں اس قدر کمزور تھیں کہ جہاد میں نہیں جا سکتے تھے۔ ان کو جب اس عورت کی باتوں اور اشتعال انگیزی کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں نذر مانتا ہوں اگر تو نے رسول اللہ کو بخیر و عافیت مدینہ منورہ لوٹا دیا تو میں اسے ضرور قتل کر دوں گا۔ رسول اللہ اس وقت بدر میں تھے۔ جب آپ غزوہ بدر سے تشریف لائے تو عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ آدھی رات کے وقت اس عورت کے گھر میں داخل ہوئے تو اس کے اردگرد اس کے بچے سوئے ہوئے تھے۔ ایک بچہ اس کے سینے پر تھا جسے وہ دودھ

پلا رہی تھی۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اس عورت کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ یہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے بچے کو اس سے الگ کر دیا، پھر اپنی تلوار کو اس کے سینے پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ وہ تلوار اس کی پشت سے پار ہو گئی، پھر نمازِ فجر رسول اللہ کے ساتھ ادا کی۔ جب نبی اکرمؐ نماز سے فارغ ہوئے تو عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا تم نے بنت مروان کو قتل کیا ہے؟ کہنے لگے: جی ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اے اللہ کے رسولؐ۔ عمیر رضی اللہ عنہ کو اس بات سے ذرا ڈر سا لگا کہ کہیں میں نے رسول اللہ کی مرضی کے خلاف تو قتل نہیں کیا۔ کہنے لگے: اے اللہ کے رسولؐ! کیا اس معاملے کی وجہ سے مجھ پر کوئی چیز واجب ہے؟ فرمایا کہ دو بکریاں اس میں سینگوں سے نہ ٹکرائیں۔ پس یہ کلمہ رسول اللہ سے پہلی مرتبہ سنا گیا۔ عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اپنے اردگرد دیکھا تو فرمایا تم ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرتے ہو، جس نے اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد کی ہے، تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تو ہم سے بازی لے گیا، اس نے ساری رات عبادت میں گزاری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے نابینا نہ کہو، یہ بینا ہے۔ (الصارم المسلول ص ۱۳۰)

ابوعفک یہودی کا قتل (شوال ۲ ہجری):

ابن تیمیہ مورخین کے حوالے سے شاتمِ رسول ابوعفک یہودی کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ بنی عمرو بن عوف کا ایک شیخ جسے ابوعفک کہتے تھے، وہ ۱۲۰ سال کا بوڑھا آدمی تھا۔ جس وقت رسول اللہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ بوڑھا لوگوں کو آپ کی عداوت پر بھڑکاتا تھا اور مسلمان نہیں ہوا تھا، جس وقت رسول اللہ بدر کی طرف نکلے اور غزوۂ بدر میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی تو اس شخص نے حسد کرنا شروع کر دیا اور بغاوت اور سرکشی پر اتر آیا۔ رسول اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مذمت میں ہجو کرتے ہوئے ایک قصیدہ کہا۔ اس

قصیدے کو سن کر عاشقِ رسول سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کی وہی حالت ہوئی جو ایک عاشق رسول کی ہونی چاہئے اور انھوں نے نذر مانی کہ میں ابو عفک کو قتل کروں گا یا اسے قتل کرتے ہوئے خود جان دے دوں گا۔ پس رسول اللہ کی اجازت کی ضرورت تھی، جو مل گئی۔ سالم رضی اللہ عنہ موقع کی تلاش میں تھے، موسمِ گرما کی ایک رات ابو عفک قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے صحن میں سویا ہوا تھا۔ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ اس کی طرف آئے اور اس کے جگر پر تلوار رکھ دی، جس سے وہ بستر پر چیخنے لگا، مگر اس مردود کا کام تمام کر دیا۔ (الصارم المسلول، ص ۱۳۸)۔

انس بن زنیم الدیلمی کی گستاخی

انس بن زنیم الدیلمی نے رسول اللہ کی ہجو کی۔ اس کو قبیلہ خزاعیہ کے ایک بچے نے سن لیا، اس نے انس پر حملہ کر دیا۔ انس نے اپنا زخم اپنی قوم کو آ کر دکھایا۔ واقدی نے لکھا ہے کہ عمرو بن سالم خزاعی ''قبیلہ خزاعیہ'' کے چالیس سواروں کو لے کر رسول اللہؐ کے پاس مدد طلب کرنے گیا۔ انھوں نے آ کر اس واقعہ کا تذکرہ کیا جو انھیں پیش آیا تھا۔ جب قافلے والے فارغ ہوئے تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! انس بن زنیم الدیلمی نے آپ کی ہجو کی ہے تو رسولؐ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ (الصارم المسلول، ص ۱۳۹)

ایک گستاخِ رسول عورت:

ایک عورت رسولؐ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا: 'من یکفینی عدوی'' میری دشمن کی خبر کون لے گا؟ تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قتل کر دیا۔
(الصارم المسلول، ص ۱۳۶)

مشرک گستاخ رسول کا قتل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین میں سے ایک آدمی نے

رسول اللہ کو گالی دی تو رسولؐ نے فرمایا: میرے اس دشمن کی خبر کون لے گا تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہؐ میں حاضر ہوں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا تو رسولؐ نے اس کا سامان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ (الصارم المسلول، ص ۱۷۷)

دشمن رسول ابو رافع یہودی کا قتل:

امام بخاری نے ''الجامع الصحیح'' میں درج ذیل واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ مثال ایک بہت بڑے اسلام دشمن اور دشمنِ رسول ابو رافع یہودی کے بارے میں ہے۔ وہ رسول اکرمؐ سے خوب دشمنی رکھتا تھا اور لوگوں کو بھی رسول اللہ سے دشمنی کرنے پر ابھارتا تھا۔ صحیح بخاری میں اس بارے میں جو واقعہ ہے، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''رسول اللہ نے ابو رافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ابو رافع رسول اکرم کو تنگ کیا کرتا تھا اور آپ کے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں سکونت پذیر تھا۔ جب وہ اس قلعے کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ لوگ اپنے مویشی لے کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو چکے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہیں ٹھہرے رہو! میں (اس قلعہ پر) جا رہا ہوں اور دربان پر کوئی تدبیر کروں گا، تاکہ میں اندر جانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ (قلعہ کے پاس) آئے اور دروازے کے قریب پہنچ کر انھوں نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپا لیا جیسے کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو۔ قلعہ کے تمام آدمی اندر داخل ہو چکے تھے، دربان نے آواز دی۔ اے خدا کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلدی آ جا، میں اب دروازہ بند کر دوں گا۔ (سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے کہا): چنانچہ میں بھی اندر چلا گیا اور چھپ

کراس کی حرکات وسکنات دیکھنے لگا۔

جب سب لوگ اندر آگئے تو اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اٹھا لیا۔ پھر میں نے قلعہ کا دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس رات کے وقت داستانیں بیان کی جارہی تھیں اور وہ اپنے خاص بالاخانہ میں تھا، جب رات کے وقت قصہ گوئی کرنے والے (داستان گو) اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے مخصوص کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس تک پہنچنے کے لئے اس دوران میں جتنے دروازے کھولتا تھا، انہیں اندر سے بند کرتا جاتا تھا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اگر قلعے والوں کو میرے متعلق علم ہو بھی جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کرلوں۔ آخر میں اس کے قریب پہنچ ہی گیا۔ اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ (سورہا) تھا۔ مجھے کچھ اندازہ نہ ہوسکا کہ وہ کہاں ہے؟ اس لئے میں نے آواز دی: ابورافع!

وہ بولا کون ہے؟ اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ اس وقت میرا دل دھک دھک کررہا تھا، یہی وجہ ہوئی کہ میں اس کا کام تمام نہیں کرسکا۔ جب وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اندر گیا۔ میں نے پھر آواز بدل کر پوچھا: ابورافع یہ آواز کیسی تھی؟ وہ بولا تیری ماں غارت ہو۔ ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا ہے۔ (سیدنا عبداللہ بن عتیک فرماتے ہیں:) میں نے پھر (آواز کی طرف بڑھ کر) تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ اگرچہ میں اس کو خوب لہولہان کرچکا تھا، مگر وہ ابھی مرا نہیں تھا۔ اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ مجھے اب یقین ہوگیا کہ میں اسے قتل کرچکا ہوں۔

چنانچہ میں نے ایک ایک کرکے دروازے کھولنے شروع کردیئے۔ بالآخر ایک زینے

پر پہنچا۔ میں یہ سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ چکا ہوں، (لیکن میں ابھی پہنچا ہی نہ تھا) اس لیے میں نے اس پر پاؤں رکھ دیا اور نیچے گر پڑا۔ چاندنی رات تھی۔ اس طرح گر پڑنے سے میری پنڈلی زخمی ہوگئی۔ میں نے اس کو اپنی پگڑی سے باندھ لیا اور آخر دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ آیا میں اسے قتل کرچکا ہوں یا نہیں؟ جب مرغ نے اذان دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل (دیوار) پر ایک آواز دینے والے نے کھڑے ہوکر آواز دی: لوگو! میں اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔ تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا چلنے کی جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو میرے ہاتھوں قتل کرادیا ہے۔

پھر میں نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ابورافع کے قتل کی اطلاع دی۔ رسول اللہ نے فرمایا: اپنا پاؤں آگے کرو۔ میں نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا، میرا پاؤں فوراً اتنا اچھا ہوگیا جیسے کبھی اس میں مجھ کو تکلیف ہوئی ہی نہ تھی‘‘۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، ابورافع یہودی کے قتل کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں پر اچانک چھاپہ مار کاروائی کی جاسکتی ہے، جس سے مسلمانوں کو انتہائی درجہ کی اذیتیں لاحق ہورہی ہوں۔

یہودی طاغوت کعب بن اشرف کا قتل:

’’رسول اللہ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بہت زیادہ ستا رہا ہے‘‘۔ اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کرڈالوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں مجھے یہ پسند ہے۔ انہوں نے عرض کیا: کیا

آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ بقدرِ ضرورت اس سے جو مناسب سمجھوں، بات کرلوں؟ (خواہ ظاہراً وہ بری اور ناجائز ہی ہو) آپ نے فرمایا: اجازت ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا: یہ شخص (اشارہ رسول اکرم کی جانب تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں مشقت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب بن اشرف کہنے لگا: ابھی آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔ خدا کی قسم! تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: چونکہ ہم نے اس کی اطاعت کر لی ہے، اس لیے جب تک یہ معاملہ کھل نہ جائے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے، انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں، میں تم سے ایک وسق (ایک وسق ساٹھ (۶۰) صاع کے برابر ہوتا ہے جو تقریباً ایک سو تیس کلو کے برابر بنتا ہے) یا (راوی نے بیان کیا) دو وسق غلہ بطور قرض لینے آیا ہوں۔ (حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں: ہم سے حدیث کے ایک راوی عمرو بن دینار نے یہ حدیث کئی مرتبہ بیان کی، لیکن ایک وسق یا دو وسق غلے کا کوئی ذکر نہیں کیا، میں نے ان سے پوچھا۔ کیا حدیث میں ایک وسق یا دو وسق غلے کا بھی ذکر ہے؟ انھوں نے کہا! میرا بھی خیال ہے کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر آیا ہے)۔

کعب بن اشرف نے کہا: ہاں! میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کونسی چیز تم گروی چاہتے ہو؟ کعب بن اشرف نے کہا: اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ سیدنا مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم عرب کے نہایت خوبصورت مرد ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں، کل انہیں اسی بات پر گالیاں اور طعنے دیے جائیں گے کہ یہ تو وہی ہے نا کہ جسے ایک وسق یا دو وسق غلے کے بدلے گروی رکھا گیا تھا، یہ تو ہمارے لیے بہت بڑی ذلت ہوگی، البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ''لامۃ'' گروی رکھ دیتے ہیں (حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں: لامۃ سے مراد ہتھیار اور اسلحہ تھا)۔

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔ (کچھ دنوں کے بعد) وہ رات کے وقت کعب بن اشرف کے پاس آئے، ان کے ساتھ ابو نائلہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ پھر اس کے قلعہ کے پاس جا کر انھوں نے آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: اس وقت (اتنی رات گئے) باہر کہاں جا رہے ہو؟ کعب بن اشرف نے کہا: باہر محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابو نائلہ ہیں۔ ویسے بھی ایک بہادر، معزز اور شریف آدمی کو اگر رات کے وقت نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ جب سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔ سفیان سے پوچھا گیا: کیا عمرو بن دینار نے ان کے نام بھی لیے تھے؟ انھوں نے بتایا کہ عمرو بن دینار نے بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے ابو عبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر اپنے ساتھ دو آدمی اور لائے تھے۔ اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب ہماری طرف آئے گا تو میں اس کے بال اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اور انہیں سونگھوں گا۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ عمرو بن دینار نے ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ نے فرمایا پھر میں اس کا سر تمہیں بھی سنگھاؤں گا۔

بالآخر کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔ اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی۔ عمرو کے سوا دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے بیان کیا: کعب بن اشرف اس بات پر بولا: میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں: محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمہارے سر کو سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے کہا سونگھ سکتے ہو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے

کعب بن اشرف کا سر سونگھا اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔ پھر دوسری دفعہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سر کو سونگھنے کی اجازت مانگی۔ اس نے دوسری دفعہ بھی اجازت دے دی۔ پھر جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے پوری طرح اسے اپنے قبضہ میں کرلیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہوجاؤ۔ چنانچہ انھوں نے اسے قتل کردیا پھر نبی اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اس کامیاب کارروائی کی اطلاع دی۔

ام ولد باندی کا قتل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ام ولد باندی تھی جو نبی اکرمؐ کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی یہ اس کو روکتا تھا، مگر نہ رکتی تھی، یہ اس کو ڈانٹتا تھا، مگر وہ نہ مانتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ایک رات پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنی شروع کی تو اس نابینا نے ہتھیار (خنجر) لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا اور وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا۔ جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ حضور اکے یہاں ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے لوگوں کو جمع کیا، پھر فرمایا: اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس نے جو کچھ کیا، میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہوجائے تو نابینا کھڑا ہوگیا، لوگوں کو پھلانگتا ہوا، اس حالت میں آگے بڑھا کہ وہ کانپ رہا تھا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یا رسول! میں ہوں اسے مارنے والا، یہ آپ کو گالیاں دیتی تھی اور گستاخیاں کرتی تھی، میں اسے روکتا تھا وہ رکتی نہ تھی، میں دھمکاتا تھا وہ باز نہ آتی تھی اور اس سے میرے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں وہ مجھ پر مہربان بھی تھی، لیکن آج رات جب اس نے آپ کو گالیاں دینی اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اسے مار ڈالا۔ نبی پاکؐ نے فرمایا: لوگو گواہ رہو! اس کا خون بے بدلا (بے سزا) ہے۔ (ابوداؤد ص۶، جمع الفوائد ص۲۸۴ بحوالہ ابوداؤد، نسائی،)

گستاخ یہودیہ کا قتل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی اکرمؐ کو گالیاں دیتی اور برا کہتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ وہ مرگئی تو رسول اللہؐ نے اس کے خون کو ناقابل سزا قرار دے دیا۔ (ابوداؤد ص۶۰، مطبع نور محمد)

اوپر والا قصہ تو مملوکہ باندی کا تھا، مگر غیرت ایمانی نے کسی قسم کا خیال کیے بغیر جوش ایمانی میں جو کرنا تھا کر دیا تو حضور اکرمؐ نے اس کا بدلہ باطل قرار دیا۔ دوسرا قصہ غیر مملوکہ غیر مسلم کا ہے۔ دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور کی توہین کرنے والا مباح الدم (خون جائز) بن جاتا ہے اور حق کا علمبردار سزاؤں کا غیر مستحق ہوجاتا ہے، بلکہ ثواب کا حق دار ہوجاتا ہے۔ اگر عورت بھی گستاخی کی مرتکب ہو تو اس کی سزا میں بھی کمی واقع نہ ہوگی، شرعی حد کے طور پر قتل ہی کی جائے گی۔

(توہینِ رسالت اور اس کی سزا، از مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی)

سید المرسلین وخاتم الانبیاءؐ کا گستاخ بارگاہِ الوہیت میں کس حد تک گرا ہوا ہے، قرآن اس کی وضاحت ان آیات میں کرتا ہے:

ترجمہ: ''اور مت کہا مان ہر ایک قسم کھانے والے ذلیل کا۔ عیب کرنے والا، لوگوں کو چلنے والا ساتھ چغلی کے، منع کرنے والا بھلائی سے، حد سے نکل جانے والا، گناہگار، گردن کش، جھگڑالو، نطفہ حرام۔'' (القلم،۱۳۔۱۰)

ولید بن مغیرہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ وہ نبی پاکؐ کو ایذا دیا کرتا تھا۔ مذکورہ آیات اس کے متعلق نازل ہوئیں اور قرآن نے اس گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ۹/ نشانیاں بیان کیں:

(۱) جھوٹا (جھوٹی قسم کھانے والا) (۲): کذاب اور ذلیل (۳) چرب زبان

(۴) چغل خور (۵) بھلائی سے روکنے والا (۶) حد سے بڑھ جانے والا (۷) ناپاک اور پلید (۸) سخت جھگڑالو (۹) نطفہ حرام۔

فتح مکہ کے روز کچھ مجرموں کا خون رائیگاں؟

نبی اکرم انے جب مکہ مکرمہ کو کفار و مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کرایا تھا، آپ نے تمام اہل مکہ کے لیے آزادی کا پروانہ جاری کر دیا تھا سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے مسلمانوں کو بہت پریشان کر رکھا تھا خواہ وہ اپنے عمل اور کردار سے پریشان کر رہے تھے یا اپنے قول اور گفتار سے پریشان کر رہے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''فتح الباری'' شرح صحیح البخاری میں ،مشہور مورخ اسلام علامہ ابن ہشام نے اپنی معروف تالیف ''سیرت النبی کامل'' میں اور دور حاضر کے عظیم مصنف فضیلۃ الشیخ صفی الرحمان مبارک پوری نے سیرت النبی کے موضوع پر اپنی عالمی شہرت یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم'' میں ان افراد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔مختلف کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے روز عام معافی کے اعلان کے باوجود جن کا خون رائیگاں قرار دیا گیا تھا وہ کُل ۱۳/افراد تھے جن میں سے ۹/مرد اور ۴/عورتیں تھیں اور وہ درج ذیل تھے۔(دوستی اور دشمنی، از ابو عمرو عبدالحکیم)

(۱) عبدالعزیٰ بن خطل ،(۲) حارث بن نفیل (تاریخ میں اس کا نام حویرث ابنِ نقید بھی آیا ہے) (۳) مقیس بن صبابہ کنانی (۴) حارث بن طلاطل خزاعی (۵) ارنب (غالباً کنیت ام سعد تھی۔ یہ ابن خطل کی لونڈیوں میں سے ایک تھی) (۶) عبداللہ بن سعد ابی سرح (رضی اللہ عنہ) (۷) عکرمہ بن ابی جہل (رضی اللہ عنہ) ،۸: ہبار بن اسود (رضی اللہ عنہ) (۹) کعب بن زبیر (رضی اللہ عنہ) (۱۰) وحشی بن حرب (رضی اللہ عنہ) (۱۱) ہند بن عتبہ (رضی اللہ عنہا) (۱۲) قرتنا (یہ ابن خطل کی لونڈیوں میں سے ایک تھی، پہلے بھاگ نکلی

بعد میں آکر مسلمان ہوگئی) (۱۳) سارہ یا ام سارہ (یہ بنی مطلب میں سے کسی شخص کی لونڈی تھی، اسی کے پاس سے حاطب بن بلتعہ کا خط برآمد ہوا تھا)۔

مذکورہ بالا فہرست میں سے اول الذکر پانچ تو اس اعلان کے مطابق قتل کر دیئے گئے، چاہے ان میں سے کوئی (ابنِ خطل) کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔رسولِ کریم کے بارے میں گستاخیاں اور آپ کو اذیتیں ان کی طرف سے انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں۔گویا اپنے قول و فعل سے پریشان کرتے تھے، جبکہ بقیہ آٹھ افراد کا جرم قدرے کم تھا۔انہوں نے اپنے جرائم سے توبہ کی، معافی کے خواستگار ہوئے، اسلام قبول کیا اور اسلام میں رہتے ہوئے اچھا کردار اور رویہ پیش کیا، لہٰذا ان کو معاف کر دیا گیا۔ (فتح الباری :۴۰/۶۲،۶۱۔ زاد المیعاد: ۳/۴۱۱۔سیرت النبی کامل ابن ہشام ۶/ ۴۰۸۔الرحیق المختوم:۶۰۰)

امام ابن تیمیہ نے ''الصارم المسلول'' میں تحریر کیا ہے کہ ابن خطل اشعار کہہ کر رسول اللہؐ کی ہجو کیا کرتا تھا اور دو باندیوں کو وہ اشعار گانے کے لیے کہا کرتا تھا۔عبدالعزیٰ ابن خطل اور دونوں باندیوں کو بھی اس گستاخی پر رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے موقع پر قتل کرنے کا حکم دیا۔جن کے نام ارنب اور قرتنا تھے۔ارنب قتل کی گئی۔قرتنا بھاگ نکلی اور بعد میں آکر مسلمان ہوگئی۔ابن خطل جان بچانے کے لیے کعبہ کا پردہ پکڑ کر لٹکا ہوا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریمؐ اسے پوچھا کہ ابن خطل تو کعبہ کے پردے سے لٹکا ہوا ہے۔آپ نے فرمایا کہ اسے پھر بھی قتل کر دو۔اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر حویرث ابن نقید کو قتل کا حکم ارشاد فرمایا۔ یہ ان لوگوں میں شامل تھا جو رسول اکرمؐ کو ایذاء پہنچایا کرتے تھے۔حاکم نے بیان کیا یہ شاعر بھی تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

حضرت ابو برزہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، وہ ایک شخص پر (کسی وجہ سے) غصہ ہوئے، اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بہت سخت باتیں کہیں، میں نے عرض کیا اے خلیفہِ رسول! اگر آپ کی اجازت ہو تو

میں اس کی گردن ماردوں۔ میرے اتنا کہنے سے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غصہ ختم ہوگیا، آپ اندر تشریف لے گئے، پھر مجھے پیغام بھیج کر اندر بلایا، میں حاضر ہوا تو فرمایا: ابھی تم نے کیا جملہ بولا تھا؟ میں نے وہ جملہ دھرادیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی گردن ماردوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اگر میں اجازت دوں تو کیا تم یہ کر گزرتے؟ تو میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: نبی اکرمؐ کے بعد اب یہ کسی دوسرے کے لیے نہیں۔ (جمع الفوائد بحوالہ ابوداؤد ونسائی ص ۴۸۵)

سیف بن عمر التمیمی نے اپنی کتاب ''الردۃ والفتوح'' میں اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ ''مہاجر'' جب علاقہ یمامہ کے امیر تھے، ان کی عدالت میں دو گلوکارہ لونڈیوں کا معاملہ پیش کیا گیا۔ ان میں سے ایک رسول کریمؐ کی مذمت میں اشعار گایا کرتی تھی۔ مہاجر نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دونوں دانت نکال دیئے۔ دوسری گلوکارہ مسلمانوں کی ہجو کیا کرتی تھی، مہاجر نے اس کا بھی ایک ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دونوں دانت نکال دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ:

''تم نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرنے والی گلوکارہ کو جو سزا دی مجھے اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے۔ اگر مجھے پہلے پتہ چل جاتا تو میں تم کو اس کے قتل کا حکم دیتا۔ اس لیے کہ انبیاء کی توہین کی وجہ سے جو سزا دی جاتی ہے، وہ دوسرے سزاؤں سے مختلف ہوتی ہے۔'' (الصارم المسلول، ص ۲۰۷)

قاضی عیاض اس حدیث کے ذیل میں یوں رقم طراز ہیں:

''قاضی ابومحمد بن نصر فرماتے ہیں کہ تمام علماء نے اس مسئلہ میں ان کی تائید کی ہے اور کسی نے اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ ائمہ حدیث نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ جو شخص نبی کریمؐ کے غصہ کا سبب ہے، خواہ وہ کسی وجہ سے ہو یا حضور کو زبانی یا عملی طور پر تکلیف پہنچائے وہ واجب القتل ہے۔'' (الشفاء ج ۲، ص ۱۹۶، اردو ترجمہ ص ۳۸۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کو خبر ملی کہ ایک مسجد کا منافق پیشِ امام ہر نماز میں سورۃ عبس پڑھتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا کہ سورہ عبس تو وہ سورۃ ہے کہ جس میں رسول اللہ کو تنبیہ کی گئی تھی، یہ امام ہر نماز میں اہتمام سے کیوں پڑھتا ہے۔ (سورۃ عبس کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کی خواہش تھی کہ مکہ کے سردار بھی ایمان لے آئیں تو ابوجہل کی رکھی گئی شرط پر کہ ہم رئیسانِ مکہ کی الگ محفل رکھو تو ہم تمہاری بات سنیں گے، ان کو دعوتِ دین دے رہے تھے۔ اتنے میں ابن مکتوم جو نابینا صحابی تھے محفل میں آگئے۔ حضور کو ناگوار گزرا کہ کہیں اس بات پر یہ لوگ اٹھ کر نہ چلے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ عبس کی آیات نازل کیں)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس منافق پیش امام کے گھر تشریف لے گئے۔ اس امام کو گھر سے باہر بلوایا اور پوچھا کہ تم ہر نماز میں سورۃ عبس کیوں پڑھتے ہو؟ اس امام نے کہا ''بس مجھے پسند ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت تلوار نیام سے نکالی اور اس کا سر قلم کر دیا۔ (تفسیر روح البیان، ج ۱۰، ص ۳۳۱، علامہ اسماعیل حقی)

مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا، جو رسولِ پاکؐ کو برا کہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور سزا اسے قتل کیا اور پھر فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ یا انبیاء میں سے کسی کو برا کہے اس کو قتل کردو''۔ نبیؐ کا فیصلہ نہ ماننا بھی گستاخی ہے اور ارتداد کا سبب ہے۔ دو شخص اپنا جھگڑا عدالتِ نبوی میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے کے خلاف سچے آدمی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا میں اس پر راضی نہیں ہوں۔ اس کے ساتھی نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ کہا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے قصہ بیان کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہارا فیصلہ وہی ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ اس کے منافق ساتھی نے اسے بھی تسلیم نہ کیا اور کہا ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا، اس نے کہا: ہم پہلے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہاں۔ دونوں نے میرے حق میں فیصلہ صادر فرمایا ہے، مگر میرا ساتھی نہیں مانتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے شخص سے پوچھا تو اس نے بھی واقعہ اسی طرح دہرایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر داخل ہوئے اور تلوار لے کر باہر آئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار انکار کرنے والے شخص کے سر پر دے ماری اور اسے قتل کر دیا۔ تب یہ آیتِ کریمہ ''فلا وربک'' (النساء ۶۶) نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جسے نبی اکرم کا فیصلہ منظور نہیں، اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرے گی''۔ پس معلوم ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فیصلہ سے اختلاف کفر ہے۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۵، ص ۶۷، تفسیر مظہری جلد ۲، ص ۱۵۴)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس نے اسلام کے بعد کفر کیا، قتل کیا جائے گا اور وہ مباح الدم ہوگا''۔ (سنن نسائی، ج ۷، ص ۱۰۴)

حضرت علی ابن طالب سے رسول اللہ ا کا ارشاد روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو کسی نبی کو برا کہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ جو صحابہ کو برا کہے اسے کوڑے لگائے جائیں۔ (الصارم المسلول ۲۹: ۹۹۲)

رسول اکرم کے روضے میں ستون وفود کے بارے میں روایت ہے کہ وہاں جب مختلف علاقوں سے وفد آتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لے کر حضور اکرم کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے کہ کوئی گستاخی سے بات نہ کرے۔ حضرت حسین کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''جو شخص رسول کریم کو گالی دے اسے قتل کیا جائے''۔ (الصارم المسلول، ص ۲۷)

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کا قتل:

آپ بدر سے مدینے لوٹے تو نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ بدر کے قیدیوں میں سے کسی اور کو قتل نہیں کیا گیا۔ البرزا نے ابن عباس سے روایت کیا کہ عقبہ پکارا: اے گروہ قریش! کیا بات ہے کہ مجھے باندھ کر قتل کیا جا رہا ہے۔ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے کفر اور رسول اللہ پر افتراء پردازی کی وجہ سے''۔ (الصارم المسلول، اردو ترجمہ ص ۲۰۱)

بدر کے تمام قیدیوں میں سے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کے لیے امتیازی سلوک کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ رقم طراز ہیں ''تمام قیدیوں میں سے ان دو کے قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ اپنے قول و فعل سے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے تھے جو آیات نضر کے بارے میں نازل ہوئیں وہ معروف ہیں۔ اسی طرح عقبہ اپنی زبان اور ہاتھوں سے جو ایذاء دیتا تھا وہ بھی معروف ہے۔ اس شخص نے مکہ میں رسول کریم ا (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) کا گلا اپنی چادر سے پورے زور سے دبایا۔ یہ آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اسی طرح رسول کریم سجدہ کی حالت میں تھے تو اس نے آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کا اوجھ لا کر رکھ دیا تھا۔ (الصارم المسلول، اردو ترجمہ ص ۲۰۳)۔

عقبہ کے قتل پر آپ ا کا اظہار اطمینان:

تو بہت برا آدمی تھا، بخدا، میں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہوئے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس کے نبی کو ایذاء دیتا ہو۔ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس نے تجھے قتل کر کے میری آنکھیں ٹھنڈی کیں''۔ (الصارم المسلول، اردو ترجمہ ص ۲۰۳)

سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جھوٹ منسوب کیا رسولؐ

کی طرف۔ پس آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا فرمایا ''تم دونوں جاؤ اگر تم پاؤ اس کو توقتل کردو''۔

عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جدجد جندعی یمن آیا، اسے عشق ہوگیا ان کی ایک عورت سے، پس اس نے کہا کہ رسول اللہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی نوجوان عورت کو میرے حوالے کردو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے عہد کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور وہ حرام کرتے ہیں زنا کو۔ پھر انہوں نے بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک شخص کو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا، حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو اور فرمایا ان سے ''جاؤ، تم اگر پاؤ اسے زندہ تو قتل کردو اور اگر تم اسے مردہ پاؤ تو اسے آگ کے ذریعے جلا ڈالو''۔ (خصائص الکبریٰ جلد۲، ص۸۷)۔

علامہ ابن تیمیہ اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد آگے لکھتے ہیں ''جب وہ (حضرت علیؓ) وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سانپ کے ڈسنے سے مر چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسے آگ میں جلا دیا۔ تب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ بولا وہ اپنا گھر دوزخ میں تلاش کرے۔'' (الصارم المسلول ص ۲۳۱ اردو ترجمہ)

علامہ ابن تیمیہ اس حدیث کی صحت کے بارے میں لکھتے ہیں ''اس حدیث کی سند صحیح اور شروط العین کے مطابق ہے''۔ ہمارے نزدیک اس میں کوئی علت نہیں۔ (الصارم المسلول)

وہ گستاخِ رسول ''جن'' قتل کردیا گیا:

فاکہی نے اخبار مکہ میں عامر بن ربیعہ، ابونعیم نے ابن عباس سے دو دوسرے محدثین نے عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مکہ کے پہاڑ ابوقبیس سے بلند آواز کے ساتھ چند اشعار اسلام کی برائی میں سنے گئے۔ یہ جن کی آواز تھی۔ اس میں یہ مضمون بھی تھا کہ مسلمانوں کو مار ڈالو۔ شہر سے بت پرستی مت چھوڑو۔ کفار بہت خوش

ہوئے اور اترا کر کہنے لگے کہ غیب سے بھی تمہارے قتل اور شہر بدر کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بڑا صدمہ ہوا۔

نبی اکرم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو، یہ آواز ''مسعر'' نامی جن کی تھی، بہت جلد اللہ اس کو سزا دے گا۔ تیسرے دن حضور نے مسلمانوں کو خوشخبری دی کہ آج بہت بڑا جن ''مسحج'' نامی میرے پاس آکر مسلمان ہوا اور میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ اس نے مجھ سے ''مسعر'' کو قتل کرنے کی اجازت چاہی اور میں نے اجازت دے دی، آج ''مسعر'' مارا جائے گا۔ مسلمان خوش ہوکر انتظار میں تھے۔ شام کے وقت اسی پہاڑ سے چند اشعار بلند آواز کے ساتھ سننے میں آئے، جن کا مضمون یہ تھا ''ہم نے مسعر کو اس وجہ سے قتل کردیا ہے کہ اس نے سرکشی کی، حق کی توہین کی اور برائیوں کا راستہ بتایا اور رسول پاکؐ کی شان میں بے ادبی کی، میں نے ایک چمکتی ہوئی تیز تلوار سے اس کا کام تمام کردیا ہے''۔ (معجزات رسول، سبحان الہند از مولانا احمد سعید دہلوی)

علامہ ابن تیمیہ یہ حدیث اس اضافت کے ساتھ نقل کرتے ہیں ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ، اللہ اسے (مسحج جن کو) جزائے خیر دے۔ (الصارم المسلول)

ماہنامہ بینات، ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ - دسمبر: ۲۰۱۰ء

☆☆

مولانا ظفر علی خاںؒ اور احمدیوں کا تعاقب

● نایاب حسن قاسمی

مولانا ظفرعلی خان کا ایک عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اردو صحافت میں نئی روح بیدار کی اور اس کے روایتی خدوخال میں بے باکی، صداقت اور حق پرستی کے محاسن کا اضافہ کیا، اِسی طرح اُن کی زلزلہ بردوش شاعری نے آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدینِ وطن کے جذبات کو انگیخت کرنے میں بھی نمایاں کردار ادا کیا، مگر اُن کا ایک نمایاں ترین کارنامہ یہ بھی ہے کہ اُنھوں نے اپنے شعلہ نگار قلم کے ذریعے اُنیسویں صدی کے اواخر میں انگریزوں کی تایید وحمایت کی بدولت ختمِ نبوت کے قلعے میں سیندھ ڈالنے والے ملعون مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی گمراہ جماعت کا محاسبہ کرنے میں بھی پوری جرأت و بے باکی اور دینی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کیا۔ مولانا ظفرعلی خان کا قلم اور زبان دونوں جہاں ایوانِ سیاست میں زلزلہ برپا کردیتے تھے اور ان کے اخبار ''زمیندار'' کے رشحات ہر روز سیاسی روز بازاروں کو حواس باختہ کرتے رہتے تھے، وہیں احمدیوں کے تعاقب میں بھی ان کے قلم وزبان پیہم مصروفِ عمل رہتے تھے۔ مولانا ظفرعلی خاں نے جس وقت قادیانیت کے تارو پود بکھیرنا شروع کیے، اُس وقت گرچہ خواصِ امت کو اس کی ہولناکی کا اندازہ ہوچکا تھا اور اُنھوں اس کے خلاف علمی محاذ بھی قائم کرلیا تھا، مگر عامۃ المسلمین ہنوز احمدیت کی اس خطرناکی سے واقف نہ تھے، جو بالآخر مسلمانوں کی سب سے قیمتی اور عزیز ترین دولت، یعنی نبی آخرالزماں ﷺ کی ختم المرسلینی پر ہاتھ صاف کرنے کی سازش پر منتج تھی۔ یہ مولانا ظفر

علی خاں کی خصوصیت رہی کہ انھوں نے اپنے مقبولِ عام اخبار وقلم کے ذریعے متحدہ ہندوستان کے گلی کوچے کے مسلمانوں کو احمدیت کے اُور چھور سے واقف کرادیا، اس ضمن میں مولانا ظفرعلی خاں نے اپنی دل چسپ نثر کے علاوہ آسان اور روزمرہ الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے بہت سی معرکہ آرا ایسی نظمیں لکھیں، جن میں قادیانیت کے مافیہ کو کھول کھول کر بیان کیا اور اس طرح سارا ہندوستان جان گیا کہ احمدیت فی الحقیقت برطانوی گورنمنٹ کی سیاسی ضرورت اور نبی پاکؐ کی خاتمیت پر حملہ ہے اور اس کا مقابلہ کرنا اور اسے ہر ناحیے سے مردود قرار دینا ہر کلمہ گو کا دینی و مذہبی فریضہ ہے۔ مولانا سے پہلے گو علمائے کرام قادیانیت کے خلاف مورچہ آرا تھے اور انھوں نے کئی شہروں میں قادیانی مبلغوں سے مناظروں میں اس نئے گروہ کی کذب گوئی وافترا پردازی کے پول کھولے تھے، مگر عام مسلمانوں میں اس حوالے سے شعور بیدار کرنے کا کام ظفرعلی خان کے کلکِ معجز رقم نے کیا۔ مولانا کو نبی پاکؐ سے والہانہ شیفتگی تھی اور اسے وہ اپنی زندگی کا بیش قیمت سرمایہ سمجھتے تھے، اُنھوں نے عشقِ مصطفویؐ میں سرشار ہوکر ایسی نعتیں کہیں کہ وہ زبان زدِ خاص و عام ہوگئیں اور اسی محبت کے زیرِ اثر اُنھوں نے قادیانیت اور اس کے وجود کے سیاسی اسباب و علل پر پوری قوت سے روشنی ڈالی اور ملتِ بیضا کے قلوب سے روحِ محمدیؐ کو نکال دینے کی برطانوی سازش کو ننگا کرکے چھوڑا۔

مولانا کے عقیدت کیش اور صحافت و شاعری میں ان کے خوشہ چیں آغا شورش کاشمیری کے مطابق مولانا ظفرعلی خاں کی زندگی کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ ان کا نام ظفرعلی تاریخی ہے، ۱۸۷۳ء (۱۲۹۰ھ) سال ولادت تھا اور ۲۷ر نومبر ۱۹۵۶ء کو بیماری، ضعف و نقاہت اور بڑھاپے کی طویل کشاکش کے بعد جان جان آفریں کے سپرد کی، کل ۸۳ر سال کی عمر پائی۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ ان کی عمر دراز ہوتی، مگر ایک تو مشیتِ الٰہی، دوسرے اُن کے ایک عقیدت مند حکیم صاحب کی غلط فہمی سے ایسا ہوا کہ ان حکیم صاحب نے کسی وقتی عارضہ

کودور کرنے کے لیے ایسا کشتہ دیا،جس کی وجہ سے ان کی علالت کا سلسلہ دراز ہوگیا اور اسی کے سال ڈیڑھ سال بعد ان کی رحلت ہوگئی۔

مولانا ظفر علی خان سیالکوٹ کے ایک گاؤں ''مہرتھ'' میں پیدا ہوئے تھے،ان کے دادا کرم الٰہی نے وزیر آباد سے سیالکوٹ کی طرف ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں آباد کیا،جو ان ہی کے نام پر کرم آباد کہلاتا تھا،مولانا نے وزیر آباد مشن ہائی اسکول سے مڈل پاس کیا،پھر اپنے پھوپھا مولوی محمد عبداللہ خاں کے پاس پٹیالہ چلے گئے،مولوی صاحب مہندرا کالج پٹیالہ میں عربی کے پروفیسر تھے،وہیں ان کی نگرانی میں ظفر علی خان نے میٹرک کیا،اس کے بعد علی گڑھ چلے گئے۔وہاں ۱۸۹۲ء میں ایف اے کیا،اسی دوران والد نے ،جو سری نگر میں شعبۂ ڈاک میں کسی بڑے عہدے پر فائز تھے،اپنے پاس بلالیا اور وہیں ملازمت پر لگادیا؛لیکن مولانا کی طبیعت کا دھارا مختلف تھا،وہ قدرت سے علم وادب کے میدانوں میں جولانی کرنے والی طبیعت لے کر پیدا ہوئے تھے؛ چنانچہ وہ اپنے والد کے پاس مشکل سے نو دس ماہ رہے،پھر بھاگے بھاگے علی گڑھ آگئے اور گریجویشن میں داخلہ لے لیا،۱۸۹۴ء میں بی اے مکمل کیا،پھر اپنے استاذِ خاص علامہ شبلی نعمانی کی سفارش پر نواب مہدی حسن محسن الملک کے پاس خواجہ غلام الثقلین کی جگہ ان کے پرسنل سکریٹری بنے،وہاں تقریباً ایک سال کام کیا،اسی دوران محسن الملک نے ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور انھیں حیدرآباد بھیجنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ظفر علی خان کے ہاتھ ہی حیدرآباد کے افسر الملک سپہ سالار کو لکھا:

''اس نوجوان میں بلا کی تیزی ہے،اس بدلتے ہوئے دور میں ایسے ذہین نوجوان کا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ مسلمانوں میں جوہر کی کمی نہیں،تربیت کی کمی ہے۔ظفر علی خاں نے علی گڑھ میں رہ کر جو کچھ تربیت حاصل کی ہے،حیدرآباد اس سونے پر سہاگے کا کام دے سکتا ہے''۔(مولانا ظفر علی خاں:احوال وآثار،ص:۵۰)

افسر الملک نے اپنے ماتحت اُنھیں فوج میں بھرتی کرلیا،مولوی عزیز احمد مرزا ان دنوں نظامِ حیدرآباد کے ہوم سکریٹری تھے،انھوں نے ظفر علی خان کی طبیعت کے جوہر دیکھ کر انھیں اپنے ساتھ منسلک کرلیا،تھوڑے عرصے میں ہی لیجس لیٹیو کونسل کے رجسٹرار بن گئے،پھر دارالترجمہ میں چلے گئے،میر عثمان علی خان،جو حیدرآباد کے آخری نظام تھے،ان کے اتالیق مقرر ہوئے، اس سے فارغ ہوکر اسسٹنٹ ہوم سکریٹری ہوگئے،پھر کسی اختلاف کی بنا پر میر محفوظ علی بدایونی کے ساتھ ممبئی چلے گئے اور وہیں امپورٹ ایکسپورٹ کی غرض سے اورینٹل کمرشل ایجنسی قائم کی؛لیکن تھے دونوں ادیب،ان کا دماغ تجارت اور کاروبار کی گتھیوں سے زیادہ قلم وقرطاس کے کاروبار میں چلتا تھا،ان کے لیے تجارت بھاری پتھر تھا،اٹھ نہ سکا؛چنانچہ چوم کر چھوڑ دیا۔میر محفوظ تو اپنے گھر چلے گئے اور مولانا ظفر علی خاں نے ممبئی سے''دکن ریویو'' نکالا،پھر اس پرچے کو لے کر حیدرآباد آگئے اور سابقہ ملازمت سے دوبارہ منسلک ہوگئے؛لیکن اب ان کی طبیعت کی اڑان کچھ سے کچھ ہوچکی تھی، بالآخر ایک عام مجمع میں کلمۃ الحق کہنے کی پاداش میں،مگر اس الزام کے ساتھ کہ انگریزی حکومت کے خلاف نظامِ دکن کے کان بھرتے ہیں،حیدرآباد بدر کردیئے گئے،اس سزا میں ان کے ساتھ مولوی عزیز مرزا،مولانا عبدالحلیم شرر اور صفی الدین بھی شریک تھے۔اس کے بعد ہی مولانا اپنے وطن کرم آباد آگئے اور تب ان کی صحافتی زندگی کا وہ دور شروع ہوا،جو مجاہدانہ بھی تھا،شدائد ومصائب سے معمور بھی اور جس نے اردو صحافت کو ایک نئی سمت،ایک نئی جہت،جادۂ نو اور بے باکی وحق نوائی کی ایسی خوبو عطا کی،جس سے اُس وقت کی معاصر صحافت قطعاً نابلد تھی۔(قلم کے چراغ،مرتب:پروفیسر جاوید اقبال،ص:۹۶-۲۹۵)

نظامِ دکن کی ملازمت سے علیحدگی کے بعد جب اپنے گھر پہنچے،تو ان کے والد ان دنوں سخت بیمار تھے اور ان کا چل چلاؤ تھا،بالآخر ۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء کو مولوی سراج الدین احمد کا انتقال ہوگیا،اس کے بعد''زمیندار'' کی کل ذمے داری مولانا ظفر علی خان کے سر آن

پڑی، انھوں نے یکم جنوری ۱۹۱۰ء سے ''زمیندار'' کی ادارت سنبھالی۔ یہ وہی مہہ وسال تھے، جب مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت اور فتنہ پردازیوں کا شہرہ نہ صرف پنجاب؛ بلکہ ہندوستان بھر کے طول وعرض میں پھیل رہا تھا، البتہ یہ شہرت ابھی محض دینی حلقوں تک محدود تھی۔ مرزا غلام احمد کی موت ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی اور ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم کا ایندھن بن گیا، حکیم نورالدین کو اس کی جانشینی بخشی گئی اور وہ ملعون مرزا کا خلیفۂ اول قرار پایا، وہ بھی زیادہ دنوں تک اپنی خلافت چلا نہیں پایا اور ۳؍مارچ ۱۹۱۴ء کو چل بسا۔ اس کے بعد مرزا بشیر الدین محمود کو خلافت سونپی گئی، مرزا بشیر الدین علم وبصیرت کے اعتبار سے اپنے پیش رووں سے بھی زیادہ کورا تھا، مگر سیاسی کرتب بازی میں اس کا دماغ بہت زیادہ چلتا تھا، نتیجتاً اس نے اپنے اردگرد ایسے مذہبی گروہ کو تیار کرلیا تھا، جو عیار وہوشیار تھا اور مرزا بشیر الدین کے حسبِ منشا ملہمانہ سانچے تیار کرتا تھا۔ ان ہی دنوں میں پہلی عالمگیر جنگ کی شروعات ہوگئی، جس میں اس نے خلافتِ عثمانیہ کے خلاف جتھہ بندی کر کے انگریزی حکومت کی نظرِ عنایت اور خصوصی توجہات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ مولانا ظفر علی خاں نے جب ''زمیندار'' کی ادارت سنبھالی، تو غلام احمد قادیانی کی وفات کو ابھی صرف ایک سال اور سات ماہ ہوئے تھے، اہلِ حق علما کی جانب سے ان کا دینی احتساب صرف منبر ومحراب کی حد تک تھا، یا پھر دو چار مذہبی رسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں قادیانیت اور اس کے پس منظر پر روشنی ڈال رہے تھے؛ لیکن ان رسالوں کے مباحث یا مساجد کے منبروں پر علمائے کرام کے خطبات میں آنے والے ختم نبوت، حیاتِ عیسیٰ، ظہورِ مہدی، آثارِ قیامت اور خروجِ دجال وغیرہ جیسے خالص علمی مباحث عوام کی ذہنی وفکری رسائی سے دور تھے اور انھیں اب تک قادیانیت کے بارے میں صحیح طور سے یہ سمجھ نہیں آئی تھی کہ یہ مسلمانوں سے علیحدہ کوئی جماعت ہے۔ دوسری جانب خود علما، جو علمی پہلو سے قادیانیت کا جائزہ لے رہے تھے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کے مزعومات، افکار، تصورات

اور عقائد کی تردید کررہے تھے، ان کے پیش نظر بھی یہ حقیقت واضح نہیں تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزی استعمار کی ضرورت کے مرہون تھا اور اُس نے اُنھیں اپنے خاص مقاصد کے تحت پیدا کیا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرووں کو شروع شروع میں مسلمانوں میں اس لیے بھی جگہ ملی رہی کہ اُس زمانے میں خود علمائے اسلام میں آپس میں ٹھنی ہوئی تھی، وہ معمولی اختلافات اور فروعی اشکالات کی بنا پر ایک دوسرے پر تکفیر کی شمشیرِ برہنہ لے کر حملہ آور ہوجاتے تھے، جدید تعلیم یافتہ طبقے کے کئی ایک دانش ورقسم کے مسلمان ایسے علما کی ناوک افگنی کا شکار بھی ہوچکے تھے؛ چنانچہ شروع میں اگر کچھ لوگوں کو قادیانی فرقہ کے بارے میں کچھ شکوک وشبہات ہوئے بھی، تو انھوں نے اظہار کی بجائے اخفا کو ہی ترجیح دیا اور اس طرح انھیں ایک گونہ محفوظ پناہ ملتی گئی، البتہ اس کو اصل پروان برطانوی استعمار ہی نے چڑھایا، جس کی ہر قسم کی سیاسی ضرورت کی تکمیل کے لیے مرزائی خلفا سے لے کر اُمتی تک دست بستہ تیار رہتے تھے۔

مولانا ظفر علی خاں نے پہلی جنگ عظیم کے آغاز تک مرزائیت سے اشاروں اشاروں میں چٹکیاں لیں، گو موضوع ومضمون علما جیسے ہی تھے، مگر لب ولہجہ ادبی وفکاہی تھا۔ مولانا کبھی کسی نظم میں طنز کرجاتے اور کبھی نثر میں، اکثر علمی بحث کے دوران ایک آدھ پہلودار فقرے سے رونق پیدا کرتے اور قادیانیت کے خال وخد پر پھبتی کستے۔ مولانا نے مرزا غلام احمد قادیانی کی ''قلمی کاوشوں'' پر بھی اظہارِ خیال فرمایا، مرزا کو اس کے ماننے والے ''سلطان القلم'' کہتے تھے، مولانا ظفر علی خان نے اتنے بھاری بھرکم لقب اور خطاب کا پول ایک لفظ میں کھول دیا اور بیک جنبشِ قلم اس خطاب کو ''اُضحوکہ'' قرار دے دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے شعری مجموعے ''درثمین'' پر انتہائی جامع ومانع تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ شاعری نہیں ''قلم کی متلی'' ہے۔

’’زمیندار‘‘ طرابلس اور بلقان کی جنگ کے دوران ہندوستان میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اخبار بن گیا،اس کی اشاعت کچھ ہی عرصے میں بیس ہزار تک پہنچ گئی، یہ ان دنوں کسی اخبار کی بہت بڑی اشاعت تھی، اس اخبار سے مسلمانوں کے قلبی تعلق اور شوق کا عالم یہ تھا کہ وہ دو پیسے میں ’’زمیندار‘‘ خریدتے اور ایک آنہ اس کی پڑھائی میں خرچ کرتے تھے،’’زمیندار‘‘ان دنوں مسلمانانِ ہند کے جذبات اور ان کے ملی احساسات کی ترجمانی کرنے والا واحد اخبار تھا اور اسی وجہ سے مسلمانوں میں اس اخبار کے تئیں ایک قسم کا craze پیدا ہوگیا تھا۔وہ ایک اخبار ہی نہیں تھا؛ بلکہ ایک دبستان،ایک درس گاہ،ایک ادارہ اور ایک اکیڈمی بن گیا تھا۔سر مائیکل اڈوائر پنجاب کا گورنر تھا۔وہ اس سے پہلے حیدر آباد میں ریزیڈنٹ رہا اور وہاں سے مولانا کی جلاوطنی میں بھی اس کا ہاتھ رہا تھا،اس کے دل میں مولانا کے خلاف کینہ تھا، پھر جب مولانا ۲۰؍ستمبر۱۹۱۴ء کو لندن میں پریس ایکٹ کے خلاف آواز اٹھا کر آئے،تو اور بھی اس کی نظر میں آگئے؛ چنانچہ وہاں سے واپسی کے پندرہ دنوں بعد ہی ۷؍اکتوبر۱۹۱۴ء کو انھیں کرم آباد میں نظر بند کر دیا گیا،اُدھر زمیندار کو بھی ضمانت ضبطیوں اور ضمانت طلبیوں کا تختۂ مشق بنا دیا گیا،کسی نہ کسی طرح دسمبر۱۹۱۵ء تک یہ اخبار چلتا رہا؛لیکن بالآخر سر مائیکل اڈوائر کی مہربانیوں کی بدولت وہ مرحوم ہوگیا،اس کے بعد مولانا نے مارچ ۱۹۱۶ء میں روزنامہ ’’لمعات‘‘ جاری کیا،وہ بھی کچھ دنوں بعد ہی بند ہوگیا، اسی سال دسمبر میں مولانا کو کرم آباد کی نظر بندی کے دوران اس شرط پر’’ستارۂ صبح‘‘ نکالنے کی اجازت ملی کہ وہ خالص علمی وادبی ہوگا، یہ پرچہ ہفت روزہ تھا اور اس کا پہلا شمارہ جنوری ۱۹۱۷ء میں نکلا،تقریباً چھ سات ماہ بعد’’ستارۂ صبح‘‘ لاہور منتقل ہوکر ۲۷؍اگست کو روزنامہ ہوگیا، یہ پہلی عالمی جنگ ہی کا زمانہ تھا۔پہلی جنگِ عظیم کے دوران اور اس کے بعد بھی کم و بیش ۱۹۲۰ء تک قادیانی جماعت سے دوبدو ہونا آسان نہ تھا؛ کیونکہ برطانوی حکومت کی استعماری مصلحتیں اسے گوارہ نہیں کرتی تھیں؛لیکن مولانا ظفر علی خاں نے عوامی سطح پر سب

سے پہلے مصرعِ طرح اٹھایا اور قادیانیت کے سیاسی و استعماری وجود کو دینی ولولے اور جذبے سے پسپا کرنا شروع کر دیا۔

مولانا کے ہاتھ دو ہتھیار:

مولانا کے ہاتھ میں دو ہتھیار تھے:ایک نثر کا اور دوسرا نظم کا،مولانا نے اپنی شگفتہ،مگر کاٹ دار نثر میں قادیانی عقائد کا تجزیہ کیا،موضوع و بحث علمی ہوتے،مگر گرفت اس پیرائے میں کرتے کہ زبان و بیان کا لطف بھی کما حقہ باقی رہتا اور خواص وعوام متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے، جو لکھتے،وہ دل سے لکھتے اور دل میں اُتار دیتے،خواص ظفر علی خاں کی قوتِ استدلال وزورِ بیان کے قائلِ معقول ہوتے اور عوام میں اس استعماری نبوت کے تئیں تنفرو بیزاری کے جذبات پیدا ہوتے،اس زمانے میں مولانا نے قادیانیت کے علمی محاسبے میں کئی مقالات لکھے،مثلاً:ایک مقالہ لکھا،جس کا موضوع تھا’’احمد کون ہے؟حضور سرورِ کون و مکاں ﷺ یا مرزاے قادیاں‘‘اس عنوان کو دیکھتے ہی مرزائی چونک گئے اور ان کے غلام احمد کا گھونگھٹ بھی اتر گیا۔ایک دوسرا مضمون’’بعثتِ مجددین‘‘ کے زیرِ عنوان تحریر کیا، چراغ حسن حسرت نے’’ارمغانِ قادیان‘‘ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ یہ مضمون بڑی کاوش سے لکھا گیا ہے اور بڑا وقیع ہے۔قادیانیت پر یہ دونوں مقالے خاصے طویل ہیں،ان کے علاوہ بعض مضامین ایسے ہیں،جن میں طنز کا وصف نمایاں ہے،مثلاً ’’متنبّٰی قادیان کی ناک‘‘، ’’قادیان اور سید میر علی مرحوم‘‘،’’ملنگ بہ اشتیاق گولے کے‘‘،’’الولدسر لابیہ‘‘، ’’متنبی قادیان اور اس کا لاہوری طنبورہ‘‘۔اسی زمانے میں انھوں نے قادیانیت کے حدودِ اربعہ پر ایک معرکہ آرا نظم کہی تھی،جس کا سرنامہ تھا’’القادیاں مالقادیاں‘‘اور وہ نظم یوں تھی:

القادیاں مالقادیاں تیرے بڑے لنگور کو
لپٹا لیا کرتا ہے جو ہر شب نئی اِک حور کو

جس کی ترش خوئی ملی ۔۔۔ لیموں کو اور اچور کو
جس نے ہنسایا ناچ کر ۔۔۔ کشمیر کو میسور کو
کہہ دوں دمشقی گورخر ۔۔۔ یا اندلس کی مادیاں

اے قادیاں اے قادیاں

پیسہ ترا ایمان ہے ۔۔۔ گالی تری پہچان ہے
جو بھی ترا الہام ہے ۔۔۔ آوردۂ شیطان ہے
بہتاں خدا پر باندھنا ۔۔۔ تیرے نبی کی شان ہے
یہ بھی خدا کا آخری ۔۔۔ اسلام پر احسان ہے
نقاش کی مٹھی میں گر ۔۔۔ پوشیدہ تیری جان ہے

القادیاں ۔۔۔ مالقادیاں

اے فتنۂ آخر زماں!

ان کے علاوہ بھی ''ستارۂ صبح'' میں کئی ایک فکاہی مضامین اور نظمیں قادیانیت اور متعلقاتِ قادیانیت پر مولانا ظفر علی خاں نے تحریر کیں، مرزا بشیر الدین یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور دوڑا دوڑا سر مائیکل اڈوائر سے مدد کا خواست گار ہوا اور مولانا کے خلاف اس کے کان بھرے۔ قادیانیوں کے ساتھ مولانا نے روایتی اہلِ طریقت کی بھی خبر لینا شروع کردی تھی، جس سے وہ بھی برہم ہوگئے اور نتیجتاً پیشہ ور پیروں کے ایک جتھے نے مولانا کے خلاف مورچہ بندی کی اور متفقہ دستخطوں کے ساتھ سر مائیکل اڈوائر کو شکایت نامہ جا پہنچایا، حتی کہ انھوں نے ظفر علی خاں اور ان کی بے باک و بے لاگ صحافت کو موردِ طعن ٹھہرانے کے لیے لاہور میں ایک عام جلسہ بھی منعقد کردیا، مولانا کو جوں ہی معلوم ہوا دسمبر ۱۹۱۷ء کے اواخر میں ''ستارۂ صبح'' کو بند کر کے حیدر آباد روانہ ہوگئے اور سر مائیکل اڈوائر کوئی اقدام کرنے کے لیے پر تولتا رہ گیا؛ لیکن حریفوں نے وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور آخر وہاں سے بھی

انھیں ریاست بدر ہونا پڑا۔ پھر جب پہلی عالمگیر جنگ اختتام پذیر ہوئی، تو زمیندار کا ڈیکلیریشن بحال ہوگیا اور ۲۰/اپریل ۱۹۲۰ء سے وہ پھر باقاعدہ نکلنے لگا۔ البتہ ابتلاءات اور مصیبتوں کے سلسلے ہمیشہ مولانا اور ان کے اخبار ''زمیندار'' کے ساتھ لگے رہے، جس طرح مولانا جیل جاتے اور نکلتے رہے، اُسی طرح اُن کے اخبار کے بھی بند ہونے اور پھر جاری ہونے کا سلسلہ جاری رہا۔ جن لوگوں نے مولانا ظفر علی خاں کو دیکھا، ان کی صحبتوں سے فیض اٹھایا اور ان کی خوبیوں اور امتیازات کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ مولانا ظفر علی خاں کی بڑی خوبی تھی کہ وہ جب کسی تحریک کو لے کر اٹھتے، تو برسوں کی منزلیں مہینوں میں طے کر لیتے تھے۔ اُنھوں نے قادیانی گروہ کے خدوخال ''ستارۂ صبح'' میں اس طرح واضح کیے کہ مسلمانوں میں قادیانیوں کے خلاف نظریاتی اعتبار سے ایک تحریک بیدار ہوگئی۔ اسی تحریک نے بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں عملی احتساب کی مختلف شکلیں پیدا کیں، جن کے زیرِ اثر بعد میں چل کر برِصغیر ہندوپاک کے مسلمانوں میں قادیانی گروہ کے سیاسی، عمرانی و مذہبی مقاطعے کا آغاز ہوگیا۔ مسلمانوں کے دل و دماغ میں یہ حقیقت بیٹھ گئی کہ مرزائی نہ صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم المرسلینی کے غاصب ہیں؛ بلکہ اسلامی امت کی شہ رگ پر استعمار کی چھری اور برطانوی بغل بچے ہیں، جنھیں مسلمانوں کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے جما گیا ہے۔ مولانا ظفر علی خاں کے ''ستارۂ صبح'' نے مسلمانوں کو عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے کس حد تک بیدار و ہوشیار اور قادیانی خطرات سے خبردار کیا اس کا اندازہ لگانے کے لیے ایک واقعے کی جانب اشارہ کرنا کافی ہوگا، آغا شورش کاشمیری نے تحریر کیا ہے کہ:

''سید عطاء اللہ شاہ بخاری (امیرِ شریعت، برصغیر کے سب سے عظیم خطیب اور ختمِ نبوت کے جاں نثار سپہ سالار) ۱۹۵۲ء کی تحریکِ ختم نبوت شروع ہونے سے چند دن پہلے لاہور کے ایک جلسۂ عام میں تقریر کر رہے تھے کہ مولانا ظفر علی خاں اپنے فرزند اختر علی خاں

کے ساتھ اچانک جلسہ گاہ میں آئے، مولانا انتہائی ضعیف ہو چکے اور بیمار تھے، آپ کا نطق کمزور پڑ چکا تھا، نہایت مدھم بولتے؛ لیکن الفاظ ٹوٹتے تھے، شاہ جی نے مولانا کی آمد پر ان کے دونوں گالوں کو تھپتھپایا اور بولے: ''ظفر علی خاں تیرے ''ستارۂ صبح'' نے میرے جگر میں آگ لگادی تھی۔'' (تحریکِ ختم نبوت، آغا شورش کاشمیری، ص:۶۶)

اُنھوں نے آگے لکھا ہے کہ:

''شاہ جی فرماتے کہ ''ستارۂ صبح'' نے مجھے قادیانیت کے زہرآب سے آگاہ کیا، حضرت سید مہر علی شاہ نے وصیت کی کہ اس فتنہ کی سرکوبی کرنا اور علامہ انور شاہ کشمیری نے مجھے اس محاذ پر کھڑا کیا''۔

ظاہر ہے کہ تحریکِ ختم نبوت کا سب سے بڑا قائد، پیشوا اور برِصغیر کا خطیبِ اعظم اگر یہ کہتا ہے کہ ظفر علی خاں کے قلم کی آتش نگاریوں نے ہی اُس کے دل میں قادیانیوں کے تئیں نفرت وکراہت کے جذبات بیدار کیے اور نبیِ محترم ﷺ کی خاتمیت کے شعور میں پختگی کا سبب بنا، تو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ظفر علی خاں کے ''ستارۂ صبح'' نے مسلمانوں کے دیگر طبقات کو کس حد تک متاثر کیا ہوگا!

قادیانی تحریک کے تعاقب کے حوالے سے مولانا ظفر علی خاں کی جدوجہد کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ایک مرتبہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے فرمایا:

''مولانا ظفر علی خاں بلاشبہ سیاسی مدبر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مذہبی قائد بھی ہیں، اُنھوں نے ہمیشہ آڑے وقتوں میں نتائج سے بے پروا ہوکر ملتِ اسلامیہ کی صحیح نمایندگی کی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ قید وبند اور دیگر مصیبتوں میں بسر ہوا ہے۔ مولانا اور اُن کے اخبار نے جو خدمات انجام دی ہیں، وہ میرے دل پر نقش ہیں، فتنۂ قادیاں کے استیصال میں مولانا ظفر علی خاں نے جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے، وہ زمانۂ حال کے عین مناسب ومطابق ہے، اگرچہ ہمارے علما نے اس فتنے کی ابتدا سے اب تک

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

قادیانیت کے خلاف جو عظیم الشان کام کیے ہیں، وہ بھی قابلِ قدر ہیں، مگر مولانا ظفر علی خاں نے چند سال میں اس فتنہ کی سرکوبی میں جو کامیابی حاصل کی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، انھوں نے دیکھا کہ یہ فتنہ اب قیامت بن رہا ہے اور بحث ومناظرہ سے اب تک کوئی فائدہ نہیں ہوا، تو انھوں نے وہ طرزِ عمل اختیار کیا، جو نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقہ کے دل میں گھر کر گیا، اس میں اُنھیں اتنی کامیابی ہوئی، جو علما کی متفقہ جدوجہد پر نہیں ہوئی۔'' (ظفر علی خاں اور ان کا عہد، ص:۴۰۱)

''ستارۂ صبح'' کی مانند ''زمیندار'' میں بھی مولانا نے سیاسی شذرات کے ساتھ قادیانی تحریک کے احتساب کا سلسلہ پورے زور وشور سے جاری رکھا، اس اخبار کی ادارتی ذمے داریاں آپ نے اپنے والدِ گرامی مولوی سراج الدین احمد کی ۱۹۰۹ء میں وفات کے بعد سنبھالی تھیں، ایک سال آٹھ ماہ تک یہ ہفت روزہ نکلتا رہا، اس کے بعد ۱۵؍اکتوبر ۱۹۱۱ء کو اسے روزنامہ کردیا گیا، یہ سال عالمی سطح پر مسلمانوں کے لیے کئی ایک ناگہانی مصائب و مشکلات سے پُر تھا، جنگ طرابلس کا آغاز ہوچکا تھا اور برطانوی اشاروں پر اٹلی نے باقاعدہ ترکی خلافت کے خلاف محاذ آرائی شروع کردی تھی، مصر پر برطانوی حکومت کا قبضہ تھا، جو ترکی افواج اور بحری بیڑوں کو طرابلس جانے سے روک رہی تھی، اس سے طرابلس کے مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی ومالی نقصانات اور تباہیوں سے دوچار ہونا پڑا، اُدھر ایران کو بھی شمال وجنوب میں بانٹنے کی برطانوی سازش جاری تھی، ایسے میں مولانا ظفر علی خاں نے اپنے قلم سے تلوار کا کام لیا اور سرِعام برطانوی حکومت کی اسلام اور مسلمان دشمنی کو بے نقاب کیا۔ اس اخبار میں مولانا نے ہندوستان کی اندرونی سیاست پر بھی معرکہ آرا تجزیے رقم فرمائے اور اس کے ساتھ ساتھ قادیانیت کی فتنہ انگیزیوں کو بھی طشت ازبام کرتے رہے، سر مائیکل اڈوائر نے مولانا کے قلم پر لگام کسنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرنا شروع کیا، اس نے ۱۹۱۲ء میں ''زمیندار'' سے ضمانت طلب کی اور ۱۸؍ستمبر ۱۹۱۳ء کو ضبط

کر لی، مزید دس ہزار طلب کیا اور وہ بھی چار ماہ بعد ۱۳/جنوری ۱۹۱۴ء کو ضبط کر لیے، اس کے ساتھ ہی پریس بھی ضبط کر لیا، مولانا نے دوسرا مطبع مسلم پرنٹنگ پریس کے نام سے قائم کیا، اس سے بھی دو ہزار ضمانت طلب کی گئی۔ بالآخر ۲۴/دسمبر ۱۹۱۴ء کو ''زمیندار'' بند ہو گیا۔ اسی کے بعد مولانا نے ''لمعات'' نامی پرچہ جاری کیا تھا، اسے بھی اڈوائر کی مہربانیوں کی نذر ہونا پڑا، پھر مولانا کو کرم آباد میں نظر بند کر دیا گیا اور اسی دوران ''ستارۂ صبح'' جاری کیا، جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس نظر بندی سے مولانا کی رہائی ۱۹۱۹ء کو ہوئی اور اپریل ۱۹۲۰ء کو زمیندار کا نقشِ ثانی شروع کر دیا گیا، اڈوائر انتہائی خبیث طینت گورنر تھا اور مولانا کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا تھا، وہ جہاں بہانے بہانے سے مولانا کو پسِ دیوارِ زنداں ڈلواتا تھا، وہیں اس نے نظامِ حیدر آباد کی جانب سے مولانا کا آٹھ سو روپے ماہانہ وظیفہ بھی بند کروا دیا، ساتھ ہی مولانا کے علاوہ اُن کے متعدد رفقاے ادارت بھی دار و رسن کی ہوا کھاتے رہے۔

مولانا کے ساتھ قید و بند کا یہ سلسلہ قومی تحریکوں کے معاملے میں تو تھا ہی، مگر اس سے زیادہ قادیانی گروہ کے ساتھ اُکھاڑ پچھاڑ اُنھیں مسلسل برطانوی سرکار کی نگاہوں میں رکھتی اور وہ وقفے وقفے سے قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہوتے رہے، مولانا نے پہلی عالم گیر جنگ کے بعد سے لے کر پاکستان بننے اور اس کے بعد ۱۹۵۲ء تک قادیانیوں کا احتساب جاری رکھا، مولانا جب بھی قید سے باہر ہوتے، ان کو اپنے قلم و زبان کی زد پر رکھتے، بسا اوقات ایسا تو ہوتا کہ کسی قومی تحریک کے پھیلاؤ میں محاسبے کی آنچ کسی وجہ سے ہلکی پڑ جاتی؛ لیکن یہ کبھی نہیں ہوتا کہ وہ قادیانیت سے ذرا سی مدت کے لیے بھی چشم پوشی یا مسامحت سے کام لیں۔ سیاسی اعتبار سے ان کی ذہنی وابستگی کانگریس سے تھی (جس کے سربراہ جواہر لال نہرو ان دنوں قادیانیوں کے تئیں نرم گوشہ رکھتے تھے) مگر اس کے باوجود بھی وہ قادیانیت اور اس کی روز و شب کی سرگرمیوں پر گہری نگاہ رکھتے اور اپنی تقریر و تحریر میں کبھی اس سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ ۱۹۳۱ء میں کانگریس نے نمکین ستیہ گرہ شروع کی، تو دہلی، پنجاب اور

سرحد کے بڑے بڑے لیڈروں کو جیل رسید ہونا پڑا، ان میں سے اکثر و بیشتر شعر و ادب کے شناور تھے؛ اس لیے اُنھوں نے وہیں مشاعروں کی مجلسیں جما دیں، وہاں مشاعرے ہوتے، مصرع طرح مقرر ہوتا، اس پر لوگ طبع آزمائی کرتے، ان میں مولانا ظفر علی خاں بھی شرکت کرتے اور مصرع طرح پر شعر کہتے ہوئے اس میں بھی قادیانیت کے خلاف طبع آزمائی کرتے۔ اس کے بعد تحریکِ کشمیر اور لاہور کی مشہور شہید گنج مسجد کی شہادت کے بعد اُٹھنے والی تحریک کے زمانے میں بھی اُنھوں نے ایسی بہت سی نظمیں کہیں، جن میں قادیانیت کو آڑے ہاتھوں لیا، الغرض مولانا نے اپنی زبان و قلم کے ذریعے قادیانیت کی ایسی خبر لی کہ اس گمراہ جماعت کے لیے مسلمانوں کے تمام دروازے بند ہو گئے۔ ۱۹۳۳ء میں اُنھوں نے قادیانیت کے عوامی احتساب کے لیے ایک جماعت بھی بنائی تھی، اس جماعت نے ہر روز عوامی جلسے منعقد کرنا اور قادیانیوں کے رموز و اسرار سے پردہ اٹھانا شروع کر دیا، قادیانیوں نے اپنے خلاف مسلمانوں کے اسقدر جارحانہ رخ کو دیکھتے ہوئے بوکھلا کر حکومت کا سہارا لیا اور اس نے نقضِ امن کا بہانہ بنا کر ۴/مارچ ۱۹۳۳ء کو مولانا ظفر علی خاں اور ان کے رفقا کی ایک جماعت کو، جن میں مولانا احمد علی لاہوری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا عبدالحنان، مولانا لال حسین اختر اور احمد یار خان رزمی شامل تھے، گرفتار کر لیا۔ ان میں سے کچھ تو زرِ ضمانت ادا کر کے رہا ہو گئے، مگر مولانا ظفر علی خاں، مولانا عبدالحنان، مولانا لال حسین اختر اور احمد یار خان نے زرِ ضمانت ادا کرنے سے انکار کر دیا، عدالت نے انھیں وہ نوٹ پڑھ کر سنا، جس میں یہ لکھا تھا:

''تمھارے اور احمدی جماعت کے درمیان اختلاف ہے، تم نے اس کے عقائد اور اس کے مذہبی پیشوا پر حملے کیے ہیں، جس سے نقضِ امن کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے، وجہ بیان کرو کہ تم سے کیوں نہ نیک چلنی کی ضمانت طلب کی جائے؟''

اس کے جواب میں مولانا ظفر علی خاں نے ولولہ انگیز خطاب کرتے ہوئے

بھرپور جوشِ ایمانی کا مظاہرہ یوں کیا کہ:

’’میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں مرزائیوں کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے گا؛ لیکن جہاں تک مرزا غلام احمد قادیانی کا تعلق ہے، ہم اس کو ایک بار نہیں ہزار بار دجال کہیں گے، اس نے حضورﷺ کی ختم المرسلینی میں اپنی نبوت کا ناپاک پیوند جوڑ کر ناموسِ رسالت پر کھلم کھلا حملہ کیا ہے، اپنے اس عقیدے سے میں ایک منٹ کے کروڑویں حصے کے لیے بھی دست کش ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مرزا غلام احمد دجال تھا، دجال تھا، میں اس سلسلے میں انگریزی قانون کا پابند نہیں، میں قانونِ محمدیؐ کا پابند ہوں۔‘‘ (تحریکِ ختم نبوت، آغا شورش کاشمیری، ص:۶۸)

دوسری جانب مولانا کی اس گرفتاری کا نوٹس مسلمانوں نے زبردست طریقے سے لیا، دارالعلوم دیوبند میں اس وقت کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین علامہ انور شاہ کشمیری نے مولانا کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’مولانا ظفر علی خاں کا اقدام لطیفۂ الہیہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں اس کا اجر دے گا‘‘ عوامی سطح پر مسلمانوں میں سخت غم وغصہ اور احتجاج کا ماحول پیدا ہوگیا اور بالآخر حکومت کو مولانا کو رہا کرنا پڑا، مولانا نے رہا ہوتے ہی پھر قادیانیوں پر زبان وقلم کے تیر برسانا شروع کردیا۔ دراصل وہ قادیانیت کو کسی سنجیدہ بحث کے قابل سمجھتے ہی نہ تھے، ان کے نزدیک قادیانیت استعماری ضرورتوں کی پیداوار تھی اور اس کے لیے وہ سنجیدہ تجزیے سے زیادہ طنزیہ قلم وزبان کے استعمال کو ہی بہتر اور موزوں تر خیال کرتے تھے۔

مولانا نے ’’ستارۂ صبح‘‘ میں اور اس کے بعد زمیندار میں قادیانیوں کے تعلق سے جو معرکے کے تجزیے تحریر کیے اور متعدد نظمیں کہیں، ان کا ایک مجموعہ ۱۹۳۵ء میں ’’ارمغانِ قادیان‘‘ کے نام سے پہلی مرتبہ طبع ہوا، اس کے علاوہ دوسری جنگِ عظیم تک انھوں نے قادیانیت کے تحلیل وتجزیے پر مشتمل ’’زمیندار‘‘ کے متعدد خصوصی شمارے بھی شائع کیے،

جنھیں حکومت ضبط کرتی رہی، ۱۹۳۵ء ہی میں مولانا نے قادیانیت کی شرعی حیثیت پر علامہ انور شاہ کشمیری کے تفصیلی فتوے کو شائع کیا، جس کی پاداش میں انھیں نو ہزار روپے کی زرِ ضمانت ادا کرنی پڑی، اس کے علاوہ بھی قادیانیوں کی شہہ پر متعدد بار ’’زمیندار‘‘ کی اشاعت میں رخنہ اندازی کا سلسلہ جاری رہا..... لیکن مولانا ظفر علی خاں نے کسی پہلو قادیانیوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا، قادیانی اگر حکومت کے تملق اور چاپلوسی کے ذریعے ان کے حق گو قلم وزبان پر پہرہ لگانے کے درپے رہے، تو مولانا ظفر علی خاں کی زبان اور ان کا قلم اندیشۂ سود وزیاں سے بے پروا ہوکر مسلسل قادیانیت اور قادیانی امت کا بخیہ ادھیڑنے میں مصروف رہا اور کوئی سا خوف وخدشہ ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں پیدا کرسکا۔

مولانا ظفر علی خاں کی قادیانیت کے خلاف اس قلمی، خطابی وعوامی رزم آرائیوں کے اثرات کیا رونما ہوئے، ان کا جائزہ لیتے ہوئے شورش کاشمیری نے لکھا ہے:

’’(۱) مرزائیت کا مسئلہ عوامی تحریک کی شکل اختیار کرگیا۔

(۲) مولانا سے پہلے مرزائیت کے تبلیغی دروازے پیر مہر علی شاہ اور بعض دوسرے اکابر علما کی بدولت بند ہوچکے تھے؛ لیکن مولانا نے مرزائیت کے چور دروازوں پر قفل چڑھا دیا اور تبلیغی اعتبار سے ناکارہ کردیا۔

(۳) مولانا نے قادیانیت کے سیاسی وجود کے استعماری آب وگل کا تجزیہ کیا اور یہ پہلا مرحلہ تھا کہ لوگوں کو مرزائیت کی حقیقت کا پتا چلا وہ کوئی مذہب نہیں؛ بلکہ برطانوی عمل داری کی ہندوستان کی تنسیخِ جہاد سے متعلق استعماری ضرورت کا ناٹک ہے اور دنیائے اسلام میں انگریزوں کی خاطر اس نے جاسوسی کے پراسرار کارنامے انجام دیئے ہیں۔

(۴) مولانا نے مسلمان عوام میں مرزائیت کے شرمناک وجود کو ننگا کردیا اور حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ مرزائیت ملک کی آزادی کے راستے میں ایک زبردست روک ہے۔

(۵)اس سے پہلے مغربی تعلیم یافتہ مسلمان رواداری برتتے اور انھیں مسلمانوں کی تقریبوں میں مدعو کر لیتے تھے، مولانا نے ایسی فضا پیدا کی کہ مسلمانوں میں ان کے لیے کوئی جگہ نہ رہی اور وہ لوگ، جو اپنی سیاسی حیثیت سے فائدہ اٹھا کر انھیں ساتھ رکھتے تھے، وہ بھی چارو ناچار دست کش ہو گئے اور کسی میں ان سے میل ملاپ کا حوصلہ نہ رہا۔

(۶)وہ مسلمان، جو جدید تعلیم سے بہرہ مند تھے اور ختمِ نبوت کے مسئلے میں مذہب کی بنیادی تعلیم سے ناواقف تھے، بعض سیاسی افراد کو چھوڑ کر سب مرزائیت سے بیزار ہو گئے۔

(۷)قادیانیت سے متعلق اہلِ قلم کی ایک ڈار پیدا ہو گئی اور مقرروں کی ایک ایسی جماعت سامنے آئی، جس نے مذہب کے علاوہ سیاست کی بنیادوں پر مرزائیت کا محاسبہ شروع کیا؛ حتی کہ لیگ اور کانگریس کے حلقوں میں بھی یہ بات راسخ ہو گئی کہ مرزائی ان کی جدوجہد کے خلاف استعماری خواہشوں کے آلۂ کار اور برطانوی عملداری کے ایجنٹ ہیں۔

(۸)مسلمانوں میں یہ مطالبہ قوی ہو گیا کہ مرزائی امت کو دائرۂ اسلام سے خارج کر کے ایک جداگانہ اقلیت قرار دیا جائے۔'' (تحریکِ ختمِ نبوت، ص:۷۳)

الغرض مولانا ظفرعلی خاں اور ان کا اخبار ''زمیندار'' نہ صرف اردو صحافت کے لیے نئی نئی راہوں کی تلاش کے سفر میں سرگرم رہے اور اسے الفاظ، تعبیرات، اصطلاحات، بے باکی وحق نگاری کے اوصاف اور سیاسی افکار وخیالات کے نئے جہانوں سے آگاہی بخشی؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کا یہ اخبار امتِ مسلمہ کے عقیدۂ ختمِ نبوت کی پاسبانی کا بھی فریضہ پوری بے لوثی وخلوص کے ساتھ ادا کرتا رہا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی برطانوی نبوت کے لیے سوہانِ روح بنا رہا، مولانا نے ختمِ نبوت کے قلعے کی پہرے داری اپنے مضبوط تر ہتھیار ''قلم وزبان'' سے کی اور اس کا انھوں نے حق ادا کر دیا۔ گرچہ نئی نسل ان کی ان خدمات سے واقف نہیں ہے یا واقفیت حاصل کرنا ہی نہیں چاہتی، مگر انھوں نے اس راہ میں جس جاں فروشی کا مظاہرہ کیا اور نبی پاک ﷺ کی ختم المرسلینی کے تحفظ کے لیے جس قدر

قربانیاں انھوں نے دیں، ان سے رب العالمین کی ذات یقیناً واقف ہے اور وہی اپنے شایانِ شان اُنھیں بدلہ دے گی۔

ختمِ نبوت کی حفاظت کے لیے مولانا ظفرعلی خاں کی عظیم الشان قربانیوں کو اِس ہیچ پوچ طالب علمانہ تحریر کے اخیر میں اُن ہی کے عقیدت مند آغا شورش کاشمیری کی زبانی خراجِ عقیدت:

یہ جانتے ہو دوستو کون تھا ظفر علی؟
صرصر کے عہد میں بھی صبا تھا ظفرعلی
جتنے نمک حرام تھے اسلام کے خلاف
ان کے خلاف پیکِ قضا تھا ظفرعلی
ڈوبا ہوا تھا خواجۂ گیہاںؐ کے عشق میں
میرِ امم کا زلہ ربا تھا ظفرعلی
اہلِ چمن میں اس کے بیاں سے کھلے تھے پھول
اہلِ سخن میں نکتہ سرا تھا ظفرعلی
سحبان بن وائل کی تصویر ہوبہو
شعلہ مقال ، شعلہ بیاں تھا ظفرعلی
دہلی کو ، لکھنؤ کو ، علی گڑھ کو اُس پہ ناز
پنجاب کی زمیں سے اٹھا تھا ظفرعلی
شورش بقولِ حالیِ فردوس آشیاں
عنوانِ جدوجہد و وفا تھا ظفرعلی

☆☆

مرزائیت کی تابوت میں آخری کیل

● مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی

ختم نبوت کا عقیدہ دین اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رشد وہدایت کا جوسلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا تھا اسے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمدؐ پرختم فرمادیا۔ختم نبوت کے عظیم الشان محل کی تکمیل رسول اللہؐ کا وجود مسعود ہے۔ختم نبوت کے اس عقیدہ پرقرآن کریم میں متعدد آیات موجود ہیں اور تقریباً 200 سے زیادہ روایات ہیں جن سے عقیدہ ختم نبوت بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے، ایسے تواتر اور قطعیت کی نظیر کسی اور مسئلے میں ملنا مشکل ہے۔ مذکورہ مسئلے پر نہ صرف امت محمدیہ کا اجماع ہے، بلکہ تمام کتب سماویہ اور تمام انبیائے کرام کا اس پر اجماع ہے۔عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اس پر عہد و پیمان ہے۔ جیسے توحید الٰہی تمام ادیان کا اجماعی عقیدہ ہے، اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتب الٰہیہ، تمام انبیاء کرام اور تمام ادیان سماویہ کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔آغاز انسانیت سے لے کر آج تک اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمدؐ ہی ہیں اور سلسلہ نبوت ورسالت آپؐ کی ذات گرامی پرختم ہے۔یہی وجہ ہے کہ کتب سماویہ میں اس کی اَن گِنت پیشین گوئیاں کی گئیں۔آپؐ کا نام ،القاب جائے ولادت اور آپؐ کے دارہجرت کی خبریں دی گئیں۔اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ کے بیان کے سلسلہ میں تمام مخلوقات پر اور تمام اقوام عالم پر اپنی حجت تمام فرمادی اور اس عقیدہ سے کسی صاحب ایمان کو کسی زمانہ میں اختلاف نہیں رہا۔ انیسویں صدی کے آخر

میں بے شمار فتنوں کے ساتھ ایک بہت بڑا فتنہ ایک خودساختہ نبوت’قادیانیت‘ کی شکل میں ظاہر ہوا۔جس کی تمام وفاداریاں انگریزی طاغوت کے لیے وقف ہوگئیں۔انگریز کو بھی ایسے ہی خاردار خود کاشتہ پودے کی ضرورت تھی جس میں الجھ کر مسلمانوں کا دامن اتحاد تار تار ہوجائے اس لیے انگریزوں نے اس خود کاشتہ پودے کی خوب آبیاری کی۔اس فرقے کے مفادات کی حفاظت بھی انگریزی حکومت سے وابستہ تھے۔اس لیے اس نے تاج برطانیہ کی بھرپور انداز میں حمایت کی۔ملکہ برطانیہ کو خوشامدی خطوط لکھے،حکومت برطانیہ کے مفاد میں حرمت جہاد کا فتویٰ دیا۔چاپلوسی کے گھٹیا اور پست طریقے اختیار کیے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد ونظریات اور ملحدانہ خیالات سامنے آئے تو علمائے کرام نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے مقابلے میں میدان عمل میں نکلے۔خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس فتنے کی پیدائش سے قبل ہی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ پر منکشف ہو چکا تھا کہ ہندوستان میں ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔چنانچہ مکہ مکرمہ میں ایک دن انہوں نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے فرمایا:

’’ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا‘ تم ضرور اپنے وطن واپس چلے جاؤ‘ اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو وہ فتنہ ترقی نہ کرسکے گا اور ملک میں سکون ہوگا۔پیر مہر علی گولڑویؒ فرماتے ہیں کہ’’میرے نزدیک حاجی صاحبؒ کے فتنہ سے مراد’فتنہ قادیانیت‘ تھی۔‘‘(آئینہ قادیانیت صفحہ 118)

علامہ سیّد انور شاہ کشمیریؒ گویا کہ اس فتنے کے خاتمہ کیلئے قدرت کی طرف سے مامور تھے۔اس کے خاتمے کیلئے وہ ہمیشہ بے چین وبےقرار رہتے‘ ایک اضطراب اور دل میں درد تھا جو انہیں چین نہ لینے دیتا۔مرض وفات میں جب آپ نیم جان ہوکر بستر مرگ پر لیٹے ہوئے تھے تو اسی دوران فارسی زبان میں ایک رسالہ’’خاتم النبیین‘‘ کے نام سے لکھا، جو ترجمہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔مقدمہ بہاولپور میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا بیان کمرہ عدالت میں شروع ہوا، عدالت کے بیرونی میدان میں دور تک زائرین کا مجمع تھا۔شاہ

صاحب عرصہ سے بیمار تھے اور جسم مبارک ناتواں ہو چکا تھا، مگر متواتر پانچ دن تک، پانچ پانچ گھنٹے یومیہ عدالت میں تشریف لاکر علم وعرفان کے دریا بہاتے رہے اور کفر وفریب کے تمام پہلوؤں کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا۔ علامہ کشمیری صاحبؒ نے فرمایا:

جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی اور یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں دین محمدیؐ کے زوال کا باعث یہ فتنہ نہ بن جائے، فرمایا چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہو گیا کہ انشاء اللہ یہ دین باقی رہے گا اور یہ فتنہ مضمحل ہو جائے گا۔ علامہ سیّد انور شاہ کشمیریؒ تو ختم نبوت کے کام کو اپنی مغفرت کا سبب بتایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: ''اگر ہم ختم نبوت کا کام نہ کریں تو گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے۔'' 6 جنوری 1956 کو مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور اس کے دوسرے جانشین مرزا بشیر الدین محمود کو دعوت مباہلہ دیتے ہوئے پہلا خط لکھا تصفیہ شرائط کیلئے خط وکتاب اور ترسیل اشتہارات ورسائل کا سلسلہ سات سال تک چلتا رہا۔ آخر جملہ شرائط پوری ہو جانے کے بعد 26 فروری 1963 عید الفطر کی تاریخ فریقین کے درمیان مقرر ہوئی اور دریائے چناب کے دو پلوں کے درمیان ''چکی'' کا مقام مباہلہ کے لئے باہمی رضامندی سے مقرر ہوا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اپنے رفقاء سمیت مقررہ تاریخ کو مقررہ مقام پر پہنچ گئے، لیکن مرزا بشیر الدین محمود نہ خود آیا اور نہ ہی اپنے کسی نمائندہ کو بھیجا جس نے اپنے باپ کے کذب اور جھوٹے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اس تاریخی کامیابی پر ہر سال ''فتح مباہلہ'' کے نام سے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی جاتی ہے جس میں قادیانی سربراہ کو ہر سال مباہلہ کی دعوت دی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ جانشین سفیر ختم نبوت مولانا محمد الیاس چنیوٹیؒ اپنے والد مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کی طرح موجودہ قادیانی سربراہ مرزا مسرور کو دعوت مباہلہ ودعوت ایمان دیتے ہیں اور احقاق حق کیلئے اس کے سامنے میدان میں موجود ہیں۔

☆☆

قادیانیوں کی ایک اور شرانگیزی

● مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

قادیانیوں کی شرانگیزی میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے مگر تحفظ ختم نبوت کا دم بھرنے والے ہمارے علماء کرام ہاتھ پر ہاتھ رکھے کسی معجزہ کے منتظر ہیں۔ معلوم نہیں ہماری غیرت وحمیت کب جاگے گی؟ نبی آخر الزماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مر مٹنے کا دعویٰ کر کے سیاست کی روٹی سینکنے والے عشاق رسولؐ کو تو جیسے سانپ نے سونگھ لیا ہے، ان کی بولتی بند ہے۔ کفر اور اسلام کی دکان چلانے والے ان عاشقان کی بے حسی کا یہی حشر رہا تو رحمت اللعالمینؐ اور اسلام کے بدترین دشمن قادیانی اپنے زہریلے تیر سے ہمارے جسم وروح کو چھلنی کرتے رہیں گے اور اس اہم فریضہ سے ہماری عدم توجہی وبے اعتنائی پر زمانہ ہنسے گا۔

قادیانیوں کی ایک اور گستاخی اور شرانگیزی کا پردہ فاش کرنے سے قبل قارئین کو بتا دیں کہ امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت جن کو اصحاب رسولؐ کے مقدس اور محترم لقب سے یاد کیا جاتا ہے اس کائنات میں انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے معزز ومکرم ہیں، اس مقام ومرتبہ تک نہ کوئی پہنچ سکا ہے اور نہ ہی کوئی پہنچ سکتا ہے۔

''صحابہ کرامؓ اپنے بعد آنے والے تمام ہی (طبقوں) سے افضل ہیں۔'' (الاصابہ)

ان اصحاب رسول اللہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درجہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''اس امت میں نبی کے بعد سب

سے افضل ابوبکر ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات سے متعلق یہ روایت کافی مشہور ہے کہ ایک دن حضرت بلالؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا ابوبکر صدیقؓ کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تو بہت غمزدہ ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں تک آواز نہیں پہنچ سکے گی یا لوگ ان کی آواز نہ سن سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار بھی یہی حکم دیا کہ ابوبکر صدیقؓ سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ کے پاس گئیں اور کہنے لگیں کہ تم ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ابوبکر صدیقؓ تو بہت غمزدہ ہیں اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگ ان کی آواز نہ سن سکیں گے اس لیے آپ عمر بن الخطابؓ کو حکم دیتے تو ٹھیک تھا۔ حضرت حفصہؓ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور حضرت عائشہؓ کی تجویز کے مطابق کہا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا تم سب کی سب یوسف کی ساتھی ہو (برادران یوسفؑ) پھر تیسری مرتبہ فرمایا ابوبکر صدیقؓ کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سب سے افضل سمجھتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت موجود ہے ''ہم لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے برابر یا مقابل کسی اور کو نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ پھر عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ اور ان کے بعد دیگر صحابہ کرام۔ یہی عقیدہ امت مسلمہ کا ہے۔ مگر قادیانیوں کی جرأت دیکھیں کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں کو صحابہ لکھنا شروع کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں قادنیوں کی سالانہ تقریب سے متعلق جو اشتہار شائع ہوا ہے اس کو بطور نمونہ کے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ اشتہار 26,27 اور 28 دسمبر 2009 کو قادیان میں ہونے والے پروگرام کی تفصیل پر مشتمل ہے۔ پروگرام کی فہرست میں 8/ پر یہ

مجموعہ القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

عبارت تحریر ہے۔

''سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم (سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وسیدنا حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ''۔

قادیانیوں کی اس ذلیل ترین حرکت پر کسی بھی اہل ایمان کا خون کھول اٹھے گا۔ مرزائیوں کے باطل عقیدہ سے عامۃ المسلمین کو باخبر نہ کرنا اور اسے یوں ہی نظر انداز کر دینا اپنی ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نام کے ساتھ حکیم نورالدین کا نام لکھ کر قادیانی نے جو پیغام دیا ہے اس پر تمام امت مسلمہ کے علماء ودانشوران کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کیونکہ بسا اوقات جن باتوں کو ہم مصلحت سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں وہ باتیں کبھی کبھی خطرناک مسئلہ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام ومرتبہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ گویا مجھ سے بغض رکھتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم واجمعین سے محبت کرے اور یہ ایمان والوں کے لئے ممکن نہیں کہ ان سے محبت نہ کرے۔ (خلاصہ عقیدۃ الطحاوی)

قادیانی اپنے باطل عقیدہ کے تحت اپنے دین ومذہب کا نام الگ رکھ لیں اور دیگر مذاہب کی طرح اس گمراہ کن مذہب (فتنہ قادیانی) کی تشہیر کریں تو کسی کو بھی اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا مگر اسلامی اصطلاحات کا استعمال قادیانیت کی تبلیغ کے لئے ہو یہ قطعی ناقابل برداشت ہے۔ چونکہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں اس لئے ہم مرزائیوں کی اسلام اور انسانیت مخالف سرگرمیوں کو ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ **انشاء اللّٰہ تعالیٰ العزیز۔**

☆☆

اسلام اور قادیانیت
عقائد کی روشنی میں

● مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مرزائی اور قادیانی مذہب اسلام سے کوئی علیحدہ مذہب نہیں، بلکہ مذہب اسلام ہی کی ایک شاخ ہے اور دیگر اسلامی فرقوں کی طرح یہ بھی ایک اسلامی فرقہ ہے۔

ان لوگوں کی یہ غلط فہمی سراسر اصول اسلام سے لاعلمی اور بے خبری پر مبنی ہے۔ یہ مسلمانوں کی جہالت کی انتہا ہے کہ اسے اسلام اور کفر میں فرق نہ معلوم ہوا۔ جاننا چاہیے کہ ہر ملت اور مذہب کے کچھ اصول اور عقائد ہوتے ہیں جن کی بناء پر ایک مذہب دوسرے مذہب سے ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے بھی کچھ بنیادی اصول اور عقائد ہیں کہ ان اصول اور عقائد کے اندر رہ کر جو اختلاف ہو وہ فروعی اختلاف ہے۔ اور جو اختلاف ان مسلمہ اصول اور عقائد کی حدود سے نکل کر ہو وہ اصولی اختلاف کہلاتا ہے۔ اور اس اختلاف سے وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد سمجھا جاتا ہے۔

اسلام اور مرزائیت (قادیانیت) کا اختلاف اصولی اختلاف ہے۔ مرزائی مذہب کے اصول اور عقائد مذہب اسلام کے اصول اور عقائد کے بالکل مباین اور مخالف ہیں۔

مرزائیوں کے نزدیک بھی اسلام اور مرزائیت کا اختلاف اصولی اختلاف ہے، فروعی نہیں۔ چنانچہ مجموعہ فتاویٰ احمدیہ میں مکتوب ہے کہ ”یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور

غیر احمدیوں کے درمیان میں کوئی فروعی اختلاف ہے۔ کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے، ہمارے مخالف حضرات مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ بتاؤ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا، قرآن مجید میں تو لکھا ہے ”لانفرق بين أحد من رسله“ لیکن حضرت مسیح موعود کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ (نہج المصلی، مجموعہ فتویٰ احمدیہ صفحہ 274)

مسلمانوں کا عقیدہ:

عقیدہ1: اسلام کے عقیدے میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء ورسل کے ختم کرنے والے اور آخرالانبیاء ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو منصب نبوت و رسالت عطا نہیں کیا جاسکتا۔ اب نبوت و رسالت مطلقاً مسدود ہے۔ مدعی نبوت و رسالت کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

”ماكان محمد أبا أحد من رجالكم، ولكن رسول الله وخاتم النبيين“
(احزاب: 22 رکوع: 5)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں۔ (نوٹ) یہ آیت صریح نص ہے اس بات پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے آخر اور تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو منصب نبوت پر فائز نہ کیا جائے گا، یہ منصب منقطع ہو چکا ہے۔

”قل يايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا“. (اعراف)
(فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔)

”وما أرسلنک إلا كافة للناس بشيرا ونذيرا“.
(ہم نے تم کو تمام دنیا کے انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔)

(نوٹ) یہ دونوں آیتیں صاف اعلان کر رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر استثناء

تمام انسانوں کی طرف رسولؐ ہو کر تشریف لائے ہیں، جیسا کہ خود حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

"انا رسول من أدرک حیاً ومن یولد بعدی"

(میں ان لوگوں کا بھی رسول ہوں، جنھوں نے مجھے اپنی زندگی میں، اور ان کا بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے)۔ (کنزالعمال وخصائص کبریٰ صفحہ 188، جلد 2)

پس ان آیتوں سے واضح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی صاحب الزماں رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

"عن أبی أمامة اللباهلی عن النبی صلی الله علیه وسلم أنا آخر الأنبیاء وانتم آخر الأمم. (ابن ماجہ صفحہ 307)

(میں تمام انبیاء کرام کے آخر میں ہوں، اور تم تمام امتوں میں آخری امت ہو۔)

(نوٹ) اس حدیث میں کس وضاحت سے حضورؐ نے اعلان فرمایا ہے کہ میں سب سے آخری نبی ہوں میرے بعد کسی کو منصب بنوت نہیں ملے گا اور تم آخری امت ہو تمہارے بعد کوئی اور امت نہ ہوگی۔ پس سلسلۂ منصب نبوت ختم ہو گیا۔

قادیانیوں کا عقیدہ:

عقیدہ1: قادیانیوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نئے نبی ہو سکتے ہیں۔ اور آپ کے بعد بھی منصب نبوت ملتا رہے گا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی انبیاء سابقین کی طرح منصب نبوت ورسالت کا مدعی اس کی نبوت کے منکر کافر ہیں ہرگز مسلمان نہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے 1880ء میں دعویٰ الہام شائع کیا اس کے بعد 28 سال زندہ رہے۔ (حقیقۃ النبوۃ، صفحہ 49) 1891ء میں مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اس کے بعد 17 سال چند ماہ زندہ رہے۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 51)

مرزا کا 1900ء سے پہلے صرف محدث ہونے کا دعویٰ تھا۔ اور مرزا صاحب لکھتے ہیں محدثیت انواع نبوت سے ایک نوع ہے۔ محدثیت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبوۃ کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ (توضیح مرام صفحہ 17,18,19، 1890ء) محدث کا حمل نبی پر جائز ہے، یعنی کہہ سکتے ہیں: "المحدث نبی" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 338، 1893ء) الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ (انجام آتھم صفحہ 62، 1896ء) 1900ء اور اس کے بعد مرزا صاحب نے بڑے زور وشور سے صریح طور پر نبوت کا دعویٰ کیا اور لکھا: "انا ارسلنا احمد الی قومه فاعرضوا وقالوا کذاب اشر" (اربعین نمبر 3، صفحہ 40، 1900ء وضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 33) ترجمہ: مرزا صاحب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ ہم نے احمد مرزا کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے پس قوم نے اعتراض کیا اور کہا بڑا جھوٹا بڑا اشریر ہے۔

میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ 1901ء)

سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء صفحہ 11)

مسلمانوں کا عقیدہ2: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر وحی نبوت نازل نہیں ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی وحی نبوت کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

"ماکان محمد أباأحدمن رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین".

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے آخری نبی ہیں۔)

(نوٹ) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ورسالت کا دروازہ مسدود ہے تو لامحالہ وحی نبوت ورسالت کا بھی دروازہ بند ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کسی پر وحی نبوت تو ہو اور

وہ نبی نہ ہو۔

”والذین یومنون بما أنزل الیک ومآأنزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون. أولئک علی ھدی من ربھم وأولئک ھم المفلحون“

(جوایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو آپ پر نازل کی گئی اور دن آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ خدا کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔)

(نوٹ) قرآن شریف میں سیکڑوں جگہ اس قسم کی آیتیں ہیں جن میں بس پہلے نبیوں کی وحی نبوت پر ایمان لانے کا حکم ہے، لیکن حضورؐ کے بعد کی وحی نبوت کا کہیں ذکر بھی نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی نبوت نازل ہوتی تو اس پر ایمان لائے بغیر ہدایت اور فلاح ممکن نہیں، لہٰذا حصول فلاح اور ہدایت کے لیے وحی مابعد پر ایمان لانے کا بھی ذکر ضروری تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ کے بعد وحی نبوت نہیں۔

قادیانیوں کا عقیدہ2: مرزائی اور مرزا غلام احمد صاحب معتقد ہیں کہ مرزا صاحب موصوف پر وحی نبوت بارش کی طرح اترتی تھی کبھی عربی میں کبھی اردو میں کبھی ہندی میں کبھی فارسی میں کبھی انگریزی میں کبھی عبرانی میں اور کبھی ایسی زبان میں جو سمجھ میں نہ آوے۔

”قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا“. (البشریٰ، صفحہ 56، جلد2)

(کہہ دے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں)

”قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد“

(ان کو کہہ دے کہ میں تو ایک انسان ہوں میری طرف یہ وحی ہوئی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے)۔ (حقیقۃ الوحی، صفحہ 81-82)

”یایھا النبی اطعم الجائع والمعتر“. (حقیقۃ النبوۃ، صفحہ 200)

”فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلی“

”انا انزلناہ قریباً من القادیان“. (حقیقۃ الوحی، صفحہ 88)

(ابراہیم (یعنی مرزا صاحب) کی جگہ کو قبلہ بناؤ اور مصلی ٹھہرالو ہم نے اس کو قادیان کے قریب نازل کیا ہے۔)

مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ (حقیقۃ الوحی، صفحہ 150)

میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی... اور ایسے ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ (اربعین، صفحہ 7)

یہ بات سچ ہے کہ کافروں کے ساتھ لڑنا مجھ پر حرام کیا گیا ہے۔ (خطبہ الہامیہ، صفحہ 25)

مسلمانوں کا عقیدہ3: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وحی نبوت تمام انسانوں کے لیے تا قیامت مدار نجات ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی وحی مدار نجات نہیں ہوسکتی، (مثلاً توریت وانجیل)۔

”تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا“.

(سورہ فرقان:18)

(مبارک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے محمدؐ پر قرآن نازل فرمایا تاکہ تمام ہی جہان والوں کے لیے وہ ڈرانے والے ہوں۔)

”أوحی إلی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن مبلغ.“ (الانعام:7)

(میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے میں تم کو اور تمام انسانوں کو جن کو قرآن کے نزول کی خبر پہنچے ڈراؤں۔)

”وما ھو الا ذکر للعلمین.“

(نہیں یہ قرآن مگر تمام عالم والوں کے لیے تذکیر ہے۔)

یہ تینوں آیتیں صاف اعلان کر رہی ہیں کہ قیامت تک تمام انسانوں کے لیے حضورؐ ہی نبی ہیں اور سب کے لیے یہی قرآن حجت ہے اور یہی وحی مدار نجات ہے۔

قادیانیوں کا عقیدہ3: مرزائی اور مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کی وحی نبوت اور تعلیم کو مدار نجات تمام انسانوں کے لیے کہتے ہیں۔

چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے، اس لیے خدائے تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے اوپر ہوتی ہے فلک، یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا....اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم کو میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔ (حاشیہ اربعین 4، صفحہ 7)

2- آخر زمانہ میں ایک ابراہیم (مرزا صاحب) پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔

مسلمانوں کا عقیدہ4: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوسکتا، چہ جائیکہ اس کے معجزات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے بڑھ جائیں۔

چونکہ معجزہ خصائص نبوت سے ہے اور نبوت خاتم الانبیاء سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی، لہٰذا سلسلہ معجزات بھی ختم ہوگئے۔

قادیانیوں کا عقیدہ4: مرزا صاحب اپنی نشانات یعنی معجزات کو دس لاکھ بتاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتاتے ہیں۔

بلکہ خدا کے فضل وکرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں۔ (حقیقۃ الوحی، صفحہ 136)

مسلمانوں کا عقیدہ5: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مخلوق میں کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہوسکتا، چہ جائیکہ آپؐ سے افضل ہو۔

"قال الله تعالیٰ ولکن رسول الله وخاتم النبيين الاية"

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔)

(نوٹ) خاتم النبیین عام ہے باعتبار زمانہ بھی، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے مراتب اور درجات ختم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نبوت کا کوئی درجہ نہیں۔

قادیانیوں کا عقیدہ5: مرزائیوں کے عقیدہ میں مرزا صاحب حضورؐ کے برابر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ہی کمالات مع نبوت کے مرزا صاحب کو حاصل ہیں، بلکہ مرزا صاحب حضورؐ سے بڑھ کر شان رکھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ سب حضورؐ میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریمؐ سے ظلی طور پر ہم کو عطا کیے گئے، اس لیے ہمارا نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، سلیمان، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ ہے۔ (تشحیذ الاذھان، جلد10، صفحہ 10-11)

عقیدہ6: مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حجت ہے اور اس کا اتباع ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے۔ "من يطع الرسول فقد اطاع الله. وما ارسلنا من رسول إلا ليطاع باذن الله"۔

قادیانیوں کا عقیدہ6: مرزا صاحب کا عقیدہ ہے جو حدیث نبوی میری وحی کے موافق نہ ہو اس کو ردی کے ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ (اعجاز احمدی، صفحہ 29)

مسلمانوں کا عقیدہ7: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن اور احادیث جہاد کی ترغیب اور اس کے احکام سے بھرے پڑے ہیں۔

قادیانوں کا عقیدہ7: مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جہاد شرعی میرے آنے سے منسوخ ہوگیا اور انگریزوں کی اطاعت اولی الامر کی اطاعت ہے اور اس سے جہاد کرنا حرام قطعی ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ8: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اس امت میں کوئی شخص حضرت عیسیٰ

علیہ السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام سے افضل نہیں ہوسکتا۔ غیر نبی کو نبی پر کلی فضیلت تو دور کی بات ہے، جزئی فضیلت بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

قادیانیوں کا عقیدہ8: مرزا صاحب اپنے آپ کو صحابہؓ و حضرت حسنین و عیسیٰؑ و دیگر انبیاء بنی اسرائیل سے افضل و برتر بتاتے ہیں اور فضیلت کلی کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ابن مریم کے ذکر چھوڑ و اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ (دافع البلاء، صفحہ 20)

مسلمانوں کا عقیدہ9: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آیت قرآنیہ مندرجہ ذیل کے مصداق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

"إذقال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول إلیکم مصدقا لما بین یدی من التورات ومبشرا برسولی یاتی من بعدی اسمه احمد. فلما جاء هم بالبینات قالوا هذا سحرمبین".

"وهو الذی أرسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله".

قادیانیوں کا عقیدہ9: مرزا غلام احمد صاحب اور قادیانیوں کا ایمان ہے کہ مرزا صاحب مذکوران آیات کے مصداق ہیں۔ اور مجھے بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: **"هو الذی أرسل رسوله بالهدی ودین الحق".** (اعجاز احمدی، صفحہ 7)

جس طرح خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کو نبی کہہ کر پکارا ہے حضرت مسیح موعود کو بھی قرآن میں رسول کے نام سے یاد فرمایا ہے، چنانچہ ایک آیت: **"مبشرا برسولی یأتی من بعدی اسمه أحمد"** سے ثابت ہے۔ (حقیقة النبوة، صفحہ 188)

مسلمانوں کا عقیدہ10: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کسی نبی کی کوئی پیشین گوئی جھوٹی

نہیں ہوسکتی۔

"إن الله لایخلف المیعاد". (رعد:13)

(اللہ اپنے وعدہ کے ہرگز خلاف نہیں کرتا۔)

"ویستعجلونک بالعذاب ولن یخلف الله وعده". (حج:17)

(آپ سے جلدی عذاب مانگتے ہیں حالانکہ اللہ اپنے وعدہ کے ہرگز کبھی خلاف نہ کرے گا۔)

قادیانیوں کا عقیدہ10: مرزا صاحب اور قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ ہائے کس کے آگے ماتم لے جاویں کہ حضرت عیسیٰؑ کی تین پیشین گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کرے۔ (اعجاز احمدی، صفحہ 14)

مسلمانوں کا عقیدہ11: قرآن پاک میں مذکور ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا میں مرے ہوئے کو دوبارہ زندہ کیا ہے، چنانچہ قرآن شریف میں کئی ہزار کی فہرست ہے۔

"أو کالذی مرعلی قریة وهی خاویة علی عروشها قال: إنی یحی هذه الله بعد موتها فأماته الله مأة عام ثم بعثه قال کم لبثت. قال لبثت یوما أو بعض یوم. قال بل لبثت مأة عام"

(یا جیسے وہ شخص (عزیر علیہ السلام) کہ ایک شہر پر گذرا جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا وہ بولا اللہ مر جانے کے بعد کیسے زندہ کرے گا پس خدا نے اس کو موت دی سو برس تک مردہ رہا پھر اسے زندہ کر کے اٹھایا اور پوچھا تو کتنی دیر ٹھہرا بولا ایک دن یا کچھ کم خدا نے فرمایا نہیں تو سو برس تک مرا رہا۔)

قادیانیوں کا عقیدہ11: مرزا صاحب اور مرزائی اس نص کے منکر ہیں اور یہ عقیدہ

رکھتے ہیں کہ کوئی شخص مرنے کے بعد زندہ نہیں کیا جا سکتا۔

جو شخص حقیقی طور پر مرجاتا ہے اور اس دنیا سے گذر جاتا ہے اور ملک الموت اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے وہ ہرگز واپس نہیں آسکتا۔(حقیقۃ الوحی،صفحہ 329)

کوئی اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ کبھی حقیقی اور واقعی طور پر کوئی مردہ زندہ ہو گیا اور دنیا میں واپس آیا۔(ازالہ کلاں،صفحہ 261)

مسلمانوں کا عقیدہ12: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی۔

”عن ابن عباس هی رویاعین أدیها رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة اسری به.“ (بخاری شریف،صفحہ 550)

(ابن عباس فرماتے ہیں کہ معراج میں جو کچھ واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھے وہ اسی آنکھ سے دیکھے ہیں۔)

قادیانیوں کا عقیدہ12: مرزا صاحب اور قادیانی معراج جسمانی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ معراج جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ ایک قسم کا کشف تھا اور اس قسم کے کشفوں میں خود مرزا صاحب کو خوب تجربہ ہے۔اور: **”سبحن الذی اسری بعبده لیلا. الایة“** مرزا صاحب پر بھی وحی ہوئی ہے۔ازالہ اوہام میں مکتوب ہے کہ یہ معراج جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔(ازالہ اوہام،صفحہ 20)

مسلمانوں کا عقیدہ13: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے نکل کر حساب کتاب کے لیے میدان محشر میں جمع ہوں گے،صور پھونکا جائے گا۔زمین وآسمان بدلے جائیں گے،تمام خلق اللہ زلزلۃ الساعۃ سے پریشان ہوں گی،اعمال کا وزن ہوگا ”ان منکم الا واردها“ ہول قیامت سے انبیاء بھی نفسی نفسی پکاریں گے۔تمام انبیاء

شفاعت سے انکار کریں گے۔سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس منصب کو قبول فرمائیں گے اور بعض جہنمی شفاعت سے اور بعض بلاشفاعت خارج کر کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

قادیانیوں کا عقیدہ13: مرزائی اور مرزا صاحب اس عقیدہ کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ مردے قبروں سے نکل کر میدان محشر میں جمع ہوں گے، بلکہ ہر شخص مرنے کے بعد ہی جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جاتا ہے پھر قیامت کے دن کسی کو جنت و دوزخ سے نہ نکالا جائے گا۔ہاں ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں ترقی کرتا ہے یہی حشر اجساد ہے، یعنی حشر اجساد بھی روحی طور پر ہوگا۔لفظوں میں حشر اجساد وحساب یوم آخرت سب کا اقرار ہے،لیکن حقیقت میں عقائد اسلامیہ کے بالکل خلاف ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ14: مسلمانوں کے عقیدہ میں فرشتے خدا کے مکرم فرماں بردار بندے ہیں جو جسم نورانی لطیف رکھتے ہیں۔اشکال مختلفہ میں متشکل ہو سکتے ہیں بعض اپنے مستقر آسمان سے تعمیل حکم کے لیے زمین پر بھی نازل ہوتے ہیں۔حضرت جبرئیل علیہ السلام حامل وحی خدا کی طرف سے احکام لے کر انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتے ہیں۔

قادیانیوں کا عقیدہ14: مرزا صاحب اور قادیانیوں کے عقیدہ میں یہ بالکل باطل ہے۔ملائک ارواح کواکب کا نام ہے وہ کبھی زمین پر اپنا مستقر چھوڑ کر نہیں آسکتے۔نہ جبرئیل وحی لے کر زمین پر آسکتا ہے۔صرف روح کواکب نیر کی تاثیر کا نام نزول وحی ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ15: جمہور مسلمانان عالم کا ازروئے احادیث صحیحہ متواترہ یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور امام مہدی محمد عبداللہ دو الگ الگ مقدس ہستیاں ہیں۔

”عن جعفر عن أبیه عن جده قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ...کیف تهلک أمة انا أولها والمهدی وسطها والمسیح آخرها– رواه رزین“. (مشکوٰۃ،صفحہ 385)

(حضرت جعفر صادقؒ اپنے والد حضرت باقرؒ سے اور انہوں نے اپنے دادا حضرت امام حسنؓ سے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا: کیوں کر ہلاک ہوسکتی ہے، امت اس کے اول میں ہوں اور درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیح السلام مہدی علیہ السلام۔)

قادیانیوں کا عقیدہ 15: مرزا صاحب اور قادیانیوں کے نزدیک دونوں کو علیحدہ علیحدہ ہستیاں سمجھنا غلط ہے، بلکہ مرزا (ملعون) کہتا ہے کہ میں امام مہدی و مسیح موعود دونوں ہوں (نعوذ باللہ) اور خود غرضی سے احادیث متواترہ کا انکار کرتا ہے۔

قادیان بمنزلہ مکہ اور مدینہ کے ہے۔

قادیانیوں کا قادیان بمنزلہ مکہ اور مدینہ کے ہے، اس مسجد کے بارے میں جو مرزا صاحب کے چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔ (براہین احمدیہ، صفحہ 558)

قادیان کی زمین ارض حرم ہے

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین صفحہ 52) مجموعہ کلام مرزا غلام احمد

قادیان کی حاضری بمنزلہ حج کے ہے:

مرزا بشیر الدین محمود اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے اور جیسا حج میں رفث اور فسوق اور جدال منع ہے ایسا ہی اس جلسہ میں بھی منع ہے۔ خطبہ مندرجہ مجموعہ تقاریر گویا کہ آیت: "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج" قادیان کے جلسہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

قادیان بہشتی مقبرہ:

قادیان میں بہشتی مقبرہ کے نام سے ایک مقبرہ ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں جو اس

میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔ (ملفوظات احمدیہ، صفحہ 486) اور پھر الہام ہوا کہ روئے زمین کے تمام مقابر اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (مکاشفات مرزا، صفحہ 59)

مرزا صاحب کے مریدین بمنزلہ صحابہ کے ہیں:

امت محمدیہ کی طرح مرزا صاحب کی امت میں طبقات ہیں۔ مرزا صاحب کے دیکھنے والے صحابہ کہلاتے ہیں اور ان کے دیکھنے والے تابعین اور تبع تابعین۔

مرزا صاحب کے اہل وعیال بمنزلہ اہل بیت کے ہیں:

اور مرزا صاحب کے خاندان کو اہل بیت اور خاندان نبوت اور مرزا صاحب کی بیبیوں کو ازواج مطہرات کہا جاتا ہے۔

مرزا صاحب کی امت میں ابوبکر وعمر:

حکیم نور الدین خلیفہ اول کو قادیانی امت کا ابوبکر صدیق مانا گیا ہے اور مرزا بشیر احمد خلیفہ ثانی کو اس امت کا عمر فاروق اعظم کہا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام اور قادیانیت کا اختلاف اصولی ہے فروعی نہیں (بلکہ یہ کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے کہ قادیانیوں کی اور خود مرزا غلام احمد کی ساری باتیں دھوکہ، فریب اور جھوٹ کا مجموعہ ہیں، جبکہ اسلام دین رحمت، اور حرف بہ حرف صدق وصفا کا نام ہے)۔ قادیانی مذہب نے اسلام کے اصول اور قطعیات ہی کو تبدیل کر دیا ہے اب کوئی چیز ان کے اور اہل اسلام کے درمیان مشترک باقی نہیں رہی۔ یہ جماعت بہ نسبت یہود ونصاریٰ اور ھنود کے اہل اسلام سے زیادہ عداوت رکھتی ہے۔ جو مسلمان مرزائے قادیان کو نبی نہ مانے وہ ان کے نزدیک کافر ہے اور اولاد زنا ہے۔ اس کے ساتھ کسی طرح کا تعلق جائز نہیں۔ مثلاً مسلمانوں کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں اور اس کی نماز جنازہ میں شرکت قطعی جائز نہیں۔

دین کی بنیاد دو چیزوں پر ہے قرآن اور حدیث۔ قرآن کے متعلق تو مرزا یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر وہی صحیح ہے کہ جو میں بیان کروں اگرچہ وہ تفسیر کل علماء امت کی تفسیر کے

خلاف ہو،اور حدیث نبوی کے متعلق یہ کہتا ہے کہ جو حدیث میری وحی کے مطابق ہو وہ قبول کی جائے گی۔اور جو میری وحی کے خلاف ہوگی وہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جائے گی، اس طرح اسلام کے ان دو بنیادی اصول کو ختم کیا اور اپنی من مانی تاویلات اور تحریفات کو اسلام کے سر لگایا الفاظ تو شریعت کے لیے مگر معنی بالکل بدل دیے اور آیات اور احادیث میں وہ تحریف کی کہ یہود اور نصاریٰ بھی پیچھے رہ گئے اور تعلیم یافتہ طبقہ اکثر چونکہ دین اور اصول دین سے بے خبر اور عربی زبان سے ناواقف ہے،اس لیے یہ طبقہ زیادہ تر اس گمراہی کا شکار رہا۔اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔آمین۔

☆☆

محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

یہ تقریر حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے تحفظ ختم نبوت کانفرنس بمقام موہن لال گنج (لکھنؤ) کا افتتاح کرتے وقت فرمائی جو ٹیپ سے نقل کرنے کے بعد ہدیہ ناظرین کی جارہی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین خاتم النبیین محمد و علیٰ آلہ وصحبہ و من تبعھم باحسان و دعا بدعوتھم الیٰ یوم الدین!

اما بعد! بزرگوں اور دوستو! یہ میرے لئے مسرت اور سعادت کی بات ہے کہ میں اس اہم موضوع کے جلسہ میں اور کانفرنس میں شریک ہوں۔

حقیقت میں مسلمانوں کو اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عقیدت ومحبت کا جو تعلق ہے اس کی بنا پر اس بات کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کہ آپ کی رسالت اور آپ ﷺ کی ختم رسالت کے سلسلہ میں کوئی گستاخی ہو یا اس سے کوئی بغاوت کرے اور اس کو مسلمان برداشت کرلیں، یہ ان کے ایمان کے بھی خلاف ہے اور ان کی اس محبت کے بھی خلاف ہے جو ان کو اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے، اور یہ امت اس سلسلہ میں مشہور ہے اور اس میں اس کو مثالی حیثیت حاصل ہے۔اس کو اپنے نبی محمد ﷺ سے جتنی محبت ہے شاید ہی

کسی امت کو اپنے نبی سے ہوئی ہوگی۔اور یہ محبت حقیقت میں اس امت کے امت محمدیہ اور امت اسلام ہونے کی ایک ضمانت ہے اور اپنے نبی سے گہرے تعلق اور اس طرح اپنے دین سے وابستگی کا بڑا ذریعہ ہے، اس امت کے افراد دنیا کے مختلف حصوں میں رہتے ہیں، گاؤں گاؤں میں رہتے ہیں اور بستیوں میں رہتے ہیں، ایسی جگہوں میں بھی رہتے ہیں جہاں وہ بہت چھوٹی اقلیت ہیں اور جہاں ان کے لئے دین سے واقفیت کے ذرائع حاصل نہیں ہیں اور وہ دین کے فرائض اور شریعت سے بالکل ناواقف ہیں لیکن ان کو مسلمان باقی رکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ان کا وہ تعلق ہے جو ان کو اپنے نبی محمدﷺ سے ہے۔ان کے اس تعلق نے اس امت کی بڑی حفاظت کی ہے، اس کی وجہ سے امت اپنے کو مسلمان جاننے اور ماننے پر قائم رہی ہے۔یہ درحقیقت حضورﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے اثر سے بھی ہے جس کی وجہ سے قیامت تک آپ ہی ان کے نبی رہیں گے۔اسی کا نتیجہ ہے کہ اس امت کے افراد ہر چیز برداشت کرسکتے ہیں لیکن اس بات کو نہیں برداشت کرسکتے ہیں کہ ان کے نبی محمدﷺ یا آپ کی نبوت کے سلسلہ میں کوئی گستاخی کی بات کہی جائے یا ان کے اوپر شبہ کیا جائے یا ان کے متعلق ایسی بات کہی جائے جو مناسب ہو۔مسلمانوں کا یہ جذبہ ان کے لئے بہت بڑی دولت ہے اور بہت بڑا ذریعہ ہے جو اس امت کی بقاء کا ضامن ہے اور اس امت کی حفاظت کررہا ہے اور اس سے یہ امت محفوظ ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ شیطان بہت ہی عزم کے ساتھ، بہت ہی دانائی کے ساتھ اپنے گمراہ کن کام کے لیے فکرمند رہتا ہے، وہ کسی کو بہکانا چاہتا ہے تو سیدھے سیدھے وہ بات نہیں کہتا جو بہکانے کی ہے، مثلاً کسی نمازی سے سیدھے یہ نہیں کہے گا کہ تم نماز چھوڑ دو اور کسی سے یہ نہیں کہے گا کہ تم زنا کا ارتکاب کرو یا کسی حرام کام پر جسے لوگ حرام سمجھتے ہیں اس کا ارتکاب کرو، وہ اس راستے سے آتا ہے کہ جس راستہ سے آدمی دھوکے میں آجائے۔چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اس امت کو بار بار اس بات سے سابقہ پڑا ہے کہ لوگوں نے حضورﷺ کی ختم نبوت کو چیلنج کیا اور بہت ہی خاموشی

سے اور بہت ہی حکمت (چالاکی و چابک دستی) و دانائی سے بہکانے کی کوشش کی ہے، لیکن اس کا یہ حربہ چلا نہیں اور جلد آشکارا ہوگیا کہ یہ حرکت بڑا فتنہ ہے اور لوگ فتنہ کو دیکھ کر سنبھل گئے، اور دھوکے میں نہیں آئے۔اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس بات کی آپ کو بار بار مثالیں ملیں گی، جو مثالیں ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں وہ مثالیں بڑی بھونڈی معلوم ہوتی ہیں لیکن اپنے وقت میں وہ مثالیں خطرناک تھیں، اس لئے کہ ایسے طریقوں اور ایسی حکمت سے یہ بات کہی گئی تھی کہ جن سے لوگ دھوکے میں آگئے تھے۔چنانچہ اس موقع پر بھی، اس عہد میں بھی غلام احمد قادیانی قادیان کا رہنے والا تھا اور بہت پڑھا لکھا آدمی تھا، اس نے آہستہ آہستہ طریقہ یہ اختیار کیا کہ پہلے تو اسلام کی اشاعت اور دعوت کا کام شروع کیا اور ایسا ظاہر ہوا کہ یہ ایک داعی آدمی ہے، یہ اسلام کو پھیلانا چاہتا ہے اور اسلام کی دعوت دیتا ہے۔
پھر اس نے جب یہ دیکھا کہ اس کا اثر کچھ پھیل گیا ہے، اور کچھ گنتی کے لوگ اس کو ایک اچھا انسان اور اسلام کی دعوت کا آدمی اور پڑھا لکھا انسان سمجھنے لگے اور بعض لوگ اس سے دھوکے میں آکر اس سے متعلق ہونے لگے تب اس نے آہستہ آہستہ اپنا قدم آگے بڑھایا اور پہلے اپنے کو محدود کہا، پھر نبیوں میں سے سے بڑا نبی کہا، اور آخر میں اس حد تک پہنچ گیا جس حد تک کوئی تصور نہیں کرسکتا، لیکن اس طریقہ سے اور اس حکمت سے اس نے یہ کام کیا کہ بہت سے لوگ دھوکے میں آگئے اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ اس فرقہ کے ماننے والوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ اس کے لوگ موقع محل دیکھ کر بات کو بدل دیتے ہیں، مثلاً اگر کوئی ایسا موقع ہے جہاں کوئی خطرہ ہے کہ ان کی بات کو رد کردیا جائے گا تو صاف انکار کردیتے ہیں کہ ہم ان کو نبی نہیں مانتے، ہم ان کو ایک مصلح مانتے ہیں، مجدد مانتے ہیں یا اور کوئی بات کہہ دی، اس طریقہ سے وہ دھوکہ دے کر آدمی کو اپنے سے متعلق کرلیتے ہیں اور اس کو اپنے ساتھ رکھ کر اس کے ذہن کو بار بار دھوتے رہتے ہیں اور اس کو اپنا بنالیتے ہیں۔اس طریقہ سے دھوکہ دے کر انہوں نے سارا کام کیا ہے۔حقیقت میں لوگوں کو اگر شریعت کی ساری باتیں

معلوم ہوں اور ضرورت کے مطابق جو تفصیلات ہیں اس سے واقف ہوں تو کبھی ان کے دھوکہ میں نہیں آسکتے، لیکن جو لوگ ناواقف ہوتے ہیں یا جو لوگ جاہل ہیں اسلام کے سلسلہ میں ان کو کوئی بات نہیں معلوم سوائے اس کے کہ اللہ ورسول اور کچھ ضروری باتیں بہت ہی عام باتیں معلوم ہوتی ہیں ان کو ایسے لوگ دھوکہ دے سکتے اور اپنی طرف بلا سکتے ہیں۔

اس فتنے کی حقیقت:

جہاں تک اس فتنہ کا جائزہ لیا گیا ہے تو یہ بات بالکل عیاں ہو چکی ہے کہ اس فتنہ کو حقیقت میں انگریزوں نے کھڑا کیا تھا اور انگریز یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی طاقت ٹوٹ جائے اور مسلمان جن کو ان سے واسطہ پڑ رہا تھا اور آزادی کی جنگ لڑی جا رہی تھی جس میں مسلمان باقاعدہ شریک تھے اور انگریزوں کے خلاف انہوں نے باقاعدہ محاذ بنایا تھا۔ انگریز یہ چاہتے تھے کہ ان مسلمانوں کی طاقت ٹوٹ جائے، انہوں نے اس کے لئے ظلم بھی کئے لیکن یہ ظلم وزیادتی سے نہیں ٹوٹ سکتی اور بالآخر انہوں نے یہ کہا کہ اگر ٹوٹ سکتی ہے تو ایسے کہ ان میں تفرقہ پیدا کر دیا جائے اور ان کے عقیدہ کو بگاڑ دیا جائے۔ انہوں نے اس کا جائزہ لیا اور ان کو ایک شخص ایسا مل گیا جو اس کام کو انجام دے سکتا ہے اور اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس شخص (مرزا غلام احمد) نے یہ فتویٰ دیا کہ اس زمانہ میں جہاد نہیں ہو سکتا اور انگریزوں کی حکومت اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے، انسانوں پر اور یہ ایک نعمت ہے، باقاعدہ اس بات کا اعلان کیا کہ انگریزوں کی حکومت یہاں کی رعایا کے لئے ایک نعمت ہے اور اس کو باقی رہنا چاہئے اور اس کی وفاداری کرنی چاہئے۔ اسی طرح اس نے وہ باتیں جو انگریزوں کے خلاف عام ہو رہی تھیں ان کو بھی ناجائز قرار دیا، تو ان باتوں سے اسی وقت اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کو حقیقت میں انگریزوں نے کھڑا کیا ہے اور وہ یہاں پر جو آزادی کی جدوجہد ہو رہی ہے اس کو توڑنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کے عقیدہ کو خراب کرنا چاہتے ہیں، اگر

مسلمانوں کا عقیدہ ٹوٹ جاتا ہے یا خراب ہو جاتا ہے تو پھر ان کی طاقت کو توڑا جا سکتا ہے۔ یہ کام برابر ہوتا رہا جب تک انگریز رہے، اس کی سرپرستی کرتے رہے اور اس سرپرستی کو آپ اس طرح جان سکتے ہیں کہ جہاں جہاں انگلستان میں اور مغربی ممالک میں انگریزوں کا اور ان لوگوں کا اثر ہے وہاں آپ دیکھیں گے کہ ان کے بڑے بڑے مراکز قائم ہیں جہاں سے بڑے پیمانہ پر اور اعلیٰ طریقہ پر کام ہو رہا ہے کہ جو معمولی ذرائع کے ذریعہ نہیں ہو سکتا، آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے جو دعوتی اور ملی کام ہیں وہ کس دشواری سے ہوتے ہیں، لیکن آپ ان کے مراکز کو دیکھئے ان کے دفاتر کو دیکھئے تو اس اعلیٰ پیمانہ پر کام ہو رہا ہے جو حکومتیں کر سکتی ہیں، یہ صاف دلیل ہے کہ باقاعدہ ان کی سرپرستی اور ان کی مدد بڑی طاقتیں کر رہی ہیں اور وہ طاقتیں کر رہی ہیں جو اس وقت اسلام کو نیچا دکھانا چاہتی ہیں اور اسلام کو ختم کرنا چاہتی ہیں۔ آپ جانتے ہے ں کہ اس وقت دنیا کی ساری بڑی طاقتیں مسلمانوں کی اسلامی طاقت کو، مسلمانوں کی ایمانی طاقت کو توڑنا چاہتی ہیں، جگہ جگہ اس کی کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمان اپنے عقیدہ سے اور اپنے دین سے ہٹ جائیں اور اسلام کی جو روحانیت ہے اور اس کی جو روحانی طاقت ہے وہ ٹوٹ جائے اور کمزور ہو جائے، اس کی کوشش ساری بڑی طاقتیں کر رہی ہیں، اس کے لئے بہترین ذریعہ قادیانی تحریک اور قادیانی فرقہ ہے کہ جو اسلام کی جڑوں کو اس طرح کھوکھلا کرنا چاہتا ہے جیسے دیمک کسی لکڑی کی جڑوں کو کھا جائے، اس لئے کہ اسلام کا انحصار حضور اکرم ﷺ کی نبوت پر ہے، جو شریعت آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اور جو احکام آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اسی پر اسلام کا دارومدار ہے۔ اگر آپ ﷺ کی نبوت کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو اسلام ختم ہو گیا، اسلام باقی نہیں رہا اور جب صاف صاف قرآن مجید میں یہ اعلان ہو چکا "**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً**" صاف صاف کہہ دیا گیا دین مکمل ہو چکا، دین کے مکمل ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی اضافہ یا زیادتی کی ضرورت نہیں ہے،

قیامت تک یہ دین اسی طرح قائم رہے گا اور جب دین مکمل ہوگیا اور دین میں اب نہ کسی کمی یا اضافہ کی ضرورت ہے تو نبی کے آنے کی ضرورت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نبوت ختم کر دیا اور آپؐ نے اس بات کا صاف صاف اعلان کیا کہ (لا نبی بعدی) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً**'' حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سے جو انبیاء برابر آرہے تھے، ہزاروں کی تعداد میں اور لاکھوں کی تعداد میں جو انبیاء آئے ہر جگہ آئے، ہر بستی میں آئے، ہر قوم میں آئے، اس کا مطلب یہ تھا کہ برابر یہ دین حالات کے لحاظ سے، قوموں کے لحاظ سے اور وقت کے تقاضوں کے لحاظ سے اس میں کمی یا اضافہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا جارہا تھا اور انبیاء علیہم السلام کمی یا اضافہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا رہے تھے، وہ کمی و اضافہ آکر حضور اکرم ﷺ پر ختم ہوگیا ہے، اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کو دائمی نبوت قرار دیا گیا جو قیامت تک رہنے والی ہے اور اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں، یہ دین کی سب سے بڑی حفاظت ہے، اس نکتہ کو بڑے بڑے حکماء وعقلاء نے سمجھا ہے کہ اگر نبوت کا یہ سلسلہ باقی رہتا جیسے پہلے تھا اور اگر اس کی گنجائش ہوتی کہ نبی بار بار آتے رہیں تو دین پھر باقی نہیں رہ سکتا تھا اور دین مکمل بھی نہ ہوتا، اس کا صاف مطلب یہ ہوتا کہ دین ناقص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرما دیا ہے کہ دین مکمل ہوگیا اور دین کے مکمل ہونے کے بعد کوئی ایسا معاملہ نہیں ہوسکتا کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ دین میں کسی اضافہ یا کمی کی ضرورت ہے اور غلام احمد قادیانی نے صرف نبوت ہی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس نے ایسی ایسی باتوں کا دعویٰ کیا کہ اگر آپ غور کریں تو مسخرہ پن معلوم ہوتا ہے۔

کیا وحی کوئی مذاق ہے؟:

اس نے دعویٰ کیا کہ اس پر وحی آتی ہے اور وحی صرف عربی زبان میں نہیں، عربی زبان

میں ان پر وحی آئی، ہندی زبان میں وحی آئی، انگریزی زبان میں وحی آئی اور ایک وحی تو ان پر شارٹ ہینڈ میں آئی۔ سوچئے تو کیا وحی کوئی مذاق ہے۔ اللہ تعالیٰ وحی بھیج رہا ہے کبھی انگریزی میں بھیج رہا ہے، کبھی ہندی میں بھیج رہا ہے اور ایک ہی آدمی کے پاس اور آخری بات یہ کہ شارٹ ہینڈ میں وحی آئی، یہ مسخرہ پن نہیں تو اور کیا ہے۔

آپ اس کی تاریخ پڑھئے:

آپ اس کی تاریخ پڑھئے اور حالات جانئے تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ یہ کوئی متوازن ذہن کے آدمی کے حالات ہیں، کسی مخلص آدمی کے حالات ہیں یا کسی گمراہ آدمی کے حالات ہیں؟

ختم نبوت اسلام کی چہار دیواری ہے:

ان حالات سے دلچسپی نہیں جو غیر متوازن ہوں یا بچوں کی باتوں جیسے حالات ہوں۔ ہم سے انہیں کیا لینا دینا لیکن ہمیں یہ کہنا ہے کہ ختم نبوت اسلام کا احاطہ، اسلام کی چہار دیواری بن چکی ہے، جب یہ اعلان ہوا ''**الیوم أکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً**'' تو اسلام کے گرد چہار دیواری پوری بن گئی، اب اگر کوئی اس بات کی اس کو اجازت دے، کسی کا مکان ہو، کسی کا احاطہ ہو، اس احاطہ کو دوسرا آدمی آکر توڑے اور اس میں گھسنے کی کوشش کرے تو کون اس بات کی اجازت دے گا، اسلام کا احاطہ پورا بن چکا ہے، چہار دیواری بنی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ وہ چہار دیواری بنا کر گئے ہیں، اب اس چہار دیواری کی حفاظت کرنا بعد کے لوگوں کا فریضہ ہے، یہ ہم سب کا فریضہ ہے۔ حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اپنے امتیوں پر یہ ذمہ داری سونپ کر گئے ہیں کہ اسلام کی یہ جو چہار دیواری بنی ہوئی ہے اس کو قائم رکھنا ہے، اس چہار دیواری کے اندر کوئی غلط آدمی نہیں گھس سکتا اور اس میں اپنے مکان کو جوڑ نہیں سکتا، یہ

ذمہ داری ہم لوگوں کی ہے، سارے علماء کی ہے، سارے امتیوں کی ہے کہ اس بات پر نگاہ رکھیں کہ اسلام کی اس چہار دیواری میں اس احاطہ کے اندر کوئی غلط آدمی داخل نہیں ہوسکتا، کوئی ایسا آدمی داخل نہیں ہوسکتا جو حضورﷺ پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ آپؐ کی ختم نبوت ایمان نہ رکھتا ہو، آپؐ کے قیامت تک نبی ہونے پر ایمان نہ رکھتا ہو، آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کو آخری شریعت نہ سمجھتا ہو اور اس شریعت کو آخری شریعت نہ سمجھتا ہو، جب تک یہ بات نہیں ہوگی، ہم اسلام کی حفاظت نہیں کرسکیں گے۔ حضورﷺ (فداہ أبي وأمي) نے یہ ذمہ داری اپنے امتیوں پر ڈالی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ طے فرمایا کہ وہ جب اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو ان کے امتی دین کی حفاظت کریں گے، جو دین اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ بھیجا ہے اور مکمل کیا ہے، دین کے مکمل ہوجانے کے بعد اس میں کسی اضافہ یا کمی یا تغیر کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ لیکن اس کی حفاظت کون کرے گا، اس کی دیکھ بھال کون کرے گا، اس امت کے سارے افراد کریں گے اور علماء کریں گے اور بزرگ کریں گے اور جس میں ایمان ہے وہ کرے گا، یہ ذمہ داری ہے، اس لئے ہم سب کو بہت باخبر رہنا چاہئے اور نظر رکھنا چاہئے کہ اسلام کی اس چہار دیواری میں کوئی نقب تو نہیں لگا رہا ہے، کوئی غلط آدمی تو داخل نہیں ہو رہا ہے، کوئی اسلام دشمن آدمی تو داخل نہیں ہو رہا ہے، کوئی حضورﷺ کا دشمن تو داخل نہیں ہو رہا ہے، کوئی آپﷺ کی نبوت کو چیلنج کرنے والا تو داخل نہیں ہو رہا ہے، اور اگر کوئی داخل ہو رہا ہے تو اس کو ڈھکیل کر نکالنا ہے۔

بغاوت کی سزا قتل ہے:

اور دیکھئے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جہاں کا کوئی دستور ہوتا ہے، کوئی قانون ہوتا ہے، کسی ملک کا بھی دستور ہو، اس پورے دستور کو ماننے سے اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ باغی کہلاتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں بغاوت کی سزا کیا ہے؟ قتل ہے، آپ کہیں دیکھ لیجئے کوئی

دستور کے خلاف بغاوت کرکے دیکھے، حکومت کیا معاملہ کرے گی؟ دستور کے خلاف بغاوت کو کوئی برداشت نہیں کرتا، اسلام کے دستور کے خلاف کوئی بغاوت کرے تو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے، اس لئے ختم نبوت کی چہار دیواری کو توڑ کر کوئی دوست نما دشمن کیسے داخل ہوسکتا ہے۔ حضور اکرمﷺ کو جو اس دین کے آخری نبی ہیں اور اس دین کے مکمل ہونے کا اعلان کرنے والے ہیں ان کے اس اعلان کی حرمت کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔

تو بھائیو! یہ کوششیں جو تحفظ ختم نبوت کی کی جارہی ہیں یہ ہم سب کا فریضہ ہے، اس میں جتنی بھی ہم شرکت کرسکتے ہوں اور جو بھی تعاون کرسکتے ہوں اور جو حصہ لے سکتے ہوں ہم وہ حصہ لیں، اس لئے کہ اسی سے ہم اس بات کو ثابت کریں گے کہ ہمیں حضرت محمدﷺ سے محبت ہے۔ اور ان سے تعلق ہے اور ہم ان کے وفادار ہیں، جب تک مسلمان اپنے حضرت محمد نبیﷺ کا وفادار نہیں ہے اور ان کا تابعدار نہیں ہے اور ان کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہے اس کا ایمان تو اسی وقت مکمل ہوگا کہ جب ہم حضورﷺ کے پوری طرح تابعدار ہوں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کرنے والے ہوں اور اس پر خود بھی قائم رہنے والے ہوں اور دوسروں کو قائم رکھنے کی کوشش کرنے والے ہوں اور اس پر حملہ کرنے والے اور اس کو بگاڑنے کی کوشش کرنیوالے اور اس کو نقصان پہنچانے والوں سے ہم مقابلہ کریں، ہمیں اس کا مقابلہ کرنا ہے اور اس دین کی حرمت کو بچانا ہے اور اس دین کی حرمت حضور اکرمﷺ کی حرمت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اور آپﷺ کی ختم نبوت کے ساتھ ہوئی ہے۔

دین کی حفاظت ختم نبوت کی حفاظت سے جڑی ہے:

اگر حضورﷺ کی ختم نبوت کو چیلنج کیا گیا یا ختم نبوت کے ساتھ کوئی کھلواڑ کیا گیا تو یہ دین محفوظ نہیں رہے گا، یہ دین بدل جائے گا اور پھر اس سلسلہ میں ہم سب مسلمانوں کو

مواخذہ ہوگا، ہم سب اس بات کے ذمہ ہیں اور ہم سب پر یہ ذمہ داری آتی ہے کہ اس دین کی حفاظت کریں اور اس دین کی حفاظت اس کی شریعت کی حفاظت کے ساتھ ہوگی اور ختم نبوت کی حفاظت کے ساتھ ہوگی۔ اور اس دین کو اس طرح قائم رہنے کے ساتھ ہوگی جس طرح جب حضور ﷺ چھوڑ کر گئے، یہ ذمہ داری ہم سب کی ہے جو بھی اس کی فکر کرے گا اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بڑا درجہ ہوگا اور وہ قیامت میں سرخرو ہوگا اور اس کے نبی ﷺ کے سامنے سرخرو ہوکر آئے گا اور اگر ہم کوتاہی کریں گے تو ہم اپنے نبی ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

اس پر نیند حرام ہوجانی چاہئے:

آپ سوچئے تو کہ ہم جس پر فدا ہیں، جن پر ہم جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور اپنی عزت اور اپنے خاندان کی عزت قربان کرسکتے ہیں اور قربان کرنے کے لئے تیار ہیں ان کے سامنے ہم کس منہ سے جائیں گے کہ ان کی ختم نبوت کے ساتھ کھلواڑ ہورہا ہو اور ہم بیٹھے عیش کررہے ہوں اور ہم تفریح کررہے ہوں اور ہم پر کوئی اثر نہ پڑے، اس پر آدمی کی نیند حرام ہوجانی چاہئے، آدمی اپنے آرام کو چھوڑ دے اور اس میں لگ جائے کہ حضور ﷺ کی حرمت سے ہم کھلواڑ کرنے نہیں دیں گے، آپؐ کی حرمت کی ہم پوری حفاظت کریں گے، ہم جو کچھ کرسکتے ہیں وہ ہم کریں گے، ہم کسی حالت میں اس مکمل اسلام کو ٹوٹنے نہیں دیں گے، ہم ختم نبوت کی حرمت کو نقصان پہنچانے نہیں دیں گے۔

ہم مبارکباد دیتے ہیں دارالمبلغین کو اور ان سارے اداروں کو اور ان سارے لوگوں کو جو ان کے ساتھ تعاون کررہے ہیں جنہوں نے اس جلسہ کو منعقد کیا اور جو اس جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں کہ ختم نبوت کی حفاظت ہو اور اس دین کی حفاظت ہو۔ ختم نبوت کی حفاظت جیسا کہ میں نے عرض کیا اس دین کی حفاظت ہے، اسلام کی حفاظت ہے۔ اگر ختم نبوت مشکوک ہوجاتی ہے تو یہ سارا دین مشکوک ہوجاتا ہے اور اس کی ساری شریعت مشکوک

ہوجاتی ہے، اس لئے ہم سب کو اس بات کا عہد کرنا چاہئے کہ یہ جو ختم نبوت کے خلاف سازش ہوئی ہے یا اس کو نقصان پہنچانے کی جو کوشش ہورہی ہے اس کوشش کو کامیاب ہونے نہیں دیں گے، اس کے لیے ہم پورا مقابلہ کریں گے اور اس کے لیے سارے ذرائع سے ہم اس کوشش کو ناکام کریں گے اور جیسا کہ ہمارے مولانا عبدالعلیم صاحب نے فرمایا کہ خاموشی کے ساتھ یہاں کام ہورہا تھا اور یہاں وہ اثر پھیلایا جارہا تھا اور بہت سے لوگوں کو بہکایا جاچکا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالا اور انہوں نے دوسرے لوگوں کے تعاون سے محنت کی، اور الحمدللہ اس کا بڑا فائدہ ہوا اور امید ہے کہ اس کانفرنس سے بھی انشاء اللہ بڑا فائدہ ہوگا، لیکن یہاں سے آپ یہ عہد کرکے جائیں کہ آپ اس دین کی حفاظت اور ختم نبوت کی حفاظت جو درحقیقت دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ آپ نظر رکھیں گے کہ اس میں کوئی شخص غلط طریقہ سے دخل نہ دے اور نقصان نہ پہنچائے، اگر ہم اس بات کا عہد کریں گے اور اس پر عمل کریں گے تو ہم وہ فرض انجام دیں گے جو ہم پر عائد ہوتا ہے اور اگر ہم نے اس سلسلہ میں کوئی خدمت انجام دی تو ہم قیامت میں اپنے نبی ﷺ کے سامنے سرخرو ہوکر آئیں گے اور ہمیں شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اسلام کے خلاف جو فتنے اٹھ رہے ہیں ان کو سمجھ اور ان کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆

قادیانیت منظر اور پس منظر

● مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی

زبان نبوت کی شہادت ہے کہ اخیر دو میں فتنے امنڈ امنڈ کر آئیں گے، جس طرح تسبیح کا دھاگہ ٹوٹنے پر اس کے دانے بکھرنے لگتے ہیں، اسی طرح فتنوں کی کثرت ہوگی، ان ہی فتنوں میں ایک بڑا فتنہ قادیانیت بھی ہے، نبی ختمی نبوت مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہتوں نے دعوائے نبوت کیا مگر مٹ گئے تاریخ کی اوراق میں وہ دفن ہو کر رہ گئے، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و نظریات نے ایک نئے مذہب کی شکل اختیار کر لی، دنیا کے مختلف علاقوں میں خاص طور پر برصغیر میں اس کو جڑیں مضبوط کرنے کا موقع مل گیا۔ اس کے بظاہر تین بنیادی اسباب نظر آتے ہیں، ایک سبب تو یہ ہے کہ اس کی خرافات و ہفوات کو فلسفہ کی شکل دے دی گئی، حکیم نور الدین جیسا معقولی آدمی اس مذہب کو مل گیا، جس نے مرزا صاحب کے کج مج خیالات کو علم و فلسفہ بنا دیا، دوسرا سبب جس کی وجہ سے اس مذہب کو جڑ پکڑنے کا موقع ملا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کے دعوے میں جلدی نہیں کی بلکہ دعووں میں تدریجی مراحل اختیار کئے، پہلے مرحلہ میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، دوسرے مرحلہ میں مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، تیسرے مرحلہ میں نبوت کا دعویٰ کیا، اس کے نتیجہ میں ان کو زمین ہموار کرنے کا موقع مل گیا اور ایک طاقت ان کے ساتھ ہوگئی۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ اس مذہب کو جو اسلام کے بالکل متوازی ایک مستقل دین کی شکل میں پیش کیا گیا تھا، برطانیہ کی پیشوائی حاصل ہوگئی، جو اس وقت آدھی دنیا پر حکمرانی

کر رہا تھا، پھر پیشوائی کا سلسلہ برطانیہ ہی تک محدود نہ رہا بلکہ تمام اسلام دشمن بڑی طاقتوں نے اس فتنہ کو بڑھاوا دیا اور آج بھی ان طاقتوں کی طرف سے مستقل اس کی مدد کا سلسلہ جاری ہے، ذیل میں ان اسباب کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

غلام احمد مرزا قادیانی:

مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء میں ضلع گرداسپور کے قصبہ (قادیان) میں ہوئی، ان کا خاندان زمینداروں کا تھا لیکن مرزا صاحب کی پیدائش کے وقت وہ زمیندارانہ ٹھاٹ باٹ ختم ہو چکے تھے، اکثر علاقوں پر سکھ قابض تھے ان سے مقدمہ بازی کا سلسلہ جاری تھا، خود ان کا خاصا وقت ان مقدمہ بازیوں میں صرف ہوا، درمیان میں انہوں نے سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کچہری میں ایک معمولی ملازمت کی، اسی زمانہ میں مختاری کا امتحان دیا لیکن ناکام ہوئے، بچپن ہی سے ان کو کچھ مراق کی بیماری تھی، جوتے چپل میں الٹے سیدھے کی تمیز نہیں کر پاتے تھے، نہ گھڑی دیکھ سکتے تھے، جب وقت دیکھنا ہوتا تو گھڑی نکال کر عدد سے گن گن کر وقت کا پتہ لگاتے تھے، جوانی میں ہسٹریا کی شکایت ہوتی تھی، بار بار پیشاب آنے کی وجہ سے اکثر جیب میں ڈھیلے رکھتے تھے شیرینی سے غیر معمولی رغبت کی بنا پر گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا کہ وہ ایک کی جگہ دوسری چیز استعمال کر لیتے۔

(قادیانیت تحلیل وتجزیہ ص:۲۲، بحوالہ سیرت المہدی، اول ص:۱۸۰، براہین احمدیہ جلد۱، ص:۱۸۰)

مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی بڑی تنگی میں گزری، لیکن جب ان کی تحریک کو وسعت حاصل ہوئی اور مرفہ الحال لوگوں کا ایک طبقہ ان کا گرویدہ ہوا تو وہ امیرانہ زندگی گزارنے لگے، خود لکھتے ہیں ”مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہیں تھی کہ دس روپیہ ماہوار آئیں گے مگر اس خدا نے میری ایسی دستگیری کی کہ اب تک تین لاکھ روپیہ ہو چکا ہے، اور شاید اس سے زیادہ ہو“۔ (قادیانیت صفحہ:۲۴، بحوالہ حقیقۃ الوحی، ص:۲۱۱)

۱۸۷۹ء سے انہوں نے نئی دنیا میں قدم رکھا اور براہین احمدیہ کے نام سے ایک تصنیف شروع کی یہیں سے ان کی زندگی میں دعووں کا سلسلہ شروع ہوا، انہوں نے کتاب میں تین سودلیلیں پیش کرنے کی ذمہ داری لی تھی اور پچاس جلدوں میں کتاب مکمل کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس کے لئے انہوں نے ملک کے دوسرے اہل علم اور اہل نظر حضرات سے بھی درخواست کی کہ وہ اپنے مضامین بھیجیں تا کہ کتاب کی تصنیف میں ان سے مدد لی جاسکے، متعدد لوگوں نے اس سلسلہ میں ان کی مدد بھی کی تھی جن میں خاص طور پر مولوی چراغ علی صاحب کی تحقیقات کو انہوں نے شامل کتاب بھی کیا، چار سالوں میں اس کے چار حصہ شائع ہوئے، انہوں نے کتاب کا بڑا اشتہار کیا اور بڑی تعداد میں لوگوں سے کتاب کی قیمت بھی وصول کرلی، لیکن اس کی تکمیل پچیس سال کے بعد ہوسکی، اس کا پانچواں حصہ ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا، اس عرصہ میں کتنے وہ لوگ جنہوں نے کتاب کی پوری قیمت جمع کردی تھی وہ انتقال کرگئے، انہوں نے مقدمہ میں اس کی معذرت بھی پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا، سو وہ ترک کردیا اسی طرح پہلے پچاس حصوں میں اس کو شائع کرنے کا ارادہ تھا لیکن اب صرف پانچ حصوں پر اکتفاء کریں گے، اس کی تاویل بھی انہوں نے خوب کی ہے ''چونکہ پچاس اور پانچ عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہوگیا۔''

(قادیانیت، ص:۴۴، دیباچہ حصہ پنجم براہین احمدیہ، ص:۷)

اس کتاب کی پہلی طباعت کے موقع پر جو چار حصوں پر مشتمل تھی انہوں نے بڑی تعداد میں ایک اشتہار بھی شائع کیا ہے اور اپنے کو مثیل مسیح بتایا ہے، براہین احمدیہ کے حصہ اول میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے، یہ ان کے دعوائے نبوت کی پہلی سیڑھی تھی، اصحاب بصیرت علماء کو اسی وقت احساس ہوگیا تھا۔

اس کتاب میں انہوں نے دعوائے نبوت کا پہلا راستہ ہموار کیا ہے اور برملا الہام اور مکالمات خداوندی کا اظہار جابجا کیا ہے، اور اس الہام کو یقینی اور قطعی قرار دے کر اپنے آپ

کو مثیل انبیاء بتایا ہے، کتاب میں انہوں نے الہامات کی عبارتیں بھی نقل کی ہیں، جو بعض تو مختلف آیات واحادیث کے ٹکڑوں کو جوڑ بنائی گئی ہیں جس کے درمیان میں خود ان کی عربی عبارتیں ہیں جو خالص ہندوستانی عربی نمونہ ہیں اور اس میں ایسی فاش غلطیاں ہیں کہ عربی کا ایک طالب علم بھی ان کو سمجھ سکتا ہے، کچھ الہامات انگریزی میں بھی ہیں، کتاب میں چونکہ ان باتوں کو بین السطور میں پیش کیا گیا ہے اور اس کا اصل موضوع دوسرے مذاہب کی تردید ہے اور اس میں دفاعی اسلوب کے بجائے اقدامی اسلوب ہے اس لیے کتاب کی شروع میں بہت سے علمی ودینی حلقوں میں پذیرائی ہوئی، اور اس نے ان کو گوشۂ گمنامی سے نکال کر شہرت واحترام کے منظر عام پر کھڑا کردیا۔

۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور میں انہوں نے آریہ سماجیوں سے مناظرہ کیا، جس کو انہوں نے باقاعدہ کتابی شکل میں ترتیب دیا، اس میں انہوں نے معجزات انبیاء کی پرزور وکالت کی ہے اور ایمان بالغیب کی اہمیت واضح کی ہے، اس کتاب کی بھی اپنے موضوع کے لحاظ سے بڑی پذیرائی ہوئی، ان دونوں کتابوں کے بعد سے ان کی ادعاء کیفیت میں اضافہ ہوگیا، اور ان کو یہ احساس ہونے لگا کہ وہ اپنی بات لوگوں کے سامنے ثابت کرسکتے ہیں، اور ان کے اندر پوری طرح مناظرانہ ومتکلمانہ صلاحیت موجود ہے، یہیں سے ان کا رخ باقاعدہ دوسری طرف مڑ گیا، اسی دوران ان کی ملاقات حکیم نورالدین سے ہوئی، جو جلد ہی ان کے ہمدم وہمراز بن گئے مرزا صاحب کی آگے کی زندگی میں ان کے مشوروں کا بہت دخل ہے۔

حکیم نورالدین:

حکیم نورالدین ۱۸۴۱ء میں سرگودھا کے ایک گاؤں (بھیرہ) میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں اپنے علاقے ہی میں پڑھیں پھر لاہور وبھوپال جاکر مزید تعلیم حاصل کی، بھوپال میں انہوں نے مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب سے بخاری اور ہدایہ پڑھی، مزاج میں تیزی

اور آزادی شروع ہی سے تھی اپنی رائے اصرار اور فہم پر اعتماد ان کی باتوں سے جھلکتا تھا، اساتذہ سے بے باکی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے، اس لیے چلتے وقت انہوں نے مفتی عبدالقیوم سے وصیت کی فرمائش کی تو انہوں نے فرمایا ''خدا نہ بننا اور رسول نہ بننا پھر خود ہی اس کی تشریح فرمائی کہ خدا نہ بننے سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہاری کوئی خواہش پوری نہ ہو تو تم کبیدہ خاطر نہ ہونا اس لیے کہ ''فعال لما یرید'' خدا ہی کی صفت ہے اور اگر کوئی تمہارا فتویٰ نہ مانے تو اس کو جہنمی نہ سمجھنا اس لیے کہ یہ رسول ہی کی صفت ہے کہ اس کی نافرمانی سے لوگ جہنم میں جائیں گے'' بھوپال سے وہ مکہ مکرمہ گئے اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور دوسرے بڑے علماء سے کتابیں پڑھیں حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، لیکن خود رائی کا جو مزاج تھا وہ ہر جگہ حاوی رہا، حجاز سے واپسی کے بعد مختلف علاقوں میں قیام رہا، لوگوں سے مباحثہ و مناظرہ سے ان کو اپنے تبحر علمی کا احساس ہوگیا۔

کچھ عرصہ اپنے وطن بھیرہ میں مطب کیا پھر مہاراجہ جموں کی دعوت پر جموں گئے، وہیں قیام کے دوران مرزا صاحب سے تعارف ہوا، پھر دونوں میں مزاجی ہم آہنگی کی وجہ سے یہ بہت جلد دوستی میں تبدیل ہوگیا، دونوں ایک دوسرے کے ہمدم و ہمراز بن گئے، آہستہ آہستہ حکیم نورالدین مرزا صاحب کے عقیدت مند ہوتے چلے گئے، بالآخر ان ہی کو اپنا مرشد و رہبر تسلیم کرلیا، اور ہر چیز سے دستبردار ہوکر قادیان میں آکر پڑ گئے، عقیدت میں ایسا غلو ہوا کہ وہ خود مرزا صاحب کے بارے میں کہتے ہیں۔ ''میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو مجھے انکار نہ ہو'' (قادیانیت، ص:۳۲، بحوالہ سیرۃ المہدی)

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ:

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اسی

میں آگے کے اشارات موجود ہیں یہ سب کچھ ترتیب کے ساتھ ہوتا رہا، اور اس میں حکیم نورالدین کے مشوروں کی خاص اہمیت ہوتی تھی، ۱۸۹۰ء تک مرزا صاحب نے صرف مجدد و مامور من اللہ اور مثیل انبیاء ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن ۱۸۹۱ء میں انہوں نے حکیم صاحب کے مشورہ سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، وہ خود حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں ''اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علاحدہ چھوڑ کر الگ مثل مسیح ہونے کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو حرج کیا ہے۔'' (صفحہ ۵۷ بحوالہ مکتوب احمدیہ جلد پنجم ۲، ص:۸۵)

اس کے بعد انہوں نے ''فتح الاسلام'' ''توضیح مرام'' اور ''ازالہ اوہام'' تالیف کی جو اسی سنہ کی ہیں اور ان میں انہوں نے صراحت کے ساتھ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس میں یہاں تک لکھ دیا گیا ہے کہ ''میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے۔'' (ایضاً بحوالہ فتح الاسلام حاشیہ ص:۹)

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تو آسان تھا وہ مرزا صاحب نے کردیا، حکیم نورالدین چونکہ احادیث و روایات پر نظر رکھتے تھے اس لیے انہوں نے مرزا صاحب کو متوجہ کیا کہ احادیث کی رو سے اس میں کیا کیا اشکالات وارد ہوسکتے ہیں ان کو حل کرنا ضروری ہے، ان میں تین بنیادی اشکالات تھے، ایک مسئلہ تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کی جگہ دمشق کو بتایا گیا ہے، قادیان اور دمشق میں ہزاروں میل کا فاصلہ ہے، دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ حدیث میں حضرت عیسیٰ کے نزول کی کیفیت میں یہ بھی بیان ملتا ہے کہ ان پر دو زرد چادریں ہوں گی، تیسرا اہم مسئلہ دمشق کے مینارہ کا تھا جس پر حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا، خود مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ''یہ عاجز ابھی اس بات کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا ہے کہ معنی کیاں ہیں'' پھر خود ہی اس کی تاویل کرڈالی کہ ''دمشق'' کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے''۔

(قادیانیت ص:۶۰، بحوالہ ازالہ اوہام ص:۳۴)

پھر اس کی ایسی تشریح کی کہ کوئی سلیم الطبع انسان اس کو قبول نہیں کرسکتا، دو زرد

چادروں کی تفسیر انہوں نے اپنے دوقسم کے امراض سے کی، دمشق کے مینارہ مشرقی کی تاویل کرنے کے بجائے انہوں نے مناسب سمجھا کہ قادیان کے مشرقی حصہ میں وہ منارہ تعمیر کردیا جائے اس کیلئے انہوں نے چندہ شروع کردیا اور بنیاد بھی رکھ دی، لیکن یہ ان کی قسمت میں نہیں تھا، اس کی تکمیل ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود نے کی۔

اس کے علاوہ نزول مسیح سے متعلق روایات میں جو کچھ بھی تفصیلات ملتی ہیں ان میں ہر ممکن ناممکن تاویل کرلی، اور جب وہ بھی بس سے باہر ہوا تو دل کی بھڑاس نکالی، ایک جگہ حدیث کے ایک ٹکڑے ”**ویقتل الخنزیر**“ کے عام فہم معنی پر تعریض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کیا حضرت مسیح کا زمین پر اترنے کے بعد عمدہ کام یہی ہوگا کہ وہ خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے اور بہت سے ان کے ساتھ ہوں گے اگر یہی سچ ہے تو پھر سکھوں، چماروں، سانسوں اور گنڈیلوں وغیرہ کو جو خنزیر کے شکار کو دوست رکھتے ہیں خوش خبری کی جگہ ہے کہ ان کی خوب بن آئے گی۔“ (قادیانیت، ص:۶۸، بحوالہ ازالہ اوہام، ص:۲۱)

دعویٰ نبوت:

مرزا صاحب نے مجدد اور مامور من اللہ ہونے کے دعوے سے اپنے مشن کا آغاز کیا تھا جو مسیح موعود تک پہنچ چکا تھا صرف ایک درجہ باقی تھا جس کے لیے یہ ساری تمہید اختیار کی گئی تھی تا کہ لوگوں کو اس کے قبول کرنے میں دشواری نہ ہو، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی مشہور کتاب قادیانیت میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”مرزا صاحب کی تصنیفات کا غیر جانبدارانہ مگر ناقدانہ مطالعہ کرنے سے پڑھنے والے کو یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ ان کے اعلانات اور دعاوی کے تدریجی منازل ایک مرتب اسکیم اور خاکے کے ماتحت ہیں“ اور انہوں نے ان منزلوں کو طے کرنے اور ان کا اعلان کرنے میں بڑے صبر وتحمل اور احتیاط سے

کام لیا، وہ الہام، علم باطنی، اور علم یقینی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کامل کا لازمی نتیجہ اور ایک قدرتی منزل قرار دیتے ہیں، جو فنائیت فی الرسول کے بعد لازمی طور پر پیش آتی ہے، وہ نبوت اور نبی کا لفظ صاف صاف زبان سے کہے بغیر صفات نبوت اور خصائص نبوت پر گفتگو کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ صفات افراد امت اور کملائے امت کو بطریق تبعیت ووساطت حاصل ہوتی ہیں، اس منطق اور ان مقدمات کا طبعی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ ایک دن مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کردیں اور اس کی اپنی زبان سے تصریح کردیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے مناسب ماحول اور مناسب تقاریب کا انتظار کررہے تھے، وہ اس کا اطمینان کرلینا چاہتے تھے کہ کیا لوگوں کی عقیدت اور ان کا جذبۂ اطاعت اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ وہ ان کے دوسرے دعاوی کی طرح اس کو بھی قبول کرلیں گے؟

بالآخر یہ واقعہ پیش آگیا، یہ ۱۹۰۰ء کی بات ہے، مولوی عبدالکریم صاحب جو جمعہ کے خطیب تھے، ایک خطبہ جمعہ پڑھا جس میں مرزا صاحب کے لیے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کیے، اس خطبہ کو سن کر مولوی سید محمد احسن امروہوی نے بہت پیچ وتاب کھائے، جب یہ بات مولوی عبدالکریم صاحب کو معلوم ہوئی تو پھر انہوں نے ایک خطبہ پڑھا اور اس میں مرزا صاحب کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر میں غلطی کرتا ہوں تو حضور مجھے بتلائیں میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں، جب جمعہ ہو چکا اور مرزا صاحب جانے لگے تو مولوی صاحب نے پیچھے سے مرزا صاحب کا کپڑا پکڑ لیا اور درخواست کی اگر میرے اس اعتقاد میں غلطی ہو تو حضور درست فرمائیں، مرزا صاحب مڑ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا مولوی صاحب! ہمارا بھی یاہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا، یہ خطبہ سن کر مولوی محمد احسن صاحب غصہ میں بھرے واپس آئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگے جب مولوی عبدالکریم صاحب واپس آئے تو مولوی محمد احسن صاحب ان سے لڑنے لگے، آواز بہت بلند ہوگئی تو مرزا صاحب کا مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی ”**یآ ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت**

النبی“ (الحجرات:۲۰) (قادیانیت:۵۷/۷۶)

دعوی نبوت کے بعد اس میں مزید تدریج وارتقاء کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ ان کی عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام انبیاء سے افضل قرار دینے لگے تھے، لیکن چونکہ یہ سب کچھ تدریجی طور پر اور بظاہر منظم اسکیم کے طور پر ہوا اس لیے قبول کرنے والوں کی ایک تعداد اس کے ساتھ ہوگئی، انہوں نے دعووں کا آغاز بھی اسی وقت کیا تھا جب ان کو اپنی شہرت ومقبولیت کا اندازہ ہونے لگا، اور جیسے جیسے وہ یہ اندازہ کرتے جاتے کہ اب ماننے والوں کی عقیدت اس سے آگے کی متحمل ہوگئی وہ فوراً مزید نیا دعوی کرتے جاتے یہاں تک انہوں نے وہ آخری دعویٰ بھی کرڈالا جس کا اندازہ اہل بصیرت کو براہین احمدیہ سے ہونے لگا تھا۔

اس مذہب کے جڑ پکڑنے اور پھیلنے کی یہ ایک اہم وجہ ہے ورنہ پہلے جن لوگوں نے بھی پہلے ہی مرحلہ میں نبوت کا دعویٰ کیا، وہ فوراً پہچان لیے گئے، اس کی نوبت ہی نہیں آسکی کہ اس کے بارے میں کچھ غور وفکر کیا جائے، صرف مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک بڑی جماعت اکٹھا ہوئی تھی اس کی وجہ خاندانی عصبیت تھی لیکن جلد ہی اس کا قلع قمع کردیا گیا اور آج دنیا اس کو جانتی بھی ہے تو کذاب کے لقب سے۔

مرزا صاحب نے جس طرح تدریجی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا اسی طرح اس کے مبلغین بھی اس کی اشاعت میں تدریجی مراحل اختیار کرتے ہیں، عام طور پر وہ مسلمانوں کے کوردہ علاقوں کا انتخاب کرتے ہیں جہاں لوگ بالکل دین سے ناواقف اور خستہ حال ہوں، وہاں جاکر پہلے مرحلہ میں مالی مدد کرتے ہیں، کہیں سے یہ بات ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ ان کا تعلق قادیانی یا مرزائی جماعت سے ہے، بچوں کو تعلیم دینے کے بہانے سے وہ وہاں زمین بناتے ہیں اور جب لوگ اچھی طرح سے مانوس ہوجاتے ہیں تو وہ لوگوں کو قادیان جانے پر لالچ دے کر آمادہ کرتے ہیں، اس وقت بھی ان کو یہ نہیں بتاتے کہ وہاں کوئی مدعی نبوت پیدا

ہوا بلکہ ایک بزرگ کی حیثیت سے اس کو پیش کرتے ہیں، جو لوگ قادیان اور اس کی تاریخ سے واقف نہیں وہ اس کا شکار ہوجاتے ہیں اس کے بعد بھی ان کی بڑی تعداد کو جب حقیقت کا علم ہوتا ہے تو وہ اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں:

مرزا صاحب نے متعدد مواقع پر اندازہ کرکے بہت سی پیشین گوئیاں بھی فرمائیں، عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اندازہ سے کہنے والوں کی بھی دس باتوں میں سے پانچ باتیں صحیح ہوجاتی ہیں، مگر خدائے حکیم وخبیر کا فیصلہ کہ ان کے اندازے بالکل درست نہ ہوسکے، پھر تاویل در تاویل کرنے کے باوجود بھی بات نہ بن سکی، یہاں پر اس کی صرف دو مثالیں نمونے کے طور پیش کی جاتی ہیں۔

جب مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو علماء اسلام نے ان کی تردید ومخالفت شروع کی، ان علماء میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نمایاں تھے، مرزا صاحب نے ۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار جاری کیا جس میں مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ”اگر میں ایسا ہی کذاب ومفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے“ اور اگر میں کذاب مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے، پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے یعنی طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف

سے نہیں۔ (قادیانیت، ص:۲۶ بحوالہ تبلیغ رسالت جلد دہم، ص:۱۲۰)

خدا کا کرنا کہ اس اشتہار کے ایک سال کے بعد ۲۵؍مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ ہی کی بیماری میں مرزا صاحب فوت ہوگئے، خود مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب صاحب کا بیان ہے:

''حضرت مرزا صاحب جس رات کو بیمار ہوئے پہلی رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا، میرے صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا'' اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے دن دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ (ایضا بحوالہ حیات ناصر مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی)

مولانا ثناء اللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے عمر طویل عطا فرمائی انہوں نے مرزا صاحب کے انتقال کے پورے چالیس سال بعد ۱۵؍مارچ ۱۹۴۸ء اسّی برس کی عمر میں وفات پائی۔

دوسری پیشین گوئی جو ہزار کوشش کے باوجود بھی پوری نہ ہوسکی وہ محمدی بیگم سے نکاح کا مسئلہ تھا جس کو انہوں نے اپنی عزت کا مسئلہ بنالیا تھا اور اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دیا تھا۔

محمدی بیگم مرزا صاحب کے ایک رشتہ دار مرزا احمد بیگ کی صاحبزادی تھیں، مرزا صاحب نے ان سے شادی کا پیغام دیا، اور ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی کردی کہ یہ حکم ربانی ہے، ان کو جب یہ شبہ ہوا کہ رشتہ شاید منظور نہ ہو تو انہوں نے ڈرانے دھمکانے سے کام لیا، ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء کے ایک اشتہار میں انہوں نے اعلان کردیا، ''اگر نکاح سے انحراف کیا گیا تو اس لڑکی کا انجام برا ہوگا اور جس کسی دوسرے کے ساتھ یہ بیاہی جائیں گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔'' (قادیانیت، ص:۱۲۶، بحوالہ آئینہ کمالات اسلام:۲۸۶)۔

ان اشتہارات کا بڑا چرچہ ہوا، اور یہ خبر مرزا صاحب کی عزت وذلت کا معیار بن گئی خود وہ اس پیشین گوئی کے بعد لکھتے ہیں ''یہ خیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب

جانچنے کے لیے ہماری پیشین گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔'' (ایضاً بحوالہ آئینہ کمالات اسلام، ص:۲۸۸)۔

اس کے لیے انہوں نے ہر قسم کا حربہ استعمال کیا طرح طرح کے سبز باغ دکھائے وعدے وعید کیے اپنی تہائی جائداد منکوحہ کے نام کردینے کا اظہار کیا یہاں تک انہوں نے اعلان کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اس کو میرے نکاح میں دے دیا ہے۔ لیکن مرزا احمد صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے اور انہوں نے اپنے ایک عزیز مرزا سلطان احمد صاحب سے ان کا نکاح کردیا، اس کے بعد بھی مرزا صاحب مایوس نہیں ہوئے اور ان کے اشتہارات کا سلسلہ جاری رہا انہوں نے پھر اعلان کیا کہ ''عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی، امید یقین کامل ہے، خدا کی باتیں ہیں، ٹلتی نہیں، ہوکر رہیں گی۔'' (قادیانیت، ص:۱۳۶، بحوالہ اخبار الحکم ۱۰؍اگست ۱۹۰۱ء)۔

مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ اگر عورت کا نکاح ہوا تو روز نکاح سے اڑھائی سال بعد اس کا شوہر مرجائے گا، وہ مدت بھی گزر گئی دونوں خوشگوار زندگی گزار رہے تھے تو مرزا صاحب نے اس کو تقدیر پر معلق پر محمول کردیا اور اعلان کیا کہ میری زندگی میں یہ پیشین گوئی ضرور پوری ہوگی اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میری پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت ہوجائے گی۔ (ایضاً بحوالہ انجام آتھم، ص:۳۱ حاشیہ)۔

مرزا سلطان احمد کی زندگی میں اللہ نے برکت دی مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگئے لیکن مرزا سلطان احمد صاحب اس کے بعد عرصہ تک زندہ رہے، اور یہ نکاح جو بقول ان کے آسمان پر ہوچکا تھا زمین پر نہ ہوسکا۔

حکومت برطانیہ سے خاندانی تعلقات:

قادیانیت کے فروغ کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ مرزا صاحب اور ان کے خاندان کو

شروع سے حکومت برطانیہ کی سرپرستی حاصل تھی، وہ اس کے حکومت کے بڑے وفادار اور اس کے لیے بڑی قربانیاں دینے کے لیے تیار تھے وہ خود لکھتے ہیں ''میں ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے میرا والد غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا، ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریز کو مدد دی تھی''۔ (قادیانیت، ص:۱۹، بحوالہ کتاب البریہ، ص:۱۴۳-۱۴۴)۔

مرزا صاحب اس حکومت کو ''سایہ الٰہ'' اور ''دولت دین پناہ'' سمجھتے تھے اسی لیے وہ ان کے خلاف جہاد کو درست نہیں سمجھتے تھے، وہ دین سے اس کی خیر خواہی کرتے تھے ایک جگہ لکھتے ہیں ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی پابندی حمایت میں گزرا ہے، اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔'' (ایضاً ص:۱۱۰، بحوالہ تریاق القلوب، ص:۱۵)۔

وہ حکومت برطانیہ کی اطاعت کو دین کا ایک اہم حصہ قرار دیتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں ''میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت کرے، دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سائے میں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے''۔ (ایضاً ص:۱۱۰ بحوالہ شہادۃ القرآن)۔

حکومت کے سامنے وہ اپنی اس وفاداری کا بار بار دم بھرتے تھے تا کہ اس کے منافع ان کو حاصل ہوتے رہیں، ایک درخواست میں جو لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو پیش کی گئی ہے لکھتے ہیں، ''میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال

جہاد وغیرہ کو دور کروں''۔ (قادیانیت، ص:۱۱۰، بحوالہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم، ص:۱۰)۔

ایک جگہ اپنی خدمت گزاری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک نیز دوسرے بلاد اسلام میں اس مضمون کو شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے۔'' (قادیانیت، ص:۱۱۱ بحوالہ ستارہ قیصرہ، ص:۳)۔

آگے بڑے فخر کے ساتھ لکھتے ہیں:

''فلی أن ادعی التفرد فی هذه الخدمات، ولی ان اقول اننی وحید فی هذه التائیدات ولی ان اقول انی حرز و حصن حافظ من الآفات، و بشرنی ربی وقال ماکان الله لیعذبهم و انت فیهم فلیس للدولة نظیری و مثیلی فی نصری و عونی وستعلم الدولة ان کانت من المتوسمین''.

(ترجمہ) مجھے حق ہے کہ میں دعویٰ کروں کہ میں ان خدمات میں منفرد ہوں اور مجھے حق ہے کہ میں یہ کہوں کہ میں اس حکومت کے لیے تعویذ اور ایسا قلعہ ہوں جو اس کو آفات و مصائب سے محفوظ رکھنے والا ہے اور میرے رب نے مجھے بشارت دی اور فرمایا کہ اللہ ان کو عذاب دے گا جب تک تم ان میں ہو پس حقیقتاً اس حکومت کے پاس میرا کوئی ہمسر اور نصرت و تائید میں میرا کوئی مثیل نہیں، اگر خدا نے اس حکومت کو نگاہ اور مردم شناسی عطا کی ہے تو وہ اس کی تصدیق کرے گی۔ (قادیانیت، ص:۱۱۳-۱۱۴ بحوالہ نور الحق، ص:۳۴)۔

جو درخواست انہوں نے لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو بھیجی تھی اس میں یہ آگے لکھتے ہیں:

یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال متواتر تجربے سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے

سرکار انگریزی کی خیر خواہ اور خدمت گزار رہے اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔'' (تبلیغ رسالت جلد ہفتم:۱۹)۔

آخری درجہ کی بات یہ ہے کہ انہوں نے پادریوں سے مناظروں میں جو جوش و جذبہ دکھایا ہے اس کی وجہ یہی لکھی ہے کہ پرچہ ''نور افشاں'' میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے، نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں، اور ان مولفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کیے تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں میں جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے، ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو، تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لیے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تا کہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔'' (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر۳۔منسلکہ تریاق القلوب، ص:۳۱، بعنوان ''حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست)۔

انگریزوں نے ان کی اس وفاداری کا صلہ پہلے بھی دیا تھا، اور آج یہ ان کا خود کاشتہ پودا برطانیہ ہی میں ''برگ و بار'' لانے کی کوشش میں مصروف ہے، ہندوستان میں جب ان کو کہیں پناہ نہ ملی تو انہوں نے برطانیہ کی گود میں پناہ لی۔

آخری بات:

موجودہ دور میں اسلام دشمن طاقتوں کی حکمت عملی یہ ہے کہ وہ اسلام کا نام لینے والوں میں جو باطل فرقے ہیں ان کو ہر طرح سے بڑھاوا دے رہی ہیں تا کہ ایک طرف انتشار کی

فضا پیدا ہو اور دوسری طرف اہل حق، حق سے ہٹتے چلے جائیں اور ان کی طاقت کمزور ہوتی چلی جائے، اس وقت پیچھے سے نئے نئے فرقے پیدا کرنے کی کوشش بھی جاری ہے، اور موجودہ فرقوں کو ہر طرح سے طاقت پہنچائی جارہی ہے، ان فرقوں میں قادیانیت سرفہرست ہے، عیسائی مشنری کی طرح یہ فرقہ بھی اس وقت ہندوستان میں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں سرگرم عمل ہے، اور اس کے لیے ہر طرح کے وسائل اختیار کئے جارہے ہیں اور بے دریغ روپیہ خرچ کیا جارہا ہے، عام طور پر یہ لوگ ایسے علاقوں کا انتخاب کرتے ہیں جہاں مسلمان جہالت میں مبتلا ہوں، غربت کے مارے ہوں، وہاں پہنچ کر ان کی مالی امداد کے ذریعہ ان کے قریب ہوتے ہیں، تعلیم کے نام پر وہاں قیام کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ ورغلا کر ان کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے ہزاروں کارکن مختلف علاقوں میں پھیلے ہوتے ہیں جن کو بڑی تنخواہیں دے کر قادیانیت کے فرقہ کے لیے استعمال کیا جارہا ہے، اہل علم واہل فکر کو اس کی طرف توجہ کرنے کی خاص ضرورت ہے تا کہ نبوت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ان باغیوں کا اصل چہرہ مسلمانوں کے سامنے بھی آسکے۔

اہل علم واہل فکر اور دانشور طبقہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کوردہ علاقوں کی فکر کریں اور کم از کم وہاں دینی مکاتب کے قیام کو ضروری سمجھیں تا کہ ان کا ایمان وعقیدہ محفوظ رہے، اور وہ اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ قائم رہ سکیں اور کوئی آکر ان کو ان کے صحیح راستہ سے ہٹا نہ سکے۔

☆☆

قادیانی گروہ زندیقوں کی طرح تحریک ارتداد چلا رہا ہے

● مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری

قادیانی گروہ سادہ لوح مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ ہمارا اور مسلمانوں کا اختلاف اصولی نہیں ہے بلکہ کچھ فروعی مسائل میں اختلافات ہیں، لہٰذا ہمارا گروہ بھی دیگر اسلامی فرقوں کی طرح ایک مسلم فرقہ ہے، کیوں کہ ہمارے عقائد وہی ہیں جو دیگر مسلمانوں کے ہیں جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

''میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کاذب وکافر سمجھتا ہوں، میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی، اس میری تحریر پر ہر شخص گواہ ہے''۔ (اعلان مؤرخہ ۲/اکتوبر ۱۸۹۱ء)۔

جب کہ مرزا غلا احمد قادیانی کا یہ بیان دعویٰ نبوت سے پہلے کا ہے کیوں کہ اس نے ۱۹۰۰ء میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اس قسم کے فریب آمیز پروپیگنڈہ کی وجہ سے بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ قادیانیت مذہب اسلام کی متوازی کوئی نیا دین و مذہب نہی ں ہے جس کے اختیار کرنے کی وجہ سے کوئی مسلمان مرتد اور دائرۂ اسلام سے

خارج ہوجاتا ہے۔

لیکن ایسے لوگوں کی یہ غلط فہمی اس وقت بہت جلد دور ہوجائے گی جب کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے گروہ کے اختیار کردہ مذہبی موقف کو خود انہی کی عبارتوں سے معلوم کرلیں گے جن سے روز روشن کی طرح واضح رہے کہ قادیانیت کو اسلام کے مدمقابل ایک دین و مذہب کی حیثیت سے یہ گروہ پیش کرتا ہے مگر مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے بطور زندقہ کے اسی کو سچا اسلام کا نام دیتا ہے۔

مگر علماء اسلام نے بتوفیق اللہ تعالیٰ قادیانی گروہ کے اس دجل وتلبیس کا پردہ چاک کرکے رکھ دیا ہے اور اس کے پراگندہ لٹریچر سے ثابت کردیا ہے کہ اس گروہ کو مسلمانوں سے ہر ہر بات میں اختلاف ہے، چنانچہ ملاحظہ کیجئے:

ہر ہر بات میں اختلاف:

مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کا دوٹوک بیان:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند مسائل میں ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔'' (اخبار الفضل قادیان: ج ۱۹، نمبر ۳)۔

غیر احمدیوں سے اصولی اختلاف (قادیانی فتویٰ):

یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے۔ (نہج المصلی مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ۲۷۴، مؤلفہ: محمد افضل خان قادیانی)۔

حضرت محمد ﷺ کے باوجود مرزا کو نہ ماننے والا پکا کافر ہے (قادیانی فتویٰ):

مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے:

’’ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز: ص۱۱۰، جلد۱۴)۔

مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے:

چوں دور خسروی آغاز کردند
مسلمان را مسلماں باز کردن

اس الہامی شعر میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ کفر و اسلام کو مسلمان بھی کہا ہے اور پھر ان کے اسلام کا انکار بھی کیا ہے، مسلمان تو اس لیے کہا کہ وہ مسلمان کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور جب تک یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ کون مراد ہے؟ مگر ان کے اسلام کا اس لیے انکار کیا گیا کہ وہ اب خدا کے نزدیک مسلمان نہیں بلکہ ضرورت ہے کہ ان کو پھر سے نئے سرے سے مسلمان کیا جائے۔ (کلمۃ الفصل مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز: ص۱۴۳، جلد۱۴)۔

قادیانیوں کی نظر میں مسلمان ’’اہل کتاب‘‘ ہیں:

قادیانی اخبار الحکم ۱۴/اپریل ۱۹۲۰ء لکھتا ہے:

غیر احمدیوں کی ہمارے مقابلہ میں وہی حیثیت ہے جو قرآن کریم ایک مومن کے مقابلہ میں اہل کتاب کی قرار دے کر یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک مومن اہل کتاب عورت کو بیاہ لا سکتا ہے مگر مومنہ عورت کو اہل کتاب سے نہیں بیاہ سکتیا، حضور مرزای صاحب فرماتے ہیں:

’’غیر احمدی لڑکی لے لینے میں حرج نہیں ہے، کیوں کہ اہل کتاب عورتوں سے بھی

نکاح جائز ہے۔ (اخبار الحکم ۱۴/اپریل ۱۹۲۰ء بحوالہ قادیانی مذہب ص:۴۹۱)۔

مسلمان امام کے پیچھے قادیانیوں کی نماز جائز نہیں

مرزا بشیر الدین محمود قادیانی لکھتا ہے:

ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ (انوار خلافت: ص۹۰، مؤلفہ: مرزا محمد قادیانی)۔

قادیانیوں کو مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت:

حضرت مرزا صاحب نے اپنے بیٹے (فضل صاحب مرحوم) کا جنازہ محض اس لیے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھا۔ (اخبار الفضل قادیان: ۱۵/دسمبر ۱۹۲۱ء ج۹ شمارہ ۴۷)۔

مسلمان معصوم بچہ کا جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں:

مرزا محمد قادیانی لکھتا ہے:

جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا، اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ (اخبار الفضل قادیان: ۲۳/اکتوبر ۱۹۲۲ء، ج۱۰ شمارہ ۳۲، بحوالہ قادیانی مذہب: ص۴۸۶)۔

بحالت اسلام مسلمانوں کا حج فرض ادا نہیں ہوتا:

’’جس (مسلمن) اس زمانہ میں حج ادا کیا ہو کہ آپ (مرزا قادیانی) کا دعویٰ پوری طرح شائع ہو چکا اور ملک کے لوگوں پر عموماً اتمام حجت کر دیا گیا اور حضور نے غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرما دیا تو پھر اس کا حج فرض ادا نہیں ہوا، لہٰذا احمدی ہونے کے بعد بھی اس کی حالت ایسی ہو کہ جس کی وجہ سے حج فرض ہوتا ہے تو اس حج ادا کرنا چاہیے

کیونکہ اس نے جو پہلے حج کیا ہے وہ ادا نہیں ہوا۔(اخبار الحکم قادیان ۷رمئی ۱۹۳۴ء جلد ۳۷،شمارہ ۱۶،بحوالہ قادیانی مذہب:ص ۴۸۳)۔

ان تمام تصریحات سے پوری طرح ثابت ہوگیا کہ یہ گروہ قادیانیت کو متوارث و متعارف مذہب اسلام کے مدمقابل ایک مستقل دین ومذہب کی حیثیت دیتا ہے جس میں مرزا قادیانی کو سب کچھ ماننا جزوایمان ہی نہیں بلکہ ایمان و اسلام کا دارومدار ہے مگر زندیقوں کی طرح اس کو اسلام کا نام دیتا ہے اور فریب کاری کے لیے اسلامی اصطلاحات استعمال کرتا ہے، چنانچہ اس گروہ کے یہاں مرزا غلام احمد کو نبی وغیرہ ماننے والوں کو اس کی امت کہا جاتا ہے اور اس کو دیکھنے والے مریدوں کو صحابہ اور ان کے دیکھنے والوں کو تابعین اور ان کے دیکھنے والوں کو تبع تابعین کہا جاتا ہے۔ نیز مرزا کے اہل وعیال کو اہل بیت اور اس کی بیویوں کو امہات المومنین کہا جاتا، حکیم نورالدین بھیروی کو ابوبکرؓ اور مرزا بشیرالدین محمود کو عمر فاروقؓ کا درجہ دیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی اور اس کے مریدین وکنبہ والوں پر مستقلاً درود وسلام بھیجنا فرض مانا جاتا ہے، قادیان کو مکہ مدینہ کہا جاتا ہے اور وہاں کے سالانہ جلسہ کی حاضری کو حج کہا جاتا ہے۔

کیا ان وضاحتوں کے بعد بھی قادیانیت کو اسلام کا ایک مکتب فکر بتا کر مسلمانوں کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔

☆☆

قادیانیوں (نام نہاد احمدیوں) کی چال سے مسلمان ہوشیار رہیں!

● مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قادیانی، حضرت محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء یعنی آخری نبی نہیں مانتے بلکہ آپ ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی (۱۹۴۰ تا ۱۹۰۸ء) کو نبی مانتے ہیں جیسا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے، اسی لیے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علماء ومفتیان کرام مرزا غلام احمد اور ان کے متبعین کو کافر، مرتد، زندیق، دائرۂ اسلام سے خارج مانتے ہیں اور ان سے اظہار بیزاری کرتے ہیں، ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ نہیں رکھتے۔

لیکن قادیانی مبلغین ناواقف مسلمانوں کو اپنے سے قریب کرنے اور اپنے جماعت میں شامل کر کے مرتد بنانے کے لیے جہاں اور بہت سے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں وہیں ان کا ایک حربہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے مرزا غلام احمد کی وہ عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں اس نے بڑے احترام اور عقیدت کے ساتھ محمد ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کیا ہے اور اس بات کا صاف صاف اعلان کیا ہے کہ ان کے عقائد وہی ہیں جو تمام مسلمانوں کے ہیں، چنانچہ مرزا صاحب کا بیان ہے:

’’میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا ومولانا حضرت محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو

کاذب وکافر سمجھتا ہوں، میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی، اس میری تحری پر ہر شخص گواہ ہے''۔ (ص۲۰، مجموعہ اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی، اعلان مؤرخہ ۲/اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج۲)۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کی عبارتوں سے دھوکہ نہ کھائیں، کیونکہ مرزا صاحب کے مذہب کے دو دور ہیں، ایک ۱۹۰۰ء سے پہلے کا دور ہے اور دوسرا ۱۹۰۱ء سے شروع ہوتا ہے، پہلے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بڑی شد ومد کے ساتھ ختم نبوت پر اپنا ایمان ظاہر کیا ہے۔

لیکن دوسرے دور میں مرزا صاحب نے صاف طور پر اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور ناواقف مسلمانوں کو بہکانے کے لیے فرمایا کہ قرآن وحدیث پر میرا ایمان ہے، مگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں۔ (خلاصہ حقیقۃ الوحی، ص۲۹)

مرزا صاحب پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی:

''انا ارسلنا احمد الی قومه فاعرضو و قالو کذّاب اشرٌ'' (ترجمہ) ہم نے احمد مرزا کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا، پس قوم نے اعراض کیا اور کہا بڑا جھوٹا شریر ہے۔ (اربعین۳، ص۴۰، ۱۹۰۰ء)۔

مرزا صاحب کہتے ہیں ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔'' (اخبار ''بدر'' مارچ ۱۹۰۸ء مندرجہ حقیقۃ النبوۃ)۔

مزید ترقی کر کے مرزا صاحب اپنے کو حضرت محمد ﷺ سے افضل اور برتر بتانے لگے، چنانچہ دیکھیے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس کے (یعنی رسول اللہ ﷺ کے) لیے صرف چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند، سورج دونوں کا، کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجاز احمدی ص۷۱، از مرزا غلام احمد قادیانی روحانی خزائن: ج۱۹، ص۱۸۲)۔

مرزا صاحب نے آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتائی ہے اور اپنے نام نہاد نشانات کی تعداد دس لاکھ تحریر کی ہے، مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''تین ہزار معجزات ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے۔'' (تحفہ گولڑویہ: ص۶۷، درخزائن: ج۱۷، ص۱۵۳)۔

نیز تحریر کرتے ہیں:

''درحقیقت یہ خرقِ عادت نشان ہیں اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے''۔ (براہین احمدیہ: ج۵، چ۵۶)۔

مرزا صاحب نے دیگر انبیاء علیہ السلام سے بھی اپنی برتری کا مضمون کتاب حقیقۃ الوحی اور براہین احمدیہ پنجم میں تحریر کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کے یہ دونوں دور خود ان کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں یوں واضح کیے ہیں:

''اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی ۱۹۰۰ء درمیانی عرصہ جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے، پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن می ں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے، منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے''۔ (حقیقۃ النبوۃ: ص۱۲۱)۔

لیجئے! معاملہ صاف ہوگیا، مگر قادیانی صاحبان اب بھی اپنی تبلیغ میں مرزا صاحب کے دور اول کے خیالات پیش کر کے مسلمانوں کے دلوں میں ایمانی غیرت کی وجہ سے مرزا صاحب مدعی نبوت کاذب کے حق میں جو نفرت کے جذبات بھڑکے ہوئے ہیں ان کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب ناواقف مسلمان مرزا صاحب کے خوش عقیدگیوں سے خوش ہو کر ان کی عقیدت میں پھنس جاتے ہیں اور اچھی طرح متاثر ہو کر قابو میں

آجاتے ہیں تو وہ ان کو مرزا صاحب کے دوسرے دور کے خیالات واعتقادات پر لاتے ہیں اور جو چاہتے ہیں منوالیتے ہیں اس حقیقت سے بہت سے لوگ بے خبر ہیں، تحقیق کیجئے تو پتہ چلتا ہے۔

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور۔ یاد رکھئے! دوسرے دور کے اعتقادات ہی قادیانی مذہب کی جان ہیں وہی قادیانیوں کا دین وایمان ہیں، جو غیروں کے سامنے بھولے سے بھی قادیانی مبلغین بیان نہیں کرتے وہ دراصل پکے قادیانیوں کا حصہ ہیں کچوں کے واسطے رازِ سربستہ۔

امید ہے کہ ان حقائق کے واضح ہوجانے کے بعد کوئی مسلمان قادیانیوں کے دام تزویر میں نہیں پھنسے گا۔

واللہ ولی التوفیق.

☆☆

قادیانیت انگریزوں کا خودکاشتہ پودا

● مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انیسویں صدی کے ربع اول میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد کی وجہ سے مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف جہاد اور قربانی کی آگ بھڑک رہی تھی نیز دسید جمال الدین افغانی کی تحریک ''اتحاد اسلامی'' کو انگریزوں نے پروان چڑھتے دیکھا تو اس قسم کے تمام خطرات کو محسوس کر کے انگریزوں نے مسلمانوں کے ذہنی مزاج کو سامنے رکھ کر طے کیا کہ مسلمانوں ہی میں سے کسی شخص کو ایک بہت اونچے دینی منصب کے نام سے ابھارا جائے تاکہ مسلمان عقیدت کے ساتھ اس کے گرد جمع ہوجائیں اور وہ انہیں حکومت کی وفاداری اور خیرخواہی کا ایسا سبق پڑھائے کہ پھر انگریزوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے۔ چنانچہ برطانوی کمیشن کی رپورٹ میں مذکور ہے۔

''ملک (ہندوستان) کی آبادی کی اکثریت اندھا دھند پیروں یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے اگر اس مرحلہ پر ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائیں جو اس بات کے لیے تیار ہو کہ اپنے لیے ظلی نبی (نبی کے حواری) ہونے کا اعلان کردے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہوجائے گی۔

اگر یہ مسئلہ حل ہوجائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔'' (مطبوعہ رپورٹ انڈیا آفس لائبریری پر لند، بحوالہ قادیان سے اسرائیل تک ص:۲۵)۔

قابل قدر جوہر:

اس رپورٹ کی سفارش کے مطابق مسلمانوں کے اندر اس قسم کے شخص کی تلاش شروع کردی گئی آخر کار مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں انگریزوں کو ایک وفادار ایجنٹ مل گیا جس کو مذہبی مقتدا بننے بلکہ ایک نئے دین کا بانی بننے کا بڑا شوق تھا۔

چنانچہ مرزا نے ۲۴؍فروری ۱۸۹۸ء میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو جو درخواست پیش کی تھی اس میں لکھا تھا کہ ”وہ (قادیانی) قدیم سے سرکار انگریزی کا خیر خواہ اور خدمت گزار ہے اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم واحتیاط اور تحقیق وتوجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت ومہربانی کی نظر سے دیکھیں۔“ (تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۹)۔

اس لیے مرزا قادیانی نے انگریزوں کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے واسطے سیالکوٹ کی ملازمت (سن ۱۸۶۴ء تا سن ۱۸۶۸ء) کے دوران یورپی مشنریوں اور بعض انگریز افسران سے تعلقات پیدا کئے اور مذہبی مباحث کی آڑ میں باہمی میل جول کو بڑھایا اس سلسلہ کا ایک اہم واقعہ پادری بٹلر ایم اے سے طویل ملاقات کرنا اور ولایت واپسی سے پہلے خفیہ بات چیت میں معاملات کو حتمی صورت دینا ہے اس واقعہ کو مرزا بشیر الدین محمود احمد قادیانی نے اپنے ایک خطبہ میں یوں بیان کیا تھا۔

”اس وقت پادریوں کا بہت رعب تھا لیکن جب سیالکوٹ کا انچارج مشنری ولایت جانے لگا تو حضرت صاحب (مرزا قادیانی) سے ملنے کے لیے خود کچہری آیا۔ ڈپٹی کمشنر اسے دیکھ کر اس کے استقبال کے لیے آیا اور دریافت کیا کہ آپ کس طرح تشریف لائے کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں مگر اس نے کہا کہ میں صرف آپ کے اس منشی (مرزا) سے ملنے آیا ہوں۔ یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ کے مخالف بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ ایک ایسا جوہر

ہے جو قابل قدر ہے۔“ (الفضل قادیان ۲۴؍اپریل ۱۹۳۴ء قادیان سے اسرائیل تک ص:۲۷)۔

بہر حال مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کی خواہش اور ان کے وضع کردہ پروگرام کے مطابق اپنے کام کا آغاز کیا۔ وہ زمانہ تھا کہ سلطنت برطانیہ کے اقبال کا ستارہ عروج پر تھا۔ سن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مسلمان ہار چکے تھے مذہب اسلام پر ہندوؤں اور عیسائیوں کی جانب سے علمی وثقافتی حملے ہو رہے تھے۔ مسلمانوں میں باہمی فرقہ بندیاں جنگ وجدال کی حدود میں داخل ہوچکی تھیں۔ جاہل صوفیوں نے شریعت کو بازیچہ اطفال بنا رکھا، طرح طرح کی پیشن گوئیاں اور الہامات کو سن کر مسلمان اپنے دلوں کو تسلی دیا کرتے تھے۔ اور ان کا خیال تھا کہ کوئی مرد خدا غیر معمولی روحانی قوت کے ساتھ نمودار ہو تو اس کے ذریعہ ہی سے مسلمانوں کا یہ انتشار دور ہوسکتا ہے اس لیے مرزا قادیانی نے ان پراگندہ احوال کا فائدہ اٹھا کر سب سے پہلے اپنے آپ کو ایک خادم ومبلغ اسلام کی حیثیت سے قوم کے سامنے پیش کیا اور عیسائیوں اور ہندو آریوں سے بحث ومباحثہ شروع کردیا اور اخبارات میں مضامین لکھ کر اپنا تعارف کرایا اور دیگر ادیان پر اسلام کی برتری دلائل سے ثابت کر کے شائع کرنے کے لیے ”براہین احمدیہ“ کی تصنیف کا اعلان کیا۔ شہرت حاصل ہوتے ہی مرحلہ وار مجدد، مہدی، مسیح موعود، آخری نبی ہونے کا دعویٰ کردیا۔

اس دوران مسلمانوں کے اندر مرزا قادیانی کے خلاف طوفان اٹھا تو اس کے آقا انگریز نے ہر موقع پر اس کی سرپرستی کی اس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی سہولت کا سامان کے لیے مہیا کیا...... مرزا قادیانی نے بھی گورنمنٹ برطانیہ کی حق شناسی، خیرخواہی و ہمدردی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ چنانچہ ایک جگہ تحریر کیا ہے۔

”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے، کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔“
(مجموعہ اشتہارات ص:۱۹ ج۳)۔

مرزا قادیانی کی فریب کاری:

ایک طرف مرزا قادیانی بظاہر اسلام اور مسلمان کا سچا ہمدرد بن کر گورنمنٹ کے مذہب مسیحیت کی تردید میں لٹریچر شائع کررہا تھا اور مسیحی پادریوں سے مناظرہ کررہا تھا جس سے عام مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ مرزا گورنمنٹ کا سخت مخالف ہے۔ دوسری جانب خود کاشتہ پودا ہونے کی وجہ سے اپنے محسن گورنمنٹ کو اطمینان دلاتا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے۔

''اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور ان مولفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کیے تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبان کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی، کیونکہ میرے کانشس (ضمیر) نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لیے یہ طریق کافی ہوگا کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی۔'' (تریاق القلوب خزائن ص:۴۹۰ ج ۱۵)۔

انگریزوں کے مفاد کے لیے کام کرنے والے قادیانی جاسوس:

مرزا غلام احمد کی اس تحریک اور اس کی جماعت نے انگریزوں کے لیے بہترین جاسوس پیدا کیے اس گروہ کے بعض چیدہ اشخاص نے ہندو بیرون ہند میں انگریزی حکومت کی بڑی خدمات کیں اور اس سلسلہ میں جانی قربانی تک سے دریغ نہ کیا جیسے عبداللطیف قادیانی، عبدالحلیم قادیانی اور ملا نور علی قادیانی کو ۱۹۲۵ء میں حکومت افغانستان نے اسی لیے قتل کیا کہ یہ لوگ افغانستان میں قادیانیت کی تبلیغ کرتے تھے اور انگریزوں کا ایجنٹ بن کر افغانیوں کے دل سے جہاد کو ختم کرنا چاہتے تھے اور حکومت افغانستان کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔

(تلخیص از مقالہ حضرت مولانا علی میاں صاحب مندرجہ رسالہ دارالعلوم ستمبر ۱۹۷۴ء ص: ۴۳)۔

معمہ حل ہوگیا:

اس تاریخی پس منظر سے یہ معمہ حل ہوجاتا ہے کہ قادیانیت کو نہ صرف ہندوستان بلکہ افریقہ وغیرہ کے دوسرے ممالک میں اس قدر تیزی سے فروغ کیوں حاصل ہوا کہ جگہ جگہ ان کے مشن کھل گئے اور وہ عیسائی مشنریوں کے طرز پر کام کرنے لگے۔ کیونکہ معلوم ہوگیا کہ تحریک قادیانیت کا سیاسی محرک حکومت برطانیہ تھی جس کے زیر اقتدار اس وقت غیر منقسم ہندوستان اور بہت سے افریقی ممالک بھی تھے۔ جس کی نوآبادیات دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلی تھی اور انگریز فخریہ طور پر کہا کرتے تھے کہ سلطنت برطانیہ میں سورج کبھی غروب نہیں ہوگا۔ اس لیے سلطنت برطانیہ کی نوآبادیات میں آمدورفت وقیام کے لیے قادیانیوں کو ہر قسم کی سہولتیں دی جاتی تھیں۔ جن سے فائدہ اٹھا کر ان لوگوں نے ان نوآبادیات میں اپنے اسکول وہسپتال وغیرہ قائم کرکے اپنے مشنری اڈے پوری طرح مضبوط کرلیے۔

چنانچہ ۲؍اگست ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں مرزا بشیرالدین نے کہا تھا کہ وہ دو غیر ممالک تو ایسے ہیں جن میں خصوصیت سے ہماری جماعت پھیلی ہوئی ہے ایک یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ جس میں ۲۵/۳۰؍ کے قریب جماعتیں ہیں دوسرا ڈچ انڈیز۔ یعنی سماٹرا اور جاوا۔ (قادیان سے اسرائیل تک ص: ۱۴۳،۱۴۴)

☆☆

دین اسلام سے قادیانیوں کا دور کا بھی واسطہ نہیں

قادیانیت کے متعلق
علماء اسلام اور سرکاری عدالتوں کا فیصلہ

● مولانا شاہ عالم گورکھپوری

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں ۱۸۹۷ء سے لے کر اس کی موت کے بعد ۱۹۹۷ء تک دنیاوی عدالتوں نے بھی وہی فیصلے سنائے جو علماء اسلام نے دیے تھے۔

۱۔ ۲۳/اگست ۱۹۹۷ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداس پوری کی عدالت میں کپتان جی ایم بلیوڈگلس نے ۱۰۷ فوجداری ضابطہ کے تحت مقدمہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو فتنہ انگیز اور طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کرنے والا بدزبان قرار دیا اور مرزا جی کو سخت تنبیہ کی کہ آئندہ بدزبانی سے پرہیز کرتے ہوئے کسی سے بھی نرم انداز میں گفتگو کیا کریں۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص شریف بھی نہیں کہا جاسکتا۔ (تازیانہ عبرت صفحہ ۷۹، مجموعہ اشتہارات ج۲)۔

۲۔ ۲۴/فروری ۱۸۹۸ء میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں خود اپنی اور اپنی جماعت کی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا کہ وہ اور اس کی جماعت انگریزوں کا خودساختہ پودا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دین اسلام سے مرزا اور ان کے پیروکاروں کا کوئی بھی واسطہ نہیں ہے۔ (تلخیص مجموعہ اشتہارات ص۲۱ ج۳)۔

۳۔ ۲۱/اگست ۱۸۹۸ء میں مسٹر ٹی ڈی ڈیکس ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداس پور

پنجاب کی عدالت میں قائم مقدمہ کی عذرداری ٹیکس نمبر ۵۶-۵۵ پر منشی تاج الدین تحصیلدار پرگنہ بٹالہ نے رپورٹ لکھی، اپنی تحقیق میں منشی جی نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب قوم مغل کے برلاس ہیں اپنے ابتدائی ایام میں وہ نوکری کرتے رہے لیکن نوکری چھوڑ کر مذہب کی طرف رجوع کیا اور مذہبی پیشا منوانے کی کوشش میں لگے رہے مرزا صاحب نے اپنے بیان حلفی میں لکھوایا کہ ان کو زمین سے تخمیناً ۳۰۰/ر باغ سے ۵۰۰ روپے سالانہ کی آمدنی ہے جب کہ مریدوں سے ۵۰۰۰/روپے کی آمدنی بتائی۔ ایک دفعہ قرض کی ضرورت پڑی تو اپنا باغ اپنی بیوی کے پاس گروی رکھ کر اس سے ۴۰۰۰/ر کا زیور اور ایک ہزار روپے کا نقد وصول کیا۔ گویا مرزا صاحب کی بیوی کو بھی ان پر اعتبار نہیں تھا اسی لیے باغ گروی رکھ کر بیوی نے روپیہ فراہم کیا۔

بہر کیف مرزا صاحب نے مذکورہ بالا رپورٹ سے متعلق لکھا ہے کہ منشی تاج الدین نے انصاف اور احقاق حق مقصود رکھ کر واقعات کو آئینہ کی طرح حکام بالا دست کو دکھایا اور اس طرح پر ٹھیک ٹھیک اصلیت تک پہنچنے کے لیے اعلیٰ حکام کو مدد دی۔

گویا مرزا صاحب نے اس بات کی تصدیق کردی کہ وہ مہدی موعود نہیں ہوسکتے چونکہ وہ مغل ہیں، خدائی مامور اور ملہم من اللہ نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ ڈھونگی ہیں، مرزا صاحب اور ان کے اہل خانہ کے کروڑوں روپیہ کے زیورات اور تعیش سے بھرپور ان کی زندگی عام دینی اور روحانی شخصیتوں کی زندگی سے بھی میل نہیں کھاتی چہ جائے کہ انبیاء کرام کی حیات طیبہ سے۔

۴۔ ۲۴/فروری ۱۸۹۹ء میں اپنی بدزبانی اور درشت کلامی کی پاداش میں مسٹر دوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداس پور کی عدالت میں مرزا صاحب کو حلف نامہ داخل کرنا پڑا کہ آئندہ وہ بدزبانی نہیں کریں گے، خدائی الہامات جن سے کسی کو تکلیف پہنچے ان کی اشاعت نہیں کریں گے۔ کسی کے متعلق پیشین گوئی نہیں کریں گے۔ کون سچا اور کون جھوٹا ہے اس کے لیے کسی سے مباحثہ نہیں کریں گے۔ کسی سے مباہلہ نہیں کریں گے۔

بڑی موٹی سی بات ہے کہ مرزا صاحب کا یہ حلف نامہ مہدویت، مسیحیت اور نبوت کی آڑ میں ان کے دعویٰ پارسائی سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔ (تلخیص از مجموعہ اشتہارات ۱۳۴ ج ۳)۔

۵۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء میں افغانستان کی اسلامی عدالت نے پہلے عبدالرحمٰن نامی اور اس کے بعد عبداللطیف نامی قادیانی کو مرتد قرار دیا اور دین اسلامی کی توہین سے توبہ نہ کرنے پر موت کی سزا دی۔ (خلاصہ بیان تذکرۃ الشہادتین مصنفہ مرزا)۔

۶۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۰۴ء میں لالہ آتما رام مہتا نے اپنے ایک طویل فیصلے میں پچھلے دنوں بدزبانی کے جرائم میں مرزا صاحب کے ملوث ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے کورٹ میں حکام بالا اور خدا کے حضور کیے گئے عہد و پیمان کا پاس و لحاظ نہ کرنے کے جرم میں ۵۰۰ روپے جرمانہ ورنہ چھ ماہ کی قید کا حکم سنایا۔ (تازیانہ عبرت ص ۱۹۵)۔

۷۔ ۱۹۱۲ء میں ابراہیم احمد صاحب سب جج مونگیر نے اپنے فیصلے میں قادیانیوں کو ان کے کفر کے سبب مسلمانوں کی مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا، اس فیصلے کے خلاف قادیانیوں نے ہائی کورٹ میں فورٹ ولیم بنگال میں اپیل کی مگر کورٹ نے رد کردی اور فیصلہ کو درست ٹھہرایا۔

۸۔ ۷ر فروری ۱۹۳۵ء میں بہاولپور کی عدالت میں قادیانیوں کے کافر و مرتد ہونے کی وجہ سے تنسیخ نکاح کا فیصلہ فرمادیا۔ اس فیصلے کی روداد ۳ر جلدوں میں اب بھی دستیاب ہے۔

۹۔ ۶ر جون ۱۹۳۵ء میں جی ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداس پور نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ مرزا صاحب اگرچہ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں لیکن ان کے عقائد و اصول اسلامی عقائد کے بالکل خلاف ہیں اور مرزا قادیانی انتہائی درجہ کا بداخلاق و بدزبان ہے۔

۱۰۔ ۱۹۳۷ء میں موریشس کے چیف جسٹس نے مرزائیوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا۔

۱۱۔ ۲۵ر مارچ ۱۹۵۴ء کو میاں محمد سلیم سینئر سول جج راولپنڈی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔

۱۲۔ ۳ر جون ۱۹۵۵ء کو شیخ محمد اکبر ایڈیشنل جج ڈسٹرکٹ راولپنڈی پاکستان نے مرزائیوں کو کافر قرار دیا۔

۱۳۔ ۱۹۵۷ء میں حکومت شام (سیریا) نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قادیانیت کو خلاف قانون قرار دیا۔

۱۴۔ ۱۹۵۷ء میں حکومت مصر نے قادیانیوں کو کافر قرار دے کر ان کی جماعت کو خلاف قانون قرار دیا۔

۱۵۔ ۲۲ر مارچ ۱۹۶۹ء کو شیخ محمد رفیق گریجہ سول جج اور فیملی کورٹ نے فیصلہ فرمادیا کہ مرزائی خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری غیر مسلم ہیں۔

۱۶۔ ۲۴ر مارچ ۱۹۷۰ء میں ہبلی (کرناٹک) انڈیا کے فاضل جج جناب سینم بھٹ جوشی نے یہ فیصلہ سنایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی عاقئد و نظریات اور مرزا احمد قادیانی کی تحریروں میں تقابل کرنے پر ہمارے سامنے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مرزا احمد کسی پیغمبرانہ خوبیوں کے منکر ہیں بلکہ محمد ﷺ کو آخری نبی ماننے سے بھی انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا مرزا غلام احمد کی اتباع کرنے والوں کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا اس لیے قادیانیوں کو مسلمانوں کی مسجد میں عبادت کرنے یا مسلمانوں کے عوامی قبرستان میں قادیانی مردوں کو دفن کرنے کا حق نہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے انجمن درس القرآن ہبلی کرناٹک کی جانب سے مطبوعہ فیصلہ)

۱۷۔ ۱۳ر جولائی ۱۹۷۰ء میں سول جج جیمز آباد نے مرزائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

۱۸۔ ۱۹۷۴ء میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ) نے دنیا کے ۱۰۴ ممالک کے متفقہ فیصلہ

سے قادیانیوں کو کافر قرار دیا۔

۱۹۔ ۷؍ستمبر۱۹۷۴ء میں قادیانی خلیفہ مرزا ناصر کے بیانات کے بعد قومی اسمبلی پاکستان نے بھرپور دلائل کی روشنی میں اور قادیانی خلیفہ کے لاجواب ہوجانے کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔

۲۰۔ ۲۶؍اپریل۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا جس کی رو سے قادیانی اب اس کے مجاز نہ رہے کہ وہ قادیانیت کو اسلام سے تعبیر کریں یا اسلامی شعائر و اصطلاحات استعمال کریں۔

۲۱۔ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند نے باضابطہ حکومت ہند سے اپیل کررکھی ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

نوٹ: قومی اسمبلی (پاکستان) میں قادیانی مقدمہ کی مکمل کارروائی کو حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے مرتب کردیا ہے۔ جس کو آپ ''پارلیمنٹ میں قادیانی شکست'' کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆

قادیانی تحریروں کی روشنی میں

قادیانیوں کی سیاسی وسماجی پوزیشن

● مولانا شاہ عالم گورکھپوری

۱۸۸۰ء میں پنجاب کے قادیان نامی ایک گاؤں میں مرزا غلام احمد نے مسلمانوں سے الگ اپنی ایک جماعت بنا کر نبوت، مہدویت، مسیحیت، کرشن اوتار وغیرہ ہونے کا دعویٰ کیا اور شروع ہی سے اپنے ماننے والوں کو اس نے مسلمانوں سے ہر ہر چیز میں الگ تھلگ رہنے کی ہدایت کی۔

آج کل سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے عام طور پر دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں سے ہی ایک جماعت ہیں تاکہ اسلام کے نام سے دھوکہ دے کر مسلمانوں میں قادیانیت کے زہریلے جراثیم پھیلا سکیں۔ اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قادیانیت مذہب اسلام سے نکلی ہوئی کوئی جماعت نہیں بلکہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے ایک نئی تحریک ہے جو انگریزوں کے اشارے پر ۱۸۸۰ء میں قائم ہوئی اور ۱۸۸۹ء میں ایک گروپ کی شکل اختیار کرگئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بیٹے بشیر الدین محمود نے اپنے باپ کی ایک تقریر نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (مسلمانوں) سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول

کریم ﷺ ،قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں مسلمانوں سے اختلاف ہے۔'' (اخبار الفضل قادیان ۳۰ر جولائی ۱۹۲۱ء)۔

مرزا کے ماننے والوں کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا:

مرزائی لوگوں کو اپنی یہ پوزیشن خود تسلیم ہے کہ ان کا پوری دنیا کے مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے بلکہ قادیانیت اور اسلام یہ دونوں الگ الگ دو چیزیں ہیں۔ اسی طرح ان دونوں کو ایک نام بھی نہیں دیا جاسکتا۔ مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والوں کو اگر مسلمان کہا جائے تو قادیانیوں کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا، بلکہ کافر کہا جائے گا اور اگر اس کے ماننے والوں کو مسلمان کہا ج ائے تو مسلمانوں کو کافر کہنا پڑے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں کو مسلمان کہا جائے۔ اس سلسلہ میں مرزا کے بیٹے بشیر احمد ایم اے نے دوٹوک فیصلہ یوں لکھا ہے:

''تم کو خود اختیار ہے کہ یا مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے منکر کو مسلمان کہہ کر مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ یا مسیح مود کو سچا مان کر اس کے منکروں کو کافر جانو یہ نہیں ہوسکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو۔'' (کلمۃ الفصل ص:۱۲۳)۔

کورٹ کچہری میں مرزا غلام احمد قادیانی کے بہت سارے مقدمات کی پیروی کرنے والے وکیل اور قریبی دوست مسٹر محمد علی لاہوری نے مرزا قادیانی کے مرنے سے دو سال پہلے ۱۹۰۶ء میں احمدیہ جماعت کے نام سے بنائے گئے نئے گروپ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

The Ahmadiyya movement stands in the same relaion to Islam in with Christianity stood to judaism.

ترجمہ: تحریک احمدیہ اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ ہے۔ (ریویو آف ریلیجنز ۱۹۶۰ء مباحثہ راولپنڈی مطبوعہ قادیان ص:۲۰۴)۔

اس کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح عیسائیت اور یہودیت الگ الگ دو مذہب ہیں ان کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں اسی طرح تحریک احمدیت مذہب اسلام سے الگ ایک نئی تحریک ہے نہ ان دونوں میں کوئی رشتہ و تعلق ہے اور نہ ہی دونوں کے ماننے والوں میں۔ اسلام ایک مذہب کا نام ہے جس کے ماننے والوں کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ لیکن احمدیت کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک تحریک ہے جو ہندوستان کو آزادی دلانے والی تحریکوں کے خلاف انگریزی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے مذہبی رنگ وروپ میں قائم کی گئی تھی۔

چنانچہ جماعت قائم ہوجانے کے بعد ۱۹۹۸ء میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب (انگریز بہادر) کی خدمت میں ایک موقعہ پر حاضر ہوکر خود اپنی اور اپنی قائم کی ہوئی جماعت احمدیہ کی حقیقت وحیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے مرزا غلام احمد نے لکھا ہے کہ وہ اور اس کی جماعت انگریزوں کا لگایا ہوا پودا ہے۔ لہٰذا گورنر صاحب دونوں کو عنایت ومہربانی کی نظر سے دیکھیں بلکہ اس کے لئے اپنے ماتحت کے حکام کو بھی اشارہ کریں۔ (مجموعہ اشتہارات ص:۲۱ ج:۳)

مرزا غلام احمد اور اس کے بیٹوں کی وضاحت کے بعد اس مسئلہ میں یقین ہوجانا چاہئے کہ احمدیت کے نام سے قادیانیت ایک نئی اور الگ تحریک ہے جو اسلام مذہب کے خلاف قائم کی گئی ہے اور خود قادیانیوں نے اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ مسلمانوں سے بالکل الگ رہنے کی ہدایت کی اور یہ کہ دنوں کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا ہے۔

مسلمانوں سے الگ رہنے کا حکم:

مرزا غلام احمد نے اپنی الگ جماعت بنا کر اپنی زندگی میں ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں جیسا برتاؤ کیا اور اپنے ماننے والوں کو اس حکم پر اس قدر سختی برتنے کی ہدایت کی

کہ اگر کوئی قادیانی مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں جیسا برتاؤ نہیں کرتا تو اس کو اپنی جماعت سے نکال کر اس کو مرتد قرار دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے، ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنے اور ان کی نماز جنازہ تک پڑھنے کی بالکل ممانعت کردی۔ اسی وجہ سے اس نے سب سے پہلے خود عمل کرتے ہوئے اپنے مسلمان بیوی کو طلاق دے دی اور اپنے مسلمان بیٹے کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھی۔ اپنی ایک کتاب میں مرزا نے ۱۹۰۲ء میں یہ ہدایت جاری کی۔

’’بس یاد رکھو جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب (انکار کرنے والے، اور جھٹلانے والے) یا متردد (شک کرنے والے) کے پیچھے نماز پڑھو، دوسروں کو جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں بالکل ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا‘‘۔ (تحفہ گولڑویہ،ص:۲۸)۔

مسلمانوں کے نماز جنازہ کا حکم:

زندگی سے لے کر موت تک کسی بھی مرحلہ میں قادیانی اور مسلمان جمع نہیں ہوسکتے، قادیانیوں نے اپنے مردوں کے لیے بھی اسی طرز و انداز کی رسومات تجویز کی ہیں جو اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے تجویز کر رکھی ہیں۔ لیکن اس ظاہری یکسانیت کی بنا پر ایسا نہیں ہے کہ قادیانی مسلمانوں کی نماز جنازہ میں شریک ہوں۔ مرزا بشیر الدین محمود نے مسلمانوں کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنے کا حکم یوں جاری کیا:

’’اب ایک سوال اور رہ جاتا ہے غیر احمدی، حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لیے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے، لیکن اگر کسی غیر احمد کا چھوٹا بچہ مرجائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے، وہ تو مسیح موعود کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ اور

کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں؟ بس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا۔ اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔‘‘ (انوار خلافت ص:۹۳، مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)۔

مسلمانوں کے ساتھ شادی بیاہ کا حکم:

مرزا بشیر الدین محمود نے احمدیوں قادیانیوں کو مسلمانوں کے ساتھ شادی بیاہ کا تعلق قائم نہ کرنے کا حکم جاری کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو، لیکن غیر احمدیوں کو نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کردیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودے کہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا‘‘ (انوار خلاف از مرزا بشیر الدین محمود ص:۹۴۔۱۹۱۶ء)۔

آگے لکھتے ہیں:

’’میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا تو میں اس کو جماعت سے نکال دوں گا‘‘ البتہ مسلمانوں کی لڑکیاں لینا قادیانی مذہب میں جائز قرار دیا گیا ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مرزا غلام احمد کے دوسرے صاحبزادے مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ: ’’اگر کہوں کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے‘‘۔ (کلمۃ الفصل،ص:۱۶۹۰)۔

شاعر مشرق علامہ اقبال کا مشورہ:

مذکورہ بالا قادیانی عقائد و نظریات ہی کے تحت علامہ اقبال نے حکومت وقت کو یہ مشورہ دیا تھا:

''میری رائے میں حکومت کے لیے بہترین طریقہ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو الگ جماعت تسلیم کرلے یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی ہی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے بارے میں اختیار کرتا ہے۔'' (علامہ اقبال: حرف اقبال: ص۱۱۸)۔

لہٰذا گمراہ مرزائی صاحبان کے بارے میں حقیقت تک پہنچنے کے لیے وہ بیانات ہمیشہ گمراہ کن ہوں گے جو وہ کوئی پیتا پڑنے پر دیا کرتے ہیں۔ مسلمان اگر قادیانیوں سے میل جول نہیں رکھتے تو اس کی بنیادی وجہ خود مرزائیوں کی تعلیمات وہدایات ہیں مگر حیرت ہے کہ قادیانی غلط طور پر کبھی ہندوستانی قانون کا حوالہ دیتے پھرتے ہیں اور کبھی شدت پسندی باور کراتے ہیں۔ جب کہ ہونا یہ چاہیے کہ یا تو جرأت مندی سے اپنے ان عقائد اور بیانات کو قبول کرکے اپنی پوزیشن پر راضی ہوں اور مسلمانوں میں گھلنے ملنے کی کوشش نہ کریں یا پھر اپنے عقائد سے توبہ کرکے مرزا قادیانی پر لعنت بھیجیں جس نے ان کو یہ غلط راستہ دکھلایا ہے۔ اس کے سوا جو بھی تیسرا راستہ اختیار کیا جائے وہ دفع الوقتی کی تجویز ہوگی جس سے کسی ذمہ دار یا حق کے چاہنے والے کو دھوکہ میں نہیں آنا چاہئے۔

☆☆

اسلام اور قادیانیت
معرکۂ حق و باطل

● مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی

عقیدۂ ختم نبوت:

دنیا میں بے شمار انبیاء کرام تشریف لائے، اور نبیوں کے اس سلسلہ دراز کا ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خاتمہ ہوگیا، اسی طرح دین اسلام بھی کامل و مکمل دین قرار پایا، اسلام کے دین کامل ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے اس سلسلہ کے ختم ہونے کے بارے میں دیگر انبیاء کرام نے اشارہ بھی کردیا تھا، اور دیگر آسمانی صحائف میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ کردیا تھا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ یہ بات روز اول سے مقدر ہو چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ''**انا خاتم النبیین و آدم منجدل فی طینة**'' میں آخری پیغمبر تھا اور آدمؑ ابھی آب وگل میں پڑے تھے، یہ بات ختم نبوت کے روز اول سے مقدر ہوجانے کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح اسلام کے کامل ومکمل ہونے کے بارے میں حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا۔

''**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا**'' **(مائدہ).**

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت

پوری کردی اور اسلام کو دین کی حیثیت سے تمہارے لئے پسند کیا۔

یہ آیت ۹/ذی الحجہ ۱۰ھ کو نازل ہوئی، اس میں اسلام کے دین کامل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بشارت تھی کہ نبوت جس کا مقصد دین کی عمارت میں کسی نہ کسی اینٹ کا اضافہ وہ آج تکمیل کو پہونچ گئی یہ بات اس سے قبل ۵ھ میں بھی کہی جا چکی تھی۔

''ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولن رسولَ اللّٰہِ و خاتم النبیین''

(اعراف)

اس آیت پاک کے بارے میں علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ اس کا حاصل معنی ایک ہی ہوگا کہ آپ کا وجود پیغمبروں کے سلسلہ کو بند کرنے والا اور ان پر مہر لگانے والا ہے تاکہ پھر آئندہ کوئی نیا شخص اس جماعت میں داخل نہ ہو سکے۔

مدعیان نبوت:

اگرچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ دین اسلام اب اپنے نقطۂ عروج وکمال کو پہنچ چکا ہے اور اس کے ساتھ وہ سلسلۂ نبوت جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور اب قیامت تک نہ کوئی نبی ہوگا، نہ ہی کسی نئی شریعت کا اضافہ ہوگا، نہ ہی وحی کا نزول ہوگا۔ اور یہ باتیں اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہوئیں۔ اس کے باوجود کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ صراحت نبوت کے سلسلہ کے خاتمہ کا اعلان فرمادیا اور فرمادیا کہ: **انی خاتم النبیین لا نبی بعدی، فانا اللبنة و انا خاتم النبیین، ختم بی النبیون، انا خاتم النبیین و لا فخر، ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعده ولا نبی۔** (ترجمہ: لیکن اس کے باوجود جھوٹے مدعیوں کا سلسلہ بند نہ ہوا اور ہر دور اور زمانے میں مسلمانوں کے اندر انتشار وافتراق پھیلانے، اسلام کو کمزور کرنے اور نام ونمود حاصل

کرنے کی غرض سے لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے چلے آئے ہیں، دنیا نے ان جھوٹے مدعیوں کے انجام کو دیکھا، کتنے مسیلمہ کذاب اٹھے لیکن آج ان کا کوئی نام تک نہیں جانتا، خود مسیلمہ کو کذاب کا لقب مل گیا، یعنی سب سے بڑا جھوٹا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا آج بھی کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں، اور اپنے اور غیر سبھی آپ کا نام بڑے ادب و احترام اور عظمت سے لیتے ہیں، پھر بھی انسان نے سبق نہیں لیا اور ہر دور میں کوئی نہ کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا، ہمارے اس دور میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور ان پڑھ اور دین سے کم واقفیت رکھنے والے سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ کیا، کسی کو پیسے کا لالچ دیکر تو کسی کی مدد کر کے، تو کسی کو انجانے میں اس نے اپنی جانب راغب کر لیا اور اس طرح اس کے ماننے والوں کی بھی ایک جماعت تیار ہوگئی۔

ہندوستان میں جب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے اندر سے برائیوں کے خاتمہ، ان کو سچا وپکا مسلمان بنانے اور ان کے اندر جذبۂ جہاد کو موجزن کرنے کے لئے قربانیاں پیش کیں اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اور پھر شہادت کے بعد جہاد کی لہر دوڑ گئی، لوگ اسلام کی طرف واپس ہونے لگے، اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگے، شراب نوشی سے توبہ کی، نماز روزہ کا اہتمام کرنے لگے، اور حج کا سلسلہ جو بند ہو چکا تھا، سید صاحب نے اس کو بھی شروع فرمادیا تو غیروں کو یہ بات کھٹکنے لگی، خاص طور سے ہندوستان اور دیگر بعض اسلامی ملکوں پر قبضہ جمانے والی انگریز قوم کچھ زیادہ ہی پریشان ہوگئی۔ اس نے سوچا کہ اگر مسلمان اسی طرح سچے اور پکے مسلمان بنے رہے، اللہ تعالیٰ سے ان کا یہی تعلق باقی رہا اور جہاد کا جذبہ ان کے اندر اسی طرح بیدار رہا اور ان میں اتحاد قائم رہا تو یہ قوم ہم کو ان ملکوں میں حکومت نہ کرنے دے گی، اس لئے انہیں ایک ایسے مسلمان کی تلاش ہوئی جو مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالے، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے وہ آپس میں لڑنے مرنے اور جان کی بازی لگانے کے لئے مجبور ہو جائیں۔ اور مسلمانوں کی ساری

توانائیاں اسلام کو پھیلانے کے بجائے اسلام کے بچاؤ پر مرکوز ہو جائیں تو ہمارا مقصد پورا ہوسکتا ہے۔اور حکومت کے اوپر سے خطرہ ٹل سکتا ہے، اتفاق سے مرزا غلام احمد نامی ایک شخص ان کو مل گیا، جو پورے ہندوستان کا مسلمہ لیڈر اور قائد بننا چاہتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ کسی نئے دین کا بانی بھی بننا چاہتا تھا لیکن اس زمانے میں بڑے بڑے علماء موجود تھے، اور وہ منظّم تھے امت مسلمہ ان پر جان دیتی تھی اور ان کو اپنا پیشوا مانتی تھی، ایسے حالات میں اس کو اپنا خواب پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا، چنانچہ اس نے سوچا کہ کیوں نہ انگریزی حکومت کا بکاؤ مال بن جایا جائے اور اس طرح مال و دولت کی بھی ریل پیل رہے گی، اور ان کی حکومت ہونے کی وجہ سے کوئی شخص ان کے خلاف زبان بھی نہ کھول سکے گا، چنانچہ اس نے انگریزوں کی پیش کش کو قبول کرلیا، یہ بات خود مرزا غلام احمد نے متعدد بار اپنی زبان سے کہی اور خود انہوں نے اپنی زبان سے اپنے کو حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا بتایا۔

ایک جگہ وہ حکومت برطانیہ کے ساتھ اپنی وفاداریوں اور خدمت گزاریوں کو گناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزوں کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھا کی جائیں تو پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام عرب اور مصر و شام اور کابل و روم تک پہنچا دیا ہے۔(تریاق القلوب از مرزا غلام احمد قادیانی)۔

مرزا غلام احمد قادیانی-بعض ذاتی احوال:

مرزا نے اپنے نام و نسب کے سلسلہ میں خود تحریر کیا ہے کہ

میرا نام غلام احمد، میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا عطا محمد اور میرے پردادا کا نام گل محمد تھا، ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے پرانے بزرگوں کے کاغذات سے جواب

تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے۔ (کتاب البریۃ درخزائن جلد۳۔ص۶۴)۔

مرزا نے اپنی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء بیان کی ہے۔ مرزا کا مولد و مسکن قادیان تھا، جس کو مرزا نے تقدس کا درجہ عطا کیا، یہ قصبہ لاہور سے پچاس کوس کے فاصلہ پر شمال مشرق میں واقع ہے، مرزا کے آباء اجداد نے سمرقند سے آکر اس کو آباد کیا، اور اس کا نام اسلام پور ماجھی رکھا، جو بعد میں اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا رفتہ رفتہ صرف قاضی ماجھی بچا، اس کے بعد قادی اور پھر قادیان بن گیا، مرزا کے مطابق ۱۸۵۷ء کے غدر میں ان کے خاندان کے افراد نے برطانوی افواج کی مدد کی تھی، اور اس فوج میں اپنے پچاس جنگجو روانہ کئے تھے، مرزا کی تعلیم بہت اچھے انداز سے نہ ہوسکی، بعض ابتدائی کتابیں، قرآن شریف اور منطق و حکمت اور نحو و صرف کی بعض مروجہ کتابیں ہی پڑھ سکے، مرزا کے تین استادوں میں ایک حنفی، دوسرے اہلحدیث اور تیسرے شیعہ تھے، مرزا نے بعد میں یہ دعویٰ کیا کہ ان کا علم وہبی ہے، اور اپنی کتاب میں لکھا۔

''سو آنے والا نام جو مہدی رکھا گیا تو اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا ہی سے حاصل کرے گا، اور قرآن و حدیث میں کسی استاذ کا شاگرد نہیں ہوگا، سو میں خلفاء کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے، کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن پاک یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔'' (خزائن جلد۱۴ص ۳۰۴)۔

مرزا نے اولاً سیالکوٹ کی کچہری میں ۱۸۶۴ء میں ملازمت کی، لیکن طبعی ناموافقت کی وجہ سے انہوں نے اس ملازمت سے استعفا دے دیا پھر وطن آکر والد صاحب کے مقدمات کی پیروی میں مشغول رہے، انہوں نے اس پر افسوس کا اظہار بھی کیا ہے کہ بہت سا وقت عزیز بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہوگیا۔

مرزا بہت سے امراض کا بھی شکار رہے، انہیں ہسٹیریا کی شکایت ہوئی، مراق جو

مالیخولیا کی ایک قسم ہے مرزا اس مرض کے بھی شکار رہے، اس کے علاوہ انہوں نے متعدد امراض کی نشاندہی کی ہے۔

مرزا کا انتقال ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں ہیضہ کے مرض میں ہوا۔

مرزا نے اپنی زندگی میں مختلف دعوے کئے جن میں سب سے اہم دعویٰ نبوت و رسالت اور مسیح موعود ہونے کا ہے، اور تقریباً اکیس عدد رسائل و کتابیں تصنیف کیں۔

مرزا کے دعوے:

مرزا نے برطانیہ عظمیٰ کے ان عظیم مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے صرف ایک دعویٰ کافی نہ سمجھا بلکہ متعدد دعوے کئے تاکہ اب امت مسلمہ یکے بعد دیگرے ان کے ابطال ہی میں اپنی ساری صلاحیتیں گنواتی رہے۔ انہوں نے اپنے کو نبی بھی کہا، ان پر وحی کا نزول بھی ہوتا تھا، مسیح موعود بھی قرار دیا، مثیل مسیح بھی قرار دیا، اور عجیب بات ہے کہ جس کے مثل قرار دیا اور جس کی روح وجسم قرار دیا خود اس کو اہانت آمیز الفاظ سے یاد کیا، تاکہ وہ ان پر اپنی افضلیت کو ثابت کرسکیں، انہوں نے جو دعوے کئے وہ اس طرح ہیں:

- ۱۸۸۰ء تک ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ (روحانی خزائن جلد ۱۷)
- ۱۸۸۱ء میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ (روحانی خزائن جلد ۱۳)
- ۱۸۸۲ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ (روحانی خزائن جلد ۲۱)
- ۱۸۸۲ء میں نذیر ہونے کا دعویٰ کیا۔ (روحانی خزائن جلد ۱ روبراہین احمدیہ)
- ۱۸۸۲ء میں آدم، مریم اور احمد ہونے کا دعویٰ کیا۔ (روحانی خزائن جلد ۱)
- ۱۸۸۴ء میں رسالت کا دعویٰ کیا۔ (روحانی خزائن جلد ۱۷ تذکرہ۔ص ۱۲۰)
- ۱۸۸۶ء میں توحید وتفرید کا دعویٰ کیا۔ (براہین احمدیہ وروحانی خزائن جلد ۱)
- ۱۸۹۱ء میں مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱)

- ۱۸۹۱ء میں مسیح بن مریم ہونے کا دعویٰ کیا۔ (ازالۂ اوہام وروحانی خزائن جلد ۱۲)
- ۱۸۹۲ء میں صاحب کن فیکون ہونے کا دعویٰ کیا۔ (روحانی خزائن جلد ۲۱)
- ۱۸۹۴ء میں مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ (اتمام الحجۃ وروحانی خزائن جلد ۸)
- ۱۸۹۸ء میں امام زماں ہونے کا دعویٰ کیا۔ (ضرورۃ الامام وروحانی خزائن جلد ۱۳)
- ۱۸۹۹ء میں ظل ہونے کا دعویٰ کیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ وروحانی خزائن جلد ۱۸)
- ۱۹۰۰ء میں نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا۔ (الحکم جلد ۴۔ براہین احمدیہ وروحانی خزائن جلد ۱)

(بحوالہ ردقادیانیت کے زریں اصول)

مرزا کے ان دعووں سے ہٹ کر ایک مسلمان کے لئے یہ گنجائش ہی نہیں تھی کہ وہ مرزا کی باتوں پر دھیان دیتا اس لئے کہ اس کا عقیدہ ختم نبوت پر ہے، اور یہ ایسی چیز ہے جس میں نہ تو کسی طرح کے اختلاف کی گنجائش ہے اور نہ ہی شک وشبہ کی، لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جس طرح کی زندگی گزاری، انبیاء کرام علیہم السلام کو برا بھلا کہا، ان پر الزامات عائد کئے اور کذب بیانی اور جھوٹ وفریب کا ایسا ثبوت پیش کیا کہ کوئی بھی غیرت مند مسلمان نہ صرف یہ کہ اس کی بات سننے کے لئے تیار ہو بلکہ کوئی بھی انسان اس طرح کے کردار اور گفار کے انسان کو پسند ہی نہیں کرسکتا، دنیا کا کوئی بھی مذہب جھوٹ، بدیانتی، الزام تراشی، تہمت بازی کو اچھا نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس گمراہ شخص کے دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے دلائل اور شواہد پیدا کردیئے کہ اس کے دعوے کے صحیح ہونے کی کوئی صورت باقی ہی نہیں رہی، لیکن پھر بھی بندۂ خدا نے عبرت نہ حاصل کی۔

قادیانی عقائد:

گورداس پور پنجاب کی عدالت میں مرزا نے نومبر ۱۹۰۳ء میں اپنے دستخط کے ساتھ اپنے عقائد پر مشتمل ایک تحریر پیش کی تھی، جس میں انہوں نے اپنے عقائد کے بارے میں لکھا:

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔
۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اتار لئے گئے۔
۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے۔
۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہیں اتریں گے اور نہ وہ کسی قوم سے لڑائی کریں گے۔
۵۔ ایسا مہدی کوئی نہیں ہوگا جو دنیا میں آکر عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں سے جنگ کرے گا اور غیر اسلامی اقوام کو قتل کر کے اسلام کو غلبہ دے گا۔
۶۔ اس زمانہ میں جہاد کرنا یعنی اسلام پھیلانے کے لئے لڑنا بالکل حرام ہے۔
۷۔ یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح موعود آکر صلیبوں کو توڑتا اور سوروں کو مارتا پھرے گا۔
۸۔ میں مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی موعود اور امام زماں اور مجدد وقت اور ظلی طور پر رسول و نبی اللہ ہوں اور مجھ پر خدائی وحی نازل ہوتی ہے۔
۹۔ مسیح موعود اس امت کے تمام گزشتہ اولیاء سے افضل ہے۔
۱۰۔ مسیح موعود میں خدا نے تمام انبیاء کے صفات اور فضائل جمع کر دیئے ہیں۔
۱۱۔ کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔
۱۲۔ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہئے۔
۱۳۔ امت محمدیہ کا مسیح اور اسرائیلی مسیح دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔
۱۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی حقیقی مردہ زندہ نہیں کیا۔
۱۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوا۔
۱۶۔ خدا کی وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منقطع نہیں ہوئی۔

دستخط: مرزا غلام احمد

اس کے علاوہ بعض دیگر عقائد کے سلسلہ میں مولانا محمد عثمان صاحب منصوری نے

اپنے رسالہ ردقادیانیت میں بحث کی ہے، مختصر صرف عقائد نقل کئے جاتے ہیں:
۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں ہیں بلکہ آپ کے بعد مرزا قادیانی حقیقی نبی اور قادیانی ہے۔
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں ہیں اور دوسری بعثت قوی و اکمل ہے۔
۳۔ مرزا قادیانی بعینہٖ محمد رسول اللہ ہے اور اس کی جماعت میں شامل ہونے والے اصحابہ ہیں۔
۴۔ مرزا قادیانی کی مزعومہ وحی اور تعلیم مدار نجات ہے۔
۵۔ مرزا کے مزعومہ الہامات قرآن کریم کی طرح قطعی اور یقینی ہیں۔
۶۔ مرزا قادیانی کو ماننے بغیر دین اسلام لعنتی و شیطانی مذہب ہے۔
۷۔ مرزا پر ایمان نہ لانے والا کافر اور جہنمی ہے۔
۸۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔
۹۔ مرزا ہی مسیح ہے۔
۱۰۔ جہاد کا حکم موقوف ہو گیا۔
۱۱۔ قادیانی کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔
۱۲۔ مسجد اقصیٰ قادیان میں ہے۔
۱۳۔ قادیان کا سالانہ جلسہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ قطعی حج ہے۔

انبیاء کرام کی توہین:

مرزا نے اپنی برتری اور افضلیت ثابت کرنے کے لئے دیگر انبیاء کرام پر تہمتیں لگائیں ان کو بے عزت کرنے کی کوشش کی یہاں تک کہ ہمارے حضور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں بخشا۔ عجیب بات ہے کہ اس نے جس نبی کے مثل ہونے کا دعویٰ کیا

خوداس کا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ذلت آمیز ذکر کیا۔ مرزا کی تحریر پڑھئے۔

"مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ کے دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا، اور کبھی نہیں سنا گیا کہ فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے جسم کو چھوا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حَصُور رکھا مگر مسیح کا نام یہ نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔"

اس عبارت میں حضرت مسیح علیہ السلام جیسے پاک نبی پر مرزا نے وہ الزامات عائد کئے جوان کے دور میں ان کے دشمنوں نے بھی عائد نہ کئے تھے، اس میں یہ بھی کہا گیا کہ انہیں اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے نام کے ساتھ حصور کا لفظ استعمال نہیں کیا، جب کہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ دیگر انبیاء کرام حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خود ذات پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استعمال نہیں کیا تو معاذ اللہ یہ سب اسی الزام سے متہم ہوں گے، یہی نہیں بلکہ مرزا نے ایک دوسری جگہ اس سے زیادہ سخت اور نازیبا کلمات ادا کئے، دیکھئے کیا لکھتے ہیں:

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی، آپ کا کنجریوں سے (رنڈیوں) سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجر کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۷)۔

مرزا نے اس طرح کی عبارتوں میں جو گندی اور غلیظ باتیں کہی ہیں وہ انسان کی شرافت ومروت کے خلاف ہے اور اس طرح کی اہانت آمیز باتیں انبیاء کرام کو تو کجا اپنے دشمنوں کے لئے بھی تہذیب وشرافت کے خلاف ہیں لیکن آپ اندازہ لگائیے کہ اس شخص کے اندر تہذیب وشرافت کس درجہ پائی جارہی ہے اور کس قدر گندے الفاظ میں انبیاء کرام کا تذکرہ کر رہا ہے۔ اور تو اور مرزا نے ہمارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں بخشا وہ لکھتا ہے:

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام (یعنی مرزا) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے۔ (قادیانی مذہب۔ص ۲۶۶)
- یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی اشاعت مکمل نہ ہوسکی مسیح موعود نے پوری کی۔

یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ امت مسلمہ، صحابہ کرامؓ اور صلحاؒ وانبیاءؑ میں سے کسی کو بھی مرزا نے نہیں بخشا، غالباً مرزا کے نزدیک اس طرح کی بے سروپا باتیں کرنا کسی پر غلط الزام عائد کرنا، تہمت لگانا، عیب جوئی کرنا، اور اہانت آمیز باتیں کرنا تہذیب کا ایک جزء ہے اور اخلاق کریمانہ کا ایک حصہ۔ ورنہ ایک عام انسان خواہ وہ کسی مذہب پر یقین رکھتا ہو یا بے دین ہو، وہ بھی اس طرح کی باتوں کو تہذیب وتمدن اور شرافت ومروّت کے خلاف تصور کرتا ہے۔

پیشین گوئیاں:

مرزا نے اپنی زندگی میں متعدد پیشین گوئیاں کیں بلکہ پوری زندگی دعوؤں اور پیشین گوئیوں سے بھری نظر آتی ہے، اور لطف کی بات یہ ہے کہ اکثر پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئیں لیکن پھر ان کی بے جا تاویل کرنا پڑتی۔ اس سلسلہ میں دیگر پیشین گوئیوں سے صرف

نظر کرتے ہوئے ایک معرکہ کی متعدد پیشین گوئیاں دلچسپ بھی ہیں اور مرزا کے لئے عبرت کا باعث تھی لیکن مرزا نے ہمیشہ تاویل اور غلط بیانی سے کام لیا مرزا صاحب کے ایک رشتہ دار مرزا احمد بیگ کی ایک لڑکی محمدی بیگم تھی، مرزا کے دل میں اس سے نکاح کی خواہش ہوئی، لیکن احمد بیگ نے انکار کر دیا مرزا نے مرزا احمد بیگ کو مرعوب کرنے کے لئے کہا کہ میں نے خدا کے حکم سے یہ پیام دیا ہے اور اس سے نکاح کا سلسلہ میں وحی والہام ہوا ہے، اور خدا نے مجھے بتایا ہے کہ یہ نکاح ضرور ہوگا، اتفاق سے یہ نکاح ایک شخص سلطان محمد سے طے ہوگیا، مرزا نے اس میں رکاوٹ ڈالنے کی بڑی کوشش کی لالچ بھی دی، دھمکیاں بھی دیں، وحی والہام سے بھی ڈرایا لیکن نکاح سلطان محمد سے ہوکر رہا، مرزا نے کہا کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے ہوا تو سلطان کا نکاح سے اڑھائی سال کے اندر اور محمدی کے باپ کا تین سال کے اندر ضرور انتقال ہوجائے گا اور محمدی بیوہ ہوکر میرے نکاح میں آجائے گی، اللہ کی شان کہ نکاح بھی ہوا اور دونوں لوگ اس مدت کے بعد زندہ رہے، جب یہ مدت پوری ہوگئی تو مرزا نے اس کے بے جا تاویل شروع کردی اسی سلسلہ میں جو الہام خداوندی مرزا پر ہوا اس کا ایک نمونہ بھی دیکھ لیجئے۔

فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک، امر من لدنا انا کنا فاعلین وزوجنکھا بالحق من ربک فلا تکونن من الممترین، لا تبدیل لکلمات اللہ، ان ربک فعال لما یرد، انا رادوھا الیک.

خود مرزا نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ:

سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا، اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں، بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر لیا تیرے رب کی طرف سے سچ ہے پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو، خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے، تیرا رب جس کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے، کوئی نہیں جو اس کو

روک سکے ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔ (انجام آتھم۔ص ۶۰۔۶۱)۔

اس سلسلہ میں مرزا نے بے شمار دعوے کئے، پیشین گوئیاں، الہام و وحی کا حوالہ دیا اور دن بدن بات کو مؤکد کرتے رہے لیکن نہ وہ لوگ مرے نہ دوبارہ محمدی بیگم کا ان سے نکاح ہوا، اور ۱۹۰۸ء میں مرزا کے انتقال کے وقت سلطان محمد زندہ تھا، محمدی بیگم اس کی بیوی تھی، اور سلطان محمد مرزا کے بعد تقریباً ۳۰-۴۰ سال زندہ رہا۔ مرزا نے اس طرح فریب دہی کا کھلا ثبوت فراہم کر دیا۔

کذب بیانی:

مرزا کے جھوٹ کا حال تو بہت برا ہے اور پوری زندگی طرح طرح کی واہیات و خرافات اور کذب بیانی میں صرف کردی، اور اپنی پوری زندگی میں اس قدر کذب بیانی کی کہ خود اس کے لئے مشکل ہوگیا کہ کس طرح ان کی صفائی کرتا پھرے، اس میں ایک جھوٹ وحی الٰہی سے متعلق ہے اور ایک جھوٹ اس کی عادت سے متعلق ہے۔ جھوٹی وحی الٰہی کے ذریعہ اس نے گویا خدا تعالیٰ کے ساتھ بہت بڑی سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اس کا برا حشر کیا اور اپنی زندگی ہی میں وہ اتنا ذلیل و رسوا ہوا کہ پوری دنیا میں قادیانی مذہب کو کفر قرار دیا گیا۔ اور متفقہ طور پر قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا گیا۔

مرزا کے جھوٹ کا یہ حال ہے کہ باقاعدہ اس موضوع پر لوگوں نے رسائل جمع کر دیئے۔ ''کذبات مرزا'' کے نام سے صرف اسی موضوع پر ایک مشہور رسالہ ہے۔

دیکھئے قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اس کی کذب بیانی:

''ضروری تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب امیر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ وہ اس کو کافر قرار دیں گے۔''

مختصر طور پر ایک واقعہ اور سنئے کہ مرزا نے ایک کتاب کی پچاس جلدیں تصنیف کرنے کا اعلان کیا، لوگوں سے تعاون کے لئے کہا، لیکن جب اس کی مدت پوری ہوگئی اور تصنیف سامنے نہ آئی تو لوگوں کا اصرار بڑھا، مرزا سے جب بات نہ بنی تو اس نے یہ تاویل کی کہ پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے، اس لئے میں نے اس کتاب کے پانچ حصے تحریر کردیئے جو گویا بمنزلہ پچاس ہیں۔

اسی سے آپ مرزا کی کذب بیانی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ویسے مرزا کے جھوٹ و فریب بیان کرنے کے لئے دفتر درکار ہے۔ جس کی ان چند صفحات میں گنجائش نہیں ہے۔

فتنۂ قادیانیت سے ہوشیار رہیں:

متفقہ طور پر تمام علماء کرام نے قادیانیت کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ عالم اسلام کی حد رجہ محترم، فعال اور اسلام کی بے پناہ خدمت کرنے والی تحریک رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے اپریل ۱۹۷۴ء میں اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے اسی سال ستمبر میں قادیانی گروہ کے کفر وارتداد وزندقہ کا فیصلہ کیا تھا، لیکن علماء اسلام وصلحاء امت اس فتنہ کو بہت پہلے محسوس کر چکے تھے، مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانی کے مطابق اس فتنہ کا ادراک سب سے پہلے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو ہوا، منکرین ختم نبوت کے خلاف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ نے کفر کا فتویٰ دیا، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بانی و محرک حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے قادیانیت وعیسائیت کے رد کے لئے اپنی پوری عمر وقف کردی، اور رد قادیانیت پر سو سے زائد کتابیں تحریر کیں، ان کا کہنا تھا کہ ''اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے وہ قادیانی کی کتاب پائے۔'' (اشاعت اسلام، ص ۲۴، از مولف)۔

الغرض ملک کے جلیل القدر علماء کرام نے اس فتنہ کی ہیبت نا کی کو محسوس کیا، اور اس

کے تدارک کے لئے جدوجہد کی۔

علامہ اقبال نے تحریر کیا کہ:

''اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے، جس کے حدود مقرر ہیں، یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت پر ایمان، دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں، مثلاً برہمو سماج خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم کی ختم نبوت کو نہیں مانتے، جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا......میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں یا وہ بہائیوں کی تقلید کر لیں یا ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہوتا کہ انہیں سیاسی فوائد پہونچ سکیں۔ (قادیانیت۔ص ۱۵۷-۵۵)

اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اس فتنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''لیکن ارباب فکر ونظر کا فیصلہ یہ ہے کہ قادیانیت محض ایک فرقہ نہیں بلکہ یہ فتنہ اسلامی تاریخ کا سب سے خطرناک فتنہ ہے کیونکہ قادیانیت ایک مستقل دین اور متوازی امت کی دعوت ہے، یہاں پورا دینی نظام ترتیب دیا گیا ہے، شعائر کے مقابلہ میں شعائر، مقدسات کے مقابلہ میں مقدسات، مرکز کے مقابلہ میں مرکز، قبلہ کے مقابلہ میں قبلہ، محبت کی جگہ پر محبت، عظمت کی جگہ پر عظمت، ایک طریق فکر و استدلال کی جگہ پر دوسرا طریق فکر و

استدلال، کتابوں کی جگہ پر کتابیں، ہر چیز کا انہوں نے بدل مہیا کیا ہے، یہاں تک کہ اسلامی تقویم کے قمری وہجری مہینوں کے مقابلہ مہینوں کے نئے نام رکھے ہیں، جس کا صاف مطلب ہے کہ قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف ایک سازش ہے۔''

آج قادیانی گروہ اسلام کا لبادہ پہن کر سادہ لوح اور دین سے ناواقف مسلمانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ہمارے سیدھے سادھے بھائی یہ نہیں سمجھ پاتے کہ یہ کسی اور مذہب کے ماننے والے ہوسکتے ہیں، اس لئے وہ ظاہری شکل وصورت بھی مسلمانوں کی اپناتے ہیں، کلمہ بھی اسلام کا پڑھتے ہیں، اور باتیں بھی احتیاط سے کرتے ہیں، اس طرح دھیرے دھیرے وہ مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں پھنسا لیتے ہیں، اس کتابچہ میں قادیانیوں کے عقائد بیان کردیئے گئے، اگر کوئی اجنبی یا اسلام کی دعوت وتبلیغ کا ظاہری دعویداران عقائد کو بیان کرے یا اس کے اندر قادیانیت کی کوئی علامت ملے تو اس سے گریز اور مقامی علماء کو اس کی خبر کردیں تاکہ عوام گمراہی سے بچ سکیں، اور یہ فتنہ راہ نہ پا سکے، ورنہ نہ جانے کتنے لوگوں کو یہ فتنہ گمراہی کے سیلاب میں بہالے جائے گا اور لوگوں کو علم بھی نہ ہو سکے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے خلاف اٹھنے والی طاقتوں، اور اسلام کو نقصان پہونچانے والے عناصر سے محفوظ رکھے، ہم کو اسلام کا داعی اور سپاہی بنائے، اور آخری سانس تک ہم سے اسلام کی خدمت لے۔

☆☆

تحریک تحفظ ختم نبوت بہار
اور
جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ

تحریک تحفظ ختم نبوت
اور جامعة القاسم دارالعلوم الاسلامیه

● ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

الحمد للّٰہ رب العلمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد، و علی آلہ و صحبہ و علی من تبعھم بإحسان و دعا بدعوتھم إلی یوم الدین،قال اللّٰہ عزوجل فی القرآن الکریم "ماکان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ خاتم النبیین". قال النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم "لا نبي بعدي". أما بعد!

دین کی بنیادی تعلیمات کی اہمیت وافادیت اپنی جگہ مسلم، معاملات کی درستگی کی تمام ہدایتیں اپنی جگہ درست، بلند اخلاق کی تمام تاکیدات اپنی جگہ صحیح، اُسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کا حکم بالکل بجا لیکن ختم نبوت ایمان کی بنیاد اور مکمل ایمان ہے، جو بھی نبوت محمدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلسلۂ نبوت کا اختتام تسلیم نہیں کرتا، اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، جن لوگوں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ماننے سے انکار کیا ان میں سب سے زیادہ شقی، سب سے بڑا بدبخت مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ مرزا نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی جو خطرناک اور ذلیل ترین حرکتیں کیں شاید ہی کسی اور جھوٹے مدعی نبوت کے ذریعہ سامنے آئی ہو۔

اس ملعون شخص نے ختم نبوت کا مسئلہ پیدا کر کے عوام کو ایک بڑے فتنہ میں الجھا دیا

ہے۔ اگر علماء بروقت اس کی سرکوبی کیلئے کمر بستہ نہ ہوتے تو یہ فتنہ مسلمانوں کی آبادیوں اور بستیوں کو کفر کی بستیوں میں تبدیل کر چکا ہوتا، مگر خدا کا شکر ہے کہ اکابرامت نے اپنی پوری قوت سے فتنہ (قادیانیت) کا سدباب کیا۔

بہار اور فتنۂ قادیانیت:

ریاست بہار میں قادیانی فتنہ کوئی نیا فتنہ نہیں ہے بلکہ شمالی بہار کے مختلف علاقوں میں فتنہ قادیانی سے وابستہ لالچی افراد کبھی سربستہ تو کبھی اعلانیہ اپنے مشن کو آگے بڑھاتے رہے ہیں۔ ماضی میں بھی جب قادیانی فتنہ نے شدت اختیار کی اور سرزمین بہار پر اس قدر حملہ کیا کہ مونگیر اور بھاگلپور کے متعلق ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ دونوں اضلاع مکمل قادیانی ہو جائیں گے۔ تو اس فتنہ سے لوگوں کو بچانے کے لئے حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ و جامعہ رحمانی مونگیر بہار (۱۸۴۶-۱۹۲۷) کو کانپور کا قیام ترک کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ اس باطل فرقہ کی سرکوبی کے لئے حضرت مونگیریؒ نے کانپور کو ہمیشہ کے لئے خیرآباد کہہ دیا۔ حضرت مونگیریؒ نے سخت محنت و مشقت کے بعد قادیانیوں کے دام فریب میں گرفتار ہزاروں لوگوں کو تائب کرا کے دوبارہ اسلام میں داخل کرایا۔ سچائی یہ ہے کہ ان بزرگان دین کی انتھک جدوجہد کے باوجود یہ علاقے پوری طرح سے قادیانیوں کے چنگل سے کبھی آزاد نہیں ہوئے۔

حالات اور موقع کی مناسبت سے فتنہ قادیانیت سر اٹھاتا رہا، ایسا بھی نہیں کہ بہار کے علماء کرام ملعون قادیانیوں کا تعاقب نہیں کر پا رہے ہیں یا وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے کسی معجزہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ بھی فتنۂ قادیانیت کے باطل نظریات کی بیخ کنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اس کے باوجود مونگیر کے ایک گاؤں غازی پور میں آج بھی قادیانیوں کی خاصی تعداد آباد ہے۔

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کی مہم:

گزشتہ چند سال قبل فتنۂ قادیانیت نے اس علاقے پر ایک بار پھر منظم طور سے حملہ کیا اور ضلع مجسٹریٹ (سپول) کی سرپرستی میں غریب اور ناخواندہ مسلمانوں کے عقیدے پر شب خون مارنے کی ناکام کوشش کی۔ اپنے عہدے اور رتبہ کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے ڈی ایم سپول قادیانی نے علاقے کے سیکڑوں غریب اور ناخواندہ لوگوں کو روپے پیسے کا لالچ دیکر قادیانیت میں شامل کرایا۔ اس کی یہ اسلام مخالف مہم ابھی جاری ہی تھی کہ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے بانی و مہتمم مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کو کسی ذرائع سے اس فتنہ کی بھنک لگ گئی۔ پھر کیا تھا اس بندہ خدا نے تن تنہا بلا کسی خوف و خطر کے اس فتنہ کے خلاف ایسی کارروائی کی کہ قادیانیوں کے خیمہ میں ہلچل مچ گئی اور اس کی صدائے بازگشت نہ صرف بہار بلکہ پوری دنیا کے قادیانیوں میں پھیل گئی۔

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے ''ہمت مرداں مدد خدا'' کے مصداق اپنے چند مخلص احباب اور جامعۃ القاسم کے اساتذہ کے ساتھ مل کر سفید لباس میں ملبوس ان کالی بھیڑوں کا اس طرح سے ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ ڈی ایم کے ہوش اڑ گئے۔ حالانکہ اس دوران مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کو دھمکی آمیز خطوط موصول اور مسلسل فون آتے رہے، مگر ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی ''بلکہ لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا''۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی قادیانی مخالف مہم نے تحریک کی شکل اختیار کر لی۔

علماء و دانشوران قوم کے نام خطوط:

سپول کے ضلع مجسٹریٹ نے قادیانی بنانے کے لئے لوگوں میں روپے تقسیم کرنا شروع کر دئے، ایک اطلاع کے مطابق اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے تقریباً 25 کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔ اس کے بعد ۱۰ را پریل ۲۰۰۸ء کو راشٹریہ سہارا پٹنہ ایڈیشن اخبار

میں ڈی ایم سپول نے قادیانی کے صد سالہ خلافت (جوبلی) کی خبر شائع کی تو مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ان کی اسلامی حمیت بیدار ہوگئی اور وہ کھل کر قادیانیوں کے سامنے آگئے۔ان کی سعی سے ہی قادیانیوں کے پانچویں خلیفہ پوپ مرزا مسرور کے پروگرام کے انعقاد کو ناکام بنادیا گیا۔۲۳مئی ۲۰۰۸ءجس کی خبر ہندی کے ایک اخبار ''دینک جاگرن'' نے دی اور مرزا مسرور کی تصویر بھی چھاپی اس طرح سے ہزاروں لوگوں کو فتنہ قادیانیت کے جال سے نکالنے میں انہیں پہلی کامیابی ملی۔

قادیانی مخالف مہم کو باضابطہ تحریک کی شکل دینے کے لئے حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے ملک بھر کے مشاہیر علماء کرام اور دانشوران کو خطوط لکھے۔ان میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، مسلم پرسنل لا بورڈ، جمعیۃ علماء ہند، جماعت اسلامی ہند، آل انڈیا ملی کونسل، مرکزی جمعیۃ علماء ہند، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات، حضرت مولانا غلام محمد وستانوی، اشاعت العلوم اکل کوا جیسے بڑے دینی ادارے شامل ہیں۔ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند (وقف) حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب، صدر مسلم پرسنل لا بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت مولانا محمد شاہد سہارنپوری امین عام، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دیوبند، حضرت مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد سلمان مظاہری ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ پھلواری پٹنہ، ڈاکٹر منظور عالم صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا ملی کونسل نئی دہلی، حضرت مولانا عبداللہ مغیثی صدر آل انڈیا ملی کونسل نئی دہلی، حضرت مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب امیر جماعت اسلامی ہند، حضرت مولانا ارشد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند، حضرت مولانا سید احمد بخاری صاحب شاہی امام جامع مسجد دہلی، حضرت مولانا محمد ولی

رحمانی صاحب سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر، حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت مولانا نظام الدین صاحب امیر شریعت امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ اور حضرت مولانا مفتی مکرم احمد صاحب امام وخطیب شاہی مسجد فتحپوری دہلی وغیرہ کو بھی خطوط ارسال کئے۔

جن علماء کرام کو خطوط لکھے گئے ان میں تقریباً 25 علماء کی جانب سے خطوط کے جواب بھی موصول ہوئے۔ان علما کرام نے جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کا برملا اعتراف کیا اور خلوص دل سے قادیانی مخالف اس تحریک کی ستائش کی۔بعض اکابر علماء نے نہ صرف اس کے اجلاس و پروگرام میں شرکت فرمائی بلکہ ہر ممکن تعاون دیا اور حوصلہ افزائی بھی کی تاکہ یہ تحریک کسی بھی طرح سے کمزور نہ پڑ سکے۔جن بزرگ علماء کے جواب موصول ہوئے انھیں ذیل کے سطور میں درج کیا جارہا ہے۔

☆☆

پیغام

بموقع تحفظ ختم نبوت کانفرنس

(منعقدہ: ۱۹/۲۰/۲۱/نومبر ۲۰۰۸ء)

● **حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی**

الحمد للہ رب العلمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد، و علی آلہ و صحبہ و علی من تبعھم باحسان و دعا بدعوتھم الی یوم الدین، أما بعد:

برادران اسلام! ادھر چند برسوں سے قادیانیت کے فتنہ نے ہندوستان، پاکستان اور دنیا کے دوسرے ممالک میں پھر سے سر اٹھایا ہے، ان کا مرکز لندن اور پیرس وغیرہ میں ہے جس کی وہ سرپرستی کر رہا ہے، یہ کام کس کے اشارہ پر ہو رہا ہے اس کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں ہے، اس وقت دنیا کی مسلم دشمن طاقتیں کھل کر اسلام کو ختم کرنے یا نور حق کو بجھانے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں اور ان کے بعض لوگ تو برملا کہتے ہیں کہ ہمیں تو اسلام کو توڑنا یا ختم کرنا ہے، اس لئے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے جتنے طریقے ہو سکتے ہیں ان کے لئے بڑے مصارف اٹھائے جا رہے ہیں، ایسے حالات میں قادیانیت کا فتنہ پوری قوت کے ساتھ سر اٹھا رہا ہے اور جگہ جگہ اس کے کارپرداز پیسے اور غلط بیانی کے ذریعہ اس میں مبتلا کرنے کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے دیہاتوں میں جہاں عموماً کم پڑھے لکھے اور دین سے ناواقف لوگ ہیں، مسجدوں میں قبضہ اور اماموں کو اونچی تنخواہ کی لالچ دیکر اپنے کو صحیح داعی حق ظاہر کر کے اسلام کی دیوار میں نقب لگا رہے ہیں، ہم سب پر یہ

مجموعہ القاسم: جلد سوم — تحفظ ناموس رسالتؐ

فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں کو اس خطرہ سے آگاہ کریں اور اپنے ان اسلاف کی پیروی کریں جنہوں نے گذشتہ صدی میں جب یہ فتنہ زور پکڑ رہا تھا، جس کی سرپرستی برطانوی سامراج کر رہا تھا، مقابلہ کیا اور فتنہ کو تقریباً ختم کر دیا تھا، آج ہم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ یہ فتنہ پھر ابھر رہا ہے، اس کا ہم پھر سے مقابلہ کریں۔

اس کا مقابلہ کرنا زیادہ دشوار اس لئے نہیں ہے کہ اس میں جھوٹ اور لالچ سے کام لیا جاتا ہے، اس کے اس دھوکہ کو واضح کر دیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ خاتم النبیین اور رسول برحق سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی نبوت کے مقابلہ میں یہ جھوٹی نبوت کھڑی کی گئی ہے، اور اس میں جھوٹی باتوں کا سہارا لیا گیا ہے، اور اس طرح لوگوں کے ایمان کو خطرہ میں ڈالا جا رہا ہے، یہ باتیں اتنی واضح ہیں کہ اس کو لوگوں کو بتا دینا ہی اس فتنہ کے روک دینے کے لئے مفید ہے، لیکن اس کے لئے کوشش کرنے اور وقت صرف کرنے کی ضرورت ہے، اور یہ ہم سب کا فریضہ ہے جو حضرت خاتم الرسل سیدنا محمد رسول اللہ (ﷺ) کے ماننے والے ہیں، یہ آپ کی عزت پر حملہ ہے، ایسی صورت میں کسی بھی صاحب ایمان کے لئے کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ ایسے موقع پر وہ چپ رہے اور مقابلہ نہ کرے۔

ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب کو کہ وہ اس کے لئے علماء کا تربیتی کیمپ اور ایک عظیم اجتماع منعقد کر رہے ہیں تاکہ اس فتنہ کے شر کو سب کے سامنے کھول کر بیان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔

میں اپنی صحت کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے اس میں حاضر نہیں ہو پا رہا ہوں، لہٰذا اپنے الفاظ اور زبان سے شرکت کا شرف حاصل کر رہا ہوں، اور میری طرف سے کوئی نمائندہ میرے ان الفاظ کے ساتھ شریک اجتماع ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ مفید بنائے۔

دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ — (محمد رابع حسنی ندوی)

تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی) — ۱۴۲۹/۱۰/۳۰ھ مطابق ۲۰۰۸/۱۰/۳۱ء

خطبہ استقبالیہ

(رد قادیانیت پروگرام)

● مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

الحمدلله رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علی رسوله الکریم امابعد

برادران اسلام، مہمانان کرام، سامعین عظام!

سب سے پہلے ہم جملہ اراکین، ذمہ داران، اساتذہ اور طلبائے جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ اپنے تمام مہمانان کرام اور علماء اسلام کا پرخلوص استقبال کرتے ہیں اور اپنے تمام مہمانوں وسامعین کے بے حد ممنون ومشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری دعوت پر یہاں آنے کی زحمت اٹھائی، سیلاب کی قہرسامانیوں نے اس علاقے کے سبھی راستوں کو تہس نہس کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہاں پہنچنا کافی دشوار ہوگیا ہے پھر بھی محض ناموس رسالت اور دینی فکرمندی کے تحت علماء اسلام کا اتنا بڑا قافلہ یہاں موجود ہے یہ ہمارے لیے نہ صرف مسرت کی بات ہے بلکہ قابل فخر وسعادت بھی ہے۔

سامعین کرام!

دریائے دجلہ کے کنارے اسلام کی سربلندی کے لیے امت اسلامیہ کا ایک پاکباز قافلہ جب خیمہ زن ہوا تھا تو سپہ سالاران اسلام کے پاس نہ دنیاوی وسائل تھے اور نہ جدید ٹکنالوجی سے وہ لیس تھے، البتہ ان کے پاس مستحکم عقیدہ کی دولت تھی اور ان کی رگوں میں ایمانی قوت کا پرجوش خون ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ چنانچہ تاریخ نے اپنی کھلی آنکھوں سے

دیکھا کہ بے سروسامان وہ قافلہ راہ حق میں بلا کچھ سوچے سمجھے نکل پڑا اور کامیابی ان کے قدم چومتی چلی گئی۔ آج جو قافلہ دریائے کوسی کو عبور کرکے یہاں پہنچا ہے اس کے پاس بھی ایمانی حرارت ہے اور عزیمت کی دولت سے وہ مالا مال ہے، انشاء اللہ اس قافلہ کو بھی کامیابی نصیب ہوگی۔

حضرات علماء کرام!

جس مقام پر آپ حضرات تشریف فرما ہیں وہ کوسی کمشنری کا ایک نہایت پسماندہ گاؤں ہے، اس کے پیچھے تاریخی بیرج ہے جو ۵۶/چھپن دروازوں پر مشتمل ہے، جس کی تعمیر سابق وزیراعظم ہند آنجہانی پنڈت جواہرلال نہرو اور ویرو کرم شاہ مہندر سابق شاہ نیپال کے دور حکومت میں ہوئی تھی۔ اس علاقے میں ہندوستان کی تاریخی ندی کوسی بڑے آب و تاب کے ساتھ جاری رہتی ہے، یہ ندی کہیں بہار لاتی ہے تو کہیں تباہی مچاتی ہے، بالخصوص جولائی/اگست میں یہ ندی اپنے شباب پر رہتی ہے جس کی وجہ سے مکانات اور فصلیں زیر آب ہوجاتی ہیں اور ہر سال یہاں کے مزدوروں اور کسانوں کو طرح طرح کے مسائل کا سامنا رہتا ہے۔ چونکہ اس علاقے کے نوے فیصد لوگوں کا ذریعہ معاش زراعت ہے اس لیے سیلاب ان کے لیے ہر برس قہر بن جاتا ہے اور شاید اس علاقے میں غربت کی ایک بڑی وجہ سیلاب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہماری ان آسمانی آفات وآلام سے حفاظت فرمائے (آمین)

حضرات!

یہاں دو کمشنریاں ہیں، کوسی کمشنری اور پورنیہ کمشنری، دونوں کمشنریاں سات اضلاع پر محیط ہیں۔ ان دونوں کمشنریوں کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ شمال میں نیپال کی لمبی سرحد ہے، شمال مشرق میں ہندوستان کی سات ریاستوں سمیت اروناچل پردیش کا وہ علاقہ بھی ہے جس پر چین ہمیشہ اپنا دبدبہ قائم کرکے ہندوستان کی مشکلیں بڑھاتا رہتا ہے، جب کہ

مشرق میں مغربی بنگال کے ساتھ ساتھ بنگلہ دیش کی کھلی سرحد ہے، یوں سمجھا جائے کہ یہ علاقہ نیپال، چین اور بنگلہ دیش کے ہندوستان میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ چنانچہ جب جب ہندوچین کے آسمانوں میں جنگ کے بادل منڈلاتے ہیں تو یہاں کے لوگ سراسیمگی کی کیفیت سے دوچار ہوجاتے ہیں لیکن جب جب موقع آیا ہے یہاں کے لوگوں نے ہندوستانی افواج کی دل کھول کر مدد کی ہے اور حب الوطنی سے سرشار ہوکر ان کا جوش وحوصلہ بڑھایا ہے۔

محترم دوستو!

اسلام کے اصول واساس کے انکار کرنے والے اور ختم نبوت پر یقین نہ رکھنے والے یقینی طور پر اسلام سے خارج اور لائق رد ہیں۔ عالم اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قادیانی چونکہ نہ صرف محمد ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا انکار کرتے ہیں بلکہ اسلام کے بہت سے اصولوں کے منکر ومنحرف ہیں اس لئے ان کا اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں۔ تاہم قادیانیوں نے عالمی سطح پر مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ پر شب خون مارنے کی ایک ہمہ گیر اور منظم مہم چلا رکھی ہے جس سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھنا علماء امت کی اولین ذمہ داری ہے۔

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں قادیانیوں کی شرانگیز مہم جاری ہے اور ان کے مبلغین، اسلام کے نام پر ہی بھولے بھالے مسلمانوں کو کفر وضلالت کی راہ پر لے جارہے ہیں۔ ضلع سپول سمیت شمالی بہار کے بعض علاقوں اور نیپال کی ترائی میں قادیانیوں نے کذب وافترا اور مال وزر کی بدولت رسوخ حاصل کرلیا ہے اور ڈھائی برس قبل جب شریف عالم نامی شخص سپول کے ضلع مجسٹریٹ کی حیثیت سے تعینات ہوا جو بہار، جھارکھنڈ اور نیپال کے قادیانیوں کا امیر ہے، تو اس علاقہ میں قادیانی فتنہ کو مزید قوت حاصل ہوئی اور مذکورہ ڈی ایم نے اپنے عہدے کا غیر آئینی استعمال کرتے ہوئے قادیانی مبلغ کے طور پر مہم چلائی اور بہت سے مفلوک الحال، مسائل ومشکلات سے پریشان اور ناخواندہ مسلمان اس کی دام میں

آ گئے۔ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے اساتذہ اور مخلصین کے تعاون سے ہم نے جب قادیانیوں کے خلاف مہم چلائی تو ہمیں طرح طرح کی دھمکیاں بھی دی گئیں اور کئی لوگوں کو نقصانات بھی اٹھانے پڑے یہاں تک کہ جامعۃ القاسم کے خلاف بھی طرح طرح کے شکوک وشبہات کی باتیں پھیلائی گئیں۔ الحمدللہ ہم ثابت قدمی کے ساتھ قادیانیوں کی شرانگیزیوں کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔ گرچہ عوامی، سیاسی اور صحافتی سطح پر جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ، سپول کی سرکردگی میں چلائی گئی مہم اور زبردست جدوجہد کی بنا پر اس کا تبادلہ ہوگیا ہے لیکن علاقے میں قادیانیت کے جراثیم گاؤں گاؤں تک پھیل چکے ہیں، اس کے سدباب کے لیے قدم اٹھانا ضروری تھا چنانچہ احقر نے ہندوستان بھر کے تقریباً دوسو ممتاز علماء کو خطوط تحریر کیے اور صورتحال سے آگاہ کیا۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن، دارالعلوم دیوبند وقف کے مہتمم حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی، امیر شریعت حضرت مولانا سید نظام الدین مدظلہ، مظاہر علوم کے ناظم حضرت مولانا سلمان مظاہری، مظاہر علوم وقف کے ناظم مولانا محمد سعیدی اور درجنوں دیگر اکابر علماء اور امارت شرعیہ، جمعیۃ علماء ہند، جماعت اسلامی ہند ودیگر تنظیموں نے بھی خطوط کا جواب دے کر فکرمندی کا اظہار کیا اور ہماری کوششوں کو سراہا نیز یہ یقین دہانی کرائی کہ تحفظ ختم نبوت مہم میں ان کا بھرپور تعاون ملے گا۔ چنانچہ جب اس سلسلے میں احقر نے اپنے چند احباب کو لے کر دارالعلوم دیوبند کا سفر کیا اور وہاں ذمہ داران سے ملاقات کی اور راست طور پر انہیں صورتحال سے واقف کرایا تو کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصورپوری اور نائب ناظم حضرت مولانا محمد شاہ عالم گورکھپوری صاحب نے مسئلہ کی نزاکت کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے ہمیں گراں قدر مشورے دیے اور اپنے تجربات ہمارے سامنے پیش کیے تاکہ قادیانیوں کی شرانگیزیوں کے خلاف عملی اقدامات کیے جاسکیں۔ اسی کے

ساتھ یہ بھی طے پایا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کی نگرانی اور جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول کے زیر اہتمام علماء کا ایک تربیتی کیمپ اور اجلاس عام منعقد کیا جائے، کئی میٹنگوں کے بعد تربیتی کیمپ کا نقشہ کارمرتب ہوا اور اسی فیصلہ کی روشنی میں آج ہم اور آپ یہاں جمع ہیں۔ اس علاقہ میں کچھ دنوں سے قادیانی مبلغین کا دوردورہ ہے جہاں سے ان کا انخلاء نہایت ہی ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کی ایمان وایقان کی حفاظت کی جاسکے۔

بزرگو اور دوستو!

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ریاست بہار ہمیشہ سے زرخیز رہی ہے، علماء، صلحا، اتقیاء غوث وقطب اور دانشوران قوم وملت یہاں بڑی تعداد میں پیدا ہوئے جنہوں نے زندگی کے ہر شعبے میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ بے مثال خدمات جلیلہ کے باوجود انہیں نام ونمود اور شہرت سے وحشت رہی اور گمنامی ہی کو پسند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے بہار میں اکثر کے حالات مدون نہیں اور نہ ہی بعد کے دنوں میں ان کے حالات کی ترتیب وتدوین کا کوئی اہتمام کیا گیا، گویا بہار کے اہل علم وفن ایک گمنام گلاب کے باغیچے کی طرح رہے اور عالمی سطح پر اس باغیچے کی خوشبو پھیلتی رہی اور عوام وخواص معطر ہوتے رہے۔ علمی، تحقیقی، تربیتی، تصنیفی، اصلاحی، تبلیغی، تحریکی کاموں میں علماء بہار کا اہم حصہ رہا ہے، امام منطق وفلسفہ صاحب سلم العلوم حضرت علامہ محبّ اللہ بہاریؒ، شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ، صاحب عون المعبود شیخ شمس الحق عظیم آبادیؒ، اسلامی معاشرے کے تشکیل کے نقیب اور بانی امارت شرعیہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ اور مجاہد آزادی حضرت سید شاہ محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ کا کردار ہمارے دل ودماغ کو جھنجھوڑتا رہا ہے۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ اور حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ کے نقوش جمیل سے ایک جہان مستفید ہوا ہے، ادیب شہیر علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کی علمی، تحقیقی وتصنیفی کارناموں کو کسی طرح نہیں بھلایا جاسکتا۔ اسی طرح

لاتعداد علمائے دینِ متین اس سرزمین میں پیدا ہوئے جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی، انہی شخصیات میں سے حضرت اقدس مولانا بشارت کریم صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ، مولانا ولایت علیؒ اور مولانا یحیٰ علی عظیم آبادیؒ، شاہ ولی اللہ تحریک کے علم بردار بن کر سامنے آئے اور سب سے اخیر میں علم وادب اور فقہ وشریعت کے رمز شناس حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ شاہ ولی اللہ تحریک کے میر کارواں کی حیثیت سے عالم اسلام میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ایسے ہی علماء ومفکرین نے علم وتحقیق کی بزم میں چار چاند لگایا اور دعوت وتبلیغ واصلاح امت کو اپنا فریضہ جان کر زبردست محنت کی۔ صوبہ بہار کی دو عظیم شخصیتوں حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری اور حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ اس خطہ میں کبھی دینی مزاج وماحول کے لیے سرگرداں رہے تو کبھی رسوم وبدعات کے خاتمہ کے لیے گاؤں گاؤں کی خاک چھانتے رہے اور کبھی قادیانیت سمیت دیگر فرقۂ باطلہ کی سرکوبی کے لیے شب وروز ایک کرتے رہے۔ ان بزرگوں نے اصلاح معاشرہ اور فرقۂ باطلہ کی سرکوبی کے لیے مدارس ومکاتب کے قیام کی تحریک شروع کی، اسی سلسلۃ الذہب کی سنہری کڑی کے طور پر "جامعة القاسم دارالعلوم الاسلاميه" بھی ہے جو انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں شروع ہوا لیکن اس وقت دس ایکڑ وسیع وعریض اراضی پر پھیلا ہوا یہ ادارہ سینکڑوں کی تعداد میں تشنگان علومِ نبوت اور ۴/درجن سے زائد اساتذہ وملازمین کا حسین سنگم آپ کی نگاہوں کے سامنے دینی وتعلیمی خدمات انجام دینے میں مصروف ہے۔

بزرگان محترم!

جامعۃ القاسم ابھی قادیانی مشن کے خلاف علمائے حق کا قافلہ لے کر گاؤں گاؤں کا دورہ کرہی رہا تھا اور اس کے سدباب کے لیے مختلف سطح پر کوشش کرہی رہا تھا کہ اس علاقے میں باندھ ٹوٹ جانے اور کوسی ندی کا رخ مڑ جانے کی وجہ سے یہاں طلاطم خیز سیلاب نے قہر برپا کردیا۔ یہ ایسا سیلاب تھا تاریخ میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔

آپ حضرات کے علم میں بھی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ یہ بات آئی ہوگی کہ شمالی بہار میں سیلاب سے جو تباہی و بربادی ہوئی ہے اس کا خاص مرکز ضلع سپول کے ہی دیہی علاقے اور مدھے پورہ، پورنیہ اور ارریہ ہیں۔ واضح ہو کہ سیلاب کی قہرسامانی کا شکار جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ راست طور پر ہوا۔اس علاقہ کی سیکڑوں غریب بستیاں اس طوفانی سیلاب میں بہہ چکی ہیں جس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔کوسی ندی کا جو پشتہ ٹوٹا ہے اور جس نے یہ تباہی مچائی ہے وہ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سے محض 30 کلومیٹر دوری کے فاصلہ پر ہے،اس پشتہ کے ٹوٹنے سے تقریباً 220 کلومیٹر کا علاقہ اس طرح پانی کی زد میں آیا کہ کچے مکانات بالکل بہہ گئے، یا منہدم ہو گئے،لوگوں کو اتنا وقت نہیں ملا کہ وہ اپنے غلے، جانور وغیرہ نکال کر محفوظ مقام پر رکھ سکیں،اس طوفان بلاخیز میں یا تو لوگوں نے اونچی سڑکوں پر پناہ لی یا پھر پختہ مکانات کی چھتوں پر۔ارریہ، سپول پرتاپ گنج، نرپت گنج، سہرسہ، مدھے پورہ، کٹیہار، کھگڑیا کے تقریباً 9000 گاؤں بالکل تباہ ہو چکے ہیں، یہ اعداد وشمار سرکاری ہیں، حقیقی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے، سرکاری اعداد وشمار اور ذرائع ابلاغ کے مطابق اس سیلاب سے تقر 12 اضلاع کے ڈیڑھ کروڑ لوگ متاثر ہوئے جن میں 40 لاکھ لوگ بے گھر ہوئے ،انسانی لاشیں بہتی ہوئی دکھائی دیتی رہیں۔جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کی چھتوں پر تقریباً 10 ہزار افراد نے اولاً پناہ لی ،لیکن جب چاروں طرف سے سیلاب نے گھیر لیا تو انہیں بوٹ اور کشتی سے محفوظ مقامات پر لے جایا گیا۔

جامعۃ القاسم کے احاطہ میں چار فٹ سے زیادہ پانی تھا اور دارالاقامہ کے ساتھ جامعہ کی دیگر عمارتوں مثلاً لائبریری میں پانی گھس گیا، چونکہ طلبا کی چھٹی ہو چکی تھی اس لیے جانی اتلاف تو نہیں ہوا البتہ جامعہ کے گودام میں رکھے ہوئے غلوں کو نہیں نکالا جاسکا اور پانی کی وجہ سے سب تباہ و برباد ہو گیا۔ ہزاروں کتابیں پانی میں خراب ہو گئیں۔صورتحال اس قدر خراب ہوگئی کہ علاقہ خالی ہو گیا، دکانیں بند،شہر تک آنے جانے کے ذرائع نہیں، ان

حالات میں جامعہ کے اراکین نے 2 عدد موٹر بوٹ کا نظم کیا جس کا یومیہ کرایہ بھی ادا کرنا پڑا،اس کے علاوہ مصیبت کی اس گھڑی میں جامعہ کی ریلیف ٹیم علاقے میں ہنگامی طور پر پریشان اور بھوکے پیاسے لوگوں کو صرف انسانیت کی بنیاد پر کھانے کے پیکٹ تقسیم کیے۔ چاول، چوڑا، موڑھی، بچوں کے لیے دودھ کے پیکٹ، موم بتی، ماچس اور سیکڑوں پلاسٹک کے ترپال تقسیم کیے گئے۔

سیلاب کی تباہی نے علاقے میں بھکمری کی کیفیت پیدا کر دی تھی لیکن الحمدللہ ہندوستان بھر کی مختلف تنظیموں اور حکومت کی ریلیف و بازآبادکاری نے لوگوں کو بڑا حوصلہ دیا، ایسے وقت کا فائدہ اٹھا کر قادیانیوں نے بہت سے لوگوں کو ریلیف کے نام پر دام فریب میں لانا چاہا جب ہمیں اس کی اطلاع ہوئی تو ہم نے ایک بار پھر اس کی جانب توجہ دی اور گاؤں گاؤں بیداری کا کام کیا اور یہ تربیتی کیمپ بھی اسی سلسلے کی امتیازی کڑی ہے۔

حضرات سامعین!

اس تاریخی موقع پر آپ تمام حضرات کی حاضری کو میں اپنے لیے سعادت کی بات سمجھتا ہوں اور آپ سبھوں کا بے حد ممنون و مشکور ہوں، ایسے حالات میں جب کہ محض تین کلومیٹر کے فاصلے کو طے کرنے میں تین سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے جانا پڑ رہا ہے آپ حضرات نے پریشانیاں جھیل کر یہاں تک کا سفر کیا اس کا بہترین بدلہ اللہ ہی دینے والا ہے تاہم ہماری میزبانی میں اگر کوتاہی رہی ہو تو معاف فرمائیں گے۔اس موقع اکابر علماء نے جو رہنمائی کی ہے اس کی روشنی میں آپ سب یہ عہد کریں کہ ہم دین وشریعت کے تحفظ کے لیے ہمہ دم سرگرم ومستعد رہیں گے۔اللہ تعالی ہم سب کو کہنے سننے سے زیادہ عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین۔

☆☆

قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں

عالم اسلام کے علماء اور حکومتوں کے فیصلے

● مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

مرزا غلام احمد اپنے عقائد کے آئینہ میں:

مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد پر مشتمل اتنی عبارتیں ہیں کہ ان کی تفصیل مختصر رسالہ میں نہیں آسکتی۔ چند عبارتیں بطور نمونہ تحریر کی جارہی ہیں کہ ان کے مطالعہ سے قادیانی کا صحیح چہرہ قارئین کے سامنے آجائے اور ان کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

1:- خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب واخلاق کے ساتھ بھیجا۔ (اربعین 3 صفحہ 36 روحانی خزائن صفحہ 426 جلد 17)

2:- سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء صفحہ 11)

3:- میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ خزائن صفحہ 211 جلد 22)

4:- نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 391 روحانی خزائن صفحہ 406 جلد 22)

5:- خدا نے مجھے اطلاع دی تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (اربعین 3 صفحہ 28 حاشیہ خزائن صفحہ 417 جلد 17)

6:- خدا نے میرے اوپر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ (تذکرہ صفحہ 607)

مرزا بشیر الدین محمود نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ”کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“ (آئینہ صداقت صفحہ 135)

مرزا غلام احمد قادیانی کا دوسرا بیٹا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے ”ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“ (کلمۃ الفصل صفحہ 110)

علماء کے فتاوے:

مذکورہ بالا اقوال اور ان جیسی بے شمار کفریات عبارتوں کی بناء پر مرزا غلام احمد قادیانی علیہ اللعنہ کے زمانے سے لیکر اب تک تمام مکاتب فکر کے علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت کے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔ ان فتاویٰ میں سے چند فتوے ناظرین کے پیش خدمت ہیں۔

علماء دیوبند کا متفقہ فتویٰ:

(1) مرزا غلام احمد اور اس کے جملہ معتقدین درجہ بدرجہ مرتد، زندیق، ملحد، کافر اور فرقہ ضالہ میں یقیناً داخل ہیں۔

(2) معتقدین مرزا مذکور کے ساتھ کوئی اسلامی معاملہ شرعاً ہرگز درست نہیں۔ مسلمانوں کو ضروری اور لازم ہے کہ مرزائیوں کو نہ اسلامی سلام کریں نہ ان سے رشتہ قرابت رکھیں نہ ان کا ذبیحہ کھائیں نہ ان سے محبت اور الفت رکھیں نہ ان کو اپنے اسلامی مجمعوں میں شریک ہونے دیں نہ ان کی مجلسوں میں اہل اسلام شریک ہوں۔ جس طرح یہود ونصاریٰ اور ہندو سے اہل اسلام مذہباً علیحدہ رہتے ہیں اس سے زیادہ مرزائیوں سے الگ رہیں۔ جس طرح سے بول وبراز، سانپ اور بچھو سے پرہیز کیا جاتا ہے اس سے زیادہ مرزائیوں

سے پرہیز کرنا شرعاً ضروری اور لازمی ہے۔

(3) کسی مرزائی کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔ مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہے جیسا یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں کے پیچھے۔

(4) مرزائیوں کو نماز پڑھنے یا دیگر مذہبی احکام ادا کرنے کے لیے اہل سنت والجماعت اور اہل اسلام اپنی مسجدوں میں ہرگز نہ آنے دیں۔(القول الصحیح فی المکائدالمسیح صفحہ 11-12)

اس فتویٰ پر مندرجہ ذیل مشاہیر علماء دیوبند کے علاوہ تقریباً ڈیڑھ سو علماء ومفتیان کرام کی تصدیقات وتائیدات ہیں جن میں سے کچھ بزرگوں کے نام ذکر کیے جا رہے ہیں۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، مناظر اسلام حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی امروہوی، فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین مرادآبادی، حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہم اللہ۔

مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ:

’’سوال مذکور الصدر میں اکثر ایسے امور ذکر کیے گئے ہیں جو مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ناجائز اور موجب کفر وارتداد قائل ہیں۔ پس جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہو اور ان اقوال کا مصدق ہو تو اس کے کفر میں کچھ کلام نہیں وہ شرعاً مرتد ہوگا، جس کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جو پہلے سے اہل اسلام تھا بعد نکاح کے قادیانی ہوگیا۔ اس کا نکاح فوراً شرعاً باطل ہو جائے گا۔‘‘

اس فتویٰ پر صاحب بذل المجہود حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی

صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ وغیرہ اکابر کے دستخط ہیں۔

(استنکاف المسلمین صفحہ 20 مرتبہ مولانا نور احمد الرشری)

ندوۃ العلماء لکھنؤ کا فتویٰ:

مرزا قادیانی کی عبارتوں پر مشتمل ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرما کر ان اقوال مذکورہ استفتاء کا جو شخص قائل ہو وہ کافر ہے اسلام سے خارج ہے مناکحت وغیرہ اس سے جائز نہیں۔(استنکاف المسلمین صفحہ 24-25)

حضرت مولانا محمد علی مونگیری علیہ الرحمہ کا فتویٰ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے (جس طرح مرزا صاحب نے اعلان کیا) وہ قرآن وحدیث کی رو سے کاذب ہے اب جو اس کے پیغام کی تبلیغ کرے اور مسلمانوں کو اس پر ایمان لانے کی ترغیب دے وہ بھی بالیقین کفر ومعصیت کی تبلیغ کرتا ہے۔(مکتوبات محمدیہ)

بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کا فتویٰ:

مرزا غلام احمد قادیانی بہ سبب ادعاء نبوت وتوہین انبیاء کافر تھا اور اس کے تمام متبعین کافر ہیں جو مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کی اس کے دعاویٰ باطلہ میں تصدیق کرے وہ مرتد ہے، ان کے ساتھ مرتدین کا برتاؤ کرنا چاہیے، اور جو لوگ ان کے متبعین کی اولاد ہیں اور نیز غلام احمد قادیانی کی اولاد جو بعد ادعاء نبوت پیدا ہوئے اور ان کے عقیدے کی تصدیق کرتے ہیں تو یہ سب کے سب کافر اصلی ہیں۔(فتاویٰ امارت شرعیہ جلد 1 صفحہ 33)

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا فتویٰ:

فرقہ قادیانی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے ہیں بلکہ یہ

اعتقاد رکھتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی ہوسکتا ہے۔اسی بناء پرمرزا غلام احمد قادیانی کو وہ لوگ نبی کہتے ہیں، یہ عقیدہ قرآن وحدیث اوراجماع امت کے خلاف ہے اورایسا اعتقاد رکھنے والا آدمی مسلمان باقی نہیں رہتا ہے۔ ’’**اذالم یعرف الرجل ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم اخر الانبیاء علیہم وعلی نبیناالسلام فلیس بمسلم کذا فی الیتیمة فتاوی ہندیة**‘‘ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد1 صفحہ 35)

جمعیۃ علماء ہند کا فتویٰ:

’’قادیانی جماعت مع اپنے بانی اوران تمام پارٹیوں کے جومرزا صاحب پراعتماد رکھتی ہے اسلام سے خارج ہے اورمرتد کے حکم میں ہے۔نہ ان سے رشتہ مناکحت جائز ہے، نہ رشتہ موانست ومودت، نہ انہیں مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا جائز ہے نہ ان سے وہ معاملات وتعلقات رکھنے جائز ہیں جومسلمانوں سے رکھے جاسکتے ہیں۔‘‘

نوٹ:- یہ فتویٰ جمعیۃ علما ہند کے اجلاس عام سورت منعقدہ 1956 کے موقع پر مرتب کیا گیا جس پرمندرجہ ذیل اکابر کی تصدیقات ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ، خطیب الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوریؒ، حضرت مولانا محمد قاسم شاہجہانپوری جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء یوپیؒ، حضرت مولانا محمد اسماعیل سنبھلی، حضرت مولانا قاضی سجاد حسین، حضرت مولانا حمیدالدین قمرفاروقی صدر جمعیۃ علماء حیدرآباد، حکیم اعظمی صدر جمعیۃ علماء ممبئی، حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوری، حضرت مولانا سید محمد شاہد فاخری الہ آباد اور قاضی محمد حسن بھی۔

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھؒ کا فتویٰ:

’’جس شخص کے یہ عقائد ومقالات ہیں جوسوال میں مذکور ہوئے وہ بے شک دائرہ اسلام سے خارج اورملحد وزندیق ہے۔**نعوذ باللہ من شرور**. (اشاعت السنۃ صفحہ 190 جلد13 شمارہ5-6)

امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ:

’’مرزا غلام احمد قادیانی بوجہ ان تاویلات فاسدہ اورہفوات باطلہ کے منجملہ دجالوں کذابوں خارج از طریقہ اہل سنت وداخل زمرہ اہل اہواء ہے اوراس کے اتباع بھی مثل اس کے ہیں۔‘‘ (اشاعت السنۃ صفحہ 372 جلد13 شمارہ12)

قاطع عیسائیت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ کا فتویٰ:

مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کے ایک استفتاء پر مکہ معظّمہ سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے فتویٰ لکھا کہ ’’مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘

مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے دوسرے علماء نے بھی اسی مضمون کے مطابق اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ (فتاویٰ قادریہ صفحہ 18)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ:

علماء اسلام کے فتاویٰ کے مطابق قادیانی کافر ہیں، جوشخص قادیانی ہوجائے وہ مرتد کے حکم میں ہے اس سے تعلق رکھنا اس کے نکاح وغیرہ میں شریک ہونا یا اپنے یہاں اس کو شریک کرنا ناجائز ہے اس کے جنازہ میں شرکت اورنماز جنازہ بھی منع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ 308/5)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کا فتویٰ:

’’قادیانی فرقہ جمہور علماء اسلام کے فتویٰ کے بموجب دائرہ اسلام سے باہر ہے۔اس

فرقہ کے ساتھ میل جول اور تعلقات رکھنا سخت مضر اور دین کے لیے تباہ کن ہے، اس حکم میں قادیانی اور لاہوری دونوں برابر ہیں۔ (کفایت المفتی جلد 1، صفحہ 315)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب کا فتویٰ:

''قادیانی یہ عام کفار سے بدتر زندیق اور واجب القتل ہیں ان کی شادی، غمی میں شرکت کرنا یا اپنی شادی غمی میں انہیں شریک کرنا ان سے سلام وکلام غرض کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں۔ مسلمان کے جنازہ کے ساتھ ایسے مغضوب لوگوں کو چلنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے۔'' (احسن الفتاویٰ 360/6)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کا فتویٰ:

''قادیانیوں کی اولاد (نسلی مرزائی قادیانی، غلام احمد قادیانی کو نبی یا کم از کم مسلمان مانتی ہو تو بھی وہ کافر ہیں۔'' (فتاویٰ رحیمیہ 69/7)

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کا فتویٰ:

''اور جس طرح مسیلمہ کذاب کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی طرح مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان سمجھنا کفر ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں، بلکہ مسیلمہ قادیانی یمامہ کے مسیلمہ سے دجل اور فریب میں کہیں آگے نکلا ہوا ہے۔

علماء لدھیانہ کا فتویٰ:

1301ہجری میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مجددیت اور کتاب براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد لدھیانہ کے مشہور خاندان مجاہدین کے سربرآوردہ علماء حضرت مولانا محمد صاحب، حضرت مولانا عبداللہ صاحب اور حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہم اللہ نے فتویٰ دیا کہ ''یہ شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) مجدد نہیں بلکہ زندیق اور خارج از اسلام

ہے۔'' (فتاویٰ قادریہ صفحہ 3)۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا فتویٰ:

قادیانی اپنے عقائد مخصوصہ کے سبب مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ اس واسطے کسی مسلمان کو ان سے کسی قسم کا تعاون جائز نہیں۔ (میر منیر صفحہ 293)

شیخ طریقت خواجہ غلام فرید کا فتویٰ:

''مرزا قادیانی کافر ہے قادیانی فرقہ ناری اور جہنمی ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔'' (فوائد فریدیہ صفحہ 13)

صاحب عون المعبود حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادی کا فتویٰ:

''اس میں شک نہیں کہ قادیانی نے مذہب الحاد اختیار کیا ہے اور نصوص کتاب وسنت کو اپنی جگہ سے پھیرا ہے۔'' (اشاعت السنۃ صفحہ 376 جلد 13)

مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا فتویٰ:

''مرزا صاحب اور ان کی جماعت چونکہ عقائد باطلہ کی حامل ہے اور اصول اسلام سے منحرف ہے۔ اس لیے وہ کافر ہے اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔'' (سیرت ثنائی صفحہ 178-179)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دہلویؒ کا فتویٰ:

''فرقہ قادیانی قطعاً منکر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کافر ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ان سے مناکحت یقیناً ناجائز اور باطل ہے۔''

(استنکاف المسلمین صفحہ 32)

حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کا فتویٰ:

ایک طویل استفتاء کے جواب میں خلاصہ کے طور پر لکھا کہ ’’ان عقائد ومقالات اور اس طریق عمل میں مرزا قادیانی پابندی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے... مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے دجال، کذاب سے احتراز کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں نہ اس کی صحبت اختیار کریں نہ اس کو ابتداء سلام کریں نہ اس کو دعوت مسنون میں بلائیں نہ اس کی دعوت قبول کریں، نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اگر انہیں اعتقادات واقوال پر یہ رحلت کرے۔

(اشاعت السنۃ 185,140 جلد 13 شمارہ 5-6)

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ:

’’علماء حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ ”من شک فی عذابه وکفرہ فقد کفر“ جو شخص اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت وحیات کے سب علاقے اس سے قطع کریں، بیمار پڑ جانے پر پوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمان کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔‘‘ (فتاویٰ رضویہ، صفحہ 51 جلد 6)

مشہور بریلوی عالم مولانا دیدار علی رضوی کا فتویٰ:

قادیانی مرتد ہے اور قادیانیوں کے ساتھ نکاح مطلقاً جائز نہیں اور اگر مسلمان مرد یا عورت مرتد ہو جائے تو ان کا نکاح فسخ ہو گا۔ (استنکاف المسلمین صفحہ 23)

مولانا مفتی محمد حسین نعیمی کا فتویٰ:

’’قادیانی اپنے عقائد ونظریات کے باعث مرتد ہیں۔ ایسا شخص جو اسلام کے بعد کافر

ہو مرتد ہوتا ہے۔ (قادیانیت ہماری نظر میں صفحہ 85)

مولانا سید خلیل احمد قادری اور چھ دیگر بریلوی علماء کا فتویٰ:

’’جو شخص خود کو پیغمبر کہے گا یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو چیلنج کرے گا وہ کاذب اور کافر ہے اور اس طرح اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔

(قادیانیت ہماری میں صفحہ 91)

جامعہ رضویہ کا فتویٰ:

’’مرزائی ختم نبوت اور دیگر ضروریات دین کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔ مرزا قادیانی اور اسے حق پر ماننے والوں کو مسلمان جاننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (قادیانیت ہماری نظر میں صفحہ 659)

مولانا غلام احمد حنفی قادری مراد آبادی کا فتویٰ:

غلام احمد قادیانی کے کفریات بدیہی ہیں کہ جن پر استدلال کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لیے اس کے تابعین سے رشتہ اخوت، سلسلہ مناکحت، تعلق محبت ربط ضبط شرعاً قطعی حرام ہے۔ ہرگز ہرگز ان اسلامی روپ کے کافروں سے مومنین کو کوئی بھی تعلق نہ رکھنا چاہیے۔ ان سے نکاح زنا ہو گا جو دین ودنیا میں وبال ونکال ہے۔ (استنکاف المسلمین صفحہ 23)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا فتویٰ:

متنبّی قادیان مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کا کفر وزندقہ ایک ثابت اور کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ (قادیانیت ہماری نظر میں صفحہ 172)

حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب بھوپال کا فتویٰ

مندرجہ سوال ہذا میں متعدد ایسے اقوال ہیں جن کے کلمہ کفر میں تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا جس شخص کے ایسے عقائد ہوں وہ بوجہ مخالفت اسلام کے اسلام سے جدا ہے اور مسلمان مرد وعورت کا نکاح ایسے خارج عن الاسلام سے درست نہیں۔ (استنکاف المسلمین صفحہ 23)

عالم اسلام کے ممتاز علماء اور اداروں کے فتاویٰ وفیصلے

مکۃ المکرّمہ کے مفتی اعظم اور رئیس القضاۃ شیخ عبداللہ بن حسن کا فتویٰ:

’’حق تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ہم کہتے ہیں کہ مدعی نبوت کے کفر میں کوئی شک نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: **وما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين.** جو شخص قادیانی کے دعوے کی تصدیق کرے یا اس کی متابعت کرے وہ بھی مدعی نبوت کی طرح کافر ہے اور اہل اسلام سے ان کا رشتہ نکاح وبیاہ صحیح نہیں۔‘‘ (بیانات علماء ربانی صفحہ 183)

سعودی عرب کی المجمع الفقہی کا فتویٰ:

’’عقیدہ قادیانیت جو احمدیت کے نام سے بھی موسوم ہے اسلام سے مکمل طور پر خارج ہے اس کے پیروکار کافر اور مرتد ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کے لیے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور فقہی کمیٹی یہ اعلان کرتی ہے کہ مسلمانوں کے ذمہ خواہ وہ حکمراں یا علماء ومصنفین خطیب ہوں یا داعی، فرض ہے کہ اس گمراہ ٹولے کا سختی سے مقابلہ کریں اور دنیا میں جہاں کہیں اس باطل ٹولے کا وجود نظر آئے اس کا قلع قمع کرنے کے لیے کمر بستہ ہوجائیں۔‘‘

اس فتویٰ پر دستخط کرنے والوں میں رئیس المجمع الفقہی شیخ عبداللہ بن حمید صدر مجلس قضاء سعودی عرب، نائب رئیس شیخ محمد علی الحرکان، جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی کے علاوہ مندرجہ ذیل علماء شامل ہیں۔ شیخ مصطفیٰ الزرقاء، شیخ محمد رشید قبانی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، شیخ محمد بن صالح بن عثیمین، شیخ ابوبکر جومی، شیخ محمد محمود صواف، شیخ محمد بن

عبداللہ السبیل، شیخ عبدالقدوس الہاشمی اور شیخ محمد رشیدی (البحوث الاسلامیہ شمارہ 26 ذی قعدہ 1409 ہجری تا صفر 1410 ہجری، صفحہ 333)

بیت المقدس کے مفتی اعظم سید محمد امین الحسینی کا فتویٰ:

کتاب اللہ اس پر صریح ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اس عقیدہ پر ساری امت کا اجماع ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنا کفر اور اسلام سے خروج ہے۔ پس جو شخص نبوت کے جاری رہنے کا عقیدہ رکھے وہ مرتد ہے اس ارتداد کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ ہوجائے گا۔ (بیانات علماء ربانی صفحہ 183)

شیخ ابوالبسیر عابدین مفتی اعظم جمہوریہ شام کا فتویٰ:

’’الحمدللہ تعالیٰ چونکہ فرقہ قادیانی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں تسلیم کرتا جس سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ’’خاتم النبیین‘‘ کی مخالفت لازم آتی ہے نیز دین اسلام کے بیشتر عقائد کا منکر ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی ان کے عقائد اختیار کرے گا میں اس کے کفر کا فتویٰ دیتا ہوں۔ (مرزائیت کا عبرتناک انجام، صفحہ 4، مرتبہ مولانا محمد ابراہیم صاحب چنیوٹ)

جامعہ ازہر مصر کا فتویٰ:

قادیانی کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (قادیانیت ہماری نظر میں، صفحہ 655)

مفتی اعظم شام علامہ محمد ہاشم الرشید الخطیب الحسینی القادری کا فتویٰ:

’’مسیح ہند (مرزا غلام احمد) کاذب ہے وہ اور اس کے پیرو اسلام میں داخل نہیں۔‘‘

(رئیس قادیان، صفحہ 430)

مفتی اعظم مصر علامہ شیخ محمد نجیب اور علامہ طنطاوی جوہری کا فتویٰ:

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب مواہب الرحمٰن سے ایک طویل عبارت نقل کر کے لکھتے

ہیں کہ ''اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ غلام احمد حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت کے جاری رہنے کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اتباع سے نبی ہے اور اس کی نبوت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے مغائر نہیں بلکہ وہ ہو بہو محمد ہے حالانکہ یہ عقیدہ صریح کفر اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وما کان محمد الخ'' کے خلاف ہے یہ بیان منجملہ ان دعادی کے ہے جو غلام احمد ہندی کے کذب پر دلالت کرتے ہیں۔(رئیس قادیان، صفحہ 429)

مصر کے مشہور عالم شیخ ازہر علامہ حسنین محمد مخلوف کا فتویٰ:

جو شخص بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا منکر پر لے درجہ کا جھوٹا اور بہتان تراش ہے۔ اسی لیے ہم مرزا غلام احمد قادیانی مراقی کی متبع تمام جماعت کے کافر ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور ہم یہ بھی فتویٰ دیتے ہیں کہ نہ تو ان سے رشتہ ناطہ جائز ہے اور نہ ہی انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے۔(صفوۃ البیان، صفحہ 186)

وزارت اوقاف اردن کا فتویٰ:

''قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور وہ امت مسلمہ میں شامل نہیں کوئی مسلمان قادیانیوں کو نہ اپنی لڑکی نکاح میں دے اور نہ ان کی لڑکی سے شادی کرے اور ان کے ذبح کردہ جانور کا گوشت بھی نہ کھائے۔ نیز قادیانیوں کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں بھی دفن نہ کیا جائے۔(قادیانیت ہماری نظر میں، صفحہ 656)

رابطہ عالم اسلامی کا فیصلہ:

104 ملکوں کی نمائندہ تنظیم رابطہ عالم اسلامی نے اپنی عظیم الشان کانفرنس منعقدہ 6 تا 10 اپریل 1974 مکۃ المکرّمہ میں فتنہ قادیانیت کے تمام مذہبی وہ سیاسی پہلوؤں پر غور

کر کے ایک متفقہ قرارداد پاس کی۔

''قادیانیت وہ باطل مذہب ہے جو اپنے ناپاک اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لیے اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے اس کی اسلام دشمنی ان چیزوں سے واضح ہے۔

(الف) مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت۔

(ب) قرآنی نصوص میں تحریف کرنا۔

(ج) جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا۔

قادیانیت برطانوی استعمار کی پروردہ ہے اور اس کے زیر سایہ سرگرم عمل ہے۔ قادیانیوں نے امت مسلمہ کے مفادات سے ہمیشہ غداری کی ہے اور اس استعمار وصیہونیت سے مل کر اسلام دشمن طاقتوں سے تعاون کیا ہے۔ اور یہ طاقتیں بنیادی اسلامی عقائد میں تحریف وتغیر اور ان کی بیخ کنی میں مختلف طریقوں سے مصروف عمل ہیں۔

(الف) معابد کی تعمیر جن کی کفالت اسلام دشمن طاقتیں کرتی ہیں۔

(ب) اسکولوں، تعلیمی اداروں اور یتیم خانوں کا کھولنا جن میں قادیانی اسلام دشمن طاقتوں کے سرمائے سے تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور قادیانی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تحریف شدہ ترجمے شائع کر رہے ہیں ان خطرات کے پیش نظر کانفرنس نے مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی ہے۔

(1) تمام اسلامی تنظیموں کو چاہیے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں جہاں وہ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہیں ان کا محاسبہ کریں اور ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لیے عالم اسلام کے سامنے ان کو پوری طرح بے نقاب کیا جائے۔

(2) اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کیا جائے۔

(3) مرزائیوں (قادیانیوں) سے مکمل عدم تعاون اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی

ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور ان کے کفر کے پیش نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ کیا جائے۔

(4) کانفرنس تمام اسلامی ملکوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے نیز ان کے لیے اہم سرکاری عہدوں کی ملازمتیں ممنوع قرار دی جائیں۔

(5) قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان کے تراجم قرآن کا شمار کر کے لوگوں کو اس سے متنبہ کیا جائے، ان تراجم کی ترویج کا سدباب کیا جائے۔ (روزنامہ الندوہ سعودی عرب 14 اپریل 1974ء)

ہندو بیرون ہند کے ممتاز علماء کے ان فتاویٰ کے بعد دنیا کی عدالتوں کے چند فیصلے بھی نقل کر رہا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ مرزائیوں کے کفر و ارتداد کا فیصلہ صرف علماء کا نہیں بلکہ عدالتوں یعنی سرکاری ججوں کا بھی ہے۔

قادیانیوں کے کفر وارتداد پر عدالتوں کے چند فیصلے:

1:- 23 اگست 1897 میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداس پور کی عدالت میں کپتان جی ایم ڈبلیوڈگلس نے 107 فوجداری ضابطہ کے تحت مقدمہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو فتنہ انگیز اور طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کرنے والا بدزبان قرار دیا اور مرزا جی کو سخت تنبیہ کی کہ آئندہ بدزبانی سے پرہیز کرتے ہوئے کسی سے بھی نرم انداز میں گفتگو کیا کریں۔

ظاہر ہے کہ ایسا شخص شریف بھی نہیں کہا جاسکتا۔ (تازیانہ عبرت، صفحہ 79)

2:- 24 فروری 1898 میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں خود اپنی اور اپنی جماعت کی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا کہ وہ اور اس کی جماعت انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دین اسلام سے مرزا اور

ان کے پیروکاروں کا کوئی بھی واسطہ نہیں ہے۔ (تلخیص مجموعہ اشتہارات، صفحہ 21، جلد 3)

3:- 21 اگست 1898 میں مسٹر ٹی ڈی ڈیکس ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداس پور پنجاب کی عدالت میں قائم مقدمہ کی عذرداری ٹیکس نمبر 55-56 پر منشی تاج الدین تحصیلدار پرگنہ بٹالہ نے رپورٹ لکھی، اپنی تحقیق میں منشی جی نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب قوم مغل کے برلاس ہیں۔ اپنے ابتدائی ایام میں وہ نوکری کرتے رہے لیکن نوکری چھوڑ کر مذہب کی طرف رجوع کیا اور مذہبی پیشوا منوانے کی کوشش میں لگے رہے۔ مرزا صاحب نے اپنے بیان حلفی میں لکھوایا کہ ان کو زمین سے تخمیناً 300 باغ سے 500 روپے سالانہ کی آمدنی ہے جبکہ مریدوں سے 5000 روپے کی آمدنی بتائی۔ ایک دفعہ قرض کی ضرورت پڑی تو اپنا باغ اپنی بیوی کے پاس گروی رکھ کر اس سے 4000 کا زیور اور ایک ہزار روپے کا نقد وصول کیا۔ گویا مرزا صاحب کی بیوی کو بھی ان پر اعتبار نہیں تھا اسی لیے باغ گروی رکھ کر بیوی نے روپیہ فراہم کیا۔

بہرکیف مرزا صاحب نے مذکورہ بالا رپورٹ سے متعلق لکھا ہے کہ منشی تاج الدین نے انصاف اور احقاق حق مقصود رکھ کر واقعات کو آئینہ کی طرح حکام بالادست کو دکھایا اور اس طرح ٹھیک ٹھیک اصلیت تک پہنچنے کے لیے اعلیٰ حکام کو مدد دی۔

گویا مرزا صاحب نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ وہ مہدی موعود نہیں ہو سکتے چونکہ وہ مغل ہیں، خدائی مامور اور ملہم من اللہ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ڈھونگی ہیں، مرزا صاحب اور ان کے اہل خانہ کے کروڑوں روپیہ کے زیورات اور تعیش سے بھرپور ان کی زندگی عام دینی اور روحانی شخصیتوں کی زندگی سے بھی میل نہیں کھاتی چہ جائیکہ انبیاء کرام کی حیات طیبہ سے۔

4:- 24 فروری 1899 میں اپنی بدزبانی اور درشت کلامی کی پاداش میں مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداس پور کی عدالت میں مرزا صاحب کو حلف نامہ داخل کرنا پڑا کہ آئندہ وہ بدزبانی نہیں کریں گے، خدائی الہامات جن سے کسی کو تکلیف پہنچے ان کی اشاعت نہیں

کریں گے۔ کسی کے متعلق پیشین گوئی نہیں کریں گے۔ کون سچا اور کون جھوٹا ہے اس کے لیے کسی سے مباحثہ نہیں کریں گے۔ کسی سے مباہلہ نہیں کریں گے۔ بڑی موٹی سی بات ہے کہ مرزا صاحب کا یہ حلف نامہ مہدویت، مسیحیت اور نبوت کی آڑ میں ان کے دعویٰ پارسائی سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔ (تلخیص از مجموعہ اشتہارات، 134، جلد3)

5:- 14 جولائی 1903 میں افغانستان کی اسلامی عدالت نے پہلے عبدالرحمٰن نامی اور اس کے بعد عبداللطیف نامی قادیانی کو مرتد قرار دیا اور دین اسلام کی توہین سے توبہ نہ کرنے پر موت کی سزا دی۔ (خلاصہ بیان تذکرۃ الشہادتین مصنف مرزا)

6:- 8 اکتوبر 1904 میں لالہ آتما رام مہتا نے اپنے ایک طویل فیصلے میں پچھلے دنوں بدزبانی کے جرائم میں مرزا صاحب کے ملوث ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے کورٹ میں حکام بالا اور خدا کے حضور کیے گئے عہدو پیمان کا پاس ولحاظ نہ کرنے کے جرم میں 500 روپے جرمانہ ورنہ چھ ماہ کی قید کا حکم سنایا۔ (تازیانہ عبرت، صفحہ 195)

7:- 30 جون 1912 کو ابراہیم احمد صاحب سب جج مونگیر نے فیصلہ دیا کہ شہر مونگیر کے دلاور پور کی مسجد میں قادیانی نماز نہیں پڑھ سکتے جس کی اپیل ہائی کورٹ فورٹ ولیم بنگال نے بھی رد کر دی۔

8:- 7 فروری 1935 کو بہاولپور کی عدالت کے اسپیشل جج محمد اکبر نے ایک مرزائی شوہر عبدالرزاق کے کافر اور مرتد ہونے کا فیصلہ دیا اور تنسیخ نکاح کا حکم دیا۔

9:- 6 جون 1935 میں جی ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداس پور نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ مرزا صاحب اگرچہ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں لیکن ان کے عقائد واصول اسلامی عقائد کے بالکل خلاف ہیں اور مرزا قادیانی انتہائی درجہ کا بداخلاق و بدزبان ہے۔

10:- 1937 میں موریشش کے چیف جسٹس نے مرزائیوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا۔

11:- 25 مارچ 1954 کو میاں محمد سلیم سینئر سول جج راولپنڈی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔

12:- 3 جون 1955 کو شیخ محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی نے مرزائیوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

13:- 1957 میں حکومت شام (سیریا) نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قادیانیت کو خلاف قانون قرار دیا۔

14:- 1958 میں حکومت مصر نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر خلاف قانون جماعت قرار دیا۔

15:- 22 مارچ 1969 کو شیخ محمد رفیق گریجہ سول جج اور فیملی کورٹ نے فیصلہ فرمادیا کہ مرزائی خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری غیر مسلم ہیں۔

16:- 24 مارچ 1970 میں ہبلی (کرناٹک) انڈیا کے فاضل جج جناب سینم بھٹ جوشی نے یہ فیصلہ سنایا کہ اسلامی عقائد ونظریات اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں میں تقابل کرنے پر ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد کسی اسلامی اصول پر ایمان نہیں رکھتے، وہ نہ صرف یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ خوبیوں کے منکر ہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے بھی انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا مرزا غلام احمد کی اتباع کرنے والوں کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا اس لیے قادیانیوں کو مسلمانوں کی مسجد میں عبادت کرنے یا مسلمانوں کے عوامی قبرستان میں قادیانی مردوں کو دفن کرنے کا حق نہیں۔

17:- 13 جولائی 1970 میں سول جج جیمز آباد نے مرزائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

18:- 7 ستمبر 1974 میں قادیانی خلیفہ مرزا ناصر کے بیانات کے بعد قومی اسمبلی (پارلیمنٹ) نے بھر پور دلائل کی روشنی میں اور قادیانی خلیفہ کے لاجواب ہوجانے کے بعد

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔

19:-26 اپریل 1984 میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا جس کی رو سے قادیانی اب اس کے مجاز نہ رہے کہ وہ قادیانیت کو اسلام سے تعبیر کریں یا اسلامی شعائر واصطلاحات استعمال کریں۔

20:- رابطہ عالم اسلام کے فیصلے کے بعد سعودی عرب، ابوظہبی، دبئی، بحرین اور قطر وغیرہ ممالک اسلامیہ نے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔

☆☆

بہار میں قادیانیت کی سرکوبی کیلئے جدوجہد

اسلام کو ہر زمانے میں فرقۂ باطلہ اور طاغوتی طاقتوں سے خطرہ رہا ہے، ان ہی فرقوں میں سے ایک فتنہ قادیانیت ہے، قادیانیت دراصل پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعناد کا نام ہے، ان کا مرکز لندن و پیرس ہے جہاں سے ان کو تعاون اور مدد ملتی ہے، جن کے ذریعہ وہ اپنے مشن کو آگے بڑھاتا ہے اور روپئے پیسے کا لالچ دے کر سیدھے سادھے لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے، لیکن یہ بات بھی مسلم ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر مبعوث کیا تو اسلام کے نظریات اور تعلیمات کی حفاظت کا انتظام خود خالق کائنات نے علماء کی شکل میں کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا: ’**یحمل هذاالعلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين و انتحال المبطلين و تاويل الجاهلين**۔‘ (اس علم دین کی ذمہ داری ہر خلف (بعد میں آنے والے) میں سے نیک اور عادل لوگ سنبھالیں گے جو اس سے غلو کرنے والے کی تحریف، باطل لوگوں کی کمی وکجی اور جاہلوں کی غلط تاویلوں کو دور کریں گے)۔

ریاست بہار میں قادیانیوں نے مسلمانوں کی غفلت ولاپروائی سے فائدہ اٹھا کر جب بھی اپنی ریشہ دوانیاں شروع کیں، تو ان کے سدباب کیلئے کبھی بانی ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری، تو کبھی مولانا عبدالصمد رحمانیؒ اور کبھی ایڈوکیٹ اشرف حسین رحمانی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس فتنہ کا پوری قوت سے سدباب کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ بزرگوں کے انتہائی جدوجہد کے باوجود کبھی بھی شمالی بہار کا بعض

علاقہ قادیانیت سے آزاد نہیں ہو، یہی وجہ ہے کہ چند سال پہلے قادیانیت کے جراثیم گاؤں گاؤں تک پھیل چکے تھے، ضلع مجسٹریٹ (سپول) کی سرپرستی میں ایک اطلاع کے مطابق تقریباً ۲۵؍کروڑ روپے خرچ کئے گئے، اورغریب ومفلس، سرکاری عہدہ پرفائز اور ناخواندہ لوگوں کو روپے پیسے کا لالچ دے کر قادیانیت میں شامل کرایا۔ یہ ناپاک مہم چل ہی رہی تھی کہ اس کی اطلاع ناموس رسالت کے علمبردار، پاسبان دین حنیف، دینی غیرت وحمیت کے مالک، جرأت واستقلال، ذکاوت وذہانت اور حکمت وبصیرت کے پیکر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی (بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ، سپول بہار) کو لگ گئی۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے چند مخلص احباب اور جامعۃ القاسم کے اساتذہ کے ساتھ مل کر اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور قادیانی ایجنٹ شریف عالم (ڈی ایم) کا تبادلہ کرا کر ہی دم لیا۔ قادیانی مخالف مہم کو باضابطہ تحریک کی شکل دینے کیلئے حضرت مفتی صاحب نے ملک کے مشاہیر علماء کرام اور دانشوران کو خطوط لکھے، کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند سے رابطہ قائم کیا، پھر اس شعبہ کے تحت دو درجن سے زیادہ کتاب، پمفلٹ اور لٹریچر مختلف زبان میں شائع کرا کے مفت تقسیم کیا اور مختلف جگہوں پر اجلاس عام اور تربیتی کیمپ لگوائے، تاکہ مسلمانوں کے ایمان وایقان کی حفاظت ہوسکے، الحمدللہ! اس کے اچھے نتائج سامنے آئے اور آپ کی کوشش کامیاب ہوئی۔

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سالانہ علمی مذاکرہ جو مغربی بنگال کے دارالحکومت کلکتہ کے ایک مؤقر تعلیمی ادارہ ''جبرئیل انٹرنیشنل اسکول'' میں مؤرخہ ۲۹؍۳۰؍محرم الحرام ویکم صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۴؍۱۵؍۱۶؍دسمبر ۲۰۱۲ء بروز جمعہ تا یکشنبہ منعقد ہوا، اس میں آپ کے مقالہ کا عنوان ''اقبال کی شاعری میں فکر وفن کا امتزاج'' تھا ـــــ اس سیمینار میں شرکت کیلئے آپ کولکاتا میں موجود تھے کہ وہیں بذریعہ فون اطلاع ملی کہ کٹیہار، پورنیہ اور اررریہ کے بعض علاقوں میں قادیانی پھر سرگرم ہوگئے ہیں۔ آپ علم وفضل اور ادب وصحافت

کے پیکر حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری (چیئرمین ورلڈ اسلام فورم لندن) کو ساتھ لے کر بہار آئے اور جامعۃ اسلامیہ دارالسلام سلیمان نگر کٹیہار کے مہتمم مولانا بدرالدجیٰ مدظلہ العالی کے یہاں قادیانیت کے خلاف پروگرام کیا۔ اس موقع پر حضرت مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے اپنے ولولہ انگیز بیانات سے عوام کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا۔ حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری نے نہایت سلیس اور آسان زبان میں مرزائیت کی حقیقت اور فکر وفریب کو بیان کیا۔ اور اجلاس کے بعد شاہ جہاں شاد وغیرہ کے ساتھ مل کر اس تعلق سے ایک پریس کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں مرکزی وصوبائی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ حکومت کو چاہئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکاروں پر غدار وطن کا مقدمہ چلائے۔

۱۸؍دسمبر ۲۰۱۲ء بروز منگل کو کل ہند تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند وجامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے زیر اہتمام بعنوان ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' جامع الامام محمد قاسم النانوتوی میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر آپ نے خصوصی طور پر علماء کرام اور طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرات اصولیین نے قرآن کریم سے کسی مسئلہ کے استنباط واستخراج کے چار طریقے لکھے ہیں: ۱۔ عبارت النص ۲۔ اشارۃ النص ۳۔ دلالۃ النص ۴۔ اقتضاء النص۔ پورے قرآن کریم میں ۹۹؍ایسی آیات ہیں جن سے ختم نبوت کا ثبوت ملتا ہے، اور سب سے صریح آیت: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب: ۴۰).

قرآن کریم کے بعد احادیث رسولؐ کا مرتبہ ہے اور مجموعہ احادیث میں سے دو سو دس صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا، لہٰذا اب اگر کوئی کسی طرح کے بھی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے اور علماء اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر ہے۔ آپ نے دانشوران ملت اور سرکردہ شخصیتوں سے اپیل کی امت محمدیہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قادیانی فتنہ سے

لوگوں کو بچائے۔

مہمان خصوصی حضرت مولانا عیسیٰ منصوری نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مولانا حمیدالدین مظاہری، مفتی جاوید مظاہری سابق استاذ جامعۃ القاسم، مفتی عقیل انور مظاہری، قاری شمشیر عالم جامعی، مولانا امام الدین ندوی وغیرہ نے بھی اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا، مفتی انصار احمد قاسمی نے نظامت کی اور مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحب کی دعاء پر مجلس اختتام ہوا۔

امت محمدیہؐ کے ہر فرد پر تحفظ ختم نبوت کی ذمہ داری:

۱۹؍دسمبر ۲۰۱۲ء کو صبح سویرے جامعۃ القاسم کا ایک وفد ارریہ ضلع کے آم بارودہ کیلئے روانہ ہوا، جس میں مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے فرمایا کہ تحفظ ختم نبوت کی ذمہ داری امت محمدیہؐ کے ہر ہر فرد کی ہے اور اگر یہ داعیہ باقی رہا تو یہ سرزمین، یہ کائنات یہ چمن، فلک دنیا میں بہتی ہوئی گنگا، دریا سمندر، چرند و پرند، جنگل و صحرا اور ساری چیزیں پر امن اور خوشگوار ہیں اور اگر محمدؐ کے ناموس کی حفاظت کرنے والے کوتاہ ثابت ہوئے اور عقیدہ کی ایک اینٹ کھسکتی ہے تو جس طرح کوئی عمارت اور بنیادا اینٹ کے کھسکنے کے بعد باقی نہیں رہتی اسی طرح سے کائنات کا ذرہ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

یاد رکھئے! انسانیت کی بقاء کی حقیقی ضمانت ناموس رسالت کی حفاظت میں مضمر ہے۔ جہل و نادانی، کج فہمی اور معاشی تنگی اانسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے، اس لئے ہر طرح سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے سر کٹا دینا سعادت ہوگی:

تکیہ بل چندارریہ: ۲۰؍دسمبر ۲۰۱۲ء کو قاضی شریعت کٹیہار مولانا شمشیر صاحب مظاہری

دامت برکاتہم نے دارالعلوم لطیفی کٹیہار کی جامع مسجد میں تحفظ ختم نبوت پر ایک اجلاس کا انعقاد کیا۔ یہ پروگرام کئی اعتبار سے کافی اہم تھا۔ اس میں جن حضرات نے اس فتنہ کے سرکوبی کیلئے کام کیا تھا وہ موجود تھے۔ ملت کے دانشور اور سرکردہ شخصیت کی موجودگی میں آئندہ کیلئے لائحہ عمل طے کیا گیا۔ قرآن کی تلاوت کے بعد سب سے پہلے مولانا انعام الحق مدنی صدر جامع اہل حدیث کٹیہار و سرپرست نور ایجوکیشنل ٹرسٹ نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ کٹیہار کے ہر گاؤں میں قادیانیت کے جراثیم داخل ہو رہے ہیں، اسکولوں، کالجوں میں اس تنظیم کے ایجنٹ تصویر لیتے ہیں اور پھر انہیں روپیہ کی لالچ دیکر بہکاتے ہیں، اس تنظیم کے سرغنہ عبدالواحد نے مجھے فون کر کے بدتمیزی کی اور کہا کہ ''میں تن تنہا سنی مصطفیٰ جانِ رحمت کے مطابق عمل کرتا ہوں اور اپنے مسلک کے علاوہ تمام مسالک کے لوگوں کو کھلا ہوا کافر سمجھتا ہوں؛ لیکن اگر ہم سے کوئی مالی امداد مانگے تو اس کی مدد کرونگا''۔

حضرت مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے مولانا مقصود عالم سلفی معاون مدرس مدرسہ دارالہدیٰ چاپی، ''جوبلیا مارا اسلامک مشن اینڈ جونیئر مدرسہ'' کے ایجنٹ ہیں کے شکوک وشبہات کا جواب دیتے ہوئے پر جوش انداز میں کہا کہ: اب کوئی ماں حضرت آمنہؓ کے بعد ایسے محمد کو جنم نہیں دے گی جو نبی کا دعویٰ کر سکے۔ اب اگر کوئی نبوت کا دعوی کرے تو وہ جھوٹ ہے، ایسے لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے میں پھانسی کے پھندے پر چڑھنے کیلئے تیار ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے آخری سانس تک جنگ جاری رہے گی، اس کیلئے سر کٹا دینا نہ صرف آسان ہے؛ بلکہ وہ میرے لئے سعادت اور خوش بختی کی بات ہوگی۔ آپ نے پوری جرأت سے کہا کہ: قیامت کی صبح تک اگر ایک فرد بھی رہا تو وہ ناموس کی حفاظت کیلئے تیار رہیں گے اور اسے اپنی جوتیوں سے کچل کر دم لیں گے۔

☆☆

قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے زیراہتمام مرتب کر کے شائع کی گئیں چند نایاب کتب ۔ یہ ساری کتابیں، رسالے، کتابچے پمفلٹ جامعۃ المسلمین کی اصلاح اور افادہ کے لئے مفت تقسیم کی جاتی ہیں ۔ یہ سبھی کتابیں تاریخ کا انمٹ حصہ بن کر تحفظ ناموس رسالت کے شعبہ میں کام کرنے والے عاشق رسولؐ کی صحیح رہنمائی کرتی رہی ہیں ۔ انھیں اعلیٰ مقاصد کی غرض سے ان کتابوں کو مجموعہ القاسم میں شامل کیا گیا ہے، تاکہ نبی کے چاہنے والوں کے دلوں میں کسی قسم کی تشنگی کا احساس باقی نہ رہے۔

مجموعہ رسائل

حضرت علامہ نور محمد ٹانڈویؒ

(۱) کذبات مرزا

(۲) مغلظات مرزا

(۳) اختلافات مرزا

(۴) کفریات مرزا

(۵) کرشن قادیانی آریہ تھے یا عیسائی؟

ترتیب

ناموس رسالت کے علمبردار، امین ملت بندہ محفوظ الرحمٰن عثمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احوالِ واقعی

ناموس رسالت کے علمبردار، امین ملت بندہ محفوظ الرحمٰن عثمانی

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد! ضلع سپول، کوسی و پورنیہ کمشنری (بہار) کے مسلم اکثریت والے ان اضلاع میں سے ہے جس پر قادیانیت کا منحوس سایہ مسلمانوں کی غفلت سے کہیں زیادہ، سرکاری سرپرستی کی وجہ سے منڈلا رہا ہے۔ اس فتنہ کے دفاع میں سیاسی اور مذہبی دونوں میدانوں میں جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ، سپول بہار کی اپنی بساط بھر خدمات کے الحمدللہ خاطر خواہ نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک زرّیں کڑی جامعہ میں ۱۹ تا ۲۱ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ میں منعقد ہونے والا سہ روزہ تحفظ ختم نبوت تربیتی کیمپ بھی ہے جو کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کے مشورے سے اور اسی کی نگرانی میں منعقد ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ پورنیہ اور کوسی دونوں کمشنریوں کے پانچ سو سے زائد علماء پر مشتمل یہ کیمپ تحفظ ختم نبوت کے میدان میں انشاء اللہ سنگ میل ثابت ہوگا۔

فتنہ کی سنگینی کے پیش نظر چونکہ کام میں تسلسل باقی رکھنا ضروری ہے اس لئے موقع کی مناسبت سے جامعہ کے اراکین نے طے کیا کہ جامعہ کے شعبہ تحفظ ختم نبوت کے تحت زیادہ سے زیادہ مفید رسائل اور کتابیں شائع کی جائیں تاکہ علاقہ میں ہر خاص و عام تک بآسانی پہنچ سکیں اور علمی میدان میں بھی قادیانیوں کا ناطقہ بند کیا جاسکے۔ چنانچہ کمیٹی کے انتخاب کے مطابق کل ہند مجلس کی مصدقہ و مطبوعہ ۱۵ کتابچوں کے علاوہ حضرت علامہ نور محمد صاحب

ٹانڈوی علیہ الرحمۃ کے جملہ رسائل کو بھی منظر عام پر لانے کی سعادت جامعہ کو حاصل ہو رہی ہے جن کی افادیت عالمی سطح پر مسلم ہے۔

یہ رسائل پہلے دینی تعلیمی ٹرسٹ لکھنؤ نے الگ الگ شائع کیے تھے اب ٹرسٹ کی اجازت کے بعد ''جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ مدھوبنی پرتاپ گنج ،ضلع ،سپول'' کے شعبہ تحفظ ختم نبوت کی جانب سے مجموعہ کی شکل میں شائع کئے جا رہے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر ہم خدام تحفظ ختم نبوت کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و شفاعت نصیب فرمائے۔آمین۔محتاج دعا

۲۹؍شوال المکرّم ۱۴۲۹ھ مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۰۸ء

☆☆

تقریظ

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی مدظلّہ العالی

خلیفہ حضرت اقدس قطب الارشاد شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلامُ علی من لا نبی بعدہٗ اما بعد!

قادیانیت ،عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ایک بڑی سازش اور تعلیمات اسلام و تصریحات قرآنی کے خلاف ایک بغاوت ہے جس کا مقابلہ تمام مسلمانوں خصوصاً علمائے اسلام کی بنیادی ذمہ داری اور اہم مذہبی حق ہے۔اسی ذمہ داری کا احساس اور حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق ونسبت کا اثر ہے کہ جس دن مرزا قادیانی نے لدھیانہ میں اپنی نبوت ومہدویت کا اعلان کیا اُسی دن سے اس کا تعاقب شروع ہو گیا تھا جو بفضلہٖ تعالیٰ آج تک جاری ہے۔

مختلف علماء نے مختلف اسالیب میں قادیانیت اور مرزا قادیانی کی ذاتی زندگی ، عادات واخلاق ہر ایک پر داد تحقیق دی اور ایسے ایسے پہلوا جاگر کئے کہ اگر قادیانیوں کو دین کی ذرا بھی سمجھ ہوتی ،قرآن مجید ،احادیث نبویہؐ سے کچھ بھی تعلق اور آخرت کی رتی برابر فکر ہوتی تو وہ ان کتابوں کو پڑھ کر اور مرزا کی ذاتی زندگی کی خامیوں ،گندگیوں سے اس کے افعال وکردار کی ناپاکی اور اس کی تحریروں کی علمی بے حیثیتی ،اختلافات ، بے علمی اور زبان درازی سے آشنا ہو کر اسی وقت اسی لمحہ قادیانیت سے توبہ کر لیتے۔

اور یہ ہوا بھی کہ بہت سے قادیانی بلکہ اس کے بڑے پرچارک اور پیشواؤں کی جب

مرزا کی کتابوں تک پہنچ ہوئی اور اُنھوں نے اس گمراہی اور ناپاکی کو دیکھا سمجھا، جس میں وہ پڑے ہوئے تھے تو اُنھوں نے فوراً صاف صاف توبہ کی، اپنے اسلام کی تجدید کی اور قادیانیت کے مکروفریب سے آزاد ہوگئے۔

اس موضوع پر مفید، عمدہ اور نہایت مدلل مگر ایسی آسان اور عام فہم کہ معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی بھی پڑھ کر سن کر سمجھ لے اور مرزا قادیانی اور قادیانیت کی خرابی سے واقف ہوجائے، مولانا نور محمد صاحب کی وہ کتابیں ہیں جو انھوں نے قادیانیت کا اصلی چہرہ دکھانے کے لئے لکھی تھیں یہ کل پانچ کتابیں ہیں، کذبات مرزا، مغلظات مرزا، کفریات مرزا، اختلافات مرزا، اور کرشن قادیانی آریہ تھے یا عیسائی۔ مولانا نے یہ کتابیں دراصل نفسیاتی اصولوں کو سامنے رکھ کر مرتب فرمائی ہیں اور ان کتابوں کے ذریعہ مرزائی نبوت کے معیار کی پیمائش کی ہے۔

اب جو کوئی مرزا کی کتابوں کے اقتباسات اور کلمات کی روشنی میں مرزا کا چہرا دیکھنا چاہے کہ جو شخص اس قدر بے پناہ جھوٹ بولتا ہو، گندی گالیاں بکتا ہو، جس کی تحریروں اور دعووں میں اس قدر تناقض ہو، اور جو ایسے ایسے ناپاک الفاظ زبان وقلم سے نکالتا ہو اور جو ایسی ایسی کفر کی باتیں بکتا ہو وہ خدا کا فرستادہ تو بہت دور کی بات شریف انسانوں میں شمار کے لائق بھی نہیں ہوسکتا۔

مولانا نور محمد صاحب کی یہ کتابیں ستر پچھتّر سال پہلے چھپی تھیں اور ان سے بہت فائدہ ہوا تھا اور جس مقصد کے لیے یہ کتابیں لکھی گئی تھیں اُن میں غیر معمولی کامیابی ہوئی تھی؛ مگر ادھر ایک عرصہ سے کم یاب ہوگئی تھیں اور ضرورت تھی کہ ان کو دوبارہ کمپوزنگ اور کسی قدر تصحیح کے ساتھ شائع کر کے وقف عام کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ مولانا نے ان سب کتابوں کو پوری نظر ثانی کر کے اس کے حوالوں کا اصل کتابوں سے دوبارہ مقابلہ کر کے مرزا

قادیانی کی تصانیف کے مجموعہ ’’روحانی خزائن‘‘ کے صفحات کا حوالہ دے دیا ہے۔ یہ اس لیے ضروری تھا کہ اب مرزا قادیانی کی کتابوں کی پرانی طباعت کے نسخے بہت کم اور مشکل سے ملتے ہیں اور بعض دفعہ ان کے حوالوں سے قادیانی انکار بھی کردیتے ہیں، کیوں کہ یہ کتابیں کئی مرتبہ چھپی ہیں اور ان کے صفحات کی ترتیب الگ الگ ہیں۔ مگر روحانی خزائن کی طباعت ایک ہی ہے اور یہ ان کی کتابوں کا مستند مجموعہ ہے، اس کے حوالوں سے انکار ممکن نہیں۔

میں اس نئی کاوش بلکہ بڑی دینی خدمت پر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر مقبول فرمائے اور لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔

العبد

افتخار الحسن غفرلہ کاندھلہ

۱۰؍شعبان ۱۴۲۸ھ

مطابق ۲۳؍اگست ۲۰۰۷ء

نذر عقیدت

حضرت اقدس علامہ نور محمد ٹانڈوی

میں اپنے شبانہ روز کی سخت محنت کی اِس ''ناچیز کاوش'' کو انتہائی عقیدت وتمنّائے دلی کے ساتھ بطل جلیل مجاہد اکبر کامل العلوم والفنون جامع معقول ومنقول فخر المحدثین رأس المفسرین حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی ''حسین احمد صاحب'' مدّ اللہ ظلّہم شیخ الحدیث و صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کے نام نامی واسم گرامی سے منسوب کر کے فخر سرخروئی و عزت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف!!

عقیدت کیش

نور محمد

از مظاہر علوم سہارنپور

۲۱ محرم ۱۳۵۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی نبی لانبیٍ بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت ابن آدم کے عدوٌّ مُّبِیْن کی طرح اس قدر شہرت پذیر ہو چکی ہے کہ اب محتاج تعارف نہیں۔ جب آپ کو اشاعت اسلام کی نام نہاد وسحر طراز تدبیر کے باعث خورد ونوش کی الجھنوں و پریشانیوں سے نجات ملی تو کہنے لگے کہ میں رسولؔ ہوں[1]، مسیح موعوؔد ہوں[2]، مہدیؔ معہود ہوں[3]، کرشنؔ اوتار ہوں[4]، معجوؔن مرکب ہوں[5]، حجؔر اسود ہوں[6]، بیتؔ اللہ ہوں۔[7] اور چنیں و چناں ہوں۔ غرض کہ آپ اتنے لمبے لمبے واس قدر چوڑے چوڑے، رنگ برنگ غیر معمولی دعاوی کے مدعی بنے کہ عالم میں باطل پرستی کا ایک ہنگامہ بپا ہو گیا، اور وہ روحیں جو ازل سے شقاوت و بدبختی کا جامہ پہن کر دنیا میں آئی تھیں مرزائیت کے دلفریب وطلسمی جال میں پھنس کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار عاطفت وظل رحمت سے الگ ہو گئیں۔

مرزائیت کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب وگمراہ کن فتنہ کی تخریب واستیصال کے لئے مسلمانان عالم وعلمائے حق کے مقدس گروہ نے ایسی سرفروشی وتندہی کے ساتھ سعی بلیغ و

[1] دافع البلاء خ ج ۱۸ ص ۲۳۱۔　[2] ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۴۴۲

[3] تذکرۃ الشہادتین خ ج ۲۰ ص ۴۔　[4] لیکچر سیالکوٹ خ ج ۲۰ ص ۲۲۸

[5] تریاق القلوب خ ج ۱۵ ص ۲۷۳　[6] اربعین خ ج ۱۷ ص ۴۴۵

[7] اربعین خ ج ۱۷ ص ۴۴۵۔ مصنفؒ۔

نوٹ: مرزائی کتب کے حوالوں میں ''خ'' سے مراد روحانی خزائن اور ص سے مراد اسی کا صفحہ ہے۔ ش۔

جدوجہد کی ہے کہ اگر استعماری طاقتیں پشت پناہ نہ بن جاتیں تو کب کا یہ فرقہ ملعونہ، دریابرد و پیوندِ زمین ہوگیا ہوتا۔ لیکن قدرت الٰہی کا غیر مرئی و پوشیدہ ہاتھ ایسے مفسدوں، ظالموں، کاذبوں، مفتریوں اور باطل پرستوں کی تکذیب و ابطال کے لیے اندر ہی اندر اتنا اور ایسا سامان مہیا کر دیتا ہے کہ اس کے فنا وموت کے واسطے بیرونی حملوں وخارجی ضربوں کی احتیاج باقی نہیں رہتی اور اُس گھر کو گھر کے چراغ ہی سے آگ لگ جاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے کاذب ومفتری کا پرشکوہ قصر، خاکستر ہوکر عبرت گہ عالم بن جاتا ہے۔ سچ ہے کہ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ ع

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مرزا جی بھی اس کی تائید کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ:

’’قانونِ قدرت صاف گواہی دیتا ہے کہ خدا کا یہ فعل بھی دُنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت دل مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے سو وہ لوگ اپنی ذلّت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں۔‘‘ (استفتاء اردو، در حاشیہ خ ص۱۱۶ ج ۱۲)

چنانچہ اسی قانون قدرت کے مطابق مرزا جی آنجہانی کی زندگی کے گوشہ گوشہ کی خانہ تلاشی کی گئی تو معلوم ہوا کہ قدرت نے مرزائیت کی تباہی و بربادی کا خود مرزا جی کے ہاتھوں سے اتنا سامان وذخیرہ جمع کرایا ہے کہ اس گمراہ فرقہ وشجرۂ خبیثہ کے استیصال وابطال کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ مرزا صاحب کے خانۂ زندگی میں کہیں تو کفریات واختلافات کا ناہموار انبار ہے اور کہیں کذبات واتہامات کا ایک بدنما ڈھیر اور کہیں ہفوات وخرافات کا ایک تودۂ ریت؛ تو پھر ایسے اسباب وسامان کے ہوتے ہوئے ’’مرزائیت‘‘ کے دفن کرنے کے لئے کسی اور طرف متوجہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

صیاد نے لگائے ہیں پھندے کہاں کہاں
سارے پتے عیاں ہیں اسی سبز باغ میں

جیسا کہ اس سے پہلے مرزا صاحب کے چند کفریات واختلافات کو دو مستقل رسالوں، ’’کفریات مرزا‘‘ ’’اختلافات مرزا‘‘ کے نام سے شائع کر کے مرزائیت کی موت کا سامان مہیا کر چکا ہوں ایسا ہی آج اس رسالہ میں مرزا صاحب کے ذخیرۂ حیات میں سے چند ایسے کذبات واتہامات کو منظر عام پر لا رہا ہوں جو مرزائیت کی تکفین وتدفین میں بہت کچھ سہولتیں بہم پہونچائیں گے اور مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچائیں گے۔

مگر اس سے پہلے کہ آپ مرزائیت کے سبز باغ کے کذبات واتہامات کو ملاحظہ کریں اس مسلمہ ومتفقہ حقیقت کو بھی پیش نظر رکھیں کہ جھوٹ اور جھوٹ بولنے کی مذمت و برائی اس قدر ظاہر ہے کہ ہر قوم، ہر جماعت، ہر مذہب اور ہر ملت کے افراد وانسان نے جھوٹ کو ایک بدترین لعنت وبدترین معصیت کہا اور جھوٹ بولنے والے کو ملعون، مردود بتایا ہے۔ چنانچہ مقدس اسلام نے بھی مفتری وکاذب کو کافر و بے ایمان، ملعون ومردود، ذلیل ونامراد قرار دیا اور خصوصیت سے اُس شخص کو مغضوب ومعتوب اور ابدی جہنمی ودوزخی کہا ہے جو اللہ ورسول پر افترا کرے اور جھوٹی باتیں ان کی جانب منسوب کرے۔ یہاں تک کہ مرزا صاحب قادیانی جن کی زبان وقلم جھوٹ کی گندگی میں آلودہ ہے وہ بھی اس کی مذمت میں تمام قوموں و مِلّتوں کی ہمنوائی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

(۱) جھوٹے پر اگر ہزار لعنت نہیں تو پانچ سو سہی۔ (ازالہ اوہام ج۳ ص۵۷۲)

(۲) جھوٹا آدمی ایک گیند کی طرح گردش میں ہوتا ہے۔‘‘ (نور الحق ترجمہ خ ج۸ ص۱۳۷)

(۳) جھوٹ اور تلبیس کی راہ کو چھوڑ دو۔ (نور الحق، ترجمہ خ ج۸ ص۲۰۱)

(۴) جُھوٹے پر بغیر تعیّن کسی فریق کے لعنت کرنا کسی مذہب میں ناجائز نہیں۔ نہ ہم میں نہ عیسائیوں میں نہ یہودیوں میں۔‘‘ (انجام آتھم خ ج۱۱ ص۳۱)

(۵) وایٹ نے کہا کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ **یعنی جھوٹوں پر لعنت ہو۔ میں نے (مرزا) کہا کہ بیشک جھوٹوں پر لعنت وارد ہوگی۔** (انجام آتھم خ ج ۱۱ص ۳۱)

(۶) ہم جھوٹے کو دندان شکن جواب سے ملزم تو کر سکتے ہیں مگر اس کا مُنہ کیونکر بند کریں اس کی پلید زبان پر کونسی تھیلی چڑھاویں؟ (انجام آتھم خ ج ۱۱ص ۳۸)

(۷) جھوٹ کے مُردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا۔ یہ کتّوں کا طریق ہے نہ انسانوں کا۔ (انجام آتھم خ ج ۱۱ ص ۴۳)

(۸) خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائیں گے۔ (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۳۲۸)

(۹) دروغ گو کو خدا تعالیٰ اِسی جہان میں ملزم اور شرمسار کر دیتا ہے۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۴۱)

(۱۰) خدا کی جھوٹوں پر نہ ایک دم کے لئے لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے۔ (اربعین نمبر ۳ خ ج ۱۷ص ۳۹۸)

(۱۱) جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ حاشیہ خ ۵۶ ج ۱۷/ اربعین نمبر ۳ حاشیہ خ ج ۱۷ص ۴۰۷)

(۱۲) ہمارا ایمان ہے کہ خدا پر افترا کرنا پلید طبع لوگوں کا کام ہے۔ (اربعین نمبر ۳ در حاشیہ خ ج ۱۷ص ۴۰۶)

(۱۳) افسوس کہ یہ لوگ خدا سے نہیں ڈرتے۔ انبار در انبار اُن کے دامن میں جُھوٹ کی نجاست ہے۔ (ضمیمہ نزول المسیح خ ص ۱۱۸ ج ۱۹)

(۱۴) اے مفتری نابکار! کیا اب بھی ہم نہ کہیں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت۔
(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ص ۲۷۵)

(۱۵) دروغگو کا انجام ذلت ورسوائی ہے۔ (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ص ۲۵۳)

(۱۶) جُھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔ (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ص ۲۱۵)

(۱۷) جُھوٹ بولنے سے بدتر دُنیا میں اور کوئی بُرا کام نہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ص ۴۵۹)

(۱۸) سچ بات تو یہ ہے کہ جب انسان جُھوٹ بولنا روا رکھ لیتا ہے تو حیا اور خدا کا خوف بھی کم ہوجاتا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ص ۵۷۳)

(۱۹) **لعنۃ اللہ علی الکاذبین**، (جھوٹے پر خدا کی لعنت ہے)۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ص ۵۷۵)

(۲۰) ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہوجائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اُس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت خ ج ۲۳ص ۲۳۱)

ان حوالجات مذکورہ کے ساتھ اب مرزا صاحب کے ان کذبات اور اتہامات کو ملاحظہ فرمائیں جو آپ کی زبان وقلم سے نکلے ہیں تاکہ دعاوی مرزا کی حقیقت گور ابطال میں مدفون ہوجائے اور مرزائیت کے طلسمی جال کا کوئی مار باقی نہ رہ جائے۔

بڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

☆☆

کذبات مرزا

دروغ آدمی را کند شرمسار
دروغ آدمی را کند بے وقار

مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتابوں میں جا بجا ''احادیث صحیحہ، احادیث متواترہ، صحیح حدیثوں، روایات صحیحہ اور آثار نبویہ'' (وغیرہ) کے پرشوکت الفاظ اس لیے پیش کیے ہیں تاکہ ان کی مصنوعی نبوت وعلمی عزت کی ساکھ قائم رہے اور سادہ لوح وناواقف مسلمانوں کا طبقہ ان پرزور الفاظ سے مبتلاء فریب ہوکر قادیانیت کی پرستش کرنے لگے۔ اس لئے کہ آپ (مرزاجی) نے جن مضامین کو احادیث صحیحہ ومتواترہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے ان میں سے بعض مضامین تو صرف مرزاجی ہی کے کشت زار دماغ کی پیداوار اور آپ ہی کے زائیدۂ خیال ہیں، احادیث کی کتب معتبرہ میں ان کا نام ونشان تک نہیں۔ اور بعض میں اس قدر، ردوبدل اور قطع وبرید کی گئی ہے کہ وہ تمام وکمال ''احادیث صحیحہ ومتواترہ'' میں تو درکنار کسی ایک صحیح مرفوع حدیث میں بھی نہیں پائے جاتے۔ لہذا مرزا صاحب کو ''واضعین حدیث'' کے سربرآوردہ بزرگوں میں سے سمجھنا اور اُن کو حسب ارشاد نبوی ''بشارت خاص'' کا مستحق کہنا کسی طرح سے ناجائز نہیں ہے۔

اگر غلمدیت کے دام افتادہ ونمک خوار، ان افتراپردازیوں واتہام سازیوں کو دیکھ کر بلبلا اٹھیں اور ان اتہامات وافترائات کو صدق وصحت کے قالب میں ڈھالنے اور اپنے ''کرشن اوتار'' کو صادق وسچا ثابت کرنے کی سعی لاحاصل میں مصروف ہوں تو ان کے لئے

مجموعه القاسم: جلد سوم — تحفظ ناموس رسالتؐ

سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ لفظ ''احادیث، حدیثوں، روایات، آثار'' کی جمعی حالت اور اس کی صحت وتواتر کو پیش نظر رکھ کر مرزا صاحب کے بیان کردہ مضامین کو تمام وکمال بغیر کسی ترمیم وتغیر کے سینکڑوں وہزاروں ایسی صحیح مرفوع متصل حدیثوں میں دکھلائیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شرائط پر ہوں۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کے نزدیک اس قسم کے قیود نہ صرف مسلّم بلکہ وہ اپنے مخالفین سے اسی طرح کا مطالبہ کیا کرتے تھے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

(۱) اور مجھے کوئی ایک ہی حدیث ایسی دکھلاؤ کہ جو صحیح ہو......اور تواتر کی حد تک پہنچی ہو اور اس مقدار ثبوت تک پہنچ گئی ہو جو عندالعقل مفید یقین قطعی ہو جاوے اور صرف شک کی حد تک محدود نہ رہے۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم خ ج ۳ ص ۳۸۸)

(۲) لفظ الوہیم سے صرف تین شخص ہی کیوں مراد لئے جاتے ہیں کیونکہ جمع کا صیغہ تین ۳ سے زیادہ سینکڑوں ہزاروں پر بھی تو دلالت کرتا ہے۔ (انجام آتھم خ ج ۱۱ ص ۶)

(۳) پس جو حدیث امام بخاری کی شرط کے مخالف ہو وہ قبول کے لائق نہیں۔ (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۱۱۹)

(۴) کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے ثابت نہیں کہ عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔'' (حاشیہ حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۴۷)

اس لئے مجھ کو بھی بساط مرزائیت کے شطرنجی مہروں سے ان قیود کے ساتھ اسی طرح سے مطالبۂ دلیل کا بجا طور پر حق ہے۔ لیکن مرزائیوں وغلمدیوں کی قابل رحم وعاجزانہ حالت کو دیکھ کر سینکڑوں وہزاروں احادیث کے مطالبہ سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس امر کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان مضامین مرزا کو بتمام وکمال کم از کم تین ایسی صحیح، مرفوع متصل، متواتر، حدیثوں میں جو امام بخاریؒ کی شرائط کے موافق ہوں دکھلائیں اور اپنے مصنوعی نبی کی پیشانی سے کذب وافترا کے داغ کو دور کریں۔

غلمد یو! اگر چہ تم کواپنے پیغمبر کے جھوٹ پر سچائی کے رنگ چڑھانے کے خوب کرتب یاد ہیں لیکن اس مطالبہ کو پورا کرنے میں چھٹی کا دودھ اُگل دو گے اور ایڑی وچوٹی کا زور صرف کردو گے مگر یہ مطالبہ پورانہیں ہوسکے گا۔ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْراً . ع

دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے!!

لہٰذا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ’’مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتعمّداً فلیتبؤ مقعدَہٗ مِنَ النّارِ ، کے روسے مرزاجی اوران کی امت کو وعید جہنم کی خوش خبری سنانے پر مجبور ہیں۔

جھوٹ (۱) ’’احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا ہو گا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ص ۲۰۹)۔

جھوٹ (۲) ’’اور بعض احادیث میں بھی آچکا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ وہ ذوالقرنین ہوگا۔‘‘ (نصرۃ الحق خ ج ۲۱ص ۱۱۸)۔

جھوٹ (۳) ’’ اور آثار نبویہ میں بھی ایسا ہی آیا تھا کہ اُس مہدی موعود پر کفر کا فتوی لگایا جائے گا۔سووہ سب لکھا ہوٗ اپُورا ہوا‘‘ (سراج منیر ج ۱۲ص ۷۵)۔

جھوٹ (۴) ’’حدیثوں میں صاف طور پر یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ مسیح موعود کی بھی تکفیر ہوگی۔اور علمائے وقت اُس کو کافر ٹھرائینگے اور کہیں گے کہ یہ کیسا مسیح ہے اِس نے تو ہمارے دین کی بیخ کنی کردی۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ درحاشیہ خ ج ۱۷ص ۲۱۳)

جھوٹ (۵) ’’لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا۔ وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائیگی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔‘‘ (اربعین نمبر ۳ خ ج ۱۷ص ۴۰۴)

ناظرین کرام! قرآن شریف میں اس قسم کا نہ کوئی مضمون ہے اور نہ کوئی پیشگوئی۔ اس لیے **لعنۃُ اللہِ عَلَی الکاذبیْنَ** پڑھ کر مرزاجی کی روح کو ثواب پہنچادیجئے۔

جھوٹ (۶) ’’اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا‘‘ (حقیقۃ الوحی، خ ج ۲۲ص ۴۰۶)

جھوٹ (۷) ’’ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوگیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے اور آخری آدم (مرزا) پہلے آدم کی طرز ظہور پر الف ششم کے آخر میں جو روز ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونے والا ہے سووہ یہی (مرزا قادیانی) ہے جو پیدا ہوگیا۔‘‘ (ازالہ اوہام خ ج ۳ص ۴۷۵)

جھوٹ (۸) ’’مگر ضرور تھا۔کہ وہ مجھے (مرزا کو) کافر کہتے اور میرا نام دجّال رکھتے۔کیونکہ احادیث صحیحہ میں پہلے سے یہی فرمایا گیا تھا۔کہ اس مہدی (مرزا) کو کافر ٹھہرایا جائے گا۔اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہیں گے اور ایسا جوش دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو اس کو قتل کرڈالتے۔‘‘(ضمیمہ انجام آتھم خ ج ۱۱ص ۳۲۲)۔

جھوٹ (۹) ’’اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے اُن حدیثوں پر عمل کرنا چاہیئے جو صحت اور وثوق میں اِس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی وہ حد یثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاصکر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اُسکی نسبت آواز آئیگی کہ ھٰذَا خَلِیْفَۃُ اللہِ الْمَھْدِیُّ. اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جوایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔‘‘ (شہادۃ القرآن خ ج ۶ص ۳۳۷)

نور: بخاری شریف دنیا میں ایک کثیر مقدار میں شائع وموجود ہے کیا مادر مرزائیت کا کوئی سپوت اور اپنے روحانی باپ (مرزا) کا کوئی لال ہے جو اس حدیث کو بخاری شریف

میں دکھلا کر مرزا جی کو کاذبوں، مفتریوں، ملعونوں کی قطار سے نکال دے اور حق نمک بلکہ حق پدری ادا کرے؟

غلمدیت کے نمک خوار مولوی اللہ دتا جالندھری ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے آقا و مولیٰ مرزا جی کے ہر سفید جھوٹ کو سچ بنانے میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس فن کے استاد کامل اور بڑے مشاق ہیں۔ مگر مرزا صاحب کے اس جھوٹ کے سامنے وہ بھی عاجزانہ حالت کے ساتھ سرنگوں ہوگئے اور نہایت دبی زبان سے مرزا جی کے اس جھوٹ کا ان الفاظ میں اقرار کرتے ہیں کہ: ''بخاری کے حوالہ کا ذکر سبقت قلم ہے اُسے کذب قرار دینا ظلم ہے۔'' (تجلیات رحمانیہ ص ۸۹)۔

ایک وفادار نمک خوار سے یہی توقع ہے کہ وہ اپنے آقا کی غلط گوئی وکذب بیانی کو بالفاظ دیگر سبقت قلم کا نتیجہ قرار دے؛ ورنہ اس کی صاف گوئی، بے وفائی ونمک حرامی میں شمار کی جائے گی۔ بات وہ کہئے کہ جس بات کے ہوں سو پہلو ☆ کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لیے۔

جھوٹ (۱۰) ''اور ایک حدیث میں ہے کہ مہدی کے وقت میں یہ (یعنی چاند گرہن اور سورج گرہن) دو مرتبہ واقع ہوں گے۔'' (چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ ص ۳۲۹)

جھوٹ (۱۱) '' ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہوجانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو ۱۰۰ برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔''

(ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۲۲۷)

جھوٹ (۱۲) ''ایسا ہی احادیثِ صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئیگا۔ اور وہ چودھویں صدی کا مجدّد ہوگا۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ خ ج ۲۱ ص ۳۵۹)

جھوٹ (۱۳) '' لیکن بڑی توجّہ دلانے والی یہ بات ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلّم نے ایک مہدی کے ظہور کا زمانہ وُہی زمانہ قرار دیا ہے جسمیں ہم ہیں اور چودھویں صدی کا اُسکو مجدّد قرار دیا ہے۔'' (نشان آسمانی خ ج ۴ ص ۳۷۰)۔

جھوٹ (۱۴) '' اور اس میں ایک اَور عظمت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بھی اس کی پوری ہونے سے پوری ہوگئی کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ عیسائیوں اور اہل اسلام میں آخری زمانہ میں ایک جھگڑا ہوگا۔ عیسائی کہیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور مسلمان کہیں گے کہ حق ہم میں ظاہر ہوا۔ اس وقت عیسائیوں کیلئے شیطان آواز دے گا کہ حق آل عیسیٰ کے ساتھ ہے اور مسلمانوں کے لیے آسمان سے آواز آئیگی کہ حق آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے سو یاد رہے کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آتھم کی قصّہ کے متعلق ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم خ ج ۱۱ ص ۲۸۷)۔

جھوٹ (۱۵) '' پس رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سُورج گرہن مہدی کے ظہور کے وقت ایام کسوف کے نصف میں ہوگا یعنی اٹھائیسویں تاریخ میں دوپہر سے پہلے۔'' (ترجمہ از: نور الحق، خ ج ۸ ص ۲۰۹)۔

جھوٹ (۱۶) '' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کسی شہر میں وبا نازل ہوتو اس شہر کے لوگوں کو چاہیے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں۔'' (اشتہار عام مریدوں کے لیے ہدایت'' مورخہ ۱۲/اگست ۱۹۰۷ء)

جھوٹ (۱۷) ''اور جیسا کہ ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے۔ اوّل اِس ملک میں دُوسرے امریکہ میں۔ اور دونوں مرتبہ انہیں تاریخوں میں ہوا ہے جن کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے۔'' (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۲۰۲)۔

جھوٹ (۱۸) ''اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ''**ما زنا زان وھو مومن و ما سرق سارق وھو مومن.**'' (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۱۶۹) [1]

[1] مرزا کے وضع کردہ عربی کے یہ الفاظ حقیقۃ الوحی مطبوعہ مطبع میگزین قادیان اپریل ۱۹۰۷ء میں ہیں

جھوٹ (۱۹) ''ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ایک ملک میں خدا تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں اور فرمایا کہ **کَانَ فِی الْھِنْدِ نَبِیًّا اَسْوَدَ اللَّوْنِ اِسْمُہٗ کَاھِناً** یعنی ہند میں ایک نبی گزرا ہے جو سیاہ رنگ تھا اور نام اُس کا ہن تھا، یعنی کنہیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔ (ضمیمہ چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ص ۳۸۲)

نور: گذشتہ زمانہ میں ملک کے اندر ایک ایسا گروہ بھی تھا جو اپنے اظہار تقدس واغراض کے لیے جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر لوگوں میں مشہور کیا کرتا اور کہتا کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ایسے گروہ کو اسلامی دنیا میں واضعین حدیث کے برے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشہور فرمان ''**مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فلیتبؤ مَقعدَہٗ مِنَ النّارِ**'' میں جہنم و دوزخ کی خوش خبری دی ہے، مگر مرزا جی نے اس فن وضع حدیث میں گذشتہ واضعین کے بھی کان کتر لیے ہیں، کیوں کہ مذکورہ بالا عربی عبارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کی گئی ہے نہ صرف یہ کہ اس کا وجود احادیث کے ذخیرہ میں نہیں ہے۔

علاوہ اس کے از روئے اصول نحو بھی یہ[۲] غلط ہے اس لیے یہ ایک جھوٹی بناوٹی مصنوعی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جو حدیث کی کسی کتاب میں منقول نہیں اور یہی نسخہ مصنف کے سامنے ہے، لیکن قادیانیوں نے مرزا کے مرنے کے بعد متن میں تو وہی الفاظ باقی رکھے ہیں، البتہ حاشیہ میں بحوالہ بخاری شریف حدیث کے صحیح الفاظ درج کردیے ہیں تاہم یہ بات واضح رہے کہ یہ استدلال کمزور ہے، کیوں کہ یہ الفاظ نہ سہی اس کے ہم معنی الفاظ احادیث میں وارد ہیں لہٰذا اس نمبر کو استدلال سے خارج سمجھنا بہتر ہے۔

۲ نحوی ترکیب میں فی الھند جار مجرو میں اسم بننے کی صلاحیت نہیں نبیاً، کان کا اسم ہوگا اس پر ضمہ آنا چاہئے مگر مرزا نے فتحہ لگا رکھا ہے۔ اسی طرح نبیاً نکرہ ہونے کی وجہ سے اسود اللون کی صفت نہیں بن سکتا۔ مرزا نے صفت بنا رکھا ہے۔

حدیث ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا آپ پر اتہام اور آپ کی توہین ہے جس کی سزا، دارین کی روسیاہی وسرنگونی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتی۔ اگر امت مرزائیہ کو اپنے آقا و مولیٰ مرزا آنجہانی کی نگوساری وذلت خواری دیکھنا گوارا نہیں ہے تو اپنے اولین وآخرین اور دلائل وبراہین کو لے کر اٹھے اور اس کو حدیث صحیح ثابت کرے تا کہ مرزائیت کے ''باوا آدم'' کی کچھ تو اشک شوئی ہو جائے۔

جھوٹ (۲۰) ''اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی ہوئی ہے۔'' (مسیح ہندوستان میں خ ص ۵۵ ج ۱۵)

جھوٹ (۲۱) ''اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مسیح موعود کی تیرہویں صدی میں پیدائش ہوگی اور چودہویں صدی میں اس کا ظہور ہوگا۔'' (ریویو ج/ ۱۱،۲۱، ج ۲ ص/ ۴۳۷)

جھوٹ (۲۲) ''پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویّہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشارِ نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائیگا اور نابالغ بچے نبوّت کرینگے۔ اور عوام الناس رُوح القدس سے بولیں گے۔'' (ضرورۃ الامام خ ص ۴۷۵ ج ۱۳)۔

نور: جن نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں یہ مضمون لکھا ہوا ہے اگر مرزائیت کے علم بردار اُس کا پتہ دیں گے تو ایک من مٹھائی پیش خدمت کی جائے گی۔ نہیں تو جھوٹے کا ذلیل وخوار ہونا ایک مسلم امر ہے۔

جھوٹ (۲۳) '' قرآن نے میری گواہی دی ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گواہی دی ہے۔ پہلے نبیوں نے میرے آنے کا زمانہ متعین کر دیا ہے کہ جو یہی زمانہ ہے اور قرآن بھی میرے آنے کا زمانہ متعیّن کرتا ہے کہ جو یہی زمانہ ہے۔ اور میرے لیے

آسمان نے گواہی دی اور زمین نے بھی۔اور کوئی نبی نہیں جو میرے لئے گواہی نہیں دے چکا۔'' (تحفۃ الندوہ خ ج۱۹ص ۹۶)

نور: مرزا صاحب نے اس عبارت میں منہ بھر کر جھوٹ اگلے ہیں اور اپنی عزت ووقار کو ملیامیٹ کیا ہے۔کیا کسی مرزائی میں اتنی ہمت ہے جو قرآن وحدیث،آسمان وزمین اور تمام انبیاء علیہم السلام کی مذکورہ بالا شہادتیں کسی معتبر کتاب میں دکھلائے؟ اور اپنے ''پیشوا'' کی خاک آلود عزت کو صاف کرے؟

جھوٹ(۲۴) ''اور میرا یہ بیان ہے کہ میرے تمام دعاوی قرآنِ کریم اور احادیث نبویہّ اور اولیاء گذشتہ کی پیشگوئیوں سے ثابت ہیں۔'' (آئینہ کمالات خ ج۵ص ۳۵۶)

جھوٹ(۲۵) '' خدا نے آدم کو چھٹے دن بروز جمعہ بوقت عصر پیدا کیا۔توریت اور قرآن اور احادیث سے یہی ثابت ہے۔'' (حاشیہ ضمیمہ براہین احمدیہ خ ج۲۱ص ۲۶۰)

جھوٹ (۲۶) ''احادیث سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے وقت عیسائی قوم کثرت سے دُنیا میں پھیل جاوے گی۔'' (حاشیہ تتمہ حقیقۃ الوحی خ ج۲۲ص ۴۹۶)

جھوٹ (۲۷) '' دوسری طرف ایسی احادیث بھی ہیں جو یہ بتلاتی ہیں کہ مسیح موعود کے وقت میں تقریباً تمام زمین پر عیسائی سلطنت قوّت اور شوکت رکھتی ہوگی۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی خ ج۲۲ص ۴۹۶)۔

جھوٹ(۲۸) ''حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت میں ملک میں طاعون بھی پھُوٹے گی۔'' (ایام الصلح درحاشیہ خ ج۱۴ص ۳۴۷)۔

جھوٹ(۲۹) ''چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ ۳۱۳ اصحاب کا نام درج ہوگا۔اس لیے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ۳۲۴ ج ۱۱)

جھوٹ (۳۰) ''کبھی فاسق اور فاجر اور بدکار بھی سچّی خواب دیکھ لیتا ہے اور یہ سب

رُوح القدس کا اثر ہوتا ہے۔جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہے۔''
(دافع الوساوس حاشیہ خ ج۵ص ۸۰)

جھوٹ (۳۱) ''سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا اِس سے پہلے صدہا اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدّد مسیح موعود ہوگا۔اور احادیث صحیحہ نبویہّ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام خ ج۵ص ۳۴۰)۔

نور: صدہا اولیاء کے وہ شہادت آمیز الہامات اور احادیث نبویہ کی پکار کو ہم بھی سننا چاہتے ہیں نیز اُن سینکڑوں اولیاء کے اسماء گرامی اور ان کے الہامات جن کتابوں میں مندرج ہوں اُس کی زیارت کے لیے ہماری آنکھیں بے چین ہیں۔دیکھئے: قادیانیت کا کون فرزند سعید ہے جو اِس خدمت سے اپنے روحانی باپ کا حق ادا کرتا ہے؟

جھوٹ (۳۲) ''اور آپ سے پُوچھا گیا کہ کیا زبان پارسی میں بھی کبھی خدا نے کلام کیا ہے۔تو فرمایا کہ ہاں خدا کا کلام زبان پارسی میں بھی اُترا ہے۔جیسا وُہ اُس زبان میں فرماتا ہے: ''این مُشتِ خاک را گر نہ بخشم چہ کنم۔'' (ضمیمہ چشمۂ معرفت خ ج۲۳ص ۳۸۲)

نور: احادیث کی کن کتابوں میں یہ ارشاد نبوی ہے شرائط مذکورہ کے موافق اس کو ثابت کرو؟ نیز یہ بتاؤ کہ یہ الہام کس پر اترا تھا حالاں کہ ''اصول مرزا'' کی بنا پر الہام کا غیر زبانِ ملہَم میں اترنا غیر معقول اور بیہودہ امر ہے جس سے اس ''دروغ'' کی اور پختگی ہو جاتی ہے۔فرماتے ہیں کہ: ''یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو اور کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔'' (چشمۂ معرفت خ ج۲۳ص ۲۱۸)۔

جھوٹ (۳۳) '' ایسا ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آدم سے لے کر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ خ ج۱۷ص ۲۴۵)

جھوٹ(۳۴) ''حالاں کہ بالاتفاق تمام احادیث کے رو سے عمر دنیا کل سات ہزار

برس قرار پایا تھا...... جبکہ احادیث صحیحہ متواترہ کے رُو سے عمر دنیا یعنی حضرت آدم سے لے کر اخیر تک سات ہزار برس قرار پائی تھی۔" (حاشیہ تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۲۴۷)

جھوٹ (۳۶) "لیکن پھر بھی جب ہم حدیثوں پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ کافی حصہ اس قسم کی حدیثوں کا موجود ہے جن میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی ایک سو بیس ۱۲۰ برس عمر لکھی ہے۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۲۹۵)

جھوٹ (۳۷) "اور سب سے بڑھ کر حدیثوں کے رو سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا تھا کہ گذشتہ تمام نبی جن میں حضرت عیسیٰ بھی داخل ہیں سب کے سب فوت ہو چکے ہیں۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۲۹۵)

جھوٹ (۳۸) "اور علاوہ نصوصِ صریحہ قرآن شریف اور احادیث کے تمام اکابر اہلِ کشوف کا اس پر اتفاق ہے کہ چودہویں صدی وہ آخری زمانہ ہے جس میں مسیح موعود ظاہر ہو گا۔ ہزار ہا اہل اللہ کے دل اسی طرف مائل رہے ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۲۴۳)

نور: قرآن شریف کے نصوص صریحہ واحادیث اور تمام اکابر اہل کشف کا اتفاق، وہزار ہا اہل اللہ کے میلانِ قلبی کی زیارت ہم بھی کرنا چاہتے ہیں۔ کیا قادیانیت کا کوئی فرزند رشید ہے جو ان چیزوں کی زیارت کا سامان مہیا کر کے اپنے "روحانی باپ" کو صادق القول ثابت کرے؟ ورنہ (مرزا کے اِس فتوے) "جھوٹے پر اگر ہزار لعنت نہیں سہی تو پانچ سو سہی" (ازالہ اوہام خ ص ۵۷۲ ج ۳) کو (ذہن میں) محفوظ رکھے۔

جھوٹ (۳۹) "حدیث صحیح سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ انہوں نے ایک سو بیس ۱۲۰ برس عمر پائی اور واقعہ صلیب کے بعد ستاسی ۸۷ برس اَور زندہ رہے۔" (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۲۷۷)

جھوٹ (۴۰) "کیونکہ بموجب آثارِ صحیحہ کے مسیح موعود کا صدی کے سر پر آنا ضروری ہے۔" (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۳۲۵)

جھوٹ (۴۱) "ہمارا حج تو اس وقت ہو گا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آ کر

طواف بیت اللہ کرے گا۔ کیونکہ بموجب حدیث صحیح کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہو گا ...... آخر ایک گروہ دجّال کا ایمان لا کر حج کریگا۔ سو جب دجّال کو ایمان اور حج کے خیال پیدا ہونگے وہی دن ہمارے حج کے بھی ہوں گے۔" (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۴۱۶)

غلمد یو! اول تو حسب شرائط مذکورہ وہ حدیث صحیح دکھلاؤ جس میں مسیح موعود کے حج کا وہ وقت مقرر ہو کہ جب دجال کفر اور دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کرے گا؟

☆ نیز دجال کا کون سا گروہ ایمان لا کر حج کو گیا؟

☆ اور کیا خود مرزا صاحب بھی اس نعمت سے مشرف ہوئے؟

حالاں کہ دنیا جانتی ہے کہ نہ دجال کا کوئی گروہ ایمان لا کر حج کو گیا اور نہ مرزا صاحب ہی نے باوجود "دعویٰ پیغمبری" حج کی سعادت حاصل کی اور یہ کیوں نہیں ہوا اس لیے کہ: "دروغ گو کو خدا تعالیٰ اِسی جہان میں ملزم اور شرمسار کر دیتا ہے۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۴۱)۔

جھوٹ (۴۲) "مَیں نے حدیثوں کی رُو سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ مسیح اور مہدی جو آنے والا ہے عیسائی سلطنت کے وقت میں اُس کا آنا ضروری ہے۔" (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۴۲۴)۔

جھوٹ (۴۳) "اس پیش گوئی (آتھم والی) کی نسبت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خبر دی تھی اور مکذبین پر نفرین کی تھی۔" (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۴۱۸)

نور: اگر بالفرض مرزا صاحب کی یہ بات سچی ہو تو (معاذ اللہ) لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی غلط وجھوٹ ہو جائے۔ کیوں کہ آتھم، مرزا صاحب کے مقرر کردہ وقت پر نہیں مرا۔ اسی وجہ سے خود مرزا صاحب اور ان کی امت اس سلسلہ کی "بھول بھلیاں" میں سراسیمہ و پریشان ہو کر مبتلا ہے۔

جھوٹ (۴۴) "حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل دجّال شیطان کا نام ہے۔" (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۲۹۶)

جھوٹ (۴۵) ''یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو صبح اور شام اور کئی وقت چلے گی اور تمام مدار اس کا آگ پر ہوگا۔ اور صدہا لوگ اُس میں سوار ہوں گے۔'' (ایام الصلح خ ج۱۴ص ۳۱۳)۔

جھوٹ (۴۶) ''در قرآن کریم وکتب احادیث ودیگر صحف مسطور است کہ دراں ایام یک مرکب جدید حادث گردد کہ بزور آتش حرکت نماید...... پس آں مرکب...... در عرف ہندوستان ریل نامند۔'' (تذکرہ الشہادتین، ص ۲۴) [1]

نور: احادیث نبوی کے ثبوت کے سلسلہ میں قرآن کریم وصحف انبیاء کو خصوصیت سے ظاہر کیا جائے؟...... ورنہ مرزائیو دیکھو کہ: ''زور کے ساتھ دروغ گوئی کی نجاست اُن (مرزا) کے مُنہ سے بہہ رہی ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام خ ج ۵ ص ۵۹۹)۔

جھوٹ (۴۷) ''در احادیث صحیح وارداست کہ بعد ازیں واقعہ (صلیب) حضرت عیسیٰ مدتے زندہ ماندہ بعمر یک صد وبست سال گی وفات نمودہ پیش پروردگار خود رسید۔''
(تذکرہ الشہادتین ص ۲۸) [2]

جھوٹ (۴۸) ''چناں چہ ذکر ایں کسوف وخسوف در انجیل بلکہ در قرآن مجید واحادیث صحیحہ نیز مسطور است۔'' [3]

---

[1] ترجمہ از مرزا: قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلے گی ......سو وہ سواری ریل ہے جو (ہندوستان میں) پیدا ہوگئی۔'' (تذکرۃ الشہادتین، خ ص ۲۵ ج ۲۰)

[2] ترجمہ از مرزا: احادیث میں آیا ہے۔ کہ اس واقعہ (صلیب) کے بعد عیسیٰؑ ابن مریم نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی اور پھر فوت ہو کر اپنے خدا کو جاملا۔'' (تذکرۃ الشہادتین خ ص ۲۹ ج ۲۰)

[3] ترجمہ از مرزا: ان دونوں گرہنوں کی انجیلوں میں بھی خبر دی گئی ہے اور قرآن شریف میں بھی یہ ہے اور حدیثوں میں بھی (تذکرہ الشہادتین ۳۳ ج ۲۰)

نور: احادیث صحیحہ کے ساتھ قرآن مجید کی وہ آیت جس میں اس خاص کسوف وخسوف کا ذکر ہو پیش کر کے فرمایئے کہ اس آیت کی اس کسوف وخسوف کے ساتھ کن کن بزرگوں نے تفسیر کی ہے؟ ورنہ بغیر اس کے آگ کے انگاروں سے کھیلنا ہے۔

جھوٹ (۴۹) ''وبجہت ادائے شہادت من مطابق پیش گوئی ہائے قرآن کریم واحادیث صحیحہ اناجیل اربعہ وصحف انبیاء در ماہ رمضان المبارک بالائے آسمان آفتاب را کسوف وماہتاب را خسوف گرفت است۔ ومنم کہ در عہد من بر طبق اخبار قرآنی بطور خرق عادت طاعون نمودار گشت است ومن آں کسم کہ در روزگار من بر طبق احادیث صحیحہ از جانب بعض حکومت مردم را بجہت رفتن نہ حج انسداد بعمل آمد۔'' [1]

(تذکرہ الشہادتین ص ۳۴)

نور: احادیث صحیحہ کے ساتھ قرآن کریم، اناجیل اربعہ وصحف انبیاء اور اخبار قرآنی کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

جھوٹ (۵۰) ''اور ممکن ہے کہ شیطان لعین نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دِل میں اس قسم کے خفیف وسوسہ کے ڈالنے کا ارادہ کیا ہو۔ اور انہوں نے قوت نبوت سے اس وسوسہ کو دفع کر دیا ہو۔ اور ہمیں یہ کہنا اس مجبوری سے پڑا ہے کہ یہ قصّہ صرف انجیلوں ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ ہماری احادیث صحیحہ میں بھی ہے۔''

(ضرورۃ الامام خ ج ۱۳ ص ۴۸۶)

---

[1] ترجمہ از مرزا: ''مَیں وہ شخص ہوں جو عین وقت پر ظاہر ہوا۔ جس کے لئے آسمان پر رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو قرآن اور حدیث اور انجیل اور دوسرے نبیوں کی خبروں کے مطابق گرہن لگا۔ اور مَیں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں تمام نبیوں کی خبر اور قرآن شریف کی خبر کے موافق اس ملک میں خارق عادت طور پر طاعون پھیل گئی اور مَیں وہ شخص ہوں جو حدیث صحیح کے مطابق اس کے زمانہ میں حج روکا گیا۔'' (تذکرۃ الشہادتین خ ص ۳۶ ج ۲۰)۔

جھوٹ (۵۱) ’’ ایسا ہی احادیث میں بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ مہدی موعود ایسے قصبہ کا رہنے والا ہوگا جس کا نام کدعہ یا کدیہ ہوگا۔ اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ کدعہ دراصل قادیاں کے لفظ کا مخفف ہے۔‘‘ (کتاب البریہ ج۱۳ص۲۶۰)

نور: اوّل تو حدیث ہی موضوع ہے دیکھو میزان الاعتدال ص۱۶۰ ج ۲، دوسرے مغالطہ دہی و دروغ گوئی کی بدترین مثال اور کم علمی و جہالت کی مکروہ تصویر ہے اس لیے کہ اس موضوع وضعیف روایت میں نہ ’’کدعہ‘‘ نہ ’’قدہ‘‘ اور نہ ’’کدیہ‘‘ بلکہ لفظ ’’کرعہ‘‘ ہے جس کو مرزائیت کے ’’مجدد صاحب‘‘ کی جدت طراز طبع نے کدعہ کا مخفف قادیان بنا کر اپنا الوسیدہا کرنا چاہا ہے۔[۱]

جھوٹ (۵۲) ’’احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح نے مختلف ملکوں کی (بعد واقعہ صلیب) بہت سیاحت کی ہے ...... لیکن جب کہا جائے کہ وہ کشمیر میں بھی گئے تھے تو اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ جس حالت میں انہوں نے مان لیا کہ حضرت مسیح نے اپنی نبوت کے ہی زمانہ میں بہت سے ملکوں کی سیاحت بھی کی تو کیا وجہ کہ کشمیر جانا ان پر حرام تھا؟‘‘ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ خ ج ۱۷ص۱۰۷)۔

جھوٹ (۵۳) ’’اور حدیثوں میں کدعہ کے لفظ سے میرے گاؤں (قادیان) کا نام موجود ہے۔‘‘ (ریویو بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۴۳۷)

جھوٹ (۵۴) ’’آیا ایں ادلہ و براہین در اثبات دعاوی من کفایت نمیکند کہ قرآن کریم جمیع قرائن و علامات راندکور ساختہ بلکہ نام مرا نیز بیاں نمودہ و در احادیث از ایراد لفظ (کدعہ) نام قریۂ من (قادیان) درج فرمودہ و در دیگر احادیث مسطور است کہ بعثت ایں

[۱] روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ یخرج المھدی من قریة بالیمن یقال لھا کرعة ۔ مہدی کا ظہور ملک یمن کے ایک گاؤں سے ہوگا جس کو کرعہ کہا جاتا ہے۔ اس کا راوی عبدالوہاب بن ضحاک متروک اور منکر الحدیث ہے۔ میزان ۱۶۰

مسیح موعود (مرزا) برسر قرن چہاردہم خواہد بود۔‘‘ (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۸) [۱]

جھوٹ (۵۵) ’’بلکہ در احادیث صحیحہ مسطور است کہ مسیح موعود در ہند مبعوث خواہد گردید۔‘‘ (تذکرۃ الشاہدین ص ۳۹) [۲]

جھوٹ (۵۶) اور بعض احادیث بتاتی ہیں کہ مسیح حکم عدل امام اور خلیفۃ اللہ ہو کر آوے گا اور سب معاملہ اس کے اختیار میں ہوگا اور بجز اس وحی کے جو چالیس برس تک ہوتی رہے گی اور کسی کا اتباع نہ کرے گا اور اس وحی سے قرآن کے بعض احکام منسوخ کر دے گا اور کچھ زیادہ کرے گا۔‘‘ (حمامۃ البشری حاشیہ) [۳]

نور: جن احادیث میں یہ تمام مضمون مذکور ہے اگر ان کو شرائط مذکورہ کے موافق بیان کرو تو ایک من مٹھائی بطور شکریہ حاصل کرو۔

جھوٹ (۵۷) ’’حدیثوں سے صاف طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دُنیا میں ظاہر ہوں گے۔‘‘ (نزول المسیح حاشیہ ج ۱۸ص۳۸۴)

جھوٹ (۵۸) ’’ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر

[۱] ترجمہ از مرزا: کیا یہ دلائل میرے دعوے کے ثبوت کے لئے کم ہیں کہ میری نسبت قرآن کریم نے اس قدر پورے پورے قرائن اور علامات کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ایک طور سے میرا نام بتلا دیا ہے اور حدیثوں میں کدعہ کے لفظ سے میرے گاؤں کا نام موجود ہے اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مسیح موعود کی تیرھویں صدی میں پیدائش ہوگی (تذکرۃ الشہادتین خ ص ۴۰ ج ۲۰)

[۲] خلاصہ ترجمہ از مرزا: اور صحیح بخاری میں میرا تمام حُلیہ لکھا ہے اور پہلے مسیح کی نسبت جو بڑا مرکز مشرق یعنی ہند قرار دیا ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین خ ص ۴۰ ج ۲۰)

[۳] عربی عبارت اس طرح ہے: **و بعضھا (من احادیث) یدل علی ان المسیح یأتی حکما عدلا و اماما و خلیفة من اللہ تعالیٰ و کل الامر یکون فی یدیه و لا یتبع احدا الا وحی اللہ الذی ینزل علیه الی اربعین سنة ، فینسخ بوحیه بعض احکام الفرقان و یزید بعضا** (حمامۃ البشریٰ ۲۰۳ ج ۷)۔

موسیٰؑ وعیسیٰؑ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔'' (ایام الصلح خ ج۱۴ص۲۷۳)

نور: حدیث کی کسی مستند کتاب میں لفظ ''عیسیٰ'' کی زیادتی کے ساتھ یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حدیث کی مخرج و مستند کتابوں اور صحیح مرفوع متصل حدیثوں میں بلا زیادتی لفظ عیسیٰ یہ الفاظ ہیں ''لو کانَ مُوسیٰ حیاً لَمَاوسِعَهُ اِلّااِتّباعِی'' (دیکھو مسند احمد، ج۳،ص۳۸۷۔ مشکوۃ ص۳۰، مرقاۃ ج۱ص۲۰۶، عمدۃ القاری ج۱۱ص۵۰۷)۔ اس لیے اس دروغ میں مرزا صاحب کی خودغرضی و مطلب پرستی کے ساتھ آپ کی کم علمی و جہالت بھی روشن ہے۔

جھوٹ (۵۹) ''اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اُس شخص (مرزا قادیانی) کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لیے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔'' (اربعین نمبر۴ خ ج۱۷ص۴۴۲)

نور: جن بہت سے پیغمبروں نے مرزا صاحب کی زیارت کی تمنا ظاہر کی ہے اور جن تمام نبیوں نے مرزا جی کے زمانہ اور وقت کی بشارت دی ہے اُن کے اسماء گرامی کے ساتھ ساتھ یہ بتایا جائے کہ وہ تمنائیں و بشارتیں کس صحیفہ و کتاب میں ہیں؟۔ امید ہے کہ امت مرزائیہ اپنے پیغمبر کو اس امر میں ضرور سچا ثابت کرے گی ورنہ پھر ہماری طرف سے ''لعنۃُ اللہ عَلی الکاذبین'' کا ابدی تحفہ قبول کرے۔

جھوٹ (۶۰) ''ہاں میں (مرزا) وہی ہوں جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا اور پھر خدا نے ان کی معرفت بڑھانے کے لیے منہاج نبوت پر اس قدر نشانات ظاہر کیے کہ لاکھوں انسان ان کے گواہ ہیں۔'' (فتاویٰ احمدیہ، ج۱ص۵۱)

نور: جن سارے نبیوں کے زبانی وعدہ پر مرزا جی تشریف فرمائے عالم ہوئے ہیں وہ وعدہ کس کتاب میں ہے؟ اور کیا ہے؟۔ اگر مرزائیت اپنے ''نبی'' کی لاج کو خاک آلود نہیں دیکھنا چاہتی تو فوراً سارے نبیوں کے زبانی وعدہ کو منصۂ شہود پر لائے۔ ع

دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

جھوٹ (۶۱) '' میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے (مرزا) مامور فرمایا اور جسقدر دلائل میرے سچا ماننے کے لیے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دئے اور آسمان سے لیکر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتدا سے آج تک میرے لئے خبریں دی ہیں۔'' (تذکرۃ الشہادتین، خ ج۲۰ص۶۴)

نور: کیا ان تمام نبیوں کی وہ خبریں جو مرزا صاحب کی آمد و صداقت کے متعلق ہیں کسی معتبر کتاب میں معہ حوالۂ عبارت دکھلائی جاسکتی ہیں''۔ غلمدیو! اگر کچھ ہمت ہو تو اٹھو اور اپنے ''رسول'' کی عزت و آبرو رکھ لو۔

جھوٹ (۶۲) ''صاحب تفسیر (تفسیر ثنائی) لکھتا ہے کہ'' ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درائیت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درائیت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔'' (براہین احمدیہ خ ج۲۱ص۴۱۰)

نور: اگر اس تفسیر ثنائی سے مراد مرزا جی کے سخت جاں حریف، مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ ہیں تو یہ ایک اعجازی جھوٹ ہے اور اگر اس سے مراد تفسیر مظہری مصنفہ قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ ہیں تو یہ کراماتی جھوٹ ہے بہرحال دونوں صورتوں میں یہ ایسا جھوٹ ہے جو اعجاز و کرامت کے حدود سے باہر نہیں ہوسکتا۔

جھوٹ (۶۳) ''انبیاء گذشتہ[۱] کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگا دی کہ وہ (مرزا) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔''

(اربعین ج۱۷ص۳۷۱)

---

[۱] اربعین کے پہلے ایڈیشن میں مرزا نے لفظ انبیاء ہی لکھا ہے لیکن بعد میں لفظ ''انبیاء'' کو حذف کر کے اس کی جگہ ''اولیاء'' کا لفظ بڑھا کر مرزائیوں نے خیانت کی اور حاشیہ میں لکھدیا کہ یہ کاتب کی غلطی تھی۔ اور مزید خیانت درخیانت یہ کہ بعد کے ایڈشنوں میں حاشیہ سے وہ نوٹ بھی حذف کر دیا تا کہ اس مجرمانہ خیانت کا کوئی ثبوت ہی نہ رہے۔

نور: جن گذشتہ نبیوں کے کشوف نے مرزا جی کے زمانۂ پیدائش کو چودھویں صدی کا سر، اور جائے پیدائش کو پنجاب مقرر کر کے قطعی مہر لگا دی ہے، غلمدیو! اگر کچھ ایمانی غیرت کی جھلک موجود ہے تو اٹھو اور انبیاء گذشتہ کے کشوف مذکورہ کو منظر عام پر لا کر اپنے ''کرشن اوتار'' کو سرنگونی و ذلت وخواری سے بچاؤ۔

جھوٹ (۶۴) ''خدا کی تمام کتابوں میں خبر دی گئی تھی کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پھیلے گی اور حج روکا جائے گا اور ذوالسنین ستارہ نکلے گا۔اور ساتویں ہزار کے سر پر وہ موعود ظاہر ہوگا۔'' (اعجاز احمدی بنام ضمیمہ نزول المسیح، خ ج۱۹ص ۱۰۸)

مرزائیو!: خدا کی تمام کتابوں سے اس مضمون کو ثابت کر کے اپنے ''حضرت صاحب'' کے دامن سے کذب و دروغ کی نجاست دور کرو۔نہیں تو...... ''خدا کی لعنت ہے اُن لوگوں پر جو جھوٹ بولتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی، خ ج۱۹ص ۱۰۹)۔

جھوٹ (۶۵) '' تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لے کر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے''۔ (لیکچر سیالکوٹ، خ ج۲۰ص ۲۰۷)۔

نور: تمام نبیوں کی جن کتابوں اور قرآن شریف کی آیتوں میں یہ مضمون موجود ہے اس کی صحیح عبارت مستند طریق سے پیش کر کے مرزائیت کی پیشانی سے اس اتہام کی سیاہی کو دور کرو۔

جھوٹ (۶۶) ''کیونکہ اس ہزار (مرزا کے زمانہ) میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔'' (لیکچر سیالکوٹ، خ ج۲۰ ص ۲۰۸)

نور: تمام نبیوں کی ایسی شہادت کن کن آسمانی وغیر آسمانی کتابوں میں درج ہے معہ حوالۂ صفحہ و کتاب وعبارت مدلل طور پر بیان کی جائیں۔

جھوٹ (۶۷) ''غرض یہ تمام نبیوں کی متفق علیہ تعلیم ہے کہ مسیح موعود ہزار ہفتم کے

سر پر آئے گا۔'' (لیکچر سیالکوٹ خ ج۲۰ص ۲۰۹)

نور: تمام نبیوں کی یہ متفق علیہ تعلیم جن آسمانی کتابوں میں درج ہو اُن کے نام وعبارت کی زیارت کے ہم بھی مشتاق ہیں ورنہ کاذبوں، مفتریوں پر بے شمار لعنت۔

جھوٹ (۶۸) '' القصہ میری سچائی پر یہ ایک دلیل ہے کہ مَیں نبیوں کے مقرر کردہ ہزار میں ظاہر ہوا ہوں۔'' (لیکچر سیالکوٹ خ ج۲۰ص ۲۰۹)

نور: مرزا صاحب جن نبیوں کے مقرر کردہ ہزار میں ظہور پذیر ہوئے ہیں ان کے اسماء گرامی اور مقرر کردہ ہزار جن کتابوں وصحیفوں میں تحریر ہو، اس کو بیان کرو نہیں تو افتراء علی الانبیاء کی سزا جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

جھوٹ (۶۹) ''سو جیسا کہ اس ملک کی پرانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرینِ قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ مسیح ایک سرد ملک کے آدمی تھے۔اِس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھیرے ہونگے اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتدا میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہوگی۔اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصّہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ ہی کی اولاد ہوں۔'' (مسیح ہندوستان میں، خ ج۱۵ ص ۷۰)

نور: مرزا جی نے اس عبارت میں ایسے صاف وصریح دس جھوٹ پیٹ بھر کر اگلے ہیں کہ دنیا کے کاذب ومفتری بھی اس کو دیکھ کر متحیر وششدر ہیں؛ کیا مرزائیت ان امور بالا میں اپنے ''مرشد اعظم'' کو راست باز ثابت کرے گی۔دیدہ باید؟

جھوٹ (۷۰) ''اور اُنکی (یعنی اہل کشمیر کی) پورانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک

نبی شہزادہ ہے جو بلادِ شام کی طرف سے آیا تھا۔ جس کو قریباً انیس ۱۹۰۰ سو برس آئے ہوئے گذر گئے۔'' (تحفہ گولڑویہ، رخ ج ۱۷ص۱۰۰)

نور: یہ بھی مرزا صاحب کا طبع زاد افسانہ ہے جس کی تمام تر بنیاد کذب وافترا پر ہے اس لیے اگر قادیانیت اپنے ''رہنمائے اکبر'' کی صداقت کو نمایاں کرنا چاہتی ہے تو اہل کشمیر کی پرانی تاریخوں کے نام وعبارت سے ملک کو روشناس کرائے ورنہ پھر وہی تحفہ پیش خدمت کیا جائے گا جو قدرت نے کاذبوں ومفتریوں کے لیے مخصوص کیا ہے۔

جھوٹ (۷۱) ''اور اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں دو ایسی باتیں جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں وہ دونوں جمع نہیں ہوئیں۔ (۱) ایک یہ کہ انہوں نے کامل عمر پائی، یعنی ایک سو پچیس ۱۲۵ برس زندہ رہے۔ (۲) دوم یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصّوں کی سیاحت کی، اِس لئے نبی سیّاح کہلائے۔'' (مسیح ہندوستان میں رخ ج ۱۵ص۵۵)

نور: یہ بھی مرزا جی کا ایک سفید مگر اعجازی جھوٹ ہے۔ اگر غلمدیت اپنے ''پیغمبر'' کو جہنم کے انگاروں سے بچانا چاہتی ہے تو فی الفور اسلام کے تمام فرقوں کی کتب معتبرہ سے ان دو مسلّم ومتفق علیہ باتوں کو پیش کرے؟ ورنہ ''دروغگو (کاذب ومفتری) کا انجام ذلت ورسوائی ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، رخ ج ۲۲ص۲۵۳)

جھوٹ (۷۲) ''غرض تمام صحابہ کا اجماع حضرت عیسٰے کی موت پر تھا۔ بلکہ انبیاء کی موت پر اجماع ہو گیا تھا...... اسی اجماع کی وجہ سے تمام صحابہ حضرت عیسیٰ کی موت کے قائل تھے۔'' (حقیقۃ الوحی رخ ج ۲۲ص۳۷)

نور: مرزا جی کا یہ بھی ایک ایسا اعجازی جھوٹ ہے کہ اگر مرزائیت کے اولین وآخرین بھی جمع ہو کر ایڑی وچوٹی کا زور صرف کر دیں لیکن اس کو کہ ''تمام صحابہ کا حضرت عیسیٰ کی موت پر اجماع تھا'' اور تمام صحابہ حضرت عیسیٰ کی موت کے قائل تھے'' ہرگز ہرگز نہیں ثابت

کر سکتے اس لیے مفتری وکاذب پر اللہ ورسول اور تمام مسلمانوں کی ابدی لعنت ہو۔

اور لطف یہ کہ مرزا جی نے اپنے اس بے نظیر جھوٹ کو اپنی متعدد تصانیف (ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء ص ۶۶۴ ج ۲۲، تحفہ گولڑویہ ص ۹۱، ۹۴ ج ۱۷۔ ونصرۃ الحق ص ۵۵، براہین احمدیہ رخ ج ۲۱ص ۳۷۶) میں بیان کیا ہے جو مستقل کئی ایک جھوٹ شمار کیے جاسکتے ہیں۔

جھوٹ (۷۳) ''عرب اور عجم کے ایڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اُٹھے کہ مدینہ اور مکّہ کے درمیان جو ریل طیّار ہو رہی ہے یہی اُس پیشگوئی کا ظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود (مرزا) کے وقت کا یہ نشان ہے۔'' (اعجاز احمدی رخ ج ۱۹ص۱۰۸)

نور: یہ کتاب اعجاز احمدی ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ ہے لیکن اس وقت سے لے کر آج تک[۱] مکہ ومدینہ کے درمیان ریل کی تیاری تو درکنار، پیمائش بھی نہیں ہوئی لیکن مرزا جی کا الہامی کذب ملاحظہ فرمایئے کہ لکھتے ہیں ''مدینہ اور مکہ کے درمیان ریل تیار ہو رہی ہے'' اس سلسلہ میں ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے مرزا صاحب کے چند ''پیغمبرانہ لطائف'' پیش خدمت کیے جاتے ہیں، امید ہے کہ مرزا صاحب کی قوت حافظہ وعمدگی دماغ کی داد دیں گے۔

(۱) ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۲/ مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں (رخ ج ۱۷ص ۴۹) لکھتے ہیں کہ: ''مکہ اور مدینہ میں بڑی سرگرمی سے ریل تیار ہو رہی ہے۔''

(۲) اور اسی کتاب کے صفحہ (رخ ج ۱۷ص ۱۶۵) کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ ''اب تو دمشق سے مکّہ معظّمہ تک ریل بھی تیار ہو رہی ہے۔''

---

[۱] اور آج الحمدللہ ۲۰۰۷ء کا سال بھی گذرنے والا ہے یعنی ایک سو پانچ سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا مگر تاہنوز مکہ ومدینہ کے درمیان ریل نہ چلی، شاید اللہ رب العزت نے مرزا کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے ہی مدینہ اور ترکی کے درمیان جو ریل چلی رہی تھی اُسے بھی رکوادی۔

(۳) اورص۱۰۲میں ہے کہ ’’نئی سواری (ریل) کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل میں آرہا ہے...... اب خاص طور پر مکّہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ریل طیار ہونے سے پوری ہوجائے گی۔‘‘ (خ ج ۱۷ص ۱۹۵)

(۴) اورص۱۰۳ میں ہے: ’’وہ ریل جو دمشق سے شروع ہوکر مدینہ میں آئے گی وہی مکّہ معظّمہ میں آئے گی۔‘‘ (خ ج ۱۷ص ۱۹۵)

(۵) اور اسی صفحہ میں چندسطروں کے بعد یہ لکھتے ہیں: ’’چنانچہ یہ کام بڑی سرعت سے ہورہا ہے اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑا مکّہ اور مدینہ کی راہ کا تیار ہوجائے۔‘‘ (خ ج ۱۷ص ۱۹۵)۔

(۶) اور چشمۂ معرفت ص۴۷ (خ ۸۲ ج ۲۳) کے حاشیہ میں جو مرزا صاحب کے انتقال کرنے سے چھ روز پیشتر ۲۰ رمئی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی ہے اس میں لکھتے ہیں:

’’جب مکّہ اور مدینہ میں اونٹ چھوڑ کر ریل کی سواری شروع ہوجائے گی۔‘‘

حالاں کہ آپ ۱۹۰۲ء ہی میں مکّہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری کرچکے ہیں اور یہاں ۱۹۰۸ء تک بھی اس کا اجراء نہیں ہوا یہ اعجازی کرامت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

(۷) اور اسی کتاب کے ص۳۰۶ میں ہے:

’’ان دنوں یہ کوشش بھی ہورہی ہے کہ ایک سال تک مکّہ اور مدینہ میں ریل جاری کردی جائے۔‘‘ (خ ج ۲۳ص ۳۲۱)

(۸) اور اربعین نمبر۲، ص۲۸ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں جو چشمۂ معرفت سے تقریباً آٹھ سال پیشتر شائع ہوچکی ہے کہ:

’’ابھی مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کیلئے ایک بھاری نشان ظاہر ہوا ہے......
پس یہ کس قدر بھاری پیشگوئی ہے جو مسیح کے زمانہ کیلئے اور مسیح موعود کے ظہور کے لئے بطور علامت تھی جو ریل کی تیاری سے پوری ہوگئی۔‘‘ (اربعین نمبر۲ درحاشیہ، خ ج ۱۷ص ۳۷۵)

(۹) اور اسی کتاب کے نمبر۳، ص۱۵ میں فرماتے ہیں کہ: ’’مکہ اور مدینہ میں بڑی سرگرمی سے ریل تیار ہورہی ہے‘‘ (ج ۱۷ص ۳۹۹)

جھوٹ (۷۴) ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔‘‘ [1]

(چشمۂ مسیحی خ ج ۲۰ص ۳۴۶)

نور: مرزا جی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جس کذب بیانی و دروغ گوئی سے توہین کی ہے اس کے ثبوت میں مرزا جی کی تصنیفات کا حرف حرف شاہد ہے اور اس مقولہ مذکورہ کے دروغ بے فروغ ہونے پر خود مرزا آنجہانی کی دوسری تحریر شہادت دے رہی ہے لکھتے ہیں کہ: ’’ ہم نہیں کہہ سکتے کہ نعوذ باللہ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے۔‘‘ (ضرورۃ الامام خ ج ۱۳ص ۴۷۷)۔

مرزائیو! مرزا جی کے ان دونوں مختلف قولوں میں سے ایک یقینی طور پر جھوٹ ہے اس لیے کہ تمہارے پیشوا کہتے ہیں: ’’دروغگو ہونے پر وہ اختلاف اور تناقض بھی شاہد ہے‘‘ (انجام آتھم ص۱۹ ج۱۱) ’’اور تناقض سے لازم آتا ہے کہ دو متناقض باتوں میں سے ایک جھوٹی ہو یا غلط ہو۔‘‘ (چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ص ۱۹۶)۔

سچ ہے ’’دروغ گورا حافظہ نباشد‘‘ اسی وجہ سے مرزا جی نے اپنے متعلق فرمایا ہے:
’’حافظہ اچھا نہیں، یاد نہیں رہا۔‘‘ (حاشیہ نسیم دعوت خ ج ۱۹ص ۴۳۹)۔

جھوٹ (۷۵) ’’یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہوگیا تھا۔‘‘

(حاشیہ ست بچن خ ج ۱۰ص ۲۹۵)۔

نور: مرزا آنجہانی نے، توضیح مرام خ ص۵۲ ج ۳، دعوۃ الحق ملحقہ تتمہ حقیقہ الوحی خ ص ۶۱۸ ج ۲۲، نصرۃ الحق ص۴۲ ج ۲۱، تحفہ گولڑویہ خ ص ۲۹۹ ج ۱۷، انجام آتھم ص۴۴

[1] یہ سارے اقوال ایک دوسرے سے متعارض ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی درست نہیں نکلا۔ سچ ہے جھوٹوں کی طرح مرزا کا بھی قوت حافظہ صحیح نہیں تھا، اس لئے کچھ یاد نہیں رہا۔

ج۱۱، میں یہ تسلیم کیا ہے کہ یسوع ،عیسیٰ مسیح ابن مریم دراصل ایک ہی ہیں، اس لیے اس عبارت کے یہ معنی ہوئے کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرگی کے باعث دیوانہ تھے جو سراسر جھوٹ اور بدترین گستاخی ہے۔

مرزائیو! کیا ایک سچا نبی مرگی و دماغی امراض میں مبتلا ہو کر شرعی و عقلی حیثیت سے نبوت کے فرائض انجام دے سکتا ہے؟ دلائل قطعیہ اور واقعات سے ثبوت پیش کرو؟ ۔نہیں تو اللہ کی لعنت کاذب ومفتری پر۔

جھوٹ(۷۶) ''مجدّد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اِس اُمّت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہّ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔'' (حقیۃ الوحی خ ج۲۲ص ۴۰۶)

نور: حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت مذکورہ میں مرزا صاحب نے جس خیانت مجرمانہ و چراغ داشتہ جرأت سے کام لیا ہے اس پر قیامت تک علمی دنیا لعنت و نفرت کا وظیفہ پڑھ کر مرزا جی کی روح کو ایصال ثواب کرے گی۔ کیا کوئی غلمدی جرأت کرسکتا ہے کہ خط کشیدہ عبارت مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ میں دکھلا کر اپنے پیشوا کو خائنوں وکذابوں کی قطار سے علیحدہ کردے؟

جھوٹ(۷۷) بٹالوی صاحب کا رئیس المتکبرین ہونا صرف میرا ہی خیال نہیں بلکہ ایک گروہ کثیر مسلمانوں کا اسپر شہادت دے رہا ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ۵۹۹ ج ۵)

نور: مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو مرزائیت کے شجرۂ خبیثہ کے پھلنے وپھولنے میں ایک حد تک مانع رہے اس لیے مرزائیت کے پیغمبر کے لیے یہ ضروری تھا کہ ان کو ''رئیس المتکبرین'' کہہ کر مسلمانوں کے ایک کثیر گروہ کے ذمہ جھوٹی شہادت کا الزام لگائے۔ کیا مرزائیت اپنے پیغمبر اعظم کو راستباز ثابت کرنے کے لیے مسلمانوں کے کثیر

گروہ کی ان شہادتوں کو منظر عام پر لائے گی جن کا ذکر مرزا صاحب نے کیا ہے؟

جھوٹ(۷۸) ''مگر خدا نے ان کو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) پیدائش میں بھی اکیلا نہیں رکھا بلکہ کئی حقیقی بھائی اور کئی حقیقی بہنیں ان کی ایک ہی ماں سے تھیں۔'' (حاشیہ ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم، خ ج۲۱ص ۲۶۲)۔

نور: مرزا صاحب کا حضرت مریم صدیقہ کی طہارت وعصمت پر کس قدر گھنونا وگندہ اتہام ہے کہ انسان اس کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے۔ آہ وہ صدیقہ وطاہرہ! جس کی پاک دامنی وعفت شعاری پر قرآن مجید نے شہادت دی ہے آج اس فرقہ ملعونہ کے قائد اعظم کے ہاتھوں معاذ اللہ داغدار بن رہی ہے۔ تفو برتو اے چرخ گردوں تفو!!۔

مسلمانو! کیا اب بھی تم کو مرزائیت کے کفر واسلام میں شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟۔ مرزا جی!''ایک پیغمبر کہلا کر یہ افترا اور یہ تحریف اور یہ خیانت اور یہ جھوٹ اور یہ دلیری اور یہ شوخی!!۔ اِن باتوں کا تصوّر کر کے بدن کانپتا ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ، پنجم خ ج۲۱ص ۲۷۸)۔

جھوٹ(۷۹) ''دوسری گواہی اس حدیث (ان لمھدینا آیتین) کی صحیح اور مرفوع متصل ہونے پر آیت **فلا یظھر علی غیبہ احدا الامن ارتضی من رسول** میں ہے کیونکہ یہ آیت علم غیب صحیح اور صاف کا رسولوں پر حصر کرتی ہے جس سے بالضرورت متعین ہوتا ہے کہ ان لمھدینا کی حدیث بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔'' (حاشیہ تحفہ گولڑویہ خ ج۱۷ص ۱۳۵)۔

نور: مرزا جی نے بڑی چراغ داشتہ جرأت کے ساتھ ایک غیر مرفوع (موضوع) روایت بلکہ قول کو مرفوع متصل حدیث قرار دے کر سراسر کذب وافترا کا ارتکاب کیا اس لیے کہ خود ہی اس روایت کو مجروح وغلط کہتے ہیں کہ:

(الف) ''مہدی کی حدیثوں کا یہ حال ہے کہ کوئی بھی جرح سے خالی نہیں اور کسی کو صحیح

حدیث نہیں کہہ سکتے۔'' (حاشیہ حقیقۃ الوحی، ص ۲۱۷ ج ۲۲)

(ب) ''میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی اُن میں سے صحیح نہیں۔ اور جسقدر افتراء اُن حدیثوں میں ہوا ہے کسی اور میں ایسا نہیں ہوا۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۳۵۶)

بایں ہمہ مرزا جی کا ''ان لمهدينا آيتين'' کو حدیث مرفوع متصل قرار دینا، کذب و افتراء کی بدترین مثال ہے۔ لہٰذا غلمدیو! اگر اپنے ''پیشوائے اکبر'' کو جہنم کے انگاروں سے بچانا چاہتے ہو تو اس کو حدیث مرفوع متصل ثابت کرو؟۔ مگر پھر بھی مرزا صاحب کا دامن کذب کی آلودگی سے صاف نہیں ہوسکتا کیونکہ پھر اس کو مخدوش و مجروح وغیر صحیح کہنا جھوٹ ہوگا۔ ع

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

جھوٹ (۸۰) '' اور یہ روائتیں (حضرت مسیح کے ایک سو پچیس برس زندہ رہنے اور دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کرنے کی) نہ صرف حدیث کی معتبر اور قدیم کتابوں میں لکھی ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے فرقوں میں اِس تواتر سے مشہور ہیں کہ اس سے بڑھ کر متصوّر نہیں۔'' (مسیح ہندوستان میں، خ ج ۱۵ ص ۵۶)۔

نور: ایسی روایتیں حدیث کی جن معتبر وقدیم کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں ان کے نام وعبارت کے اظہار کی ضرورت ہے اور یہ روایتیں جو تمام مسلمانوں کے فرقوں کے مابین درجہ تواتر وشہرت حاصل کر چکی ہیں ان کی شہرت وتواتر کو تمام اسلامی فرقوں کی کتب معتبرہ سے ثابت کرو ورنہ۔ **لعنة الله على الكاذبين** ۔

جھوٹ (۸۱) '' قرآن اور توریت سے ثابت ہے کہ آدم بطور توأم پیدا ہوا تھا۔'' (ضمیمہ تریاق القلوب، خ ج ۱۵ ص ۴۸۵)۔

نور: کیا مرزائیت کے کسی لال میں یہ ہمت ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے آدم علیہ السلام کا توام (جوڑا) پیدا ہونا دکھلا کر اپنے ''مہا گرو'' کی دروغ گوئی کا قفل توڑ دے۔

جھوٹ (۸۲) ''یہ وہ حدیث ہے (نواس بن سمعان کی) جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسمٰعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔'' (ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۲۰۹)۔

نور: مرزا صاحب کا امام بخاری پر یہ اتہام ہے کہ امام موصوف نے اس حدیث کو ضعیف سمجھ کر چھوڑ دی ہے کیونکہ امام بخاری نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میں اس کو ضعیف سمجھ کر چھوڑ رہا ہوں ورنہ مرزائیت کا یہ مذہبی فرض ہے کہ مرزا جی کو اس امر میں سچا ثابت کرے؟

جھوٹ (۸۳) ''یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں۔'' (کشتی نوح، خ ج ۱۹ ص ۵)۔

مرزائیو! اگر کچھ ہمت تو اس مضمون کو قرآن شریف کی کسی آیت میں دکھلاؤ اور اپنے ''پیشوائے اعظم'' کے چہرہ سے اس جھوٹ کی سیاہی کو دور کرو۔

جھوٹ (۸۴) ''یہ تمام دنیا کا مانا ہوا مسئلہ اور اہل اسلام اور نصاریٰ اور یہود کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ وعید یعنے عذاب کی پیشگوئی بغیر شرط توبہ اور استغفار اور خوف کے بھی ٹل سکتی ہے۔'' (تحفہ غزنویہ، خ ج ۱۵ ص ۵۳۵)۔

نور: اس متفق علیہ عقیدہ کی مجھے بھی تلاش ہے امید کہ مرزائیت اس کا پورا پتہ بتا کر اپنے ''کرشن جی'' کا حق نمک ادا کرے گی؟

جھوٹ (۸۵) (الف) ''ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے۔'' (بدر ۹ر دسمبر ۱۹۰۷ء)۔

(ب) ''تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اورسب کے سب فوت ہوگئے تھے اور آپ نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے وقت یہی کہا تھا کہ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں میں خُدا کا ہوں اور خدا کی طرف جاؤں گا۔'' (چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ ص ۲۹۹)۔

نور: مرزاجی نے جس دلیرانہ حیثیت سے اس ''گندہ جھوٹ'' سے اپنی زبان وقلم کو آلودہ کیا ہے وہ رہتی دنیا تک ان کے لیے باعث ننگ وعار ہے۔ اگر قادیانیت اپنے ''مقدس رسول'' کو سرنگوں ونگوسار دیکھنا گوارا نہیں کرسکتی تو اپنے کیل کانٹوں سے درست ہوکر اس امر کو تاریخ کی سچی روشنی میں ثابت کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بیٹے پیدا ہوکر فوت ہوگئے تھے ورنہ **لعنة الله علی الکاذبین** اور مشہور حدیث کی وعید جہنم سے مرزاجی کا بچنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

جھوٹ (۸۶) ''اور علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ توفی کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اُس جگہ توفّی کے معنے مارنے اور رُوح قبض کرنے کے آتے ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۱۶۲)۔

نور: مرزائیو! اگرچہ تم کو اپنے ''مرشد اکبر'' کے جھوٹ کو سچ کر دکھانے کا، جادوگروں وطلسم سازوں سے بھی زائد کمال حاصل ہے مگر مرزاجی کے اس اعجازی جھوٹ کو علم نحو کی کسی چھوٹی سی چھوٹی کتاب میں بھی نہیں دکھلا سکتے ہو۔ اگر کچھ سچائی وایمان کی جھلک موجود ہے تو اٹھو اور اپنے ''مسیح موعود'' کو سیلاب لعنت سے بچاؤ۔

جھوٹ (۸۷) '' ہم نے صدہا طرح کے فطور اور فساد دیکھ کر کتاب **براہینِ احمدیہ** کو تالیف کیا تھا اور کتابِ موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقتِ اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا۔'' (براہین احمدیہ خ ج ۱ ص ۶۲)۔

جھوٹ (۸۸) ''ہم نے کتاب براہینِ احمدیہّ جو تین سو براہین قطعیہ عقلیہ پر مشتمل ہے...... تالیف کیا ہے۔'' (براہین احمدیہ خ ۶۷ ج ۱، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۴۲)

نور: مرزاجی نے جو براہین احمدیہ میں صداقت اسلام کے تین سو مضبوط اور محکم دلائل قطعیہ عقلیہ لکھے ہیں اس کی زیارت ہم بھی کرنا چاہتے ہیں۔ امت مرزائیہ سے امید ہے کہ ان تین سو دلائل کو براہین احمدیہ میں دکھلا کر اپنے ''پیغمبر'' کو کذب ودروغ کی آلودگی سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ دیدہ باید۔

جھوٹ (۸۹) '' اُن براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقّیت اور افضلیّت پر بیرونی شہادتیں ہیں۔'' (براہین احمدیہ خ ج ۱ ص ۶۱۱)۔

نور: مرزاجی نے جن بیرونی شہادتوں کا سبز باغ دکھایا ہے۔ کیا کوئی ہے کہ جو براہین احمدیہ میں سے قرآن شریف کی حقّیت وافضلیت کی بیرونی شہادتیں نکال کر دکھائے اور مرزا صاحب کو کذب وافترا کی زد سے بچائے؟

جھوٹ (۹۰) '' مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علیگڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا، کیونکہ کاذب ہے۔'' (اربعین ۴ ص ۹۴، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۴۵)

نور: مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی اسماعیل صاحب علیگڈھی نے یہ مضمون اپنی کس کتاب میں تحریر کیا ہے؟ کتاب کا نام مع تعین صفحہ وعبارت کے پیش کرو؛ اور اپنے ''رسول برحق'' کو کذب وافتراء کی وعید سے بچاؤ؟۔

جھوٹ (۹۱) ''جواب شبہات الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح جو مولوی رشید احمد گنگوہی کی خرافات کا مجموعہ ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۳۷۱)۔

نور: مرزا آنجہانی کا یہ بھی ایک ایسا اعجازی جھوٹ ہے جس کی سچائی کے لیے مرزائیت کے تمام فرزندوں میں سراسیمگی وعاجزی پھیلی ہوئی ہے اور طلسم سازی کے تمام

اوزار واسباب بیکار ہوگئے ہیں، کیوں کہ رسالہ مذکورہ حضرت حکیم الامت مولانا الشاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کا تصنیف کردہ ہے اور رسالہ کے سرورق پر جلی حروفوں سے آپ کا اسم گرامی بحیثیت مصنف کے لکھا ہے۔ مگر مرزا جی کی پیغمبرانہ نگاہ کو نہیں معلوم کیا ہوگیا تھا جو ایسی صاف وصریح شئی بھی نظر نہیں آئی اور ''مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ'' کی زندہ مثال پیش کردی۔

مرزائیو! دیکھتے ہو کہ تمہارے ''مہدی معہود'' دریائے کذب میں کس طرح غوطہ لگا رہے ہیں ہمت ہو تو نکالو۔

جھوٹ (۹۲) '' جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے سامنے آئے سب ہلاک ہوئے۔'' (اخبار بدر مورخہ ۲۷/دسمبر ۱۹۰۶ء، مفہوم چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ ص ۳۳۲)

نور: کیا غلمدیت کے حاشیہ نشیں ان سب ہلاک ہونے والوں کی فہرستِ اسماء شائع کرکے مرزا جی کو سچا ثابت کریں گے؟ حالانکہ صوفی عبدالحق صاحب امرتسری نے ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر مرزا صاحب کے ساتھ مباہلہ کیا جس کی وجہ سے مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں مرے اور صوفی صاحب موصوف ان کے بعد فوت ہوئے۔ غلمدیو! کہو یہ کون دھرم ہے؟

جھوٹ (۹۳) '' خدائے تعالےٰ نے یونس نبی کو قطعی طور پر چالیس دن تک عذاب نازل ہونے کا وعدہ دیا تھا اور وہ قطعی وعدہ تھا جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں تھی۔ جیسا کہ تفسیر کبیر ص ۱۶۴، اور امام سیوطی کی تفسیر درمنثور میں احادیث صحیحہ کی رُو سے اس کی تصدیق موجود ہے۔'' (انجام آتھم حاشیہ خ ج ۱۱ ص ۳۰)[۱]

جھوٹ (۹۴) ''جس حالت میں خدا اور رسولؐ اور پہلی کتابوں کی شہادتوں کی

[۱] حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کی صحیح تفصیل کیلئے دیکھئے ''قصص القرآن'' مصنفہ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ۔ نیز تفسیر کبیر یا درمنثور کا حوالہ دینا بھی جھوٹ ہے اس لیے کہ اس میں صحیح تو دور کوئی ضعیف حدیث بھی نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نزول عذاب کی خبر ایک قطعی وعدہ تھا۔

مجموعه القاسم: جلد سوم　　تحفظ ناموس رسالتؐ

نظیریں موجود ہیں کہ وعید کی پیشگوئی میں گو بظاہر کوئی بھی شرط نہ ہو۔ تب بھی بوجہ خوف تاخیر ڈال دی جاتی ہے۔ تو پھر اس اجماعی عقیدہ سے محض میری عداوت کے لئے منھ پھیرنا اگر بدذاتی اور بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔'' (انجام آتھم حاشیہ ۳۱ ج ۱۱) ۔

مرزائیو! نزول عذاب کا قطعی وغیر مشروط خدائی وعدہ قرآن شریف کے کس پارہ وسورہ میں ہے اور وہ احادیث صحیحہ واجماعی عقیدہ بھی نقل کرو، تاکہ تمہارے ''حجر اسود'' صاحب کی راستبازی کی قلعی کھل جائے۔

جھوٹ (۹۵) ''اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً کوئی شریر النفس اُن تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیشگوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی۔'' (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۱۵۳)۔

نور: یہ بالکل رنگین جھوٹ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شرمناک افتراء ہے کہ آپ نے حدیبیہ کی پیشگوئی کے پورا ہونے کی تعیین کردی تھی۔ کیا غلمدیت کا کوئی فرزند اس امر کو معتبر کتب سے مدلل کرکے اپنے ''بیت اللہ'' کے ناصیہ سے اس تاریک داغ کو دور کرسکتا ہے؟

جھوٹ (۹۶) '' وعید یعنے عذاب کی پیشگوئیوں کی نسبت خدا تعالےٰ کی یہی سنت ہے کہ خواہ پیشگوئی میں شرط ہو یا نہ ہو تضرع اور توبہ اور خوف کی وجہ سے ٹال دیتا ہے۔'' (تحفہ غزنویہ خ ج ۱۵ ص ۵۳۶)۔

نور: وعید کی پیشگوئیوں کے تخلف وٹال دینے کو'' سنت الٰہیہ'' قرار دینا دروغ بے فروغ ہے۔ کیا مرزائیت کے خواجہ تاشوں میں اتنی غیرت ہے کہ اس سنت الٰہی کو کسی معتبر ومستند کتاب میں دکھلا کر اپنے ''امام الزماں'' کو کذب و دروغ کی ذلت سے بچائیں گے؟

جھوٹ (۹۷) ''کیا یونسؑ کی پیشگوئی نکاح پڑھنے سے کچھ کم تھی جس میں بتلایا گیا تھا کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ چالیس ۴۰ دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا مگر عذاب

نازل نہ ہوا حالانکہ اِس میں کسی شرط کی تصریح نہ تھی۔ پس وہ خدا جس نے ایسا ناطق فیصلہ منسوخ کر دیا۔ کیا اسپر مشکل تھا کہ اس نکاح کو بھی منسوخ یا کسی اور وقت پر ڈال دے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۵۷۰)۔

نور: مرزا آنجہانی کا اپنی نکاح والی جھوٹی پیشگوئی کو حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی کے ہم پلہ و یکساں قرار دینا اور پھر اس دلیری سے یہ کہنا کہ'' آسمان پر فیصلہ ہو چکا تھا اور ایسا ناطق فیصلہ منسوخ کر دیا گیا'' درحقیقت منہ بھر کر صاف جھوٹ بولنا ہے کیوں کہ نہ تو اس ناطق فیصلہ کا کسی آسمانی کتاب میں ذکر ہے اور نہ اس کی منسوخی کا۔ اور اسی طرح یہ کہنا کہ یونس علیہ السلام کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہیں تھی، سفید جھوٹ ہے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ۔

جھوٹ (۹۸)'' میں نے (محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی کے سلسلے میں) نبیوں کے حوالے بیان کر دیئے۔ حدیثوں اور آسمانی کتابوں کو آگے رکھ دیا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم خ ج ۱۱ص ۳۳۸)۔

نور: مرزا جی نے اس پیشگوئی کے سلسلہ میں جن جن آسمانی کتابوں اور حدیثوں کو آگے رکھ دیا تھا ان کے اسماء کے ساتھ ساتھ ان کی صحت و اعتبار کو بھی پیش کیا جائے؟ ورنہ بغیر اس کے انگاروں سے کھیلنا ہے۔

جھوٹ (۹۹)'' اس پیشگوئی (نکاح محمدی بیگم) کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ **یتزوّج ویولد لہ**. یعنی وہ مسیح موعود بیوی کریگا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ان سیہ دل منکروں کو اُن کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ خ ج ۱۱ص ۳۳۷)

نور: دنیا جانتی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی مرزا جی کے'' نکاح محمدی بیگم'' کی تصدیق کے لیے ہرگز نہیں فرمائی تھی بلکہ درحقیقت یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔ اس لیے مرزا صاحب کا اس کو اپنے نکاح کے لیے کہنا سراسر افتراء و کذب ہوا۔

دوسرے یہ کہ جب مرزا جی کا نکاح باوجود سعی بسیار محمدی بیگم سے نہیں ہوا اور آنجہانی داغ مفارقت و حسرت و ارمان لیے ہوئے پیوند زمیں ہو گئے تو اس سے (معاذ اللہ) یہ لازم آتا ہے کہ حضرت صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی جھوٹی نکلی؛ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرزا جی کا ایک ناپاک اتہام و افتراء ہے جس کی سزا علاوہ روسیاہی وخواری کے نار جہنم بھی ہے۔ ع

نکاح آسمانی ہو مگر بیوی نہ ہاتھ آئے
رہے گی حسرت دیدار تا روز جزا باقی

جھوٹ (۱۰۰)'' قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری (مرزا جیسا جھوٹا مدعی نبوت) اسی دنیا میں دست بدست سزا پا لیتا ہے اور خدائے قادر وغیور کبھی اس کو امن میں نہیں چھوڑتا اور اس کی غیرت اس کو کچل ڈالتی ہے اور جلد ہلاک کرتی ہے۔'' (انجام آتھم خ ج ۱۱ص ۴۹)۔

جھوٹ (۱۰۱)'' ہم نہایت کامل تحقیقات سے کہتے ہیں کہ ایسا افتراء کبھی کسی زمانہ میں چل نہیں سکا اور خدا کی پاک کتاب صاف گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے والے جلد ہلاک کئے گئے ہیں۔'' (انجام آتھم حاشیہ خ ج ۱۱ص ۶۳)

نور: قرآن شریف کی جن نصوص قطعیہ سے یہ مضمون صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے اس

کی صفائی کی زیارت کے ہم منتظر ہیں اور خصوصاً مرزا صاحب کی وہ ''نہایت کامل تحقیقات'' کی جانب بھی ہماری آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ اگر غلمدیت ان نصوص وکامل تحقیقات کو صاف صاف بیان کرے تو بہت ممکن ہے کہ...... کے ناصیہ کاذبہ سے اس دروغ کی سیاہی دھل جائے۔

جھوٹ (۱۰۲) '' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمادیا تھا کہ میری وفات کے بعد میری بیبیوں میں سے پہلے وہ مجھ سے ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہونگے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہی بیبیوں نے باہم ہاتھ ناپنے شروع کردئے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس پیشگوئی کی اصل حقیقت سے خبر نہ تھی اس لئے منع نہ کیا کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے۔'' (ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۳۰۷)

جھوٹ (۱۰۳) ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنے شروع کئے تھے تو آپ کو اس غلطی پر متنبّہ نہیں کیا گیا یہاں تک کہ آپ فوت ہوگئے۔''(ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۴۷۱)۔

نور: مرزا جی کا یہ بھی سراسر کذب وافتراء ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیبیوں نے ہاتھ ناپنے شروع کردیئے تھے، اور آپ نے دیکھ کر بھی منع نہیں فرمایا۔ کیوں کہ حدیث نبوی میں یہ الفاظ ہیں اور نہ آپ کی یہ رائے تھی، بلکہ یہ صرف نبوت کے بہروپ بدلنے والے مرزا جی کے دماغ کی مجددانہ پیداوار ہے۔ اور نیز یہ کہنا کہ آپ (معاذ اللہ) اس غلطی پر تاحیات قائم رہے اور آپ کو متنبہ نہیں کیا گیا؛ یہ ایک ایسا گستاخانہ حملہ وشرمناک افتراء ہے جس سے انسان حدود ایمان واسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ یہ تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ پیغمبر سے اگرچہ اجتہادی غلطی ہوسکتی ہے مگر اس غلطی پر وہ قائم نہیں رہ سکتا۔ چناں چہ مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ: ''انبیاء غلطی پر قائم نہیں رکھے جاتے۔''(اعجازی احمدی خ ج ۱۹ ص ۱۳۳)۔

جھوٹ (۱۰۴) ''اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم میرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے اِن فقرات کو پڑھا کہ **انا انزلناہ قریباً من القادیان** تو میں نے سُن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکّہ اور مدینہ اور قادیان یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا تھا۔'' (ازالہ اوہام حاشیہ خ ج ۳ ص ۱۴۰)۔

نور: دنیا پر یہ امر روشن ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک نقطہ اور ایک ایک حرف مسلمانوں کے سینوں وسفینوں میں منقوش ہے۔ مگر بایں ہمہ مرزا جی کا مجددانہ شان سے یہ کہنا کہ ''واقعی طور پر یہ الہامی عبارت **انا انزلناہ قریباً من القادیان** اور قادیان کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں موجود ہے'' سفید جھوٹ اعجازی دروغ نہیں ہے تو کیا ہے؟۔ اگر غلمدیت کے نمک خواروں وخواجہ تاشوں کو اپنے ''امام الزماں'' کی نگوساری دیکھنا گوارا نہیں ہے تو اٹھیں اور مسلمانوں واسلام کے موجودہ قرآن مجید میں قادیان کا نام اور وہ الہامی عبارت دکھلائیں؟۔ اور اگر انہوں نے اس قرآن شریف میں دکھلایا جو ''مرزا صاحب کے منھ کی باتیں'' ہیں (حقیقۃ الوحی خ ۸۷ ج ۲۲) تو اس سے کذب کی سیاہی نہیں دور ہوسکتی۔

جھوٹ (۱۰۵) ''دیکھو زمین پر ہر روز خُدا کے حُکم سے ایک ساعت میں کروڑہا انسان مَر جاتے ہیں اور کروڑہا اُس کے ارادہ سے پَیدا ہو جاتے ہیں۔ اور کروڑہا اُس کی مرضی سے فقیر سے امیر اور امیر سے فقیر ہو جاتے ہیں۔'' (کشتی نوح خ ج ۱۹ ص ۴۱)۔

نور: مرزائیو! اگر ہمت ہو تو اپنے ’’نبی جی‘‘ کے اس مبالغہ آمیز کذب کو واقعات اور حقائق کی روشنی میں ثابت کرو! ورنہ اپنے ’’مسیح موعود‘‘ کے فرمان کو یاد رکھو کہ: ’’خدائے غیور کی لعنت اُس شخص پر ہے جو مبالغہ آمیز باتوں سے جھوٹ بولتا ہے۔‘‘ (اعجازی احمدی، بنام ضمیمہ نزول المسیح، خ ص ۱۸۱ ج ۱۹)۔

جھوٹ (۱۰۶) ’’میں نے چالیس کتابیں تالیف کی ہیں۔ اور ساٹھ ہزار کے قریب اپنے دعوی کے ثبوت کے متعلق اشتہارات شائع کئے ہیں اور وہ سب میری طرف سے بطور چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ہیں۔‘‘ (اربعین نمبر ۳ خ ج ۱۷ ص ۴۱۸)۔

نور: مرزا جی کے جس قدر شائع کردہ اشتہارات تھے وہ سب ’’تبلیغ رسالت‘‘ نامی کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔[1]

جن کی کل تعداد (۲۶۱) ہے لیکن آپ ان کو ساٹھ ہزار چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں بتلا رہے ہیں، یہ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ ورنہ مرزائیت کے خواجہ تاشوں کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اُن ساٹھ ہزار اشتہارات کو جو چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں ہیں واقعات کی روشنی میں ثابت کر کے مرزا کی دروغ گوئی کو دور کریں۔

جھوٹ (۱۰۷) ’’مشبّہ اور مشبّہ بہ میں مشابہت تامہ ضروری ہے۔‘‘ (ست بچن حاشیہ متعلقہ خ ج ۱۰ ص ۳۰۲)۔

قادیانیو! مولوی فاضلو!: اٹھو اور اپنے ’’سلطان العلوم‘‘ کے اس صریح جھوٹ کو سچ ثابت کر کے حق نمک ادا کرو اور بتاؤ کیا ’’زید کالاسد‘‘ میں مشابہت تامہ ضروری ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ’’نبی جی‘‘ کے علم و عقل کا بھی دیوالیہ نکل چکا تھا کیوں کہ خود ہی اس

[1] اب ان اشتہارات کو مرزائیوں نے ’’مجموعہ اشتہارات‘‘ کے نام سے صرف تین جلدوں میں (ربوہ) چناب نگر پاکستان سے شائع کیے ہیں لیکن وہ اشتہارات و مضامین جن کی روشنی میں مرزا کے کذب و افترا پر مزید شکنجے کسے جاسکتے تھے انھیں حذف کر دیئے ہیں۔

کے برخلاف لکھ کر اپنی کذب بیانی پر مہر کر دیتے ہیں: ’’مشابہت کے ثابت کرنے کیلئے پوری مطابقت ضروری نہیں ہوا کرتی جیسا کہ اگر کسی آدمی کو کہیں کہ یہ شیر ہے تو یہ ضروری نہیں کہ شیر کی طرح اس کے پنجے اور کھال ہو اور دُم بھی ہو اور آواز بھی شیر کی رکھتا ہو۔‘‘ (حاشیہ ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۳۵۹ ج ۲۱۔ ازالہ اوہام ص ۱۳۸ ج ۳)۔

جھوٹ (۱۰۸) اب تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ کے قریب انسان بدی سے توبہ کر چکا ہے۔‘‘ (ریویو ص ۳۴۰/۶، بابتہ ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء)۔

نور: مرزا جی اس کے تین سال پانچ ماہ تقریباً گیارہ روز کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

جھوٹ (۱۰۹) ’’میرے ہاتھ پر چار لاکھ کے قریب لوگوں نے اپنے معاصی اور گناہوں اور شرک سے توبہ کی۔‘‘ (تجلیات الٰہیہ خ ص ۳۹۷ ج ۲۰، مرقومہ ۱۵/ مارچ ۱۹۰۶ء)۔

نور: اس سے یقینی طور پر یہ امر ثابت ہوا کہ ستمبر ۱۹۰۲ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک تین لاکھ انسانوں نے مرزا جی کے ہاتھ پر بیعت کی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب متواتر ساڑھے تین سال تک صبح چھ بجے سے لیکر شام کے چھ بجے تک پے در پے بارہ گھنٹہ بیعت لینے میں مصروف رہتے تھے۔ اور ایک مہینہ میں ۷۱۴۳، اور ایک دن میں ۲۳۸ اور ایک گھنٹہ میں ۱۹ اور ہر تین منٹ میں ایک انسان کو اپنے دس شرائط بیعت مندرجہ ازالہ کلاں ص ۵۶۳ تا ۵۶۴ ج ۳، سنا کر اور اس سے عمل کا وعدہ لیکر اپنے دام نبوت میں پھانستے رہے۔

مرزائیو! ایمان سے بتاؤ کیا تمہارے ’’پیشوائے اعظم‘‘ کی مشغولیت کی بالکل یہی حالت تھی؟ ورنہ پھر یہ مبالغہ گوئی و کذب بیانی مرزا جی کے وقار و اعتبار کو خاک آلود کر رہی ہے؛ صفائی کی فکر کرو۔

جھوٹ (۱۱۰) ’’اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتا۔‘‘ (ازالہ اوہام درحاشیہ خ ج ۳ ص ۲۵۶)۔

نور: مرزا جی کا یہ بھی کراماتی جھوٹ ہے اس لیے کہ قرآن شریف سے ان پرندوں کا پرواز کرنا ثابت ہے جیسا کہ آنجہانی خود اس امر کے معترف ہیں فرماتے ہیں کہ: ''حضرت مسیح کی چڑیاں باوجود یکہ معجزہ کے طور پر اُن کا پرواز کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے۔''
(آئینہ کمالات اسلام خ ج۵ ص ۶۸)۔

مرزائیو! تناقض واختلاف کی وجہ سے ان دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹ ہے۔[1]
(دیکھو چشمۂ معرفت خ ص ۱۹۶ ج ۲۳)

تعجب ہے کہ پھر ایسے کو نبی، مسیح اور مہدی ماننے میں تمہیں غیرت دامن گیر نہیں ہوتی۔

جھوٹ (۱۱۱) '' مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وُہ نشان جو میرے لئے ظاہر کئے گئے اور میری تائید میں ظہور میں آئے۔ اگر اُن کے گواہ ایک جگہ کھڑے کئے جائیں تو دُنیا میں کوئی بادشاہ ایسا نہ ہوگا جو اُس کی فوج ان گواہوں سے زیادہ ہو۔'' (اعجازِ احمدی، بنام ضمیمہ نزول المسیح خ ج ۱۹ ص ۱۰۸)۔

نور: مرزا صاحب کے اس مبالغہ آمیز جھوٹ کی وہی تصدیق کرے گا جو ایمان کے ساتھ عقل سے بھی خالی ہو لیکن جس کا دل و دماغ ایمان وعقل سے آراستہ ہے وہ خط کشیدہ عبارت کی پرزور تکذیب کر کے آنجہانی کو...... تاجدار بادشاہ تسلیم کرے گا۔

جھوٹ (۱۱۲) ''قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مُنہ کی باتیں ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۸۷)۔

نور: جس طرح یہ سچ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب ہے اسی طرح یہ جھوٹ ہے

[1] ملاحظہ ہو پوری عبارت: اگر بیان میں تناقض پایا جاوے اور قواعد مقررہ منطق کے رُو سے درحقیقت وہ تناقض ہو تو ایسا بیان اس عالم الغیب (اللہ تعالیٰ) کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا جس کی ذات غلطی اور نقص اور خطا سے پاک ہے کیونکہ تناقض سے لازم آتا ہے کہ دو متناقض باتوں میں سے ایک جھوٹی ہو یا غلط ہو۔ (چشمہ معرفت خ ص ۱۹۶ ج ۲۳)

کہ قرآن شریف مرزا جی کے منہ کی باتیں ہیں۔ مرزائیو! یہ منہ اور مسور کی دال۔ حلوہ خوردن روئے باید۔

جھوٹ (۱۱۳) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پُکارا گیا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۶۶)۔

نور: جن پیشگوئیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کر کے پکارا گیا ہے ان کی صحیح عبارت معہ حوالہ کتب معتبرہ کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ امت مرزائیہ نقل کر کے اپنے رسول کا حق نمک ادا کرے گی۔

جھوٹ (۱۱۴) ''جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی اُن میں سے صحیح نہیں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۳۵۶)۔

جھوٹ (۱۱۵) ''اکابر محدثین کا یہی مذہب ہے کہ مہدی کی حدیثیں سب مجروح اور مخدوش بلکہ اکثر موضوع ہیں اور ایک ذرّہ اُن کا اعتبار نہیں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۳۵۶)۔

نور: مرزا صاحب نے تمام محدثین واکابرین محدثین کا نام لے کر نہ صرف دھوکہ دیا ہے بلکہ حضرات محدثین کے مقدس گروہ پر ایک شرمناک اتہام باندھا ہے۔ نیز مہدی کی تمام احادیث کو موضوع غیر معتبر مجروح مخدوش قرار دینا سراسر جھوٹ ہے ورنہ پھر آپ نے اپنی خانہ ساز مہدویت کے ثبوت میں ''روایت: ان لمھدینا آیتین'' کو حدیث مرفوع متصل بنا کر کیوں پیش کی۔ (دیکھو تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۱۳۶)۔

جھوٹ (۱۱۶) ''میں اسبات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ (قرآن کریم کی تفسیر کر کے شائع کرنا) میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے۔'' (ازالہ الاوہام خ ج ۳ ص ۵۱۸)۔

نور: کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ مرزا جی نے کوئی تفسیر قرآن مجید کی شائع کی؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ اس کے کلام میں غلمدیت کے جراثیم پیوست کئے جائیں اس لیے مرزا جی کو اس میں بھی ناکام و نامراد کیا۔ جیسا کہ مرزائیت کے سعادت مند فرزند منشی قاسم علی لکھتے ہیں کہ ''تفسیر اگرچہ فی نفسہ اسلام کی ایک خدمت ہے مگر وہ تفسیر ہرگز تفسیر نہیں کہلا سکتی جس کا حضرت مسیح موعود (مرزا) کو اشتیاق تھا۔'' (اخبار فاروق ۷رنومبر ۱۹۲۹ء)

جھوٹ (۱۱۷) (الف) ''اِس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا پر کثرت سے پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی۔'' (ایام الصلح خ ج ۱۴ ص ۳۸۱)۔ (ب) کیونکہ وحدت اقوامی اُسی نائب النبوت (مرزا) کے عہد سے وابستہ کی گئی ...... یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود (مرزا) کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔''

(چشمہ معرفت خ ج ۲۳ ص ۹۱)۔

نور: یہ امر مسلم ہے کہ مرزا صاحب بقول خود ''مسیح موعود'' اور اس عہدے کے انچارج تھے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ تمام ملل باطلہ ہلاک ہو جاتیں اور ہر چہار طرف صرف اسلام ہی اسلام نظر آتا۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسا ہوا بلکہ مرزائیت کے اصول پر تمام ملل باطلہ کا ہلاک ہونا اور ایک ہی مذہب کو سب لوگوں کا قبول کر لینا ناممکن ہے کیوں کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ: ''یہ تو غیر ممکن ہے کہ تمام لوگ مان لیں، کیونکہ بموجب آیت **و کذلک خلقھم** اور بموجب آیت **و جاعل الذین اتبعوک** الخ سب کا ایمان لانا خلاف نص صریح ہے۔'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کا حاشیہ خ ج ۱۷ ص ۴۷)

''اور یہ خیال کرنا کہ کوئی ایسا زمانہ بھی آئیگا کہ تمام لوگ اور تمام طبائع ملّت واحدہ پر ہو جائیں گی یہ غلط ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ حاشیہ خ ج ۱۷ ص ۳۱۹)۔

اور مرزائیت کے نقار خانہ کی طوطی اپنے ''مالک'' کے خلاف اس طرح سے چہک رہی

ہے کہ ''ابناء آدم کا ایک عقیدہ پر جمع ہو جانا نہ صرف خلاف قرآن اور خلاف اسلام ہے بلکہ خود عقل اور سنت الٰہیہ کے خلاف ہے۔'' (الفضل ۲۰ر مئی ۱۹۳۰ء)

جھوٹ (۱۱۸) ''میری عمر کا اکثر حصّہ اِس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور مَیں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اِس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔'' (تریاق القلوب خ ۱۵۵ ج ۱۵)۔

نور: ناظرین کرام! مرزا جی کی ''عمر کا اکثر حصہ'' اور ''پچاس الماریوں'' کو پیش نظر رکھ کر فرمائیے کہ ان ''نبی جی'' کی دروغ گوئی و لاف زنی میں کچھ شبہ ہو سکتا ہے؟ اور اسی سے مرزا جی کے ان بلند بانگ تبلیغی سرگرمیوں کا پول کھل رہا ہے جن کو اُن کی امت در بدر اچھالتی پھرتی ہے۔ اس لیے کہ جب مرزا صاحب نے اپنی گرانمایہ عمر کے ''اکثر حصہ'' یا جوج ماجوج، دجال اعظم اور قوم انگریزی کی حمایت و اعانت میں صرف کی اور بقیہ عمر کو اپنی مسیحیت و نبوت و دیگر دعاوی کی شکست و ریخت کی درستگی میں لگائی تو اسلامی تبلیغ کا افسانہ شیخ چلی کا افسانہ بن کر رہ جاتا ہے۔

اللہ اکبر! یہ وہ ''مسیح موعود'' ہیں جو عیسائیت کے ستون کو گرانے آئے تھے لیکن اس کے استیصال و تخریب کے بجائے خود ہی اپنی عمر کے اکثر حصہ کو اس کی حمایت و اعانت میں فخر و مباہات کے ساتھ صرف کرتے ہیں۔

وہ اور شور عشق میرے جی میں بھر گئے
کیسے مسیح تھے کہ جو بیمار کر گئے

کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی کل تصانیف اسیؔ کے قریب ہیں (پیغام صلح ص ۴، ۱۷ر اگست ۱۹۳۲ء اور (۲۶۱) اشتہارات ہیں (تبلیغ رسالت) اگر ان میں سے مرزا صاحب کی خانہ ساز نبوت و مصنوعی مسیحیت و دیسی مہدویت و دیگر اختراعی دعاوی کے مکرر وسہ کرر

مضامین و دلائل کے انبار اور ان کی تعلیوں وشیخیوں کے پشتارہ کو دور کر دیا جائے اور اسی طرح آپ نے اپنے مخالفین کو جو کچھ تلخ تر جوابات وانبیاء علیہم السلام وعلماء اسلام کو گالیاں مرحمت فرمائی ہیں ان سب کو علیحدہ کر لیا جائے تو پھر ان ''پچاس الماریوں'' و ''عمر کا اکثر حصہ'' کا سر بستہ راز طشت از بام ہو کر مرزا صاحب اور ان کی امت کی ذلت وخواری کا باعث ہو جاتا ہے۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتا راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

جھوٹ (۱۱۹) ''میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے۔'' (تذکرۃ الشہادتین خ ج۲۰ص۳۶)۔

نور: اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں دوسطر کے بعد ہی آپ کی کذب آمیز اعجازی ترقی نے ان صدہا نشان کو ''دولاکھ سے زیادہ نشان'' بنا دیا۔ مگر اسی پر بس نہیں بلکہ اسی کتاب کے ص۴۳ میں آپ نے بیک جست ''دس لاکھ سے زیادہ نشان'' حاصل کر لیے، مگر بایں ہمہ مرزا صاحب کی ان معجزنما دفعی ترقیوں نے آپ کی کذب بیانی ولغو گوئی پر مہر لگا دی ہے۔

جھوٹ (۱۲۰) ''پھر ہزار چہارم کے دَور میں ضلالت نمودار ہوئی۔ اور اسی ہزار چہارم میں سخت درجہ پر بنی اسرائیل بگڑ گئے۔ اور عیسائی مذہب تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہو گیا اور اُس کا پیدا ہونا اور مرنا گویا ایک ہی وقت میں ہوا۔'' (لیکچر سیالکوٹ خ ج۲۰ص۲۰۷)۔

نور: مرزائیو! اگر اپنے گرو کو راستباز دیکھنا چاہتے ہو تو تاریخ اور واقعات کی سچی روشنی میں اس امر کو ثابت کرو کہ عیسائی مذہب ہزار چہارم میں تخم ریزی کے ساتھ خشک ہو گیا؟

جھوٹ (۱۲۱) ''اس فقرہ میں دان ایل نبی بتلاتا ہے کہ اُس نبی آخر الزمان کے ظہور سے (جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے) جب بارہ سو نوے ۱۲۹۰ برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود (مرزا) ظاہر ہوگا اور تیرہ سو پینتس ۱۳۳۵ ہجری تک اپنا کام چلائے گا، یعنی چودھویں

صدی میں سے پینتیس برس برابر کام کرتا رہے گا۔'' (تحفہ گولڑویہ درحاشیہ خ ج۱۷ص۲۹۲)

نور: مرزا صاحب کو اس پیشگوئی کے مطابق ۱۳۳۵ ہجری تک زندہ رہنا ضروری تھا۔ لیکن آپ نے اس قدر عجلت کی ہے کہ ۱۳۲۶ھ میں وقت مقررہ سے نو برس پیش تر تشریف لے گئے تاکہ دنیا اس امر کا مشاہدہ کر لے کہ ''دروغ گو کو خدا تعالیٰ اسی جہان میں ملزم اور شرمسار کر دیتا ہے۔'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۴۱ ج۱۷)۔ چناں چہ اس کے باعث مرزائیت کچھ ایسی شرمسار وسراسیمہ ہو رہی ہے کہ کچھ بنائے نہیں بنتی۔

جھوٹ (۱۲۲) ''اور میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے۔ اور خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اُس نے کبھی دکھائے نہیں گویا خدا زمین پر خود اُتر آئے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے **یوم یاتی ربک فی ظلل من الغمام**[1] یعنی اُس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا یعنی انسانی مظہر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا اور اپنا چہرہ دکھلائے گا۔'' (حقیقۃ الوحی ۱۵۸ مطبوعہ میگزین پریس قادیان)۔

نور: یہ عربی عبارت جو آیت قرآنی کے حوالہ سے لکھی گئی ہے سراسر جھوٹ ہے اس لیے کہ موجودہ قرآن مجید میں یہ آیت نہیں ہے۔ البتہ اگر اُس قرآن میں ہو جو مرزا صاحب کے منہ کی باتیں ہیں تو بعید از قیاس نہیں۔ دوسرا جھوٹ یہ کہ اس جھوٹی ومصنوعی آیت کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے حالاں کہ قرآن مجید میں اس کا بھی ذکر نہیں۔

جھوٹ (۱۲۳) ''پس اِس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار پنجم میں

[1] قرآن مجید میں تحریف کی یہ بدترین مثال ہے جو مرزا نے کی ہے۔ اصل آیت اِس طرح ہے ''**ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام**، البقرۃ ۲۱۱'' اگرچہ نبی کے کلام وبیان میں اس کی امت کے لیے جائز نہیں کہ کوئی تغیر وتبدل کرے لیکن روحانی خزائن کے نام سے طبع شدہ موجودہ ایڈیشن میں مرزائیوں نے اپنے افیونی نبی کی اِس بھیانک غلطی کی تصحیح کر ڈالی ہے، خدا کرے کہ اُن کو مرزا کے دعوی نبوت ومسیحیت کی تصحیح کی بھی توفیق ملے۔

یعنی الف خامس میں ظہور فرما ہوئے نہ کہ ہزار ششم میں اور یہ حساب بہت صحیح ہے، کیونکہ یہود اور نصاریٰ کے علماء کا تواتر اِسی پر ہے اور قرآن شریف اِسی کا مصدق ہے۔'' (حاشیہ تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۲۴۷)۔

نور: یہود و نصاریٰ کے علماء کا تواتر اور قرآن مجید کی تصدیق پیش کر کے مرزا صاحب کو راست باز ثابت کرو؟ حالانکہ مرزا صاحب اس کے برخلاف اسی کتاب کے حاشیہ ص ۱۵۰ میں تحریر فرما چکے ہیں کہ: ''امر واقعی اور صحیح یہ ہے کہ بعثتِ نبوی ہزار ششم کے آخر میں ہے جیسا کہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ بالاتفاق گواہی دے رہی ہیں۔'' (خ ج ۱۷ ص ۲۴۶)۔

قادیانیو! اپنے ''مجدد'' کا فرمان سنو کہ ''جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۲۷۵ ج ۲۱)۔

جھوٹ (۱۲۴) ''بہر حال ہمارے بھائی مسلمانوں پر لازم ہے کہ گورنمنٹ (برطانیہ) پر اُن کے دھوکوں سے متاثر ہونے سے پہلے بیحد طور پر اپنی خیر خواہی ظاہر کریں جس حالت میں شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں...... قطعی حرام ہے۔'' (ضمیمہ شہادۃ القرآن خ ج ۶ ص ۳۸۹)۔

نور: غلمدیت کے حلقہ بگوش! شریعت اسلام کے اس واضح مسئلہ اور تمام مسلمانوں کے اتفاق کو وضاحت سے ثابت کر کے اپنے ''نبی جی'' کے ناموس نبوت کو پاک وصاف کریں۔

جھوٹ (۱۲۵) ''چناں چہ جس قیصر کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا۔ جس کا ذکر صحیح بخاری میں پہلے صفحہ میں ہی موجود ہے۔'' (انجام آتھم ص ۳۹ کا حاشیہ ج ۱۱)

نور: قیصر کا ذکر ''بخاری شریف'' کے پہلے صفحہ میں نہیں اس لیے جھوٹ ہے۔

جھوٹ (۱۲۶) ''اور نبیوں کی پیشگوئیوں میں یہ تھا کہ امام آخر الزمان میں یہ دونوں

صفتیں (روح القدس سے تائید یافتہ اور مہدی ہونا) اکٹھی ہو جائیں گی۔'' (اربعین نمبر ۲، در حاشیہ خ ج ۱۷ ص ۳۵۹)۔

جھوٹ (۱۲۷) ''جس شخص (مرزا) کو تمام نبی ابتدائے دنیا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک عزت دیتے آئے ہیں...... بلکہ خدا کی کتابوں میں اس کی عزت انبیاء علیہم السلام کے ہم پہلو رکھی گئی ہے۔'' (اربعین نمبر ۲ خ ج ۱۷ ص ۳۶۹)۔

جھوٹ (۱۲۸) ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں'' (البشریٰ بحوالہ تذکرہ ص ۵۹۱)

نور: مرزا صاحب جس جگہ اور جس حالت میں مرے ہیں وہ دنیا پر روشن ہے کہ آپ نے بمرض ہیضہ بمقام لاہور پاخانہ میں جان دی۔ مرزا صاحب نے سچ فرمایا کہ: ''ایسا آدمی جو ہر روز خدا پر جھوٹ بولتا ہے اور آپ ہی ایک بات تراشتا ہے...... ایسا بدذات انسان تو کُتّوں اور سؤروں اور بندروں سے بدتر ہوتا ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۲۹۲)۔

قادیانی ممبرو! کہو یہ کون دھرم ہے۔

جھوٹ (۱۲۹) ''اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ہم کہیں کہ داؤد کرشن تھا یا کرشن داؤد تھا۔'' (براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۱۱۷)۔

نور: حضرت داؤد علیہ السلام کو ہندو کرشن جی کا مصداق بتانا یا ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کہنا، یہ صرف مرزا جی ہی کی پیغمبرانہ جرأت و بیباکی یا ''مجددانہ'' کذب و افتراء ہے۔ مرزائیو! اس کو یاد رکھو کہ: ''جھوٹے پر اگر ہزار لعنت نہ سہی تو پانچ سو سہی۔'' (ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۵۷۲)۔

جھوٹ (۱۳۰) '' اگر میرے رسالہ تحفہ گولڑویہ اور تحفہ غزنویہ کو ہی دیکھو...... جن کو آپ لوگ صرف دو گھنٹہ کے اندر بہت غور اور تامل سے پڑھ سکتے ہیں۔'' (اربعین نمبر ۲ خ ج ۱۷ ص ۳۷۰)۔

نور: تحفہ گولڑویہ جو ۲۰×۲۶ کی تقطیع کے دو سواڑتیس صفحوں میں پھیلی ہوئی ہے اور ہر صفحہ

میں تئیس سطریں ہیں، صرف وہی، دو گھنٹہ کے اندر تامل وغور سے نہیں پڑھی جاسکتی۔ اور اگر تحفہ غزنویہ کو بھی شامل مطالعہ وغور کرلی جائے تو اس کا ’’کذب عظیم‘‘ ہونا اور بھی عیاں ہو جاتا ہے اس لئے مرزا صاحب کی یہ مبالغہ آمیز کذب بیانی جو واقعات کے سراسر مخالف ہے ان کی ’’نبوت‘‘ کے پردہ کو چاک کررہی ہے۔ مرزائیو! رفو کی فکر کرو۔[ا]

جھوٹ (۱۳۱)’’ اور چوں کہ یہ بات مسلمانوں کے عقیدہ میں داخل ہے کہ آخری زمانہ میں ہزار ہا مُسلمان کہلانے والے یہودی صفت ہو جائیں گے۔ اور قرآن شریف کے کئی ایک مقامات میں بھی یہ پیش گوئی موجود ہے۔‘‘ (کشتی نوح ج۱۹ ص۴۷)۔

نور: غلمد یو! قرآن شریف کی ایسی پیش گوئیوں کو جو حسب تحریر مرزا صاحب ایک دو جگہ نہیں بلکہ ’’کئی ایک مقامات‘‘ میں موجود ہیں نقل کر کے بتاؤ کہ کیا اِن آیتوں سے اس مضمون کی پیش گوئی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام واکابر ملت نے بھی استنباط فرمایا ہے؟ کیوں کہ تمہارے ’’پیغمبر صاحب‘‘ تحریر کرتے ہیں کہ: ’’جو تاویلیں قرآن کریم کی نے خدائے تعالیٰ کے علم میں تھیں نہ اُس کے رسول کے علم میں نہ صحابہ کے علم میں نہ اولیاء اور قطبوں اور غوثوں اور ابدال کے علم میں اور نہ اُن پر دلالت النص نہ اشارۃ النص وہ سیّد (سید احمد خان علی گڈھی) صاحب (اوراب مرزا قادیانی) کو سوجھیں۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام حاشیہ ج۵ ص۲۲۷)۔

ا قادیانیوں کے ہیڈ مرکز ربوہ (جس کا نام بدل کر اب چناب نگر رکھ دیا گیا ہے) پاکستان سے مطبوعہ ’’روحانی خزائن سیٹ‘‘ میں شامل جلد نمبر۱۷ میں ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ کے کل صفحات ۲۰×۲۶ کے سائز پر ۲۵۴ ہیں جبکہ ’’تحفہ غزنویہ‘‘ نامی کتاب کے کل صفحات اسی سائز پر ۶۴ ہیں جو جلد نمبر۱۵ میں لگی ہوئی ہے۔ اس طرح کل مجموعی صفحات ۳۱۸ بنتے ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ دونوں کتابوں میں شیطان کی آنت کی طرح حاشیہ درحاشیہ کا سلسلہ بھی پھیلا ہوا ہے؛ ظاہر سی بات ہے کہ اس مختصر وقت میں غور تامل سے پڑھنا تو دور کی بات ہے؛ سرسری طور پر مطالعہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

نیز یہ بات مسلمانوں کا عقیدہ کیوں کر ہوئی؛ اسلام کی معتبر کتب سے اس کا ’’عقیدہ‘‘ ہونا ثابت کرو؟ نہیں تو اس بات کو یاد رکھو کہ ’’دروغ گو انسان کتوں وبندروں سے بھی بدتر ہوتا ہے۔‘‘ (ملخصاً ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج۲۱ ص۲۹۲)۔

جھوٹ (۱۳۲) چناں چہ در قرآن شریف مسطور است وانبیاء سابقین ہم ازاں خبر دادہ اند کہ وبائے مہلک (طاعون) دراں جزء زماں آنچناں پدید گردد کہ ہیچ قصبہ یا قریہ ازاں مستثنیٰ نخواہد ماند‘‘ (تذکرۃ الشہادتین ص۳)[ا]

نور: ☆ مرزائیت کی پوجا کرنے والے بتائیں کہ قرآن شریف کی کس آیت میں اس کا ذکر ہے؟۔

☆ اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام واکابر امت نے اس آیت کی ایسی تفسیر کی ہے؟۔

☆ نیز جن انبیاء سابقین نے اس خبر سے مرزا صاحب کو مطلع فرمایا ہے اس سے بھی صفحۂ قرطاس کو مزین کریں؟۔ ورنہ ’’مرزا جی‘‘ کے ’’پردۂ نبوت‘‘ کا تار تار الگ ہو رہا ہے۔

جھوٹ (۱۳۳)’’ در قرآن کریم وکتب احادیث ودیگر صحف مسطور است کہ دراں ایام یک مرکب جدید حادث گردد کہ بزور آتش حرکت نماید...... پس آں مرکب درعرف ہندوستان ریل نامند۔‘‘ (تذکرۃ الشہادتین ص۲۴)

نور: قرآن کریم وصحف انبیاء کی جن آیتوں میں یہ امر مسطور ہے اس کو پیش کر کے بتاؤ

ا (ترجمہ از مرزا) جیسا کہ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے اور بہت پہلے نبیوں نے بھی یہ خبر دی ہے کہ ان دنوں میں مری بہت پڑے گی۔ اور ایسا ہوگا کہ کوئی گاؤں اور شہر اُس مری سے باہر نہیں رہے گا‘‘ (تذکرۃ الشہادتین ص۴ ج۲۰) ترجمہ از مرزا: قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلے گی......سو (ہندستان کے عرف میں) وہ سواری ریل ہے۔ جو پیدا ہوگئی‘‘ (تذکرۃ الشہادتین خ ص۲۵ ج۲۰)۔

کہ کن کن صحابیوں اور بزرگوں نے ان آیتوں کی یہ تفسیر کی ہے۔نہیں تو: ''خدا کے جھوٹوں پر نہ ایک دم کے لئے لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے۔'' (اربعین نمبر۳ خ ج ۱۷ص ۳۹۸)

جھوٹ (۱۳۴) ''حضرت حق سبحانہ وعم برہانہ مرا بر سر قرن چہار دہم مامور فرمودہ است ودلائل وبراہین لاتعداد ولاتحصی متعلق تصدیق من بجہۃ بصیرت شما مہیا گردانیدہ واز فوق آسمان تا سطح زمین بر دعاوی من آیات بینات خویشتن راہویدا ساخت چناں چہ جمیع انبیاء کرام علیہم السلام بر بعثت من خبر دادہ اند۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص ۶۳) ؎۱

جھوٹ (۱۳۵) '' یہ تین نبی یعنی محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسیح اور یونس علیہا السلام قبر میں زندہ ہی داخل ہوئے اور زندہ ہی اس میں رہے اور زندہ ہی نکلے۔'' (ست بچن حاشیہ خ ج ۱۰ص ۳۱۰)۔

نور: مرزائیت کی پرستش کرنے والوں کا یہ فرض ہے کہ اس قول میں مرزا صاحب کو سچا ثابت کر کے ان کی ''نبوت'' کی لاج رکھیں۔نہیں تو ''دروغ گو کا انجام ذلت ورسوائی ہے۔'' (حقیقۃ الوحی ص ۲۵۳ ج ۲۲)۔

جھوٹ (۱۳۶) ''لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں پاؤ گے کہ اس کا نزول آسمان سے ہوگا۔'' (حمامۃ البشریٰ خ ج ۷ص ۲۰۲)۔

نور: صرف یہی ایک ''سفید وسیاہ جھوٹ'' مرزا صاحب کی ''مصنوعی نبوت'' کے تار تار کو الگ کرنے کے لیے کافی سے زائد ہے۔اس لیے کہ دو صحیح حدیثوں میں ''**نزول من السماء**'' کا لفظ موجود ہے مگر مرزائیت کے ''پیغمبر اعظم'' کی ''پیغمبرانہ نگاہیں'' کچھ اس

؎۱ ترجمہ از مرزا: خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کے لئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمھارے لئے مہیا کر دئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتدا سے آج تک میرے لئے خبریں دی ہیں۔(تذکرۃ الشہادتین خ ۶۴ ج ۲۰)

قدر دھندلی اور غبار آلود تھیں کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں آسمان کا لفظ تک نظر نہ آیا۔اور اس علمی بے بضاعتی وکوتاہ نگاہی کے باوجود آپ کے کمالات وخیالات کی ان بلند پروازیوں اور وسعت علمی ودعویٰ ہمہ دانی کی شیخیوں اور تعلیوں پر نظر ڈالئے جو آپ کی یا امت مرزائیہ کی کتابوں میں خود رو گھاس کی طرح پھیلی ہوئی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک مافوق الفطرت کمالات وفضائل کے مالک ہیں حالاں کہ واقعات وحالات آپ کے ''مسیلمۃ الکذاب'' ہونے میں تو شک وشبہ کو راہ نہیں دیتے البتہ ''انسانیت'' کو مشتبہ بتاتے ہیں۔

وہ حدیث جس میں ''آسمان'' کا لفظ موجود ہے ملاحظہ فرما کر مرزا صاحب کی دروغ گوئی پر یہ کہئے کہ ''جھوٹے پر اگر ہزار لعنت نہیں تو پانچ سو سہی۔'' (ازالہ خ ص ۵۷۲ ج ۳)

(۱) عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا انزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم . (بیھقی کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۱)۔؎۱

(۲) عن ابن عباس مرفوعاً قال: الدجال اول من یتبعہ سبعون الفاً من الیھود علیھا السیجان (الی قولہ) قال ابن عباسؓ: قال رسول اللہ ﷺ: فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء . (کنز العمال حدیث ۳۹۷۱۹ ص ۲۶۱ ج ۱۴) ؎۲

؎۱ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس وقت کیا حال ہوگا جب تمھارے درمیان مریم کے بیٹے عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے اس حال میں کہ (بوقت فجر نماز کے لیے) تمھارا امام (مہدی) تم میں سے ہوگا۔

؎۲ مرفوع روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ۔دجال کی سب سے پہلے جو لوگ پیروی کریں گے وہ ستر ہزار یہودی ہوں گے اُن پر سبز رنگ کا رومال ہوگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ اُس وقت حضرت کے بیٹے عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے۔

اورخودمرزاصاحب بھی اس لفظ'' آسمان'' کی تصدیق وتائید کرتے ہیں کہ:

(۱) ''صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اُتریں گے تو اُن کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔'' (ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۱۴۲)۔

(۲) آپ (آنحضرت ﷺ) نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دوزرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی۔'' (تشحیذ الاذہان ماہ جون ۱۹۰۶ء ص ۵)۔

قادیانیو! مرزا صاحب کا مسیح موعود (نبی) کہلا کر یہ افترا اور یہ تحریف اور یہ خیانت اور یہ جھوٹ اور یہ دلیری اور یہ شوخی!! ان باتوں کا تصور کر کے بدن کانپتا ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۲۷۸)۔

جھوٹ (۱۳۷) ''یہ حدیث بہت صحیح ہے جو ابن ماجہ نے لکھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ **لامهدی الا عیسیٰ**۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۳۵۶)۔

نور: بالکل جھوٹ ہے اس لیے کہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ اشاعۃ الساعۃ فی اشراط الساعۃ ص ۱۷۰ میں ہے کہ:

مما ورد فی بعض الحدیث انه لا مهدی الا عیسی بن مریم مع کونه ضعیفاً عند الحفاظ یجب تاویله ...... انه حدیث ضعیف خالف احادیث صحیحه. ۱؎

جھوٹ (۱۳۸) ''قرآن شریف میں اول سے آخر تک جس جس جگہ **توفّی** کا لفظ آیا ہے اُن تمام مقامات میں **توفّی** کے معنے موت ہی لیے گئے ہیں۔'' (ازالہ ص ۲۲۴ ج ۳)۔

نور: مرزا صاحب کا یہ بھی ایک ''سفید جھوٹ'' ہے اس لیے کہ مندرجہ ذیل آیتوں میں **توفیٰ** کے معنی موت کے نہیں ہیں۔

۱؎ ترجمہ: بعض احادیث میں جو لامہدی الا عیسیٰ بن مریم آیا ہے یہ بات یقینی ہے کہ وہ حفاظ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس کی تاویل واجب ہے کیوں کہ صحیح احادیث اس کے خلاف وارد ہیں۔

(۱) وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰیكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ. (پ۷ انعام ۶۰) ۱؎

(۲) اللهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا.

(الزمر ۴۲) ۲؎

جھوٹ (۱۳۹) ''علم لغت میں یہ مسلّم اور مقبول اور متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہے وہاں بجز مارنے اور کوئی معنے توفّی کے نہیں آتے۔''

(تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۹۰)

نور: اگر قادیانیت کے پوجاری اس مسلم اور مقبول اور متفق مسئلہ کو علم لغت کی کسی چھوٹی سے چھوٹی یا بڑی سے بڑی کتاب دکھائیں تو بہت ممکن ہے کہ ان کے کرشن جی کا ''دلفریب مندر'' منہدم ومسمار ہونے سے محفوظ رہ جائے۔ نہیں تو مرزا جی کے ان فرمان کو یاد رکھو کہ: ''اے مفتری نابکار کیا اب بھی ہم نہ کہیں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۲۷۵)۔

جھوٹ (۱۴۰) ''پھر اس کے بعد تیرہ سو برس تک کبھی کسی مجتہد اور مقبول امام پیشوائے انام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۹۲)

جھوٹ (۱۴۱) ''الغرض جب کہ مَیں نے نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ اور اقوال آئمہ اربعہ اور وحی اولیائے امت محمدیہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم میں بجز موت مسیح کے اور کچھ نہیں پایا۔'' (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۹۲، ۹۵، ۹۹)

نور: مرزا صاحب کا حضرات صحابہ کرام، ائمہ اربعہ اور اولیائے امت محمدیہ رضی اللہ

۱؎ ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ) وہی ہے کہ قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے ہو دن میں۔ شیخ الہندؒ۔

۲؎ ترجمہ: اللہ ہی قبض (یعنی معطل) کرتا ہے (اُن) جانوں کو ان کی موت کے وقت اور اُن جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی اُن کے سونے کے وقت۔ (تھانویؒ)

عنہم پر ایک لعنتی افترا واتہام ہے۔اس لیے کہ اجماع امت مسلمہ اور احادیث صحیحہ متواترہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو مدلل کر رہی ہیں۔جن کو بصات کے ساتھ بصیرت بھی ملی ہے وہ دیکھیں اور غور کریں۔

(۱) روی عن ابی هريرة وابن عباس وابی العالية وابی مالک وعكرمة والحسن وقتادة والضحاک وغيرهم وقد تواترت الاحاديث عن رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عيسیٰ عليه السلام قبل يوم القيٰمة اما ما عادلا وحكما مقسطاً ...... وقد ذكر الحافظ فی الفتح .تواتر نزوله عليه السلام عن ابی الحسين الابری وقال فی التلخيص الحبير (ص ۳۱۹) من كتاب الطلاق واما رفع عيسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسير على انه رفع ببدنه حيا ...... وقال فی الفتح من باب ذكر ادريس لان عيسیٰ ايضاً قد رفع وهو حی على الصيح. (عقيدة الاسلام ص۴).

(۲) قال ابن عطيه واجمعت الامة على ماتضمنة الحديث المتواتر من ان عيسیٰ فی السماء حی انه ينزل فی آخر الزمان. (بحر المحيط ج ۲ ص۳۶۳).

(۳) واجتمعت الامة على ان عيسیٰ حی فی السماء وينزل الى الارض. (النهر الماء ج۲ص۴۷۳).

(۴) واما الاجماع فقال السفارينی فی الوسع قد اجتمعت الامة على نزوله ولم يخالف فيه احد من اهل الشريعة وانما انكر ذلک الفلاسفة والملاحدة ممن لا يعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الامة على انه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المحمدية وليس ينزل بشريعة مستقلة عند نزوله من السماء وان كانت النبوة قائمة به وهو متصف بها. (كتاب الاذاعة ص۷۷).

(۱) حضرت ابوہریرہ وابن عباس۔وابوالعالیہ،ابو مالک،عکرمہ،حسن،قتادہ،ضحاک ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس بارہ میں احادیث متواتر ہیں کہ بنا بر صحیح مذہب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی زندہ آسمان پر موجود ہیں۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے امام عادل اور منصف حاکم ہوکر نازل ہوں گے۔......اور حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں ابوالحسین آبری سے نزول عیسیٰ کی احادیث متواتر نقل کی ہیں۔اور حافظ صاحب موصوف تلخیص الحبیر کتاب الطلاق میں فرماتے ہیں کہ تمام محدثین ومفسرین کا اس بات پر اتفاق ہوگیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔اور فتح الباری میں حضرت ادریس علیہ السلام کے ذکر کے سلسلہ میں یہ فرمایا ہے کہ بنا بر صحیح مذہب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں۔

(۲)(ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ) تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب نازل ہوں گے جیسا کہ احادیث متواترہ اس کی شہادت دے رہی ہے۔(بحر المحیط)۔

(۳) تمام امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور زمین پر نزول فرمائیں گے۔(نہر الماء)۔

(۴) امام سفارینی فرماتے ہیں کہ تمام امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہوگیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہونگے اور بجز ملحدوں،فلسفیوں،بددینوں (قادیانیوں) کے اور کوئی اس کا مخالف نہیں ہے اور اُن لوگوں کا اختلاف کرنا ناقابل اعتبار ہے۔اور اس پر بھی تمام امت محمدیہ متفق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوکر شریعت محمدیہ کی اتباع کریں گے اور کوئی مستقل شریعت لے کر نہ آویں گے اگر چہ وہ وصف نبوت سے موصوف ہوں گے۔

جھوٹ (۱۴۲)'' قرآن شریف کے رُو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے۔''(حاشیہ کشتی

نوح خ ج ۱۹ص ۷۵)۔

نور: قرآن شریف کی کس آیت کا یہ مضمون ہے؟ اور کیا کسی نے اس آیت سے اس مضمون کو سمجھا ہے؟ نہیں تو ''دروغ گو کا انجام ذلت ورسوائی ہے۔'' (حقیقۃ الوحی ص ۲۵۳ ج ۲۲)

جھوٹ (۱۴۳) ''مسیح کا منارہ جس کے قریب اس کا نزول ہوگا دمشق سے شرقی طرف ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے کیوں کہ قادیان جو ضلع گورداس پور پنجاب میں ہے جو لاہور سے گوشۂ مغرب اور جنوب میں واقعہ ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات، اشتہار چندہ منارۃ المسیح ج ۳ص ۲۸۸)۔

نور: حالاں کہ قادیان لاہور سے شمال ومشرق کی طرف واقع ہے مگر مرزا صاحب کی جغرافیہ دانی ملاحظ فرمایئے کہ آپ اس کو گوشۂ مغرب اور جنوب میں واقع کررہیں تاکہ پنجاب کے پرائمری اسکول کے طالب علم ''قادیانی پیغمبر'' کے علم وعقل پر تمسخر واستہزاء کریں اور یہ کہیں کہ: ع

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

اور مرزا صاحب کا خود اپنے متعلق کیا ہی بہترین فیصلہ ہے کہ: ''ممکن ہے (بلکہ واقع ہے) کہ کئی لوگ میری ان باتوں پر ہنسیں گے یا مجھے پاگل اور دیوانہ قرار دیں۔'' (کشف الغطاء خ ج ۱۴ص ۱۹۳)۔

جھوٹ (۱۴۴) ''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ خ ج ۱۱ص ۲۹۰)۔

نور: مرزا صاحب کا یہ بھی ایک ایسا صاف وصریح توہین آمیز جھوٹ ہے جس سے مذہبی دنیا کا کوئی فرد انکار نہیں کرسکتا۔ بالخصوص وہ اسلامی فرقہ جس کا ایمان ویقین قرآن

مجید کے متعلق ہے اور اس کے سامنے قرآن کریم کے وہ صفحات کھلے ہوئے ہیں جن میں صاف لفظوں میں معجزات کا ذکر موجود ہے۔ چناں چہ خود آنجہانی تحریر کرتے ہیں کہ: ''ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں بیشک اُن سے بھی بعض معجزات ظہور میں آئے ہیں...... قرآن کریم سے بہرحال ثابت ہوتا ہے کہ بعض نشان اُنکو دئے گئے تھے۔'' (شہادت القرآن ج ۶ ص ۳۷۳)

الحمدللہ کہ مرزا صاحب خود ہی اپنی ''حق بات'' کو ناحق بتا کر کاذب بن گئے ہیں۔ **فھو المراد.**

جھوٹ (۱۴۵) ''عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اُٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے مگر اِن پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا۔'' (ازالہ اوہام خ ج ۳ص ۱۱۹)۔

نور: مرزاجی نے یہ پیشگوئی ۱۳۰۸ھ میں کی تھی جس کو آج ۴۳ برس ہوچکے ہیں [1] مگر کیا مرزائیت کا کوئی سپوت اس امر کو بتا سکتا ہے کہ تعلیم یافتہ ہندوؤں میں کمی ہے بلکہ ان میں ایسی روز افزوں ترقی ہے دوسری قومیں ان کو نگاہ رشک سے دیکھ رہی ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ قدرت نے ہندوؤں میں تعلیم کی ترقی صرف مرزاجی کی پیش گوئی غلط کرنے کے لیے کی ہو۔

غلمدیو! ایمان سے بتاؤ کہ کیا اب تمام ہندوستان میں کوئی پڑھا لکھا ہندو نظر نہیں آرہا ہے؟ اور بالخصوص تمہارے کرشن اوتار کے استھان (قادیان) میں اب کوئی پڑھا لکھا ہندو نہیں دکھائی دیتا؟ ۔**لعنة اللہ علی الکاذبین .**

جھوٹ (۱۴۶) ''ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی

[1] واضح ہو کہ ازالہ اوہام کی تصنیف ۱۸۹۱ء کی ہے گویا آج ۲۰۰۷ء میں ایک سوسولہ سال ہوگئے مگر ہندو کم تو کیا ہوتے خود قادیان میں پڑھے لکھے سکھوں اور ہندوؤں کی تعداد قادیانیوں سے زیادہ ہے۔۔

کروڑ مشرک دنیا میں ہوگئے۔ دوبارہ آ کر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہش مند ہیں۔'' (اخبار بدر، ۹ رمئی ۱۹۰۷ء)۔

نور: مرزائیو! اس امر کا ثبوت پیش کرو کہ کئی کروڑ انسانوں کا مشرک ہونا حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کا نتیجہ تھا؟۔ ورنہ جھوٹے ومفتری پر خدا کی لعنت۔

جھوٹ (۱۴۷) '' آیات کبریٰ تیرھویں صدی میں ظہور پذیر ہوں گی اسی پر قطعی اور یقینی دلالت کرتی ہے کہ مسیح موعود کا تیرھویں صدی میں ظہور یا پیدائش واقع ہو...... لہذا علماء کا اسی پر اتفاق ہوگیا ہے کہ بعد المأ تین سے مراد تیرھویں صدی ہے اور الآیات سے مراد آیات کبریٰ ہیں۔'' (ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۴۶۸)۔

نور: مرزا جی کا یہ صریح جھوٹ ہے کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہوگیا ہے کہ ''الآیات بعد المأ تین'' سے مراد تیرہویں صدی ہے جو مسیح موعود کے ظہور کے لیے مقرر ہے۔ ورنہ امت مرزائیہ کا اولین فرض ہے کہ ''اس اتفاق علماء'' کو حقیقت کی روشنی میں دکھائے۔

جھوٹ (۱۴۸) ''اسی وجہ سے سلف صالح میں سے بہت سے صاحب مکاشفات مسیح کے آنے کا وقت چودھویں صدی کا شروع سال بتلا گئے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی قدس سرہٗ کی بھی یہی رائے ہے ...... ہاں تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے۔'' (ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۱۸۸)۔

نور: مرزا جی کا یہ بھی ایک کراماتی جھوٹ بلکہ انوکھا اتہام ہے جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کر کے ان کی رائے بلکہ ایک اجماعی عقیدہ کہا گیا ہے۔ مرزائیت کے خواجہ تاشوں میں اگر کچھ ہمت اور ایمانی صداقت موجود ہے تو حضرت شاہ صاحب مرحوم کی یہ رائے ان کی کتاب سے اور اجماعی عقیدہ کی اسلامی معتبر کتاب سے دکھا کر اپنے ''گرو'' کو راست باز ثابت کریں گے اور ان کی پیشانی سے اس سیاہ داغ کو دور کریں گے۔

جھوٹ (۱۴۹) ''اب جاننا چاہیئے کہ دلیل دو قسم کی ہوتی ہے ایک لمّی اور لمّی دلیل

اُس کو کہتے ہیں کہ دلیل سے مدلول کا پتہ لگا لیں جیسا کہ ہم نے ایک جگہ دُھواں دیکھا تو اس سے ہم نے آگ کا پتہ لگا لیا۔'' (چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ ص ۶۳)۔

نور: مرزا صاحب نے ''دلیل لمی'' کی اس تعریف وتمثیل سے نہ صرف عربی طلبا کے لیے سامان تفریح وتضحیک مہیا کیا بلکہ اپنی پیغمبرانہ قابلیت وسلطان المتکلمی کا ایسا بہترین مظاہرہ کیا ہے کہ منطقیوں ومتکلموں کی روحیں بھی وجد میں آ گئی ہوں گی۔

قادیانی فاضلو! دلیل لمی کی یہ تعریف وتمثیل علم کلام ومنطق کی کس کتاب میں ہے؟ دیکھیں اپنے ''سلطان المتکلمین'' کے اس سفید جھوٹ کو کس طرح سچ کے قالب میں ڈالتے ہو۔

اللہ رے اس حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

جھوٹ (۱۵۰) ''تاہم مُسلمانوں کے لئے صحیح بخاری نہایت متبرّک اَور مفید کتاب ہے۔ یہ وُہی کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔'' (کشتی نوح خ ج ۱۹ ص ۶۵)۔

نور: بخاری شریف کی وہ حدیث جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے مرزائیت کے نمک خواران ازلی کا فرض منصبی ہے کہ اس کو صاف طور پر دکھا کر ''مرزا جی'' کو عذاب اخروی ورسوائی سے بچائیں۔

جھوٹ (۱۵۱) ''اے نادان کیا تُو یونس کے قصّہ سے بھی بیخبر ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے یونسؑ کی پیشگوئی میں کوئی شرط بھی نہیں تھی تب بھی توبہ واستغفار سے اُس کی قوم بچ گئی حالانکہ اس کی قوم کی نسبت خدا تعالیٰ کا قطعی وعدہ تھا کہ وُہ ضرور چالیس ۴۰ دن کے اندر ہلاک ہو جائے گی مگر کیا وہ اِس پیشگوئی کے مطابق چالیس ۴۰ دن کے اندر ہلاک ہوگئی۔'' (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۱۹۴)

نور: کس دلیری و بیباکی سے خداوند تعالیٰ پر یہ افترا کیا گیا ہے کہ اس نے قوم کو چالیس دن کے اندر ہلاک کرنے کا قطعی وعدہ کیا تھا مگر بایں ہمہ اس نے اس قوم کو ہلاک نہیں کیا اور اپنے قطعی وعدہ پر پانی پھیر دیا۔

مرزائیو! تمہارے پیغمبر نے جس جرأت سے اس اتہام سازی و کذب گوئی کا ارتکاب کیا ہے یہ صرف انہیں کا حصہ تھا۔ ع

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کے شی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

اس لیے تمہارے ذمہ حلالی کے سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ:

☆ اول تو اس ''قطعی وعدہ'' کو قرآن شریف میں دکھاؤ؟۔

☆ دوسرے کیا ''خدا کا قطعی وعدہ'' جھوٹا ہو سکتا ہے؟۔

☆ نہیں تو مرزاجی کے دوروغ گو و مفتری ہونے میں کیا شک ہے اور کیوں ہے؟۔

جھوٹ (۱۵۲) ''وقد جاء فی القرآن ذکر فضائلی۔ وذکر ظهوری عند فتن تثور'' (ترجمہ از مرزا) اور میرے (مرزا) فضائل کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اور میرے ظہور کا ذکر بھی پر آشوب زمانہ میں ہونا لکھا ہے۔'' (اعجاز احمدی بنام ضمیمہ نزول المسیح خ ج۱۹ص۱۷۰)۔

نور: مرزاجی کے فضائل وظہور کا ذکر قرآن مجید کے کس سورۃ و کس آیت میں ہے؟۔

اگر مرزائیت کے کاسہ لیس اس کو دکھائیں تو ایک من تازہ مٹھائی بطور شکریہ پیش کی جائیگی ورنہ مفتری و کاذب پر خدا کی لعنت۔

جھوٹ (۱۵۳) ''خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی ۸۰ برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج۲۱ص۲۵۸)۔

اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں مرزا صاحب اس الہام کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں

کہ ''اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چُہتّر ۷۴ اور چھیاسی ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج۲۱ص۲۵۹)۔

مرزائیت کے نقار خانہ کی طوطی اخبار الفضل مورخہ ۱۱/جون ۱۹۳۳ء ص۲/ پر اپنے ''مالک'' کی تائید میں چہک کر کہتی ہے کہ: (اخبار الفضل قادیان)۔ ''آپ (مرزا) کے اس الہام میں دو زبردست پیش گوئیوں کا ذکر ہے۔ اول یہ کہ آپ کی عمر ۷۴ برس سے کم نہ ہوگی دوسرے یہ کہ ۸۶ برس سے زیادہ نہ ہوگی''۔

حالانکہ مرزا صاحب ۶۸۔۶۹ برس کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو کر کاذب و مفتری بنے اس لیے کہ کتاب البریہ حاشیہ ص۱۴۶/۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء ج۵ ص۲۱۹/۔۶، بدر مورخہ ۸/اگست ۱۹۰۴ء، ج۳ ص۵/، الحکم مورخہ ۲۱۔۲۸ مئی ۱۹۱۱ء ج۱۵ ص۱۹۔۲۰، ۴، کتاب حیات النبی ج۱ ص۴۹ میں مرزاجی اپنی پیدائش کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: ''میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی'' (کتاب البریہ در حاشیہ خ ج۱۳ ص۱۷۷) اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ آپ ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو دنیا سے رخصت ہوئے۔ (عسل مصفیٰ ج۲ ص۶۱۴/، سیرۃ المہدی ص۱۵۴ ج۲) پس اس پختہ و مسلم حساب سے مرزا قادیانی کی عمر ۶۹ سال میں الجھ کر رہ جاتی ہے جو آپ کی کذب بیانی پر نہ ٹوٹنے والی مہر ہے۔ لیکن ناظرین کرام کے لطف طبع کے لیے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز کرشمہ یہ سنانا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی کل عمر گیارہ سال سے بھی کم ہوئی تھی کیوں کہ آنجہانی لکھتے ہیں کہ:

(۱) ''میری (مرزا) پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار برس میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔'' (تحفہ گولڑویہ حاشیہ خ ج۱۷ ص۲۵۲)۔

(۲) اور یہ عجیب اتفاق ہؤا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا (یعنی چودہویں صدی کا) سر بھی آپہنچا۔'' (تریاق القلوب ص۲۸۳ ج۱۵)۔

(۳) ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود...... چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصّہ میں پڑتی ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ حاشیہ خ ج ۱۷ص ۲۵۰)۔

اور چوں کہ چودہویں صدی چھٹے ہزار میں واقع ہے اور مرزا صاحب اسی ہزار ششم میں سے گیارہ سال رہتے ہوئے پیدا ہوئے اور اسی صدی میں فوت ہوگئے تو ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کی کل عمر گیارہ سال سے بھی کم ہوئی اس لیے کہ مرزا صاحب کے انتقال کے وقت ہزار ششم باقی تھا، (جل جلالہ)۔

ناظرین! مرزا صاحب کا کتنا معجز نما کمال ہے کہ گیارہ سال میں کیا کیا بنے اور کیا بنایا مگر پھر بھی ہزار ششم کے گیارہ سال ختم نہ ہوئے۔ مرزائیو! سچ ہے۔ ''ایں کرامت ولی ماچہ عجب، گربہ شاشید گفت باراں شد''۔

جھوٹ (۱۵۴) ''میں کسی عقیدہ متفق علیہا اسلام سے منحرف نہیں ہوں۔'' (دافع الوسواس خ ج ۵ص ۳۱)۔

نور: مرزا صاحب کا دعویٔ نبوت، وفات مسیح وتکفیر جمیع مسلمین اور ختم نبوت اور دیگر اصولِ اسلام وضروریاتِ دین کے انکار کے باوجود یہ کہنا کہ ''میں کسی متفق علیہ عقیدہ سے منحرف نہیں ہوں'' صریح کذب بیانی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

جھوٹ (۱۵۵) ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ایک دلیل بلکہ بارہ ۱۲ مستحکم دلیلوں اور قرائنِ قطعیّہ سے ہم کو سمجھا دیا تھا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح موعود اسی اُمّت سے ہے۔ (دافع الوسواس خ ج ۵ص ۴۶)۔

نور: غلمدیت اگر اپنے ''روحانی باپ'' کی صدق مقالی سے دنیا کو روشناس کرانا چاہتی ہے تو ان بارہ مستحکم دلیلوں وقطعی قرینوں کو اسلامی کتب سے نکال کر منظر عام پر پیش کرے؟

جھوٹ (۱۵۶) ''اور اگر یہ سوال ہو کہ قرآن کریم میں اِس بات کی کہاں تشریح یا

اشارہ ہے کہ رُوح القدس مقربوں میں ہمیشہ رہتا ہے اور اُن سے جُدا نہیں ہوتا تو اِس کا یہ جواب ہے کہ سارا قرآن کریم اِن تصریحات اور اشارات سے بھرا پڑا ہے۔'' (دافع الوسواس خ ج ۵ص ۷۶)۔

نور: نفس مسئلہ کی صحت وسقم سے قطع نظر کرتے ہوئے؛ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ ''سارا قرآن کریم ان تصریحات واشارات سے بھرا پڑا ہے''۔ مبالغہ گوئی ولاف زنی ہے جو کذب ودروغ کی حدود سے باہر نہیں ہوسکتا۔

جھوٹ (۱۵۷) ''اور نبی کی اجتہادی غلطی بھی درحقیقت وحی کی غلطی ہے کیونکہ نبی تو کسی حالت میں وحی سے خالی نہیں ہوتا...... پس چونکہ ہر یک بات جو اُس کے مُنہ سے نکلتی ہے وحی ہے، اِس لئے جب اُس کے اجتہاد میں غلطی ہوگئی تو وحی کی غلطی کہلائے گی نہ اجتہاد کی غلطی۔'' (آئینہ کمالات اسلام خ ج ۵ص ۳۵۳)۔

نور: مرزا صاحب کے اس ''دروغ بے فروغ'' کے ثبوت میں آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے اغماض کرتے ہوئے مرزا صاحب ہی کا ایک دوسرا قول پیش کرتا ہوں تاکہ غلمدیت کے گھر کو گھر کے چراغ ہی سے آگ لگ جائے اور اس کے پھپھولے سینہ کے داغ سے جل اٹھے۔ ارشاد ہے: ''ایک نبی اپنے اجتہاد میں غلطی کرسکتا ہے مگر خدا کی وحی میں غلطی نہیں ہوتی۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ص ۵۷۳)۔

جھوٹ (۱۵۸) ''ایسا ہی دو ۲ زرد چادروں کی نسبت بھی وہ معنے کئے جائیں کہ جو برخلاف بیان کردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب رضی اللہ عنہم وتابعین وتبع تابعین وائمہ اہل بیت ہوں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ص ۳۷۴)۔

نور: حدیث نبوی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ جو آیا ہے کہ آپ دو زرد رنگ کی چادروں میں ملبوس ہو کر آسمان سے نازل ہوں گے تو مرزا صاحب نے ان دو چادروں سے اوپر اور نیچے کی دو بیماریاں مراد لے کر یہ فرمایا ہے کہ میں ان اوپر اور نیچے کی

دونوں بیماریوں یعنی دوران سر وذیابیطس میں مبتلا ہوں۔ دیکھو اخبار بدر، ۷؍جون ۱۹۰۶ء ص ۵۔ منظور الٰہی ص ۳۲۸، ضمیمہ اربعین نمبر ۳ خ ص ۱۷۱، ج ۱۷۔ اور اپنی اسی ''مراد'' کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین وائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا فرمودہ بیان کیا ہے جو سراسر کذب وافتراء ہے۔ اس لیے ''مرزائیت'' کے فرزندوں کا یہ فرض ہے کہ اس امر کو ثابت کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین وائمہ اہل بیت نے کس جگہ یہ فرمایا ہے کہ زرد رنگ کی دو چادروں سے مراد اوپر ونیچے کی دو بیماریاں ہیں؟ ورنہ ''جھوٹے پر خدا کی لعنت''، ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم، خ ج ۲۱ ص ۲۷۵، کو خوب یاد رکھو۔

جھوٹ (۱۵۹) ''سو یہ دُہی دو ۲ زرد چادریں ہیں جو میری جسمانی حالت کے ساتھ شامل کی گئیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اتفاق سے زرد چادر کی تعبیر بیماری ہے۔'' (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۳۲۰)۔

نور: مرزائیت اپنے ''پیغمبر اعظم'' کو سچا ثابت کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام کے اس اتفاق کو جو زرد چادر کے متعلق ہوا ہے صحف آسمانی یا کم از کم کتب اسلامی میں دکھلائے کہ کب اور کہاں اور کتنے انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہوا ہے؟ اللہ اکبر! نبی کہلا کر ''یہ افتراء اور یہ جھوٹ اور یہ دلیری اور یہ شوخی۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۲۷۸)۔

جھوٹ (۱۶۰) (الف) ''سورۂ تحریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۳۶۱)۔

جھوٹ (۱۶۱) (ب) ''اور اسی واقعہ کو سُورۂ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اِس اُمّت میں اِس طرح پَیدا ہوگا۔ کہ پہلے کوئی فرد اِس اُمّت کا مریم بنایا جائے گا۔ اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسیٰ کی رُوح پھونک دی جائے گی۔'' (کشتی نوح خ ج ۱۹ ص ۴۹)۔

نور: سورۂ تحریم میں یہ مضمون نہ صریح طور پر اور نہ اشارہ کے طور پر بیان کیا گیا اور نہ بطور پیشگوئی کمال تصریح کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ اس لیے مرزا صاحب کا یہ بھی ایک دلیرانہ وبیباکانہ جھوٹ ہے۔ اور لطف یہ کہ پہلے حوالے (الف) میں تو آپ اس مضمون مذکور کا تعلق زمانہ ماضی سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے۔'' اور دوسرے حوالے (ب) میں زمانہ مستقبل سے متعلق کر کے ارشاد ہے کہ '' بطور پیش گوئی یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیسی ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا۔'' مرزا صاحب نے سچ فرمایا کہ ''جھوٹا آدمی ایک گیند کی طرح گردش میں ہوتا ہے۔'' (نور الحق خ ج ۸ ص ۱۳۷)۔

جھوٹ (۱۶۲) '' اسلام کے تمام اولیاء کا اِس پر اتفاق تھا کہ اس مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی سے تجاوز نہیں کرے گا۔'' (چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ ص ۳۳۳)۔

نور: تمام اولیا کے اس اتفاق کی زیارت میں بھی کرنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ غلمدیت اس کا پتہ بتا کر اپنے ''بانی سلسلہ'' کو کذب ودروغ کی آلائش سے پاک کرے گی۔ ورنہ دیکھو: ''ایسا کھلا کھلا جھوٹ بنانا ایک بڑے بدذات اور لعنتی کا کام ہے۔'' (ضمیمہ چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ ص ۳۰۸)۔

جھوٹ (۱۶۳) ''یہ عجیب بات ہے کہ چودھویں صدی کے سر پر جسقدر بجُز میرے لوگوں نے مجدّد ہونے کے دعوے کئے تھے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان بھوپال اور مولوی عبدالحی لکھنوٴ وہ سب صدی کے اوائل دنوں میں ہی ہلاک ہوگئے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی حاشیہ خ ج ۲۲ ص ۴۶۲)۔

نور: حضرت مولانا مولوی عبد الحیؒ صاحب لکھنویؒ اور جناب نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی کا ''دعویٰ مجددیت'' کس کتاب میں ہے؟ غلمدیوں سے امید ہے کہ اس کا پتہ بتا کر اپنے ''مجدد صاحب'' کو سچا ثابت کریں گے۔

جھوٹ (۱۶۴) ’’سچ کی یہی نشانی ہے کہ اس کی کوئی نظیر بھی ہوتی ہے اور جھوٹ کی یہ نشانی ہے کہ اُس کی نظیر کوئی نہیں ہوتی۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۹۵)۔

نور: چوں کہ سچ اور جھوٹ کی یہ ’’نشانیاں‘‘ مرزا صاحب کے خاص ’’مراقیانہ دماغ‘‘ کی پیداوار ہیں اس لیے ناممکن تھا کہ وہ کذب و دروغ کی نجاست سے پاک ہوں۔ کیوں کہ مرزا صاحب کے قول کے مطابق لازم آتا ہے کہ باری تعالیٰ، حضرت رسولِ مقبول ﷺ، قرآن مجید اور دین اسلام وغیرہ جو بےنظیر و بے مثال ہیں، وہ سب کے سب جھوٹ ہوں (معاذ اللہ)! اور خود مرزا صاحب ہی معجزہ و خارق عادت کی دوسری جگہ ایسی تعریف کرتے ہیں جس سے ان نشانیوں کی تکذیب ہوتی ہے (چنانچہ لکھتے ہیں): ’’خارق عادت اُسی کو کہتے ہیں کہ اسکی نظیر دنیا میں نہ پائی جائے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ص ۲۰۴)۔

حقیقت یہ ہے کہ چوں کہ اس قول اور خود مرزا صاحب جیسے پیغمبر و متنبّی کا بھی کوئی نظیر نہیں ہے اس لیے دونوں کے کاذب ہونے میں کچھ شک نہیں۔

جھوٹ (۱۶۵) ’’یاد رہے کہ اکثر صوفی جو ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہیں اپنے مکاشفات کے ذریعہ سے اس بات کی طرف گئے ہیں کہ مسیح موعود تیرہویں صدی میں یعنی ہزار ششم کے آخر میں پیدا ہوگا۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۲۸۶)۔

نور: مرزائیو! وہ اکثر صوفیاء کرام جن کی تعداد حسب شمار مرزا صاحب ہزار سے کچھ زیادہ ہیں ان کے اسماء گرامی کی تفصیل اور مکاشفات، جن جن کتابوں میں درج ہیں ان کو منظر عام پر لاؤ۔ اور ’’کچھ زیادہ ہیں‘‘ کا ابہام دور کرو۔ نہیں تو مرزا صاحب کے اس فرمان کو یاد رکھو کہ: ’’جھوٹ پر نہ ایک دم کے لیے لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے۔‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۴۸)۔

جھوٹ (۱۶۶) ’’اور جو کتابیں اسلام کے ردّ میں لکھی گئیں اگر وہ ایک جگہ اکٹھی کی جائیں تو کئی پہاڑوں کے موافق اُن کی ضخامت ہوتی ہے۔‘‘ (چشمۂ معرفت ص ۳۲۷ ج ۲۳)

نور: مرزا صاحب کا یہ قول بھی مبالغہ آمیزی ولاف زنی کی وجہ سے کذب و دروغ ہے ورنہ مرزائیوں کو چاہئے کہ واقعات کی سچی روشنی میں اس کو سچ کر دکھائیں؟ اس سلسلہ میں مرزا صاحب کے ’’چند پیغمبرانہ لطائف‘‘ بھی سن لیجئے۔

(۱) ’’اسلام کی تکذیب اور ردّ میں اس تیرھویں صدی میں بیس ۲۰ کروڑ کے قریب کتاب اور رسالے تالیف ہو چکے ہیں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص ۲۶۶ ج ۱۷)

(۲) ’’کیا اب تک اسلام کے ردّ میں دس ۱۰ کروڑ کے قریب کتاب نہیں لکھی گئی‘‘ (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۳۲۵)۔

(۳) ’’اور وہ بے جا حملے جن کتابوں اور رسالوں اور اخباروں میں کئے گئے ان کی تعداد کی سات کروڑ تک نوبت پہنچ گئی تھی۔‘‘ (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۲۵۵)۔

(۴) ’’خیال کرنے کا مقام ہے کہ جس قوم نے چھ کروڑ کتاب وساوس اور شبہات کے پھیلانے کے لئے اب تک تقسیم کر دی۔‘‘ (ازالہ اوہام خ ص ۴۹۶ ج ۳)۔

مرزائیو! مرزا صاحب کو اس فرمان کی روشنی میں دیکھو کہ: ’’جھوٹا آدمی ایک گیند کی طرح گردش میں ہوتا ہے۔‘‘ (نور الحق خ ج ۸ص ۱۳۷)۔

جھوٹ (۱۶۷) ’’عیسائیوں کی طرف سے جہاں پچاس ہزار رسالے اور مذہبی پرچے نکلتے ہیں۔ ہماری طرف سے بالالتزام ایک ہزار بھی ماہ بماہ نکل نہیں سکتا۔‘‘ (کشتی نوح خ ج ۱۹ص ۸۳)۔

نور: عیسائیوں کے ان پچاس ہزار رسالوں اور مذہبی پرچوں کا ثبوت پیش کرو کہ کب اور کن جگہوں سے ماہانہ نکلتے ہیں؟۔

جھوٹ (۱۶۸) ’’خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ مَیں تمام خبیث مرضوں سے بھی تجھے بچاؤں گا۔‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۴۴)۔

نور: واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے باقرار خود دوران سر، مراق، خلل دماغ،

ذیابیطس، سلس البول جیسے خبیث امراض میں مبتلا ہو کر خداوند تعالیٰ پر افتراء کیا اور جھوٹ بولے۔ قادیانیو! بتاؤ تمہارے ''نبی برحق'' اپنے اس ارشاد کی رو سے کون ہوئے کہ: ''ایسا آدمی جو ہر روز خدا پر جھوٹ بولتا ہے اور آپ ہی ایک بات تراشتا ہے...... ایسا بدذات انسان تو کتّوں اور سؤروں اور بندروں سے بدتر ہوتا ہے'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۲۹۲)۔ اور اگر قادیانیت ان امراض کی خباثت سے انکار کرے، تو اس کا یہ مذہبی فرض ہے کہ ان کی پاکی وطہارت دلائل وحقائق کی روشنی میں ثابت کرے ورنہ بغیر اس کے مرزا صاحب کا دامن کذب وافتراء سے پاک نہیں ہوسکتا۔ (ان امراض کے سلسلے میں ملاحظہ فرمائیے)اربعین ۴ خ ص ۴۷۱ ج ۱۷۔ اخبار بدر قادیان ۷؍ جون ۱۹۰۶ء۔ منظور الٰہی ص ۳۴۸۔

جھوٹ (۱۶۹) ''یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ دنیا آنا اجماعی عقیدہ ہے یہ سراسر افتراء ہے۔'' (حاشیہ حقیقۃ الوحی، خ ج ۲۲ ص ۳۲)۔

نور: مرزا صاحب کا نزول مسیح کے ''اجماعی مسئلہ'' کو سراسر افتراء کہنا درحقیقت یہ شرمناک کذب وافترا ہے۔ اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول پر نہ صرف امت مسلمہ کا اجماع ہی ہے بلکہ اس بارہ میں احادیث صحیحہ نبویہ متواتر ہیں۔ تفسیر بحر المحیط ج ۲، ص ۴۷۳ میں ہے:

'' **وَاجْمَعَتِ الامَّةُ عَلی مَا تَضَمَّنَهُ الحَدِیْثُ المُتَواتِرُ مِنْ اَنَّ عِیْسیٰ فِی السَّمَاءِ حَیٌّ وَانَّهُ ینزِلُ فِی آخرِ الزَّمانِ الخ**''۔ یعنی تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب نازل ہوں گے جیسا کہ حدیث متواتر سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ **تلخیص الحبیر** ص ۳۱۹ **فتح البیان** ج ۲، ص ۳۴۴، **الیواقیت والجواہر** ص ۱۳۰، **کتاب الابانه عن اصول الدیانه** ص ۴۶، کتاب الاذاعہ ص ۷۷، میں الفاظ کے جزوی اختلاف کے ساتھ اجماع امت احادیث متواترہ کا ذکر ہے۔

جھوٹ (۱۷۰) (۱) ''جیسے بت پوجنا شرک ہے ویسے ہی جھوٹ بولنا شرک ہے'' (الحکم ۱۷؍ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۱۳)۔

(۲) ''تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصّۂ شرک ہے۔'' (کشتی نوح، خ ج ۱۹ ص ۲۸)۔

نور: جھوٹ کو شرک قرار دینا نہ صرف اسلامی وغیر اسلامی دنیا کے نزدیک جھوٹ ہے بلکہ خود مرزا صاحب بھی اس کی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ شرک کی تعریف میں فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات یا اقوال وافعال یا اس کے استحقاق معبودیّت میں کسی دوسرے کو شریکانہ دخل دینا گو مساوی طور پر یا کچھ کم درجہ پر ہو یہی شرک ہے۔'' (دافع الوساوس خ ج ۵ ص ۴۴)۔

ناظرین کرام! شرک کی اس تعریف کو پیش نظر رکھ کر فرمائیے قول مذکور گندہ جھوٹ ہے یا نہیں۔ مرزائیو! چوں کہ تمہارے ''پیغمبر صاحب'' کذب ودروغ اور افترا واتہام کے ڈھالنے میں ہر وقت منہمک ومستغرق رہتے تھے اس لیے ''جھوٹ'' کی بھی جھوٹی تعریف کر گئے۔

جھوٹ (۱۷۱) ''میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذّاب ہے۔'' (ازالہ اوہام خ ۱۹۲ ج ۳)

نور: بیشک یہ توصحیح ہے کہ آپ کو مسیح ابن مریم کہنے والا سراسر مفتری اور کذاب ہے لیکن یہ بالکل جھوٹ ہے کہ آپ نے مسیح ابن مریم ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ اس لیے کہ اسی کتاب کے خ ص ۱۲۲؍ میں تحریر ہے کہ ''وہ مسیح موعود میں ہی ہوں'' اور اسی کتاب کے ص ۴۰۹ میں آپ کو یہ الہام ہوا ''**جعلنا ک المسیح ابن مریم** '' اور اس کی تشریح اس طرح سے کی ہے کہ: ''اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ (مرزا) مسیح عیسی ابن مریم ہے جو اس اُمّت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے اور فرمان ''**جَعَلْنَاکَ الْمَسِیح ابْنَ مَرْیَمَ** '' نے اُس (مرزا) کو درحقیقت وہی بنادیا ہے۔''

(ازالہ اوہام خ ج ۳ص ۴۶۳)۔

اسی کو حمامۃ البشریٰ ص ۸ میں لکھ کر فرماتے ہیں: ''پس یہی (عیسی ابن مریم ہونے کا) میرا دعویٰ ہے جس میں میری قوم مجھ سے جھگڑتی ہے۔''[1]

اور ازالہ اوہام (خ ص ۴۹۴ ج ۳) میں ابن مریم ہونے کا دعوی موجود ہے۔ بہر حال مرزا صاحب کا مسیح ابن مریم ہونے کا دعوی موجود ہے اس لیے آپ بقول خود بھی مفتری وکاذب ہوئے۔ **فھو المراد**۔

جھوٹ (۱۷۲) ''اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اِسی بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔'' (ازالہ اوہام حاشیہ خ ج ۳ص ۲۱۱)

نور: مرزائیو! ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع معتبر ومستند اسلامی کتب سے ثابت کرو؟ ورنہ یاد رکھو کہ جھوٹ بولنا شرک ہے: ''اور مشرک سرچشمۂ نجات سے بےنصیب ہے۔'' (کشتی نوح ص ۲۸ ج ۱۹)۔

جھوٹ (۱۷۳) ''غرض ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں۔'' (ازالہ اوہام خ ج ۳ص ۲۲۴)۔

نور: مرزا جی کا یہ قول نہ صرف دروغ ہی ہے بلکہ حضرت ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی پر ایک ناپاک اتہام وافترا ہے۔ اس لیے کہ آپ کا صحیح مذہب و پختہ عقیدہ یہی تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں؛ جیسا کہ ابن جریر نے (جو مرزا صاحب کے نزدیک بھی'' نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے'' حاشیہ چشمۂ معرفت، خ ص ۲۶۱ ج ۲۳) بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب، حیات مسیح کا نقل کر کے اس کی توثیق وتصدیق کی ہے دیکھو فتح الباری ج ۲، ص/۳۱۵۔ ابن جریر ج ۳، ص/۱۴، تفسیر

[1] مرزا کی اصل عربی عبارت ملاحظہ ہو: ''**فھذا ھو الدعوی الذی یجادلنی قومی فیه.** (حمامۃ البشریٰ خزائن ص ۱۸۴ ج ۷)۔

ابن کثیر ج ۳ ص/۲۴۳، مرقات ج ۵ ص/۲۲۱، عمدۃ القاری ج ۷، ص/۴۵۲، روح المعانی ج ۶، ص/۵۶، اور جس روایت سے مرزا صاحب نے آنکھ بند کر کے ابن عباس کا یہ اعتقاد نکالا ہے وہ روایت ضعیف و منقطع ہے اس لیے حجت نہیں ہو سکتی۔ افسوس کہ مرزا صاحب کی خودغرضیوں نے ان کی علمیت کے پردہ کو بھی چاک کر دیا۔

جھوٹ (۱۷۴) ''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پیارے خدا کی جناب میں وہ لوگ ہیں جو غریب ہیں۔ پُوچھا گیا غریب کے کیا معنے ہیں کہا وہ لوگ ہیں جو عیسی مسیح کی طرح دین لیکر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔'' (مسیح ہندوستان میں خ ۵۶ ج ۱۵)۔

نور: خط کشیدہ عبارت دروغ آمیز فریب ہے یا فریب دہ دروغ۔ اس لیے کہ مرزا صاحب نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے حدیث کے ان الفاظ[1] کا (جن کو مرزا صاحب نے تحریر کیا ہے) غلط و من گھڑت ترجمہ کیا ہے۔

جھوٹ (۱۷۵) ''ہر ایک نبی کے لئے ہجرت مسنون ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ حاشیہ خ ص ۱۰۶ ج ۱۷)۔

نور: بالکل جھوٹ ہے۔ اس لیے کہ اس کا ثبوت نہ قرآن مجید میں ملتا ہے اور نہ کسی صحیح

[1] مرزا نے لکھا ہے ''عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے جس کے یہ لفظ ہیں **قال احب شئ الی اللہ الغرباء قیل ایّ شی الغرباء . قال الذین یفرون بدینھم و یجتمعون الیٰ عیسیٰ ابن مریم** '' کنز العمال جلد چھ ص ۵۱۔ (خ ج ۱۵ ص ۵۶)۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ غربا ہیں، (یعنی وہ لوگ جنہیں دنیا والے اجنبی آنکھوں سے دیکھیں گے) آپؐ سے پوچھا گیا غرباء کیا چیز ہیں تو فرمایا؛ غرباء وہ لوگ ہیں جو اپنے دین کو بچاتے پھریں گے یہاں تک کہ عیسیٰ ابن سے جا ملیں گے''۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ظاہر ہے کہ دین اسلام مکمل طور پر غالب ہو جائے گا اور پوری دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا پھر وہ کیفیت نہ رہے گی گویا یہ حدیث نزول عیسیٰ پر دلیل ہے)۔ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ ''عیسیٰ کی طرح'' یا ''اپنے ملک سے بھاگتے'' کا کیا جائے۔ یہ صرف مرزا کا من گھڑت اور تلبیسی ترجمہ ہے۔

حدیث میں ۔مرزائیو! یہ بتاؤ کہ تمہارے ’’نبی جی‘‘ نے بھی ہجرت کی تھی یا نہیں؟۔ یا ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہی ہوتے ہیں۔

جھوٹ (۱۷۶) ’’اور ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعوے نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ اس مدّت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں۔‘‘ (ازالہ اوہام خ ج۳ ص ۴۶۹)۔

نور: اس کے سفید جھوٹ ہونے کی خود مرزا صاحب بہ نفس نفیس شہادت دیتے ہیں کہ: ’’شیخ محمد طاہر صاحب ......صاحب مجمع البحار کے زمانہ میں بعض ناپاک طبع لوگوں نے محض افتراء کے طور پر مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی خ ج۲۲ ص ۳۵۳)۔ اور بہاء اللہ ایرانی نے ۱۲۶۹ھ میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ دیکھو اخبار الحکم ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۴ر۔

جھوٹ (۱۷۷) ’’اور یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ ہر ایک مذہب کے فاضل طبیب نے کیا عیسائی کیا یہودی اور کیا مجوسی اور کیا مسلمان سب نے اِس نسخہ (مرہم عیسیٰ) کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اُن کے حواریوں نے طیار کیا تھا۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں خ ج۱۵ ص ۵۷)۔

نور: مرزا صاحب کی یہ بات بھی کذب و دروغ کی عفونت سے آلودہ ہے۔ کیوں کہ یہ کسی نے نہیں لکھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے لیے ان کے حواریوں نے اس نسخہ ’’مرہم عیسی‘‘ کو تیار کیا تھا۔ سچے ہو تو دلیل لاؤ؟۔ ورنہ (یاد رہے): ’’دروغ گوئی کی زندگی جیسی کوئی لعنتی زندگی نہیں۔‘‘ (نزول المسیح ص ۳۸۰ ج۱۸)

جھوٹ (۱۷۸) ’’اِس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہتِ تامہ ہے‘‘ (براہین احمدیہ ص ۵۹۴ ج۱) ’’اِس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دِی گئی ہے۔‘‘ (کشتی نوح خ

ج۱۹ ص ۵۳)۔

نور: مرزا جی کو حضرت مسیح علیہ السلام سے کسی پہلو سے مشابہت نہیں تھی۔ دیکھو رسالہ ’’مسیح موعود کی پہچان‘‘ مرزائیو! اگر کچھ ہمت ہے، تو اٹھو اور اپنے ’’حضرت صاحب‘‘ اور مسیح ابن مریم میں ہر ایک پہلو سے مشابہت تامہ دکھلا کر (مرزا جی کو) راستباز ثابت کرو۔ ورنہ ہماری طرف سے وہی پرانا تحفہ پیش خدمت ہے کہ: ’’جیسے بت پوجنا شرک ہے، ویسے ہی جھوٹ بولنا شرک ہے۔‘‘ (الحکم ۱۷ر اپریل ۱۹۰۵ء ص ۱۳)۔

جھوٹ (۱۷۹) ’’پہلے پچاس حصّے (براہین احمدیہ کے) لکھنے کا ارادہ تھا[1] مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا۔ اور چونکہ پچاس ۵۰ اور پانچ ۵ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔‘‘ (دیباچہ براہین احمدیہ پنجم خ۹ ج۲۱)

نور: مرزا صاحب کا پچاس حصوں کے وعدہ کو صرف پانچ حصوں پر اکتفا کر کے پورا کرنا حقیقت اور واقعیت سے دور ہونے کے باعث ایک مبالغہ آمیز دروغ ہے۔ اس لیے یہ معزز، ہدیہ کہ ’’خدائے غیور کی لعنت اس شخص پر ہے جو مبالغہ آمیز باتوں سے جھوٹ بولتا ہے‘‘ (اعجاز احمدی بنام ضمیمہ نزول المسیح خ ج۱۹ ص ۱۸۱) ’’عطائے تو بلقائے تو‘‘ کہہ کر پیش خدمت کیا جا رہا ہے قبول فرمائیے۔

جھوٹ (۱۸۰) ’’مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان ہے کہ گذشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر صاحبِ مقام ہذا (مرزا) کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دے دیا ہے اور اُس کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا ٹھہرایا ہے۔‘‘ (توضیح مرام ص ۶۴ ج۳)۔

[1] براہین احمدیہ پچاس جلدوں میں لکھنے کا ارادہ نہیں، وعدہ تھا جیسا کہ اس کے بعد کے جملے ’’وعدہ پورا ہو گیا‘‘ سے پتہ چلتا ہے۔ نیز اس وعدہ ہی کی بنیاد پر لوگوں سے پیشگی رقمیں مرزا نے وصول کی تھیں لہٰذا اپنی اس پیغمبرانہ خیانت کو ’’ارادہ‘‘ سے تعبیر کرنا جرم کو ہلکا کرنے کی کوشش ہے اور جھوٹ کے ساتھ سنگین جرم بھی ہے۔

نور: جن گذشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر مرزا صاحب کا یہ بلند مرتبہ بیان فرمایا اور ٹھہرایا ہے؛ ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ یہ بتاؤ کہ یہ بیان وتقریر کن کن مستند اسلامی کتابوں میں موجود ہے؟۔

جھوٹ (۱۸۱) ''مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک ایسے مہدی کی انتظار ہے جو فاطمہ مادر حسینؓ کی اولاد میں سے ہوگا اور نیز ایسے مسیح کی بھی انتظار ہے جو اس مہدی سے مِل کر مخالفانِ اسلام سے لڑائیاں کرے گا مگر مَیں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ سب خیالات لغو اور باطل اور جھوٹ ہیں۔'' (کشف الغطاء ص۱۹۳ ج۱۴)۔

نور: بلکہ مرزا جی کے یہ خیالات لغو اور باطل اور جھوٹ ہیں۔ کیوں کہ علاوہ اس امر کے کہ وہ اسلامی شریعت کا ایک واضح ومتفق علیہ مسئلہ ہے، دیکھو ترمذی ج۲، ص۴۸، بذل المجھود ج۵، ص۱۰۲۔ خود مرزا صاحب ہی اپنی دروغ گوئی پر مہر لگا رہے ہیں کہ: (الف) ''وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی پھیلنے کے زمانہ میں...... تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص۲۰۔ انڈیکس خ ج۲۰ ص۸۵)۔

(ب) میں خدا سے وحی پا کر کہتا ہوں کہ میں بنی فارس میں سے ہوں اور بموجب اس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے بنی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔'' (ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ ج۱، ص۲۲۶)۔[1]

جھوٹ (۱۸۲) ''اور سچ یہ ہے کہ بنی فاطمہ سے کوئی مہدی آنے والا نہیں۔ اور ایسی

[1] مرزا نے ایک جگہ خود اپنے قلم سے لکھا ہے ملاحظہ ہو''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اِس عاجز (مرزا قادیانی) کا سر اپنی ران پر رکھ لیا'' (ایک غلطی کا ازالہ، خ ص۲۱۳ ج۱۸) (نعوذ باللہ منہ، یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کھلی توہین ہے۔

تمام حدیثیں موضوع اور بے اصل اور بناوٹی ہیں۔'' (کشف الغطا خ ص۱۹۳ ج۱۴)۔

نور: مرزا جی کی یہ سچی بات ایسی جھوٹی و بناوٹی بات ہے جس کی نظیر گذشتہ کاذبوں ومفتریوں کے کلام میں بھی نہیں ملتی۔ اس لیے کہ ترمذی ج۲، ص/۴۸۔ بذل المجھود ج۵، ص/۱۰۲، میں بسند صحیح حدیث نبوی موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنے والا امام مہدی اولاد فاطمہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا۔ چنانچہ ازالہ اوہام خ ص۴۰۹ ج۳۔ پر مرزا صاحب نے خود اس کی تصدیق کی ہے۔

جھوٹ (۱۸۳) ''خدا تعالیٰ کی کتابوں میں بہت تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ مسیح موعود (مرزا) کے زمانہ میں ضرور طاعون پڑے گی۔'' (نزول المسیح خ ۳۹۶ ج۱۸)۔

جھوٹ (۱۸۴) ''بلاشبہ یہ امر تواتر کے درجہ پر پہنچ چکا ہے کہ مسیح موعود کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے وقت میں اور اس کی توجّہ اور دُعا سے ملک میں طاعون پھیلے گی آسمان اس کے لئے چاند اور سُورج کو رمضان میں تاریک کرے گا۔'' (نزول المسیح خ ج۱۸ ص۳۹۷)۔

جھوٹ (۱۸۵) '' غرض عام موتوں کا پڑنا مسیح موعود کی علامات خاصہ میں سے ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام گواہی دیتے آئے ہیں۔'' (نزول المسیح خ ج۱۸ ص۳۹۷)

نور: خدا کی کتابوں اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شہادتوں کو مستند اسلامی کتب سے اس طرح صراحت سے بیان کرو کہ جو شک کے حدود سے نکل کر یقین وتواتر کا درجہ حاصل کرے؟ نہیں تو یاد رکھو کہ: ''دروغ گوئی کی زندگی جیسی کوئی لعنتی زندگی نہیں۔'' (نزول المسیح خ ۳۸۰ ج۱۸)۔

جھوٹ (۱۸۶) ''غرض تمام نبیوں کے نزدیک زمانۂ یاجوج وماجوج زمان الرجعت کہلاتا ہے یعنی رجعت بُروزِی۔'' (حاشیہ نزول المسیح خ ج۱۸ ص۳۸۳)۔

نور: اس امر کا قطعی ثبوت اصول اسلام سے پیش کرو۔ ورنہ ''جھُوٹ جو ایک نہایت

پلید اور ناپاک چیز ہے۔'' (نزول المسیح خ ج ۱۸ ص ۳۹۲) اس سے تمہارے ''اولوالعزم پیغمبر'' کی زبان آلودہ ہو رہی ہے۔

جھوٹ (۱۸۷) ''بلاشبہ قرآنی شہادت سے اب یہ حدیث (ان لمھدینا آیتن) مرفوع متصل ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۱۳۶)۔

نور: مرزا صاحب کی یہ عادت شریفہ ہے کہ جب کسی آیت یا حدیث یا کسی امام اور بزرگ کے بے بنیاد قول میں اپنے مطلب برآری کا کروڑواں حصہ یا اس سے بھی کمتر کی گنجائش دیکھتے ہیں، یا یہ خیال خود سمجھ لیتے ہیں تو بس اس پر غلط استدلال کی ملمع کاریوں و ناجائز تاویل کی رنگ آمیزیوں میں ایسے سرشار ہو کر مصروف ہوتے ہیں کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اور اس میں اپنی کچھ ایسی مسیحائی دکھلاتے ہیں کہ آپ کی نبوت کا پول کھل جاتا ہے مثلاً اسی جملہ ان لمھد ینا آیتین کو بشہادت قرآنی مرفوع متصل کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس کو غیر مرفوع مان چکے ہیں۔ [1]

علاوہ ازیں روایت اصول حدیث کے مطابق بالکل موضوع وضعیف ہے کیوں کہ اس میں ایک راوی عمر بن شمر ہے اوسر دوسرا جابر جعفی ہے۔ دونوں کے متعلق فن رجال کے علماء فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹے، منکر الحدیث، جھوٹی حدیث بنانے والے، متروک الحدیث، تبرائی، رافضی، بھولکڑ ہیں، دیکھو میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۶۲، تہذیب التہذیب ج ۲، ص

[1] ملاحظہ ہو مرزا لکھتا ہے ''اگرچہ بباعث کثرت اور کمال شہرت کے اس حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک رفع نہیں کیا گیا اور نہ اس کی ضرورت سمجھی گئی'' (تحفہ گولڑویہ خ ص ۱۳۶ ج ۱۷)۔ اس سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک یہ کوئی مرفوع حدیث نہیں۔ رہی بات یہ کہ راویوں نے مرفوع کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی؛ تو یہ مرزائی علت، مرزا کے بیمار دماغ کی کاوش ہے نہ کہ مرفوع نہ کیے جانے کی کوئی معقول وجہ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ضعیف وموضوع درجہ میں یہ امام محمد باقر کا قول ہے لہٰذا مرفوع کرنے یا نہ کرنے کی بات کرنا ہی بے سود ہے۔

از ۴۶ تا ۵۰، پھر ایسی موضوع روایت کو مرفوع متصل کہنا سراسر کذب وافترا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

جھوٹ (۱۸۸) ''پس خدا تعالیٰ کی صفات قدیمہ کے لحاظ سے مخلوق کا وجود نوعی طور پر قدیم ماننا پڑتا ہے، نہ شخصی طور پر یعنی مخلوق کی نوع قدیم سے چلی آتی ہے۔ ایک نوع کے بعد دوسری نوع خدا پیدا کرتا چلا آیا ہے سو اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں اور یہی قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے۔'' (چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ ص ۱۶۸)

نور: مرزا صاحب اور ان کی امت کا آریوں کی طرح یہ عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ عالم بھی قدیم ہے۔ خیر جب وہ اسلام سے علیحدہ ہو گئے تو اب ان کو اختیار ہے کہ وہ آریوں کے ہمنوا ہو جائیں، یا عیسائیوں کے، لیکن یہ کہنا کہ قرآن شریف یہی سکھاتا ہے سراسر کذب وافتراء ہے جس کے ثبوت سے مرزائیت عاجز ولاچار ہے۔

جھوٹ (۱۸۹) ''خدا کا کلام انسانی نحو سے ہر ایک جگہ موافق نہیں ہوتا ایسے الفاظ اور فقرات اور ضمائر جو انسانی نحو سے مخالف ہیں قرآن شریف میں بھی پائے جاتے ہیں۔'' (حاشیہ چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ ص ۳۳۱)۔

نور: قرآن شریف میں کوئی جملہ اور کوئی ضمیر صرف ونحو بلاغت وفصاحت کے اصول کے خلاف نہیں ہے ورنہ اہل عرب ایک منٹ کیلئے چین نہ لینے دیتے۔ مگر باوجود اشتعال انگیز چیلنجوں کے ان کا خاموش رہنا بلکہ اس کی اعجازی کیفیت کا اعتراف کرنا کلام اللہ کا صرف ونحو کے موافق ہونے کی کھلی دلیل ہے اور مرزا صاحب کے مجرمانہ کذب وافترا کا بین ثبوت۔

جھوٹ (۱۹۰) ''پھر اس کے بعد تیرہ سو برس تک کبھی کسی مجتہد اور مقبول امام پیشوائے انام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ ص ۹۲)۔

نور: جب کہ تمام امت محمدیہ کا حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر اجماع ہو چکا ہے

پھراس کے بعد مرزا صاحب کے اس قول کی کذب و دروغ کے برابر بھی وقعت نہیں رہتی۔

جھوٹ (۱۹۱) ''امام مالک بھی اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ضرور مر گئے اور امام اعظم اور امام احمد اور امام شافعی ان کے قول کو سن کر اور خاموشی اختیار کر کے اِسی قول کی تصدیق کر رہے ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۱۶۴)۔

نور: مرزا صاحب نے اپنی مختلف تصانیف میں متعدد جگہ بار بار اس امر کا ذکر کیا ہے کہ امام مالکؒ و ابن حزم وفات مسیح کے قائل تھے اور اسی میں خوب رنگ بھر بھر کر اپنی زندگی میں مرزا آنجہانی اچھالتے رہے اس کے بعد ان کی امت اب تک باوجود ادعائے علم و فضل اسی لکیر کو پیٹتی چلی آ رہی ہے۔ لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ بھی مثل جمہور علماء وامتِ اسلامیہ کے حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں جیسا کہ اُبی نے کتاب عتبہ میں امام مالک ہی سے آپ کا صحیح مذہب حیات مسیح نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابن حزم نے بھی اپنی کتاب ملل میں اپنا مسلک حیات مسیح کا بیان کیا ہے۔ دیکھو عقیدۃ الاسلام ص ۱۱۔

البتہ مرزا صاحب اور ان کی امت مجمع البحار کی اس عبارت ''**قال مالک مات**'' سے مبتلائے فریب ہو کر اور اسی کو سرمایۂ استدلال سمجھ کر سادہ لوح انسانوں کو فریب میں مبتلا کرنے کی سعی بلیغ کر رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اس قول کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ''مالک'' اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ پر رفع سے پہلے چند منٹ کے لیے عارضی طور پر موت طاری ہوگئی تھی نہ یہ کہ آپ دائمی موت کے قائل ہیں۔

غرضیکہ لفظ ''مات'' سے موتِ مطلق مراد ہے نہ مطلق موت'' ورنہ اس امر کے اظہار میں کچھ باک نہیں ہے کہ صاحب مذہب کے بیان کے مقابل قول غیر قابل حجت و استدلال نہیں ہوسکتا۔ مگر مرزا صاحب نے اس بناء فاسد پر یہ قصر تعمیر کیا کہ ائمہ ثلاثہ امام اعظم، امام احمد، امام شافعی نے بھی اپنی خاموش زبان سے ''وفات مسیح'' کی تائید کی ہے سو یہ بھی کذب و افتراء کی بدترین مثال ہے۔

جھوٹ (۱۹۲) ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک زندہ رسول ماننا...... یہی وہ جھوٹا عقیدہ ہے جس کی شامت کی وجہ سے کئی لاکھ مسلمان اس زمانہ میں مرتد ہو چکے ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۹۴)

نور: بلکہ ارتداد مسلم کی علت حیات مسیح کو بنانا یہ خیال باطل اور جھوٹا عقیدہ ہے ورنہ مرزائیت اپنے ''قائداکبر'' کے دامن سے دروغ گوئی کی نجاست کو دور کرنے کی فکر کرے۔

جھوٹ (۱۹۳) ''قرآن شریف اور اس کتاب میں جو اصحّ الکتب بعد کتاب اللہ ہے صاف گواہی دی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے اور اس شہادت میں صرف امام بخاری رضی اللہ عنہ منفرد نہیں بلکہ امام ابن جزم اور امام مالک رضی اللہ عنہما بھی موت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں اور ان کا قائل ہونا گویا اُمت کے تمام اکابر کا قائل ہونا ہے۔'' (ایام الصلح خ ج ۱۴ص ۲۶۹)۔

نور: اول تو مرزا صاحب کا یہی ایک مجرمانہ اتہام ہے کہ امام بخاری، امام مالک اور امام ابن جزم رحمہم اللہ تعالیٰ موت مسیح کے قائل تھے۔ دوسرے اگر بالفرض یہ صحیح بھی ہو تو اس سے تمام اکابر امت کا قائل ہونا کیونکر، اور کیسے لازم آ گیا ہے؟۔

مرزائیو! سچ تو یہ ہے کہ تمہارے ''پیغمبر صاحب'' مخلوق خدا کو صرف فریب و دھوکہ میں مبتلا کرنے آئے تھے۔

جھوٹ (۱۹۴) ''سلف صالحین نے اس مسئلہ (حیات مسیح) میں مفصل کچھ نہیں کہا بلکہ اجمالی رنگ میں ایما لاتے تھے کہ مسیح مر گیا۔'' (حمامتہ البشری خ ج ۷ص ۱۹۸)۔

نور: مرزائیت کے ''جنم داتا'' کا سلف صالحین پر یہ بھی ایک گندہ افتراء ہے اس لیے کہ سلف صالحین تفصیلی و اجمالی ہر طرح سے حیات مسیح پر ایمان رکھتے تھے۔ دیکھو رسالہ عقیدۃ الاسلام۔ شہادۃ القرآن وغیرہ۔ اور رسالہ ہذا کا صفحہ نمبر ۷۶/۷۷/۷۸۔

جھوٹ (۱۹۵) ''صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب

آسمان سے اُترینگے تو اُن کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔'' (ازالہ اوہام خ ج۳ ص۱۴۲)۔

نور: مرزا صاحب کو افتراء پردازی و دروغ گوئی میں کچھ اس درجہ کمال حاصل تھا کہ بڑے سے بڑا مفتری و کذاب بھی ان باتوں کو دیکھ کر آپ کو اس فن کا استاد کامل ماننے پر مجبور ہوجائے گا۔ جیسا کہ وہ خود اپنے اس قول کی تکذیب کر کے اپنا کاذب و مفتری ہونا ثابت کر رہے ہیں کہ: ''کسی حدیث میں یہ نہیں پاؤ گے کہ اس کا نزول آسمان سے ہوگا۔'' (حمامتہ البشری خ ج۷ ص۲۰۲)۔

مرزائیو: تم ایڑی و چوٹی کا زور اس امر میں صرف کردو کہ مرزا صاحب کا دامن کذب کی نجاست سے صاف ہوجائے تو یہ غیر ممکن ہے۔ اس لیے یہ سچ ہے کہ ''جھوٹا آدمی ایک گیند کی طرح گردش میں ہوتا ہے۔'' (نور الحق مترجم خ ج۸ ص۱۳۷)۔

جھوٹ (۱۹۶) ''کچھ شک نہیں کہ استقراء بھی ادلّہ یقینیہ میں سے ہے۔'' (ازالہ اوہام خ ج۳ ص۵۸۴)۔

قادیان کے مولوی فاضلو! ایمان سے بتاؤ کہ کیا اب بھی اس میں شک ہے کہ مرزا صاحب جیسے مراقی الطبع کے علم و عقل کا دیوالہ نہیں نکل چکا۔ اس لیے کہ استقراء کو یقینی دلیل کہنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو علم و عقل سے محروم اور دماغی امراض سے مالا مال ہوں۔ حالانکہ مرزا صاحب آنجہانی کے چنیں و چناں کے ساتھ ''سلطان المتکلمین وسلطان العلوم'' کے القاب نادرہ سے بھی موصوف ہیں مگر باوجود اس کے یہ علمی و عقلی دروغ گوئیاں و مضحکہ خیزیاں جو منظر عام پر آرہی ہیں تاکہ دنیا سمجھ لے کہ: ''دروغ گو کا انجام ذلت و رسوائی ہے۔'' (حقیقۃ الوحی خ ج۲۲ ص۲۵۳)۔

جھوٹ (۱۹۷) ''جس حالت میں دو دو آنہ کیلئے وہ (مولانا ثناء اللہ صاحب) در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مُردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے۔'' (اعجاز احمدی خ ج۱۹ ص۱۳۲)۔

نور: چوں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرزا صاحب کے سخت جان حریف ہیں اس لیے مرزا جی جس قدر ان پر اتہام و افتراء باندھیں وہ کم ہے۔ مگر یہ کس قدر ذلیل و گندہ جھوٹ اور گھنونا افتراء ہے کہ ان کا ذریعۂ معاش مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں کو قرار دیا ہے۔

مرزائیو! اگر اپنے پیشوائے اعظم کو راستباز دیکھنا چاہتے ہو تو اُس کو واقعات کی روشنی میں سچ کر دکھاؤ مگر یاد رہے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب ابھی ماشاء اللہ مرزائیت کے بخیہ ادھیڑنے کے لیے موجود ہیں۔[1] لیکن چوں کہ خود مرزا آنجہانی کا گذارہ مردوں و زندوں کے چندوں پر تھا اس لیے ایسا ہی وہ اپنے دشمنوں کو بھی سمجھتے تھے۔ کیوں کہ: ''نجاست خور انسان ہر یک انسان کو نجاست خور ہی سمجھتا ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام خ ج۵ ص۳۰۲)۔

جھوٹ (۱۹۸) ''خدا کا کلام قرآن شریف گواہی دیتا ہے کہ وُہ (یعنی حضرت عیسیٰ) مرگیا اور اُسکی قبر سری نگر کشمیر میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **واوینا هما الی ربوة ذات قرار و معین** یعنی ہم نے عیسے اور اُسکی ماں کو یہودیوں کے ہاتھوں سے بچا کر ایک ایسے پہاڑ میں پہنچا دیا جو آرام اور خوش حالی کی جگہ تھی اور مصفّا پانی کے چشمے اُس میں جاری تھے سو وہی کشمیر ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مریم کی قبر زمین شام میں کسی کو معلوم نہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ کی طرح مفقود ہے۔'' (حقیقۃ الوحی حاشیہ خ ج۲۲ ص۱۰۴)۔

نور: مرزا صاحب کا آیت ''وَآوَيْنَا هُمَا اِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ'' سے کشمیر مراد لینا اور قرآن شریف کی شہادت سے حضرت عیسی علیہ السلام کو مار کر سری نگر کشمیر میں قبر بنا دینا سراسر کذب و افتراء ہے۔ ورنہ امت مرزائیہ کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اپنے ''بانی سلسلہ'' کی اس تفسیر کو احادیث، آثار صحابہ، اقوال ائمہ و ابدال و اقطاب کی روشنی میں مدلل کر کے یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا سلف صالحین میں سے کسی نے اس آیت سے اس مضمون کو استنباط فرمایا ہے۔ نہیں تو ہماری طرف سے لعنت کے چند پھول ''مرزا

[1] حضرت مولانا ثناء اللہ صاحبؒ کا انتقال ۱۵؍اپریل ۱۹۴۹ء میں پاکستان میں ہوا۔ (مقدمہ تفسیر ثنائی)

مقدس‘‘ پر چڑھا دیجئے۔

نیز اسی طرح یہ کہنا کہ ’’حضرت مریم کی قبر زمین شام میں کسی کو معلوم نہیں‘‘ باقرار مرزا جھوٹ ہے۔ اس لیے کہ آپ فرماتے ہیں: ’’اور حضرت عیسیٰ کی قبر بلدۂ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اُس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے اور وہ گرجا تمام گرجاؤں سے بڑا ہے اور اس کے اندر حضرت عیسی کی قبر ہے اور اسی گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے اور دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔‘‘ (اتمام الحجۃ حاشیہ خ ج ۸ ص ۲۹۹ ملخصاً)۔[1]

حالانکہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں بنا چکے ہیں۔ سچ ہے: ’’جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ ص ۲۷۵ ج ۲۱)۔

جھوٹ (۱۹۹) ’’اور یہ کہ مسیح مختلف ملکوں کا سیر کرتا ہوا آخر کشمیر میں چلا گیا اور تمام عمر وہاں بسر کر کے آخر سری نگر محلّہ خانیار میں بعد وفات مدفون ہوا۔ اس کا ثبوت اس طرح پر ملتا

[1] عربی میں اصل عبارت اس طرح ہے’’ **وقبرہ فی بلد ۃ القدس و الی الآن موجود و ھنالک کنیسۃ و ھی اکبر الکنائس من کنائس النصاریٰ و داخلھا قبر عیسیٰ علیہ السلام کما ھو مشھود و فی تلک الکنیسۃ ایضاً قبر امہ مریم و لکن کل من القبرین علیحدۃ** . (اتمام الحجۃ خ ج ۸ ص ۲۹۷)۔

ترجمہ: حضرت عیسیٰ کی قبر بلدۃ القدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس جگہ عیسائیوں کا ایک معبد ہے جو اُن کے گرجا گھروں میں سے بڑا گرجا گھر ہے اور اس کے اندر عیسی کی قبر ہے جیسا کہ مشھود یعنی دیکھا گیا ہے اور اسی گرجا گھر کے اندر حضرت عیسیٰ کی ماں حضرت مریم کی بھی قبر ہے لیکن دونوں قبریں الگ الگ ہیں۔

واضح رہے کہ ’’**اتمام الحجۃ**‘‘ کو مرزا نے جون ۱۸۹۴ء میں لکھا اور ’’**حقیقۃ الوحی**‘‘ کو ۱۹۰۷ء میں۔ یعنی ملہم و مسیح ہونے کے بعد ۱۸۹۴ء تک جس چیز کو موجود اور مشہود یعنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیز مانا؛ اس اقرار کے ۱۴ سال بعد یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ اور مریم کی قبر مفقود ہے اور کوئی نہیں جانتا، مرزائی مسیحیت و نبوت کا معجزاتی جھوٹ نہیں تو پھر کیا ہے؟

ہے کہ عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یوذ اشف نام ایک نبی جس کا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا اور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا اور وہ نہ صرف نبی بلکہ شہزادہ بھی کہلاتا ہے اور جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا اس ملک کا وہ باشندہ تھا۔‘‘ (ریویو آف ریلیجنز ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۳۸)۔

نور: مرزا جی کا یہ بھی ایک مفتریانہ کذب ہے؛ اس لیے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا اس بات پر ہرگز اتفاق نہیں۔ مرزائیو! ’’جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا برابر ہے‘‘ یاد ہے؟ نہیں تو دیکھو حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۲۱۵۔

جھوٹ (۲۰۰) ’’سُنّت جماعت کا یہ مذہب ہے کہ امام محمد مہدی فوت ہو گئے ہیں اور آخری زمانہ میں انہی کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا۔‘‘ (ازالہ اوہام خ ص ۳۴۴ ج ۳)

نور: اہل سنت والجماعت کا یہ مذہب ہرگز نہیں ہے۔ یہ صرف مرزا قادیانی کی جدت طبع کا ایک گندہ افتراء ہے۔

مرزائیو! ’’اے مفتری نابکار کیا اب بھی ہم نہ کہیں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم خ ج ۲۱ ص ۲۷۵)۔

جھوٹ (۲۰۱) ’’امام محمد اسمٰعیل صاحب جو اپنی صحیح بخاری میں آنے والے مسیح کی نسبت صرف اس قدر حدیث بیان کر کے چپ کر گئے کہ ’’**امامکم منکم**‘‘ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دراصل حضرت اسمٰعیل بخاری صاحب کا یہی مذہب تھا کہ وہ ہرگز اس بات کے قائل نہ تھے کہ سچ مچ مسیح ابن مریم آسمان سے اُتر آئے گا۔‘‘ (ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۱۵۳)۔

نور: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بانی مرزائیت کا ایک ناپاک اتہام و قابل شرم افتراء ہے بالخصوص یہ کہنا کہ ’’**اِمامُکم مِنکم** سے صاف ثابت ہوتا ہے‘‘ بتلا رہا ہے کہ ’’قادیانی پیغمبر‘‘، علم و عقل سے بالکل برہنہ تھے۔ حتی کہ ان کو امام بخاریؒ کے صحیح نام لکھنے کی تمیز نہ تھی کہ

کہیں ''امام محمد اسمٰعیل صاحب'' اور کہیں ''حضرت اسمٰعیل بخاری صاحب'' تحریر کرتے ہیں۔حالاں کہ ان کا نام محمد تھا نہ محمد اسمٰعیل اور نہ اسمٰعیل۔

جھوٹ (۲۰۲) ''حالانکہ تیرہویں صدی کے اکثر علماء چودھویں صدی میں اُس (عیسیٰ علیہ السلام) کا ظہور معیّن کر گئے ہیں اور بعض تو چودھویں صدی والوں کو بطور وصیت یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ اگر اُن کا زمانہ پاؤ تو ہمارا السلام علیکم اُنہیں کہو۔(ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۱۷۹)۔

نور: تیرہویں صدی کے جن اکثر علماء نے چودھویں صدی کو حضرت مسیح کے ظہور کا زمانہ معین فرمایا ہے ان کی اکثریت کو ثابت کرتے ہوئے ان کے اسماء گرامی سے روشناس کرائیے؟۔بعد ازاں جن کتابوں میں ان کا یہ مضمون مندرج ہے ان کو بتائیے؟ نہیں تو: ''ایسا کھلا کھلا جھوٹ بنانا ایک بڑے بدذات اور لعنتی کا کام ہے۔'' (ضمیمہ چشمۂ معرفت خ ج ۲۳ ص ۴۰۸)۔

جھوٹ (۲۰۳) ''اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں صاف فرمادیا ہے کہ یہ دو قسم (قہری نشانوں اور تلوار کا عذاب) کے عذاب ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتے۔'' (حاشیہ تجلیات الٰہیہ خ ص ۴۰۰ ج ۲۰)۔

نور: قرآن شریف کی جس آیت میں صاف وصراحت سے بغیر تاویل وتوجیہ کے یہ مضمون ذکر کیا گیا ہو اس کو بیان کرکے بتاؤ کہ اس کو صرف مرزا جی ہی نے سمجھا ہے یا اکابر سلف میں سے کسی نے استنباط کیا ہے؟۔ورنہ ''خدا کی لعنت اُن لوگوں پر جو جھوٹ بولتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی خ ج ۱۹ ص ۱۰۹)

جھوٹ (۲۰۴) ''میرے آنے کے دو مقصد ہیں (۱) مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔(۲) اور عیسائیوں کے لیے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے دنیا اس کو بھول جائے۔'' (الحکم ص ۱۰، ۱۷؍ جولائی ۱۹۰۵ء)۔

جھوٹ (۲۰۵) ''میرا کام جس کے لیے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کردوں پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آوے پس میں جھوٹا ہوں ......اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو پھر گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔'' (بدر ۱۹؍ جولائی ۱۹۰۶ء)۔

نور: مرزا صاحب جن دو عظیم الشان مقصد کو اپنے آغوش نبوت میں لے کر رونق افروز بزم قادیان ہوئے تھے افسوس وحسرت کے ساتھ اس مراد واقعی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ آپ اس مقصد عظیم میں بری طرح ناکام ونامراد ہوئے۔اور بہت بے آبرو ہو کر اس کوچہ سے نکلے ہیں اور تمام مسلمانان عالم کو اپنے ''دروغ گو وجھوٹے'' ہونے پر شاہد عادل بنا کر چلتے بنے۔کیوں کہ مرزا جی کا پہلا مقصد تو یہی تھا کہ مسلمانوں کو تقوی وطہارت سے آراستہ کرکے ان کو صحیح وسچے معنوں میں مسلمان بنائیں مگر اس مقصد کی دردناکامی اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان دہریت والحاد کے تباہ کن سیلاب میں بہے چلے جارہے ہیں اور ان کی اخلاقی وعملی حالت اس درجہ تنزل پذیر ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسلام سے ان کو کچھ تعلق نہیں۔

علاوہ ازیں خود مرزا صاحب نے مسلمان بنانے کے بجائے یہ گمراہ کن راستہ اختیار کیا کہ اپنی مٹھی بھر جماعت کے سوا دنیا کے ان تمام مسلمانوں ومؤمنوں کو جو ان کی دیسی نبوت وسودیشی مسیحیت کے آستانہ پر جبیں سائی کرنے سے منکر ہیں یا متردد، کافر ومرتد بے ایمان بنا کر اسلام کے واحد اجارہ دار بن بیٹھے ہیں۔(دیکھو حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ ص ۱۶۷۔انجام آتھم خ ج ۱۱ ص ۶۲)۔

خیال تھا کہ وہ لوگ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ رحمت سے نکل کر مرزائیت کے آغوش میں خوش فعلیاں کر رہے ہیں اور بہشتی مقبرہ کے حرص میں ''قادیانی دیوتا'' کی پرستش۔یقینی طور پر وہ تقوی وطہارت کی چلتی پھرتی تصویریں دیانت وامانت

کے عملی پیکر ہوں گے؛ مگر ''خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا'' اس لیے کہ خود ''بانی سلسلہ'' آنسو بہا بہا کران کی اخلاقی حالت و پرہیزگاری کا مرثیہ خوان ہے۔

''ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے ابتک کوئی خاص اہلیّت اورتہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اورللّٰہی محبت باہم پیدانہیں کی سومَیں (مرزا) دیکھتا ہوں...... کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہوکراوراس عاجز سے بیعت کر کےاورعہدتوبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کیطرح دیکھتے ہیں وُہ مارے تکبّر کے سیدھے منھ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ وخودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ خودغرضی کی بنا پر لڑتے اورایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اورنا کارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پرحملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دِلوں میں کینے پیدا کرلیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پرنفسانی بحثیں ہوتی ہیں...... یہ حالات ہیں جواس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا اورجلتا ہےاور بےاختیار دِل میں یہ خواہش پَیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں ہوں تو اِن بنی آدم سے اچھا ہے۔'' (اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن خ ج۶ ص ۳۹۵ تا ۳۹۶)۔

ناظرین کرام! مرزا قادیانی اپنے عظمت مآب مقصد میں جس ''شاندار پسپائی'' سے پسپا ونامراد ہوئے ہیں اس کا اجمالی خاکہ آپ کے سامنے ہے۔اس کے بعد دوسرے ''مقصدعظیم'' کی المناک ناکامیوں وجگرخراش نامرادیوں کوملاحظہ فرمایئے کہ کہنے وفریب دینے کے لیے تو ''قادیانی پیغمبر'' عیسیٰ پرستی کے ستون کوتوڑنے اورصلیب کوریزہ ریزہ کرنے آئے تھے مگر برعکس اس کےاسی ''عیسائیت'' کے سب سے بڑے تاج دار بادشاہ برطانیہ (جو بقول ان کے دجال اعظم ویاجوج ماجوج بھی ہے) کی حمایت ونصرت میں اسی صلیب شکن کے مقدس ہاتھوں سے اس قدر اشتہارات وکتابیں لکھی گئیں، جو ''پچاس الماریوں کی بے پناہ وسعت وفراخی'' کوبھی تنگ کررہی ہیں۔

علاوہ ازیں اس وقت اکناف عالم میں عیسائیت وصلیب پرستی جیسی کچھ روزافزوں ترقی کر رہی ہے وہ تعلیم یافتہ طبقہ پر بالکل عیاں ہے تاہم اس ''داستان لطف'' کومرزائیت ہی کے ایک نامورغلام جس کواپنے آقائے نامدار کی طرح ''کسرصلیب'' میں مبالغہ آمیز دعوی کے ساتھ بہت کچھ مہارت وکمال حاصل ہےاس کی زبان سے سنئے تاکہ ''قادیانی پیغمبر'' کی ''شاندارنامرادی'' پردہان دوزشہادت بن جائے۔لاہوری مرزائیوں کا ترجمان ''پیغام صلح'' لکھتا ہے کہ:

(۱) آج سے ڈیڑھ سوسال پہلے ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی۔آج پچاس لاکھ کےقریب ہے۔'' (پیغام صلح مورخہ ۶/مارچ ۱۹۲۸ء، ص/۵)۔

(۲) ۱۹۲۷ء میں عیسائیوں نے ۱۹/لاکھ ۸/ہزار نسخے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں بائیبل کےشائع کئے ہیں۔'' (پیغام الصلح مورخہ ۱۳/مارچ ۱۹۲۸ء)۔

(۳) ۱۹۳۱ء کی مردم شماری بتلارہی ہے کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں وریاستوں میں عیسیٰ پرست عیسائیوں کی تعداد ۶۲۷۴۸۸۸ ہے اور دس سال میں ۳۲/فیصدی کے حساب سے ان میں اضافہ ہوااور روز بروز عیسائیت ترقی کرتی جارہی ہے'' ''صلیب پرستی کی روزافزوں ترقی کا یہ حال صرف اس ہندوستان میں ہے جہاں کہ ایک صوبہ کے ایک ''گاؤں'' میں دہقانی پیغمبر ''قادیانی مسیح'' بادعائے کسرصلیب نزول اجلال فرماکرقبل ازوقت اس واسطے تشریف لے گئے تاکہ دنیاان کے دروغ گو، نامراد، مفتری ہونے میں شک وشبہ نہ کرسکے، اسی سے مغربی ممالک کے متعلق اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں عیسائیت کا کس قدر بے پناہ غلبہ وسعت پذیر ہوگا۔تاہم اس کوبھی اسی عیسیٰ پرستی کے ستون کوتوڑنے والے ''قادیانی مسیح'' کے وفادارغلام پیغام صلح کی زبان سے سنئے۔

''مسٹرایف ڈی واکرایک انگریز مسیحی مشنری نے مسلم ورلڈ میں اپنی ذاتی تجربات کی بناء پر یہ اعلان کیا ہے کہ سیرالیون، مینڈ یلینڈ، گولڈکوسٹ اوراشانٹی، نائیجریا اورفرانسیسی نوآبادیوں اورڈرہوی، ٹوگواورآئیوری کوسٹ میں مجھ پر یہ پورے طور پرآشکارا ہوچکا ہے کہ

اسلام کی رفتار ترقی قطعاً رکتی چلی جارہی ہے اور آج افریقی لوگوں کو نبی اسلام کا پیرو بنانے میں جس قدر کامیابی مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہے اس سے بہت زیادہ تعداد کو ہم مسیحیت کا حلقہ بگوش بنانے میں کامیاب ہیں۔ (پیغام صلح ص۳، کالم۱، ۲۴؍مئی ۱۹۲۹ء)۔

عیسائیت کی یہ روز افزوں ترقی اور بے پناہ غلبہ اس ''قادیانی مسیح'' دیسی نبی کے بعد ہورہا ہے جو بادعائے خود عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑنے اور عیسائیت کو فنا کرنے کے لیے آئے تھے مگر آہ افسوس ''مرزائی مسیح'' آیا اور یہ حسرت ویاس نامراد وذلیل ہوکر قبل از وقت دنیا سے رخصت ہوگیا اس لیے ہم تمام مسلمان ان کے کذاب ومفتری ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور ان کی ''تربت'' پر لعنتی بدبودار پھول چڑھانے کی عزت حاصل کرتے ہیں کیوں کہ: ''ہر ایک چیز اپنی علّت غائی سے شناخت کی جاتی ہے۔'' (ازالہ اوہام خ ج۳ ص۳۹۸)۔

بالآخر ہر وہ انسان جس کا دماغ علم وعقل کی روشنی سے منور ہے وہ یقینی طور پر اس امر کا اظہار کرے گا کہ مرزا صاحب قادیانی بڑی شان وشوکت وآب تاب کے ساتھ اپنے ان دو عظیم الشان مقصد میں ناکام ونامراد ہوکر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور ان کی زندگی کا ہر ہر گوشہ دروغ گوئیوں، اختلاف بیانیوں، مبالغہ آمیزیوں، افتراء پردازیوں، اتہام سازیوں، خیانت کاریوں، سرقہ بازیوں، گستاخیوں، شیخیوں، بلند خیالیوں اور گالیوں میں اس طرح سے ''الجھا ہوا ہے کہ ''امت مرزائیہ'' کا ناخن تدبیر بھی سلجھانے سے عاجز ہے۔

مصیبت میں پڑا ہے سینے والا چاک داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھیڑا جو یہ ادھڑا تو وہ ٹانکا

اور مرزائیت کے ''بانی سلسلہ'' کی زندگی ان بے شمار سازیوں وبازیوں کا ایک معجون مرکب ہے جس میں سے ایک جز دروغ گوئی واتہام سازی کو مشتے نمونہ از خروارے اس رسالہ میں دوسو پانچ کی تعداد میں جمع کیا گیا ہے، تاکہ مرزا قادیانی کی خانہ ساز نبوت و خود ساختہ مسیحیت اور دیگر طویل وعریض ہنگامہ خیز دعاوی کی پرتزویر حقیقت پاش پاش ہوکر

غبار روزگار بن جائے اور مرزائیت کے ''اولوالعزم قادیانی پیغمبر'' کی ذلت ورسوائی اور تباہی و بربادی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہ جائے۔

درحقیقت قدرت الٰہیہ کا یہ کرشمہ لطف ہے کہ اس نے مرزا صاحب قادیانی جیسے مدعی نبوت کی دوکان کو ویران وتباہ کرنے کے لیے دروغ گوئیوں وافتراء پردازیوں کا اتنا ذخیرہ جمع کردیا ہے کہ ''مرزائیت کے مستحکم قلعہ'' کو بیخ وبن سے مسمار ومنہدم کرنے کے لیے کسی اور آلہ حرب وضرب کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

چوں کہ دروغ گو کا خصوصی شعار وامتیازی نشان ''حافظہ نباشد'' بھی ہے۔ اسی معیار پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ''حافظہ اچھا نہیں یاد نہیں رہا'' (نسیم دعوت در حاشیہ خ ص۴۳۹ ج۱۹) لہٰذا اس اعتراف کے بعد ہم کو دخل در معقولات کی کیا ضرورت ہے ۔ ع

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

تاہم مندرجہ ذیل حوالجات کو بھی محفوظ رکھئے تاکہ داشتہ کار آمد ہوسکے۔

(۱) نبی کے کلام میں جھوٹ جائز نہیں۔ (مسیح ہندوستان میں خ ج۱۵ ص۲۱)

(۲) انبیاء کا حافظہ نہایت اعلیٰ ہوتا ہے۔ (ریویو ماہ جنوری ۱۹۲۹ء ص۸)

(۳) ملہم کا دماغ نہایت اعلیٰ ہوتا ہے۔ (ریویو ماہ جنوری ۱۹۳۰ء ص۲۶)۔

(۴) ملہم کے دماغی قوی کا نہایت مضبوط اور اعلیٰ ہونا بھی ضروری ہے۔ (ریویو ماہ ستمبر ۱۹۲۹ء ص۴)۔

(۵) کاذب کا خدا دشمن ہے وہ اس کو جہنم میں لے جائے گا۔ (البشریٰ ج۲، ص۱۲۰)۔

☆☆

انتباہ

چونکہ مرزائیت کے ''بانی مرزا آنجہانی'' کے کذبات کو پیش کر کے ان کے دعاوی پر جائز نکتہ چینی کی گئی ہے اس لیے امت قادیانیہ نعل در آتش و آگ بگولہ ہو کر طرح طرح کی تاویلوں و رنگین توجیہوں سے اس کو پوشیدہ کرنے کی لا حاصل سعی کرے گی۔ حالاں کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کذبات کو تاویل و توجیہ کے شکنجے پر چڑھائے بغیر حقائق و واقعات کی روشنی میں ثابت کیا جاوے۔ ورنہ بغیر اس کے انگاروں سے کھیلنا اور اپنے علم و عقل کی نمائش کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مرزائیوں کے لیے مشعل راہ ہدایت بنائے تاکہ وہ کاذب کا دامن چھوڑ کر حضرت صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش رحمت میں آجائیں اور احقر کو اس ''فتنہ عمیاء'' کے قلع قمع کرنے کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔ فقط

والسلام

نور محمد

مبلغ و مناظر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۵/ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ - ۲۲ مارچ ۱۹۳۴ء

......ہم سے تو یہ بھیّا ہو نہیں سکتا

اگر چندہ کی حاجت ہے تو دعویٰ کر رسالت کا
بغیر اس ڈھونگ کے چندہ مہیا ہو نہیں سکتا

سنا ہے قادیاں میں بانسری بجتی ہے گوکل کی
مگر ہر بانسری والا کنہیا ہو نہیں سکتا

یہ آساں ہے کہ بدلے جون اور بچھو بنے لیکن
کبھی بھی شہد کی مکھی سے تتیا ہو نہیں سکتا

اگر مکہ سے بھی وہ ڈھچوں ڈھچوں کرتا آجائے
قیامت تک خر عیسیٰ گویا ہو نہیں سکتا

مجدد الف ثانیؒ سے غلام احمد کو کیا نسبت
ثری کتنا بھی اونچا ہو ثریا ہو نہیں سکتا

برادر خوندگی کی شرط اگر ہے میرزائیت
قیامت تک بھی ہم سے تو یہ بھیّا ہو نہیں سکتا

سرشت مرد مومن کا بدلنا غیر ممکن ہے
چنبیلی کا یہ پودا بھٹ کٹیا ہو نہیں سکتا

وطن سے پوچھنے والوں تعلق نوع انساں کا
طلاطم سے محبت کا تلیا ہو نہیں سکتا

جسے اسلام کی عزت پہ کٹ مرنا نہ آتا ہو
مسلمانوں کے بیڑے کا کھویا ہو نہیں سکتا

☆☆

یہ اشعار ظفر علی خاں صاحبؒ کے ہیں جو قدیم ایڈیشن میں شامل نہیں تھے لیکن سنا گیا ہے کہ حضرت علامہ ٹانڈویؒ اپنے خطاب کے دوران، ان اشعار کو اپنے مخصوص لہجہ میں پڑھا کرتے تھے اس لئے شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

...... یہ اعلان کریں گے

یوں عشق کی تکمیل مسلمان کریں گے
اُس جان دوعالم پہ فدا جان کریں گے
یوں روح کی تسکین کا سامان کریں گے
ایماں کے لئے جان کو قربان کریں گے
وہ وقت بھی آجائے گا ارباب حکومت
غدار و وفادار میں پہچان کریں گے
انگریز کی ہر چال کا مرزائی ہے مہرہ
انگریز کے مہرے کو پریشان کریں گے
ہم اہل جنوں اور جھکیں موت کے آگے
ہم جب بھی مرے موت پہ احسان کریں
کافر ہے جسے ختم نبوت کا ہو انکار
روکے گا ہمیں کون؛ یہ اعلان کریں گے

سید امین گیلانیؒ

☆☆

...... میدان میں ختم نبوت کے غلام آئے

نبی آتے رہے نبیوں کے آخر میں امام آئے
وہ دنیا میں خدا کا آخری لے کر پیام آئے

جھکانے آئے بندوں کی جبیں اللہ کے در پر
سکھانے آدمی کو آدمی کا احترام آئے

وہ آئے جب تو عظمت بڑھ گئی دنیا میں انساں کی
وہ جب آئے تو انساں کو فرشتوں کا سلام آئے

پر پرواز بخشے اس نے ایسے آدمیت کو
ملائک رہ گئے پیچھے کچھ ایسے بھی مقام آئے

خدا شاہد یہ ان کے فیض صحبت کا نتیجہ تھا
شہنشہ گر پڑے قدموں میں جب انکے غلام آئے

وہ آئے جب تو دنیا اس طرح سے جگمگا اٹھی
کہ خورشید درخشاں جس طرح بالائے بام آئے

وہ ہیں بیشک بشر لیکن تشہد میں اذانوں میں
جہاں دیکھو خدا کے نام کے بعد ان کا نام آئے

کیا جب بھی کسی کذاب نے دعوی نبوت کا
تو جھٹ میدان میں ختم نبوت کے غلام آئے

بروز حشر امیں جب نفسا نفسی کا سماں ہوگا
وہاں وہ کام آئیں گے جہاں کوئی نہ کام آئے

سید امین گیلانیؒ

ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولاالبذی

مسلمان طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بیہودہ بکنے والا، گالی دینے والانہیں ہوتا۔
(ترمذی)

الحمدللہ کہ رسالہ جامعہ

مغلظاتِ مرزا

جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی رنگین ومرصع، اعجازی وکراماتی بے شمار ''گالیاں'' جمع کی گئی ہیں جن سے ان کی اخلاقی تصویر ایسی برہنہ وبے نقاب ہوگئی ہے کہ بے حیائی اور بے غیرتی بھی شرمندہ ہے۔ آخر میں ان ''معجزانہ گالیوں'' کو ردیف وار لکھ کر آپ کے اخلاق ودیگر دعاوی کو پیوندزمین کردیا گیا ہے۔

نذرعقیدت

فتنہ مرزائیت کے قلع وقمع میں مجاہد ملّت شیر اسلام حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ امیر شریعت (پنجاب) نے جس ہمت واستقلال، عزیمت وایثار کا مظاہرہ کیا ہے اور مسلمانان ہند کو اس گمراہ فرقہ کے دجل وفریب سے آگاہ کرنے کے لیے جیسی سعی بلیغ و جد جہد فرمائی ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی اس ناچیز تالیف کو انتہائی عقیدت اور دلی تمنا سے آپ کے نام نامی واسم گرامی سے منسوب کر کے افتخار حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

عقیدت کیش

نور محمد

از مظاہر علوم سہارنپور

۱۰رمحرم ۱۳۵۴ھ ۱۵را پریل ۱۹۳۵ء

قطعہ تاریخ از حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اسعدؔ

خان صاحب مولوی نور محمد نے لکھی　　جب کتاب جامع اشتات و کافر ماجرا
لکھدی یہ تاریخ اسعدؔ نے قلم برداشتہ　　اجتماع فن دشنام جناب میرزا
۱۳۵۴ھ

☆☆

تقریظ

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم اما بعد!

یہ ناکارہ خلائق اہل اسلام کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ مرزائیوں کا گمراہ فرقہ اپنے گمراہ کن خیالات کے زہریلے اثرات کی اشاعت میں جس سرعت کے ساتھ مصروف ہے اس کو دیکھتے ہوئے میرے محترم عزیز مولانا نور محمد خانصاحب مدرس و مبلغ مدرسہ مظاہر علوم سہانپور نے اس فتنۂ عمیا کے قلع قمع کے لئے ایک کامیاب ومؤثر طریقہ اختیار کیا کہ خارجی وبیرونی حملوں کو چھوڑ کر اس کے استیصال میں اندرونی وداخلی ضربوں کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور عزیز موصوف نے مرزا غلام احمد قادیانی مسیلمۂ ثانی کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کر کے مرزا کی اُن کفریات، اختلافات، کذبات کو جن کو قدرت نے خود مرزاجی کے ہاتھوں سے جمع کرا دیا تھا، بڑی محنت وجستجو سے منظر عام پر لا کر مرزاجی کی نبوت و دیگر دعاوی کا ایسا بھانڈا پھوڑا کہ بہت سی سعادت مند طبائع کو مرزائیت کے دام فریب سے نکلنے کا ذریعہ دستیاب ہو گیا۔ اسی طرح مولانا موصوف نے مرزا غلام احمد کی تمام مرصع گالیوں، بدگوئیوں، پیغمبرانہ یاوہ گوئیوں کو ان کی مختلف کتابوں سے جمع کر کے ''مغلظات مرزا'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہ نو تالیف رسالہ حقیقت میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تہذیب و اخلاق کا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں غلمدیت کے ''نومولود نبی'' کی اخلاقی تصویر اس طرح عریاں ہو رہی ہے کہ ہر غیر تمند انسان اس کو دیکھ کر نفرت وحقارت کرے گا اور ایسے غیر مہذب متنبّی مرزا قادیانی کو اِس قابل نہیں سمجھے گا کہ وہ شرافت وانسانیت کے بھی حامل تھے

چہ جائے کہ نبوت ورسالت کے۔

بت کریں آرزو خدائی کی   شان ہے تیری کبریائی کی

اللہ تعالیٰ موصوف کی مساعی کو مشکور فرما کر علم وعمل میں ترقی عطا فرمائیں۔ امید ہے کہ حضرات اہل علم عموماً وعلمائے کرام خصوصاً مولانا موصوف کی مساعی کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے آپ کی مقبول عام تالیف کی اشاعت میں کوشش کریں گے۔

عبدالرحمٰن کامل پوری

خادم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۸ر محرم ۵۴ھ ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی نبی لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

ایک مصلح ورہبر قوم جس کا فرض منصبی قوموں وجماعتوں کی اصلاح وتعلیم ہو اس کے لیے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ تہذیب واخلاق سے موصوف اور صبر وتحمل، حلم وعفو سے آراستہ ہو؛ تاکہ وہ برگشتہ قوم کو اپنی شیریں زبانی ونرم خوئی کے ذریعہ راہ راست پر لائے اور ان کو رذائل وخبائث سے پاک کر کے محاسن ومکارم کا حامل بناوے۔ چنانچہ دیکھئے انبیاء علیہم السلام ودیگر مصلحین امت میں کس قدر اخلاق حسنہ کی فراوانی تھی۔ خصوصاً سردار انبیاء حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو مکارم اخلاق کے ایک بے نظیر پیکر، اور صبر وتحمل، حلم وعفو کے ایک بے مثال مجسمہ بن کر رونق افروز عالم ہوئے تھے کہ دوستوں کے علاوہ ان جانی دشمنوں کے لیے بھی جن کا شب وروز آپ کو تکلیف پہنچانا شیوۂ خاص تھا؛ سراپا رحمت تھے۔ کہ زبان مبارک سے ان کے لیے بھی کوئی برا کلمہ نہیں نکالا۔ اور اس نرمی وشیریں بیانی سے گفتگو فرماتے تھے کہ دشمن کا سخت دل بھی پانی پانی ہو جاتا تھا۔ اور دل دکھانے والے سخت الفاظ سے دشمنوں کو بھی یاد کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے مکارم اخلاق کے متعلق ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' فرمایا۔ لیکن پنجابؔ کی نبوت خیز سرزمین ضلع گورداسپور کے ایک غیر معروف گاؤں ''قادیان'' میں ''غلام احمد'' نامی ایک شخص پیدا ہوئے اور کچھ پڑھ لکھ کر سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپیہ ماہوار کے گرانقدر[1] مشاہرہ پر محرر ہو گئے۔

[1] مصنفؒ نے بطور تضحیک ''گرانقدر'' لکھا ہے ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ وقت کا رئیس اعظم ہو کر

اس کے بعد آپ کا اپنے متعلق یہ یقین ہوگیا کہ میں ''مصلح اعظم''، ''مسیح موعود''، نبی ورسول ہوں، بلکہ کامل اتباع وفنافی الرسول کے باعث ''محمد ثانی'' ہوں۔ اس لیے یہ لازم تھا کہ آپ بھی اعلیٰ اخلاق بہترین تہذیب، حلم وعفو، شیریں کلامی، سنجیدگی ودیگر اخلاقی کمالات سے نہ صرف موصوف ہی ہوتے بلکہ اس میں وہ یکتائے روزگار ہوتے، لیکن افسوس کہ ''مصلح اعظم'' بننے والے اور ''نبوت ورسالت کے دعوے کرنے والے'' مرزا کے ''ظرف'' میں اخلاق حسنہ کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا بلکہ وہ سراسر اخلاقی کمزوریوں، نکتہ چینیوں، بدگوئیوں، بدکلامیوں سے لبریز تھا۔ اور یہاں تک آپ نے اس فن دشنام دہی میں ترقی کی تھی کہ اُس کو دیکھ کر اور سن کر بداخلاقی وبدتہذیبی بھی شرم وندامت سے سرنگوں ہوجاتی ہے۔ اس لیے اگر ان کو اس فن کا ''پیغمبر اعظم'' کہا جائے تو کچھ بے جا نہیں۔

ناظرین! نگاہ عبرت سے دیکھئے کہ خداوند تعالیٰ کو یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ اس کے مقدس حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا روپ بدلنے والے دنیا میں مہذب وخلیق بن کر زندگی بسر کریں۔ اس لیے اس پنجابی نبی کی تصنیفات وتحریرات کو ملاحظہ کیجئے تو جا بجا بدکلامی وبدگوئی کی نجاست وغلاظت بکھری ہوئی نظر آئے گی۔

چنانچہ میں نے اپنے اس رسالہ میں ان تمام بکھری ہوئی ومنتشر فحش کلامیوں و بدزبانیوں کو بادل نخواستہ فراہم کیا ہے تاکہ نبوت کے بھیس بدلنے والے مرزا کی اخلاقی روش آشکارا ہوجائے اور کم از کم ان لوگوں کو جو مرزائیت کے دل فریب کھلونے کے پیچھے پیچھے اپنے متاع ایمان کو برباد کرچکے ہیں، یا برباد کرنے پر آمادہ ہیں، یا اس جماعت کو کسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مرزا قادیانی صرف پندرہ روپئے کی قلیل ماہوار پر ملازم تھا جیسا کہ اس کے بیٹے نے لکھا ہے: ''جب سارا روپیہ اڑا کر ختم کردیا تو...... حضرت مسیح مارے شرم کے گھر واپس نہیں آئے ...... اور (۱۸۶۴ تا ۱۸۶۸ء) سیالکوٹ کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہوگئے۔'' (سیرت المہدی حصہ اوّل ص۴۳)

درجہ میں پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں، یہ معلوم ہوجائے کہ کیا ایک مصلح وریفارمر کو ایسا ہی خلیق ومہذب ہونا چاہئے جیسا کہ مرزا آنجہانی تھے کہ بات بات میں اپنے مخالف کو گالی دینا اور اس کی تذلیل وتوہین کرنا ان کا شیوۂ کار تھا۔

اگرچہ مرزا صاحب نے تہذیب واخلاق کے متعلق اپنے منہ ''میاں مٹھو'' بننے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور زبانی جمع وخرچ بہت کچھ کیا ہے کہ میں حلیم وبردبار، متحمل وصابر، مہذب وخلیق ہوں، مگر حقیقت میں ان کو اس سے دور کی بھی نسبت نہیں تھی۔ اس لیے مناسب ہے کہ سب سے پہلے مرزا آنجہانی کی نصیحت پرور اخلاقی تعلیاں ملاحظ کریں، اس کے بعد ''اخلاق مرزا'' کی تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں؛ تاکہ آپ کو یہ معلوم ہوجائے کہ ''کرشن قادیانی'' کس درجہ خلیق ومہذب تھے۔ قادیانیو!

آپ ہی اپنے ذرا جو روستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

نصیحت پرور اخلاقی تعلیاں:

(۱)...... ''ہمارا ہرگز یہ طریق نہیں کہ مناظرات ومجادلات میں یا اپنی تالیفات میں کسی نوع کے سخت الفاظ کو اپنے مخاطب کے لئے پسند رکھیں یا کوئی دل دکھانے والا لفظ اس کے حق میں یا اس کے کسی بزرگ کے حق میں بولیں کیونکہ یہ طریق علاوہ خلافِ تہذیب ہونے کے اُن لوگوں کے لئے مضر بھی ہے جو مخالف رائے کی حالت میں فریق ثانی کی کتاب کو دیکھنا چاہتے ہیں وجہ یہ کہ جب کسی کتاب کو دیکھتے ہی دل کو رنج پہنچ جائے تو پھر برہمی طبیعت کی وجہ سے کِس کا جی چاہتا ہے کہ ایسی دل آزار کتاب پر نظر بھی ڈالے۔'' (شحنہ حق خزائن ج۲ ص۳۲۴)۔

(۲)...... ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق وتھذیب

الاخلاق (یعنی) خداوہ خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز (مرزا) کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔'' (اربعین خزائن ج۱۷ص۴۲۵)۔

(۳)......راستی کو تہذیب اور نرمی سے بیان کرنا ہمارا شیوہ ہے......بخدا ہم دشمنوں کے دلوں کو بھی تنگ کرنا نہیں چاہتے۔'' (شحنۂ حق خزائن ج۲ص۳۲۶)۔

(۴)......گالیاں سُن کے دُعا دیتا ہوں ان لوگوں کو رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے۔ (دافع الوسواس، ص۲۲۵)۔

(۵)......کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے۔''[1] (ازالہ اوہام حاشیہ ج۳، ص۱۱۵)۔

(۶)......گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں۔'' (ضمیمہ اربعین خزائن ج۱۷ ص۴۷۱)۔

(۷)......اوّل۔قوت اخلاق۔ چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں اور سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، اِس لئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوّت کا ہونا ضروری ہے تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ اُن کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاقِ رذیلہ میں گرفتار ہو۔ اور درشت بات ذرّہ بھی متحمل نہ ہو سکے۔ اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچّی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنی ادنی بات میں مُنہ میں جھاگ آتا ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں۔ وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اِس پر اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم کا پُورے

[1] آنجہانی مرزا قادیانی کا بیٹا اپنے باپ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ''حضرت مسیح موعود غصّہ کی حالت میں زیادہ سے زیادہ بیوقوف یا جاہل یا احمق کا لفظ فرمادیا کرتے تھے......اور کسی ملازم کی سخت غلطی یا بیوقوفی پر جانور (حیوان) کا لفظ استعمال فرماتے تھے۔ (سیرت المہدی ج۲ص۲۱) لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ بیٹے کی شہادت سے معلوم ہوا کہ مرزا جی بدزبانی کے عادی مجرم تھے۔

طور پر صادق آجانا ضروری ہے۔ (ضرورۃ الامام خ ج۱۳ص۴۷۸)۔

(۸)...... یادرکھو یہ بڑی تنگ دلی اور تنگ ظرفی کا نشان ہے کہ انسان اختلاف رائے یا اختلاف مذہب کی وجہ سے عمدہ چھوڑ دے۔ اختلاف رائے اور چیز ہے اور اخلاق اور چیز۔ بلکہ اس انسان کو با اخلاق نہیں کہا جاسکتا۔ جس کے اخلاق محض اپنے ہم مشربوں تک ہی محدود ہیں۔ انسانی اخلاق کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ باوجود اختلاف رائے کے عمدہ اخلاق سے پیش آوے اور اظہار اختلاف کے وقت کوئی اخلاقی کمزوری نہ دکھاوے......

مذہب انسان کو کیا سکھاتا ہے مذہب تو اس لئے ہوتا ہے کہ انسان کے اخلاق وسیع ہوں اور وہ اعلیٰ درجہ کا با اخلاق بنے مذہب یہی تعلیم دیتا ہے کہ انسان اپنے اخلاق کو خدا کے اخلاق کی طرح کرے پس دیکھ لو کہ خدا کے اخلاق کیسے وسیع ہیں کوئی ہزاروں گالیاں اسے دے وہ فی الفور اس پر پتھر برسا کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر ڈالتا۔ پس اسی طرح حقیقی تہذیب والا انسان بہت متحمل اور برداشت والا ہوتا ہے اور تنگ ظرف نہیں ہوتا۔ تنگ ظرف انسان خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی وہ اپنے بزرگوں کو بھی بدنام کرتا ہے......

غرض جس قدر تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اس کا باعث وہی لوگ ہیں جنہوں نے زبانوں کو تیز کرنا سکھایا ہے اور اس حقیقت مذہب سے ناواقف ہیں۔'' (ریویو نمبر۱۰ ج۳/ ازصفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۲ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۴ء زیر عنوان مصلح کا پہلا فرض کیا ہونا چاہئے)۔

(۹)...... ''ان تمام دُکھ دینے والے الفاظ پر وہ صبر کریں۔......لیکن اگر تم ان گالیوں اور بدزبانیوں پر صبر نہ کرو۔ تو پھر تم میں اور دُوسرے لوگوں میں کیا فرق ہوگا......سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو ضرور ہے کہ تم سے بھی دشمنی کریں۔ سو خبردار رہو نفسانیت تم پر غالب نہ آوے۔ ہر ایک سختی کی برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو...... تمہیں چاہئے کہ آریوں کے رشیوں اور بزرگوں کی نسبت ہرگز سختی کے الفاظ استعمال نہ کرو۔ ......یادرکھو کہ ہر یک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے۔ ممکن نہیں کہ اس کے لبوں سے حکمت اور

معرفت کی بات نکل سکے۔ بلکہ ہر ایک قول اس کا فساد کے کیڑوں کا ایک انڈا ہوتا ہے۔ بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ پس اگر تم رُوح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو۔ تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو۔ تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہوں گے۔...... تمسخر سے بات نہ کرو۔ اور ٹھٹھے سے کام نہ لو۔ اور چاہئے کہ سفلہ پن اور اوباش پن کا تمہارے کلام میں کچھ رنگ نہ ہو۔ تا حکمت کا چشمہ تم پر کھلے...... لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پیدا کرتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ۔ تا سامعین کے لئے موجب ملال نہ ہوں۔ جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا اور نفس سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے۔ وہ ناپاک ہے۔ اس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی۔ اور نہ کبھی حکمت اور حق بات اُسکے مُنہ پر جاری ہوتی ہے ...... بدی کا جواب بدی کے ساتھ مت دو۔ نہ قول سے نہ فعل سے۔'' (نسیم دعوت خزائن ج ۱۹ص ۳۶۴ تا ۳۶۵)۔

(۱۰)...... تمہارے (اے غلمد یو) فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے''۔ (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۵۴۷)۔

(۱۱)...... کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو'' (کشتی نوح خزائن ج ۱۹ص ۱۱) اگرچہ مرزا جی آنجہانی اپنے منہ ''خوب میاں مٹھو'' بنے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میں ''گالیوں''، ''بدگوئیوں'' کے عوض میں نہ گالیاں دیتا ہوں اور نہ بدگوئیاں کرتا ہوں بلکہ دعائیں دیتا ہوں اور باوجود جوش غضب کے کبھی دل دکھانے والے الفاظ نہ بولتا ہوں اور نہ لکھتا ہوں۔ غرضیکہ مرزا جی کی ان اخلاقی بلند آہنگیوں ونصیحت پرور عبارتوں کو دیکھ کر بھلا کون انسان یہ گمان کر سکتا ہے کہ ایسا شخص بھی بدزبان و بدگو ہوگا، جس کو (کہنے کے لیے) اپنے غیظ

وغضب پر اس قدر قابو ہے کہ وہ گالیاں سن کر دعائیں دیتا ہے اور دشمنوں کے دل کو بھی تنگ نہیں کرتا اور ہر کس و ناکس سے حسن اخلاق سے پیش آتا ہے۔ مگر چوں کہ مرزا قادیانی کے تمام دعاوی ومقولات کی بنیاد ''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور'' پر ہوتی ہے اور ہمیشہ آپ کے قول وفعل میں وہی نسبت رہتی ہے جو زمین وآسمان میں یا مشرق ومغرب میں ہے، اس لیے باتیں تو بڑی دل خوش کن ونہایت دل فریب ہوتی ہیں، لیکن عملی تصویر نہایت خوف ناک وبرہنہ ہوتی ہے۔

عمل کی خوف ناک تصویر:

چنانچہ مرزا جی کے ان اخلاق پرور دعاوی ونصیحت آمیز مقولات کو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، اب عمل کی تصویر ملاحظہ فرمایئے کہ جس طرح قول کی تصویر دل فریب ودیدہ زیب، روح نواز ہے، اسی طرح عمل کی تصویر، خوف ناک، گندگی وغلاظت سے بھری ہوئی ہے جس کو میں طوعاً وکرہاً نذر ناظرین کرتا ہوں، تاکہ قادیان کے ''نومولود نبی جی'' کی اخلاقی روش، تہذیب ومتانت کے ہنگامہ پرور دعاوی کی حقیقت بے نقاب ہو جائے۔ اور قادیانی مذہب کا پول کھل جائے، اور دنیا عبرت کی نگاہوں سے دیکھ لے کہ مرزا جی نے گندگی وغلاظت کے پوٹ پر، کس طرح اخلاق وتہذیب کا ''روغن قاز'' مل کر مخلوق خدا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے اور ان کو بیوقوف بنانے کی کیسی بیہودہ کوشش کی ہے۔

اہانت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھیانک منظر:

تہذیب واخلاق کے دعویدار مرزا قادیانی کا یہ دستور العمل تھا کہ اپنے باطل عقیدہ سے اختلاف رکھنے والوں کو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم سب وشتم کرتے، گالیاں دیتے، خوف ناک بددعاؤں سے دھمکاتے تھے۔ چنانچہ مرزائیت کے ''باوا آدم'' کا یہ نرالا قابل نفرت کارنامہ تھا کہ اسلامی دنیا کے تمام کلمہ گو مسلمانوں کو محض اپنی مصنوعی نبوت کی انکار کی وجہ سے

بیک جنبش قلم کافر و مرتد، بد دین و بے ایمان بنا ڈالا۔ حتی کہ یہ کہہ دیا کہ جو مسلمان مجھ کو نہ مانے وہ حرام زادہ ہے۔[1]

(معاذ اللہ) اس کے بعد مسلمانوں میں سے جو مسلمان یا علماء کرام کے مقدس گروہ میں جو عالم و مولوی ان کے چلتے ہوئے دعاوی میں حارج و مانع ہوا اس کو تو ایسی کوری کوری بے نقط گالیاں سنائیں ہیں کہ تہذیب و متانت بھی لرزہ براندام ہو جاتی ہے اور انسانیت و شرافت عرق انفعال میں غرق۔

اسی سلسلہ میں آپ کی زبان یہاں تک دراز ہوئی کہ مسلمانوں و علماء اسلام سے گذر کر انبیاء علیہم السلام کہ مقدس جماعت پر بھی حملہ آور ہوئی۔ خصوصیت سے مرزا صاحب نے اس معصوم و مقدس جماعت میں سے اللہ کے پیارے و مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب و شتم و لعن و طعن کی خوب بارش کی، بلکہ اپنی تمام تر اخلاقی کمزوریوں و بدتہذیبیوں کا آپ ہی کو آماج گاہ بنایا جس کو دیکھ کر ایک حلیم سے حلیم شخص بھی اپنے جوش غضب پر قابو نہیں رکھ سکتا، اس لیے سب سے پہلے ''اخلاقی دیوتا بننے والے'' تہذیب و اخلاق کے دعوی کرنے والے'' ''گالیوں کے عوض دعائیں دینے والے'' مرزا آنجہانی کی وہ بدزبانیاں، ''گالیاں''، ''ژاژ خائیاں'' ''افتراء پردازیاں'' یاوہ گوئیاں'' جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان مبارک میں روا رکھی گئی ہیں؛ اس کو اپنے کلیجے پر سل رکھ کر ملاحظہ کیجئے اور انصاف سے فرمایئے کہ اس قادیانی رسول کے منہ سے رحمت بہہ رہی ہے یا غلاظت۔

(۱)...... یسوع کی تمام پیش گوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مُردہ خدا ہے (اور مسلمانوں کا زندہ رسول)...... اس درماندہ انسان کی پیش گوئیاں کیا تھیں۔ صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے قحط پڑیں گے لڑائیاں ہوں گی...... پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی

[1] مرزا نے لکھا ہے: تلک کتب ینظر الیها کل مسلم بعین المودة و المحبة و ینتفع من معارفها و یقلبنی و یصدق دعوتی الا ذریة البغایا. (آئینہ کمالات خزائن ج۵ص۵۴۷)

باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ خزائن ج۱۱ص۲۸۸)۔

(۲)...... آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کی عقل بہت موٹی تھی۔ آپ جاہل عورتوں اور عوام النّاس کی طرح مرگی کو بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جنّ کا آسیب کا خیال کرتے تھے۔ ہاں آپ کو گالیاں دینی اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصّہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے (مرزا) کے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ خزائن ج۱۱ص۲۸۹)۔

(۳)...... آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا ایک یہودی استاذ تھا جس سے آپ نے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے کچھ بہت حصہ نہ دیا تھا یا اس اُستاد کی یہ شرارت ہے کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا۔ بہر حال آپ علمی اور عملی قوی میں بہت کچے تھے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ خزائن ج۱۱ص۲۹۰)۔

(۴)...... آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کی انھیں حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے کہ کسی شفاخانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو، شاید خدا تعالیٰ شفا بخشے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ خزائن ج۱۱ص۲۹۰)۔

(۵)...... اور آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں (اور مسلمان، رسول کہتے ہیں) آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم خزائن ج۱۱ص۲۹۱)۔

(۶)...... بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسُوع اوراس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا کہ اُن کے یسُوع کا کچھ تھوڑا سا حال اوران پر ظاہر کریں ۔۔۔۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے ۔ چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔'' (انجام آتھم خزائن ج۱۱ص۲۹۲تا۲۹۳)۔

(۷)...... ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھُوٹی نِکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اِس عُقدہ کو حل کر سکے۔ (اعجاز احمدی خزائن ج۱۹ص۱۲۱)۔

(۸)''غرض حضرت مسیح کا یہ اجتہاد غلط نکلا۔ اصل وحی صحیح ہوگی مگر سمجھنے میں غلطی کھائی۔ افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں اُس کی نظیر کسی نبی میں بھی پائی نہیں جاتی۔ شاید خُدائی کیلئے یہ بھی ایک شرط ہوگی۔'' (اعجاز احمدی خزائن ج۱۹ص۱۳۵)۔

(۹) اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجاست تابہ نہد پا بمنبرم۔ (ازالہ اوہام خزائن ج۳ص۱۸۰)۔[۱]

(۱۰)......حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدّت تک نجّاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں'' (ازالہ ج۳ص۲۵۴)۔

(۱۱)......حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (سفلی جادوگری) میں کمال رکھتے تھے گوالیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے...... مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں، جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔

[۱] یہ میں (مرزا) ہی ہوں جو خوشخبری کے موافق آیا ہوں۔ عیسیٰ میں کیا مجال ہے کہ میرے ممبر پر قدم بھی رکھ سکے، یعنی میرے بلند مقام ومرتبہ کو پہنچ سکے۔ نعوذ باللہ منہ۔

اگر یہ عاجز (مرزا) اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔'' (ازالہ اوہام ج۳ص۲۵۷)۔

(۱۲)......گوحضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔'' (ازالہ اوہام حاشیہ ج۳ص۲۵۸)۔

(۱۳)......غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اوراُن میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب (جادوگری) تھا۔'' (ازالہ، حاشیہ ج۳ص۲۶۳)

(۱۴)......عیسائیوں نے بہت سے آپ (حضرت عیسیؑ) کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا......اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہوتو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ج۱۱ص۲۹۰)۔

(۱۵)......حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اُس پر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھایا۔ اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو۔ مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا۔' (چشمۂ مسیحی خ۲۰ص۳۴۶)[۱]

(۱۶)......حضرت عیسیٰؑ پر ایک شخص نے جوان کا مرید بھی تھا اعتراض کیا کہ آپ نے

[۱] لفظ ''احمق'' اور لفظ ذُرِّیَّۃُ البَغَایَا یعنی ''ولدُ الحرام اور رنڈیوں کی اولاد'' اگر حضرت عیسیٰ نے استعمال کیے تو وہ بدزبان کہلائے اور خود مرزاجی اس کو استعمال کریں تو یہ ان کی شیریں کلامی کہلائے۔ مرزائی بتائیں یہ کون دھرم ہے؟ ملاحظہ ہو سیرت المہدی ج۲ص۲۱، آئینہ کمالات اسلام خ۵ص۵۴۸۔

ایک فاحشہ عورت سے عطر کیوں ملوایا انہوں نے کہا کہ دیکھ تو پانی سے میرے پاؤں دھوتا ہے اور یہ آنسوؤں سے۔'' (اخبار بدر ۱۴؍ مئی ۱۹۰۸ء)۔

(۱۷)...... یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہوگیا تھا۔'' (حاشیہ ست بچن خزائن ج۱۰ص ۲۹۵)۔

(۱۸)...... اگر مَیں ذیابطیس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں۔تو مَیں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا۔اور دوسرا افیونی۔'' (نسیم دعوت خزائن ج۱۹ص ۴۳۵، ریویو بابت اپریل ۱۹۰۳ص ۱۴۹)۔

(۱۹)...... اگر مسیح کے اصلی کاموں کو اُن حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے، جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراضات اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں کیا تالاب کا قصّہ مسیحی معجزات کی رونق دُور نہیں کرتا؟ اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے...... زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج۳ص ۹۰۵)۔

(۲۰)...... یسوع مسیح کے چار۴ بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔'' (حاشیہ کشتی نوح خزائن ج۱۹ص ۱۸)۔

(۲۱)...... یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اِس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔'' (حاشیہ کشتی نوح ج۱۹ص ۷۱)۔

(۲۲)...... مسیح کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو شرابی نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔'' (مکتوبات احمدیہ ج۳ص ۲۳، ۲۴)۔

(۲۳)...... لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانے میں دُوسرے راستبازوں سے بڑھکر

ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اُس پر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اُس کے سر پر عطر ملا تھا۔یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اُسکے بدن کو چھُوا تھا۔یا کوئی بے تعلّق جوان عورت اُسکی خدمت کرتی تھی۔اِسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام ''حصور'' رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اِس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (دافع البلا حاشیہ خزائن ج۱۸ص ۲۲۰)۔

(۲۴)...... جن لوگوں نے اُن (حضرت عیسیٰؑ) کو خدا بنایا ہے جیسے عیسائی یا وُہ جنہوں نے خواہ نخواہ خدائی صفات اُنہیں دِی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان وُہ اگر اُن کو اُوپر اُٹھاتے اُٹھاتے آسمان پر چڑھا دیں یا عرش پر بٹھا دیں یا خدا کی طرح پرندوں کا پیدا کرنے والا اقرار دیں تو اُن کو اختیار ہے۔انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے، لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دُوسرے راست بازوں سے بڑھکر ثابت نہیں ہوتی۔'' (دافع البلاء خزائن ۱۸ص ۲۱۹)۔

(۲۵)...... آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدّی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا۔کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔'' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم خزائن ج۱۱ص ۲۹۱)۔

(۲۶)...... مسیح ایک لڑکی پر عاشق ہوگیا تھا۔جب استاد کے سامنے اس کے حسن جمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاد نے اس کو عاق کر دیا...... یہ بات پوشدہ نہیں کہ کس طرح وہ مسیح ابن مریم نوجوان عورتوں سے ملتا تھا اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا۔'' (الحکم ۲۱؍ فروری ۱۹۰۲ء)۔

(۲۷)...... (عیسائی) اُس شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو تمام عیبوں سے مبرّا سمجھتے ہیں جس نے خود اقرار کیا کہ میں نیک نہیں[1] اور جس نے شرابخواری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ آپ (حضرت عیسیٰؑ) ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقعہ دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگاوے۔ اپنی تمام امّت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی حرام نہیں۔'' (انجام آتھم خزائن ج۱۱ ص ۳۸)۔

(۲۸)......کیا تمہیں خبر نہیں کہ مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے۔ ہیجڑا ہونا کوئی اچھی صفت نہیں ہے، جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں، ہاں! یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفت کی اعلیٰ ترین صفت سے بےنصیب ہونے کے باعث ازدواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے۔'' (مکتوبات احمدیہ ج۳ ص ۲۸)۔

(۲۹)......جس حالت میں برسات کے دنوں میں ہزارہا کیڑے مکوڑے خود بخود پیدا ہوجاتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تو پھر حضرت عیسیٰ کی اِس پیدائش سے کوئی بزرگی اُن کی ثابت نہیں ہوتی بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قویٰ سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔'' (چشمۂ مسیحی خزائن ج۲۰ ص ۳۵۶)۔

۱؎ مرزا کو خود اپنے متعلق بھی تو یہی اقرار ہے، کیا خوب! ملاحظہ ہو''افسوس کہ بطالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ مجھے یا کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں'' (کرامات الصادقین خ۴۷ ج ۷) اس عبارت میں مرزا نے خود اقرار کرلیا کہ میں نیک نہیں۔ افسوس کہ جس نے شراب پی، افیون کھایا اور دوسری عورتوں بھانو، عائشہ وغیرہ کو دیکھنا جائز سمجھ کر ایک بدکار کنجری کی کمائی کو اپنے لیے جائز سمجھا اور خود اقرار کیا کہ وہ نیک نہیں؛ پھر بھی مرزائی اُس کو تمام عیبوں سے مبرا اور معصوم سمجھتے ہیں۔ مرزا کے شرابی و عیاش ہونے کے ثبوت میں دیکھئے خطوط امام بنام غلام ص۵ /اور سیرۃ المہدی وغیرہ۔

(۳۰)......اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض ہوسکتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ پر کس قدر اعتراض ہوں گے جنہوں نے ایک اسرائیلی فاضل سے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا اور یہودیوں کی تمام کتابوں طالمود وغیرہ کا مطالعہ کیا تھا اور جن کی انجیل درحقیقت بائبل اور طالمود کی عبارتوں سے ایسی پر ہے۔'' (چشمۂ مسیحی خزائن ج۲۰ ص۳۵۷)۔

(۳۱)......حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج۳ ص۱۱۰)۔

(۳۲)......مَیں عیسیٰ مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا، یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا اور جیسے اس کی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں مَیں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں، بلکہ ان سے زیادہ۔'' (چشمۂ مسیحی خ ج۲۰ ص۳۵۴)۔

(۳۳)......اور یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور یہ خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتدا ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے چنانچہ خدائی کا دعویٰ شرابخواری کا ایک بدنتیجہ ہے۔'' (حاشیہ ست بچن خزائن ج۱۰ ص۲۹۶)۔

(۳۴)......لوگوں نے اِس سے پہلے خارق عادت امر کا عیسیٰ بن مریم میں نتیجہ نہیں دیکھ لیا جس نے کروڑہا انسانوں کو جہنّم کی آگ کا ایندھن بنادیا۔'' (حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ ص۳۲۲)۔

(۳۵)......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک زندہ رسول ماننا......یہی وہ جھوٹا عقیدہ ہے جس کی شامت کی وجہ سے کئی لاکھ مسلمان اس زمانہ میں مرتد ہوچکے ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ خزائن ج۱۷ ص۹۴)۔

(۳۶)......غرض جس قدر جھوٹی کرامتیں اور جھوٹے معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کسی اور نبی میں اُس کی نظیر نہیں پائی جاتی اور عجیب تر یہ کہ باوجود ان تمام فرضی معجزات کے ناکامی اور نامرادی جو مذہب کے پھیلانے میں کسی کو ہوسکتی

ہے وہ سب سے اوّل نمبر پر ہیں۔ کسی اور نبی میں اِس قدر نامرادی کی نظیر تلاش کرنا لاحاصل ہے۔'' (نصرۃ الحق خ ج ۲۱ ص ۵۸)

(۳۷)......ہم...... کہتے ہیں کہ معجزات اور کرامات جو عوام الناس نے حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کئے ہیں وہ سنت اللہ سے سراسر برخلاف ہیں۔'' (نصرۃ الحق خزائن ج ۲۱ ص ۵۶)۔

(۳۸)...... یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیح نے ایک یہودی اُستاد سے سبقاً سبقاً توریت پڑھی تھی اور طالمود کو بھی پڑھا تھا۔'' (نزول المسیح خ ج ۱۸ ص ۴۳۸)

(۳۹)......جس قدر حضرت مسیح الٰہی صداقت اور ربّانی توحید کے پھیلانے سے ناکام رہے شاید اس کی نظیر کسی دُوسرے نبی کے واقعات میں بہت ہی کم ملے گی۔ (دافع الوسواس خزائن ج ۵ ص ۲۰۰)۔

(۴۰)......حضرت مسیحؑ جو خدا بنائے گئے اُن کی اکثر پیش گوئیاں غلطی سے پُر ہیں۔ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۳)۔

(۴۱)......اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وُہ فطرتی طاقتیں نہیں دِی گئیں جو مجھے (مرزا کو) دی گئیں...... اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اُس فطرت کی وجہ سے وُہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔'' (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۷)

(۴۲)......پھر جبکہ خدا نے اور اُس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اُس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔ (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۹)۔

(۴۳)......ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو اُس سے بہتر غلام احمدؐ ہے۔ (دافع البلاء خزائن

ج ۱۸ ص ۲۴۰)۔

(۴۴)......اور ان فرضی معجزات کے ساتھ جسقدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام متہم کئے گئے ہیں اس کی نظر کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی .... اور اصلاح مخلوق میں تمام نبیوں سے اُن کا گرا ہوا نمبر تھا۔ (نصرۃ الحق خ ج ۲۱ ص ۴۷)۔

(۴۵)......اس جگہ مسلمانوں پر نہایت افسوس ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرف ایسے معجزات منسوب کرتے ہیں جو قرآن شریف کی بیان کردہ سنّت کے مخالف ہیں۔ (نصرۃ الحق خزائن ج ۲۱ ص ۴۹)۔

(۴۶)......چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہمّت اور توجّہ دنیوی برکات کی طرف زیادہ مصروف تھی اس لئے اُن کی اُمّت میں یہ اثر ہوا کہ رفتہ رفتہ دین سے تو وہ بکلّی بے بہرہ گئے۔ (ایام الصلح حاشیہ خزائن ج ۱۴ ص ۴۰۴)۔

(۴۷)......ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر بعض راست باز اپنی راست بازی اور تعلّق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں۔ (دافع البلاء خزائن ۱۸ ص ۲۱۹)۔

(۴۸)......اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے یحییٰ کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنّا کہتے ہیں جو پیچھے ایلیا بنایا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور اُن کے خاص مُریدوں میں داخل ہوئے تھے۔ (حاشیہ دافع البلاء خزائن ۱۸ ص ۲۰۰)۔

(۴۹)......جو شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کشمیر سری نگر محلّہ خانیار میں مدفون ہے۔ اُس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کِس قدر ظلم ہے۔ خدا...... ایسے شخص کو کِسی طرح دوبارہ دُنیا میں نہیں لاسکتا جِس کے پہلے فتنے نے ہی دُنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ (دافع البلاء خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۵)۔

(۵۰)......چاہئے تھا کہ وہ ایسی لاف وگزاف سے اپنی زبان کو بچاتے اور اسی پہلی

بات پر قائم رہتے کہ میری بادشاہت دنیا کی بادشاہت نہیں، مگر نفسانی جذبات کی وجہ سے صبر نہ کر سکے اور اپنے پہلے پہلو میں ناکامی دیکھ کر ایک اور چال اختیار کی۔ اور پھر جب باغی ہونے کے شُبہ میں پکڑے گئے تو پھر اپنے تئیں بغاوت کے الزام سے بچانے کے لئے وہی پہلا پہلو اختیار کر لیا۔ دعویٰ خدائی کا اور پھر یہ چال بازیاں۔ جائے تعجب ہے۔ (انجام آتھم خزائن ج۱۱ص۱۳)۔

مرزا صاحب نے ان مذکورہ بالا عبارتوں میں جس قدر سخت اور گندے الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں استعمال کر کے اپنے اخلاق وتہذیب کی نمائش کی ہے اور اپنے متاع ایمان کو برباد کیا ہے ان کو برائے تفنن طبع حروف تہجی کے لحاظ سے ردیف وار پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے بعض الفاظ تو بعینہٖ فرمودۂ مرزا ہیں اور بعض ماخوذ ومفہوم ہیں اور جو نمبر، اُن ہتک آمیز عبارت مذکورہ کے شروع میں ذکر کئے گئے ہیں وہی نمبر ان الفاظ پر ناظرین کی سہولت کے لئے ڈال دیئے گئے ہیں، امید کے ملاحظہ کر کے ''قادیانی رسول'' کے اخلاق کی داد دیں گے اور اس کا ثواب ان کی روح کو بخش دیں گے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ

مرزا جی نے مندرجہ بالا اپنے بیہودہ اقوال وحیا سوز کلمات میں جس شدت سے گندی ذہنیت، بازاری گالیوں، فحش کلموں، سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے الوالعزم سچے پیغمبر کی توہین وتنقیص کی ہے اس پر شرافت وانسانیت، تہذیب ومتانت، رہتی دنیا تک لرزہ براندام ہو کر مرثیہ خواں وماتم کناں رہے گی اور اس کو دیکھ کر حلیم سے حلیم شخص بھی ضبط وتحمل کی چادر کو چاک کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

مقدس اسلام کی دانش وحکمت سے لبریز تعلیم نے تمام انبیاء علیہم السلام کی عزت وعظمت، توقیر وتعظیم کو نہ صرف ضروری تسلیم کیا ہے بلکہ اس کو ایمان واسلام کا نہ جدا ہونے

والا ایک ایسا جزو بنا دیا ہے کہ کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس کے لوح دل پر انبیاء علیہم السلام کی تصدیق اور ان کی محبت وعظمت کا غیر فانی نقش ثبت نہ ہو، مگر جب ''مرزاجی'' نے باوجود ادعائے تہذیب واخلاق، نبوت ورسالت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے رفیع المرتبت پیغمبر کی شان برتر میں ''مغلظات'' ناپاک اتہامات کو استعمال کر کے اپنی تہذیب واخلاق کی نمائش کی تو اس مکروہ فعل سے اسلامی طبقہ میں غیظ وغضب کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف سے اس ''مدعی نبوت'' پر نفرت وحقارت کی بارش شروع ہو گئی تو حلقہ بگوشان مرزائیت میں جو دانشمند وسعادت مند تھے مرزاجی کی ان ''ناجائز کارروائیوں'' سے متاثر ہو کر علیحدہ ہونے لگے اس پر مرزا آنجہانی کو اپنی ''روٹی'' کی کمی کا زبردست خطرہ محسوس ہوا اور غیرت مند مسلمانوں کے جوش انتقام کا خوف دامنگیر ہو گیا تو اپنی ان گندہ ذہنیوں، ناپاک گالیوں پر، عجیب وغریب شطرنجی چال بازیوں وفریب دہ حیلہ سازیوں سے پردہ ڈالنے کی سعی لاحاصل کی تاکہ مسلمانوں کا جوش غضب فرو ہو جائے اور مرزائیت کے دام فریب میں جو لوگ اپنی سادہ لوحی سے پھنس گئے ہیں اور اہانت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بھیانک تصویر سے متردد ومتذبذب ہو گئے ہیں، ان کے لئے سامان جمعیت واستقامت مہیا ہو جائے۔

اور چوں کہ آج کل ان کی امت اپنے ''بانی سلسلہ'' کے ان حیلہ سازیوں وچالاکیوں کو نہایت بے باکی سے اچھالتی پھرتی ہے اور ''اپنے پیشوائے اکبر'' کے دامن سے اس سیاہی کو دور کرنے کے لیے اگرچہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا ارتکاب کر رہی ہے تاہم ضرورت ہے کہ مرزائیوں کی ان نامعقول تاویلات وغلط جوابات کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت ظاہر کر دی جائے تاکہ اہانت عیسیٰ علیہ السلام کا ناپاک مسئلہ عیاں ہو کر مرزائیت کے لیے ''سوہان روح'' ہو جائے اور اسلامی طبقہ مرزائیت کے فریب میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے۔

عذرِ گناہ کی تصویر:

مرزائیت کے فرزند بڑی بیبا کی وجرأت سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کسی قسم کی توہین وتنقیص نہیں کی البتہ اُس یسوع کی اہانت کی ہے جو عیسائیوں کا خدا ہے اور جس کا ذکر نہ قرآن میں ہے اور نہ اُس کے اوصاف واحوال، انبیاء وابرار جیسے ہیں اور وہ (عیسیٰ اور یسوع) دونوں ایسی دو جدگانہ ہستیاں ہیں جن کو باہمی کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل اقوال اس کی تائید کرتے ہیں۔

۱...... اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یسوع کا ذکر کرنے کے وقت اس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہئے...... پڑھنے والوں کو چاہئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن وحدیث میں نام ونشان نہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ص ۲۹۶)۔

۲...... اور یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اس یسُوع کی نسبت ہے۔ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا۔ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ یہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔'' (انجام آتھم ج۱۱ص۱۳)۔

۳...... حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے مُنہ سے نہیں نکلا۔ یہ سب مخالفوں کا افتراء ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گذرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو۔ اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہو۔ اور حضرت موسیٰ کو ڈاکو کہا ہو، اس لئے میں نے فرضِ محال کے طور پر اس کی نسبت ضرور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جس کے یہ کلمات ہوں راستباز نہیں ٹھہر سکتا''۔ (حاشیہ تریاق القلوب خزائن ج ۱۵ص ۳۰۵)۔

عذرات کی تنقیح:

مرزا صاحب نے اپنے ان مغلظات پر، پردہ ڈالنے کے لیے جو''عذرات باردہ'' تراشے ہیں میں ان کی اس وجہ سے تنقیح کرتا ہوں تا کہ ناظرین کو''جوابات'' کے سمجھنے میں آسانی ہو اور عذرات کے تار تار کی علیحدگی اس طرح سے ہو جائے کہ جس میں''معذور نبی'' کا''چہرہ'' بالکل صاف نظر آنے لگے۔

(۱) مرزا صاحب نے یسوع کی توہین کی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یسوع ایسی دو جداگانہ ہستیاں ہیں، جن کو باہمی کچھ بھی تعلق نہیں۔

(۳) یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں۔

(۴) عیسائیوں کے بیان کردہ صفات واحوال کے مطابق کوئی یسوع نہیں گذرا بلکہ ایک فرضی شخص ہے اس لیے بفرضِ محال اس کے حق میں فحش گوئی کی گئی۔

جوابات:

مرزا صاحب کا''توہین یسوع'' کے اقرار کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی توہین سے انکار کرنا ایسا ہی لغو وباطل ہے جیسا کہ کسی مجرم کا''اقبالِ جرم'' کے بعد اس کا انکار (لغو) ہے۔ یعنی جس طرح سے کسی مجرم کے اقبالِ جرم اور اس کے ثبوت کے بعد اُس کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، اسی طرح سے مرزا جی کا توہین یسوع کے اقرار کے بعد توہین عیسیٰؑ کا انکار کرنا ایک بے حقیقت ولاشئ ہے۔ کیوں کہ ابھی آپ کے سامنے خود مرزا صاحب ہی بیانات سے یہ حقیقت الم نشرح ہوئی جاتی ہے کہ دراصل یسوع وعیسیٰ دونوں ایک ہی شخص کے دو نام ہیں اس لیے''توہین یسوع'' کے اقرار کے بعد توہین عیسیٰ سے انکار کرنا؛ باختلاف الفاظ یہ

کہنا ہے کہ آفتاب طلوع ہے اور سورج نہیں نکلا۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب مذکورۂ بالا حوالجات کے ۷تا۱۱،۱۴تا۱۷،۱۹تا۲۱و۲۶ ،۲۸تا۳۲ ،۳۴تا۴۸ ، میں ابن مریم'' کو نہایت احترام واکرام کے ساتھ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' حضرت مسیح علیہ السلام ''مسیح ابن مریم'' حضرت مسیح'' کہا ہے اور اس کے بعد ''گندی گالیاں وفحش کلمے'' ان کی شان مبارک میں استعمال کرکے اپنی باطنی کیفیتوں واندرونی حالتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ سچ ہے: ''ہر ایک برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس کے اندر ہے'' (چشمۂ معرفت خزائن ج۲۳ص۹)۔

باوجود اس کے مرزاجی کا یہ کہنا کہ ''حضرت مسیح کے حق میں کوئی کلمہ بے ادبی کا میرے منہ سے نہیں نکلا'' چوری اور سینہ زوری کا زندہ ثبوت اور بے ایمانی وبددیانتی کی بدترین مثال ہے۔ تاہم ''دروغ گورا تا بخانہ رسانید'' کے سلسلہ میں خود مرزاصاحب کی تحریرات سے یہ ثابت کرتا ہوں کہ یسوع اور عیسیٰ دونوں ایک ہیں۔

یسوع، مسیح، عیسیٰ، تینوں ''ابن مریم'' ہی کے نام ہیں۔

مندرجہ بالاعنوان کے ثبوت میں خود مرزاصاحب ہی کی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں کہ یہ تینوں نام ''ابن مریم'' ہی کے ہیں۔ اہل اسلام ان کو عیسیٰ یا مسیح کہتے ہیں اور عیسائی یسوع یا یسوع مسیح، کے نام سے پکارتے ہیں۔ سنئے (مرزا قادیانی) لکھتے ہیں کہ:

۱...... اب ہم پہلے صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اوراخبار کی کتابوں کے رو سے جن نبیوں کا اِسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو۲ نبی ہیں ایک یوحنّا ...... اور دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔'' (توضیح مرام خزائن ج۳ص۵۲)۔

نور: جب مرزا آنجہانی اس عبارت میں صاف اقرار کررہے ہیں کہ مریم صدیقہؓ کے اکلوتے صاحبزادے مسیح کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں اور وہ ایک ایسے مقدس نبی ہیں جو اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں، تو پھر انصاف سے کہئے کہ کیا مرزا صاحب نے اپنے

''عذر'' کی دھجیاں خود اپنے ہاتھوں سے نہیں اڑا دیں؟۔ اوراس حقیقت کو بھی عالم آشکارا کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور وہاں اب تک زندہ موجود ہیں۔ اس کے باوجود امت مرزائیہ کا ''وفات مسیح'' پر ہنگامہ آرا ہونا اپنے ''نئے نبی'' کی صریح خلاف ورزی کرنا ہے۔

۲...... مریم کو ہیکل کی نذر کردیا گیا تا وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو۔ اور تمام عمر خاوند نہ کرے لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہوگیا۔ تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نام ایک نجّار سے نکاح کردیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کو بیٹا پیدا ہوا۔ وہی عیسیٰ یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا''۔ (چشمۂ مسیحی خزائن ج۲۰ص۳۵۵)۔

۳...... مگر ہم اس جگہ یہودیوں کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جو کہتے ہیں کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے بعد عین چودھویں صدی میں مدعی نبوت ہوا تھا'' (حاشیہ ضمیمہ براہین احمدیہ، ج۲۱ص۳۵۹)۔

۴...... اور لکھا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے موسیٰ کی مانند ایک نبی قائم کیا جائیگا وہ نبی یسوع یعنی عیسیٰ بن مریم ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ خزائن ج۱۷ص۲۹۹)۔

۵...... ''اے پادری صاحبان! مَیں آپ لوگوں کو اُس خدا کی قسم دیتا ہُوں جس نے مسیح کو بھیجا۔ اور اُس محبت کو یاد دلاتا ہوں اور قسم دیتا ہوں جو آپ لوگ اپنے زعم میں حضرت یسوع مسیح ابن مریم سے رکھتے ہیں۔'' (دعوت حق ملحقہ حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ص۶۲۰)۔

۶...... یہودی لوگ آپ کے رفع رُوحانی سے سخت منکر تھے۔ اوراب تک منکر ہیں۔ اور اُن کی حجّت یہ ہے کہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیئے گئے۔'' (ایام الصلح خزائن ج۱۴ص۳۵۳)۔

۷...... ''یہ اشتہار پادری صاحبوں کی خدمت میں نہایت عجز اَور ادب اورانکسار سے

لکھا جاتا ہے کہ اگر یہ سچ ہوتا کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام درحقیقت خدا کا فرزند ہوتا یا خدا ہوتا۔ تو سب سے پہلے مَیں اسکی پرستش کرتا......لیکن اے عزیزو! (یعنی دجالو) خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری آنکھیں کھولے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں وُہ صرف ایک نبی ہے ......اُس نے مجھے بتلایا کہ سچ یہی ہے کہ یسُوع ابن مریم نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا ہے......جیسا کہ حضرت عیسیٰ مسیح کی تعریف میں لوگ حد سے بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ اُن کو خدا بنا دیا۔'' (دعوت حق ملحقہ حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ ص۶۱۷ تا ۶۱۸)۔

۸......اسی پیش گوئی کو عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر لگانا چاہا تھا جس میں وہ ناکام رہے، کیونکہ وہ لوگ اس مماثلت کا کچھ ثبوت نہ دے سکے۔ اور یہ تو ان کے دل کا خیالی پلاؤ ہے کہ یسوع نے گناہوں سے نجات دی'' (اس پر مرزا جی یہ حاشیہ لکھتے ہیں کہ) ''ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے دوسرے نبیوں کی طرح حتّی الوسع قوم کے بعض لوگوں کی اصلاح کی، مگر اصلاح کرنا اُن سے کچھ خاص نہیں۔ تمام نبی اصلاح کے لئے ہی آتے ہیں۔'' (ایام الصلح حاشیہ خزائن ج۱۴ ص۳۰۱)۔

نور: مرزا جی نے اس عبارت میں حسب عقیدہ اہل اسلام یسوع کے منجی ہونے سے انکار کر کے بتایا کہ وہ یسوع جن کو حضرت عیسیٰ کہتے ہیں چوں کہ وہ نبی تھے اس لیے منجی تو نہیں البتہ مصلح ضرور تھے۔

۹......''مگر مسیح نے یعنی یسوع بن مریم نے اپنی بات بنانے کے لئے ......الیاس آنے والے سے مراد یوحنا اپنے مرشد کو قرار دے دیا......مگر تاہم یسوع ابن مریم نے زبردستی اس کو الیاس ٹھیرا ہی دیا۔'' (نصرۃ الحق خزائن ج۲۱ ص۴۳)۔

۱۰...... یسوع ابن مریم کی دعا۔ ان دونوں پر سلام ہو۔'' (براہین احمدیہ ج۲۱ ص۳۴۴)

۱۱......مرزا جی نے اس عنوان کے ماتحت کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے'' چند دلیلیں لکھی ہیں جس میں ''ابن مریم'' کو عیسیٰ، مسیح، یسوع، کے نام

سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ عنوان بالا میں ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' کہا اور پہلی دلیل لکھ کر فرماتے ہیں کہ: ''سو یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ ہرگز مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے'' دوسری دلیل میں بجائے مسیح علیہ السلام ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' لکھا۔ اور تیسری میں ''حضرت مسیح'' چوتھی میں ''پھر مسیح نے'' اور پانچویں میں بجائے عیسیٰ، مسیح کے ''یسوع صلیب پر نہیں مرا'' لکھا۔ اور چھٹی میں بھی یسوع لکھا کہ ''جب یسوع کے پہلو میں ایک خفیف سا چھید دیا گیا'' اور ساتویں میں بھی یہ ہے کہ ''یسوع کی ہڈیاں توڑی نہ گئیں'' اور آٹھویں میں بھی یہی ہے کہ ''یسوع صلیب سے نجات پا کر پھر اپنے حواریوں کو ملا'' اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر یہی نسخہ مرہم عیسیٰ۔'' (ایام الصلح خزائن ج۱۴ ص۳۵۱ تا ۳۵۲۔ تحفہ گولڑویہ خزائن ج۱۷ ص۱۰۷)۔

نور: مرزا صاحب نے ان مذکورہ بالا حوالجات میں اس امر کا صاف اقرار کیا ہے کہ ''ابن مریم'' کو عیسیٰ، مسیح، یسوع کہتے ہیں اور ان کو یہ بھی تسلیم ہے کہ میں نے یسوع کی توہین و تذلیل کی ہے۔ اس لیے اب نتیجہ بالکل ظاہر ہوگیا کہ وہ تمام گالیاں و فحش کلامیاں جو مرزا صاحب نے یسوع کے حق میں استعمال کی ہیں، بغیر کسی فرق و امتیاز کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ہیں۔ یعنی مرزا جی نے جو یسوع کے پردہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے مقدس نبی کی ذات گرامی کو اپنے اخلاقی گندگیوں سے ملوث کرنے کی لاحاصل سعی کی تھی اور اس کے لیے نئے نئے عذر و حیلے تراشے تھے؛ الحمد للہ کہ وہ خود ''معذور نبی'' کے ہاتھوں سے پیوند زمین ہو گئے اور مرزا قادیان ہی کی متعدد شہادتوں سے یہ مراد ثابت ہوگیا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی زبردست توہین کی ہے۔ کیا اس کے بعد بھی مرزا جی اور ان کی امت کا ''ایمان'' سلامت ہے؟۔ اگر ہے تو ''ایں طرفہ تماشہ بیں دریا بحباب اندر''۔

ایک اور طرح سے ثبوت:

ایک اور طرح سے اس امر کا ثبوت پیش کرتا ہوں کہ مرزا صاحب عیسیٰ اور یسوع کو ایک ہی مانتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب کا یہ عقید ہے کہ یوز آسف دراصل عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ یوز آسف یسوع آصف کا مخفف اور بگڑا ہوا ہے۔ لہٰذا یسوع اور عیسیٰ دونوں ایک ہیں۔ فہوالمراد چنانچہ آپ (مرزا قادیانی) لکھتے ہیں کہ:

۱...... ''ماسوا اس کے وہ لوگ شاہزادہ نبی کا نام یوز آسف بیان کرتے ہیں یہ لفظ صریح معلوم ہوتا ہے کہ یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔ آسف عبرانی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو قوم کو تلاش کرنیوالا ہو۔ چونکہ حضرت عیسیٰ اپنی اس قوم کو تلاش کرتے کرتے جو بعض فرقے یہودیوں میں سے گُم تھے کشمیر میں پہنچے تھے اس لئے انہوں نے اپنا نام یسوع آسف رکھا تھا اور یُوز آسف کی کتاب میں صریح لکھا ہے کہ یُوز آسف پر خداتعالیٰ کی طرف سے انجیل اُتری تھی۔ پس باوجود اس قدر دلائل واضحہ کے کیونکر اس بات سے انکار کیا جائے کہ یوز آسف دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ ج۲۱ ص۴۰۴)۔

۲...... فی الواقعہ صاحب قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہوئے۔ یوزؔ کا لفظ یسوع کا بگڑا ہوا ہے یا اس کا مخفف ہے اور آسف حضرت مسیح کا نام تھا۔ (تحفہ گولڑویہ خزائن ج۱۷ ص۱۰۰)۔

۳...... ''وہ نبی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گزرا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور کوئی نہیں۔ اور یسوع کے لفظ کی صورت بگڑ کر یوز آسف بنا نہایت قرین قیاس ہے۔ کیونکہ جب کہ یسوع کے لفظ کو انگریزی میں بھی جیزس بنا لیا ہے تو یوزؔ آسف میں جیزؔس سے کچھ زیادہ تغیّر نہیں۔'' (حاشیہ راز حقیقت خ ج۱۴ ص۱۶۷)۔

۴...... ''تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیبی واقعہ سے

نجات پا کر ضرور ہندوستان کا سفر کیا ہے اور نیپال سے ہوتے ہوئے آخر تبّت تک پہنچے اور پھر کشمیر میں ایک مدت تک ٹھہرے ...... اور آخر ایک سو بیس برس کی عمر میں سری نگر میں انتقال فرمایا۔ اور محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے۔ اور عوام کی غلط بیانی سے یوز آسف نبی کے نام سے مشہور ہو گئے۔'' (راز حقیقت حاشیہ خزائن ج۱۴ ص۱۶۱)۔

(۵)...... ''اور یوز آسف کے نام پر کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ یہ نام یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔ آسف بھی حضرت مسیح کا عبرانی میں ایک نام ہے جس کا ذکر انجیل میں بھی اور اسکے معنے ہیں متفرق قوموں کو اکٹھا کرنے والا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۶۷)۔

مرزا صاحب کے مرید خاص مولوی نظام الدین اپنے ''آقائے کونین'' کی ہمنوائی کرتے ہیں۔

۶...... (الف)...... ہاں اس کتاب (اکمال الدین) میں بجائے یسوع کے یا عیسیٰ کے یوز آسف ہے جو مخفف اور مرکب ہے دو ناموں سے یعنی یسوع بن یوسف۔'' (ریویو ماہ اگست ۱۹۲۵ء ص۳۳)۔

(ب) یوز آصف کا وجہ تسمیہ یوز کی ''ز'' حرف ''س'' سے تبدیل شدہ ہے اور ''س'' کے آگے ''ؤ'' حذف ہو چکی ہے پس اصل میں ''یوسؤ'' تھا جو سریانی میں عیسیٰ کو کہتے ہیں اور آج کل ''یسو'' کہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ عیسیٰ کا اصل نام عبرانی میں ''یوسع'' ہو کیوں کہ عبرانی میں اس وقت یہ نام عام مروج تھا اور بائیبل میں ایسے نام آج بھی ہم کو نظر پڑتے ہیں پس ''یوسع'' کا ''یوز'' بن جانا آسان ہے اور یوز آسے یوسا بنا ہے اور صف یا آصف یا سف اور آصف مخفف ہے یوسف کا پس سارا نام یوز آصف مخفف ہے، ''یوسو یوسف'' کا جس کا مطلب یہ ہے کہ یسوع بن یوسف چونکہ یوسف اس شخص کا نام تھا جس کے ساتھ حضرت مریم صدیقہ کا نکاح ہوا تھا اور حضرت عیسیٰ یوسف کے ربیب تھے، اس لیے حضرت عیسیٰ کو بیٹا ہی کہتے تھے۔ چنانچہ انجیل اس بات کی شہادت دیتی ہے۔'' (ریویو ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء ص۳۲)۔

مادر مرزائیت کے خلف الصدق مفتی محمد صادق مرزائی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

(د)...... پنجابی میں قدیم سے ایک ضرب المثل مشہور چلی آتی ہے ''ایسو گول تے کچھ نہ پھول'' غالباً مرورِ زمانہ سے اور اصلیت مثل کے بھولنے سے کول کا لفظ بدل کر گول بن گیا اور اصل یوں تھا کہ ایسو کول یعنی یسوع ہمارے پاس ہی ہے، پنجاب کے متصل کشمیر میں مدفون ہے، لیکن کچھ اس کی بابت کھول کر دریافت نہ کرو کیوں کہ یہ امر پردے میں رکھنے کے لائق ہے کہ یسوع اہل پنجاب کے پاس ہی ہے۔'' (اخبار فاروق مورخہ ۱۱۔۱۸۔۲۵/ مئی ۱۹۱۶ء ص ۱۱)

مرزا صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

۷...... ''یوز آسف حضرت مسیح ہی تھے جو صلیب سے نجات پا کر پنجاب کی طرف گئے اور پھر کشمیر میں پہنچے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ یوز آسف کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم ایک ہے اور دوسرے یہ قرینہ کہ یوز آسف اپنی کتاب کا نام انجیل بیان کرتا ہے۔ تیسرا قرینہ یہ کہ اپنے تئیں شہزادہ نبی کہتا ہے۔ چوتھا یہ قرینہ کہ یوز آسف کا زمانہ اور مسیح کا زمانہ ایک ہی ہے۔ بعض انجیل کی مثالیں اس کتاب میں بعینہٖ موجود ہیں جیسا کہ ایک کسان کی مثال۔'' (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۶۶)

مولوی غلام رسول مرزائی لکھتے ہیں کہ:

۸...... ''مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کتاب اکمال الدین جس میں یوز آسف کا ذکر ہے اس کو حضرت مسیح نہیں سمجھتے بلکہ ہندوستان کے شاہزدوں سے ایک شاہزادہ سمجھتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی یوز آسف کے نام کا شاہزادہ بھی ہو چکا ہو جس کا نام ''مسیح'' کے اسی نام پر رکھا گیا ہو۔'' (رسالہ التنقید ص ۲۵)

مولوی صادق حسین مرزائی اٹاوی فرماتے ہیں کہ:

۹...... ''صاحب روضۃ الصفا نے یہ بھی لکھا ہے کہ سفر نصیبین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آپ کی والدہ اور حواری بھی تھے اور ان میں سے تین حواریوں کا نام

یعقوب، توماں، شمعون بتایا ہے واضح ہو کہ یہ توماں حواری جس کا ذکر روضۃ الصفا میں لکھا ہے اور جو سفر نصیبین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا وہی تھوما حواری ہے جس کے نسبت انسائکلو پیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے کہ وہ ہندوستان میں آیا جیسا کہ ہم اوپر دکھلا چکے ہیں اب جب توماں یا تھوما حواری اس مہاجرانہ سفر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تھا اور اس کی یعنی تھوما کی نسبت یہ امر مسلم ہے کہ وہ ہندوستان میں آیا تو ایسی حالت میں عقلاً یہ امر واجب التسلیم قرار پاتا ہے کہ ملک کشمیر میں پہنچ کر خانیار میں وفات پانے والے یوز آسف فی الحقیقت یسوع آسف ہے نہ کوئی اور''۔ (کشف الاسرار ص ۳۸)۔

مرزا صاحب قادیانی رقمطراز ہیں کہ:

۱۰...... ''کشمیر کی پُرانی تاریخ سے ثابت ہے کہ صاحب قبر ایک اسرائیلی نبی تھا اور شہزادہ کہلاتا تھا کسی بادشاہ کے ظلم کی وجہ سے کشمیر میں آ گیا تھا۔ اور بہت بڈھا ہو کر فوت ہؤا اور اُس کو عیسیٰ صاحب بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی بھی اور یوز آسف بھی۔ اب بتلاؤ کہ اس قدر تحقیقات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے میں کسر کیا رہ گئی۔'' (تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ ص ۱۰۱)۔

نور: ان دس حوالجات میں مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کی تحریرات سے اس امر پر کافی روشنی پڑ گئی کہ یوز آسف جو یسوع کا مخفف و متغیر ہے دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اس لیے یسوع اور عیسیٰ مسیح درحقیقت ''ابن مریم'' ہی کے دو نام ہیں۔

ایک اور طرز سے ثبوت:

ایک اور طرز سے اس امر کا ثبوت پیش کرتا ہوں کہ یسوع و عیسیٰ مسیح دونوں ایک ہیں کیوں کہ مرزا صاحب اور ان کی امت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور سری نگر محلّہ خانیار میں مدفون ہیں اور دراصل یہ قبر یوز آسف کی ہے جو ''یسوع'' کا مخفف

ہے اور اس کو عیسیٰ علیہ السلام بھی کہتے ہیں چناں چہ ارشاد ہے:

۱......جو سرینگر میں محلّہ خان یار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے وہ درحقیقت بلا شک وشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔'' (راز حقیقت خزائن ج ۱۴ص ۱۷۲۔ کشتی نوح خزائن ج۱۹۔ص ۱۶۔۵۸۔۵۷۔ دافع البلاء خزائن ج ۱۸ص ۲۳۵)

۲......''یہ مقام جہاں یسوع مسیح کی قبر ہے خطۂ کشمیر ہے یعنی سری نگر محلّہ خانیار ہے اس بارے میں پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جو اس قبر کا حال بیان کرتی ہیں۔ پرانے کتبہ کے دیکھنے والے بھی شہادت دیتے ہیں کہ یہ یسوع مسیح کی قبر ہے۔'' (ریویو نمبر ۱۰ ج ۱ص ۴۱۹)۔

۳......''ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور شاہزادہ نبی کہلاتا تھا۔ اُسی کی قبر محلّہ خانیار میں ہے جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ خزائن ج ۲۱ص ۴۰۳)۔

۴......''اور اس کتاب (اکمال الدین) میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوز آسف نے جو شاہزادہ نبی تھا اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا تھا سو اس کتاب کے خاص سری نگر میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے ایسے پرانے نوشتے اور تاریخی کتابیں پائی گئی ہیں جن میں لکھا ہے کہ یہ نبی جس کا نام یوز آسف ہے اور اسے عیسیٰ نبی بھی کہتے ہیں اور شاہزادہ نبی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں یہ بنی اسرائیلی نبیوں میں سے ایک نبی ہے جو اس پرانے زمانے میں کشمیر میں آیا تھا''۔ (ریویو بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۳۹)۔

۵......''اصل بات یہ ہے کہ کشمیر میں ایک مشہور ومعروف قبر ہے جس کو یوز آسف نبی کی قبر کہتے ہیں۔ اس نام پر ایک سرسری نظر کر کے ہر ایک شخص کا ذہن ضرور اس طرف منتقل ہوگا کہ یہ قبر کسی اسرائیلی نبی کی ہے۔ کیونکہ یہ لفظ عبرانی زبان سے مشابہ ہے مگر ایک عمیق نظر کے بعد نہایت تسلی بخش طریق کے ساتھ کھل جائیگا کہ دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے یعنی یسوع غمگین ہے۔ اسف اندوہ اور غم کو کہتے ہیں چونکہ مسیح نہایت غمگین ہوکر اپنے وطن سے

نکلے تھے اس لئے اپنے نام کے ساتھ آسف ملا لیا۔ مگر بعض کا بیان ہے کہ دراصل یہ لفظ یسوع صاحب ہے پھر اجنبی زبان میں بکثرت مستعمل ہوکر یوز آسف بن گیا۔ لیکن میرے نزدیک یسوع آسف اسم بامسمّی ہے۔'' (ست بچن حاشیہ خزائن ج ۱۰ص ۳۰۶)۔

۶......اور جیسا کہ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے وہ (مسیح) کشمیر میں آ کر فوت ہوئے اور اب تک نبی شہزادہ کے نام پر کشمیر میں اُن کی قبر موجود ہے۔ اور لوگ بہت تعظیم سے اُس کی زیارت کرتے ہیں اور عام خیال ہے کہ وہ ایک شہزادہ نبی تھا جو اسلامی ملکوں کی طرف سے اسلام سے پہلے کشمیر میں آیا تھا اور اس شہزادہ کا نام غلطی سے بجائے یسوعؑ کے کشمیر میں یوز آسف کر کے مشہور ہوئے جس کے معنی ہیں یسوع غمناک''۔ (مقدمہ کتاب البریہ خزائن ج ۱۳ص ۲۰)۔

۷......''**وتو اتر علیٰ لسان اهلها انه قبر نبی کان ابن ملکٍ وکان من بنی اسرائیل. وکان اسمه یوز اٰسف ...... واشتهر بین عامتهم ان اسمه الاصلی عیسیٰ صاحب وکان من الانبیاء. وهاجر الیٰ کشمیر ...... ثم معذ الک کان یوز اٰسف سمی کتابه الانجیل. وماکان صاحب الانجیل الا عیسیٰ**''۔ (الہدیٰ خزائن ج ۱۸ص ۳۶۱)۔[1]

۸......اور یہ کہ مسیح مختلف ملکوں کا سیر کرتا ہوا آخر کشمیر میں چلا گیا اور تمام عمر وہاں سیر کر کے آخری سری نگر محلّہ خانیار میں بعد وفات مدفون ہوا اس کا ثبوت اس طرح پر ملتا ہے کہ عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یوز آسف نام ایک نبی جس کا زمانہ وہی

[1] ترجمہ اردو: مقامی باشندوں کی زبان سے متواتر طور پر یہ بات معلوم ہے کہ وہ ایک نبی کی قبر ہے جو بادشاہ تھا اور بنی اسرائیل میں سے تھا اور اس کا نام یوز آسف تھا...... اور عام لوگوں کے درمیان مشہور ہوگیا کہ اس کا اصلی نام عیسیٰ صاحب تھا اور انبیاء میں سے تھا اور اس نے کشمیر کی جانب ہجرت کی...... پھر اس کے باوجود یوز آسف اپنی کتاب کا نام انجیل رکھتا تھا اور صاحب انجیل سوائے عیسیٰ کے اور کوئی نہیں ہے۔

زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا دور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا اور وہ نہ صرف نبی بلکہ شاہزادہ بھی کہلاتا ہے اور جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا اس ملک کا وہ باشندہ تھا اور اس کی تعلیم بہت سی باتوں میں مسیح کی تعلیم سے ملتی تھی۔'' (ریویو ماہ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۴۸)

مرزا صاحب نے اپنی کتاب راز حقیقت خزائن ج ۱۴ کے ص ۱۷۱ پر یوزآسف کی قبر کا نقشہ بنایا ہے اور اس کی پیشانی پر جلی حرفوں سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ:

۹...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو یسوع اور جیزس یا یوزآسف کے نام سے بھی مشہور ہیں۔''

۱۰...... معلوم ہوا کہ حضرت یوزآسف علیہ السلام انجیل کی طرف لوگوں کو بلاتے اور جو کتاب ان پر اتاری گئی تھی اس کا نام بشریٰ تھا جو انجیل کا عبرانی نام ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت یوزآسف حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا ہی دوسرا نام ہے اور دونوں ایک ہی شخص کے ہیں جس پر بشریٰ انجیل اتاری گئی تھی۔ (ریویو ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۴۷۱-۴۷۲)۔

نور: مذکورہ بالا ان دس حوالجات سے بھی یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ حسب عقیدہ مرزا قادیانی سری نگر محلّہ خانیار میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے جو یوزآسف یا یسوع کے نام سے مشہور ہیں اور درحقیقت یہ دونوں نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے ہیں۔ اب یہ حقیقت عالم آشکارا ہو گئی کہ مرزا جی نے یسوع کے پردہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے انتہا توہین و تذلیل کی ہے اس لیے کہ حسب تحریرات مرزا یسوع کے پردہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب اور ان کی امت کا یہ عذر لنگ کہ بے ادبی و گستاخی کے کلمات یسوع کے متعلق ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نہیں سراسر لغو و باطل ہے۔

ایک اور طرح سے ثبوت:

ایک اور طرح سے مرزا صاحب کی تحریرات سے اس کو ثابت کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ مسیح،

یسوع دونوں ایک ہیں کیوں کہ یہ امر ظاہر ہے کہ عیسائی اسی ''ابن مریم'' کو بخیال فاسد خدا و منجی کہتے ہیں جو بن باپ کے پیدا ہوئے اور حسب عقیدہ اہل اسلام، اللہ کے نیک بندہ و مقدس رسول و صاحب کتاب تھے۔ چنانچہ اسی ''ابن مریم'' کو مرزا جی نے کہیں عیسیٰ بن مریم و حضرت عیسیٰ علیہ السلام لکھ کر عیسائیوں کا خدا و نجات دہندہ بتایا ہے اور کہیں یسوع ابن مریم، یسوع مسیح لکھا ہے جس سے یسوع و عیسیٰ کا ایک ہونا بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔ مرزا جی نے ذیل کی ان عبارتوں میں تحریر فرمایا ہے کہ عیسائی جن کو خدا کہتے ہیں ان کا نام ''عیسیٰ علیہ السلام'' ہے۔

۱...... ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے مقدس، بڑے راستباز، بڑے برگزیدہ تھے۔ مگر اُن کو خدا کہنا (جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں) اس سچّے خدا کی توہین ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ سچ یہی ہے کہ وہ انسان تھے خدا نہیں تھے۔'' (ایام الصلح خزائن ج ۱۴ ص ۳۶۹)

۲...... ''انجیل پر ابھی تیس برس بھی نہیں گزرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی یعنی حضرت عیسیٰ خدا بنائے گئے۔'' (چشمۂ معرفت خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۶)۔

۳...... ''نادان عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا ٹھہرا رکھا ہے۔'' (حاشیہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)۔

۴...... ''عیسائی صاحبان اس بات کے اقراری ہیں کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کامل خدا ہیں۔'' (نسیم دعوت خزائن ج ۱۹ ص ۳۷۶)۔

۵...... ''اور نہ ایسے عیسائی بن جائیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی تعلیم چھوڑ کر اس کو خدا بنا دیا تھا۔'' (حقیقۃ الوحی حاشیہ خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۳)۔

اس کے علاوہ گذشتہ حوالجات کے ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۲۰، میں بھی مرزا جی نے تحریر کیا ہے کہ عیسائیوں نے جن کو خدا بنایا ہے ان کا نام پاک عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہے، اب

ذیل کی عبارت میں ان کو عیسیٰ مسیح ، یسوع بن مریم ، کہتے ہیں جو ظاہر کررہا ہے کہ عیسیٰ و یسوع دونوں ''ابن مریم'' ہی کے نام ہیں لکھتے ہیں کہ:

الف...... ''اُس (اللہ تعالیٰ) نے مجھے بتلایا کہ سچ یہی ہے کہ یسُوع ابن مریم نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا ہے...... جیسا کہ حضرت عیسیٰ مسیح کی تعریف میں (عیسائی) لوگ حد سے بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ اُنکو خدا بنادیا۔'' (دعوت ملحقہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۶۱۸)۔

ب...... ''سو مسیح عیسیٰ بن مریم کی نسبت رجعت کا جو عقیدہ ہے اُس عقیدہ کے موافق عیسیٰ مسیح کی آمد ثانی کا یہی زمانہ ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ ص ۳۱۹)۔

ج...... ''حضرت مسیح جو خدا بنائے گئے اُن کی اکثر پیش گوئیاں غلطی سے پُر ہیں''۔ (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۳)۔

ایک اور ثبوت کہ یسوع، مسیح، عیسیٰ تینوں ایک ہی ہیں۔ عیسیٰ مسیح ، یسوع کے ایک ہونے کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح بھی ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں: ''اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح یعنی نبی سیاح ہونا بھی اُنکی موت پر دلالت کرتا ہے۔'' (ایام الصلح خزائن ج ۱۴ ص ۲۷۳)۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے عیسائیوں کے دوسرے عقیدہ کفارہ ونجات کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے اسی مسیح ابن مریم کے نام سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ:

الف...... ''پادری صاحبان جو دنیا اور آخرت میں مسیح ابن مریم کو ہی منجی قرار دے چکے ہیں۔'' (کشتی نوح خزائن ج ۱۹ ص ۹)۔

ب...... ''عیسائیوں کی طرح آخری دوڑ صرف مسیح کے کفارہ تک ہے وبس''۔ (چشمۂ معرفت خزائن ج ۲۳ ص ۳۱۳)۔

نور: مرزا صاحب کی ان تحریرات سے یہ بات بالکل ظاہر ہوگئی کہ عیسائی جن کو منجی وکفارہ قرار دے چکے ہیں ان کو عیسیٰ و مسیح کہتے ہیں۔ اب مرزا جی کی ایک دوسری تحریر ملاحظہ

فرمائیے جس میں آپ نے حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم (جن کو عیسائی نجات دہندہ وکفارہ بنا چکے ہیں) کا تیسرا نام یسوع رکھ کر عیسائیوں کے کفارہ ونجات کی تردید کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''اِس میں کیا شک ہے کہ یسوع کا منجی ہونا عیسائیوں کا صرف ایک دعویٰ ہے جیسا کہ وہ دلائل عقلیہ کے رُو سے ثابت نہیں کرسکے۔'' اس پر آپ حاشیہ چڑھاتے ہیں: ''اگر عیسائیوں کا یہ خیال ہو کہ یسوع نے روحانی طور پر لوگوں کو گناہوں سے نفرت دلائی تو اس بات میں یسوع کی کچھ خصوصیت نہیں تمام نبی اسی غرض سے آیا کرتے ہیں کہ حتی الوسع لوگوں کی اخلاقی اور عملی اور اعتقادی حالت کی اصلاح کریں اور انکے کوششوں کے اثر بھی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ دعویٰ ہے کہ گناہوں کی سزا صرف یسوع کے ذریعہ سے ٹلی تو اس پر کوئی دلیل نہیں۔'' (حاشیہ ایام الصلح خزائن ج ۱۴ ص ۲۹۲)۔

نور: جب کہ ''مرزا آنجہانی'' کی تحریری شہادت سے یہ امر یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' کا دوسرا نام ''یسوع'' بھی ہے تو پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ ''مسیح کی شان میں کوئی کلمہ گستاخی کا نہیں کہا گیا'' سراسر کذب بیانی اور نفاق پرور ایمان کا بدترین مظاہرہ کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ علاوہ ازیں جب قادیان کے یہ ''نئے نبی جی'' یسوع کو ایک مقدس نبی مانتے ہیں جیسا کہ حوالہ بالا کی خط کشیدہ عبارت سے ظاہر ہے تو اس صورت میں باوجود ''یسوع اور عیسیٰ'' کی تفریق کے یسوع کی توہین کرنا اضاعت ایمان کا سبب اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔ لہذا بہرصورت مرزا جی اور ان کی امت کا ایمان سلامت نہیں رہ سکتا۔ ع

بہر رنگ کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدرت رامی شناسم

ایک اور ثبوت:

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) پیدائش میں بھی اکیلے

نہیں تھے بلکہ ان کے ایک ہی ماں سے کئی ایک حقیقی بھائی وبہنیں تھیں۔

(الف)...... ’’پھر نہ معلوم نادان لوگوں کو حضرت عیسیٰ سے کیسی مشرکانہ محبت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم تو قبول کر لیتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ کا مجروح اور زخمی ہونا ان کی شان سے بلند تر سمجھتے ہیں اور شور ڈالتے ہیں کہ انکی نسبت ایسا کیوں کہتے ہو اور ان کو تمام دنیا سے الگ ایک خصوصیت دینا چاہتے ہیں۔ وہی آسمان پر چڑھ کر پھر زمین پر اُترنے والے۔ وہی اس قدر لمبی عمر پانے والے۔ مگر خدا نے ان کو (حضرت عیسیٰ کو) پیدائش میں اکیلا نہیں رکھا بلکہ کئی حقیقی بھائی اور کئی حقیقی بہنیں ان کی ایک ہی ماں سے تھیں۔‘‘ (حاشیہ براہین احمدیہ خزائن ج۲۱ص۳۶۲)۔

نور: مرزا جی نے عبارت بالا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام (جو بعقیدہ اہل اسلام مقدس رسول اور اپنی ماں کے اکلوتے بیٹے اور زندہ آسمان پر موجود ہیں) پر یہ افتراء کیا کہ آپ کے کئی حقیقی بھائی وبہنیں تھیں مگر ذیل کے حوالہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے بجائے یسوع کا نام لکھ کر بتایا کہ عیسیٰ اور یسوع دونوں ایک ہیں، فہو المراد۔ فرماتے ہیں کہ:

(ب)...... ’’یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھیں۔‘‘ (حاشیہ کشتی نوح خزائن ج۱۹ص۱۸)۔

ایک اور ثبوت:

مرزا صاحب نے بعض جگہ ’’ابن مریم‘‘ کا عیسیٰ مسیح، نام رکھ کر فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا نہ خدائی کی دلیل ہو سکتی ہے اور نہ اس میں کچھ ان کی خصوصیت ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

الف...... ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی خصوصیت کے بارے میں صرف ایک بات پیش کی تھی کہ وہ بغیر باپ پیدا ہوا ہے تو

خدا تعالیٰ نے فی الفور اُس کا جواب دیا۔ اور فرمایا۔ **اِنّ مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم** ...... یعنی خدا تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم، کی مثال ہے۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ خزائن ج۲۱ص۲۹۷)۔

ب...... ’’عیسائیوں کو یہ دعویٰ تھا کہ بے باپ ہونا حضرت مسیح کا خاصہ ہے اور یہ خدائی کی دلیل ہے۔‘‘ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ خزائن ج۱۷ص۲۰۸)۔

نور: مندرجہ بالا حوالجات میں ’’ابن مریم‘‘ کا نام حضرت عیسیٰ و مسیح صاف طور پر لکھا ہے ذیل کی عبارت میں عیسیٰ کی بجائے ’’یسوع‘‘ لکھتے ہیں جو عیسیٰ اور ’’یسوع‘‘ کی وحدت شخصی پر دلالت کر رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ: ’’اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے ’’یسوع‘‘ کی پیدائش کی مثال بیان کرنے کے وقت آدم کو ہی پیش کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے **اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ** ...... یعنی عیسیٰ کی مثال خدا تعالیٰ کے نزدیک آدم کی ہے۔‘‘ (چشمۂ معرفت خزائن ج۲۳ص۲۲۷)۔

ناظرین کرام! جب مرزا صاحب اور ان کی امت کے سربرآوردہ لوگوں کی متعدد شہادتوں اور اس کی مختلف نوعیّتوں سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے اکلوتے صاحبزادے ہی کو عیسیٰ مسیح، یسوع، کہتے ہیں تو پھر یہ عذر لنگ پیش کرنا کہ یسوع کی توہین کی گئی ہے اور عیسیٰ کی نہیں یا یہ دونوں الگ الگ دو مختلف شخص ہیں سراسر بے ایمانی و بددیانتی نہیں ہے تو کیا ہے؟ اور جبکہ حسب اقرار مرزا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مغلظات استعمال کی گئیں اور نہایت گھنونے و گندے الزامات ان پر لگائے گئے تو اب کسی طرح سے بھی مرزائیوں کے ’’رسول‘‘ کا ایمان سلامت نہیں رہا، کیوں کہ قادیانی رسول کہتے ہیں: ’’اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے...... کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی۔‘‘ (ضمیمہ چشمۂ معرفت خزائن ج۲۳ص۳۹۰)۔

یسوع کا ذکر قرآن میں بقلم مرزا

مرزائی اوران کے ’’پیغمبر‘‘ یہ عذر لنگ بھی اپنی پردہ پوشی وعصمت کے لیے پیش کرتے ہیں کہ یہ بدگوئیاں وفحش کلامیاں اس ’’یسوع‘‘ کے حق میں کی گئیں جس کا ذکر قرآن میں نہیں۔ اگرچہ مرزا صاحب کی تحریرات وتصریحات سے اس امر کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ یسوع اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہیں، اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ یسوع کا ذکر قرآن مجید میں ثابت کیا جائے۔ اس لیے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر مبارک قرآن مجید میں متعدد جگہ ہے تو پھر کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ یسوع کا ذکر قرآن شریف میں نہیں تاہم ’’دروغ گورا تا بخانہ رسانید‘‘ کے سلسلہ میں خود قادیانی نبی کی تحریر سے اس امر کا ثبوت پیش کیا جارہا ہے کہ یسوع کا ذکر قرآن میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں کہ:

ا...... ’’اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ’’یسوع‘‘ کی پیدائش کی مثال بیان کرنے کے وقت آدم کو ہی پیش کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسیٰ عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ...... یعنی عیسیٰ کی مثال خدا تعالیٰ کے نزدیک آدم کی ہے۔‘‘ (چشمۂ معرفت خزائن ج ۲۳ ص ۲۲۷)۔ مرزا صاحب اس ذیل میں کہ ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے‘‘ لکھتے ہیں کہ:

۲...... ’’یہود کو بھی پختہ ظن سے اس بات کا دھڑکا تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ بھی قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وما قتلوہ یقیناً یعنی یہود قتل مسیح کے بارے میں ظنّ میں رہے۔‘‘ (ایام الصلح خزائن ج ۱۴ ص ۳۵۲)۔

۳...... ’’ یہ قرآن شریف کا مسیح اوراس کی والدہ پر احسان ہے کہ کروڑہا انسانوں کی یسوع کی ولادت کے بارے میں زبان بند کردی اوران کو تعلیم دی کہ تم بھی کہو کہ وہ بے باپ پیدا ہوا۔‘‘ (ریویو اپریل ۱۹۰۲ء ص ۱۵۹)۔ مرزا صاحب کا یہ خیال بلکہ عقیدہ ہے کہ جو

قبر سری نگر محلّہ خانیار میں یوز آسف یا ’’یسوع‘‘ کے نام سے مشہور ہے وہ بلاشک وشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے، جیسا کہ تحریرات مرزا سے اس کا ثبوت گذر چکا ہے اوراسی یسوع یا یوز آسف والی قبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ثابت کرتے ہوئے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ:

۴...... ’’خدا کا کلام قرآن شریف گواہی دیتا ہے کہ وہ (یعنی حضرت عیسیٰ) مرگیا اور اس کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واٰوینا ھما الیٰ ربوۃ ذاتِ قرار ومعین یعنی ہم نے عیسیٰ اوراس کی ماں کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچا کر ایک ایسے پہاڑ میں پہنچا دیا جو آرام اور خوشحالی کی جگہ تھی اور مصفّا پانی کے چشمے اس میں جاری تھے سو وہی کشمیر ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۴)۔

ان تمام حوالجات سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ یسوع کا ذکر قرآن میں ہے، لہٰذا مرزا صاحب اوران کی امت کا یہ کہنا کہ ’’یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں‘‘ سراسر لغو وباطل، خلاف دیانت وامانت ہوا۔ اگر بالفرض اس امر کو تسلیم کرلیا جائے کہ یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں تو اس سے کیا مرزا صاحب کو شرعی واخلاقی حق حاصل ہوگیا کہ وہ یسوع پر گوناگوں عیوب والزامات لگائیں؟ اور طرح طرح کی مغلظات ان کی شان میں استعمال کریں۔ ہرگز نہیں، کیوں کہ کسی کو راست باز وصادق نبی ماننے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کا ذکر قرآن میں ہو جیسا کہ مرزاجی ’’کرشن‘‘ کو نبی مان کر ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔[1]

حالانکہ قرآن مجید میں نہ کرشن کا ذکر ہے اور نہ ان کی نبوت کا۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں، مگر قرآن مجید میں صرف چند انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے تو اس سے کیا جائز ہے کہ باقی انبیاء کی اس وجہ سے توہین وتحقیر کی

[1] مُلک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے جس کو رُدّر گوپال بھی کہتے ہیں۔‘‘ (تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱) مصنفؒ۔

جائے کہ ان کا نام اور ذکر قرآن میں نہیں ہے؟ اور مرزا صاحب کا عیسائیوں کے بیان کردہ احوال وصفات کی وجہ سے ’’حضرت یسوع‘‘ کو برا بھلا سب وشتم کرنا نہ صرف اصول اسلامی واخلاقی کے خلاف ہے؛ بلکہ اپنے قواعد وضوابط کے بھی خلاف ہے فرماتے ہیں: ’’من جملہ ان اصولوں کے جن پر مجھے قائم کیا گیا ہے۔ ایک یہ ہے کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ کہ دُنیا میں جس قدر نبیوں کی معرفت مذہب پھیل گئے ہیں۔ اور استحکام پکڑ گئے ہیں۔ اور ایک حصّہ دُنیا پر محیط ہو گئے ہیں۔ اور ایک عمر پا گئے ہیں۔ اور ایک زمانہ ان پر گذر گیا ہے۔ ان میں سے کوئی مذہب بھی اپنی اصلیّت کے رُو سے جھوٹا نہیں۔ اور نہ اُن نبیوں میں سے کوئی نبی جھوٹا ہے۔‘‘ (تحفہ قیصریہ خزائن ج ۱۲ ص ۲۵۶)۔

اس کے آگے لکھتے ہیں: ’’اس قاعدہ کے لحاظ سے ہمیں چاہئے کہ ہم ان تمام لوگوں کو عزّت کی نگاہ سے دیکھیں اور ان کو سچّا سمجھیں جنھوں نے کسی زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر وہ دعویٰ ان کا جڑ پکڑ گیا۔ اور اُن کا مذہب دُنیا میں پھیل گیا۔ اور استحکام پکڑ گیا۔ اور ایک عمر پا گیا۔‘‘ (تحفہ قیصریہ خزائن ج ۱۲ ص ۲۵۸)۔

پھر اگلے صفحہ میں لکھتے ہیں: ’’پس یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے۔ کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دُنیا میں آئے خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑ ہا دِلوں میں ان کی عزّت اور عظمت بیٹھا دی۔ اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کر دی۔ اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہیں، عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔‘‘ (تحفہ قیصریہ خزائن ج ۱۲ ص ۲۵۹)۔

مرزا صاحب کے اس اصول کے رو سے عیسائیوں کے ’’یسوع‘‘ بھی سچے اور راستباز وصادق ٹھہرتے ہیں کیونکہ صدہا سال سے آپ کے پیروکار چلے آتے ہیں اور ایک حصہ دنیا پر آپ کا مذہب محیط ہے اور کروڑ ہا دلوں میں آپ کی عظمت ومحبت ثبت ہے اور عیسائی مذہب کے ایک ’’مقدس پیشوا‘‘ ہیں، اس لیے اگر چہ یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں مگر اس لحاظ سے کہ وہ عیسائیوں کے ایک ’’مقدس پیشوا‘‘ ہیں ہر طرح کی تکریم وتعظیم کے لائق تھے۔ جیسا کہ مرزا آنجہانی کہتے تو ہیں کہ ہم ہر مذہب کے پیشوا کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں، لیکن آپ کی عزت کی نگاہوں کا حشر یہ ہے کہ چراغ داشتہ جرأت کے ساتھ عیسائیوں کے ’’برگزیدہ پیشوا یسوع‘‘ کی علی الاعلان توہین کرتے ہیں اور ایسے گندے وسڑے الفاظ ان کے حق میں استعمال کرتے ہیں کہ ایک غیرت مند انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

بایں ہمہ مرزائیت کے نمک خوار اپنے ’’نئے رسول‘‘ کی ’’بدگوئیوں وگالیوں‘‘ کو پوشیدہ کرنے میں اس ڈھٹائی وبے باکی سے مصروف ہیں کہ کیا مجال ہے کہ ان کی ’’جبین حمیت‘‘ پر عرق انفعال کا کوئی قطرہ نمودار ہو جائے، حالانکہ توہین انبیاء کا ان کے چہرہ پر ایک ایسا بدنما داغ ہے کہ وہ اس دنیا میں منہ دکھانے کے لائق نہ تھے، مگر...... ہر چہ خواہی کن کے ماتحت توجہات باطلہ میں اس طرح سے الجھے ہوئے ہیں جس سے گلوخلاصی قیام قیامت تک ممکن نہیں۔

عیسائیوں کے بیان کردہ صفات کے لحاظ سے بھی یسوع فرضی نہیں حقیقی ہے

مرزا صاحب کے عذر لنگ کا تیسرا حصہ یہ تھا کہ عیسائیوں اور پادریوں نے جو صفات یسوع کے بیان کئے ہیں اس کے رو سے کوئی یسوع حقیقی نہیں بلکہ فرضی ہے اس لیے جو کچھ بدزبانیاں وسخت کلمے استعمال کئے گئے ہیں، ایک فرضی شخص کے حق میں ہیں جو

کسی طرح قابل اعتراض نہیں، لیکن خود مرزا صاحب ہی اپنے ہاتھوں سے اس عذر کو بھی دفن کرتے ہیں۔

ا......’’اس (اللہ تعالیٰ) نے مجھے (مرزا) اِس بات پر بھی اطلاع دی ہے کہ در حقیقت یسوع مسیح خدا کے نہائت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے۔ اور ان میں سے جو خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ اور ان میں سے ہے جن کو خدا اپنے ہاتھ سے صاف کرتا۔ اور اپنے نور کے سایہ کے نیچے رکھتا ہے، لیکن جیسا کہ گمان کیا گیا ہے خدا نہیں ہے۔ ہاں خدا سے واصل ہے اور ان کاملوں میں سے ہے جو تھوڑے ہیں۔‘‘ (تحفہ قیصریہ خزائن ج۱۲ ص۲۷۲)۔

۲......’’جس قدر عیسائیوں کو حضرت یسوع مسیح سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے۔ وُہی دعویٰ مسلمانوں کو بھی ہے۔ گویا آنجناب کا وجود عیسائیوں اور مسلمانوں میں ایک مشترک جائداد کیطرح ہے۔ اور مجھے سب سے زیادہ حق ہے۔ کیونکہ میری طبیعت یسوع میں مستغرق ہے۔ اور یسوع کی مجھ میں۔‘‘ (تحفہ قیصریہ خزائن ج۱۲ ص۲۷۵)۔

نور: مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا عبارت خود ان کے اس ’’عذر لنگ کو کہ یہ بد گوئیاں ایک فرضی یسوع کے حق میں ہیں‘‘ خاک میں ملا رہی ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ عیسائی جس ’’یسوع‘‘ کو خدا بنا کر اس سے محبت کرنے کا دعوی کرتے ہیں وہی ’’یسوع‘‘ مسلمانوں کے نزدیک ایک برگزیدہ و مقبول بندہ ہے اور وہ بھی اسی سے محبت کرتے ہیں۔ گویا بلحاظ محبت وعزت ’’یسوع مسیح‘‘ مسلمانوں اور عیسائیوں میں ایک مشترک جائیداد ہیں کہ ہر دو مذہب کے پیروکار ’’یسوع مسیح‘‘ کی تکریم و تعظیم میں مساویانہ طور پر حصہ وار، و شریک کار ہیں۔ مگر چونکہ مرزا صاحب بقول خود ’’یسوع‘‘ سے بہت زیادہ مانوس تھے اور ان میں باہمی خوب محبت و الفت تھی اس لئے خصوصیت سے آپ ان کی عزت و محبت تعظیم و تکریم میں زیادہ حق رکھتے تھے جس کا ’’نتیجہ‘‘ ان گندی گالیوں کی شکل میں نمودار ہو چکا ہے جس کو ہر غیرت مند انسان دیکھ کر لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے۔

خفائیں ہم پے کیں اتنی مہربانی کی حالت میں
خدا جانے اگر تم خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

جب کہ مرزا قادیانی عیسائیوں کے ’’یسوع‘‘ کو بھی لائق تکریم و تعظیم مانتے ہیں جس کی جانب بہت سے باطل امور منسوب کئے گئے ہیں تو پھر آپ کا عیسائیوں کے اسی ’’یسوع‘‘ کو فرضی شخص سمجھ کر اس کی توہین و تنقیص کرنا مضحکہ خیز اختلاف بیانی ورسوائے عالم بے ایمانی کی ایک ایسی بدترین مثال ہے جو سلسلہ دنیا کے کسی حصہ میں (سوائے قادیان کے) نہیں پائی جاتی۔

غرض یہ کہ مرزا صاحب کا یہ عذر بارد بھی کسی طرح سے قابل پذیرائی ولائق التفات نہیں رہا۔ علاوہ ازیں چونکہ مرزا صاحب عیسائیوں کے یسوع سے عشق و محبت کا دم بھرتے تھے اس لیے وہ از راہ محبت عیسائیوں کی ان تمام ناجائز باتوں کو جوان کی طرف منسوب تھیں کسی طرح گوارہ نہ کر سکے اور ان تمام انتسابات سے اپنے محبوب یسوع کو پاک و بری قرار دے کر کہا کہ وہ ایک مقدس و معزز خدا کے مقبول بندے ہیں جن کی عزت و ناموس پر حملہ نہیں کرنا چاہئے اس لیے باوجود عیسائیوں کے بیان کردہ صفات کے ’’یسوع‘‘ لائق تعظیم و تکریم ہے۔ سنئے فرماتے ہیں کہ: ’’اگر ہمیں کسی مذہب کی تعلیم پر اعتراض ہو۔ تو ہمیں نہیں چاہئے کہ اس مذہب کے نبی کی عزّت پر حملہ کریں۔ اور نہ یہ کہ اس کو بُرے الفاظ سے یاد کریں۔ بلکہ چاہئے کہ صرف اس قوم کے موجودہ دستور العمل پر اعتراض کریں اور یقین رکھیں کہ وُہ نبی جو خدا تعالےٰ کی طرف سے کروڑہا انسانوں میں عزّت پا گیا۔ اور صدہا برسوں سے اس کی قبولیت چلی آتی ہے، یہی پختہ دلیل اس کے منجانب اللہ ہونے کی ہے۔ اگر وہ خدا کا مقبول نہ ہوتا تو اس قدر عزّت نہ پاتا۔‘‘ (تحفہ قیصریہ خزائن ج۱۲ ص۲۶۰)۔

(۲) ’’اگر ہم اُن کے مذہب کی کتابوں میں غلطیاں پائیں یا اس کے پابندوں کے بدچلنیوں میں گرفتار مشاہدہ کریں۔ تو ہمیں نہیں چاہئے کہ وہ سب داغِ ملالت اُن مذاہب

کے بانیوں پر لگادیں، کیونکہ کتابوں کا محرّف ہوجانا ممکن ہے۔اجتہادی غلطیوں کا تفسیروں میں داخل ہوجانا ممکن ہے۔'' (تحفہ قیصریہ خزائن ج۱۲ص ۲۵۸)۔

مرزا صاحب کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے اس اصول کی پابندی کرتے اور یسوع کو عیسائیوں کے ان تمام بیان کردہ صفات سے حسب تحریر خود پاک سمجھ کر ان کی عزت کرتے۔مگر اللہ رے دلیری وشوخ چشمی کہ مرزا صاحب کی ''زبان مبارک'' بڑی تیزی سے دیدہ ودانستہ یسوع کی بدگوئیوں میں مصروف ہے اور اپنے لیے ثواب آخرت کا ذخیرہ کر رہی ہے اور شرم وندامت کی جھلک تک نہیں پائی جاتی۔مرزاجی! ''ایک پیغمبر کہلا کر یہ افتراء اور یہ تحریف اور یہ خیانت اور یہ جھوٹ اور یہ دلیری اور یہ شوخی۔ان باتوں کا تصوّر کر کے بدن کانپتا ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ خزائن ج۲۱ص ۲۷۸)۔

اور جب کہ مرزاجی کا یہ بیان ہے کہ میں کئی مرتبہ یسوع مسیح سے ملاقات کر چکا ہوں اور عیسائیوں کے عقائد وغیرہ کی لغویت خود یسوع کی زبانی سن چکا ہوں تو اس کے بعد ''یسوع'' اور بھی قابلِ عزت ولائق احترام ہوجاتے ہیں؛ لیکن بایں ہمہ خود ان کی زبان فحش گوئیوں میں مصروف رہی تاکہ دنیا کو معلوم ہوجائے کہ ''ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔'' (خاتمہ چشمۂ معرفت خزائن ج۲۳ص ۳۸۶)

فرماتے ہیں کہ:

۱...... ''خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں۔ایک یہ بھی ہے جو مَیں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے۔یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے۔ اور اس سے باتیں کر کے اس کے اصل دعویٰ اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے۔یہ ایک بڑی بات ہے۔جو توجہُ کے لائق ہے۔کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفّارہ اور تثلیث اور ابنیّت ہے۔ایسے متنفّر پائے جاتے ہیں کہ گویا ایک بھاری افترا جو ان پر کیا گیا ہے۔وہ یہی ہے۔'' (تحفہ قیصریہ خ ج۱۲ص ۲۷۳)۔

۲...... ''مَیں جانتا ہوں کہ جو کچھ آجکل عیسائیت کے بارے میں سکھایا جاتا ہے۔یہ حضرت یسوع مسیح کی حقیقی تعلیم نہیں ہے۔مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت مسیح دُنیا میں پھر آتے۔تو وُہ اس تعلیم کو شناخت بھی نہ کر سکتے۔'' (تحفہ قیصریہ خزائن ج۱۲ص ۲۷۴)۔

جب مرزا صاحب کو اپنی کشفی بیداری میں یسوع کی زبان سے سن کر یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یسوع عیسائیوں کے بیان کردہ احوال وصفات سے بالکل پاک وبری ہے تو وہ ہر طرح کے اکرام واعزاز کے لائق تھے اور مرزا صاحب کا یہ اخلاقی وشرعی فرض تھا کہ ان کی تکریم وتعظیم کرتے اور مدح وثنا میں رطب اللسان رہتے مگر اس کے باوجود انہوں نے دیدہ ودانستہ عیسائیوں کے یسوع کو گالیاں دے کر توہین وتحقیر کی ہے، تو کیا یہ انتہائی فتنہ انگیزی وبے ایمانی اور امن وصلح کے ساتھ دشمنی کرنا نہیں ہے؟ جیساکہ خود تحریر کرتے ہیں کہ ''پس ایسے عقیدہ والے لوگ جو قوموں کے نبیوں کو کاذب قرار دے کر بُرا کہتے رہتے ہیں۔ہمیشہ صلح کاری اور امن کے دشمن ہوتے ہیں، کیونکہ قوموں کے بزرگوں کو گالیاں نکالنا اِس سے بڑھ کر فتنہ انگیز اور کوئی اور بات نہیں۔'' (تحفہ قیصریہ خزائن ج۱۲ص ۲۶۰)۔

الحمدللہ کہ مرزائیت اور اس کے ''بانی'' وہ تمام اعذار جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت کے سلسلہ میں یسوع وعیسیٰ کی تفریق کے ساتھ پیش کر کے اپنی گندہ دہنیوں کو پوشیدہ کرنا چاہتے تھے وہ خود حریف ہی کے ہتھیاروں سے پاش پاش کر دئے گئے جس سے اصل حقیقت ''اہانت عیسیٰ'' کی معہ اپنے خدوخال کے منصۂ شہود پر آگئی۔

مرزائیوں کا ایک اور عذر قبیح کہ گالیاں جوابی طور پر ہیں۔البتہ اس سلسلہ میں یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ پادریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نہایت ناپاک الفاظ استعمال کئے تھے اور شب وروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص میں مصروف رہتے تھے اور مرزا صاحب نے عشق محمدی وحبّ نبوی میں اتنا بڑا کمال حاصل کیا تھا کہ بروز محمد بن گئے تھے اس مجبوری سے آپ نے ترکی بہ ترکی عیسائیوں کو جواب دیا جیساکہ خود مرزا

صاحب کہتے ہیں:

۱...... ’’ہمیں پادریوں کے یسُوع اوراس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکرہمیں آمادہ کیا کہ اُن کے یسُوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو...... بہت گالیاں دی ہیں۔پس اسی طرح اس مُردار اور خبیث فرقہ نے جو مُردہ پرست ہے ہمیں اس بات کے لئے مجبور کردیا ہے کہ ہم بھی ان کے یسُوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔‘‘(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم خزائن ج۱۱ص۲۹۲تا۲۹۳)۔

۲......اگر پادری اب بھی اپنی پالیسی بدل دیں اور عہد کرلیں آئندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں نکالیں گےتو ہم بھی عہد کریں گے کہ آئندہ نرم الفاظ کے ساتھ ان سے گفتگو ہوگی ورنہ جو کچھ کہیں گے اس کا جواب سنیں گے۔‘‘(حاشیہ انجام آتھم خزائن ج۱۱ص۲۹۲)۔

۳...... ’’میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں۔‘‘(اشتہار واجب الاظہار،خزائن ج۱۳ص ۱۱،مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۶۶)۔

۴...... ’’اور مَیں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حدِّ اعتدال سے بڑھ گئی۔اور بالخصوص پرچہ نُور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لُدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلّفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ...... مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دِل میں پیدا ہوا۔کہ مبادا مسلمانوں کے دِلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے۔ان کلمات سے سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔تب مَیں نے اُن جوشوں کے ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہوجائیں اور مُلک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو تب مَیں نے بالمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بد زبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔......کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔‘‘(تریاق القلوب خزائن ج۱۵ص۴۹۰)۔

جوابات:

مرزا صاحب اوران کی امت کا یہ عذر بھی سراسر غلط اور غیر معقول اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے،کیونکہ اسلام نہ صرف تمام انبیاء علیہم السلام کی تعظیم وتکریم کی تعلیم دیتا ہے بلکہ کافروں کے باطل معبودوں اور بتوں کو بُرا بھلا وسب وشتم سے بھی روکتا ہے۔اگر عیسائیوں نے ازراہ جہالت وخباثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بدزبانی وگندہ ذہنی سے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا تو کسی مسلمان کو یہ حق ہرگز نہیں حاصل ہے اور نہ اسلام اس کی تعلیم دیتا ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بدزبانی کر کے اپنے متاع ایمان کو برباد کردے،چنانچہ مرزا صاحب بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ:’’مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔تو ایک مسلمان اُس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے کیونکہ مسلمانوں کے دِلوں میں دُودھ کے ساتھ ہی یہ اثر پہنچایا گیا ہے کہ وُہ جیسا کہ اپنے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں ایسا ہی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔‘‘(تریاق القلوب خزائن ج۱۵ص۴۹۱) بلکہ مرزا صاحب اس طریق جواب کو جاہلانہ وسفیہانہ حرکت بلکہ ’’کُت پن‘‘ کہتے ہیں۔

۱...... ’’واضح ہو کہ کسی شخص کے ایک کارڈ کے ذریعہ سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف نسبت کرتے ہیں،حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ حسین بوجہ اس کے کہ اُس نے خلیفہ

وقت یعنی یزید سے بیعت نہیں کی باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔ لعنة الله على الكاذبين۔ مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے مُنہ سے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں۔ مگر ساتھ اس کے مجھے یہ بھی دل میں خیال گذرتا ہے کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے وردتبرّے اور لعن وطعن میں مجھے بھی شریک کرلیا ہے اس لئے کچھ تعجب نہیں کسی نادان بے تمیز نے سفیہانہ بات کے جواب میں سفیہانہ بات کہہ دی ہو۔ جیسا کہ بعض جاہل مسلمان کسی عیسائی کی بدزبانی کے مقابل پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کرتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۴۴)۔

۲...... ''ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا (اس کی) چھوٹی لڑکی بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ اس نے جواب دیا بیٹی انسان سے ''کت پن'' نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی ''کت پن'' کی مثال لازم آئے گی۔'' (تقریر مرزا در جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء ملفوظات ج۱ ص۱۰۳)۔

اس کے علاوہ مرزا صاحب کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ:

۳...... ''ہمارا ہرگز یہ طریق نہیں کہ مناظرات ومجادلات میں یا اپنی تالیفات میں کسی نوع کے سخت الفاظ کو اپنے مخاطب کے لئے پسند رکھیں یا کوئی دل دُکھانے والا لفظ اس کے حق میں یا اس کے کسی بزرگ کے حق میں بولیں۔'' (شحنۂ حق خزائن ج۲ ص۳۲۴)۔

۴...... ''عیسائیوں کی کتاب امہات المومنین نے دلوں میں سخت اشتعال پیدا کیا ہے ...... دل دکھانے والی گالیاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں ہمارا حق تھا کہ ہم مدافعت کے طور پر سختی کا سختی سے جواب دیتے لیکن ہم نے محض اس حیا کے تقاضا سے جو مومن کی صفت لازمی ہے ہر ایک تلخ زبانی سے اعراض کیا۔'' (ایام الصلح خزائن ج۱۴ ص۲۲۸)۔

اس دعویٰ کے ساتھ ہی ساتھ ''قادیان کا مصلح اعظم'' اپنی جماعت نصیب کرتا ہے کہ اے مرزائیو! ''تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا

تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو، کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج۳ ص۵۴۷)۔

۵...... ''کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو'' (کشتی نوح خ ج۱۹ ص۱۱) اس دعویٰ و نصیحت کے بعد مرزا جی کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ گالی کے جواب میں گالی دیتے یا سختی کے مقابل میں سختی کرتے۔ مگر بایں ہمہ آپ نے اس خطرناک و جاہلانہ روش کو اختیار کر کے اپنے اصول وقواعد کے بھی خلاف کیا اس لیے یہ عذر لنگ بھی نا قابل پذیرائی ہے بلکہ ایک فریب دہی وحیلہ سازی ہے۔

مرزائی جماعت تنگ آ کر یہ بھی کہتی ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا ہے وہ سب عیسائیوں کو الزام دینے کے لئے کہا ہے۔ جیسا کہ قادیانیت کے شمس مولوی جلال الدین اپنی کتاب مقدمہ بھاولپور ص۱۴۱؍۱ میں لکھتے ہیں کہ: ''پس متکلمین کا یہ طریق ہے کہ وہ مد مقابل کے عقاید کو مدنظر رکھ کر الزامی جواب دیا کرتے ہیں اور یہی طریق حضرت مسیح موعود نے اختیار کیا۔ چنانچہ فرمایا اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں اُسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔''

مگر مرزائیت کا یہ بھی ایک دلفریب حیلہ ہے جو اپنے ''پیغمبر'' کی بدزبانیوں کو پوشیدہ کرنے کے لئے تراشا گیا ہے۔ کیونکہ الزامی جوابات میں مخاطب کے مسلمہ اصول وعقاید کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور اس کو اس طرز بیان، انداز گفتگو، قرائن تکلم سے پیش کیا جاتا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ اس میں متکلم کے عقاید واصول کو کچھ بھی دخل نہیں اور محض مخاطب کو اس کے مسلمات سے الزام دینا مقصود ہے۔ لیکن مرزا صاحب کی وہ تمام توہین آمیز تحریرات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیں نہ تو اس میں عیسائیوں کے مسلمات کا ذکر ہے اور نہ آپ کا انداز بیان ہی کچھ شگفتہ وشستہ ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ متکلم اپنے عقیدہ کو

بغض وعناد کے ماتحت پیش کر رہا ہے۔ ورنہ مرزائیت کا یہ مذہبی فرض ہے کہ اپنے ’’بانی‘‘ کے ان گندے وگھناؤنے الزامات کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تراشے گئے ہیں حقائق ودلائل کی روشنی میں ثابت کرے کہ عیسائیوں کے یہ مسلم عقیدے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح (معاذ اللہ) شرابی، کاذب، ہجڑے اوران کی نانیاں ودادیاں زنا کار تھیں۔ اسی طرح وہ تمام تر الزامات جو گذشتہ صفحات میں ذکر کئے گئے وہ عیسائیت کے عقیدہ میں داخل ہیں؟ پھر مرزا صاحب کی ان بدزبانیوں وفحش گوئیوں کو کیوں کر الزامی جوابات کا رنگ دیا جاسکتا ہے؟

مرزا صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب ’’اعجاز احمدی‘‘ میں (جو مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری ودیگر علماء اسلام کے مقابلہ میں اپنی شکست چھپانے کے لئے لکھی ہے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جیسی کچھ توہین وتذلیل کی گئی ہے اس کے متعلق یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ہفوات الزامی ہیں، کیونکہ اس میں صرف وہ علمائے اسلام مخاطب ہیں جن کے مسلمات و عقائد میں سے وہ امور ہرگز نہیں ہیں بلکہ سیاق وسباق وانداز تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے مذہبی عقیدہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ آپ لکھتے ہیں کہ: ’’عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم خزائن ج۱۱ص۲۹۰)۔

ناظرین! انصاف سے فرمایئے کہ مرزا صاحب جس بات کو حق کہہ رہے ہیں کیا یہ الزام ہے یا اظہار عقیدت؟ اسی طرح ’’ازالہ اوہام‘‘ میں جتنی کچھ وجیسی کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے اس میں بھی اسلامی علماء وصوفیاء وسجادہ نشین ہی مخاطب ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کی یہ ژاژ خائیاں وبدگوئیاں کیسے الزامی جوابات پر محمول ہوسکتی ہیں؟۔ بلکہ حقیقت یہ ہے چونکہ مرزا جی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا ’’رقیب‘‘ خیال کر رکھا تھا ؛اس وجہ سے یہ تمام باتیں بغض وعناد کے ساتھ عقیدے کے رنگ میں ظاہر ہوئیں۔

چنانچہ عیسائی مذہب کے مسلّم مناظر پادری عبدالحق صاحب پروفیسر امریکن کالج سہارنپور نے مرزا صاحب کے تمام بہتانات کی تردید میں ’’رد بہتان قادیانی‘‘ لکھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان بہتانوں سے برأت کرتے ہوئے ثابت کیا کہ یہ الزامات صرف مرزا صاحب کے دماغ کی پیداوار ہیں۔ عیسائیت ایسی گندگیوں سے پاک ہے اور ایسے بدگو پر لعنت بھیجتی ہے۔

عذر لنگ کی ایک اور بدترین مثال:

جب مرزائیت کی یہ حیلہ سازیاں وفریب کاریاں جن کو اپنے ’’پیغمبر‘‘ کی پاک دامنی و عصمت کے برقرار رکھنے کے لئے تراشی تھیں پادر ہوا ہوئیں تو عاجز ومجبور ہوکر، مگر بڑی جرأت وجسارت سے یوں گویا ہوئی کہ یہودیوں کا وہ نامسعود فرقہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عدو مبین اور بدترین دشمن ہے، اس نے جو کچھ الزامات واتہامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات مقدس پر لگائے تھے؛ اس کو مرزا جی نے یہودیت کا روپ بدل کر عیسائیوں پر بطور حجت والزام کے پیش کیا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں: ’’ہمارے قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ خلاف شان ان کے نکلا ہے والزامی جواب کے رنگ میں ہے۔ اور دراصل یہودیوں کے الفاظ ہم نے نقل کئے ہیں۔‘‘ (حاشیہ چشمۂ مسیحی خزائن ج۲۰ص۳۳۶)۔

جوابات:

حالانکہ یہ عذر لنگ بھی سب سے بدتر اور ’’کرشن قادیانی‘‘ کے اخلاقی گناہوں و بدزبانیوں کے سر بمہر لفافے کو برسر راہ چاک کر رہا ہے، کیونکہ مرزا صاحب کو بھی اس امر کا اقرار ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے شدید دشمن ہیں۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۰۳ میں لکھتے ہیں کہ: ’’اور عیسیٰ مسیح کے دوگروہ دشمن تھے ایک اندرونی گروہ یعنی وہ یہودی

جنہوں نے اس کوصلیب دیکر مارنا چاہا‘‘ (تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ص ۳۰۴)۔اس کے آگے ص ۲۲۵ میں فرماتے ہیں:’’اور یہودیوں کا بڑا واقعہ......یہی واقعہ تھا جوانہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر ٹھہرایا اوراس کوملعون اور واجب القتل قرار دیا اوراس کی نسبت سخت درجہ پر غضب اور غصہ میں بھر گئے۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ خ ۱۷ص ۳۲۸)۔

اوراسی کے ص ۱۰۶ میں لکھتے ہیں کہ’’یہودیوں کے مغضوب علیہم ہونے کی بڑی وجہ جس کی سزاان کو قیامت تک دی گئی اور دائمی ذلّت اور محکومیت میں گرفتار کئے گئے یہی ہے کہ انہوں نے حضرت عیسی کے ہاتھ پر خدا تعالےٰ کے نشان بھی دیکھ کر پھر بھی پورے عناد اور شرارت اور جوش سے اُن کی تکفیر اور توہین اور تفسیق اور تکذیب کی اوراُن پر اوراُن کی والدہ صدیقہ پر جھوٹے الزام لگائے۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ خ ج ۱۷ص ۱۹۸)۔

اس کے ساتھ ہی کرشن قادیانی کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:’’جو بات دشمن کے مُنہ سے نکلے وُہ قابلِ اعتبارنہیں۔‘‘ (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ص ۱۳۴)۔

اس لیے مرزاجی کا یہودیت کا بھیس بدل کر، حضرت مسیح علیہ السلام کے دشمن یہودیوں کے ناقابل اعتبار الزامات و بے بنیاد اتہامات کو ان عیسائیوں اور مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا جن کے نزدیک اس کی حقیقت پر کاہ’’ونقش برآب‘‘ سے بھی گئی گذری ہے پرلے درجے کی بے ایمانی ومجرمانہ خیانت کاری ہےاوراپنی خبث باطنی وگندہ ذہنی کا ناقابل انکار ثبوت ہے۔علاوہ ازیں جبکہ خود مرزا آنجہانی یہودیوں کی اِن ناجائزتہمتوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پاک وبری سمجھتے ہیں اوران کو غیر معتبر و تمسخر کہتے ہیں تواس کے بعد پھر آپ کا ان الزامات واتہامات کوایسی قوم کے سامنے بطور حجت والزام کے پیش کرنا جو کسی طرح اس کو مسلّم نہیں؛ دانستہ ایماں سوز کاروائیاں وخیانت کاریاں نہیں ہیں تواور کیا ہیں؟ لکھتے ہیں کہ:

۱ ......’’ایک شریر یہودی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بیگانہ عورت پر

آپ (مسیح ابن مریم) عاشق ہوگئے تھے۔لیکن جوبات دشمن کے مُنہ نکلے وہ قابلِ اعتبار نہیں۔آپ خدا کے مقبول اور پیارے تھے۔خبیث ہیں وُہ لوگ جو آپ پر تُہمتیں لگاتے ہیں۔‘‘ (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ص ۱۳۴)

لیکن مرزائیو! جوان تہمتوں کو بار بار نقل کرے وہ کون ہے؟

۲......’’حضرت مسیح کا ایک عورت سے عطر ملوانا بہت عمدہ فعل ہے اس پر اعتراض کرنا بے ہودہ پن ہے۔‘‘ (بدر ۴؍مئی ۱۹۰۸ء)

۳......’’یادرہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یاافعال انبیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام تھے......جیسا کہ حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اوراُس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا، استعمال کرنا......پھر اگر کوئی تکبر اور خودستائی کی راہ سے......حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وُہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا۔......تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اُس کی فطرت اُن پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اُس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام خزائن ج ۵ص ۵۹۷۔۵۹۸)۔

ناظرین کرام! مرزائیوں کے’’رسول‘‘ نے اپنے مکروہ ونفرت خیز فعل، اہانت عیسیٰ علیہ السلام کو چھپانے کے لیے جس قدر عذراتِ باردہ وتوجیہات باطلہ تراشے تھے وہ سب کے سب مرزا صاحب ہی کے ہاتھوں پیوندزمین کردیئے گئے۔اب یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہوگئی کہ تہذیب واخلاق کے دعویٰ کرنے والے’’قادیانی رسول‘‘ نے دیدہ ودانستہ ازروئے عقیدہ؛ ان اخلاق سوز کارروائیوں ومتعفن گالیوں وگھنونی بدکلامیوں کا ارتکاب کیا تھا اس لیے آپ ہی کے فرمودہ الفاظ میں’’عطائے تو بلقائے تو‘‘ کہہ کر یہ نذرانہ پیش کرتا ہوں کہ ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اُس کی فطرت اُن پاک لوگوں کی فطرت

سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اُس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔‘‘

مرزا جی کی بدزبانی، مرزا جی ہی کی خدمت میں:

پنڈت دیانند نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں گرونانک جی کے متعلق کچھ توہین آمیز جملے وفقرے لکھے ہیں اس کو دیکھ کر مرزا صاحب فرط غضب سے بلبلا اٹھے اور یہ کہا کہ:

۱......’’پنڈت دیانند نے اس خدا ترس بزرگ کی نسبت اس گستاخی کے کلمے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھے ہیں جس سے ہمیں (مسلمانوں کو) ثابت ہوگیا کہ درحقیقت یہ شخص (مرزا) سخت دل سیاہ اور نیک لوگوں کا دشمن تھا...... مگر ایسے جاہلوں کا ہمیشہ سے یہی اصول ہوتا ہے کہ وہ اپنی بزرگی کی پٹری جمنا اسی میں دیکھتے ہیں کہ ایسے بزرگوں کی خواہ نخواہ تحقیر کریں۔ اور اس ناحق شناس اور ظالم پنڈت نے باوا صاحب کی شان میں ایسے سخت اور نالائق الفاظ استعمال کئے ہیں جن کو پڑھ کر بدن کانپتا ہے۔ اور کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔ اور اگر کوئی باوا صاحب (عیسیٰ) کی پاک عزت کے لئے ایسے جاہل بے ادب کو درست کرنا چاہتا تو تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰ اور ۴۹۸ موجود تھی۔‘‘ (ست بچن خزائن ج ۱۰ ص ۱۲۰)۔

۲......’’اس نے باوا صاحب (عیسیٰؑ) کے حالات کو اپنے نفس کے حالات پر قیاس کر کے بکواس کرنا شروع کر دیا۔ اور اپنے خبث مادہ کی وجہ سے سخت کلامی اور بدزبانی اور ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف مائل ہوگیا۔‘‘ (ست بچن خزائن ج ۱۰ ص ۱۲۱)

۳......’’دیانند نے سراسر اپنی جہالت اور دلی عناد سے باوا صاحب (عیسیٰ) کی نسبت بدگوئی کے مکروہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔‘‘ (ست بچن خ ۱۰ ص ۲۵۰)

ناظرین کرام! کو صرف اس قدر عبارت بالا میں ترمیم کی تکلیف دوں گا کہ پنڈت دیانند کے بجائے مرزا صاحب کو اور باوا صاحب کی جگہ میں حضرت عیسیٰ کو رکھ کر عبارت ملاحظہ کریں تاکہ لطف دوبالا ہو جائے جیسا کہ میں نے سطر کھینچ کر اس پر لکھ دیا ہے:

بدنہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

توہین انبیاء کا اقراری بیان

’’تم کہتے ہو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کی ہے۔ یاد رکھو میرا مقصد یہ ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کروں۔ اوّل تو یہ ہے ہی غلط کہ میں کسی نبی کی ہتک کرتا ہوں۔ ہم سب کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن اگر ایسا کرنے میں کسی کی ہتک ہوتی ہے تو بیشک ہو۔ میں نے جو دعوے کئے وہ اپنی عظمت وشان کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کی شان کی بلندی کے اظہار کے لئے کئے ہیں۔ مجھے خدا کے بعد بس وہی پیارا ہے۔ لیکن اگر تم اسے کفر سمجھتے ہو تو مجھ جیسا کافر تم کو دنیا میں نہیں ملے گا۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی اتباع میں میں بھی کہتا ہوں کہ مخالف لاکھ چلائیں کہ فلاں بات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک ہوتی ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی عزت قائم کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور کی ہتک ہوتی ہو تو ہمیں ہرگز اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ بیشک آپ لوگ ہمیں سنگسار کریں یا قتل کریں آپ کی دھمکیاں اور ظلم ہمیں رسول اللہ ﷺ کی عزت کے دوبارہ قائم کرنے سے نہیں روک سکتے۔‘‘ (تقریر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفصل ۲۰ مئی ۱۹۳۴ء)۔

اہانت حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام:

(۱)’’افغان یہودیوں کی طرح نسبت اور نکاح میں کچھ فرق نہیں کرتے لڑکیوں کو اپنے منسوبوں کے ساتھ ملاقات اور اختلاط کرنے میں مضائقہ نہیں ہوتا مثلاً صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کیساتھ اختلاط کرنا اور اس کے ساتھ گھر سے باہر چکر لگانا اس رسم کی بڑی سچی

شہادت ہے۔'' (خلاصہ حاشیہ ایام الصلح خ ۱۴ص ۳۰۰)۔

(۲) ''میں تو اُس کے (حضرت مسیح علیہ السلام) کے چاروں بھائیوں کی بھی عزّت کرتا ہوں، کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اِسی قدر بلکہ مَیں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدّسہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔ اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مُدّت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگانِ قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باجود یوسفؔ نجار کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ یہ سب مجوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔'' (کشتی نوح خ ۱۹ص ۱۸)۔

(۳) ...... ''کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدّت تک نجّاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔'' (ازالۃ الاوہام خزائن ج ۳ص ۲۵۴)۔

(۴) ...... ''یسوع مسیح کے چار ۴ بھائی اور دو ۲ بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی''۔ (حاشیہ کشتی نوح خزائن ج ۱۹ص ۱۸)۔

(۵) ''دیکھو یہ کس قدر اعتراض ہے کہ مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تا وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو۔ اور تمام عمر خاوند نہ کرے لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہو گیا۔ تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسفؔ نام ایک نجّار سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کو بیٹا پیدا ہوا۔ وہی عیسیٰ یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔'' (چشمہ مسیحی خزائن ج ۲۰ص ۳۵۵، ۳۵۶)۔

(۶) ''ایک بڑھیا عورت کا بچہ خدا کا بیٹا بنایا گیا۔'' (نورالحق خ ج ۸ص ۶۸)۔

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

اہانت حضرت نوح علیہ السلام:

''اور خدا تعالیٰ میرے لیے اِس کثرت سے نشان دِکھلا رہا ہے کہ اگر نوحؑ کے زمانہ میں وُہ نشان دکھلائے جاتے تو وُہ لوگ غرق نہ ہوتے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۵۷۵)۔

اہانت حضرت موسیٰ علیہ السلام:

''حضرت موسیٰ نے کئی لاکھ بے گناہ بچے مار ڈالے۔'' (نور القرآن حاشیہ خزائن ج ۹ص ۳۵۳)۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی اہانت:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
آنچہ داد است ہر نبی را جام — دادآں جام را مرا اہتمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں — ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

(درثمین، ضمیمہ نزول المسیح خزائن ج ۱۸ص ۴۷۷)

اہانت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم:

مرزا آنجہانی کا دعویٰ نبوت وادعائے شریعت جدیدہ ہی اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سرو ہم رتبہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں جس قدر آیات آنحضرتؐ کے اوصاف حسنہ و پاکیزہ اخلاق وعظمت وجلال کے متعلق ہیں ان میں سے بعض آیات کے متعلق آپ کا یہ خیال ہے کہ صرف میں ہی ان آیات کا مصداق ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔ مثلاً آیت ''هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّه'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس میں نازل ہوئی تھی؛ مگر مرزا جی یہ کہتے ہیں کہ اس کا مصداق میں ہوں آپؐ نہیں ہیں۔ (چنانچہ) لکھتے ہیں کہ:

ا...... ''اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تُو ہی اِس

آیت کا مصداق ہے کہ **هو الذی ارسل رسُوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهرهٗ علی الدین کلّه.** ''(اعجاز احمدی خزائن ۱۹ص ۱۱۳)۔

اسی طرح ''بشارت اسمہ احمد'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھی مگر مرزا صاحب کہتے ہیں اس کا مصداق میں ہوں اور کوئی نہیں۔

۲......''اور اس آنے والے (مرزا) کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہو نے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے اور احمدؐ جمالی۔ اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رُو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے **ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد.** '' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۴۶۳)۔

مرزا محمود خلیفہ قادیان اس قول کی شرح کرتے ہیں۔

۳......''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیش گوئی (**ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد**) کا میں ہی ہوں''۔ (القول الفصل ص ۲۷)۔

۴......''اور مرزا جی نے اپنے معجزات ونشانات کی تعداد تین لاکھ بتائی ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۵۰۳) نہیں ''دس لاکھ'' سے زائد (براہین احمدیہ حصہ پنجم خزائن ۲۱ ص۲۷) نہیں ساٹھ لاکھ (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ص ۱۰۷) نہیں بلکہ اس قدر جو دنیا کے کسی بادشاہ کی فوج اس کے برابر نہیں ہوسکتی۔ (اعجاز احمدی ص ۱۰۸) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے متعلق فرماتے ہیں کہ صرف تین ہزار ہوئے۔ (تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ص ۱۵۳)۔

اس کا صاف وصحیح مطلب یہ ہوا کہ مرزا جی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مجد وشرف میں کئی گنا بڑھے ہوئے ہیں۔ (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور تصدیق ونشان صرف چاند گہن ہوا اور مرزا جی کی تصدیق نبوت کے لیے چاند گہن وسورج گہن دونوں واقع ہوئے۔ (مرزا جی لکھتے ہیں)۔

۵...... **له خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المشرقان أتنکرُ.** (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ص ۱۸۳)[1]

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ:

۶......''اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھیرایا۔'' (اربعین نمبر ۴ خزائن حاشیہ ج ۱۷ص ۴۳۵)۔

اس کا مطلب ہوا کہ نہ تو اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری وفرماں برداری باعث نجات ہے اور نہ مرزا جی کے مقابلہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت، معاذ اللہ!۔

۷......'' اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گذر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدّر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود (مرزا) کا وقت ہو۔'' (خطبہ الہامیہ خزائن ج ۱۶ص ۲۸۸)[2]

۸......''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں اُس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی اور مسیح موعود کے وقت میں اس کے روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔'' (براہین احمدیہ حاشیہ خزائن ۲۱ص ۶۶)۔

۹......''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجّال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستّر باع کے گدھے کی

[1] ترجمہ از مرزا: اُس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سُورج دونوں کا اب کیا تُو انکار کرے گا۔

[2] عربی عبارت اس طرح ہے: وَقَدْ مَضٰی وَقْتُ فَتْحٍ مُّبِیْنٍ فِیْ زَمَنِ نَبِیِّنَا الْمُصْطَفٰی وَ بَقِیَ فَتْحٌ آخَرُ وَهُوَ اَعْظَمُ وَ اَکْبَرُ وَ اَظْهَرُ مِنْ غَلَبَةٍ اُوْلٰی ط وَقُدِّرَ اَنَّ وَقْتَهٗ وَقْتُ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ۔

اصلی کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج و ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ہی ہی ظاہر فرمائی گئی' (مگر مرزا صاحب پر یہ تمام حقائق منکشف ہوگئے ہیں)۔ (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۴۷۳)۔

۱۰...... ''غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہیں زمان البرکات ہے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ زمان التائیدات اور دفع الآفات تھا۔'' (حاشیہ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۹۲)۔

۱۱......'' ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اُس روحانیت کی ترقیات کا انتہا نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کیلئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت (بزمانہ مرزا) پوری طرح سے تجلّی فرمائی۔ (خطبہ الہامیہ خزائن ج ۱۶ ص ۲۶۶) [۱]

نور: عبرت کی نگاہوں سے مذکورہ بالا عبارتوں کو دیکھئے کہ مرزا جی کس بے باکی سے جامع الکمالات والفضائل سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت اور روحانی تفوق ظاہر کرکے آپ کی توہین و تحقیر کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اہانت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

''میں وُہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔''
(اشتہار معیار الاخیار، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۷۸)

[۱] عربی عبارت اس طرح ہے: **طلعت روحانیت نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الالف الخامس باجمال صفاتها و ما کان ذالک الزمان منتهی ترقیاتها بل کانت قدما اولی لمعارج کمالاتها ثم کملت و تجلت تلک الروحانیة فی آخر الالف السادس اعنی فی هٰذا الحین ۔**

اہانت حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ:

'' پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو''۔ (ملفوظات احمدیہ ج ۲ ص ۱۴۲)۔

اہانت حضرت حسین رضی اللہ عنہ:

۱...... کربلائے است سیرِ ہر آنم　　صد حسین است در گریبانم
(نزول المسیح خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

۲......اے قوم شیعہ اِسپر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (مرزا) ہے کہ اُس حسین سے بڑھ کر ہے۔
(دافع البلاء خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳)۔

۳......'' انہوں نے کہ اس (مرزا) نے امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا مَیں کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کردے گا۔'' (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۴) [۱]

(۴)''**وامّا حسین فاذکروا دشت کربلا إلی هذه الایّام تبکو ن فانظروا.** مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو۔ اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو۔ (اعجاز احمدی خ ۱۹ ص ۱۸۱)۔

(۵) **وواللہ لیست فیه منی زیادة وعندی شهادات من اللہ فانظروا.**
اور بخدا اُسے (امام حسین) مجھ سے کچھ زیادہ نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں پس تم دیکھ لو۔ (اعجاز احمدی خ ج ۱۹ ص ۱۹۳)۔

(۶) **وانی قتیل الحب لکن حسینکم ☆ قتیل العدی فالفرق اجلی واظهر** اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔ (اعجاز احمدی خ ج ۱۹ ص ۱۹۳)۔

[۱] عربی میں شعر: **و قالوا علی الحسنین فضّل نفسه. اقول نعم واللہ ربّی سیظهر**۔ اعجاز احمدی

۷.....تم نے اُس کشتہ سے نجات چاہی کہ جو نومیدی سے مر گیا پس تم کو خدا نے جو غیور ہے ہر ایک مراد سے نومید کیا۔(اعجاز احمدی خ ج۱۹ص۱۹۳) ۱

بعض صحابہ کرامؓ کی اہانت:

۱.....''حق بات یہ ہے کہ ابن مسعودؓ ایک معمولی انسان تھا۔''

(ازالہ اوہام خزائن ج۳ص۴۲۲)۔

۲.....'' بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی درائیت عمدہ نہیں تھی۔''

(اعجاز احمدی خزائن ج۱۹ص۱۲۶)۔

۳.....بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔''

(براہین احمدیہ پنجم خزائن ج۲۱ص۲۸۵)۔

۴.....''ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔''

(اعجاز احمدی خزائن ج۱۹ص۱۲۷)۔

علمائے کرام و مسلمانوں کو گالیاں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود اس امر کے کہ مرزا جی کے کسی چلتے ہوئے دعویٰ میں نہ مانع ہوئے اور نہ مرزا جی کو کچھ برا بھلا کہا مگر چونکہ آپ ان کے جلیل القدر عہدے مسیحیت کے مدعی بن کر آئے تھے اس لیے آپ نے ان کو اپنا رقیب سمجھا اور پھر تو اس بری طرح سے ان کو گالیاں دی ہیں کہ بھٹیاریوں کو بھی مات کر دیا ہے جیسا کہ آپ گذشتہ صفحات میں بادل نخواستہ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اب ان مسلمانوں و مقدس علمائے اسلام کی باری آتی ہے جنہوں نے مرزا جی کے

۱ عربی میں شعر اس طرح ہے:طلبتم فلاحاً من قتیل بخیبة فخیبکم رب غیور متبر .

دعاوی سے نہ صرف انکار ہی کیا بلکہ اس کا پردہ چاک کر کے ان کی فریب کاریوں، حیلہ سازیوں، اور چالاکیوں سے لوگوں کو آگاہ کر دیا اور بتایا کہ مرزا قادیانی کے اعتقادات وتعلیمات خلاف شرع و باطل ہیں۔ پس جب علمائے اسلام کی مساعی کے بدولت مرزا جی کی ''دوکان'' ویران ہوگئی اور سوائے چند گانٹھ کے پوروں اور آنکھ کے اندھوں کے کوئی بھی گاہک نہ رہا اور ایمان فروشی میں بہت کچھ کمی ہوگئی تو مرزا صاحب نے اس سے اپنے ''روٹی کی کمی'' کا زبردست خطرہ محسوس کیا اور فرط غضب سے ''چہرہ تمتما اٹھا'' آنکھیں نیلی ہوگئیں'' خون کھولنے لگا اور منہ سے ''تکفیر ولعنت'' ''لعن وطعن'' سب وشتم'' کا جھاگ اس زور بہنے لگا کہ سارا کپڑا تر ہو گیا۔لیکن پھر بھی بعض عقل کے پورے اس سے برکت ڈھونڈنے کے خواہش مند ہیں۔اور علمائے کرام اور عام مسلمانوں کو اسی حالت میں ایسی ٹکسالی ہفت رنگی گالیاں دی ہیں کہ تہذیب وشرافت بھی اپنا سر پیٹ لیتی ہیں۔سچ ہے:''جب انسان حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہیے بکے کون اس کو روک سکتا ہے۔''(اعجاز احمدی خزائن ج۱۹ص۱۰۹)۔

بہ نگاہ عبرت دیکھئے اور قادیانی پیغمبر کے پیغمبرانہ اخلاق کی داد دیجئے۔

ازالہ اوہام خزائن ج۳(تصنیف۱۸۹۱ء):

۱.....''اے نفسانی مولویو!اور خشک زاہدو!''(ازالہ اوہام خ ج۳ص۱۰۵)۔

۲.....''اے خشک مولویو!اور پُر بدعت زاہدو!''۔(ص۱۵۷)۔

۳.....''دابۃ الارض سے مراد علماء وواعظین''۔(ص۳۷۳)

۴.....'' سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ (انگریزی) سے کینہ رکھے۔'' (ص۳۷۳)۔

۵.....'' ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا.....اُس نے جوش میں اگر غلطی کھائی۔'' (ص۴۲۲)۔

۶......''بعض علمانے محض الحاداورتحریف کی رُو سے اس جگہ توفیتنی سے مراد رفعتنی لیا ہے۔'' (ص۴۲۴)۔

آسمانی فیصلہ خزائن ج۴ (تصنیف دسمبر ۱۸۹۱ء):

۷......اور بٹالوی کوایک مجنون درندہ کی طرح تکفیراورلعنت کی جھاگ مُنہ سے نکالنے کے لئے چھوڑ دیا'' (آسمانی فیصلہ خ ج۴ص ۳۲۴)۔

۸......'' ہمارے محبوب مولوی کیسے دانا کہلا کر تعصّب کی وجہ سے نادانی میں ڈوب گئے ......ان جلد باز مولویوں ......جھوٹ بولنا اورنجاست کھانا ایک برابر ہے......ان لوگوں کو نجاست خوری کا کیوں شوق ہوگیا''۔ (ص۳۴۱)۔

۹......''کیڑوں کی طرح خودہی مرجائیں گے،ان مُکس طینت مولویوں کی۔'' (ص۳۴۲)۔

آئینہ کمالات اسلام خزائن ج۵ (تصنیف ۱۸۹۳ء):

۱۰......یہ علماء......عیسائیوں کے مشرکانہ خیالات کوتسلیم کر کے اور بھی ان کے دعوے کو فروغ دے رہے ہیں۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۴۴)۔

۱۱......شیخ بطالوی محمد حسین اور شیخ دہلوی نذیر حسین اس اعتقاد کے مخالف ہیں۔'' (ص۹۰)۔

۱۲......یہ لوگ (مسلمان) چھپے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں۔'' (ص۱۱۱)۔

۱۳......اس زمانہ کے بدذات مولوی شرارتوں سے باز نہیں آتے۔'' (ص۲۱۶ کا حاشیہ)۔

۱۴......اورشغال کے طرف دم دبا کر بھاگ گیا تو وہ مندرجہ ذیل انعام کا مستحق ہوگا۔

(۱) لعنت ________________________

(۲) لعنت ________________________

(۳) لعنت ________________________

(۴) لعنت ________________________

(۵) لعنت ________________________

(۶) لعنت ________________________

(۷) لعنت ________________________

(۸) لعنت ________________________

(۹) لعنت ________________________

(۱۰) لعنت ________________________

تلک عشرة کاملة. (آئینہ کمالات خ۵ص۲۹۵)۔

۱۵......آپ کی ان بیہودہ اور حاسدانہ باتوں سے مجھ کوکیا نقصان ......'' ایک شیطنت کی بدبو سے بھراہوا ہے......'' اے کج طبع شیخ خدا جانے تیری کس حالت میں موت ہوگی۔'' (ص۳۰۱)۔

۱۶......آپ اپنے سفلہ پنے سے باز نہیں آتے خدا جانے آپ کس خمیر کے ہیں۔ (ص۳۰۴)

۱۷......''اے شیخ نامہ سیاہ۔......''اے بدقسمت انسان'' (ص۳۰۶)۔

۱۸......آپ صرف استخوان فروش ہیں اور علم اور درایت اور تفقّہ سے سخت بے بہرہ اور ایک غبی اور بلید آدمی ہیں'' (ص۳۰۸)۔

۱۹......نذیر حسین تو ارذل عمر میں مبتلا اور بچوں کی طرح ہوش وحواس سے فارغ تھا۔ یہ آپ ہی نے ......''اُس کے اخیر وقت اور لب بام ہونے کی حالت میں ایسی مکروہ سیاہی اُس کے مُنہ پرمل دی کہ اب غالباًوہ گورمیں ہی اُس سیاہی کو لے جائے گا''۔ (ص۳۰۹)۔

۲۰......''**أ انتم رجال ام مخنّثون ایها الجاهلون**'' (ص۴۰۲)[1]

---

[1] ترجمہ: کیاتم مردہو یاہجڑے ہوائے جاہلو!

۲۱......'' ہر مسلمان میری کتابوں کو محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے لیکن رنڈیوں و زنا کاروں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔'' (ترجمہ از عربی: ص ۵۴۷۔۵۴۸) [ل]

۲۲......مگر آپ پر......تکبر اور غرور اور خود پسندی کا اعتراض ہے جو اسی معلم الملکوت کا خاصہ ہے جو آپ کا قرین دائمی ہے'' ۔(ص ۵۹۸)۔

۲۳......'' بٹالوی صاحب کا رئیس المتکبرین ہونا صرف میرا ہی خیال نہیں بلکہ ایک کثیر گروہ مسلمانوں کا اس پر شہادت دے رہا ہے۔'' (ص ۵۹۹)۔

۲۴......ایک زور کے ساتھ دروغ گوئی کی نجاست اُن کے منہ سے بہہ رہی ہے۔'' (ص ۵۹۹)۔

۲۵......'' یہ بیچارہ نیم مُلّا گرفتار عجب و پندار بٹالوی...... یہ حاطب اللیل باوجود اپنے بیجا تکبر اور کذب صریح......اور خبث نفس سے علماء و فضلاء کا حقارت سے نام لیتا ہے۔'' (ص ۶۰۰)۔

۲۶......'' اور حضرت بٹالوی صاحب اوّل درجہ کے کاذب اور دجال اور رئیس المتکبرین ہیں۔'' (ص ۶۰۱)۔

۲۷ '' اے اس زمانے کے ننگ اسلام مولویو... '' اے کوتہ نظر مولوی ذرہ نظر کر... (ص ۶۰۸)۔

۲۸ '' اب نادان اور اندھے اور دشمن دین مولوی'' (ص ۶۰۹)۔

۲۹ '' نذیر حسین خشک معلّم کے پاس دہلی جائیں'' (ص ۶۱۱)۔

[ل] اصل عربی عبارت: تلک کتب ینظر الیھا کل مسلم بعین المودة و المحبت ویقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریة البغایا .

شہادت القرآن خزائن ج ۶ (تصنیف ۱۸۹۳ء):

۳۰......'' اِس زمانہ کے علماء درحقیقت یہودیوں سے مشابہ ہو گئے''۔(شہادالقرآن ص ۳۰۵)۔

۳۱......'' محسن (یعنی انگریزوں) کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے''۔ (ص ۳۸۰)۔

۳۲......'' شیخ محمد حسین بٹالوی اور اس کی جماعت کے سراسر غلط اور کتاب اللہ کے مخالف ہیں۔ یہ نادان خون پسند ہیں اور محبت اور خیر خواہی خلق اللہ کی سر مُو اِن میں نہیں'' (ص ۳۸۱)۔

۳۳......'' یہ نادان...... خبیث نفس......دروغ گو مخبر''۔(ص ۳۸۲)۔

۳۴......یہ شیخ بٹالوی......منافق اور حق پوش اور دورنگی اختیار کرنیوالا'' (ص ۳۸۳)۔

کرامات الصادقین خزائن ج ۷ (مارچ ۱۸۹۳ء):

۳۵......'' حضرت بطالوی صاحب (مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی)...... یہ شخص بالکل جاہل اور علوم عربیہ سے بالکل بے بہرہ ہے اور مـــع ذلک دجال اور مفتری''۔ (کرامات الصادقین ج ۷ ص ۴۵)۔

۳۶......ایسے متعصب اور کج دل'' (ص ۴۸) اِن ناقص الفہم مولویوں نے'' (ص ۶۲)۔

۳۷......'' میاں بطالوی اور اُنکے ہم خیال......(ص ۶۲) کس قدر کاذب اور دروغگو اور دین و دیانت سے دُور ہیں......اور ایسا ہی وُہ تمام مولوی جنکے سر میں تکبّر کا کیڑا ہے...... اس شیخ کی خیر گی اور بے حیائی...... یہ نادان شیخ'' (ص ۶۳)۔

۳۸......شیخ بطالوی علم عربیت سے بکلّی بے نصیب ہے......مگر یہ بے چارہ شیخ...... (ص ۶۴)۔ اِس شیخ چالباز نے'' (ص ۶۵)۔

۳۹......شیخ صاحب علم ادب اور تفسیر سے سراسر عاری اور کسی نامعلوم وجہ سے مولوی کے نام سے مشہور ہوگئے ہیں......(ص ٦٦) ان متکبر مولویوں‘‘ (ص ٦٧)۔

۴۰......**ذلک الشیخ المضل فانه اهلک خلقاً کثیراً بغوائله**‘‘۔ (ص ٦٩) ۱

۴۱......**یا غول البراری ،یا زمر شیخ مزوّر**‘‘(ص۱۵۲)۔

حمامة البشریٰ خزائن ج ۷ (تصنیف ۱۸۹۳ء)

۴۲......تونے ان سے انسانیت کا لباس اتار لیا اور چار پایوں اور درندوں اور سانپوں کی شکل میں بدل دیا اور سفلی مخلوقات سے ملادیا۔‘‘ حمامة البشریٰ ص ۲۷ کا حاشیہ۔ (یکلمون الناس من الاست لا من الافواه (خ ۳۰۸ ج ۷) ۲

نورالحق خزائن ج ۸ (تصنیف فروری ۱۸۹۴ء):

۴۳......’’ **ایها الجهلاء و السفهاء**‘‘ (نورالحق مترجم خ ج ۸ ص ۲۵۳) ۳

۴۴......’’ایک شیخ ہے جو انسانیت کے پیرایہ سے بے بہرہ اور برہنہ اور ایمانی دیانت سے عاری ہے، اور اس کے پیرو اسی کے مانند ہیں جو محض جہل اور حمق سے اُس کے پیچھے ہولئے۔‘‘ (ص ۴)۔

۴۵......’’اس ملک کے اکثر مولوی بگڑ گئے یہاں تک کہ اُن کے حواس بیکار اور معطل ہوگئے اور اُن کی عقلیں مسلوب ہوگئیں اور اُن کی دماغی قوتیں گم ہوگئیں اور اُن کی راؤں پر تاریکی چھاگئی اور آنکھوں پر پردے پڑ گئے‘‘۔(ص ۸)۔

---

۱ وہ گمراہ کرنے والا شیخ ہے جس نے بہت سے لوگوں کو اپنی گمراہی کے ذریعہ ہلاک کردیا۔

۱ لوگوں سے وہ لوگ سرین سے بات کرتے ہیں نہ کہ منہ سے۔

۲ اے جاہلو! اے بیوقوفو!

۴۶......ہم امید رکھتے ہیں کہ سرکار انگریزی ......اس مار سیرت کو مورد نظر عتاب فرمائے گی جو اس کے خیرخواہوں کو کاٹتا ہے اور سانپوں کی طرح زبان ہلاتا ہے‘‘(ص ۳۲)۔

۴۷......’’جیسا کہ جاہل مخالف سمجھتے ہیں یا جیسا کہ بناوٹ سے جاہل بننے والے بعض مسلمان خیال کرتے ہیں۔‘‘(ص ٦٦)

۴۸......’’یہ شیخ بٹالوی......جو صاحب اشاعت اور مضل جماعت ہے‘‘(ص ۷۳)۔

اتمام الحجة خزائن ج ۸ (تصنیف جون ۱۸۹۴ء):

۴۹......’’ان کی (مولوی رسل بابا امرتسری) فطرت میں یہودیوں کی صفات کا خمیر بھی موجود ہے ورنہ یہ کسی نیک بخت آدمی کا کام نہیں‘‘ (اتمام الحجة ج ۸ ص ۲۹۱)۔

۵۰......’’افسوس کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی ثابت کرنے کے لئے ان خیانت پیشہ مولویوں کی کہاں تک نوبت پہنچی ہے۔‘‘ (ص ۲۹۵)

۵۱......’’یہ تو کسی دانا سے ہرگز نہیں ہوگا کہ ایک نادان غبی (مولوی رسل بابا صاحب) کی شاگردی اختیار کرے ......افسوس کہ آجکل کے ہمارے مولویوں میں ایسی ہی بیہودہ مکاریاں پائی جاتی ہیں۔‘‘(ص ۳۰۱)۔

۵۲......’’اے بھلے مانس مولویو کیا تمہیں ایک دن موت نہیں آئے گی۔(ص ۳۰۲)

اے شریر مولویو..........تمہارے نزدیک صرف چند فتنہ انگیز مولوی جو اسلام کیلئے جائے عار ہیں مسلمان ہیں۔‘‘(ص ۳۰۳)

۵۳......اور یہ لوگ درحقیقت مولوی بھی تو نہیں ہیں تبھی تو ہم نے ان لوگوں کے سرگروہ اور امام الفتن اور اُستاد شیخ محمد حسین بطالوی......اور زور سے کہتے ہیں کہ شیخ اور یہ تمام اُس کے ذُرّیات محض جاہل اور نادان او رعلوم عربیہ سے بے خبر ہیں .... کیونکہ وُہ جھوٹے اور کاذب اور مفتری اور جاہل اور نادان ہیں (ص ۳۰۳)۔

۵۴......''یہ حق کے مخالف نام کے مولوی......اُن کے لئے یہی ہوگا کہ خسر الدنیا والآخرۃ و سواد الوجہ فی الدارین ''(ص۳۰۴) [۱]

۵۵......شیخ محمد حسین بطّالوی یا ایسا ہی کوئی زہرناک مادہ والا فیصلہ کرنے کیلئے مقرر ہو جائے ...... (ص۳۰۵)۔مگر ایسے بخیلوں سیہ دِلوں کی ظالمانہ بددُعائیں کیونکر اُس جناب میں قبول ہوں ......گورنمنٹ ایسی کم فہم تھوڑی تھی کہ ان چالاک حاسدوں کے دھوکہ میں آجاتی''(ص۳۰۶)۔

انوارالاسلام خزائن ج۹ (تصنیف دسمبر ۱۸۹۴ء):

۵۶......''اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔پس حلال زادہ بننے کے لیے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور عیسائیوں کو غالب اور فتح یاب قرار دیتا ہے تو میری اس حجکو واقعی طور پر رفع کرے جو میں نے پیش کی ہے ورنہ حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔''(انوارالاسلام ج۹ص۳۱/۳۲)۔

۵۷......''بعض نام کے مسلمان جن کو نیم عیسائی کہنا چاہئے''(ص۲۴)۔

۵۸......''اگر کوئی مولویوں میں سے کہے کہ ثابت نہیں تو اگر وہ اس بات میں سچا اور حلال زادہ ہے تو عبداللہ آتھم کو اس حلف پر آمادہ کرے۔'' (ص۲۵)۔

۵۹......''مسلمان کہلا کر بے وجہ عیسائیوں کو غالب قرار دینا اور سراسر ظلم کے رو سے ان کا نام فتح یاب رکھنا یہ حلال زادوں کا کام نہیں''(ص۲۶)۔

۶۰......اور بعضوں کے گلے میں ہزار لعنت کی ذلت کا رسہ پڑ گیا''(ص۲۵)۔

۶۱......اے امرتسر کے مسلمانو مگر اسلام کے دشمنو......اور اے لدھیانہ کے سخت دل

[۱] ترجمہ: دنیا اور آخرت کا گھاٹا اور دونوں جہان میں روسیاہی۔

مولویو اور منشیو''(ص۲۶)۔

۶۲......''ایک نادان ہندو زادہ نام کا نومسلم سعد اللہ نام عیسائیوں کی فتحیابی ثابت کرنے کے لیے......اپنی فطرتی شیطنت سے ہاتھ پیر مار رہا ہے''(حاشیہ ص۲۷)۔

۶۳......''اس سے بھی عیسائیوں کی صداقت پر ایک دلیل سمجھنا صرف ایک خباثت ہے اس سے زیادہ نہیں''(حاشیہ ص۲۸)۔

۶۴......''اے عدو اللہ جھوٹ اور افتراء سے باز آجا''(حاشیہ ص۲۹) ۱۷۹......پھر بھی اگر کوئی......ہماری تکذیب کرے......تو بےشک وہ ولدالحلال اور نیک ذات نہیں ہوگا''(ص۳۱)۔

۶۵......''اور یہ بھی یاد رکھو کہ ہمیں ان کے لئے جو عیسائیوں کو غالب قرار دیتے ہیں اور اس پیش گوئی (آتھم والی) کو جھوٹی سمجھتے ہیں دل کی آہ سے یہ کہنا پڑا کہ اگر وہ ولدالحرام نہیں ہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھتے ہی اس فیصلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔(ص۳۸)۔

۶۶......ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں میں سے کون بلاتوقف اس فیصلہ کے لئے سعی کرتا ہے اور کون ولدالحرام بننے پر راضی ہوتا ہے۔''(ص۳۹)۔

۶۷......''واہ رے شیخ چلی کے بڑے بھائی''(ص۴۰)۔

۶۸......''آپ کا منہ تو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ کالا ہو چکا ''(ص۳۹)۔

۶۹......''ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ پادری ہی دجال ہیں۔پھر جن لوگوں نے دجال کی ہاں کے ساتھ ہاں ملادی۔یہ وہی یہودی ہیں جن کی نسبت صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ وہ قریب ستّر ہزار کے دجال کے ساتھ ہوجائیں گے۔''(ص۴۵-۴۶)۔

۷۰......مگر جواب مولویوں اور ان کے ناقص العقل چیلوں نے ان پادری دجالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائے۔''(ص۵۰)۔

ضیاء الحق خزائن ج۹ (تصنیف مئی ۱۸۹۵ء):

۷۱...... (رجوع کا لفظ) دونوں احتمالوں (پوشیدہ اسلام لانا یا ظاہر طور پر) پر مشتمل ہے اور ایک شق میں اس کو محصور کرنا ایسی بے ایمانی ہے جس کو بجز ایک خبیث النفس کے او رکوئی شریف الطبع استعمال نہیں کرسکتا۔'' (ضیاء الحق خزائن ج۹ ص ۲۵۹)۔

۷۲...... ''تم نے چند خود غرض مولویوں کے پیچھے لگ کر ایک دینی معاملہ میں پادریوں کی وہ حمایت کی'' (ص ۲۷۸)۔

۷۳...... ''اب وہ دنیا پرست مولوی جو عیسائیوں کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں ہمیں جواب دیں کہ انہوں نے کیوں ہماری عداوت کے لئے اپنا مونہہ کالا کیا...... افسوس کہ ہمارے بعض مولیوں (اسی طرح مرقوم ہے) اوران کے نالائق چیلوں نے جو نام کے مسلمان تھے اس جگہ اپنی فطری بدذاتی سے بار بار حق کی تکذیب کی اور اسلام کی مخالفت میں یہ سیادل اور شریر مولوی عیسائیوں سے کچھ کم نہ رہے'' (ص ۲۸۵)۔

۷۴...... '' شیخ بطالوی یا اس کے دوست ہندو زادہ لودھیانوی کو جو سیہ دلی سے عیسائیت کے قریب قریب جا پہنچے ہیں'' (ص ۲۸۹)۔

۷۵...... ''ہمارے مخالف مولیوں (اسی طرح مرقوم ہے) کی ایمانداری کو بھی ذرہ ترازو میں رکھ کر وزن کرلو کہ ایک عیسائی کے بدیہی جھوٹ کو سچ کر کے ظاہر کرنا۔ اور پادریوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملانا اور اسلام کا دعویٰ کر کے نصرانیت کا حامی ہونا کیا یہ نیک بختوں کا کام ہے۔ یا اُن کا جو آخری زمانہ کے دین فروش ہیں۔ اے شریر مولویو! اوران کے چیلو اور غزنی کے ناپاک سکھو! (ص ۲۹۱)۔

اب بٹالوی اور لدھیانوی ہندوزادہ کچھ حیا اور شرم کو کام میں لاکر کہیں کہ ان کی یہ آوازیں جو عیسائیوں کی حمایت میں ہوئیں...... یہ سب شیطانی آوازیں ہیں یا نہیں۔'' (ص ۲۹۲)۔

۷۶...... ''اس جگہ اَبُوْ لَھَبْ سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے'' (ص ۲۹۴)۔

۷۷...... ''یہ اندھے مولوی اور جاہل اخبار نویس تو دیوانے درندوں کی طرح اپنے ہی گھر کے مسمار کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔'' (ص ۲۹۶)۔

۷۸...... ''ان کو (عیسائیوں) نیک سمجھنا نہایت پلید طبع انسان کا کام ہے۔'' (ص ۲۹۸)۔

۷۹...... ''افسوس کہ ہمارے بخیل طبع مولویوں کو یہ خیال نہ آیا'' (ص ۳۰۰)۔

انجام آتھم، ضمیمہ انجام آتھم، خزائن ج۱۱ (تصنیف ۱۸۹۶ء):

۸۰...... ''وہ گندے اخبار نویس جو آتھم کے مؤید تھے'' (انجام آتھم ص ۵)۔

۸۱...... ''نادان بطالوی محمد حسین اپنے پرچہ اشاعت السنۃ میں ہم پر یہ اعتراض کرتا ہے۔'' (ص ۲۰)۔

۸۲...... ''اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔'' اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا'' (ص ۲۱)۔

۸۳...... ''اور نالائق مولویوں کو ذلّت پر ذلّت نصیب ہوئی......'' اور نفاق زدہ یہودی سیرت مولوی سخت ذلیل ہوگئے۔'' (ص ۲۴)۔

۸۴...... ''اس نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادتمند شاگرد محمد حسین کا یہ'' سراسر افترا ہے۔'' (ص ۴۵)۔

۸۵...... ''افسوس کہ کیوں یہ منافق مولوی خداتعالیٰ کے احکام اور مواعید کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔'' (ص ۴۹)۔

۸۶...... ''باطل پرست بطالوی جو محمد حسین کہلاتا ہے شریک غالب اور اعداء الاعداء

ہے لیکن اس ہندوزادہ (مولانا سعد اللہ صاحب) کی خباثت فطرتی ......سب سے بڑھ کر ہے۔'' (ص۵۹)۔

۸۷......''اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینو!!'' (ص۶۴)۔

۸۸......''مولویانِ خشک بہت سے حجابوں میں ہیں'' (ص۶۹)۔

۸۹......''ایها المکذو بون الغا لو ن'' (ص۲۲۴) ۱؎

۹۰......''سگان قبیلہ بر ما عوعو کردند'' (ص۲۲۹) ۲؎

۹۱......''غو یّ فی البطا لۃ لا یخا ف '' (ص۲۳۰) ۳؎

۹۲......ومن المعترضین المذکورین شیخ ضال بطالوی و جارغوی. یقا ل له محمد حسین. وقد سبق الکل فی الکذب والمین ...... حتیٰ قیل انه امام المستکبرین. ورئیس المعتدین وراس الغاوین'' (ص۲۴۱) ۴؎

۹۳......''اے شیخ احمقاں و دشمن عقل و دانش'' (ص۲۴۱)

۹۴......''اعلم ایها الشیخ الضال. والدجال البطال. ...... فمنهم شیخک الضال الکاذب نذیر المبشرین ثم الدهلوی عبد الحق رئیس المتصلفین ......'' ثم سلطان المتکبرین...... ''واخرهم الشیطان الاعمی.

۱؎ اے غلو کرنے والے جھوٹو!۔

۲؎ خاندان کے کتّے ہمارے اوپر کتوں کی طرح عوعو کرتے (بھونکتے) ہیں۔

۳؎ ترجمہ: شہر بٹالہ میں ایک گمراہ ہے جو نہیں ڈرتا۔

۴؎ اعتراض کرنے والوں میں شہر بٹالہ کا ایک بوڑھا ہے اور گمراہ پڑوسی ہے جس کا نام محمد حسین ہے۔ وہ جھوٹ اور گمراہی میں سب پر سبقت لے گیا...... یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ تمام متکبروں کا امام ہے۔ گمراہوں اور حد سے تجاوز کرنے والوں کا سردار ہے۔

والغول الاغوی. یقال له رشید الجنجوهی. وهو شقی کالامر وهی ومن الملعونین.'' (ص۲۵۱ تا ۲۵۲)۔ ۱؎

۹۵......''فیا حسرة علیٰ وهن اراء علمائنا الجهلاء. ان هم الا کالعجماء ......والعلماء السفهاء'' (ص۲۵۳)۔ ۲؎

۹۶......واما الاخرون الذین سموا انفسهم مولویین .معه کونهم من الغاوین الجاهلین ...... ''انهم من الجاهلین المعلمین. (ص۲۵۴) ۳؎

۹۷......''بل هو کالانعام. واحد من العوام. والجاهلین'' ۴؎ (ص۲۶۵)۔

۹۸......''یہودی صفت مولوی اور اُن کے چیلے اُنکے ساتھ ہوگئے''۔ (ص۲۸۷)۔

۹۹......'' چنانچہ پلید دل مولوی اور بعض اخبار والے انہیں شیطانوں میں سے تھے (ص۲۸۸)۔

۱۰۰......'' بعض بدذات مولوی منہ سے اقرار نہ کریں'' (ص۲۹۰)۔

۱۰۱......''مولوی لوگ جہالت اور حماقت سے اس کا انکار کریں گے'' (ص۲۹۳)۔

۱؎ یاد رکھو اے گمراہ شیخ اور دجال بطال، انہی میں سے تمھارا گمراہ، کاذب شیخ ہے جو خوش خبری دینے والوں کے لئے نذیر (ڈرانے والا) ہے پھر عبدالحق دہلوی ہے جو متصلفین کا سردار ہے۔ پھر تمام متکبروں کا بادشاہ۔ اور اُن میں کا سب سے آخری، اندھا شیطان، اور گمراہ کرنے والا دیو ہے جس کا رشید احمد گنگوہی کہا جاتا ہے۔ اور وہ بھی مولانا احمد حسن امروہی کی طرح بدبخت اور ملعون ہے۔

۲؎ ہائے افسوس! ہمارے جاہل علماء کی بوسیدہ خیالات پر، بیشک یہ لوگ بے زبان جانوروں جیسے ہیں اور بیوقوف علماء۔

۳؎ اور بہرحال دوسرے وہ لوگ جو اپنے آپ کو مولوی کہتے ہیں، گمراہ جاہلوں میں سے ہیں...... بیشک یہ لوگ جاہل معلم ہیں۔

۴؎ بلکہ وہ لوگ جانوروں اور جاہل عوام میں سے ایک ہیں۔

۱۰۲......''اور یہ کہنا کہ اس حدیث (دارقطنی) میں بعض راویوں پر محدثین نے جرح کیا ہے یہ قول سراسر حماقت ہے......''ایسے لوگ چار پائے ہیں نہ آدمی''''پس یہ نہایت بے ایمانی اور بددیانتی ہے''(ص۲۹۴)۔

۱۰۳......''ایسا ہی ان بدبخت مولویوں نے علم تو پڑھا مگر عقل اب تک نزدیک نہیں آئی...... ''علماء اور فقراء کے دل تاریک ہوگئے''۔''مگر ہمارے وہ علماء اور فقراء جو شمس العلماء اور بدر العرفاء کہلاتے ہیں، وہ آج تک اپنے کسوف خسوف میں گرفتار ہیں۔'' (ص۲۹۵)۔

۱۰۴......افسوس ہمارے نادان علماء اور مغرور فقراء نہیں سوچتے''(ص۲۹۶)۔

۱۰۵......''پس یہ بے ایمانی کیسی ہے جو صریح نشانوں سے انکار کرتے ہیں۔'' (ص۳۰۱)۔

۱۰۶......''بعض جاہل سجادہ نشین اور فقیری اور مولویت کے شتر مرغ الہام کے معارف کو سنتے ہی جلد بول اٹھتے ہیں کہ یہ کچھ حقیقت نہیں''یہ جہلا کی غلطیاں ہیں کہ جو قلت تدبر سے ان کے نفس امارہ پر محیط ہورہی ہیں''۔(ص۳۰۲)۔

۱۰۷......اور میں اعلان سے کہتا ہوں کہ جس قدر فقراء میں سے اس عاجز کے مکفر یا مکذب ہیں وہ تمام اس کامل نعمت مکالمہ الٰہیہ سے بے نصیب ہیں اور محض یاوہ گو اور ژاژ خا ہیں...... ''مکذبین کے دلوں پر خدا کی لعنت ہے''۔(ص۳۰۳)۔

۱۰۸......''نااہل مولویوں کا ظلم انتہا سے گذر گیا......''بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیرا اپنے اندر رکھتے ہیں......''مگر یہ دل کے مجذوم اور اسلام کے دشمن یہ نہیں سمجھتے...... ''دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں......''اے مردار خور مولویو اور گندی روحو تم پر افسوس...... ''اے اندھیرے کے کیڑو''۔ (ص۳۰۵)۔

۱۰۹......ان مولویوں کی کن سے تشبیہ دوں وہ اس بیوقوف اندھے سے مشابہت رکھتے ہیں......''مگر اب تک بعض بے ایمان اور اندھے مولوی اور خبیث طبع عیسائی اس آفتاب ظہور حق سے منکر ہیں (ص۳۰۶)''افسوس یہ لوگ مولوی کہلانے کا تو بہت شوق رکھتے ہیں مگر تقویٰ''اور دیانت سے ایسے دور ہیں کہ جیسے مشرق سے مغرب......''اور ان (پادریوں) کے ہم سرشت مولوی اور پلید طبع بعض اخباروں والے گالیاں دیتے تھے۔'' (ص۳۰۷)۔

۱۱۰......''کیوں کہ یہ (مولانا احمد اللہ امرتسری و مولانا ثناء اللہ امرتسری و مولانا محمد حسین بٹالوی) جھوٹے ہیں۔اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں......'' اور تمام مخالفوں کا منہ کالا ہوا......''اور مخالفوں اور مکذبوں پر وہ لعنت پڑی جواب دم نہیں مار سکتے۔'' (ص۳۰۹)۔

۱۱۱......'' یہ سب مولوی جاہل ہیں......''اور محمد حسین اور دوسرے مخالفین کی جہالت کو ظاہر کیا......''اے اندھو اب سوچو!''(ص۳۱۰)۔

۱۱۲......'' میں نے یہ علم پا کر تمام مخالفوں کو کیا عبدالحق کا گروہ اور کیا بطالوی کا گروہ۔ غرض سب کو بلند آواز سے اس بات کے لیے مدعو کیا......'' میرے مقابل ان میں سے کوئی بھی نہ آیا۔اور اپنی جہالت پر جو تمام ذلتوں کی جڑ ہے مہر لگا دی......''اب عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہئے۔کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا'' (ص۳۱۱)۔

۱۱۳......'' اس کے (مرزا) مقابل پر صرف عبدالحق کیا بلکہ کل مخالفوں کی ذلت ہوئی۔ہر ایک خاص و عام کو یقین ہو گیا۔کہ یہ لوگ صرف نام کے مولوی ہیں گویا یہ لوگ مر گئے۔عبدالحق کے مباہلہ کی نحوست نے اسکے اور رفیقوں کو بھی ڈبویا''(ص۳۱۲)۔

۱۱۴......'' مگر اس کی (مولانا عبدالحق صاحب) بدبختی سے وہ دعویٰ بھی باطل

نکلا۔اوراب تک اس کی عورت کے پیٹ میں سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا......’’ پھر کیسے خبیث وہ لوگ ہیں جواس مباہلہ کو بے اثر سمجھتے ہیں......’’میں نے اس روز بددعا نہیں کی۔ کیونکہ وہ (مولانا عبدالحق صاحب غزنوی) ناسمجھ اور غبی تھا......’’عبدالحق غزنوی نے ۳ر شعبان ۱۳۱۴ھ کواس لعنت کی سیاہی کودھونے کیلئے جواس کے منہ پر جم گئی ہے ایک اشتہار دیا‘‘ (ص ۳۱۷)۔

۱۱۵...... ’’ مولویت کو بدنام کرنے والوں ذرا سوچو!‘‘(ص ۳۲۰)۔

۱۱۶......’’ عبدالحق اور عبدالجبار غزنویان وغیرہ مخالف مولویوں نے بھی وہ نجاست کھائی......سوان لوگوں نے اسلام کی کچھ پروانہ کی اور کچھ بھی حیااور شرم اور تقوی سے کام نہ لیا۔اسی لیے تو آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کا نام یہودی رکھا......’’عبدالحق غزنوی بار بار لکھتا ہے کہ پادریوں کی فتح ہوئی۔ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں اور کیا لکھیں کہ اے بدذات یہودی صفت پادریوں کا اس میں منہ کالا ہوا۔اور ساتھ ہی تیرا بھی، اور پادریوں پر ایک آسمانی لعنت پڑی اور ساتھ ہی وہ لعنت تجھ کو بھی کھا گئی۔اگر تو سچا ہے تو اب ہمیں دکھلا کہ آتھم کہاں ہیں۔اے خبیث کب تک تو جیئے گا‘‘۔ (ص ۳۲۹)۔

۱۱۷......’’مگراس زمانہ کے ظالم مولوی اس سے بھی منکر ہیں،خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اوراس کا تمام گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ اپنے ناپاک اشتہار میں نہایت اصرار سے کہتا ہے کہ یہ پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی اے پلید دجال! پیشگوئی تو پوری ہوگئی؛لیکن تعصب کے غبار نے تجھ کواندھا کردیا‘‘ (ص ۳۳۰)۔

۱۱۸...... ’’ان احمقوں نے یہ معنی کس لفظ سے سمجھ لیے اے نادانو!‘‘’’آنکھوں کے اندھو!،(ص ۳۳۰)۔

۱۱۹......’’ یہ لوگ علم عربی اور عالمانہ تدبر سے بالکل بے نصیب اور بے بہرہ ہیں۔ یہودیوں کے لیے خدانے اس گدھے کی مثال لکھی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں مگر یہ

خالی گدھے ہیں......’’ جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے نہ انسان‘‘ (ص ۳۳۱)۔

۱۲۰......’’ اگر یہ ظالم مولوی اس قسم کا خسوف کسوف کسی اور مدعی کے زمانہ میں پیش کر سکتے ہیں تو پیش کریں......’’اے اسلام کے عار مولویو! ذرہ آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ کس قدر تم نے غلطی کی ہے۔جہالت کی زندگی سے تو موت بہتر ہے‘‘(۳۳۲)۔

۱۲۱......مگر خدا تعالیٰ نے ان مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لیے اس خسوف،کسوف میں بھی ایک امر خارق عادت رکھا ہے‘‘ (ص ۳۳۲)۔

۱۲۲...... پھر ایک اوراعتراض سادہ لوح عبدالحق کا یہ ہے کہ’’محدثین نے دارقطنی کی اس حدیث کے بعض راویوں پر جرح کیا ہے،اس لیے یہ حدیث صحیح نہیں‘‘ ’’لیکن اس احمق کو سمجھنا چاہئے کہ حدیث نے اپنی سچائی کو آپ ظاہر کردیا ہے......’’پس اس صورت میں جرح سے حدیث کا کچھ نقصان نہیں ہوا بلکہ جنہوں نے جرح کیا ہے ان کی حماقت ظاہر ہوئی ......’’اے کسی جنگل کے وحشی! خبر معائنہ کے برابر نہیں ہوسکتی‘‘ (۳۳۳)۔

۱۲۳......’’مگر تم نے (اے عبدالحق غزنوی) حق کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ کا گوہ کھایا......پس اے بدذات خبیث دشمن اللہ رسول کے تو نے یہ یہودیانہ اسی لیے کی کہ تا یہ عظیم الشان معجزہ پیغمبر خدا ﷺ کا دنیا پر مخفی رہے،جابراور عمرو بن شمر کا جھوٹ تو ہرگز ثابت نہیں ہوا؛ بلکہ سچ ثابت ہوا۔مگر تیرا جھوٹ اے نابکار پکڑا گیا......اب جو شخص ان بزرگوں کو (جابر جعفی وعمرو ابن شمر کو) جھوٹا کہے ...... وہ بدذات خود جھوٹا اور بے ایمان ہے‘‘۔ (ص ۳۳۴)۔

نور: مرزاجی کی یہ بدزبانی معاذ اللہ حضرت محدثین کو جھوٹا اور بے ایمان ثابت کررہی ہے،کیونکہ دراصل ان حضرات نے جابر جعفی وغیرہ کی (جو مرزاجی کے بزرگوں میں سے ہیں) تکذیب وتضعیف کی ہے اور عبدالحق غزنوی صاحب تو صرف ناقل ہیں۔

۱۲۴......’’پھر یہ ایک وسوسہ عبدالحق غزنوی نے پیش کیا ہے......لیکن یاد رہے کہ یہ

بھی اس نابکار کی تزویر اور تلبیس ہے۔'' (ص۳۳۴)۔

۱۲۵......سو چاہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے ......'' ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی۔ اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔ اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے۔'' (ص۳۳۷)۔

۱۲۶...... یہ اعتراض کیسی بے ایمانی ہے جو تعصب کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔'' (ص۳۳۸)۔

۱۲۷......'' اس جگہ (الہام مرزا میں) فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بطالوی ہے اور ہامان سے مراد نومسلم سعد اللہ ہے'' (ص۳۴۰)۔

۱۲۸......اب دیکھو کہ یہ شریر مولوی کب تک اور کہاں تک انکار کریں گے۔'' (ص۳۴۱)۔

۱۲۹......'' فمت یا عبد الشیطن الموسوم بعبد الحق ''...... ۱؎

'' کمال افسوس ہے جو میں (مرزا) نے سنا ہے کہ اسلام کے بدنام کرنے والے غزنوی گروہ جو امرتسر میں رہتے ہیں ......'' یہ سیاہ دل فرقہ غزنویوں کا کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے۔ اے بدبخت مفتریو! ......نمعلوم (نہ معلوم) کہ یہ جاہل اور وحشی فرقہ اب تک کیوں شرم اور حیا سے کام نہیں لیتا......'' اور پھر خدا نے پیشگوئی کے موافق آتھم کو فی النار کر کے پادریوں اور مخالف مولویوں کا منہ کالا کیا......'' کیا اب تک عبدالحق کا منہ کالا نہیں ہوا کیا اب تک غزنویوں کی جماعت پر لعنت نہیں پڑی۔ بیشک خدا نے ان لوگوں کو ذلت کی روسیاہی کے اندر غرق کردیا''۔ (ص۳۴۲)۔

۱۳۰......'' اور غزنوی افغانوں کی جماعت جو ناپاک خیالات اور تکذیب کی بلا میں گرفتار ہیں ......'' کہ عبد الحق غزنوی اور عبد الجبار جو اپنی شرارت اور خباثت سے''

۱؎ ترجمہ: اے شیطان کے بندے (حضرت مولانا) عبدالحق مرجا۔

(ص۳۴۳)۔

۱۳۱......'' آسمانی گواہ جس سے ہمارے نابینا علماء بے خبر ہیں'' (ص۳۴۵)۔

۱۳۲......'' وہر یکے از ایشاں مثل محمد حسین بٹالوی یا شیطان نجدی از دیانت و دین دور بود'' (ص۱۹۸)۔ ۱؎

۱۳۳......'' اومیرے مخالف مولویو!'' (ص۳۴۷)۔

الاستفتاء خزائن ج۱۲ (تصنیف مئی ۱۸۹۷ء):

۱۳۴......'' ہمارے مخالف مولوی بھی جو رُوحانیت سے بے بہرہ ہیں۔'' (ضمیمہ استفتاء، ج۱۲ص۱۰۸)۔

۱۳۵......'' جاہل مولویوں اور عوام کالانعام کو......اور بعض مولوی دُنیا کے کُتّے ...... مولوی یہودی صفت......ان ظالموں نے......مخبط الحواس نذیر حسین'' (ص۱۲۸)۔

۱۳۶......'' بعض ظالم مولوی جیسا کہ محمد حسین بٹالوی ......اس شیخ دشمن حق ......کو نخوت نے اندھا کردیا...... یہ شخص نہایت درجہ کا مفسد اور دشمن حق ہے'' (ص۱۳۵)۔

ایام الصلح خزائن ج۱۴ (تصنیف ۱۸۹۹ء):

۱۳۷......'' اسلام میں بھی یہودی صفت لوگوں نے یہی طریق اختیار کیا''۔ (مفہوم ایام الصلح خزائن ج۱۴ص۳۲۲)۔

۱۳۸......'' یہ عذر جس کو ہمارے کوتاہ اندیش علماء بار بار پیش کیا کرتے ہیں''۔ (ص۳۱۶)۔

۱۳۹......'' اے زود رنج اور بداخلاقی اور بدظنّی میں غرق ہونے والو!'' (ص۳۲۰)۔

۱۴۰......'' یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرّہ

۱؎ اِن (علماء) میں سے ہرایک محمد حسین بٹالوی اورنجدی شیطان کی طرح دیانت اوردین سے دور ہے۔

بھی تقویٰ ہوا یسے افترا نہیں کرسکتا'' (ص۳۲۲)۔

۱۴۱......''اگر کوئی شخص صریح بے ایمانی پر ضد نہ کرے''۔ (ص۳۲۶)۔

۱۴۲...... ''اے بدقسمت بدگمانو! '' (ص۳۴۱)۔ جاہل مولویوں (ص۳۵۴)۔ نادان علماء (ص۳۵۵)۔ ذلیل ملاؤں، پلید ملاؤں، ناپاک طبع مولویوں، پلید طبع مولوی ، خدا کا اُن مولویوں پر غضب ہوگا، مولوی انسانوں سے بدتر اور پلید تر (ص۴۱۳)۔ پلید جاہلوں (ص۴۱۴)۔

تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ (تصنیف اگست ۱۹۰۰ء):

۱۴۳......مولوی کہلانا اور یہ بے حیائی کی حرکات''۔ (تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ص ۱۹۹)۔

۱۴۴......آنحضرت ﷺ کے چھپانے کیلئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی'' (مدینہ طیبہ کے یہ سب صفات ہیں معاذ اللہ) (ص۲۰۵)۔

دافع البلاء خزائن ج ۱۸ (تصنیف اپریل ۱۹۰۲ء):

۱۴۵......'' نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے''۔ (دافع البلاء خزائن ج ۱۸ص ۲۳۸)۔

الھدی والتبصرۃ لمن یری خزائن ج ۱۸ (تصنیف جون ۱۹۰۲):

۱۴۶...... اکڑباز حاسدوں کی طرح ...... (الھدیٰ والتبصرہ ص ۲۵۳) اے شیخی باز...... (ص۲۵۵) اپنی جگہ پر کھڑا رہ اے سفلہ دشمن'' (ص ۲۵۸)۔

۱۴۷......''ان شریروں کی......آگ کے لادوٹٹوؤں'' (ص ۲۶۰)۔

۱۴۸ ......'' جیسے کہ عادت کمینوں اور نادانوں کی اور سیرت سفلہ دشمنوں کی ہوتی ہے۔'' (ص۲۶۲)۔

۱۴۹......ولیسوا الا کالذئاب او النمر '' (ص۳۴۶) [۱]

کتاب نزول المسیح خزائن جلد ۱۸ (تصنیف جولائی ۱۹۰۲ء):

۱۵۰......اس قدر جھوٹ کی نجاست کھائی ہے کہ کوئی نجاست خور جانور اس کا مقابلہ نہیں کرسکے گا (کرسکے گا)......''ان میں سے جھوٹ بولنے کا سرغنہ پیسہ اخبار کا ایڈیٹر ہے'' (ص ۳۸۶)۔'ہمارے ظالم طبع مخالفوں نے......(۳۸۷)۔

۱۵۱......بدقسمت ایڈیٹر نے اس گندے جھوٹ سے خود اپنے تیئں پبلک کے سامنے اور نیز گورنمنٹ کے سامنے ایک دروغگو اور مفتری ثابت کردیا'' (ص۳۹۰)۔

۱۵۲......'' دروغ گو بے حیا (بے حیا) کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہوجاتا۔'' (ص۴۴۰)۔

۱۵۳......'' اس سے زیادہ کوئی دیوانہ اور پاگل نہیں ہوتا''۔ (ص۴۴۲)۔

۱۵۴......'' پیر مہر علی شاہ صاحب محض جھوٹ کے سہارے سے اپنی کوڑمغزی پر پردہ ڈال رہے ہیں اور وہ نہ صرف دروغ گو ہیں بلکہ سخت دروغ گو......(ص۴۴۴)۔

۱۵۵......'' اس نے جھوٹ کی نجاست کھا کر وہی نجاست پیر صاحب کے منہ میں رکھ دی۔'' (ص۴۴۸)۔

۱۵۶......'' مرگیا بدبخت اپنے وار سے کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے کھل گئی ساری حقیقت سیف کی کم کرو اب ناز اس مردار سے (ص۶۹۲)۔

اعجاز احمدی (ضمیمہ نزول المسیح) خزائن ج ۱۹ (تصنیف نومبر ۱۹۰۲ء):

۱۵۷......'' بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی درایت عمدہ نہیں تھی'' (اعجاز احمدی ص ۱۲۶)۔

[۱] یہ علماء بھیڑیوں اور چیتوں جیسے جانور ہیں۔

۱۵۸......’’افسوس کہ سادہ لوح حجرہ نشین مولویوں کی نظر......’’یہ لوگ حیوانات کی طرح ہوگئے‘‘(ص۱۳۱)۔

۱۵۹......’’افسوس یہ لوگ خیانت پیشہ ہیں ہم تو اب یہود کا نام لینے سے بھی شرمندہ ہیں کیونکہ اسلام میں ہی ایسے یہودی موجود ہیں۔‘‘(ص۱۳۶)

نور: مرزا صاحب نے اس کتاب خزائن ج۱۹ کے ص۱۴۹ میں مولانا ثناء اللہ صاحب پر دس لعنت برسا کر اپنے پیغمبرانہ اخلاق کا ثبوت پیش کیا ہے۔

۱ لعنت______________________

۲ لعنت______________________

۳ لعنت______________________

۴ لعنت______________________

۵ لعنت______________________

۶ لعنت______________________

۷ لعنت______________________

۸ لعنت______________________

۹ لعنت______________________

۱۰ لعنت______________________

و تلک عشرة كاملة (ص۱۴۹)۔

۱۶۰......’’پھر بہت کوشش کے بعد ایک بھیڑئے کو لائے اور مراد ہماری اس سے ثناء اللہ ہے‘‘(ص۱۵۱)۔

۱۶۱......ایک غول (مولانا ثناء اللہ) کے وعظ سے وہ پلنگ کی طرح ہوگئے ثناء اللہ جو ہوا وہوس کا بیٹا تھا......(ص۱۵۴)۔’’حالانکہ ثناء اللہ کو علم اور ہدایت سے ذرہ مس نہیں، پس

تعجب ہے اس مچھر پر کہ کرگس بننا چاہتا ہے‘‘(ص۱۵۵)۔

۱۶۲......’’فریبی کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا ہے۔اے ثناء اللہ تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے‘‘(ص۱۶۳،۱۶۴)۔

۱۶۳......’’کیا تو احمق سے محمد حسین کو عالم سمجھتا ہے اور اس کے ہاتھ میں مٹی سیاہ اور گندہ پانی ہے......اے اغوا کرنے والے محمد حسین‘‘۔(ص۱۶۹)۔

۱۶۴......’’مجھے ایک کتاب کذاب کی طرف سے پہنچی ہے وہ خبیث کتاب اور بچھو کی طرح نیش زن، میں نے کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت۔تو ملعون کے سبب سے ملعون ہوگئی‘‘۔(ص۱۸۸)۔

۱۶۵......اس فرمایہ نے، **یاشیخ الضلالة**......اے دیو تو نے بدبختی کی وجہ سے جھوٹ بولا‘‘(ص۱۸۹)۔

۱۶۶......’’میں تجھے اور غدار زمانہ ثناء اللہ کو دکھاؤں گا‘‘(ص۱۹۰)۔

۱۶۷......’’اے جنگلوں کے غول تجھ پر ویل‘‘(ص۱۹۳)۔

۱۶۸......’’اے عورتوں کے عار ثناء اللہ‘‘(ص۱۹۶)۔

مواہب الرحمٰن خزائن ج۱۹(۱۹۰۳ء):

۱۶۹...... چوں ایں دجّال (مولانا ثناء اللہ) بہ قادیان آمد‘‘۔(مواہب الرحمٰن ص۳۲۹)۔

۱۷۰......نمیدانم سبب او مگر جہل تو و غباوتِ تو و کمینگی تو۔اے نادان‘‘(ص۳۵۱)۔

۱۷۱......اے غبی......’’ہمچو گرگ قبل فہمیدن کلام جست کردی‘‘(ص۳۵۲)۔

۱۷۲......’’اے مسکین......’’نیستی مگر ہمچو جنین......’’**ایھا الغوی**‘‘(ص۳۵۹)[1]

[1] ترجمہ: لومڑی کی طرح بات سمجھنے سے پہلے ہی کود پڑے۔اے مسکین، تو تو ایسا ہے جیسے کہ ماں کے پیٹ کا جنین بچہ۔

تذکرۃ الشہادتین خزائن ج۲۰ (تصنیف ۱۹۰۳ء):

۱۷۳...... کہ بادعویٰ من آنقدر دلائل موجود است کہ بغیر از مردک بے حیا و بے شرم حدراازاں گریز نیست" (تذکرۃ الشہادتین ص۴۰)[1]

چشمۂ مسیحی خزائن ۲۰ (تصنیف مارچ ۱۹۰۶ء):

۱۷۴...... "نادان مولویوں نے" (چشمۂ مسیحی خزائن ج۲۰ ص۳۳۶)۔

۱۷۵...... "اے نادانو! اور آنکھوں کے اندھو!" (ص۳۸۹)۔

کتاب براہین احمدیہ حصّہ پنجم خزائن ج۲۱ (تصنیف ۱۹۰۵ء):

۱۷۶......اے اندھے صاحب۔ (براہین احمدیہ پنجم خ ج۲۱ ص۱۶۶) اے متعصب نادان۔ اے ظالم معترض" (ص۱۸۲)۔

۱۷۷...... " اس دلیری اور شوخی اور منہ زوری" (ص ۲۶۷) "مولوی صاحب (مولانا محمد حسین بٹالوی) آج آپ نے تحریف کرنے میں یہودیوں کے بھی کان کاٹے۔" (ص۲۷۲)۔

۱۷۸...... "اے مفتری نابکار! اے سخت دل ظالم! تجھے مولوی کہلا کر شرم نہ آئی"۔ (ص۲۷۵)۔

۱۷۹...... "مولوی کہلا کر یہ افتراء اور یہ تحریف اور یہ خیانت اور یہ جھوٹ اور یہ دلیری اور یہ شوخی" (ص۲۷۸)۔

۱۸۰...... "بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا" (ص ۲۸۵)۔

[1] ترجمہ از مرزا: میرے دعوے کے ساتھ اسقدر دلائل ہیں کہ کوئی انسان نرا بےحیا نہ ہو تو اس کے لئے اس سے چارہ نہیں ہے۔ (اردو تذکرۃ الشہادتین خزائن ج۲۰ ص۴۰)

۱۸۱...... "بعض خشک ملاؤں کو۔ (ص۳۱۰) "ایسے لوگ سراسر دنیا کے کیڑے ہو گئے۔" یہ نادان نہیں جانتے" (ص۳۱۱)

۱۸۲...... "اے بدبخت اور بدقسمت قوم!۔ اے سست ایمانو! اور دلوں کے اندھو!۔ (ص۳۱۲) اے نادان قوم!" (ص۳۱۳)۔

۱۸۳...... "اے لاف وگزاف کے بیٹے! تو کیسا غبی ہے" (ص۳۱۷)۔

۱۸۴...... "میں (مرزا) شیر ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا (ص ۳۲۰) "جاہلوں کا مُنہ بگڑ گیا مارے غصّہ کے جب ان کو حضرت عیسیٰ کے مرنے کی خبر دی گئی۔" (ص۳۲۱)۔

۱۸۵...... "اے دیوانے اس بیہودہ کوشش کو جانے دے۔ (ص۳۲۴) " پس تجھ سے زیادہ بدبخت اور کون ہوگا" (ص۳۲۵)۔

۱۸۶...... " کیا تو صبح کو اُلّو کی طرح اندھا ہو جاتا ہے...... "اور تو کیا چیز ہے صرف ایک کیڑا اے دروغ آراستہ کرنے والے"۔ (ص۳۳۲)۔

حقیقۃ الوحی وتتمہ حقیقۃ الوحی، خزائن ج۲۲ (تصنیف ۱۹۰۷ء):

۱۸۷......کیسی بدذاتی اور بدمعاشی اور بےایمانی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۲۲)۔

۱۸۸...... "اس الہام میں خدا تعالیٰ نے دو مولویوں کو جو تکفیر کے بانی تھے فرعون اور ہامان قرار دیا" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۶۷)۔

۱۸۹...... "اِس جگہ قاموس وغیرہ کا ابتر کے معنی کے بارے میں حوالہ دینا۔ صِرف بیہودہ گوئی اور حماقت ہے" (ص۴۳۷)۔

۱۹۰...... " لیئموں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے، سفیہوں کا نطفہ، بدگو ہے اور خبیث اور مفسد جھوٹ کو ملمع کرنے والا منحوس ہے، جس کا نام

جاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے ...... تیرا نفس ایک خبیث گھوڑا ہے، اے حرامی لڑکے۔“ (ص ۴۴۶،۴۴۵)۔

۱۹۱......ایسا شخص بڑا خبیث اور پلید اور بدذات ہوگا“ (ص ۵۴۳)۔

۱۹۲......اسی پر (الٰہی بخش پر) اس کی لعنت کی پڑی مار......عجب نادان ہے وہ مغرور وگمراہ“ (ص ۵۵۱)۔

۱۹۳......بعض شریر کذاب کہتے ہیں“ (ص ۶۵۶)۔

۱۹۴......دشمنوں کے منہ پر طمانچے مارے ہیں مگر عجیب بےحیا منہ ہیں کہ اس قدر طمانچہ کھا کر پھر سامنے آتے ہیں“۔ (ص ۵۸۷)۔

۱۹۵......”اس بدقسمت مولوی......“۔ (ص ۵۹۸)۔

۱۹۶......قاضی ظفرالدین جو نہایت درجہ اپنی طینت میں خمیر انکار اور تعصب اور خود بینی رکھتا تھا“ (ص ۶۰۴)۔

چشمہ معرفت خزائن ج ۲۳ (۷۔۱۹۰۸):

۱۹۷......نہایت کینہ ور اور گندہ زبان شخص سعد اللہ نام لدھیانہ کا رہنے والا“
(چشمہ معرفت خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۶)۔

(تبلیغ رسالت) مجموعہ اشتہارات (جلد: ۱):

۱۹۸......” واضح ہو کہ بعض مخالف ناخداترس جن کے دلوں کو زنگ تعصب وبخل نے سیاہ کر رکھا ہے۔ ہمارے اشتہار......کو یہودیوں کی طرح محرف ومبدل کر کے اور کچھ کے کچھ معنے بنا کر کے سادہ لوح لوگوں کو سناتے ہیں اور نیز اپنی طرف سے اشتہارات شائع کرتے ہیں......لیکن ساتھ ہی ہم افسوس بھی کرتے ہیں کہ ان بےعزتوں اور دیوثوں کو بباعث سخت درجہ کے کینہ اور بخل اور تعصّب کے اب کسی کی لعنت ملامت کا بھی کچھ خوف اور

اندیشہ نہیں رہا اور جو شرم اور حیا اور خداترسی لازمہ انسانیت ہے۔ وہ سب نیک خصلتیں ایسی ان کی سرشت سے اٹھ گئی ہیں کہ گویا خدائے تعالیٰ نے اِن میں وہ پیدا ہی نہیں کیں۔“ (تبلیغ رسالت، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص ۱۲۵)۔

(تبلیغ رسالت) مجموعہ اشتہارات (جلد: ۲):

۱۹۹......”اے (مولانا سعد اللہ) احمق دل کے اندھے دجّال تو تُو ہی ہے، دجال تیرا ہی نام ثابت ہوا......آخر اے مُردار دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔ اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہا ہے“۔ (اشتہار انعامی تین ہزار مجموعہ اشتہارات ج۲ ص ۷۸)۔

۲۰۰......اے بے ایمانو، نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو!......عیسائیوں کی فتح کیا ہوئی۔ کیا تمہاری ایسی تیسی ہے۔“ (اشتہاری انعامی تین ہزار حاشیہ ج۲ ص ۶۹۔۷۰)۔

۲۰۱......اے ہماری قوم کے اندھو! نیم عیسائیو! کیا تم نے نہیں سمجھا کہ کس کی فتح ہوئی۔“ (اشتہار انعامی چار ہزار ج۲ ص ۱۰۵)۔

۲۰۲......ہزار لعنت کا رسہ ہمیشہ کے لیے تمام ان پادریوں کے گلے میں پڑ گیا“ (اشتہار انعامی ۳/ ہزار مجموعہ اشتہارات ج۲ ص ۷۷)۔

۲۰۳......پس اس کھُلی کھُلی اور فاش شکست سے (آتھم کے متعلق) انکار کرنا نہ صرف حماقت بلکہ پرلے درجہ کی بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے۔“ (اشتہار انعامی تین ہزار مجموعہ اشتہارات ج۲ ص ۷۶)۔

۲۰۴......ورنہ یونہی اسلامی بحث پر (آتھم والی پیش گوئی) مخالفانہ حملہ کرنا اور زبان سے مسلمان کہلانا۔ کسی ولد الحلال کا کام نہیں۔ مگر میاں سعد اللہ صاحب نے......اپنے پر دانستہ وہ لقب لے لیا جسکو کوئی نیک طینت لے نہیں سکتا......اے احمق! تیری کیوں عقل ماری گئی۔“ (اشتہار مذکور ص ج۲ ص ۸۰)۔

عیسائیوں کو گالیاں

ازالہ اوہام خزائن (جلد: ۳):

۲۰۵......’’پادریوں کی مانند کوئی اب تک دجال پیدا نہیں ہوا۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج۳ ص۳۶۲)۔

آئینہ کمالات اسلام خزائن (جلد: ۵):

۲۰۶......’’نالائق متعصب عیسائی۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۴۳)۔

نور الحق خزائن (جلد: ۸):

۲۰۷......’’اِس زمانہ کے پادری دجال کذاب ہیں۔‘‘ (نور الحق خ ج۸ ص۸۲)۔

۲۰۸......’’نصاریٰ کے علماء درحقیقت دجّال اور مفسد ہیں‘‘ (۸ص۸۳)۔

۲۰۹......اور اندر اُنکا گدھے کے پیٹ کی طرح تقویٰ سے خالی......میں ایک خسیس ابن خسیس جاہل کو دیکھتا ہوں......(ص۸۷) اے بخیل بدخلق اور حریص......تو اِس طرح زبان ہلاتا ہے جیسے سانپ اور کمینوں اور سفلوں کی طرح بکواس کرتا ہے‘‘ (ص۸۸)۔

۲۱۰......’’**الواشی الضال الذی ینوم بنعاس الضلال** ......[1] یہ شخص احمق اور نادان اور سفیہ اور جلد باز ہے۔‘‘ (ص۹۶)۔

۲۱۱......’’اُن میں سے ایک خبیث مُفسد بدگو دشنام دہ ہے‘‘ (ص۱۲۰)۔

۲۱۲......اے گمراہی اور حرص کے جنگل کے شیطان......اے دروغگو جنگجو‘‘ (ص۱۲۰)

۲۱۳......’’ حرص کی وجہ سے مکار اور فریبی ہیں‘‘ (ص۱۲۴)۔

۲۱۴......’’ ان کے دل ایسے سیاہ ہیں جیسے کوے کے پر‘‘ (مخلصاص ۱۲۷)۔

[1] ترجمہ از مرزا: اور یہ گمراہ نکتہ چین جو خواب ضلالت میں سوتا ہے۔

۲۱۵......’’ فتنہ انگیز معترض......شرابیوں کی طرح بکواس کررہا ہے‘‘ (ص۱۳۲)۔

۲۱۶......’’**ایھا الجھول و الغبی المعذول** ۔(ص۱۳۴)[1] ’’بخیل خیانت پیشہ۔‘‘ (ص۱۳۷)۔

۲۱۷......’’ اے غبی اور سفلہ نادان۔ (ص۱۴۹)’’ تُو چار پاؤں کی طرح چُپ ہوگیا۔‘‘ (ص۱۵۱)۔

۲۱۸......’’اسی کتاب کے ص۱۱۸ تا ۱۲۲۔ میں ایک ہزار لعنتیں شمار کرکے لکھی ہیں اور اپنی تہذیب کا ثبوت پیش کیا ہے۔

۲۱۹......’’ ہر یک شخص جو ولدالحلال ہے اور خراب عورتوں اور دجّال کی نسل میں سے نہیں ہیں۔‘‘ (ص۱۶۳)۔

انوار الاسلام خزائن (جلد: ۹):

۲۲۰......’’اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو پھر ثابت ہوگا کہ وہ جھوٹ اور افتراء سے اپنے تئیں مولوی نام رکھتے ہیں اور درحقیقت جاہل اور نادان ہیں اور نیز اس صورت میں وہ ہزار لعنت بھی ان پر پڑے گی‘‘ (انوار الاسلام خزائن ج۹ ص۹)۔

۲۲۱......’’ ویسا ہی وہ تمام ذلت اور رسوائی ان نادان پادریوں کے حصّہ میں آئی اور آئندہ کسی کے آگے منہ دکھانے کے قابل نہ رہے‘‘ (ص۹)۔

۲۲۲......’’اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس غم میں ایک سودائی کی طرح پایا......ورنہ ایسے شخص کا نام بجز نادان متعصب کے اور کیا رکھ سکتے ہیں‘‘ (ص۱۰)۔

۲۲۳......’’میں ایسے لوگوں کو مطلع کرتا ہوں کہ یہ تو فتح ہے اور کامل فتح اور اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا۔مگر خبیث القلب‘‘ (ص۲۳)۔

[1] اے جاہل، ذلیل بے عقل۔

۲۲۴......''اے نادانو اور اندھو۔'' (۲۳)۔

۲۲۵......''کیا پادری عماد الدین کے گلے میں ہزار لعنت کا رسّہ نہیں پڑا...... بیشک وہ نہایت ذلیل ہوا اور اس کا کچھ باقی نہ رہا اور اس کی علمی آبرو نجاست کے بودار گڑھے میں جا پڑی۔ اگر وہ باغیرت آدمی ہوتا تو اس ذلّت کی وجہ سے کچھ کھا پی کر مر جاتا'' (ص۳۲)۔

ضیاء الحق خزائن (جلد: ۹):

۲۲۶......''نادان پادریوں کی تمام یاوہ گوئی آتھم کی گردن پر ہے'' (ضیاء الحق ص۹ ص۲۶۹)۔

۲۲۷......اس مکّار دنیا پرست نے یہ جھوٹ محض اس لئے باندھا ہے۔'' (ضیاء الحق ج۹ ص۲۹۶)۔

۲۲۸......''ناحق ایک بدذات عیسائی نے اس بیچارے کے اہل وعیال اور دوستوں کو مصیبت میں ڈالا۔'' (ضیاء الحق ج۹ ص۳۰۰)۔

آریہ دھرم خزائن ج۱۰ (تصنیف ۱۸۹۵ء):

۲۲۹......''ہاں بعض بدذات پادری جو اپنی فطرتی تعصب کے ساتھ جہالت کو بھی جمع رکھتے تھے''۔ (آریہ دہرم ج۱۰ ص۴۶)۔

ضمیمہ انجام آتھم خزائن (جلد: ۱۱):

۲۳۰......''یہ مردہ پرست لوگ کیسے جاہل اور خبیث طینت ہیں'' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۲۹۲)

۲۳۱......''اس مردار اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہے'' (ص۲۹۳)۔

۲۳۲......''چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے'' (ص۲۹۲)۔

۲۳۳......اور خبیث طبع عیسائی اس آفتاب ظہور حق (پیشگوئی آتھم) سے منکر ہیں ......''اور ناپاک فرقہ نصرانیوں کا طوائف کی طرح کوچوں اور بازاروں میں ناچتے پھرتے تھے'' (ص۳۰۶ تا ۳۰۷)۔

۲۳۴......ایک پلید ذریت شیطان فتح مسیح ......''پس اسی طرح اگر اندھے پادریوں نے یا یک چشم مولویوں نے آتھم کے مقدمہ کی حقیقت اچھی طرح نہ سمجھا اور بدزبانی کی تو اس غلط فہمی کی واقعی ذلت انہیں کو پہنچی اور اس خطا کی سیاہی انہیں کے منہ پر لگی اور سچائی کے چھوڑنے کی لعنت انہیں پر برسی ...... ''پس آتھم کی نسبت جس قدر پلیدوں اور نابکاروں نے خوشیاں کیں۔ اب وہی خوشیاں ندامت اور حسرت کا رنگ پکڑ گئیں ......اے اندھو! میں کب تک تمہیں بار بار بتلاؤں گا۔'' (ص۳۰۸)

۲۳۵......''اس پیش گوئی (آتھم والی) کی تکذیب میں پادریوں نے جھوٹ کی نجاست کھائی۔'' (ص۳۲۹)۔

۲۳۶......''اے نادانو! تمہیں مُردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟......ذرا آؤ! ہاں! لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ۔ اور اُس سڑے گلے مردہ کا میرے خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔'' (ص۳۴۶)۔

۲۳۷......''نادان پادریوں کی تمام یاوہ گوئی آتھم کی گردن پر ہے۔'' (ص۲)۔

۲۳۸......''اس عیسائی قوم میں سخت بدذات اور شریر پیدا ہوتے ہیں اور بھیڑیوں کے لباس میں اپنے تئیں ظاہر کرتے ہیں اور اصل میں شریر بھیڑیئے ہوتے ہیں'' (ص۹)۔

۲۳۹......نالائق آتھم ......''خدا کی لعنت کا مارا۔ بہت سا جھوٹ بولکر بھی آخر موت سے بچ نہ سکا۔'' (ص۱۴)۔

۲۴۰......''قوم کے خنّاسوں کا اثر ان (آتھم) پر پڑا اور دل سخت ہوگیا'' (ص۱۷)۔

۲۴۱......''عیسائی لوگ جھوٹ بولنے میں سخت بیباک اور بے شرم ہیں'' (ص۱۸)۔

۲۴۲......لیکن وہ (آتھم) ان بدبخت جھوٹوں کی طرح چپ رہا'' (ص۲۸)۔

۲۴۳......''بعض پلید فطرت پادریوں نے'' (ص۳۶)۔

۲۴۴......''پادریوں کے سوا اور کوئی دجال اکبر نہیں ہے۔'' (ص۴۷)۔

۲۴۵......''دجال فربہ آتھم بد اطوار در ہاویہ ہلاک کنندہ افتاد'' (ص۲۰۴) ۱؎

۲۴۶......''آں دجال کمینہ را یاد کن کہ ہیزم آتش آتھم مفسد است'' (ص۲۰۶) ۲؎

چشمہ مسیحی خزائن (جلد:۲۰):

۲۴۷......''ان رسیوں کے سانپوں کا نام ونشان نہیں رہے گا۔'' (چشمہ مسیحی ص ج۲۰ص۳۳۹)۔

حقیقت الوحی خزائن (جلد:۲۲):

۲۴۸......''وہ دجال جس سے ڈرایا گیا ہے وہ آخری زمانہ کے گمراہ پادری ہیں'' (حقیقۃ الوحی ج۲۲ص۳۲۳ کا حاشیہ)۔

۲۴۹......''یہ دجالی فتنہ جس سے مراد آخری زمانہ کے ضلالت پیشہ پادریوں کے منصوبے ہیں'' (حقیقۃ الوحی ج۲۲ص۳۲۴)۔

چشمہ معرفت خزائن (جلد:۲۳):

۲۵۰......''یہ دونوں صفات یاجوج ماجوج اور دجال ہونے کے یورپین قوموں میں موجود ہیں'' (چشمۂ معرفت ج۲۳ص۸۶)۔

۲۵۱......''اندھے پادریوں اور نادان فلسفیوں ں اور جاہل آریوں نے'' (چشمۂ معرفت ج۲۳ص۳۴۷)۔

۱؎ ترجمہ: موٹا دجال بدکردار آتھم ہلاک کرنے والی ہاویہ (عذاب) میں گر پڑا۔

۲؎ ترجمہ: اس کمینہ دجال کو یاد کرو، کہ اُس آتھم کے آگ کی لکڑی فساد ہے۔

مجموعہ القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

آریوں اور ہندوؤں کو گالیاں

آریہ دھرم خزائن (جلد:۱۰):

۲۵۲......''چوروں اور خیانت پیشہ لوگوں'' (آریہ دھرم ج۱۰ص۱۲)۔

۲۵۳......''ایسے سفلہ پن کے گندے الفاظ مُنہ پر لا کر پھر ہمارے اشتہار پر رد کیا لکھا۔'' (آریہ دھرم ص۲۵)۔

۲۵۴......''مہاراج شریر النفس بولے، (ص۳۱) شریر پنڈت''۔ (آریہ دھرم ۳۴)

۲۵۵......''یہ کمینہ طبع لوگ نکتہ چینی کے لئے تو حریص تھے ہی اس پر چند شریر اور نادان عیسائیوں کی کتابیں اُن کو مل گئیں اور شیطانی جوش نے یہ تلقین دی کہ یہ سب سچ ہے لہٰذا اس روسیاہی اور ندامت کا انہوں نے بھی حصّہ لیا جواب نادان پادریوں کے منہ پر نمایاں ہے۔'' (آریہ دھرم ص۴۷)۔

۲۵۶......''ورنہ بے ایمان اور خیانت پیشہ ہے''۔ (آریہ دھرم ص۶۲)۔

۲۵۷......''اے نادان آریو کسی کوئیں میں پڑ کر ڈوب مرو'' (آریہ دھرم ص۶۴)۔

۲۵۸......''لیکھرام کی طبیعت میں افترا اور جھوٹ کا مادہ بہت تھا'' (استفتاء ص ج۱۲ص۱۱۵)۔

ست بچن خزائن ج۱۰ (تصنیف ۱۸۹۵):

۲۵۹......''یہ نالائق ہندو وہی شخص ہے۔ جس نے اپنے پنڈت ہونے کی شیخی مار کر باوا صاحب کو نادان اور گنوار کے لفظ سے یاد کیا ہے...... یہ کیسی ناپاکی طینت ہے کہ پاک دل لوگوں کو جھٹ زبان پھاڑ کر برا کہہ دیا جائے......لہٰذا کوئی نیک طینت انسان اس کو اچھا نہیں کہتا۔'' (ست بچن جلد:۱۰ ص۱۱۸)۔

۲۶۰...... ’’وہ نعوذ باللہ دیانند کی طرح جہالت اور بخل کی تاریکی میں مبتلا نہ تھے‘‘۔ (ست بچن ص ۱۱۹)۔

۲۶۱...... ’’درحقیقت یہ شخص (دیانند) سخت دل سیاہ اور نیک لوگوں کا دشمن تھا اس ناحق شناس اور ظالم پنڈت نے‘‘۔ (ست بچن ص ۱۲۰)۔

۲۶۲...... ’’اسی نادان پنڈت کی اشتعال دہی کی وجہ سے یہ حق رکھتا ہے یہ خشک دماغ پنڈت بکلی بے نصیب اور بے بہرہ تھا...... وہ نہایت ہی موٹی سمجھ کا آدمی اور باایںہمہ اول درجہ کا متکبر بھی تھا‘‘۔ (ص ۱۲۱)۔

۲۶۳...... ’’مگر دیانند نے نہ چاہا کہ اس پلید چولے بخل اور تعصب کو اپنے بدن پر سے دفع کرے۔ اس لیے پاک چولا اُس کو نہ ملا اور سچے گیان اور سچی ودیا سے بے نصیب گیا...... یہ موقع ایسے پنڈت کو کہاں مل سکتا تھا جو ناحق کے تعصب اور فطرتی غباوت میں غرق تھا...... اور اس سے باوا صاحب کی جہالت ثابت کرنا نہایت سفلہ پن کا خیال ہے ...... کہ اس زود رنج پنڈت نے ایک ادنیٰ لفظی تغیر پر اس قدر احمقانہ جوش دکھلایا‘‘ (ست بچن ص ۱۲۴)۔

۲۶۴...... ’’وہ خود ایسے موٹے خیالات اور غلطیوں میں گرفتار تھا کہ دیہات کے گنوار بھی اس سے بہ مشکل سبقت لے جاسکتے تھے‘‘ (ص ۱۲۵)۔

۲۶۵...... شریر انسانوں کا طریق ہے کہ ہجو کرنے کے وقت پہلے ایک تعریف کا لفظ لے آتے ہیں گویا وہ منصف مزاج ہیں‘‘ (حاشیہ ست بچن ص ۱۲۵)۔

۲۶۶...... ’’لیکن دیانند ایسے زمانے میں بھی نابینا رہا جبکہ انگلستان اور جرمن وغیرہ میں ویدوں کے ترجمے ہو چکے تھے‘‘۔ (ست بچن ص ۱۳۱)۔

۲۶۷...... ’’نالائق آریو! ‘‘ (ست بچن ج ۱۰ ص ۱۶۱)۔

ضمیمہ نزول المسیح خزائن ج ۱۸ (۱۹۰۲ء):

۲۶۸...... ’’کیا قادیان کے احمق اور جاہل اور کمینہ طبع بعض آریہ۔‘‘ (نزول المسیح خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۷)۔

۲۶۹...... ’’اِن لوگوں (آریوں) کے نزدیک جھوٹ بولنا شیر مادر ہے، شیاطین ہیں نہ انسان‘‘ (نزول المسیح ج ۱۸ ص ۳۸۹)۔

حقیقت الوحی خزائن (جلد: ۲۲):

۲۷۰...... ’’الا اے دشمنِ نادان و بے راہ‘‘ (حقیقہ الوحی خ ۲۲ ص ۳۰۱)۔

۲۷۱...... ’’پس اے قادیان کے آریو...... اے بیخوف اور سخت دِل قوم...... (تتمہ حقیقہ الوحی ج ۲۲ ص ۵۹۴) وُہ اوّل درجہ کا خبیث فطرت اور ناپاک طبع ہوتا ہے۔‘‘ (ص ۵۹۵)۔

چشمہ معرفت خ (جلد: ۲۳):

۲۷۲...... ’’سفلہ طبع لیکھرام، (چشمہ معرفت خ ج ۲۳ ص ۱۰) افسوس کہ یہ بے باکی اور بدگوئی کا تخم بدقسمت دیانند اس ملک میں لایا...... لیکھرام پشاوری جو محض نادان اور ابلہ تھا‘‘ (چشمۂ معرفت ۱۱)۔

۲۷۳...... ’’اس قسم کی شوخ چشمی اور بدزبانی اور بے باکی خاص آریوں کے حصّہ میں ہے‘‘۔ (چشمۂ معرفت ص ۱۳)۔

نور: مرزا صاحب کے ’’دہان مبارک‘‘ کی نکلی ہوئی ’’گندگیوں و گالیوں‘‘ کو بلحاظ حروف تہجی نہ صرف ضیافت طبع کے لیے بلکہ عبرت آموزی کے لیے پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ناظرین عبرت کی نگاہوں سے ملاحظہ کریں کہ یہ ’’گل افشانیاں‘‘ و ’’اخلاقی پھل جھڑیاں‘‘ اس شخص کے منہ سے برآمد ہوئی ہے جو بقول خود رسول بھی تھا‘‘ و اخلاقی دیوتا بھی‘‘ اور کہنے

کے لیے ''**رحمۃ للعالمین**'' بھی تھا اور افضل الانبیاء بھی''۔ اور نام کے لیے سب کچھ بھی تھا حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ اور ذرا غور سے دیکھیں کہ اس نومولود نبی کے ''دہن'' سے شیریں کلامی کا تار نکل رہا ہے یا غلاظت کا جھاگ۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ مرزا صاحب تہذیب واخلاق کا پیکر بھی ہیں اور صبر وتحمل کے مجسمہ بھی: ع

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اور جس قدر نمبر عبارت مرزا کے شروع میں لکھے گئے ہیں، وہی نمبر ہر ایک گالی پر لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ ناظرین کو تلاش حوالہ میں سہولت ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں گالی مرزا صاحب کی فلاں کتاب میں موجود ہے۔ مثلاً اگر آپ کو یہ معلوم کرنا ہے کہ ردیف الف کی یہ گالی ''اے مردار خور مولویو'' جس پر نمبر ۱۶ر لکھا ہوا ہے، مرزا صاحب کی کس کتاب میں ہے تو جس عبارت مرزا کے شروع میں ۱۶، لکھا ہوا ہے اس کو نکال کر کتاب کا نام وصفحہ معلوم کر لیجئے۔[1]

بے شرمی کے ساتھ دعویٰ صفائی:

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کیسی کھری کھری، نئی نئی، کوری کوری، تراشیدہ، کوفتہ، بیختہ، دورنگی، سہ رنگی، چورنگی، پنج رنگی ہفت رنگی، گالیوں، فحش کلامیوں، سے مسلمانوں اور ان مقدس علماء کرام کی تواضع کی گئی ہے جن کا مرتبہ ''انبیاء بنی اسرائیل'' کے برابر ہے اور امت وملت کے اساطین واکابر ہیں۔ اور لطف یہ کہ یہ یاوہ گوئیاں وژاژ خائیاں اس شخص کے منہ سے برآمد ہوئی ہے جو بقول خود رسول بھی تھے اور نبی بھی اور مسیح زمانہ بھی تھے وکلیم خدا بھی، مجتبیٰ بھی تھے مصطفیٰ بھی، مصدر لطف وکرم بھی تھے اور مخزن تہذیب واخلاق

[1] اب کتاب کا نام اور قدیم وجدید صفحات، ہر گالی کے آگے درج کر دیئے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے جدید ترتیب۔

بھی، غرض یہ کہ آپ سب کچھ بھی تھے، اور کچھ بھی نہیں۔ اور قادیان کے خانہ ساز پیغمبر کے ان اخلاقی نمونوں، اصلاحی نتیجوں، مسیحائی چٹکلوں، سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قادیان کے پیغمبر صاحب کس ظرف کے مالک تھے اور کس شرافت کے حامل اور کیسی زر فشاں آپ کی نبوت تھی اور کیسی دُر انداز مسیحیت۔ اور کس درجہ کے آپ مجدّد تھے، اور کس انداز کے مہدی ۔ کیوں کہ خود ہی فرماتے ہیں کہ: ''جس طرح گندے کوئیں کے پانی کے ایک قطرہ سے اس کی تمام کثافت ثابت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اُن کے گندے خیالات اپنے بُرے نمونے سے پہچانے جاتے ہیں'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۳۲۹) اور لطف بالائے لطف یہ کہ مرزا جی کا یہ دعویٰ ہے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ منجانب اللہ ہوتا ہے اور میری ہر بات وحی الٰہی سے رنگین ہوتی ہے، جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔

(۱)...... '' میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے منہ میں ڈالا ہے۔'' (خلاصہ براہین احمدیہ ص۴ ج ۵ کا حاشیہ)۔

(۲)...... ''یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ مَیں (مرزا) خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیوں کہ جب مَیں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔'' (نزول المسیح خزائن ج ۱۸ ص ۴۳۴)۔

(۳)...... جو لوگ خدائے تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بُلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی فطرت سے کسی قسم کی دلیری نہیں کر سکتے۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۱۹۷)۔

(۴)...... ''اِس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رُوح القدس کی قدسیّت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلا فصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے...... اور انوار دائمی اور استقامت دائمی اور محبّت دائمی اور عصمت دائمی اور برکات دائمی کا بھی سبب ہوتا ہے کہ رُوح

القدس ہمیشہ اور ہر وقت اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔'' (دافع الوساوس،خزائن ج۵ص۹۳تا۹۴)۔

ان حوالجات سے معلوم ہوا کہ قادیانی رسول نے اپنی ان فحش کلامیوں ، گالیوں ، بدگوئیوں کو معاذ اللہ وحی الٰہی میں رنگ کر اور روح القدس کی امداد واستعانت سے اس میں انوار وبرکات بھر کر علمائے کرام ومسلمانان عالم کے سامنے پیش کیا۔لیکن امت مسلمہ نے ان ناپاک چیزوں کی کچھ قدر ومنزلت نہ کی بجز اس کے کہ ان گالیوں کے حق ایجاد کا ثواب مرزا جی کی روح کو بخش دیتی ہے۔البتہ امت مرزائیہ سے یہ امید ہے کہ وہ اپنے پیغمبر اعظم کی ان پیغمبرانہ گالیوں و پاک مطہر گندگیوں اور معاذ اللہ وحی الٰہی والہام خدائی سے ڈھلی ہوئی غلاظتوں کو اپنے لیے حرز جاں بنائے گی۔

حقیقت حال کی طرف مرزائیوں کو دعوت:

حقیقت یہ ہے کہ ان گالیوں ویاوہ گوئیوں کو دیکھ کر ''مرزا جی'' کی خانہ ساز انگریزی نبوت دیسی مسیحیت بازاری مجددیت پر وہی لوگ ایمان لے آئیں گے جو عقل وخرد سے محروم اور دانش وحکمت سے بے نصیب، رشد وہدایت سے تہی دست ہیں،لیکن شقاوتوں اور بدبختیوں سے مالا مال اور بداخلاقیوں اور بدگوئیوں سے لبریز ہیں؛لیکن ایک حد تک مرزا جی بھی اس قسم کی اخلاقی گناہوں کے ارتکاب پر اس وجہ مجبور تھے کہ: ''ہر ایک برتن سے وُہی ٹپکتا ہے جو اُس کے اندر ہے''۔(چشمۂ معرفت خزائن ج۲۳ص۹)۔

مرزائیوں کا آخری عذر گناہ بدتر از گناہ:

البتہ غلمدیت اپنے غلمدی نبی کی انگلشی نبوت ومصنوعی عصمت کو برقرار رکھنے کے لیے یہ کہتی ہے کہ مرزا جی نے جس قدر گالیاں دی ہیں اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائی ہیں ، یہ حقیقت میں اسلامی علماء کی گالیوں وگستاخیوں کے جواب میں ہے، لہذا ''عوض معاضہ راگلہ ندارد'' کا صحیح نقشہ پیش کیا گیا۔

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

جوابات حاضر ہیں:

اگر اس کو بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے ،تو کسی طرح سے بھی مرزا جی کے ان اخلاقی باقیات الصالحات کی تلافی نہیں ہوسکتی ، کیوں کہ آپ کہتے ہیں کہ:

(۱)......''بدی کا جواب بدی کے ساتھ مت دو۔نہ قول سے نہ فعل سے۔''(نسیم دعوت خزائن ج۱۹ص۳۶۵)۔

(۲)......گالیاں سُن کے دُعا دیتا ہوں ان لوگوں کو رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے (دافع الوساوس ۲۲۵)۔

(۳)......''خبردار رہو نفسانیت تم پر غالب نہ آوے۔ہر ایک سختی کی برداشت کرو۔ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو۔''(نسیم دعوت ج۱۹ص۳۶۴)۔

(۴)......''کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔''(کشتی نوح خزائن ج۱۹ص۱۱) اس لیے مرزا قادیانی کا ان اقوال ودعاوی کی موجودگی میں کسی طرح سے علماء اسلام کے سخت الفاظ کے جواب میں سخت وسوقیانہ الفاظ کہنا جائز نہیں تھا کیوں کہ فرماتے ہیں۔

(۱)......غلط بیانی اور بہتان طرازی راستبازوں کا کام نہیں بلکہ نہایت شریر اور بد ذات آدمیوں کا کام ہے۔''(آریہ دھرم خزائن ج۱۰ص۱۳)۔

(۲)......گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔''(ست بچن ج۱۰ص۱۳۳)۔

(۳)......گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔''(ضمیمہ اربعین نمبر۳،۴ ج۱۷ص۴۷۱)۔

(۴)......ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا (اس کی) چھوٹی لڑکی بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟اس نے جواب دیا بیٹی انسان سے ''کت پن'' نہیں ہوتا اسی طرح جب کوئی شریر گالی دے تو مؤمن کو لازم ہے کہ اعراض کرے نہیں تو وہی کت پن کی مثال لازم آئے

گی۔(تقریر مرزا جلسہ در قادیان ۱۸۹۷ء ملفوظات ج اص ۱۰۳)۔

مرزا کی تضاد بیانی سے مزید اس کی رسوائی:

اس کے علاوہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اگرچہ عیسائیوں نے اپنی نادانی و جہالت سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں نہایت مکروہ وسخت الفاظ استعمال کیے ہیں، مگر میں نے اپنی فطری حیا واخلاق سے ہر ایک تلخ زبانی و بدگوئی سے اعراض کیا اور عیسائیوں کے خلاف کوئی سخت لفظ نہیں کہا؛ سنئے فرماتے ہیں کہ: ''عیسائیوں کی کتاب امہات المؤمنین نے دلوں میں سخت اشتعال پیدا کیا ہے......اور دل دکھانے والی گالیاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں ہمارا حق تھا کہ ہم مدافعت کے طور پر سختی کا سختی سے جواب دیتے لیکن ہم نے محض اس حیاء کے تقاضا سے جو مؤمن کی صفت لازمی ہے ہر ایک تلخ زبانی سے اعراض کیا۔'' (ایام الصلح خزائن ج ۱۴ص ۲۲۸)۔

جب مرزا صاحب محض اپنی فطری حیاء وغیرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والوں کو مدافعانہ طور پر بھی سخت الفاظ نہیں کہے تو پھر عام مسلمانوں وعلماء اسلام کے حق میں حیاء جیسی صفت لازمی سے عریاں ہو کر کیونکر سخت ودلخراش الفاظ استعمال کیے۔؟ اس لیے کہ: ''بے حیا کا منہ نہیں بند کیا جاسکتا ہے۔'' (ملخصاً انجام آتھم حاشیہ ج ۱۱ص ۲۹)۔

مرزا صاحب کے ان ''پیغمبرانہ اخلاق، مجددانہ شرافت'' کے نتیجوں ونمونوں کو جو ''کتاب ہذا کے اوراق میں پھیلے ہوئے ہیں'' دیکھ کر مرزا جی کے متعلق نہ میں خود کوئی رائے قائم کرتا ہوں اور نہ ناظرین کتاب کو اس امر کی تکلیف دوں گا؛ بلکہ اس معاملہ میں بھی خود مرزا صاحب ہی کی شہادت پیش کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ:

(۱)......تجربہ بھی شہادت دیتا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا خدا کی غیرت اُس کے اُن پیاروں کے لئے آخر کوئی کام دکھلا دیتی ہے۔پس اپنی زبان کی چھُری

سے کوئی اور بدتر چھُری نہیں''۔(چشمۂ معرفت ص خزائن ج ۲۳ص ۳۸۶)۔

(۲)......جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا اور نفس سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے۔وہ ناپاک ہے۔اس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی۔اور نہ کبھی حکمت اور حق کی بات اُس کے مُنہ پر جاری ہوتی ہے۔'' (نسیم دعوت خزائن ج ۱۹ص ۳۶۵)۔

(۳)......یاد رکھو کہ ہر ایک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے۔ممکن نہیں کہ اس کے لبوں سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے بلکہ ہر ایک قول اس کا فساد کے کیڑوں کا ایک انڈا ہوتا ہے۔بجز اس کے اور کچھ نہیں۔'' (چشمہ معرفت خ ج ۲۳ص ۳۶۵)۔

مرزا شریف ومہذب کہلانے کے بھی لائق نہیں:

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب بقول خود ان اخلاقی گناہوں کی وجہ سے اس لائق بھی نہ تھے کہ مہذب وشریف انسانوں کے صف میں کھڑے ہو سکیں؛ چہ جائے کہ وہ نبوت کے جلیل القدر عہدہ پر مامور ہوں اور وہ خود اپنی زبان کی بدتر چھری سے اس قدر مجروح وزخمی ہو چکے تھے کہ ''خود کردہ را علاجے نیست'' کے علاوہ مرہم وپٹی کے باوجود بھی اندمال زخم کو کوئی توقع نہیں تھی: ع

گل وگلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

افسوس کہ گالیاں دینے والا، وبائیں پھیلانے والا، بددعائیں کرنے والا، مسیح آیا اور گندگیوں وغلاظتوں سے بھرا ہوا لٹریچر اپنے لیے ''باقیات السیئات'' بنا کر اور اپنی زبان کا ہرا بھرا زخم لئے ہوئے پیوند زمین ہو گیا۔مرزا جی نے سچ فرمایا کہ: ع

بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزبان ہے
جس دل میں ہے نجاست بیت الخلاء وہی ہے
(درثمین ۲۸)

مرزا کی خوش خلقی کے مرزائی ترانے:

مرزا صاحب کے ان اخلاق حسنہ'' کے ہوتے ہوئے بھی ان کے نمک خوار اس طرح حق نمک ادا کرتے ہیں: ''**انک لعلیٰ خلق عظیم** '' راقم مضمون ہذا (سردار مصباح الدین قادیانی) کے ذوق کے مطابق حضرت اقدس (مرزا صاحب) کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک معجزہ حضور کے اخلاق کا بھی ہے جس بلند پایہ اخلاق کا آپ سے ظہور ہوا اس کی مثال سوائے آپ کے متبوع ومقتدیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے دنیا کے کسی انسان کی زندگی میں نہیں ملتی۔'' ذکر حبیب از مصباح الدین قادیانی مندرجہ اخبار الحکم قادیان خاص نمبر ۲۱/مئی ۱۹۳۴ء۔

مرزا کی بدزبانی پر عیسائیوں اور مرزائیوں کی شہادت:

مسٹر اکبر مسیح مشہور عیسائی مصنف اپنی کتاب ''ضربت عیسوی'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

(۱)......''جن لوگوں کو ضرورتاً مرزا جی کی تصانیف پڑھنے کا ناگوار اتفاق ہوا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مناظرہ میں فحش بیانی سخت کلامی بدزبانی بلکہ گالی کو سنے کا مرزا جی نے سرکار سے ٹھیکہ لے لیا ہے آپ اس فن کے جگت استاذ مانے جاتے ہیں۔ ہر مذہب کے بزرگوں کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں آپ کے دست وزبان سے کسی مومن کو امان نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ آپ ہی کی انشاء پردازی سے گبر ومسلمان کا چلن بگڑا۔'' مولوی چراغ دین جموی جو مرزا صاحب کے دام فریب میں پھنس کر نکل آئے تھے لکھتے ہیں:

(۲)......''ہندوستان میں جو شخص دینی مباحثہ میں اپنی بدزبانی اور دریدہ دہنی بلکہ فحش کلامی کے لیے شہرۂ آفاق ہوا جس کی نسبت اہل الرائے کی یہ مستقل رائے ہے کہ دینی مناظرہ میں گندگی اور خباثت کے چلن کو اس نے رواج دیا جو اس فن کا استاذ اور موجد ہے وہ مرزا کادیانی ہے۔'' (رسالہ تجلی ۱۹۲۷ء از کفریات مرزا ص ۲۹)۔ یہ مخالف اور موافق کی رائیں

ہیں لیکن ''اخلاق مرزا'' کا نمونہ آپ کے سامنے ہے جس سے آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ کیا ایسے ہی تھے جیسا کہ ان کو ان کے نمک خوار مرید کہتے ہیں؟: ع

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مرزائیوں کے لیے مشعل راہ ہدایت بنائیں تا کہ وہ ایک بدگو بدزبان کا دامن چھوڑ کر حضرت خاتم النبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نور فگن سایہ رحمت میں آجائیں اور اللہ تعالیٰ ان ''گندم نما جو فروشوں کے مکر وفریب، دجل وکید'' سے تمام مسلمانان عالم کو محفوظ رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين فقط

خادم الاسلام
نور محمد
مبلغ ومناظر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
۲۰/ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ ۲۵/فروری ۱۹۳۵ء

اختلافات مرزا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین !

خدائے عالم الغیب کے علم ازلی میں یہ بات مقرر ہو چکی تھی کہ حضرت خاتم النبیّن صلی اللہ علیہ وسلم کے بے نظیر عروج وتقرب کو دیکھ کر رذیل وخبیث طبائع ، رسالت ونبوت کا بہروپ بدلیں گی اور اُن الہامات ومکاشفات کو جن میں سراسر شیطان لعین کی کارفرمائیاں جلوہ گر ہوں گی اس کو خدا تعالیٰ کی جانب منسوب کر کے اپنے اغراض فاسدہ کو پورا کریں گی اور ختم نبوت جیسے صاف وصریح مسئلہ کو اپنی طبع زاد تاویلوں ومن گھڑت توجیہوں میں الجھا دیں گی ؛ تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو اُن کے دام فریب میں آنے کا موقع ملے ۔اس لیے ضرورت تھی کہ قدرتی طور پر اس کی حفاظت کے اسباب وعلل اور خصوصیات وعلامات مقرر ہوں تاکہ اسی معیار واصول کے مطابق کھروں کو کھوٹوں سے اور سچوں کو جھوٹوں سے علیحدہ کرنے میں آسانی وسہولت رہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں منجملہ دیگر معیار وعلامات نبوت کے ایک یہ بھی علامت ومعیار مذکور ہے:

وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا (النساء ۸۲)

ترجمہ: (اگر یہ قرآن کسی غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو لوگ اس میں بڑا اختلاف پاتے)۔ یہ آیت صاف بتا رہی کہ خدا کے کلام اور انبیاء علیہم السلام کے الہامی کلام میں نہ اختلاف ہوتا ہے اور نہ اس میں بے ربط وبے جوڑ باتیں پائی جاتی ہیں۔اور جس کلام میں اختلاف وانتشار ہو تو نہ وہ کسی درجہ میں الہامی ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس متکلم کا دعویٰ الہام صحیح و

درست، اور جس مدعی الہام کا کلام تعارض وتخالف سے ملوث ہو اور وہ اس کو الہامی بھی کہتا ہو تو اس کے مفتری علی اللہ و کافر ہونے کے لیے کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی۔

موجودہ صدی کے مدعیٔ الہام مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ کے بے اصل دعوؤں کی اس معیار کی روشنی میں جانچ کی گئی تو بالیقین یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ آپ کے دعاوی اس معیار کی رُو سے بھی غلط اور کذب وافتراء کی گندگی سے ملوث ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا کلام و دعوی کیا ہے؛ اختلافات ومتعارضات کا ایک بے پناہ ذخیرہ اور تعارض وتخالف کا ایک بے نظیر مجموعہ۔ اس لیے ایک عقلمند انسان جو مرزا قادیانی کے اقوال پر سطحی نظر بھی رکھتا ہے، وہ کبھی آپ کے دعوؤں کو کذب و دروغ، اتہام وافتراء سے الگ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ ان کے اُن مختلف دعوؤں کو جن کے وہ مدعی تھے دیکھئے تو اُن کے دماغی کیفیت وصداقت کی خوفناک وننگی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ فرماتے ہیں: [1]

[1] ان تمام دعوؤں کو ذیل کے حوالوں میں دیکھئے۔: (۱) توضیح المرام خزائن ج ۳ص ۱۷، ۱۸۔ (۲) حمامۃ البشریٰ خ ۷ص ۱۱۱۔ (۳) ازالۃ الاوہام خ ۳ص ۶۸۶۔ (۴) تبلیغ رسالت ص ۲۱ جلد ۱۔ (۵) تذکرۃ الشہادتین خ ۲۰ص ۲،۳ (۶) تریاق القلوب خ ۱۵ ص ۶۸۔ (۷) ازالہ اوہام حاشیہ خ ۳ص ۷۹۔ (۸) تحفہ گولڑویہ خ ۱۷ص ۲۹۔ (۹) لیکچر سیالکوٹ خ ۲۰ص ۳۳۔ (۱۰) ایک غلطی کا ازالہ خ ۱۸ص ۸، ضمیمۃ النبوۃ فی الاسلام ص ۱۰۸۔ (۱۱) خطبہ الہامیہ خ ۱۶ص ۳۵۔ (۱۲) تریاق القلوب خ ۱۵ص ۱۵۹۔ (۱۳) تحفہ گولڑویہ خ ۱۷ص ۳۹۔ (۱۴) تریاق القلوب خ ۱۵ض ۶۴ (۱۵) تحفہ قیصریہ خ ۱۲ص ۲۳۔ (۱۶) دافع البلاء خ ۱۸ص ۲۰۔ (۱۷) دافع البلاء خ ۱۸ص ۱۳۔ (۱۸) دافع البلاء خ ۱۸ص ۲۰۔ (۱۹) حقیقۃ الوحی ۲۲ص ۱۵۴۔ (۲۰) آئینہ کمالات اسلام خ ۵ص ۵۶۴۔ (۲۱) اربعین حاشیہ خ ۱۷ص ۲۵۔ (۲۲) نصرۃ الحق خ ۲۱ص ۹۵۔ (۲۳) اربعین نمبر ۳ خ ۱۷ص ۲۹۔ (۲۴) حقیقۃ الوحی خ ۲۲ص ۸۶ (۲۵) تتمہ حقیقۃ الوحی خ ۲۲ص ۱۴۳ (۲۶) حقیقت الوحی ص ۱۴۳ (۲۷) حقیقت الوحی ص ۷۲ (۲۸) اربعین نمبر ۴ خ ۱۷ص ۷)(۲۹) ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء خ ۲۲ص ۴۱۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

۱......میں محدث ہوں۔ ۲ مجدد ہوں۔ ۳......مسیح موعود ہوں۔ ۴......مثیل مسیح ہوں۔ ۵......مہدی ہوں۔ ۶......ملہم ہوں۔ ۷......حارث موعود ہوں۔ ۹......کرشن اوتار ہوں۔ ۱۰......خاتم الانبیاء ہوں۔ ۱۱......خاتم اولیاء ہوں۔ ۱۲......خاتم الخلفاء ہوں۔ ۱۳......چینی الاصل ہوں۔ ۱۴......معجون مرکب ہوں۔ ۱۵......یسوع کا ایلچی ہوں۔ ۱۶......مسیح ابن مریم سے بہتر ہوں۔ ۱۷......حسین سے بہتر ہوں۔ ۱۸......رسول ہوں۔ ۱۹......مظہر خدا ہوں۔ ۲۰......خدا ہوں۔ ۲۱......مانند خدا ہوں۔ ۲۲......خالق ہوں۔ ۲۳......خدا کا نطفہ ہوں۔ ۲۴......خدا کا بیٹا ہوں۔ ۲۵......خدا کی بیوی ہوں۔ ۲۶...... خدا کا باپ ہوں۔ ۲۷......بروزی محمد واحمد ہوں۔ ۲۸......تشریعی نبی ہوں۔ ۲۹......حجر اسود ہوں۔ ۳۰......ذوالقرنین ہوں۔ ۳۱......آدم ہوں۔ ۳۲......نوح ہوں۔ ۳۳......ابراہیم ہوں۔ ۳۴......یوسف ہوں۔ ۳۵......موسیٰ ہوں۔ ۳۶......داؤد ہوں۔ ۳۷......سلیمان ہوں۔ ۳۸......یعقوب ہوں۔ ۳۹......تمام انبیاء کا مظہر ہوں۔ ۴۰......تمام انبیاء سے افضل ہوں۔ ۴۱......احمد مختار ہوں۔ ۴۲......اسمہ احمد کا میں ہی مصداق ہوں۔ ۴۳......مریم ہوں۔ ۴۴......میکائیل ہوں۔ ۴۵......بیت اللہ ہوں۔ ۴۶......آریوں کا بادشاہ ہوں۔ ۴۷......امام الزماں ہوں۔ ۴۸......شیر ہوں (قالین کے)۔ ۴۹......محی ہوں (زندہ کرنے والا)۔ ۵۰......ممیت ہوں (مارنے والا)۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)......(۳۰) نصرۃ الحق خ ۲۱ص ۹۰ (۳۱) نصرۃ الحق ص ۸۵ (۳۲) نصرۃ الحق ص ۸۶ (۳۳) نصرۃ الحق ص ۸۷ (۳۴) نصرۃ الحق ص ص ۸۸ (۳۵) نصرۃ الحق ص ۸۸ (۳۶) نصرۃ الحق ص ۸۹ (۳۷) نصرۃ الحق ص ۸۹ (۳۸) درثمین ص ۸۵ (۳۹) نصرۃ الحق ص ۹۰ (۴۰) درثمین فارسی ص ۲۸۷ (۴۱) درثمین فارسی ص ۲۸۷ (۴۲) القول الفصل بحوالہ ازالہ اوہام خ ۳ص ۶۷۳ (۴۳) حقیقت الوحی خ ۲۲ص ۳۴۸ (۴۴) حاشیہ اربعین نمبر ۳ خ ۱۷ص ۲۵ (۴۵) حاشیہ اربعین نمبر ۴ خ ۱۷ص ۱۵ (۴۶) حقیقت الوحی خ ۲۲ص ۱۵۵ (۴۷) ضرورۃ الامام خ ۱۳ص ۲۴ (۴۸) کرامات الصادقین خ ۷ ص ۵۴ (۴۹) خطبہ الہامیہ ص ۲۳ (۵۰) خطبہ الہامیہ ص ۲۳۔

جس شخص کے اس قدر مختلف دعاوی ہوں وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ دنیائے اسلام میں قدم رکھ سکے۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی بھی کہتا ہے کہ: ’’کسی سچیار اور عقلمند اور صاف دل انسان کی کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔‘‘ (ست بچن خزائن ج۱۰ص۱۴۲) اور ’’جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ خ۲۱ ج ۲۷۵) اس لیے لامحالہ ایسے مختلف دعاوی کے مدعی کے قلب وزبان سے وہی باتیں پیدا ہوں گی۔ جو پاگلوں، مجنونوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ سچ ہے: ’’ہر ایک برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس کے اندر ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت خزائن ج۲۳ص۹)۔

چنانچہ مرزا قادیانی کے زبان وقلم نے ایسے گلہائے رنگا رنگ پیدا کیے کہ اگر ایک کی خوشبو سے دماغ معطر ہوجاتا ہے، تو دوسرے کی بدبو سے دماغ پراگندہ وخراب۔ اور نیز اس سے ایسی مختلف ومتناقض باتیں نکلی ہیں کہ جو لوگ عقل وخرد سے خالی ہوچکے ہیں، وہ بھی مرزا قادیانی کے سامنے شرمندہ ونادم ہیں۔ باوجود اس کے مرزا قادیانی کہتا ہے کہ:

۱...... ’’اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رُوح القدس کی قدسیّت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قُویٰ میں کام کرتی رہتی ہے...... اور انوار دائمی اور استقامت دائمی اور محبّت دائمی اور عصمت دائمی اور برکات دائمی کا بھی سبب ہوتا ہے کہ رُوح القدس ہمیشہ اور ہر وقت اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔‘‘ (دافع الوساوس حاشیہ خزائن ج۵ص۹۳)

۲...... ’’یہ بات بھی اس جگہ بیان کردینے کے لائق ہے کہ مَیں (مرزا قادیانی) خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔‘‘ (نزول مسیح خزائن ج۱۸ص۴۳۴)

۳...... ’’کیونکہ جو لوگ خدائے تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے

اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کرسکتے۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج۳ص۱۹۷)

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کو یہ دعوی ہے کہ ہماری ہر تقریر اور ہر تحریر بلکہ ہر ہر لفظ خدائی الہام کے سرچشمہ میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور روح القدس کی اعانت، زبان اور قلم کو ہر قسم کی غلطیوں اور عیبوں سے پاک وصاف کرکے اس سے وحی الٰہی کے انوار نکالتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مشاہدات اور واقعات مرزا قادیانی کے دعاوی کی پرُزور تردید کررہے ہیں۔ کیوں کہ آپ کا ہر قول دوسرے قول سے بری طرح ٹکراتا ہے۔ جیسا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ مگر بایں ہمہ مرزا قادیانی کا ان کو الہامی کہنا سراسر افترا ودروغ ہے اس لیے ہم تمام مسلمان قطعی ویقینی طور پر مرزا قادیانی (مع اُن کی امت کے) کو اسلام سے خارج مفتری علی اللہ، ظالم، کاذب کہتے ہیں۔

رسول قادیانی کی رسالت
جہالت ہے جہالت ہے جہالت

☆☆

اختلافات مرزا

بوئے گل ، نالۂ دل دود چراغ محفل
جو تیری بزم سے نکلا و ہ پریشاں نکلا

محدَّث ہونے کا اقرار:

’’یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف سے اس اُمّت کے لئے محدّث ہو کر آیا ہے۔‘‘ (توضیح مرام خزائن ج ۳ ص ۶۰) ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۳۴۱۔ آئینہ کمالات اسلام خزائن ج ۵ ص ۳۶۷‘ ۵۶۷۔ حمامۃ البشری خزائن ج ۷ ص ۲۳۴‘ ۲۹۷۔ شہادت القرآن خزائن ج ۶ ص ۳۵۷۔ میں مرزا قادیانی کو اپنی محدثیت کا اقرار ہے۔ اب اس کے برخلاف دیکھئے:

محدَّث ہونے سے انکار:

’’اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والے کا نبی نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پُکارا جائے۔ اگر کہو اِس کا نام محدّث رکھنا چاہئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لُغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوّت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۹) اور حقیقت الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۴ میں محدثیت کی بجائے دعوئ نبوت موجود ہے۔

مہدی ہونے کا اقرار:

’’ یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے پر کھلے کھلے دلالت

کرتے ہیں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ ص ۲۶۴) اور خطبہ الہامیہ حاشیہ خزائن ج ۱۶ ص ۲۴‘ تذکرۃ الشہادتین خزائن ج ۲۰ ص ۳ میں مہدویت کا اقرار ہے۔

مہدی ہونے سے انکار:

’’میرا یہ دعوی نہیں ہے کہ مَیں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد فاطمة و من عترتی وغیرہ ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۶)۔

مسیح موعود ہونے کا اقرار:

۱...... اب ثبوت اِسبات کا کہ وہ مسیح موعود جس کے آنے کا قرآن کریم میں وعدہ دیا گیا ہے یہ عاجز (مرزا) ہی ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام خ ج ۳ ص ۴۶۸)

۲...... ’’اب جو امر کہ خدا یتعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں۔‘‘ (ازالہ خزائن ج ۳ ص ۱۲۲) اور ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۴۶۹‘ اتمام الحجۃ خزائن ج ۸ ص ۲۷۵‘ شہادت القرآن خزائن ج ۶ ص ۳۷۱‘ خطبہ الہامیہ خ ج ۱۶ ص ۲۴‘ کشتی نوح خزائن ج ۱۹ ص ۵۰‘ تحفۃ الندوہ خزائن ج ۱۹ ص ۹۵‘ دافع البلاء خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۶ میں دعوئ مسیحیت مذکور ہے۔

مسیح موعود ہونے سے انکار:

’’اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھتے ہیں۔ (الی ان قال......) میں نے یہ دعویٰ ہر گز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۱۹۲) نشان آسمانی خزائن ج ۴ ص ۳۹۷ میں بھی مسیحیت کا انکار ہے۔

نبی ہونے کا اقرار:

’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔‘‘ (ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۷‘ اخبار بدر ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء)

’’سچا خداوہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)۔

تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ ص۵۰۳‘ تجلیات الٰہیہ ص۴۵‘ اربعین نمبر۴ خ ج۱۷ ص۴۳۵‘ حاشیہ حقیقۃ الوحی خ ج۲۲ ص۷۶‘ تریاق القلوب خ ج۱۵ ص۲۸۳ میں بھی نبوت کا اقرار کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے مرزا محمود خلیفہ قادیان مع اپنی جماعت کے مرزا قادیانی کو سچا حقیقی نبی ورسول مانتے ہیں۔ دیکھو حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴‘ انوار خلافت ص۵۹ وغیرہ۔

نبی ہونے سے انکار:

۱......’’میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔‘‘ (اشتہار مورخہ ۲؍اکتوبر ۱۹۱۹ء‘ مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰)۔

۲......’’اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا مدعی بنتا۔‘‘ (حمامۃ البشریٰ خزائن ج۷ ص۲۹۷)۔

۳......’’سوال۔ رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اما الجواب۔ نبوت کا دعویٰ نہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج۳ ص۳۲۰)۔

تحفہ بغداد خزائن ج۷ ص۹‘ ۳۳‘ حمامۃ البشریٰ خزائن ج۷ ص۲۴۳‘ ایام الصلح خزائن ج۱۴ ص۲۷۹‘ حاشیہ انجام آتھم خزائن ج۱۱ ص۲۸‘ حاشیہ کتاب البریہ خزائن ج۱۳ ص۲۱۵، میں پرزور الفاظ میں نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔

مرزا قادیانی کے ان اقوال ودعاوی کو دیکھ کر مسٹر محمد علی لاہوری، مرزا قادیانی کی نبوت کے منکر ہیں اور اُن کے مجدد ہونے کے قائل؛ اور اس کے لیے آپ نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد (مرزاڑا) و پارٹی الگ بنائی ہے اور لطف یہ کہ ان دونوں پارٹیوں میں شدید عداوت وتکفیر بازی کا ایک محبوب مشغلہ جاری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِن دونوں جماعتوں کی تمام تر

عداوت وفساد کی واحد ذمہ دار، مرزا قادیانی کی ذات گرامی ہے۔ سچ ہے کہ:

سارے جہان میں مجھے بدنام کردیا
نکلا تمھارے منہ سے نہ کوئی سخن درست

نبی تشریعی وحقیقی ہونے کا اقرار:

۱......’’ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔‘‘ (اربعین نمبر۴ خزائن ۱۷ ص۴۳۵)

۲......’’چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید[۱] ہے۔‘‘ (حاشیہ اربعین نمبر۴ خزائن ۱۷ ص۴۳۵)

۱؎ اگرچہ مرزا قادیانی کے دعویٔ تشریعی نبوت کے ثابت کرنے کے لیے خود مرزا قادیانی کے الفاظ کافی ہی زائد ہیں۔ تاہم میں آپ کو یہ بھی دکھلانا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی اپنی امت کی نظر میں کون اور کیسے تھے؟ ۔ چنانچہ ظہیر الدین اروپی، مرزا قادیانی کو نبی مستقل، رسول حقیقی اور صاحب الشریعت والکتاب مانتے ہیں اور لاالٰہ الا اللہ احمد جری اللہ اُن کا کلمہ طیبہ ہے اور قادیانی مسجد اقصیٰ اور قادیان کو قبلۂ عبادت سمجھتے ہیں۔ (دیکھو رسالہ المبارک) اور مرزا محمود خلیفہ قادیانی معہ اپنی ذریت کے مرزا قادیانی کو نبی تشریعی اور رسول حقیقی جانتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

۱۔ ’’تیسری یہ بات بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (مرزا قادیانی) کا نام نبی رکھا۔ پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے۔ اس کے معنی سے حضرت (مرزا قادیانی) صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں‘‘ (حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴‘ عقائد محمودیہ نمبر۱ ص۲۵)۔

۲۔ ’’خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ (مرزا قادیانی) کا نام نبی اور رسول رکھا اور کہیں بروزی وظلّی نہیں کہا، پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری (باقی اگلے صفحہ پر)

نبی تشریعی وحقیقی ہونے سے انکار:

’’جس جس جگہ مَیں نے نبوّت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف اِن معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ مَیں مستقل طور پر نبی ہوں۔‘‘ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ خزائن ج ۱۸ص ۲۱۰) ’’من نیستم رسُول و نیاوردہ ام کتاب‘‘ اِس کے معنی صرف اِس قدر ہیں کہ مَیں صاحبِ شریعت نہیں ہوں۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ خزائن ج ۱۸ص ۲۱۱‘ اخبار بدر ۸ ۱۹۰۸ءص ۳)۔

مسیح موعود کی نبوت کا اقرار:

۱...... ’’جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے۔ اُس کا اُنہیں حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا کہ وہ نبی بھی ہوگا‘‘ (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۳۱)

۲...... ’’اِسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ خزائن ج ۱۸ص ۲۰۹) اور تتمہ حقیقت الوحی خزائن ج ۲۲ص ۵۰۰، اور ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۳۹۲، میں مسیح موعود کی نبوت کا اقرار موجود ہے۔

مسیح موعود کی نبوت کا انکار:

’’وہ ابن مریم جو آنے والا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ فقط اُمتی لوگوں میں سے ایک شخص

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور فروتنی کا غلبہ ہے اور جو نبیوں کی شان ہے۔ اس کو ان الہامات کے ماتحت کریں گے۔‘‘ (اخبار الحکم ۲۱؍اپریل ۱۹۱۴ء) اور اس کے علاوہ اخبار ’’الفضل قادیان‘‘ جلد ۲ نمبر ۱۴۸ ص ۶۔۳؍جون ۱۹۱۵ء‘ کلمۃ الفصل نمبر ۳ جلد ۱۴ ص ۱۴۳‘ عقائد محمودیہ ص ۱۴‘ رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۱۰ ص ۲۳‘ نمبر ۲ ماہ فروری ۱۹۱۵ء‘ حاشیہ النبوۃ فی القرآن باب اوّل ص ۴۷۔ اور حقیقۃ النبوۃ حصہ اوّل ص ۱۷۶‘ ۱۷۷‘ ۱۸۱‘ ۱۸۹‘ ۱۹۰‘ ۱۹۱‘ انوار خلافت ص ۳۸‘ ۵۰، میں بھی مرزا قادیانی کو حقیقی وتشریعی نبی تسلیم کیا گیا ہے۔ جس سے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت تشریعی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ (مصنفؒ)

ہوگا۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۲۴۹) اتمام الحجۃ خزائن ج ۸ص ۲۹۴‘ ایام الصلح خزائن ج ۱۴ص ۲۹۳‘ توضیح المرام خزائن ج ۳ص ۵۶‘ تحفہ بغداد خزائن ج ۷ص ۳۳، میں بھی مسیح موعود کی نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔

مرزا قادیانی کے علاوہ اور مسیح بھی آ سکتا ہے:

’’اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۲۵۱)۔

مرزا قادیانی کے علاوہ اور کوئی مسیح نہیں آ سکتا:

’’پس میرے سوا اور دوسرے مسیح کے لیے میرے زمانہ کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔‘‘ (خطبہ الہامیہ خزائن ج ۱۶ص ۲۴۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اقرار، اور ان کے صعود ونزول سماوی سے انکار:

۱...... ’’قرآن شریف میں تیس ۳۰ کے قریب ایسی شہادتیں ہیں جو مسیح ابن مریم کے فوت ہونے پر دلالت بیّن کر رہی ہیں۔ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اُترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۲۵۴)۔

۲...... ’’بلکہ قرآن شریف کے کئی مقامات میں مسیح کے فوت ہو جانے کا صریح ذکر ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۱۲۵) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم خزائن ج ۲۱ص ۳۳۲‘ کشتی نوح خزائن ج ۹ص ۱۶‘ ۶۵‘ الاستفتاء خزائن ج ۲۲ص ۶۶۵ میں وفات مسیح کا ذکر کیا گیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے انکار، اور ان کے صعود ونزول کا اقرار:

۱...... اب ہم پہلے صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائیبل اور ہماری احادیث

اور اخبار کی کتابوں کے رو سے جن نبیوں کا اِسی وجودِ عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصوّر کیا گیا ہے وہ دو ۲ نبی ہیں ایک یوحنّا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ اِن دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کیطرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اُتریں گے اور تم اُن کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ اِن ہی کتابوں سے کسی قدر الفاظ ملتے جُلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔'' (توضیح المرام خزائن ج ۳ ص ۵۲)۔

۲...... ''اور جب حضرتِ مسیح علیہ السّلام دوبارہ اِس دُنیا میں تشریف لائینگے تو اُن کے ہاتھ سے دینِ اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔'' (براہین احمدیہ حاشیہ خزائن ج ۱ ص ۵۹۳)۔

۳...... ''اور حضرتِ مسیح علیہ السّلام نہایت جلالیّت کے ساتھ دُنیا پر اتریں گے۔'' (براہین احمدیہ حاشیہ خزائن ج ۱ ص ۶۰۱) اور اس کے علاوہ ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۱۴۲، میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول وحیات کا اقرار کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام سے کلی فضیلت کا اقرار:

۱...... ''خُدا نے اِس امّت میں سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) بھیجا۔ جو اُس پہلے مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔'' (دافع البلاء خزائن ۱۸ ص ۲۳۳)۔

۲...... لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے۔ (دافع البلاء خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)۔ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲، ۱۵۸، ۱۵۹، ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۱۸۰، کشتی نوح خزائن ج ۱۹ ص ۱۷، تذکرۃ الشہادتین ج ۲۰ ص ۲۴، چشمہ مسیحی خزائن ج ۲۰ ص ۳۵۴، میں مرزا قادیانی نے اپنے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تمام شان میں افضل قرار دیا ہے۔

مجموعہ القاسم: جلد سوم — تحفظ ناموس رسالتؐ

حضرت مسیح علیہ السلام سے کلی فضیلت کا انکار:

۱...... ''اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے'' (تریاق القلوب خ ج ۱۵ ص ۴۸۱)۔

۲...... ''یہ تو ثابت ہے کہ اس مسیح (مرزا قادیانی) کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزئی فضیلت حاصل ہے۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۴۵۰، حقیقت الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳، سراج منیر خزائن ج ۱۲ ص ۶)۔

حضرت مسیح علیہ السلام صاحب معجزہ تھے:

''ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں بے شک اُن سے بھی بعض معجزات ظہور میں آئے ہیں...... قرآن کریم سے بہرحال ثابت ہوتا ہے کہ بعض نشان اُن کو دیئے گئے تھے'' (شہادت القرآن خ ج ۶ ص ۳۷۳)۔

اس کے برخلاف:

'' مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا............ اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا '' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰، ۲۹۱) اس کے علاوہ ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۲۵۸ حقیقت الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲ میں نہایت مسخرہ پن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی چڑیوں کا پرواز کرنا، قرآن کریم سے ثابت ہے:

''اور حضرت مسیح علیہ السلام کی چڑیاں باوجود یہ کہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام خزائن ج ۵ ص ۶۸)

اس کے برخلاف:

'' یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت

نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی پایہ ثبوت نہیں پہنچتا۔'' (ازالہ اوہام حاشیہ خزائن ج۳ص۲۵۷)۔

حضرت مسیح علیہ السلام مسمریزم (جادوگری) میں کامل تھے:

''اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (سفلی جادوگری) میں کمال رکھتے تھے۔'' (ازالہ اوہام حاشیہ خزائن ج۳ص۲۵۷)۔

اس کے برخلاف:

۱......''انجیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو بھی کسی قدر علم مسمریزم میں مشق تھی مگر کامل نہیں تھے۔'' (تصدیق النبی ص۲۴)۔

۲......''جو میں نے مسمریزمی طریق کا عمل الترب نام رکھا جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے۔'' (ازالہ اوہام حاشیہ خزائن ج۳ص۲۵۹)۔

حضرت مسیح علیہ السلام متواضع و نیک تھے:

''حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بے نفس بندے تھے۔ جو انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا۔ جو کوئی ان کو نیک آدمی بھی کہے۔'' (براہین احمدیہ حاشیہ خزائن ج۱ص۹۴)۔

اس کے برخلاف:

''یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی اور یہ خراب چال چلن ...... ہے۔'' (ست بچن حاشیہ خزائن ج۱۰ص۲۹۶)

نوٹ: پہلے حوالہ میں مسیح کے نیک نہ ہونے کی وجہ تواضع، حلم، عاجزی و بے نفسی کو قرار دیا ہے اور دوسرے میں شراب نوشی بدچلنی بتائی ہے۔ مرزائیو! کہو یہ کون دھرم اور کیسا نبی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا بوقت مصیبت قبول ہوئی:

''جب مسیح کو یقین ہو گیا کہ یہ خبیث یہودی میری جان کے دشمن ہیں اور مجھے نہیں چھوڑتے تب وہ ایک باغ میں رات کے وقت جا کر زار زار رویا اور دعا کی کہ یاالٰہی اگر تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے تو تجھ سے بعید نہیں تو جو چاہتا ہے کرتا ہے......اس قدر رویا کہ دُعا کرتے کرتے اس کے منہ پر آنسو رواں ہو گئے......اس کی دعا سنی گئی۔'' (تذکرۃ الشہادتین خزائن ج۲۰ص۲۸)۔

اس کے برخلاف:

''حضرت مسیح علیہ السلام نے ابتلاء کی رات میں جس قدر تضرعات کی وہ انجیل سے ظاہر ہیں۔ تمام رات حضرت مسیح جاگتے رہے اور جیسے کسی کی جان ٹوٹتی ہے غم و اندوہ سے ایسی حالت ان پر طاری تھی۔ وہ ساری رات رو رو کے دعا کرتے رہے کہ تا وہ بلا کا پیالہ کہ جو ان کے لئے مقدر تھا ٹل جائے۔ پر باوجود اس قدر گریہ و زاری کے پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی، کیونکہ ابتلاء کے وقت کی دُعا منظور نہیں ہوا کرتی۔'' (تبلیغ رسالت ص۱۳۲، ۱۳۳، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۵۷۵، حاشیہ)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب اولاد تھے:

۱......''حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب اولاد تھے اور بہ سبب اس بڑے لمبے سفر کے مسیح یعنی بڑا سیاح بھی کہلایا۔ چنانچہ سرحد پشاور پر عیسیٰ خیل و عیسیٰ اقوام اسی کی اولاد معلوم ہوتی ہے۔'' (اخبار الحکم ص۸ مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۶ء)۔

۲......''اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔'' (مسیح ہندوستان میں خزائن ج۱۵ص۷۰)۔

اس کے برخلاف:

۱......''اور ظاہر ہے کہ دُنیوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی آل نہیں تھی۔'' (تریاق القلوب حاشیہ خزائن ج ۱۵ص ۳۶۳)۔

۲......''انجیل کے بعض اشارات سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کی فکر میں تھے مگر تھوڑی سی عمر میں اٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقشِ قدم پر چلتے'' (آئینہ کمالات اسلام حاشیہ خزائن ج ۵ ص ۲۸۳) تبلیغ رسالت ص ۱۱۴ ج ۱' مجموعہ اشتہارات ج ۱ص ۱۵۵ حاشیہ' اس کے علاوہ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۴' ۵' منظور الٰہی ص ۱۶۶' اعلام الناس ص ۵۹ ج ۱' الفضل ۱۷/ جولائی ۱۹۱۸ء ص ۵' تشحیذ الاذہان ص ۴ ماہ نومبر ۱۹۶۱ء، میں حضرت مسیح علیہ السلام کی اولاد کا انکار کیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریعی نبی تھے:

۱......''ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پُورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ اُنکے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کیلئے ابھی ایک کھڑکی کھُلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد ایک حقیقی[۱] نبی آ گیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوُا تو کہو کہ ختم نبوت کیوں کر اور کیسا ہوا۔'' (سراج منیر خ ج ۱۲ص ۵)۔

۲......''عیسیٰ علیہ السلام تو خود براہ راست خدا کے نبی تھے۔ کیا ان کی پہلی شریعت منسوخ ہو جائے گی۔'' (اخبار الحکم ۱۴/ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۱۲)۔

۳......''مسیح علیہ السلام صاحب کتاب وشریعت است (التاویل الحکم ص ۵ ۷)۔

---

[۱] مرزا قادیانی کی اصطلاح میں حقیقی نبی کے معنی تشریعی نبی کے ہیں؛ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت ورسالت سے مراد حقیقی نبوت ورسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔'' (اخبار الحکم ۷/ اگست ۱۹۱۹ء ج ۳ ص ۲۹' ضمیمہ النبوۃ ص ۳۹) مصنفؒ

اس کے برخلاف:

۱......''حضرت مسیح علیہ السلام اپنی کوئی نئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ تورات کو پورا کرنے آئے تھے۔'' (اخبار الحکم ج ۷ نمبر ۲ ص ۳' ۱۷/ جنوری ۱۹۰۳ء اور منظور الٰہی ص ۲۹۲)۔

۲......''حضرت مسیح علیہ السلام صاحب شریعت نہ تھے۔'' (اخبار الحکم ۱۰/ فروری ۱۹۰۴ء ج ۸ ص ۳ نمبر ۵)۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے

۱......''اور یہی سچ ہے کہ مسیح فوت ہو چکا اور سری نگر محلہ خانیار میں اُس کی قبر ہے۔'' (کشتی نوح خزائن ج ۱۹ص ۷۶)۔

۲......''اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں اُس کی قبر ہے۔'' (کشتی نوح خزائن ج ۱۹ص ۱۶)۔ اس کے علاوہ اس کے علاوہ کشتی نوح حاشیہ خزائن ج ۱۹ص ۵ ۷' تذکرۃ الشہادتین خزائن ج ۲۰ص ۲۹' اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ص ۱۲۷' تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ص ۱۰۰' ست بچن خزائن ج ۱۰ص ۳۰۵' راز حقیقت خزائن ج ۱۴ص ۱۷۲ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے''۔

اس کے خلاف

۱......''یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔ لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔'' (ازالہ اوہام خ ۳ ص ۳۵۳)۔

۲......''ہاں بلاد شام میں حضرت عیسیٰؑ کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اور مقررہ تاریخوں پر ہزار ہا عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں سو اس حدیث[۱] سے ثابت ہوا کہ در حقیقت وہ قبر عیسیٰ علیہ السلام کی ہی قبر ہے۔'' (ست بچن حاشیہ در حاشیہ خ ج ۱۰ص ۳۰۹)

---

[۱] لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد (ست بچن ص ۳۰۹)

۳......’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلدہ قدس (یروشلم) میں ہے اور ابتک موجود ہے اور اُسپر ایک گرجا بنا ہوا ہے اور وہ گرجا تمام گرجاؤں سے بڑا ہے اور اسکے اندر حضرت عیسٰے کی قبر ہے......اور دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں۔‘‘ (اتمام الحجۃ خزائن ج ۸ ص ۲۹۹)۔

مرزا قادیانی مسیح علیہ السلام کے ایلچی تھے:

۱......’’وہ باتیں جو مَیں نے یسوع مسیح کی زبان سے سُنیں۔ اور وہ پیغام جو اس نے مجھے دیا۔ ان تمام امور نے مجھے تحریک کی کہ میں جناب ملکہ معظّمہ کے حضور میں یسوع مسیح کیطرف سے ایلچی ہوکر بادب التماس کروں‘‘ (تحفہ قیصریہ خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۵)۔

۲......’’میں حضرت یسوع مسیح کی طرف سے ایک سچّے سفیر کی حیثیت میں کھڑا ہوں۔‘‘ (تحفہ قیصریہ خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۴، تبلیغ رسالت ص ۲۱، ۲۲، ج ۲، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۲)۔

اس کے برخلاف:

۱......’’خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدّی (مرزا) مسیح موسوی سے افضل ہے۔‘‘ (کشتی نوح خزائن ۱۹ ص ۱۷)۔

۲......’’خدا نے اِس امّت میں سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) بھیجا جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)۔ اس کے علاوہ کشتی نوح خزائن ج ۱۹ ص ۱۴، حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۹، تریاق القلوب خزائن ج ۱۵ ص ۴۸۱، سراج منیر خزائن ج ۱۲ ص ۶، میں مرزا قادیانی نے افضلیت عیسیٰ کا دعوی کرکے ایلچی ہونے سے انکار کیاہے‘‘۔

مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نہیں کی:

۱......’’اور یہ لوگ افتراء سے کہتے ہیں کہ میں نبوت کا مدعی ہوں اور ابن مریم کے حق میں حقارت واستخفاف کے کلمات بولتا ہوں۔‘‘ (حمامۃ البشری خزائن ج ۷ ص ۱۸۴)۔

۲......’’میں نے تو مسیح پر مضحکہ اڑایا اور نہ اس کے معجزات پر استہزاء کیا۔‘‘ (حمامۃ البشریٰ خزائن ج ۷ ص ۲۹۴)۔

۳......’’یاد رہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزّت کرتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کا نبی سمجھتے ہیں۔‘‘ (مقدمہ چشمہ مسیحی خزائن ج ۲۰ ص ۳۳۶، کشتی نوح خزائن ۱۹ ص ۱۷، سراج منیر خزائن ج ۱۲ ص ۶)۔

اس کے برخلاف:

۱......’’مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو شرابی نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔‘‘ (مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۲)۔

۲......’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔‘‘ (چشمہ مسیحی خزائن ج ۲۰ ص ۳۴۶)۔

۳......’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اِس عقدہ کو حل کر سکے۔‘‘ (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ ص ۱۲۱)۔

۴......’’عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پُرانی عادت کی وجہ سے۔‘‘ (کشتی نوح حاشیہ خزائن ج ۱۹ ص ۷۱)۔

۵......’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردانہ صفات کی اعلی ترین صفت سے بے نصیب ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے‘‘ (مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۸)۔ اوراس کے علاوہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲، تا ۱۵۵، دافع البلاء خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳، ۲۴۰، ۲۴۱، حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸ تا ۲۹۳، میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود مقدس پر ایسی ناپاک گالیاں و گندگیاں اپنے منہ سے اچھالیں ہیں کہ جس کے اظہار سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ والی اللہ المشتکی ، واللہ عزیز ذوانتقام !۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لفظ نبی کا استعمال جائز نہیں:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں‘‘ (حاشیہ تجلیات الٰہیہ خزائن ج۲۰ ص۴۰۱)۔

اس کے برخلاف:

۱...... ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں‘‘ (ملفوظات احمدیہ ج۱۰ ص۱۲۷‘ اخبار بدر ۵/مارچ ۱۹۰۸ء)۔

۲...... ’’اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول رکھا‘‘ (ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ نمبر۳ ص۲۷۲)۔ اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ نبوت اس قدر شہرت پذیر ہو چکا ہے کہ اب حوالہ کتب کی ضرورت نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی و جبرئیل کا اقرار:

۱...... ’’یہ ظاہر ہے کہ وحی جس طرح نبیوں پر اترتی ہے اسی طرح ولیوں پر بھی اترتی ہیں اور وحی کے اترنے میں ولی کی طرف ہو یا نبی کی طرف کوئی فرق نہیں۔‘‘ (تحفہ بغداد حاشیہ خزائن ج۷ ص۲۷ تا ۲۸)۔

۲ ’’**جائنی آئیل و اختار**، میرے پاس آئیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔ اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ ص۱۰۶‘ آئینہ کمالات اسلام حاشیہ خزائن ج۵ ص۱۰۱)۔

۳...... ’’اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر وحی بھیجے خواہ رسول ہو یا غیر رسول اور جس سے چاہے کلام کرے۔ خواہ نبی ہو یا محدثوں میں سے ہو۔‘‘ (تحفہ بغداد حاشیہ خزائن ج۷ ص۲۱)

اس کے برخلاف:

۱...... ’’اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت کے لانے سے منع کیا گیا ہے یہ باتیں سچ اور صحیح ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج۳ ص۴۱۲)۔

۲...... ’’اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابقیامت منقطع ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج۳ ص۴۳۲)۔ تحفہ گولڑویہ خزائن ج۱۷ ص۱۷۴، میں نزول وحی و جبرائیل کا انکار لکھا ہے۔

دعویٰ نبوت سے نبوت محمدی کی ہتک ہے:

’’مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا ہے کیونکہ نبوتِ کاملہ تامّہ محمدیّہ کی اس میں ہتک ہے۔‘‘ (الوصیۃ خزائن ج۲۰ ص۳۱۱)۔

اس کے برخلاف:

۱...... ’’نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلّی طور پر نبوّت کے کمالات سے متمتّع کردے‘‘ (چشمہ مسیحی خزائن ج۲۰ ص۳۸۸)۔

۲...... ’’اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا نام نبی اس لئے رکھا ہے تا کہ ہمارے سردار خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کمال ثابت ہو۔‘‘ (حاشیہ الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ ص۶۳۷)۔

مرزا قادیانی کے کمالات وہبی ہیں کسبی نہیں:

۱...... ’’اب میں بموجب آیت کریمہ **وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** اپنی نسبت بیان کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اُس تیسرے درجہ میں داخل کر کے وہ نعمت بخشی ہے کہ جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکم مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ ص۷۰)

اس کے برخلاف:

۱...... ’’مراد میری نبوّت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیّہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۵۰۳)۔

۲ ...... ''کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل مطابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کرہی نہیں سکتے'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۱۷۰)۔

۳ ...... ''اور یہ تمام شرف مجھے ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے'' (چشمہ مسیحی خزائن ج ۲۰ ص ۳۵۴' حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۱۵۷)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی نہیں تھی:

''اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جسکو درحقیقت بیداری کہنا چاہئے'' (حاشیہ ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۱۲۶)۔

اس کے برخلاف:

۱ ...... ''آنحضرتؐ کے رفع جسمی کے بارہ میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم کے سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۲۴۷)۔

۲ ...... ''بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چشمدید ماجرا بیان فرماتے ہیں کہ مجھے دوزخ دکھلایا گیا تو میں نے اکثر اس میں عورتیں دیکھیں۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۲۸۱)

جسم عنصری آسمان پر جاسکتا ہے:

۱ ...... ''پھر مضمون پڑھنے والے نے قرآن شریف پر یہ اعتراض کیا کہ اُس میں لکھا ہے کہ عیسیٰ مسیح مع گوشت پوست آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ ہماری طرف سے یہ جواب ہی کافی

ہے کہ اوّل تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان معہ جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے۔'' (چشمہ معرفت خ ۲۳ص ۲۲۷'۲۲۸)۔

۲ ...... ''ایلیا نبی (ادریس) جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور چادر اُس کی زمین پر گر پڑی۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۲۳۸)۔

۳ ...... ''بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کے رو سے جن نبیوں کا اِسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصوّر کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنّا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم۔ جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔'' (توضیح مرام خزائن ج ۳ص ۵۲)۔

اس کے برخلاف:

۱ ...... ''ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پُرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب یا کرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۱۲۶)۔

۲ ...... ''غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اُترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۲۵۴)۔

موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے ہزاروں نبی ہوئے:

۱ ...... ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے'' (اخبار الحکم ص ۵ ج ۶ کالم ۳ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)۔

اس کے برخلاف:

’’اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر اُنکی نبوت موسیٰ کی پَیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وُہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ذرّہ کچھ دخل نہ تھا۔‘‘ (حاشیہ حقیقت الوحی خزائن ج۲۲ص۱۰۰)۔

قادیان میں طاعون نہیں آئے گا:

۱...... ’’تیسری بات جو اِس وحی سے ثابت ہوئی ہے وُہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دُنیا میں رہے گو ستر ۷۰ برس تک رہے قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔‘‘ (دافع البلاء خزائن ج۱۸ص۲۳۰)۔

اس کے برخلاف:

۱...... ’’اور پھر طاعون کے دنوں میں جبکہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔‘‘ (حاشیہ حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ص۸۷)۔

۲...... ’’جب دُوسرے دن کی صبح ہوئی تو میر صاحب کے بیٹے اسحاق کو تیز تپ چڑھ گیا اور سخت گھبراہٹ شروع ہوگئی اور دونوں طرف بُن ران میں گلٹیاں نکل آئیں اور یقین ہوگیا کہ طاعون ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ص۳۴۲، اخبار بدر ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء، ریویو بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۷ء ص۳۸۷)۔

مرزا قادیانی کا منکر کافر ہے:

۱...... ’’جو مجھے (مرزا قادیانی کو) نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ص۱۶۸)۔

۲...... ’’اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ (مرزا قادیانی) خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا

ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔‘‘ (انجام آتھم خزائن ج۱۱ص۶۲)۔

۳...... ’’بہرحال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔‘‘ (نہج المصلی ج۱ص۳۰۸، تشحیذ الاذہان ج۶ص۱۳۵ نمبر۱)۔ اس کے علاوہ حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ص۱۶۷، ۱۶۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۷۵، میں مرزا قادیانی نے اپنے منکر و دشمن کو کافر و جہنمی قرار دیا ہے، اور آپ کے صاحبزادے مرزا محمود قادیانی خلیفہ قادیان و دیگر دام افتادوں نے تقسیم کفر میں سخاوت سے کام لیا ہے کہ مرزا قادیانی کی زد سے امت محمدیہ کا اگر کوئی فرد باقی رہ گیا تھا تو صاحبزادوں و غلام زادوں کے تیر سے زخمی ہوا۔ چنانچہ مرزا محمود قادیانی ان تمام مسلمانوں کو جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عاطفت میں پناہ گزیں ہیں اور مرزا قادیانی کے خانہ ساز نبوت کے منکر ہیں، یا متردد یا متوقف ہیں، بیک جنبش قلم اسلام سے خارج کر کے اسلام کے واحد اجارہ دار بنے بیٹھے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

۱...... ’’جو حضرت صاحب (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا، وہ بھی کافر ہے۔‘‘ (تشحیذ الاذہان ج۶ص۱۴۰ نمبر۴، از عقائد محمودیہ صفحہ۴، اپریل ۱۹۱۱ء)۔

۲...... ’’آپ (مرزا قادیانی) نے اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے مگر مزید اطمینان کے لئے ابھی بیعت میں توقف کرتا ہے کافر ٹھہرایا ہے۔‘‘ (تشحیذ الاذہان ج۶ص۱۴۰، نمبر۴ ماہ اپریل ۱۹۱۱ء، عقائد محمودیہ نمبر۱ص۴)۔

سبحان اللہ! یہ کارگزاریاں اس مسیح کی ہیں جو دنیا میں اسلام کی اشاعت کے لیے آئے تھے، سچ ہے۔ ع

جب مسیحا دشمن جاں ہوں تو کیا ہو زندگی
راہ کیوں کر مل سکے جب خضر بھٹکانے لگیں

اس کے برخلاف:

ا......’’ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہوسکتا۔‘‘ (تریاق القلوب خزائن ج۱۵ص۴۳۲)۔

۲......’’یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدید لاتے ہیں۔‘‘ (تریاق القلوب خزائن ج۱۵ص۴۳۲)۔

نوٹ: اور یہ معلوم ہے کہ مرزا قادیانی بقول خود نبوت تشریعی کے مدعی تھے اس لیے ان کا منکر کافر ہے۔

الہام ملہم کی زبان میں ہوتا ہے:

’’یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یُطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالا تر ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت خزائن ج۲۳ص۲۱۸‘ ملفوظات احمدیہ ص۴۲)۔

اس کے برخلاف:

ا......’’بعض الہامات مجھے اُن زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔‘‘ (نزول المسیح خزائن ج۱۸ص۴۳۵)

۲...... ’’پھر بعد اس کے فرمایا ہو **شعنا نعسا**۔ یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور اِن کے معنی ابھی تک اِس عاجز پر نہیں کھلے۔ پھر اِسکے بعد دو فقرے انگریزی ہیں جن کے الفاظ کی صحّت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وُہ یہ ہیں آئی لَو یُو۔ آئی شَل گوِیو ءِ لارج پارٹی اوف اسلام۔ چونکہ اِس وقت یعنی آج کے دن اِس جگہ کوئی انگریزی خواں

نہیں اور نہ اِسکے پُورے پُورے معنی کھُلے ہیں اس لئے بغیر معنوں کے لِکھّا گیا۔‘‘ (براہین احمدیہ حاشیہ خزائن ج۱ص۶۶۴)۔

مرزائیو! دیکھتے ہو کہ تمھارا رنگیلا نبی کیسی غیر معقول اور بیہودہ باتوں میں مبتلا ہے۔ کچھ تدبیر رہائی سوچ کر حق نمک ادا کرو!۔

رسول　قادیانی　کی　رسالت
جہالت　ہے　جہالت　ہے　جہالت

حضرت مسیح کی عمر ایک سو بیس برس تھی:

’’حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی تھی لیکن تمام یہود و نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اسوقت پیش آیا تھا جبکہ حضرت ممدوح کی عمر صرف تینتیس برس کی تھی۔ اس دلیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہٖ تعالیٰ نجات پا کر باقی عمر سیاحت میں گذاری تھی۔‘‘ (راز حقیقت خزائن ج۱۴ص۱۵۴‘۱۵۵)۔

اس کے برخلاف:

ا......’’احادیث میں آیا ہے۔ کہ اس واقعہ (صلیب) کے بعد عیسیٰؑ ابن مریم نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی‘‘ (تذکرۃ الشہادتین خزائن ج۲۰ص۲۹)۔

۲......’’اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس برس کی ہوئی ہے۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں خزائن ج۱۵ص۵۵)

مرزا قادیانی چھٹے ہزار برس میں آئے:

ا......’’اور حضرت آدم کی پیدائش کے حساب سے الف ششم کا آخری حصہ آ گیا جو بموجب آیت اِنَّ یَوْماً عِنْدَ رَبِّکَ کالف سنةٍ ممّا تعدّون چھٹے دن کے قائم مقام

ہے۔سو ضرور تھا کہ اس چھٹے دن میں آدم پیدا ہوتا جو اپنی روحانی پیدائش کے رُو سے مثیل مسیح ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اس عاجز (مرزا قادیانی) کو مثیل مسیح اور نیز آدم الف ششم کر کے بھیجا۔‘‘(ازالہ اوہام خزائن ج۳ص۳۴۳)۔

۲……’’کل انبیاء نے بتایا ہے کہ مسیح موعود دنیا کے چھٹے ہزار میں مامور اور مبعوث ہوکر اہل دنیا کو ضلالت بربادی سے بچائے گا۔ چنانچہ میں (مرزا قادیانی) اسی چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں‘‘(ملخصاً از عربی رسالہ ماالفرق بین آدم و مسیح الموعود)۔تحفہ گولڑویہ خزائن ج۱۷ص۲۶۱‘۲ میں تصریح کی ہے کہ دنیا کے چھٹے ہزار برس مبعوث ہوا ہوں۔

اس کے برخلاف:

۱……’’طاعون جو مُلک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں بلکہ ایک ہی سبب سے ہے اور وُہ یہ ہے کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود (مرزا قادیانی) کے ماننے سے انکار کیا ہے جو تمام نبیوں کی پیشگوئی کے موافق دُنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا ہے۔‘‘(دافع البلاء خزائن ج۱۸ص۲۳۲)۔

۲……’’تمام نبیوں کی متفق علیہ تعلیم ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) ہزار ہفتم کے سر پر آئے گا۔‘‘ (لیکچر سیالکوٹ خزائن ج۲۰ص۲۰۹)۔

ناظرین کرام! مرزا قادیانی کے ان بے شمار مختلف و متعارض اقوال میں سے (جن کی وسعت پچاس سے زائد الماریوں کو بھی شرمندہ کر رہی ہیں) یہ چند مختلف اقوال مشتے از خروارے پیش کیے گئے جو قرآن کریم کی مشہور آیت ’’لو کان من عند غیر اللہ لوجدو فیہ اختلافاً کثیراً‘‘(اگر یہ قرآن کسی غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو لوگ اس میں بڑا اختلاف پاتے) کی رو سے الہامی نہیں ہو سکتے اور جو شخص اس کو الہامی یا من جانب اللہ کہے اس کے مفتری اور ظالم اور کافر ہونے میں کیا شک ہے۔جس سے مرزا قادیانی کے تمام تر دعاوی پیوند زمین ہو جاتے ہیں۔لیکن ضرورت تھی کہ خود مرزا قادیانی اپنے بلند بانگ دعاوی

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

کی تجہیز و تکفین کرتے ہوئے نظر آئے تو اس کے متعلق درج ذیل اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱……’’ان جنم ساکھیوں کے اکثر بیانات صرف غیر معقول ہی نہیں بلکہ ان میں اس قدر تناقض ہے اور اس قدر بعض بیانات بعض سے متناقض پائی جاتی ہیں کہ ایک عقلمند کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہیں۔کہ اس حصہ کو جو غیر معقول اور قریب قیاس باتوں سے متضاد ہے۔پایہ اعتبار سے ساقط کرے۔‘‘ (ست بچن خزائن ج۱۰ص۱۳۷)۔

۲……’’بزرگوں کی کلام میں تناقض روا نہیں۔‘‘(ست بچن حاشیہ خ ج۱۰ص۱۴۱)۔

۳……’’اور ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں۔کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔‘‘ (ست بچن خزائن ج۱۰ص۱۴۳)۔

۴……’’مگر صاف ظاہر ہے کہ سچیار اور عقلمند اور صاف دل انسان کی کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ہاں اگر کوئی پاگل اور مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے۔‘‘(ست بچن خزائن ج۱۰ص۱۴۲)۔

۵……’’جو پرلے درجہ کا جاہل ہو۔جو اپنے کلام میں متناقض بیانوں کو جمع کرے اور اس پر اطلاع نہ رکھے‘‘(ست بچن خزائن ج۱۰ص۱۴۱)۔

۶……’’اور جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔اس لئے مولوی صاحب کا یہ بیان بھی تناقض سے بھرا ہوا ہے۔‘‘(ضمیمہ براہین احمدیہ خزائن ج۲۱ص۲۷۵)۔

۷…… تو پھر حضرت مسیح موعود کے کلام میں تناقض ماننا پڑے گا حالانکہ حضرت مسیحموعود (مرزا قادیانی) اور تمام اہل علم کا مسلمہ اصول ہے کہ جھوٹے شخص کے کلام میں تناقض ہوتا ہے۔‘‘(عقائد احمدیہ ص۲۴۰/از مدثر شاہ گیلانی پیشاور)۔

۸……’’یہ تمام اہل اسلام اور قانون دان دنیا پر روشن ہے کہ مدعی جس کے دعوے میں اضطراب اور تناقض ہو وہ عدالت شرعی اور قانون میں کبھی بھی قابل سماعت و قبولیت ہو نہیں سکتا۔‘‘(اخبار پیغام صلح ص۴ مورخہ ۳/اکتوبر ۱۹۲۰ء)۔

ان حوالوں کی روشنی میں مرزا قادیانی بقول خود پرلے درجہ کے جاہل، پاگل، مجنون، منافق، کذاب، تیرہ درون، غیر معتبر ثابت ہوتے ہیں۔جس سے ان کی نبوت بلکہ انسانیت ودیگر دعاوی کی سر بفلک عمارت مسمار ہوکر تودہ ریت ہوجاتی ہے۔ **فھو المراد** !:ع

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اور مرزا قادیانی نے کیا ہی سچ کہا ہے کہ:’’قانون قدرت صاف گواہی دیتا ہے کہ خدا کا یہ فعل بھی دُنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت دل مجرموں کو سزا انکے ہاتھ سے دلواتا ہے سو وہ لوگ اپنی ذلّت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں۔‘‘(استفتاء خزائن ج۱۶ص۱۱۶)۔

ایک حیرت انگیز شبہ:

مرزا قادیانی کے اس قسم کے اختلافات کا دیکھنے والا انسان سخت متحیر ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی جیسی شخصیت کا مالک جن کی پرواز سماء نبوت سے گذر کر عرش اُلوہیت تک پہنچی ہوئی ہو اور جو بخیال خود تمام کمالات واوصاف کے واحد اجارہ دار ہوں ان سے ایسے اختلافات کا صدور جو پاگلوں اور مجنونوں سے بھی ممکن نہیں کیوں کر ہوا۔تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ در حقیقت مرزا قادیانی دماغی امراض، دوران سر، مراق، جنون، میں فطرتی طور پر مبتلا تھے کہ وہ اپنے دماغی توازن وصحت کو قائم نہ رکھ سکے۔جس سے ان بے سروپا دعاوی اور مختلف باتوں کا ان کے دماغی کشت زار سے پیدا ہونا ضروری تھا۔جو نہ لائق تعجب ہے اور نہ باعث حیرت، جیسا کہ منشی احمد حسین غلمدی، فرید آبادی ایسے لوگوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ:’’پیسہ اخبار کے پچھلے پرچہ میں قاضی عبدالعزیز، تھانیسری نے اس امر کا اعلان کیا کہ میں خلیفہ وقت ہوں۔جب میں نے اس شخص کا یہ مضمون پڑھا تو ہنس کر ٹال دیا کہ ایسے مراقی اور

کمزور طبع آدمی کی بے ربط اور بے سروپا باتوں کا کیا نوٹس لیا جائے۔‘‘(اخبار بدر، ۶؍دسمبر ۱۹۰۶ء)۔اس لیے ناظرین کرام بھی اس اصول کے موافق مرزا قادیانی جیسے مراقی وکمزور طبع کے مختلف اقوال اور بے اصل دعاوی کو دیکھ کر فرمائشی قہقہ لگائیں اور یہ کہیں کہ:

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

مرزا قادیانی مراقی تھے:

۱.....’’میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں۔ تاہم آج کل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کے مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر کا دورہ زیادہ ہوجاتا ہے۔(منظور الٰہی ص۳۴۸)۔

۲.....’’میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا۔دو چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی۔تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔‘‘(ملفوظات ج۸ص۴۴۵‘ اخبار بدر۷؍جون ۱۹۰۶ءص۵، رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ جون ۱۹۰۶ءص۵)۔

۳.....’’مجھے مراق کی بیماری ہے۔‘‘(ریویو بابت اپریل ۱۹۲۵ءص۱۴۵)۔اس کے علاوہ رسالہ احمدی خاتون ج۲ص۳۳ نمبر۴، حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ص۳۲۰، ضمیمہ اربعین نمبر۳،۴، خزائن ج۱۷ص۴۷۱، سیرت المہدی ص۱۳، ریویو نمبر۸ ج۲۵ ماہ اگست ۱۹۲۶ء ص۶) میں مراق ودوران سر کا تذکرہ کیا ہے۔ان تینوں حوالوں سے روز روشن کی طرح مرزا قادیانی کا بقول خود مراقی، دوران سر وخلل دماغ کا مریض ہونا ثابت ہوگیا۔لیکن اب

یہ بتانا ضروری ہے کہ مراقی اور دماغی امراض کا نہ نبوت کے رفیع مرتبہ پر فائز ہوسکتا ہے اور نہ دعوی الہام کرسکتا ہے۔

مراقی نبی و مدعی الہام نہیں ہوسکتا:

میں اس کے ثبوت میں بھی مرزائیت کے دام افتادوں اور غلمدیت کے کاسہ لیسوں ہی کی شہادت پیش کرتا ہوں تاکہ اس گھر کو گھر کے چراغ سے آگ لگ جائے اور شہد شاہد من اہلہا کی گواہی دہان دوز بن جائے۔ چنانچہ چودھری ڈاکٹر شاہنواز خاں مرزائی لکھتے ہیں کہ:

۱...... ''ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہوجائے کہ اس کو ہسٹریا، مالیخولیا، مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعاوی کی تردید کے لئے پھر اور کسی ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیوں کہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے'' (رسالہ ریویو نمبر ۸ ج ۲۵ ماہ اگست ۱۹۲۶ء ص ۶،۷)۔

۲...... ''نبی میں توجہ بالارادہ ہوتا ہے اور جذبات پر قابو ہوتا ہے'' (ریویو نمبر ۵ ج ۲۶ ص ۳۰ ماہ مئی ۱۹۲۷ء)۔

۳...... ''اور اس مرض مراق میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹریا والوں کی طرح مریض کو اپنے جذبات و خیالات پر قابو نہیں رہتا۔'' (ریویو نمبر ۸ ج ۲۵ ماہ اگست ۱۹۲۶ء ص ۶)۔

ناظرین کرام! اسی اصول موافق اس گھر کے بھیدی نے مرزایت کی لنکا کو اس طرح سے ڈھایا ہے کہ مرزا قادیانی کی صداقت دعاوی کی سر بفلک عمارت بیخ بن سے مسمار ہوکر ہموار زمین ہوگئی۔ اسی لیے کہ مرزا قادیانی مراقی تھے اور جو مراقی ہوتا ہے تو اس کے دعویٰ الہام و نبوت کی تردید کے لیے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور اس کمزور دماغ

و مراقی انسان کے دماغ سے ایسی بے جوڑ و بے ربط باتیں پیدا ہوتی ہیں کہ سوائے اس کے ہنس کر ٹال دیا جائے، اس پر توجہ والتفات کرنا انسانی عقل و تدبیر کی ہتک ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مرزا قادیانی کے اپنے ناہموار دماغ سے ایسی بے سروپا باتیں پیدا ہوئیں کہ اس زمانہ کے پاگل و مجنون بھی شرمندہ ہیں اور مراق پینک میں کچھ اس انداز سے بے پر کی باتیں اڑائی ہیں کہ دنیا اُن کو ایک صحیح الدماغ انسانوں اور عقلمندوں کی صف میں کھڑے ہونے کی اجازت نہیں دیتی ہے چہ جائیکہ نبوت و رسالت کے درجہ پر فائز ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تمام مسلمان مرزا قادیانی ہی کے فرمائے ہوئے القاب، پاگل، مجنون، منافق، سیاہ دل سے ان کو معتقدانہ حیثیت سے یاد کرتے ہیں۔ غلمد یو!! ع

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

فقط: خادم اسلام
نور محمد
مبلغ و مناظر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
۵ ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ

☆☆

کفریات مرزا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ و السّلام علیٰ من لا نبی بعدہ و علیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین .

یوں تو مہدی بھی ہو عیسٰی بھی ہو سلمان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو؟

مرزا غلام احمد قادیانی مقام قادیان ضلع گورداس پور (پنجاب) میں پیدا ہوئے اور سن بلوغ کے بعد کے بعد سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار کی ملازمت کی۔ لیکن اس پر بھی آپ کو خورد و نوش کی الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات نہیں ملی، تو آپ نے مختاری کا امتحان دیا۔ بدقسمتی سے اس میں بھی آپ کو ناکامی ہوئی، تو جلب منفعت وطلب زر کی چلتی ہوئی تدبیر یہ نکالی کہ ایک اشتہار اس عنوان کا شائع کیا کہ حقانیت اسلام پر ایک کتاب لکھی جاوے گی جو ایک اشتہار ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ اور تین سو محکم دلائل پر مشتمل ہوگی اور قیمت اس کی پانچ روپے اور دس روپے فی جلد پیشگی ہوگی۔ (اشتہار براہین احمدیہ در دیباچہ خزائن ج ۱ ص ۳)۔

مسلمانوں نے خدمت اسلام سمجھ کر مرزا قادیانی کی آواز پر لبیک کہا اور چہار طرف سے روپے کی بارش ہوگئی اور مرزا قادیانی مالا مال ہوگئے۔ جب مرزا قادیانی کی منہ مانگی مراد حاصل ہوگئی تو تین سو بے نظیر دلائل کے بجائے اپنی تعلیوں اور بلند پروازیوں کو حاشیہ در حاشیہ میں لکھ کر ایک پشتارہ براہین احمدیہ کے نام سے تیار کر دیا اور جلد چہارم (اگر اس کو کوئی عقلمند چہارم کہہ سکے) کے آخیر میں یہ لکھ کر کہ ''اب براہین کی تکمیل خدا نے اپنے ذمہ لے لی ہے'' اس کی اشاعت بند کردی۔ جب لوگوں نے اپنے روپے کا تقاضہ کیا تو ان کو ''دنی الطبع کمینہ سفیہہ'' وغیرہ مہذب الفاظ سے ڈانٹ دیا اور سارا روپیہ ہڑپ کر گئے۔ (ایام الصلح خزائن ج ۱۴ ص ۴۲۲)۔

اس اثناء میں مرزا قادیانی کوخوردونوش کی پریشانیوں سے نہ صرف نجات ملی بلکہ ایک دولت مند ومتمول رئیس ہوگئے ۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:'' مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا اور متکبّروں کو خاک میں ملاتا ہے ۔اُسی نے ایسی میری دستگیری کی کہ مَیں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آ چکا ہے ۔'' (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۱' نزول المسیح خزائن ج ۱۸ ص ۴۱۰' اربعین نمبر۲ حاشیہ خزائن ج ۱۷ ص ۳۵۱)۔

مرزا قادیانی جیسے آزاد، روشن ومتلون المزاج ،اس بےفقری وتمول میں ایسے سرشار و بدمست ہوئے کہ بڑے بڑے رفیع مراتب ووقیع منازل کے پریشان خواب دیکھنے لگے۔

دعاوی مرزا:

چنانچہ آپ اتنے مختلف دعاوی کے مدعی ہوئے ہیں کہ بقول شخصے'' داڑھی سے موچھیں بڑی'' فرماتے ہیں کہ ۱......میں محدث ہوں۔۲......مجدد ہوں۔۳......مسیح موعود ہوں۔۴......مثیل مسیح ہوں۔ ۵......مہدی ہوں۔۶......ملہم ہوں۔۷......حارث موعود ہوں۔۸......رجل فارسی ہوں۔۹......کرشن اوتار ہوں۔ ۱۰......خاتم الانبیاء ہوں۔۱۱......خاتم اولیاء ہوں۔۱۲......خاتم الخلفاء ہوں۔ ۱۳...... چینی الاصل ہوں۔۱۴......معجون مرکب ہوں۔۱۵......یسوع کا ایلچی ہوں۔۱۶......مسیح ابن مریم سے بہتر ہوں۔۱۷......حسین سے بہتر ہوں۔۱۸......رسول ہوں۔۱۹......مظہر خدا ہوں۔۲۰......خدا ہوں۔۲۱...... مانند خدا ہوں۔۲۲......خالق ہوں۔۲۳......خدا کا نطفہ ہوں۔۲۴......خدا کا بیٹا ہوں۔۲۵......خدا کی بیوی ہوں۔۲۶......خدا کا باپ ہوں۔۲۷ بروزی محمد واحمد ہوں۔۲۸......تشریعی نبی ہوں۔۲۹......حجراسود ہوں۔۳۰......ذوالقرنین ہوں۔۳۱......آدم ہوں۔۳۲......نوح ہوں۔۳۳......ابراہیم ہوں۔۳۴......یوسف ہوں۔ ۳۵......موسیٰ ہوں۔۳۶......داؤد ہوں۔۳۷......سلیمان ہوں۔ ۳۸......یعقوب ہوں۔ ۳۹......تمام انبیاء کا مظہر ہوں۔۴۰

......تمام انبیاء سے افضل ہوں۔۴۱......احمد مختار ہوں۔ ۴۲......بشارت اسمہ احمد کا میں ہی مصداق ہوں۔۴۳......مریم ہوں۔ ۴۴......میکائیل ہوں۔۴۵......بیت اللہ ہوں۔۴۶......آریوں کا بادشاہ ہوں۔ ۴۷......امام الزماں ہوں۔۴۸......شیر ہوں۔(قالین کے)۴۹......محی ہوں (زندہ کرنے والا)۔ ۵۰......ممیت ہوں (مارنے والا)۔

مرزا قادیانی کے ان کفرآمیز بلند وبانگ دعاوی مختلفہ کی طویل فہرست پر سرسری نظر ڈال کر ہر عقلمند انسان اس امر کے اظہار پر مجبور ہوگا کہ آپ کا قلب ایمان سے اور دماغ عقل سے یکسر خالی تھا اور اس قابل بھی نہیں تھے کہ صحیح الدماغ انسانوں کی صف میں کھڑے ہوسکیں۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ'' راست باز اور عقلمند کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا''(ست بچن خزائن ج ۱۰ ص ۱۴۲)۔''اور جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے''(ضمیمہ براہین احمدیہ خزائن ج ۲۱ ص ۲۷۵)۔اس لیے مرزائیو!بتاؤ کہ مرزا قادیانی بقول خود کون تھا؟ ع

آپ ہی اپنے ذرا جوروستم کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اوران دعاوی باطلہ کے ساتھ مرزا قادیانی کے اس فرمان کو پڑھیے کہ:'' کیوں کہ جو لوگ خدائے تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بُلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کرسکتے۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ ص ۱۹۷)اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مرزا قادیانی کے ان مذکورۃ الصدر دعاوی مختلفہ کی بنیاد معاذ اللہ خدائی القاء والہام پر ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم و الہام کے مطابق رسالت ونبوت حتی کہ خدا کا دعویٰ کیا۔اس کو دیکھ کر ملت اسلامیہ کا ہر فرد اس امر کا یقین کرے گا کہ مرزا قادیانی (معہ اپنی امت کے) مومن ومسلمان نہیں تھے اور جو کچھ آپ پر الہام ہوتا تھا وہ سب شیطان لعین کی کارفرمائیاں تھیں۔کیوں کہ خدائے برتر اس قسم کی بکواس ومتضاد خیالات سے منزہ اور وراءالوراء ہے۔

کفریات مرزا

ابنیت وشرک کا ایک بھیانک مظاہرہ:

شریعت اسلامیہ کا ایک امتیازی مسلمہ مسئلہ ہے کہ باری تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ایسا بے نظیر و بے مثل ہے کہ کوئی ہستی اس کی مماثلت ومشارکت کا وہم بھی نہیں کرسکتی اور وہ انسانی عقل وادراک سے وراء الوراء اور انسانی عیوب وہر قسم کے نقائص سے مبرا ومنزہ ہے۔ چنانچہ اس مستحکم مسئلہ توحید الٰہی پر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کا حرف حرف بلکہ مسلمان کا بچہ بچہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہوا شاہد عدل ہے۔ اب جو الہام وکشوف اور اقوال وافعال توحید الٰہی اور قرآن وحدیث کے مسلمہ اصول کے خلاف ہوں گے، وہ شیطانی الہامات وکشوف کہلائیں گے اور جس پر وہ شیطانی الہامات نازل ہوتے ہیں شریعت اسلامیہ میں اس کے ساتھ شیطان جیسا برتاؤ رکھا جائے گا۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

۱…… ’’جو شخص ایسی بات کہے جس کی شرع میں کوئی اصل نہ ہو خواہ وہ شخص ملہم یا مجتہد ہی کیوں نہ ہو۔ سمجھ لینا چاہئے کہ شیطان اس سے کھیلتا ہے۔ (الیٰ ان قال) جو الہام وکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے برخلاف ہو وہ شیطانی القاء ہے۔‘‘ (ترجمہ از عربی، آئینہ کمالات اسلام خزائن ج۵ص۲۱)۔

۲…… ’’اور میں جانتا ہوں کہ قرآن کریم سے مخالف ہو کر کوئی الہام صحیح نہیں سکتا۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۲ص۲۵، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۲۳۵)۔

اسی معیار پر مرزا قادیانی کے چند الہامات کی جانچ کی جاتی ہے۔ اگر شریعت اسلامیہ کے اصول پر صحیح اتر آئیں تو فبہا ورنہ وہ الہامات شیطانی ہیں۔ وہ شیطان مرزا قادیانی سے کھیل کر رہا ہے اور دونوں نامور ومشہور ہستیاں (مرزائے قادیان اور شیطان) مخلوق خدا کو گمراہ کرنے میں مساویانہ طور پر جدوجہد کر رہی ہیں۔ پس مسلمان دونوں کو اسلام سے خارج، کافر، ملعون ماننے پر مجبور وحق بجانب ہیں۔

مرزا قادیانی خدا کے بیٹے تھے:

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ مجھ پر یہ الہام ہوا۔

۱…… ’’اسمع ولدی‘‘ سن اے میرے بیٹے مرزا‘‘ (البشریٰ جلد۱ص۴۹)۔

۲…… ’’انت منی بمنزلة ولدی‘‘ اے (مرزا) تو میرے بیٹے کے برابر ہے۔ (حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ص۸۹)۔

۳…… ’’انت منی بمنزلة اولادی‘‘ (دافع البلاء خزائن ج۱۸ص۲۲۷)۔

۴…… ’’مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اور ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان مقام ہے کہ گذشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور صاحب مقام ہٰذا کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیا اور اُس کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا ٹھہرایا ہے‘‘ (توضیح مرام خزائن ج۳ص۶۴)۔ کون نہیں جانتا کہ اسلام میں عقیدہ ابنیت وولدیت کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر توحید الٰہی کی بنیادیں خوب مستحکم ومضبوط کردی گئی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ اخلاص ودیگر آیات اور اسلام کا مشہور کلمہ لا الٰہ الا اللہ اس پر شاہد ہے۔ لیکن اس کے باوجود مرزا قادیانی ولدیت وابنیت کا اعلان کر رہے ہیں تو اسلامی شریعت میں مرزائیت کو وہی درجہ حاصل ہے جو عیسائیت کا ہے۔ یعنی ان دونوں کے پیرو اسلام میں داخل نہیں ہیں۔

کفریہ الہام:

۱......’’ انما امرک اذا اردت شیأان تقول له کن فیکون ‘‘ (حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ص۱۰۸)۔

۲......اے مرزا تیرا اختیار یہ ہے کہ جب تو کسی کام کو ہوجا کہے تو ہوجاتا ہے‘‘۔ (رسالہ ریویو نمبر۳ ج۴ص۱۳۰بابت مارچ ۱۹۰۵ء)۔

۳......’’اے غلام احمد اب تیرا مرتبہ یہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے اور صرف کہہ دے کہ ہوجا، وہ چیز ہوجاتی ہے‘‘۔(اخبار بدر مورخہ ۲۳رفروری ۱۹۰۵ء)۔

قرآن کریم میں یہ صفتِ کن فیکونی صاف صاف ’’ اِنَّـمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهُ كُنْ فَیَكُوْنُ. (یٰسین:۸۲) باری تعالیٰ ہی کے لیے خصوصیت سے بیان کی گئی ہے۔لیکن مرزا قادیانی اپنے حق میں اس کو چسپاں کرتے ہیں تو حسب اصول شریعت یہ الہام شیطانی اور باطل ہے اور مرزا قادیانی اس الہام پر عقیدہ واعتماد رکھنے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں اور جولوگ باوجود اس کفر کے مرزا قادیانی کو مسلمان وغیرہ تصور کرتے ہیں ان کے لیے بھی اسلام میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

۴...... ’’ انت منی و انا منک ‘‘(دافع البلاء خزائن ج۱۸ص۲۲۷) [1]

۵......’’انت معی و انا معک ...... اعمل ما شئت فانی غفرت لک ‘‘ (البشریٰ ج۱ص۴۶)۔

۶......’’ انت من مائنا وهم من فشل‘‘(اربعین نمبر۳ خ۱۷ص۴۲۳)۔

مندرجہ بالا ہر ایک الہام اسلام کے مایہ ناز مسئلہ وحدانیت کے سراسر مخالف ہے اور کفر

[1] ۴۔تو مجھ سے ہوا میں تجھ سے۔۵۔تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ تیرا جو جی چاہے کر میں نے سب گناہ تیرے بخش دیئے۔۶۔مرزا تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے۔مصنفؒ

وشرک سے لبریز ہے اس لیے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ الہامات شیطانی اور مرزا قادیانی (جو اس کے ملہم ہیں) شیطان لعین کے پیروکار ہیں؛ اسلام کے نہیں۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

۷......’’ اعطیت صفة الافناء و الاحیاء من الرب الفعال ‘‘

ترجمہ: مجھ کو فنا کرنے زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے‘‘(خطبہ الہامیہ ج۱۶ص۵۵)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زندہ کرنا اور مارنا خدائے تعالیٰ کی صفت خاص ہے۔لیکن مرزا قادیانی کی ہوس رانی وکفر گوئی ملاحظہ فرمایئے کہ’’احیاء وافناء کا مالکانہ‘‘ اختیار آپ کو حاصل ہے۔یعنی دوسرے لفظوں میں مرزا قادیانی کا دعویٰ نمرود کے دعوے’’ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ‘‘ (البقرۃ:۲۵۸) کے دوش بدوش ہے۔اس لیے ہم تمام مسلمانوں کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی اور نمرود دونوں ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

مرزا قادیانی نے مے پی کر یہ یہ کیسی چال کی
محتسب سے جا ملے رندوں کے مخبر بن گئے

۸......’’جس نے مجھ سے بیعت کی رب سے بیعت کی۔‘‘ (مفہوم: دافع البلاء خزائن ج۱۸ص۲۲۶)۔

۹......’’اللہ تعالیٰ میری محفل میں حاضر ہوا۔‘‘ (خزینۃ المعارف ج۱ص۱۵۶)۔

مرزائیو! یہ تم کو مبارک ہو کہ تمہارے گُرو پیر، مرزا قادیانی کی بیعت خدا تعالیٰ کی بیعت ہے جبھی تو خدا، مرزا قادیانی کی بزم میں حاضر ہوا۔

ناظرین فرمایئے! ایسے شخص کے متعلق کیا فیصلہ ہے؟

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

۱۰......الف’’خدا قادیان میں نازل ہوگا‘‘(البشریٰ ج۱ص۵۶) ب’’اب خدا خود نازل ہوگا اور اُن لوگوں سے آپ لڑے گا۔جو سچائی سے لڑتے ہیں۔‘‘ (کشتی نوح خزائن

ج ۱۹ص ۷۶)۔ایک پر لطف الہام اور ملاحظہ فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ مرزا قادیانی کے گھر میں جنم لے رہا ہے کہ: ”انّا نبشّرک بغلام مظهر الحق و العلیٰ ط كانّ الله نزل من السّمآء“ (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۹۸)۔یعنی ہم تجھے ایک ایسے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جو سچائی ظاہر کرنے والا ہوگا۔گویا خود خدا آسمان سے اترے گا۔گویا معاذ اللہ خدا مرزا قادیانی کے گھر میں جنم لے کر اُن کا بیٹا بنا۔حاشا وکلا!اگر ایسے لوگوں کے لیے بھی اسلام میں کوئی درجہ ہوسکتا ہے تو نہیں معلوم کفر کیا چیز ہے اور کافر کس کو کہتے ہیں اور وہ کون لوگ ہیں؟

۱۱......”اغفر وارحم من السماء ربنا عاج“۔(براہین احمدیہ حاشیہ خزائن ج ۱ ص ۶۶۲) مرزائیو!عاج کے معنی تمہارے گُرو مرزا قادیانی کو معلوم نہیں ہوئے لیکن میں بتاتا ہوں کہ لغت میں اس کے معنی ہاتھی دانت استخوان فیل،گوبر(منتخب اللغات ص ۳۰۴) وغیرہ ہیں لہٰذا اس الہام کی روشنی میں اپنے خدا کو ہاتھی دانت،استخوان،گوبر،لید،سمجھ سکتے ہو۔جیسی گنجی دیوی ویسے اُس کے اُوت پجاری۔مرزا قادیانی خود خدا تھے(معاذ اللہ)

مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ عنقریب خدائی کا دعوی کروں گا اور میری امت اس کی تصدیق کرے گی۔چنانچہ آپ خدا بن بیٹھے لیکن افسوس ان کی امت نے اس دعوئ خدائی کی تصدیق نہیں کی۔مگر اہل اسلام کو فرعون و نمرود جیسا خدا تسلیم کرتے ہیں۔

۱......”رایتنی فی المنام عین الله و تیقنت اننی هو“۔(آئینہ کمالات اسلام خزائن ج ۵ص ۵۶۴) میں (مرزا قادیانی) نے خواب میں دیکھا کہ ہو بہو اللہ ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔

۲......”دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں ”خدا کے مانند“۔(اربعین نمبر۳ حاشیہ خزائن ج ۱۷ص ۴۱۳)۔

قرآن مجید بلند آواز سے کہہ رہا ہے ”لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ“ (شوریٰ ۱۱)وہ بے مثل ہے۔مگر چودھویں صدی کے مجدد کفر و بدعت،مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ میں خدا کے مانند

ہوں۔اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نہایت قطع و یقین سے کہتے ہیں کہ میں خدا ہوں۔مرزائی دنیا میں مرزا قادیانی کا دعوئ خدائی کچھ اچھی نظروں سے نہیں دیکھا گیا۔تو ان کے کاسہ لیسوں وعبودیت کیشوں نے اس دعوے کی اس طرح سے مرمت کی کہ یہ دعوی خواب کا ہے جیسا کہ عبارت مرزا قادیانی میں خود موجود ہے کہ ”میں نے خواب......الخ“ اس لیے اس دعوے کی نہ کچھ حقیقت ہے اور نہ اعتبار کے قابل،اگرچہ امت مرزائیہ نے مرزا قادیانی کو زبردستی مرتبہ ربوبیت والوہیت سے گرا کر بندوں اور انسانوں کے زمرے میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔لیکن مرزا قادیانی کے اس دعوئ خدائی کی طنابیں کچھ ایسی نہیں تھیں جو ڈھیلی ہوجاتیں۔کیوں کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ”نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے“ (ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۲۰۴)۔

۳......”اور جو لوگ خدائے تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں......وہ بغیر فرمائے کوئی دعوی نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کرسکتے“۔(ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۱۹۷)۔اور آپ(مرزا جی)کا مشہور الہام ہے:

۴......”وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی“ (مرزا)اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ وحی والہام کے موافق بولتا ہے۔(اربعین نمبر۳ ج ۱۷ص ۴۲۶)۔اور مرزا قادیانی (بقول خود) نبی و رسول اور ملہم ہیں اور امت مرزائیہ مرزا قادیانی کی نبوت و رسالت اور الہام پر ایمان رکھتی ہے اور اسی کو سرمایہ نجات سمجھتی ہے، اس لیے مرزا قادیانی کا یہ دعوئ الوہیت،منامی وخیالی نہیں بلکہ حقیقی وقطعی ہے۔حیرت وافسوس ہے اس مرزائی خدا کے نافرمان وسرکش بندوں پر جو اس کی اُلوہیت کے کنگروں کے مسمار کرنے میں جدوجہد کررہے ہیں مگر ہم تمام مسلمان،مرزا قادیانی کے اس دعوئ خدائی کی قدر کرتے ہوئے یہ قطعی عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کا یہ دعوی فرعون کے دعوی ”اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ“ (النازعات:۲۴) کے دوش بدوش ہے اور یہ دونوں نامور ہستیاں ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں

ہیں،مرزائیو! سنتے ہو!۔

مجھ سا مشتاق زمانہ میں نہ پاؤگے کبھی
گرچہ ڈھونڈوگے چراغ رخ زیبا لے کر

اورلطف یہ کہ اس قسم کے تمام شرکیہ وکفریہ اقوال کے متعلق مرزا قادیانی کا خیال یہ ہے کہ اس کی بنیاد وحی الٰہی والہام ازلی پر ہے کہ جس طرح قرآن کریم کا لفظ لفظ وحی الٰہی ہے اور ہر قسم کی غلطیوں وعیبوں سے پاک ہے اسی طرح ہمارے یہ الہامات ہیں۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح میں بھی ’’وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى‘‘ کے ماتحت بولتا ہوں اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کرتا۔

۱......آنچہ داد است ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بتمام
ہمچوں قرآں منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں است ایمانم
(نزول المسیح خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

۲......’’مگر مَیں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں اِن الہامات پر اُسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دُوسری کتابوں پر۔ اور جس طرح مَیں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اُسی طرح اِس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔ خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔‘‘ (حقیقت الوحی خزائن ج۲۲ ص۲۲۰)۔

۳......’’مَیں خدا تعالےٰ کی تیئیس ۲۳ برس کی متواتر وحی کو کیونکر ردّ کر سکتا ہوں۔ مَیں اُس کی اِس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اُن تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی خزائن ج۲۲ ص۱۵۴)۔

ان خرافات وکفریات کو کلام الٰہی سمجھنا اور اس پر ایمان واعتقاد رکھنا ہی مرزائیت کے فنافی الکفر و بددینی کی ایک نہ مٹنے والی علامت ہے۔ کیوں کہ مرزائی دنیا میں خدا ایک ایسی ذات تسلیم کیا گیا ہے کہ جس نے سابقہ وحیوں اور کلاموں میں اپنی وحدانیت اور اُلوہیت کو

مدلل کر کے جزو ایمان و باعث نجات قرار دیا اور اُن مذاہب وادیان کو جنہوں نے توحید و اُلوہیت کے خلاف آواز بلند کی ان کو باطل پرست کفر نواز، مشرک قرار دے کر اخروی نجات سے محروم کر دیا۔ لیکن اسی خدا کی جدت نوازی وتجدد پسندی ملاحظہ فرمائیے کہ اپنی وحدانیت و بےنظیری پر پانی پھیر دیتا ہے اور مرزائیت کے آسمانی دولہا کو مسند اُلوہیت پر بٹھا کر اپنا شریک وسہیم تسلیم بنالیتا ہے (معاذ اللہ) ایں چہ بوالعجبی است۔

عذر لنگ:

جب مسلمان، مرزا قادیانی کے اس قسم کے کفریات وخرافات پیش کر کے ان کو دائرۂ اسلام سے باہر اور ان کی نبوت و رسالت وغیرہ کو خاکستر کر دیتے ہیں تو مرزائیت کے کاسہ لیسوں میں ایک عجیب قسم کی سراسیمگی وکھلبلی پڑ جاتی ہے اور ایک فریب وعذر لنگ، اسلام ومرزا کے متعلق یہ بیان کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے جس قدر الہامات واقوال بظاہر شریعت اسلامیہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں وہ سب حالاتِ وجد وجذب کے ہیں۔ جیسا کہ اسلام میں بہت سے بزرگانِ سلف مثل بایزید بسطامی، منصور، امام شبلی، وغیرہم کے ایسے مشہور اقوال ہیں جن کو شریعتِ اسلامیہ سے کچھ لگاؤ نہیں بلکہ ظاہراً سراسر کفر وشرک ہیں، لیکن علماء اسلام ان کے متعلق حالت سکُر وجذب کا عذر پیش کر کے ان بزرگوں کو معذور سمجھتے ہیں جس سے ان کے اسلام وایمان میں تو درکنار، کرامت و بزرگی میں بھی فرق نہیں آتا ہے۔ اسی طرح مرزا قادیانی کے اقوال والہامات بھی مجذوبانہ حالت میں صادر ہوئے ہیں، اس لیے آپ کے اسلام وایمان پر بھی کوئی ضرب نہیں پڑے گی۔

ناظرین! امت مرزائیہ کا یہ ایک چلتا ہوا فریب ومنتر ہے جو سادہ لوح وناواقف مسلمانوں کو قابو میں لانے کے لیے تراشا گیا ہے۔ ورنہ اس کی حقیقت نقش برآب سے بھی بالاتر ہے۔

اوّل: تو اس لیے کہ صوفیائے کرام نے اپنی وجدانی حالت میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کی بنیاد وحی الٰہی اور نبوت خداوندی پر نہیں رکھی؛ یعنی انھوں نے نہ دعویٰ نبوت کیا اور نہ یہ کہا

کہ یہ من جانب اللہ الہام ووحی الٰہی ہے۔ بخلاف مرزا قادیانی کے وہ مدعی نبوت تھے اوران تمام تر اقوال والہامات کووحی الٰہی کہتے تھے اور نبی وہ ہے جو اپنے اقوال وجذبات پر قابو رکھتا ہے۔ اُس پر جذب وسُکر طاری نہیں ہوتا۔ اس لیے مرزا قادیانی کی حالت کوصوفیائے کرام کی حالت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

ثانیاً: صوفیاء کرام کے ایسے اقوال کوشرعی حیثیت سے کچھ وقعت نہیں دی گئی ہے۔ بلکہ خود انھوں نے اپنی غیر وجدانی حالت میں شریعت کوملحوظ رکھ کر اس سے نفرت کا اظہار کیا ہے اور نادم ہو کر استغفار کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اقوال صوفیاء کی اصطلاحات میں شطحیات کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ جن پر عقائد کے مدار ہیں نہ اعمال کے۔ اور نہ اس کے انکار کرنے والے کافر وفاسق ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کو دیکھئے کہ اپنے ان اقوال کو الہام ووحی کی صورت میں پیش کر کے نہ صرف اس کے منکر کو بلکہ متردد کو بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ توبہ و استغفار تو درکنار بڑی بے باکی سے اسی پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ان کے یار وفادار، شریک و سہیم تو ایسے بلند پایہ حقائق کی طرفہ روزگار تاویلیں فرما کر سراہتے ہیں کہ اس سے توبہ بھلی۔

ثالثاً: علماء اسلام نے ایسے اقوال کی وجہ سے ان کو بھی کافر قرار دیا ہے اور جب تک وہ تائب نہیں ہو گئے ان کو سزائیں بھی دی گئیں۔

بہر حال چونکہ مرزا قادیانی مدعی نبوت وملہم من اللہ ہے، اس لیے ان کے حالات و الہامات کوصوفیاء کرام کے احوال واقوال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے مرزا قادیانی اپنے ان کفریہ الہامات کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہو سکتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایک شرمناک حملہ:

دعویٰ نبوت: مسئلہ توحید باری عزاسمہ کے ساتھ ساتھ اس امر کا قطعی اقرار کرنا ضروری وناگزیر ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی۔ آپ دنیا کے ایک آخری

نبی ہیں، جس کے بعد کسی قسم کا تشریعی وغیر تشریعی، ظلی وبروزی، جنگلی وکوہی کوئی بھی نبی نہیں آسکتا ہے اور اس مسئلہ ختم نبوت کی تمام تر بنیاد قرآن کریم کی بیشمار آیات، واحادیث کے بے پایاں ذخیرے پر ہے۔ جس میں صاف صاف اس امر کا ذکر موجود ہے کہ ختم نبوت، ایمان واسلام کا ایک ایسا جزو ہے جس کے انکار سے ایمان واسلام قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ان آیات واحادیث کی روشنی وتابانی کی وجہ سے جن جن لوگوں نے اپنی نبوت کی داغ بیل ڈالی شاہان اسلام نے ان کی نہ صرف اس مصنوعی نبوت کو بلکہ ان کی ذات کوموت کے گھاٹ اتار کر اسلامی فضا کوخس وخاشاک سے پاک وصاف کر دیا ہے اور خود مرزا قادیانی کا بھی مدعی نبوت کے متعلق یہ خیال ہے لکھتے ہیں کہ:

۱......''اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں''۔ (مجموعہ اشتہارات ج۱ص۲۳۰)۔

۲......''میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں'۔ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۵۵)۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کی نبوت ورسالت کے دعاوی ملاحظہ فرمائیے:

۱......''ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں''۔ (ملفوظات ج۱۰ص۱۲۷، اخبار بدر۵/مارچ ۱۹۰۸ء)۔

۲......''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔ (دافع البلاء خزائن ج۱۸ص۲۳۱)۔

۳......مَیں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی ج۲۲ص۵۰۳) اس کے علاوہ تجلیات الٰہیہ خزائن ج۲۰ص۴۱۲، اربعین نمبر۴ خزائن ج۱۷ص۴۵۴، وغیرہ میں دعوی نبوت موجود ہے۔ مرزا قادیانی کی نبوت ورسالت کے ان دعاوی کو دیکھ کر ہر شخص یقین کر

لے گا کہ ختم نبوت کے خلاف یہ دعویٰ کفر اور اس کا مدعی کافر و خارج از اسلام ہے۔ اس لیے از روئے اصول شریعت اور مرزا قادیانی بقول خود اس کفریہ دعوے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں۔

مرزا قادیانی تشریعی نبوت اور شریعت جدیدہ کے مدعی تھے:

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:

۱...... ’’چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے‘‘ (اربعین نمبر۴ حاشیہ خزائن ج۱۷ص۴۳۵)۔

۲...... ’’ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی‘‘۔ (اربعین نمبر۴ خزائن ج۱۷ص۴۳۵)۔

۳...... ’’اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تُو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ **ھو الذی ارسل رسُولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلِّہٖ**‘‘ (اعجاز احمدی خزائن ج۱۹ص۱۱۳)۔

۴...... ’’اور اس آنے والے (مرزا قادیانی) کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف...... یہ اشارہ ہے **و مبشراً برسول یاتی من بعد ی اسمہ احمد**‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ج۳ص۴۶۳)۔

مرزا محمود قادیانی خلیفہ اس قول مرزا قادیانی کی شرح کرتے ہیں:

۵...... ’’حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیش گوئی ’’**ومبشراً برسول یاتی من بعد ی اسمہ احمد**‘‘ کا میں ہی ہوں‘‘ (القول الفیصل ص۲۷)۔

۶...... ’’اس پیش گوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ہی ہو سکتے ہیں نہ اور کوئی‘‘ (انوار خلافت ص۳۳)۔

اسلامی دنیا کا کوئی فرد اس سے بے خبر نہیں ہے کہ آیت ’’**ھُوَا لَّذِی اَرسَلَ رَسُولَہٗ بِالھُدیٰ**‘‘ (التوبہ ۳۳) اور بشارت **اِسمُہٗ اَحمَد** خاص حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نازل ہوئی جو دنیا میں اسلام جیسا دین اور قرآن کریم جیسی کتاب لے کر مخلوق خدا کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے اور تمام ادیان و مذاہب پر اسلام کو بلند کیا۔ لیکن مرزا قادیانی کی آنکھوں میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص کانٹوں کی طرح کھٹکا اور رشک و حسد و جاہ پرستی کی چنگاریوں نے مرزا قادیانی کے تمام جسم میں آگ لگادی۔ تو آپ نے یہ کہہ کر کہ ’’ان اوصاف خاصہ کا مصداق صرف میں ہی ہوں‘‘ اپنی ان حاسدانہ چنگاریوں پر پانی کا کچھ چھینٹا ڈال دیا اور اپنی جاہ پرور اور ہوس راس زندگی کے لیے قدرے سامان مہیاء کرلیا۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ مرزا قادیانی کے یہ دعاوی ان کیلئے دنیوی ذلت و اخروی عذاب کے باعث بن گئے۔ اس لیے کہ اس بے حقیقت و کفری دعوے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و مقصد بعثت کو ناکام بنانے اور خود کو پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے برتر و بہتر ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی ہے۔

پھر ایسے مدعی کو وہی شخص مومن و مسلم کہہ سکتا ہے جو خود بھی اسلام و ایمان کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اور مرزا قادیانی کے ان ادعائے باطل کی وجہ سے آپ کے ایک مرید، ظہیر الدین اروپی مرزا قادیانی کو نبی مستقل و رسول حقیقی اور صاحب شریعت و صاحب کتاب مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ کی جگہ **لاالٰہ الا اللہ احمد** (مرزا قادیانی) **جریُ اللہ**‘‘ پڑھتے ہیں اور قادیانی مسجد اقصیٰ اور قادیان کو قبلہ عبادت جانتے ہیں۔ (مفہوم از رسالہ المبارک)

اور مرزا محمود احمد قادیانی خلیفہ قادیان بھی (مع اپنی جماعت کے) مرزا قادیانی کو حقیقی نبی تسلیم کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ: ’’پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی

سے حضرت صاحب (مرزا قادیانی) ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں، بلکہ حقیقی نبی ہیں۔'' (حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴)۔

اخبار الفضل مورخہ ۲۹؍جون ۱۹۱۵ء' کلمۃ الفصل ص ۱۰۵' عقائد محمودیہ ص ۱۴' النبوت فی القرآن ص ۴۷ وغیرہ میں امت مرزائیہ نے اپنے گرو مرشد مرزا قادیانی کو صاحب کتاب وتشریعی نبی تسلیم کیا ہے۔ جو قرآن وحدیث کے نصوص صریحہ اور اسلام کے صحیح اصول وعقائد کے سراسر خلاف ہے۔ اس لیے مرزا قادیانی مع اپنی امت کے اسلام میں ہرگز داخل نہیں ہیں۔

قرآن کریم کی حرمت وحفاظت پر ناپاک حملہ:

اگرچہ مرزا قادیانی نے اپنے دعاوی باطلہ کی وجہ سے قرآن شریف کا انکار کر کے اس کی عزت وحرمت پر بہت کچھ حملے کیے ہیں، مگر آپ کو اس پر بھی صبر نہ آیا تو صاف صاف یوں گویا ہوئے کہ:

الف...... ''میں قرآن کی غلطیاں نکالنے کے لئے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہوگئی ہیں۔'' (ازالہ اوہام خزائن ج۳ ص۴۸۲) [۱]

ب...... ''قرآن زمین سے اٹھ گیا تھا۔ میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں۔'' (ازالہ اوہام حاشیہ خزائن ج۳ ص۴۹۳) [۲]

[۱] مرزا کی اصل عبارت اس طرح ہے'' اس بزرگ نے ایک دفعہ جس بات کو عرصہ تیس سال کا گذرا ہوگا مجھ کو کہا کہ عیسیٰ اب جوان ہوگیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔'' (ازالہ ۴۸۲)

[۲] مرزا کی اصل عبارت اس طرح ہے: انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا۔ پھر انہیں حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل (مرزا قادیانی) ہوگا۔ (ازالہ ۴۹۳)

ج...... ''اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم میرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ **انا انزلناہ قریباً من القادیان** تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے کہ مجھے دکھلایا گیا تھا۔'' (ازالہ اوہام حاشیہ خزائن ج۳ ص۱۴۰)۔

د...... ''قرآن کریم خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں''۔ (حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ ص۸۷)۔

سب وعدۂ الٰہی '' **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ** '' (**الحجر ۹**) قرآن مجید جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، بعینہ اسی طرح بغیر کسی تغیر وتبدل کے اب تک محفوظ و مامون ہے اور قیامت تک بحفاظت باقی رہے گا اور ہر قسم کی غلطیوں وتحریفوں سے اپنے متکلم (اللہ تعالیٰ) کی طرح منزہ ومبرہ ہے اور رہے گا۔ حتی کہ کسی مفسر کی تفسیری غلطیوں سے بھی اس میں غلطی کا امکان محال ہے۔ وہ ایک ایسا خورشید درخشاں ہے جو گرد وغبار سے دھندلا نہیں ہوسکتا۔ بایں ہمہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ میں اس کیغلطیاں درست کرنے کے لیے آیا ہوں، وہ زمین سے اٹھ گیا تھا، اس کو آسمان سے لایا ہوں، یا اسی میں واقعی طور پر یہ تحریفی عبارت'' **انا انزلناہ قریباً من القادیان** '' تحریر ہے۔ سراسر کفر اور قرآن عظیم کی توہین وتحریف ہے۔

کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے موجودہ قرآن مجید میں نہ تو قادیانی کا نام درج ہے

اور ”انا انزلناه قریباً من القادیان“ ہے اس لیے ہم تمام مسلمان اس راسخ عقیدہ کے کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مرزا قادیانی کے الہامات کفر نواز اور شیطانی ہیں اور خود مرزا قادیانی پکے کافر اور نمبری جھوٹے تھے۔کوئی قادیانی، محمودی، لاہوری، تیماپوری، اروپی، نبی بخشی، معراجکی، گناچوری، قابلی، چنگا بنگوی ہے؟ جو مرزا قادیانی کے مندرجہ بالا الہام کو واقعات و مشاہدات کی روشنی میں صحیح ثابت کر کے اپنی نمک حلالی کا ثبوت دے گا؟۔اسی وجہ سے امت مرزائیہ کی نگاہوں میں قرآن کریم کا وقار و احترام نہیں باقی ہے۔ کیوں کہ مرزائیوں کے حکیم الامت حکیم نورالدین قادیانی، خلیفہ اوّل قادیان، کہتے ہیں کہ ناپاکی و جنابت کی حالت میں بھی قرآن کریم پڑھنا جائز ہے لکھتے ہیں کہ:”جنبی بحالت جنب درود واستغفار بلکہ قرآن کریم بھی پڑھ سکتا ہے“۔(مجموعہ نہج المصلی، فتاوی احمدیہ ج۱ص۳۱)۔

لطف یہ ہے کہ حکیم قادیانی اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں لکھتے ہیں کہ جنابت کی حالت میں مسجد میں جانا جائز نہیں ہے گویا مرزائی شریعت میں قرآن عزیز کا مرتبہ واعزاز مسجد سے کم اور گرا ہوا ہے۔مرزائیت کے گُرو حکیم نورالدین قادیانی و مہا گُرو ”مرزا قادیانی“ نے قرآن مجید کے ساتھ جو شوخ چشمانہ طلب وتوہین آمیز طریقہ روا رکھا ہے اس کو منتقم حقیقی جلّ شانہ کی غیرت وحلم نے برداشت نہ کیا اور اس نے مرزا قادیانی (جو کلام اللہ کی غلطیاں نکالنے کے لئے آئے تھے) کے قوت حافظہ کو سلب کر کے نسیان وفراموشی کی بھول بھلیاں میں مبتلا کردیا۔جیسا کہ خود مرزا قادیانی کو اقرار ہے کہ:”حافظہ اچھا نہیں، یاد نہیں رہا“(ریویو جلد۲ نمبر۴، ماہ اپریل ۱۹۰۳ء حاشیہ صفحہ ۱۵۳)۔”اور مجھے مراق ہے۔(ریویو ج۲۵ نمبر۸، اگست ۱۹۲۶ء ص۶)۔

مرزائیو! مراقی ونسیانی بھی نبی ہوتے ہیں؟ اگر ہوتے ہیں تو ایسا بھولکڑ نبی تمہیں مبارک۔ چنانچہ اس مراق ونسیان کا یا خدائی انتقام کا یہ اثر ہوا کہ مرزا قادیانی نے اپنے مصنفات کے اکثر وبیشتر جگہوں میں آیات قرآنی غلط لکھ کر اپنی نبوت ودعاوی باطلہ کو اپنے

ہاتھوں دفن کردیا ہے اور لطف یہ کہ مرزا قادیانی کی وہ نمک خوار امت جو نبوت مرزا کے ثبوت میں زمین وآسمان کے قلابے ملانے اور جھوٹ کو سچ کرنے میں طاق و یکتا ہے۔اس کو بھی آج تک ان آیات کو تصحیح کرنے کی توفیق اور ابتک یکے بعد دیگرے طباعت و اشاعت کے بعد بھی وہ غلطیاں موجود ہیں۔ چونکہ گرو اور چیلا دونوں کی نگاہوں میں قرآن کریم کی عظمت وحرمت باقی نہیں ہے، اس لیے ان کی صحت وحفاظت کی خدمت قدرتی طور پر چھین لی گئی۔عبرت! عبرت!! سچ ہے کہ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔اب کتب مرزا قادیانی سے وہ آیات قرآنی لکھتا ہوں جو قادیانی نے غلط لکھی اور آج تک لکھی ہوئی ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرما کر مرزائی نبوت کی داد دیں گے۔

الفاظ مرزا قادیانی:

۱......**و ان کنتم فی ریب مما نزّلنا علیٰ عبدنا فأتو بسورة من مثله و ان لم تفعلوا و لن تفعلوا** “ ۔(سرمہ چشم آریہ حاشیہ ص۱۲ طبع قادیان دسمبر ۱۹۲۳ء براہین احمدیہ ص۳۹۵، ۵۴۶ طبع لاہور، نورالحق ج۱ ص۱۰۹ طبع لاہور ۱۳۱۱ھ)۔

آیت قرآنی:

”**وَ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا**“ (سورۃ بقرہ:۲۳)

الفاظ مرزا قادیانی:

۲...... **قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا.** (سرمہ چشمہ آریہ[1] ص۱۱ طبع قادیان دسمبر ۱۹۹۳ء، نورالحق ج۱ ص۱۰۹ طبع لاہور ۱۳۱۱ھ)۔

[1] سرمہ چشم آریہ در حاشیہ ص۱۳ طبع اوّل ریاض ہند امرتسر ۱۸۸۶ء۔

آیت قرآنی:

’’ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّأْتُوْا (الاسراء:۸۸)۔

الفاظ مرزا قادیانی:

۳......انزل ذکراً و رسولاً . (ایام الصلح ص۸۲طبع قادیان اگست ۱۸۹۸ء) [1]

آیت قرآنی:

’’قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْراً لارَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیاتِ اللّٰہِ. (طلاق : ۱۱)

الفاظ مرزا قادیانی:

۴ ......آمنت بالذی آمنت به بنوا اسرائیل .(اربعین[2] نمبر۳ص۴۵، سراج منیر حاشیہ صفحہ۲۶طبع قادیان مئی ۱۸۹۷ء)

آیت قرآنی:

’’قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآاِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ‘‘. (یونس:۹۰)۔

الفاظ مرزا قادیانی:

۵...... یوم یاتی ربک فی ظلل من الغمام ۔(حقیقۃ الوحی ص۱۵۴،طبع قادیان دسمبر۱۹۳۴)۔

آیت قرآنی:

’’ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ. (البقرہ:۲۱۰)۔

الفاظ مرزا قادیانی:

۶...... جادلھم بالحکمة و الموعظة الحسنة . (نور الحق ج۱ص۴۶،طبع

---

[1] ایام الصلح مطبوعہ باردوم ص۸۱دسمبر ۱۹۲۳ء۔

[2] اربعین ص۳۵دسمبر۱۹۰۲ء۔

لاہور ۱۳۱۱ھ،تبلیغ رسالت ج۳ص۱۹۴تا۱۹۵)۔

آیت قرآنی:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط (سورہ نحل:۱۲۵)۔اس کے علاوہ تحفہ گولڑویہ صفحہ۱۸۵،ایام الصلح ص۱۶۱، ازالہ اوہام ج۲ص۲۷۵،طبع قادیان ستمبر ۱۹۲۹ء میں آیات قرآنیہ غلط لکھی ہیں۔ایسے غلط گو وغلط کار انسان کے عجیب وغریب دعاوی پر وہی شخص کان دھر سکتا ہے جو خود گمراہیوں کی گتھیوں میں الجھا ہوا ہو۔ اللہ اکبر!اس غلط کاری وغلط گوئی کے باوجود ادعائے نبوت و رسالت۔ ع

اللہ رے اس حسن پر یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

ملائکہ کے وجود سے انکار:

اسلامی دنیا کا ہر فرد اس سے واقف ہے کہ شریعت اسلامیہ فرشتوں کے وجود کو نہ صرف تسلیم کرتی ہے بلکہ جزو ایمان قرار دیتی ہے اور قرآن کریم میں ان کے وجود کے ساتھ نزول وصعود، اترنے و چڑھنے و کار ہائے دنیا کے انتظامی امور کی سپردگی کو صاف لفظوں میں بیان کیا بلکہ اس سے بڑھ کر مزید شرف ملائکہ کو ہی عطا کیا گیا کہ ان کی دشمنی وعداوت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی دشمنی وعداوت بتائی ہے۔ ذیل کے حوالوں سے ملائکہ کے وجود، نزول و تقرب کا اندازہ کیجئے۔

۱۔ قُلْ مَنْ کَانَ عَدُوّاً لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلیٰ قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (البقرۃ۹۷)

۲۔ مَنْ کَانَ عَدُ وّاً لِّلّٰہِ وَ مَلٰئِکَتِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ جِبْرِیْلَ وَ مِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ. (البقرۃ:۹۸)۔

۳۔ وَ لَمَّا جَآ ءَ تْ رُسُلُنَا لُوْطاً (ھود:۷۷)

۴۔ اِذْتَقُوْلُ لِلْمُوْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّ کُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزِلِیْنَ . (آل عمران:۱۲۴)

ان آیات قرآنیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرزا قادیانی کے اقوال ملاحظہ فرمائیے جس میں ملائکہ کو ستاروں کی ارواح مانتے ہیں اور ان کے وجود و نزول سے منکر ہو کر اپنے لئے کفر کی قبر کھودی ہے۔

۱......''جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اُس کی گرمی و روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اِسی طرح روحانیات سماویہ خواہ اُن کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے اُن کو نامزد کریں۔ یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں'' (توضیح مرام خزائن ج ص ۶۷)۔

۲......'' ملائکہ اپنے وجود کے ساتھ کبھی زمین پر نہیں اترتے'' (خلاصہ: توضیح مرام خزائن ج ۳ ص ۶۶)۔

۳......ملک الموت زمین پر نہیں پرنہیں اترتا'' (خلاصہ: توضیح مرام خ ۳ ص ۶۶)۔

۴......''وہ نفوس نورانیہ ملائکہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں اور ان سے ایک لحظہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوتے''۔ (خلاصہ: توضیح مرام خزائن ۳ ص ۷۰)

۵......جن (ملائکہ) کو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں''۔ (توضیح مرام خزائن ج ۳ ص ۷۱)۔

۶......''بلاشبہ ان نفوسِ نورانیہ (ملائکۃ اللہ) کا اس میں بھی دخل ہے۔ اسی دخل کی رُو سے شریعت غرّا نے استعارہ کے طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں ملائکہ کا واسطہ ہونا ایک ضروری امر ظاہر فرمایا ہے''۔ (توضیح مرام خزائن ج ۳ ص ۷۲)۔

۷......''جبرائیل کو بھی جو سانس کی ہوا یا آنکھ کے نور کی طرح خدا تعالیٰ سے نسبت رکھتا ہے۔'' (توضیح مرام خزائن ج ۳ ص ۹۲)۔

ہر مسلمان مرزا قادیانی کے ان ہفوات کو دیکھ کر اس امر کا اقرار کرے گا کہ مرزا قادیانی اور ان کی ذریت کو اسلام سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی تعلق نہیں اور نہ ایمان کی روشنی ان کے دماغوں اور دلوں میں موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری بلکہ برتری کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کے مذکورۃ الصدر عجیب وغریب دعاوی نبوت ورسالت وشریعت جدیدہ ہی میں اس امر کی کافی روشنی موجود ہے کہ آپ (مرزا جی) معاذ اللہ! حضرت سید المرسلین خاتم النبیین کے نہ صرف ہم رتبہ ہیں بلکہ برتر و بہتر بھی ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی نے اپنے کفریہ و گستاخانہ دعوے کو مجمل نہ رکھا بلکہ مفصل صاف صاف بیان کیا کہ وہ خصائص و فضائل جس کو قرآن کریم نے صرف ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص کر دیا ہے ان سب میں مرزا قادیانی انفرادی یا مشترکہ حیثیت سے حصہ دار ہیں۔ یعنی بعض محاسن و فضائل تو ایسے ہیں کہ اگرچہ اصل میں وہ محاسن صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں مگر مرزا قادیانی بغیر شرکت غیر انفرادی حیثیت سے اس پر قابض ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ اس میں مرزا قادیانی بھی شریک ہیں۔

مثلاً: بشارت اسمہ احمد اور آیت ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ (سورہ توبہ آیت نمبر ۳۳) کا صحیح مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مگر مرزا قادیانی زبردستی اس وصف کو اپنے اوپر چسپاں کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق وموصوف نہیں تھے جیسا کہ گذشتہ صفحہ میں بیان میں ہوا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتائی

ہے۔ دیکھئے تحفہ گولڑویہ ج ۱۷ص ۱۵۳۔ اوراپنے معجزات ونشانات کی تعداد تین لاکھ (حقیقۃ الوحی خ ج ۲۲ص ۷۰، تتمہ ص ۵۰۳) اوردس لاکھ (براہین احمدیہ پنجم خزائن ۲۱ص ۷۲) اور ساٹھ لاکھ...... بلکہ اتنے زیادہ جو دنیا کے کسی بادشاہ کی فوج اس کے برابر نہیں ہوسکتی۔ (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ص ۱۰۷)۔

معلوم ہوا کہ آپ (مرزا جی) کا مرتبہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی گنا بلند ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور نشان صرف چاند گہن ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں ہوئے۔ ع

لہ خسف القمر المنیر و ان لی
غسا القمران المشرقان اتنکر

(اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ص ۱۸۳)

اور مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: ''اب خدا تعالیٰ نے میری وحی، میری تعلیم اور میری بیعت کو...... مدار نجات ٹھہرایا ہے۔'' (اربعین نمبر حاشیہ خزائن ج ۱۷ص ۴۳۵)۔

اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور فرمانبرداری باعث نجات نہیں اور نہ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں حضور پرنور علیہ السلام کی اتباع کی ضرورت ہے۔ اور مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: '' **اتانی ما لم یؤت احد من العالمین** (خدا نے مجھ کو وہ چیز دی جو اس زمانہ کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی'' (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۱۱۰) '' **لولاک لما خلقت الافلاک** (اے مرزا اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔'' (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۱۰۲)۔

ناظرین! انصاف سے فرمائیں کہ مرزا قادیانی ان ہفوات کے باوجود بھی اس قابل ہیں کہ............ کافر قرار نہ دیئے جائیں؟ تو بتایئے کہ شریعت اسلامیہ میں وجوہ کفر کیا ہیں؟ اور کافر کون ہے؟۔ اس کے بعد وہ محامد ومحاسن جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کریم

میں بیان کئے گئے ہیں؛ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ میں بھی اس میں شریک ہوں یا وہ میرے ہی لئے مخصوص ہیں۔

۱...... **ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد** ''۔ (حاشیہ دافع البلاء خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۶/۲۲۷)۔

۲...... **وما ارسلنٰک الّا رحمۃ للعالمین** (حقیقۃ الوحی خزائن ۲۲ص ۸۵)

۳......'' **سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً** ''۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۷۰۷)۔

۴...... **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ**۔ (اربعین نمبر ۳ خزائن ج ۱۷ص ۳۸۵)۔

۵...... **ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم**۔ (دافع البلاء ج ۱۸ص ۲۲۶)۔

۶...... **انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تأخّر**۔ (خاتمہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۷۱۱)۔

۷...... **ما رمَیت اذ رمیتَ ولٰکن اللہ رمیٰ** ۔ (خاتمہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۷۰۵)۔

۸...... **دَنَا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ**۔ (خاتمہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۷۰۷)۔

۹...... **قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ** ۔ (خاتمہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۷۰۸)۔

۱۰...... **اٰثرک اللہ علیٰ کلّ شیءٍ** (خاتمہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی ج ۲۲ص ۷۰۹)۔

۱۱...... **انّا اعطیناک الکوثر** ۔ (خاتمہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی ج ۲۲ص ۷۱۳)۔

۱۲...... اراد الله ان يبعثک مقاماً محموداً ۔(خاتمہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۷۱۳)۔

۱۳...... لعلّک بَاخِعٌ نفسک الاّ یکونوا مؤمنین ط ۔(حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۸۳)۔

۱۴...... وَاتلُ علیھم مَا اُوحِیَ اِلَیکَ من رَبّکَ (حقیقۃ الوحی ص ۷۸)

۱۵...... انّک باعیننا ۔ (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۷۸)۔

۱۶...... ولنجعله آیۃ للنّاس ورحمۃ منّا۔(حقیقۃ الوحی ج ۲۲ص ۸۶)۔

۱۷...... زوجناکھا ۔(اربعین نمبر۲ ج ۱۷ص ۳۸۳)

۱۸...... الحقّ من ربک فلا تکوننّ من الممترین ۔(ازالہ اوہام خزائن ج ۳ص ۳۰۶)۔

۱۹...... والله یعصمک من الناس۔ (براہین احمدیہ ج ۱ص ۲۵۰)۔

۲۰......انا ارسلنا الیکم رَسُولاً شَاھدًا علیکم کما ارسلنا الیفرعون رسولاً (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۱۰۵)۔

۲۱...... یٰسٓ. انک لمن المرسلین ط علی صراط مستقیم ۔(حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۱۱۰)۔

۲۲...... انی جاعلک للناس اماماً (انجام آتھم خزائن ج ۱۱ص ۷۹) دراصل یہ تمام آیات قرآنیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نازل ہوئی تھیں۔ لیکن مرزا قادیانی اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان آیات کا مصداق میں ہوں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نعوذ اللہ مرزا قادیانی بقول خود حضرت افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل و بہتر ہیں۔ غالبًا اسی وجہ سے خلیفہ قادیان اپنے ابّا مرزا قادیانی کو افضل المرسلین مانتے ہیں اور قادیانی گزٹ اخبار الفضل ج ۱۵ر نمبر ۹۶، ۹۷ص ۱۵ کالم ۳،

۱۳ جون ۱۹۲۸ء جوامت مرزائیہ کا واحد ترجمان ہے لکھتا ہے کہ: ''انبیاء عظام حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے خادموں میں پیدا ہوں گے'' ایسا شخص جو سید الانبیاء افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ایسے ناپاک حملے کر کے نبوت و شان رسالت کے بجھانے اور مٹانے میں سعی لاحاصل کررہا ہو وہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک کافر بلکہ ڈبل کافر...... ہے اس لئے مرزا قادیانی اوران کی امت اس فعل شنیع کی بدولت کافر اور اسلام سے خارج ہے۔

مسلمانو! اگر کوئی ہندو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وآبرو پر کوئی ناپاک حملہ کرتا ہے تو تم ضبط وتحمل کی چادر کو ریزہ ریزہ کردیتے ہو اوراس کے خون کے پیاسے ہوجاتے ہو۔ لیکن اسی آسمان کے نیچے مرزائیت اور قادیانیت کے ہاتھوں، افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتضحیک ہورہی ہے مگر آپ کی غیرت وحمیت میں اس قدر بھی حرارت پیدا نہیں ہوتی کہ آپ (خودحفاظتی کی غرض سے) ان قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ کر کے خدا کی اس وسیع زمین کو (جیسا کہ وہ مسلمانوں پر تنگ کررہے ہیں) اُن پر تنگ کردو؛ اور بتادو کہ دنیا میں رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کی کم سے کم یہ سزا ہے (کہ ان سے کسی طرح کا معاشرتی تعلق نہ رکھا جائے تاکہ اُن کے زہریلے جراثیم سے خودکو بچایا جاسکے)۔

توہین انبیاء کا ایک شرمناک مظاہرہ:

مرزا قادیانی (معاذ اللہ! بزعم خود) تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تھے؛ لکھتے ہیں:

۱...... بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اُس نے اِس قدر معجزات کا دریا رواں کردیا ہے کہ باستثناء[1] ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اوریقینی طور پر محال ہے''۔(تتمہ حقیقت الوحی خزائن ج ۲۲ص ۵۷۴)۔

[1] یہ استثناء صرف دکھانے کے لیے ہے ورنہ اس کی حقیقت گذشتہ صفحہ میں ظاہر ہوچکی ہے۔ مصنفؒ

۲......

آدم نیز احمد مختار در برم جامه همه ابرار
آنچه داد است ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بتمام

(نزول المسیح خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

۳......پس ظاہر ہے کہ جوشخص ان تمام متفرق ہدایتوں کو اپنے اندر جمع کرے گا۔اس کا وجود ایک جامع وجود ہو جائے گا اور تمام نبیوں سے وہ افضل ہوگا۔'' (چشمہ مسیحی خزائن ج ۲۰ص۳۸۱)۔

۴...... ''**تکدّرَ ماء السابقین و عیننا الی آخر الایّام لا تتکدّرُ.** گذشتہ انبیاء کے سرچشمے گندے ہوگئے اور ہمارا (مرزا قادیانی کا) قیامت تک گندہ نہیں ہوگا۔ (اعجاز احمدی خزائن ج۱۹ص۱۷۰)۔

۵......**ان قد می هذه علی منارة ختم علیها کل رفعة** .ترجمہ از مرزا: اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔(خطبہ الہامیہ خزائن ج۱۶ص۷۰)۔

۶......اور خدا تعالیٰ میرے لئے اِس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوحؑ کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی خ ۲۲ص۵۷۵)

مرزا قادیانی نے ان تمام حوالہ جات میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقدس گروہ کی توہین و تنقیص کرتے ہوئے اپنے لیے ان سے افضلیت و برتری ثابت کی ہے اس لئے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں مرزا قادیانی اس قابل نہیں رہے کہ اسلام کی نسبت ان کی جانب کی جاسکے کیوں کہ مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں کہ ''توہین انبیاء کفر ہے۔'' (انوار الاسلام خزائن ج۹ص۳۵)

''سنو! میرے نزدیک وہ بڑا ہی خبیث ملعون اور بدذات ہے جو خدا کے برگزیدہ اور مقدس لوگوں کو گالیاں دے۔'' (ملفوظات ج۱۰ص۴۱۹، البلاغ المبین ،ص۱۹، تقریر مرزا مرتبہ اکمل

مجموعه القاسم: جلد سوم   تحفظ ناموس رسالتؐ

قادیانی)۔اب اگر ہم مرزا قادیانی کے فرمودہ الفاظ سے آپ کو توہین انبیاء کے باعث یاد کرتے ہیں تو حق بجانب ہے اور مرزائیت کا آگ بگولہ ہونا ناحق و بے جا ہے۔

ایک نیا انکشاف:

اخبار الفضل ج ۱۵ نمبر ۴۳/۵۲ ص ۱۲، ۳۱ دسمبر ۱۹۲۶ء، ۴/جنوری ۱۹۲۷ء میں مرزا قادیانی کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ شائع ہوا ہے جس کے دو شعر اس طرح ہیں۔ع

اِس (مرزا) کی نگاہ جانفزا اس کا نفس حیات زا
اس کا کلام بے بہا اس کی دعا فلک رسا
ختم نگین اولیاء ظل مہین انبیاء
ساری ادائیں دل ربا نور خدا خدا نما

اس شعر میں مرزا قادیانی کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ''ظل مہین انبیاء'' ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے والے جتنے لوگ فرعون، ہامان، نمرود، شداد، ابوجہل، ابولہب وغیرہ گذرے ہیں، مرزا قادیانی ان کے ظل وعکس ہیں۔ گویا امت مرزائیہ کا مرزا قادیانی کے متعلق یہ عقیدہ ہے۔ع

غضب کے فتنہ زا ہو اور عدو اولیاء تم ہو
مہین انبیاء ہو اور معین اشقیا تم ہو

اس پر ہم مسلمانوں کا بھی صاد ہے جیسا کہ گذشتہ اوراق سے ظاہر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں،مرزا قادیانی کی بدگوئی:

حقائق ومشاہدات کی روشنی میں یہ حقیقت مسلم اور ناقابل انکار ہوچکی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک اُولوالعزم، ذی اقتدار، محترم نبی اور رسول گذرے ہیں اور قرآن کریم کی آیات واحادیث نبوی نے آپ کی سچی نبوت و رسالت ، تقدس وتقرب پر ناقابل رد

شہادت دی ہے جس سے ہر مسلمان نہ صرف واقف بلکہ آپ کی محبت وعزت میں سرشار ہے لیکن مرزا قادیانی کی ناوک زبان سے جہاں باری عزاسمہ کا وجود، افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء علیہم السلام، قرآن کریم وغیرہ زخمی ہوئے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود مقدس بھی محفوظ نہ رہ سکا کہ آپ کے دامن تقدس پر ایسی ناپاک گالیاں اور بدترین گندگیاں اپنے منہ سے اچھالی ہیں کہ جس کے اظہار سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور حلیم سے حلیم شخص بھی دامن صبر وتحمل کے چاک کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

مرزائی عذر لنگ:

اگرچہ مرزائیت کے نمک خواروں اور کاسہ لیسوں نے اپنے آقا (مرزا قادیانی) کی ان فحش کاریوں اور گندگیوں پر پردہ ڈالنے کی عجیب وغریب ناکام کوششیں کیں مگر اس پر بھی ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کا ہی مصداق رہا۔

منجملہ ازاں ایک عذر لنگ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ان تمام الزامات و اتہامات اس شخص کے متعلق ہیں جس کو عیسائی خدا کہتے ہیں اور یسوع کے نام سے پکارتے ہیں لیکن قادیانیت کے ان غلاموں یا عقلمندوں سے کوئی پوچھے کہ کیا اس اختلاف حیثیت و تبدل سے کسی شخص کی ذات بدل جاتی ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام وہی ایک شخص ہیں جس کو مسلمان اولوالعزم پیغمبر اور عیسائی (بخیال فاسد) مسیح اور یسوع کہتے ہیں۔ بہر حال اگر مرزا قادیانی نے عیسائیت کی آڑ میں ان فحش کاریوں کا ارتکاب کیا ہے تو اس سے مرزا قادیانی کی پیشانی سے یہ سیاہ داغ دور نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ بہر صورت یہ مرزائی گالیاں عیسیٰ علیہ السلام ہی کے لیے ہوں گی خواہ وہ کسی دروازے سے آئیں۔ ع

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

علاوہ ازیں خود مرزا قادیانی نے (توضیح مرام خ ج ۳ ص ۲۵، تحفۂ قیصریہ ج ۱۲ ص

۲۷۲ تا ۲۷۷، ضمیمہ براہین احمدیہ خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۸، کشتی نوح، ج ۱۹ ص ۶۶) میں یسوع مسیح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد لیا ہے۔ لیکن میں مرزائیت کی دہان دوزی (منہ بند کرنے) اور عذرات بادرہ کی بربادی کے لیے اس جگہ مرزا قادیانی کی صرف وہ عبارتیں نقل کرتا ہوں جس میں مرزا قادیانی نے صاف صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام و مسیح علیہ السلام و عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نام لے کر صدہا گھناؤنی گالیاں دی ہیں اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا۔ ناظرین ملاحظہ فرما کر اخلاق مرزا قادیانی کی داد دیں!

۱...... یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اِس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پُرانی عادت کی وجہ سے۔'' (کشتی نوح خزائن ج ۱۹ ص ۷۱)۔

۲......افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں اُس کی نظیر کسی نبی میں بھی پائی نہیں جاتی۔'' (اعجاز احمدی خ ج ۱۹ ص ۱۳۵)۔

۳......حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اُس پر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا۔ اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو۔ مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا۔'' (چشمہ مسیحی خزائن ۲۰ ص ۳۴۶)۔

۴......ہائے کس کے آگے یہ ماتم لیجائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نِکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اِس عُقدہ کو حل کر سکے'' (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ ص ۱۲۱)۔

۵...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک شخص نے جوان کا مرید بھی تھا اعتراض کیا کہ آپ نے ایک فاحشہ عورت سے عطر کیوں ملوایا انہوں نے کہا کہ دیکھ تو پانی سے میرے پاؤں دھوتا ہے اور یہ آنسوؤں سے''۔ (اخبار بدر، ۴ر مئی ۱۹۰۸ء)۔

۶......کیا تمھیں خبر نہیں کہ مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے۔ ہجڑہ ہونا کوئی اچھی صفت نہیں ہے جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفت کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے‘‘۔(مکتوبات احمدیہ ج۳ص۲۸)۔

۷......مسیح علیہ السلام کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیؤ شرابی نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا‘‘۔(مکتوبات احمدیہ ج۳ص۲۳)۔اسکے علاوہ ازالہ اوہام خزائن ج۳ص۲۵۲ تا ۲۶۳، حقیقۃ الوحی ۱۴۸ تا ۱۵۰، دافع البلاء ۱۳، ۲۰، ۲۱، ضمیمہ انجام آتھم خزائن ج۱۱ص ۲۸۹ تا ۲۸۳ میں مرزا قادیانی نے اپنے سڑے ہوئے سنڈاس سے بہت سی گندگیاں نکال کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مقدس ذات ومطہر ناموس پر پھینکنے کی کوشش کی ہے بلکہ اپنے اسلام وانسانیت کو عالم آشکارہ کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر جن کو قرآن کریم نے رُوحُ اللہ، کلمۃُ اللہ، رَسُولُ اللہ، و جَعَلَنِیْ مُبَارَکاً، سورہ مریم آیت نمبر۳۱، وجیھاً فی الدنیا والآخرۃ، آل عمران آیت نمبر۴۵ کے الفاظ سے سراہا گیا ہے۔ان کی شان وناموس پر جس بدتہذیبی سے ناپاک وشرمناک حملہ کیا گیا ہے اس سے مرزائیت کا اسلام وایمان خود بہ خود درگور ابطال دفن ہوگیا۔اب اسلامِ مرزائیت کسی دوسرے ضرب وزد کا شرمندہ احسان نہیں رہا، البتہ اس مقولہ مرزا کا اور اضافہ کرلیجئے کہ ’’توہین انبیاء کفر ہے‘‘(نورالاسلام خزائن ج۹ ص۳۵) تا کہ بوقت ضرورت سند رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار:

دنیائے اسلام کا ہر ہر فرد اس امر سے واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسب دستور حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو مُردہ زندہ کرنے اور کوڑھیوں کے اچھا کرنے اور اندھوں کو بینا کرنے کا ایک عظیم الشان معجزہ عنایت فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ مائدہ وآل عمران میں صاف صاف موجود ہے،لیکن مرزا قادیانی نے جس تمسخر واستہزا سے معجزات بلکہ قرآنی آیات کا انکار کیا ہے اس سے بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ آنجہانی علیہ ماعلیہ کے دل میں اسلام وایمان کی بالکل روشنی نہیں تھی اور بددینی و بے ایمانی سے تیرہ وتار تھا، ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں:

۱......عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا......اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا‘‘ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم خزائن ۱۱ص۲۹۰)۔

۲...... یہ اعتقاد (معجزے کا) بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور اُن میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔‘‘(ازالہ اوہام حاشیہ خزائن ج۳ص۲۶۳)۔

۳......اگر یہ عاجز اس عمل (مسمریزم) کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔‘‘(ازالہ اوہام حاشیہ خزائن ج۳ص۲۵۸)۔

۴...... یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا‘‘(ازالہ اوہام خزائن ج۳ص۲۵۶)۔اور لطف یہ کہ خود مرزا قادیانی ایک دوسری جگہ ان پرندوں کی پرواز کو قرآن کریم سے ثابت مانتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ: حضرت مسیح کی

چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر اُنکا پرواز قرآنِ کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھے“ (آئینہ کمالات اسلام خزائن ج۵ ص۶۸) فرمایئے ایسے متضاد ومختلف اقوال کے قائل بھی نبی ہوسکتے ہیں؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی توہین وتذلیل بلکہ آیات قرآنی کا انکار اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ اس لئے تمام مسلمان اور حق پسند حضرات انصاف وغیرت ایمانی کو سامنے رکھ کر فرمائیں کہ کیا ایسے فرقہ ضالہ ومضلہ کہ جس آیات قرآنی ومعجزات انبیاء علیہم السلام کے پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس کے لئے بھی اسلام کا دروازہ کھل سکتا ہے؟ نہیں۔ تو پھر کیوں مرزائیت کے کفر میں شک کیا جاتا ہے!

حضرت مریم صدیقہ ومطہرہ کی عصمت وطہارت پر ناپاک اتہامات:

حضرت مریم کی پاک دامنی وعفت مآبی وطہارت شعاری، پرہیزگاری وزاہدانہ وعابدانہ زندگی پر قرآن کریم نے شہادت دی۔ اور آپ کو سیدۃ النساء کا معزز لقب عنایت فرمایا۔ ذیل کی آیات تلاوت فرمایئے:

۱.....وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:۴۲)۔

۲.....اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ق لا اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (آل عمران:۴۵)۔

۳..... وَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (انبیاء:۹۱)۔

۴.....وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ. (تحریم:۱۲)۔

ان آیات میں حضرت مریم صدیقہ کی عصمت وطہارت، فضیلت اور بزرگی بیان کی

گئی ہے اور اس وجہ سے ان لوگوں کا دل جو مومن بالقرآن ہیں حضرت مریم کے محاسن و مناقب سے معمور ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی نے جس بے باکی و گستاخی سے مریم صدیقہ کے دامن عصمت کو داغ دار بنانے کی کوشش کی ہے اس کو دیکھ کر ایک مسلمان لرزہ براندام ہوجاتا ہے اور مرزائیت کے ایمان کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھری ہوئی نظر آتی ہیں۔

(۱).....”افغان یہودیوں کی طرح نسبت اور نکاح میں کچھ فرق نہیں کرتے لڑکیوں کو اپنے منسوبوں کے ساتھ ملاقات اور اختلاط کرنے میں مضائقہ نہیں ہوتا مثلاً صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کیساتھ اختلاط کرنا اور اس کے ساتھ گھر سے باہر چکر لگانا اس رسم کی بڑی سچی شہادت ہے“۔ (خلاصہ حاشیہ ایام الصلح خزائن ج۱۴ص۳۰۰)۔

(۲).....”میں تو اُس کے (حضرت مسیح علیہ السلام) کے چاروں بھائیوں کی بھی عزّت کرتا ہوں، کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اِسی قدر بلکہ مَیں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدّسہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔ اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مُدّت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کرلیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔“ (کشتی نوح خزائن ج۱۹ص۱۸)۔

(۳).....”کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدّت تک نجّاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔“ (ازالۃ الاوہام خزائن ج۳ص۲۵۴)۔

(۴).....”یسوع مسیح کے چار۴ بھائی اور ۲ دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔“ (حاشیہ کشتی نوح خزائن ج۱۹ص۱۸)

ناظرین کرام ! مرزا قادیانی نے جس دریدہ ذہنی واتہام طرازی سے حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کی عصمت وناموس پر حملہ کیا ہے جس سے مرزا قادیانی کی ایمانی کیفیت خود بہ خود روشن ہو رہی ہے اور مرزائیت کے کفر وارتداد میں یہ شہادت کافی سے زیادہ ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں، مرزا قادیانی کی گستاخیاں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جلالت قدر عظمت ومرتبت اس قدر اظہر من الشمس ہے کہ نہ محتاج دلیل ہے اور نہ کسی مسلمان کا دل آپ کی محبت ورفعت سے ویران ہے۔ مگر یہ معلوم ہے کہ مرزا قادیانی کے تیر وسناں سے کسی مقدس گروہ ومقدس ہستی کی عزت وآبرو محفوظ نہیں رہ سکی۔ اس لئے یہ غیر ممکن تھا کہ مرزا قادیانی حضرت ممدوح الصدر کی توہین و تذلیل سے اپنے نامہ اعمال کی سیاہی میں اضافہ نہ کرتے۔ چنانچہ آپ نے جن الفاظ میں حضرت ممدوح کو یاد کیا ہے آپ کے (نام نہاد) اسلام کے لئے قطعی فیصلہ ہے۔ لکھتے ہیں:

(۱)...... کربلائے است سیرِ ہر آنم   صد حسین است در گریبانم
(نزول المسیح خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

(۲)......اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (مرزا قادیانی) ہے کہ اُس حسین سے بڑھ کر ہے۔ (دافع البلاء خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳)۔

(۳)...... **و قالوا علی الحسنین فضّل نفسه اقول نعم واللہ ربّی سیظهر.** "انہوں نے کہا کہ اس (مرزا) نے امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا مَیں کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا۔" (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۴)۔

(۴)......**و شتان ما بینی و بین حسینکم فانی اوید کل اٰن و انصر.** اور مجھ میں اور تمھارے حسین میں بہت فرق ہے کیوں کہ مجھے تو ہر وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔

مجموعہ القاسم: جلد سوم   تحفظ ناموس رسالتؐ

(۵) "**واما حسین فاذکروا دشت کربلا. الی هذه الایّام تبکون فانظروا.** گر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کر لو۔ اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو۔ (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۱)۔

(۶) **وواللہ لیست فیه منی زیادة وعندی شهادات من اللہ فانظروا.** اور بخدا اُس (امام حسین) میں مجھ سے کچھ زیادہ (فضیلت) نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں پس تم دیکھ لو۔ (خ ج ۱۹ ص ۱۹۳)۔

(۷) **وانی قتیل الحب لکن حسینکم قتیل العدی فالفرق اجلی واظهر.** اور میں خدا کا کُشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کُشتہ ہے پس فرق کھُلا کھُلا اور ظاہر ہے۔ (ضمیمہ نزول المسیح خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۳)۔

ناظرین کرام! مرزا قادیانی کی اس عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں تا کہ آپ کو ان کے متعلق فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔ لکھتے ہیں: "غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ اور جو شخص حسین یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے، کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے"۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۴۵)۔
اس لیے مرزا قادیانی مع اپنی امت کے خارج از ایمان ہوئے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ودیگر انبیاء ومقدس ہستیوں اور قرآن مجید کی توہین کے بعد یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ مرزا قادیانی ان ارشادات گرامی واحادیث نبوی پر جو مسلمانوں کے لیے حرز جان ورہنمائے ایمان ہیں حملہ نہ کرتے۔ چنانچہ آپ (مرزا جی) کے اخلاق الفاظ بغیر کسی فرق وامتیاز کے احادیث کے متعلق یہ ہیں۔

۱......جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر ردّ کرے۔'' (حاشیہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ص ۵۱)۔

۲......اور دُوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی خزائن ج ۱۹ص ۱۴۰)۔

۳......ہم تو ابتک یہی سمجھتے تھے کہ حَکَم اُسکو کہتے ہیں کہ اختلاف رفع کرنے کیلئے اُس کا حُکم قبول کیا جائے اور اُس کا فیصلہ گو وہ ہزار حدیث کو بھی موضوع قرار دے ناطق سمجھا جائے۔'' (اعجاز احمدی خ ج ۱۹ص ۱۳۹) مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی شہادت لکھتے ہیں کہ:

۴......''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا ہے کہ تمھاری حدیثوں کی میرے قول کے مقابل میں کیا حقیقت ہے۔ مسیح موعود اگر ہزار حدیث کو بھی غلط قرار دے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔ وہ خدا کے نور سے حاصل کرتا ہے اور احادیث انسانی روایت ہیں۔'' (الفضل نمبر۲ ج ۱۸ص ۹ ۳/۹ جولائی ۱۹۳۰ء)۔

ناظرین! وہ احادیث وارشادات جو مسلمانوں کے لیے رہنمائے ایمان ہیں اور جن کی عظمت وجلالت بیش از بیش ہے ان تمام کو بغیر کسی فرق وامتیاز کے (مرزا جی) موضوع قرار دیتے ہیں بلکہ ردی کی ٹوکری میں پھینک رہے ہیں۔ فرمایئے کیا یہ احادیث کا توہین آمیز انکار نہیں ہے؟ اور کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر حملہ نہیں ہے؟ بیشک ہے۔ اس لیے مرزا قادیانی مع اپنے بال وپر کے اسلام سے خارج ہیں۔

تمام مسلمان مرزا قادیانی کے نزدیک کافر ہیں (معاذ اللہ):

ملت اسلامیہ کے تمام وہ افراد جو توحید باری ورسالت محمدی کلام الٰہی ودیگر ضروریات دین پر ایمان راسخ رکھتے ہیں اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام وبزرگان عظام کے محمود ومسنون طریقوں اور راستوں پر چل کر اپنے دین کے سنوارنے میں مصروف

ہیں اور ہر اس باطل وشیطانی قوت کو جو قرآن کریم واحادیث وطریقہ صحابہ وائمہ کرام سے ٹکراتی ہو اس کے نابود کرنے میں ہمہ تن آمادہ ہیں۔ چنانچہ اسی نظریے کے مطابق مرزا قادیانی کے ان باطل دعاوی کو جو اسلام کے خلاف مرزائیت کی دکان چمکانے کے لئے کیے گئے ہیں اسلام کا ہر ہر فرد اس کے پامال وروندنے میں سرگرم عمل نظر آرہا ہے۔ ایسے شیفتگان (عاشقان) محمدؐ ووابستگان اسلام کی مجموعی تعداد تمام دنیا میں مرزا قادیانی کے نزدیک نوّے کروڑ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ خ ۱۷ص ۲۰۰) اور امت مرزائیہ کے نزدیک ۶۹ کروڑ ساٹھ لاکھ ستر ہزار چھ سو تینتیس ہے۔ (ریویو ماہ اگست ۱۹۳۲ء ص ۱۳)۔

مرزائیو! **احدکما کاذب**۔ ان دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے، لیکن مرزا قادیانی ان نوّے کروڑ یا ۶۹ کروڑ مسلمانوں ومومنوں کو جو حقیقی دامن رسالت سے وابستہ اور شیدائے اسلام ہیں محض اس وجہ سے کہ اُن کی مصنوعی نبوت کے منکر ہیں بیک جنبش قلم کافرو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں:

۱......''کفر دو قسم پر ہے (اوّل) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دُوسرے یہ کفر کہ مثلاً مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا اور اسکو باوجود اتمام حجّت کے جھوٗٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اِس لئے کہ وُہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ص ۱۸۵)۔

۲......''ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔'' (انجام آتھم خزائن ج ۱۱ص ۶۲)۔

۳......''بہر حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری

دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے''۔ (نہج المصلی ج ا ص ۳۰۸، منقول از تشحیذ الاذہان ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۳۵)۔

۴.....''اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مُفتری ٹھہراتا ہے تو وُہ مومن کیوں کر ہوسکتا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۸)۔

مرزا محمود خلیفہ قادیان کے عقائد:

۱.....''جو حضرت (مرزا) کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے''۔ (عقائد محمودیہ نمبر ا ص ۴ تشحیذ الاذہان ج ۶ ص ۱۴۰/ اپریل ۱۹۱۱ء)۔

۲.....''آپ (مسیح موعود) نے اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے مگر مزید اطمینان کے لئے ابھی بیعت میں توقف کرتا ہے کافر ٹھہرایا ہے۔'' (عقائد محمودیہ نمبر ا ص ۴ تشحیذ الاذہان ج ۶ ص ۱۴۰ نمبر ۴/ اپریل ۱۹۱۱ء)۔

۳.....''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں میرے یہ عقائد ہیں۔ (آئینہ صداقت ص ۳۵)۔

ناظرین کرام! جب مرزائیت کے نزدیک تمام وہ مسلمان جو مرزا قادیانی کے مصنوعی وخود ساختہ نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کا انکار کرتے ہیں کافر اور اسلام سے خارج ہوئے تو اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ توحید باری ورسالت نبی ودیگر ضروری عقائد جو اسلام کے سنگ بنیاد ہیں وہ ایک بے کار اور لاشئ ہیں کیوں کہ نجات اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک مرزائیت کے بت کی پرستش نہ کی جائے۔

کیا مسلمان اپنے کلیجہ پر پتھر کی سل رکھ کر بھی اس امر کے تسلیم پر آمادہ ہوسکتے ہیں اور کیا ملت اسلامیہ کے ہزار ہا اولیاء، اقطاب، ابدال، صوفیا، مشائخ علماء کو مرزائیت کے تیر کفر سے زخمی ہوتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس لیے مرزائیت کفر کے

اُس انتہائی طبقے میں پہنچ چکی ہے جہاں سے اس کو سوائے کفر کے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ بالکل ٹھیک ہے، کلُّ اناء یترشّحُ بِمَا فیه۔

مرزائیوں کی بناوٹی صورت سے دھوکہ نہ کھائیں:

بعض ناواقف مسلمانوں میں یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ مرزائی مسلمانوں جیسی نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، قرآن کریم پڑھتے ہیں دیگر احکام اسلامیہ کی پابندی کرتے ہیں اور اشاعت وتبلیغ اسلام کا کام جس مستعدی، تندہی سے ہندوستان ودیگر ممالک انگلستان، امریکہ وغیرہ میں کررہے ہیں اس طرح مسلمانوں کا کوئی طبقہ اس میں حصہ نہیں لے رہا ہے، اس لیے ان کو کافر بے ایمان کہنا تنگ نظری، فرقہ پرستی وتعصب پر مبنی ہے۔ اگر ایسے پابند اور محافظ اسلام بھی کافر وبے ایمانوں میں شمار کیے جائیں گے تو نہیں معلوم مسلمان کس طبقہ میں آباد ہیں۔ نہیں معلوم یہ فریب آمیز غلطی ان ناواقف مسلمانوں نے مرزائیوں کے ظاہری اعمال وافعال سے اخذ کیا ہے یا قادیانیوں کی کارفرمائیوں کا نتیجہ ہیں جو اپنے گندے عقائد کے پوشیدہ رکھنے کے لیے کیا گیا ہے۔

اہل قبلہ کو کافر کہنے کے اسباب

موخر الذکر کی تائید حالات وواقعات کررہے ہیں اس لیے میں اُن مسلمانوں کو بتانا چاہتا ہوں جو اب تک اس غلطی میں مبتلا ہیں اور مرزائیوں کو اسلام میں داخل مانتے ہیں کہ شریعت اسلام میں یہ قانون ہے کہ وہ شخص جو بظاہر احکام اسلامیہ کا پابند ہے اور اشاعت اسلام میں جان توڑ کر کوشش کرتا ہے لیکن اسلام کے بنیادی امور وضروری عقائد مثلاً حشر ونشر توحید وختم نبوت کا منکر ہے یا اس میں کچھ ایسی تاویل توجیہہ کرتا ہے جس سے وہ عقائد درہم برہم ہوجاتے ہیں یا وہ شخص ایسے امور کا مرتکب ہے جو شریعت کی نظروں میں موجبات وعلامات کفر ہیں۔ مثلاً بت پرستی، اہانت انبیاء، احکام شرعی کی تضحیک وتوہین تو

ایسے شخص کو دین اسلام اپنے حدود سے باہر سمجھتا ہے ۔ جیسا کہ مستند اسلامی کتب میں یہ قانون مذکور ہے اور حضرت مولانا انورشاہ صاحب مدظلہ العالی نے ان تمام عبارات واقوال کو اپنی کتاب ''اکفار الملحدین'' میں جمع کردیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

ا......ولا نزاع فی کفر اهل القبلة المواظب طول العمر علی الطاعات باعتقاد قدم العالم و نفی الحشر و نفی العلم بالجزئیات و نحو ذالک و کذا بصدور شئ من موجبات الکفر عنه. (شرح مقاصد ج۲ ص ۲۶۸ تا ۲۷۰، از اکفار الملحدین ص ۷ طبع کراچی)۔

۲...... فمن انکر شیأ من ضروریات لم یکن اهل القبلة ولو کان مجاهداً بالطاعات و کذا من باشر شیأ من امارات التکذیب کسجود الصنم والاهانة بامر شرعی والاستهزاء علیه فلیس من اهل القبلة.''(ردالمحتار از اکفار الملحدین ص ۱۱) .

جو شخص اسلامی احکام کی پابندی و بجا آوری دائمی طور پر کرتا ہو لیکن حدوث عالم ، قیامت، توحید الٰہی وغیرہ جیسے ضروریات دین کا منکر ہے یا موجبات کفر، توہین انبیاء وغیرہ کا مرتکب ہے تو ایسا شخص مسلمان نہیں ۔ ملخصاً۔

اب ان مرزائیوں کے عقائد واعمال نامہ کو دیکھنا چاہئے جو بظاہر نہ صرف مسلمان کہلاتے ہیں بلکہ ایمان واسلام کے واحد اجارہ دار ہیں کہ اس میں کفر کی گندگی تو نہیں بھری ہوئی ہے؛ تو اس کے لئے میں ناظرین سے عرض کروں گا کہ اس کتاب کے گذشتہ اوراق پر نظر ڈالئے جس میں مرزائی عقائد کے چند ایسے نمونے دکھلائے گئے ہیں جس میں توحید الٰہی وختم نبوت ، وجود ملائکہ کے انکار اور انبیاء علیہم السلام وسید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کا ایک شرمناک مظاہرہ کیا گیا ہے ۔ اس لیے مرزائیوں کا یہ ظاہری ایمان واسلام اور اس کی اشاعت ان کو گہوارۂ کفر سے نکالنے میں کچھ بھی موثر نہیں ہوسکتی ۔ جیسے کہ اگر کسی

گلاس کے صاف شفاف ٹھنڈے پانی میں ایک قطرہ پیشاب کا ڈال دیا جائے تو اس پانی کی صفائی اور ٹھنڈک وشیرینی اس کو نجاست سے باہر نہیں کرسکتی ، اسی طرح مرزائیوں نے جو اپنے عقائد کی گندگی اسلام میں ڈال دی ہے اسکی وجہ سے خود ان کا ہی ایمان واسلام گندہ و نجس ہوکر رہ گیا ہے ۔ اور تاوقتیکہ اپنے گندے عقائد سے تائب نہ ہوں دنیائے کفر میں ان کی موت زیست رہے گی۔

ممکن ہے کہ فرنگیت ونئی روشنی کے دلدادگان اس رسالہ کو(جو کفریات مرزا کا آئینہ ہے) دیکھ کر علماء حق پر اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ آور ہوجائیں اور ان کی یہ بدگمانی وغلط فہمی کہ علماء شب و روز تکفیر بازی کے مکروہ مشغلہ میں مصروف رہتے ہیں کہیں یقین کی صورت نہ اختیار کرے، لہٰذا ایسے مسلم دوستوں کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ آپ حضرات بلا تامل اپنے متاع اخلاق کو علماء حق کی شان میں گستاخی کرکے ضائع کرتے ہیں ۔ کیوں کہ علماء حق جب کسی کو کافر بے ایمان، خارج از اسلام کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ شخص جو اپنے افعال واقوال کے باعث کافر بن چکا دنیائے اسلام میں اس کے کفر کو ظاہر کرتے اور بتاتے ہیں ۔ الغرض علمائے حق از خود کسی کو کافر نہیں بناتے بلکہ کافر کے کفر کو عیاں کرتے ہیں ۔ مثلاً مرزائیوں کے عقائد باطلہ وکفریات کو ظاہر کرکے دنیائے اسلام پر یہ امر روشن کیا گیا ہے کہ یہ نام نہاد مسلمان قادیانی، اپنے عقائد واعمال کے سبب حدود اسلام سے باہر ہو چکے ہیں ۔ ان کے دام فریب میں مت آؤ ۔ اور ان کے ظاہری اسلام سے دھوکہ مت کھاؤ اور بس!۔

والسلام علی من اتبع الهدی

خادم الاسلام

نور محمد خاں

مبلغ ومناظر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۴/ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ

کرشن قادیانی
آریہ تھے یا عیسائی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرشن اوتار ہونے کا دعویٰ اور مرزا قادیانی

مرزا قادیانی نے کوٹ کچہری کی منشی گیری چھوڑ کر انگریزوں کے اشارے پر جب اپنے دعاوی کا آغاز کیا تو سب سے پہلے اُس نے ۱۸۸۰ء میں ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور سب سے اخیر میں اُس کا جو دعوی ملتا ہے وہ ۱۹۰۲ء میں ''کرشن اوتار'' اور آریوں کا بادشاہ ''رڈّر گوپال'' ہونے کا دعوی ہے۔ بقیہ مجدد، مسیح، مہدی، ظلّی نبی اور صاحب شریعت نبی وغیرہ ہونے کے سارے دعاوی اِن دونوں دعاوی کے درمیان کے ہیں۔ گویا نبوت کا دعوی بھی کرشن اوتار کے دعوی سے فروتر اور کمتر درجے کا ہے اور مرزا کی اپنی تجویز کے مطابق سب سے اونچا مقام و مرتبہ اور آخری اسٹیج ''کرشن اوتار'' ہونے کا ہے۔ اور ظاہر سی بات ہے کہ اعتبار شروع اور درمیان کا نہیں بلکہ **العبرة بالخواتیم** کے بموجب آخر کا ہوتا ہے جیسا کہ خود مرزا قادیانی کا بھی یہی فیصلہ ہے: ''آخری عمر کے قول اور فعل قابل اعتبار ہیں اور اس کے مخالف سب ردّی''۔ (ست بچن خزائن ج ۱۰ ص ۲۱۵)۔

مرزا کی خود اپنی تجویز اور فیصلے کے مطابق بنظر انصاف چاہئے تو یہ تھا کہ مرزائی پنڈت، جرأتِ رندانہ سے کام لے کر اپنے گرو جی مرزا قادیانی کو ''شری کرشن جی'' کے نام سے ہی متعارف کراتے اور خود کو بھی ''پنڈت اور مہاشئے'' کہلواتے اور آریہ مذہب کے اصولوں کی پوری پوری پابندی کرتے ہوئے مسیحیت و مہدویت کے دعویٰ کو ردّی مانتے لیکن اس میں اُنھیں اپنے مکر وفریب اور دعویٔ اسلام کا بھانڈا چوراہے پر پھوٹتا نظر آیا،

مرزائی امت نے یہ دیکھا کہ کرشن اوتار کے دعوی سے مسلمان تو ایک بھی پھندے میں نہیں آئے گا اور رہی بات ہندوؤں کی تو اُن کا کیا بھروسہ؛ وہ ہر چار چھ مہینے میں ایک دوسرا اوتار بدل لیں گے، کسی افیونی اور مراقی کے پیچھے کیوں پوری زندگی پڑے رہیں گے۔

اسی خطرے کو بھانپ کر مرزائی عقلاء، اپنے گرو جی کو آخری اسٹیج سے دو تین درجہ نیچے گھسیٹ کر لائے اور مسیح و مہدی سے متعارف کرایا۔ اب کرشن جی اپنے آخری اسٹیج سے نیچے گر کر ''مسیح و مہدی'' کے نام سے متعارف کرائے جاتے ہیں اور مرزائی خود کو ''احمدی مسلمان'' کہلواتے پھرتے ہیں۔

اس کی ایک وجہ اور بھی سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ گرو جی خود بھی اس منصب پر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے انھوں نے جب دیکھا کہ دعویٔ کرشن اوتار کے باوجود کوئی ہندو آریہ دام فریب میں پھنستا نظر نہیں آتا تو بادشاہ اور کرشن اوتار کے منصب سے خود ہی نیچے اتر کر مرنے سے چند یوم قبل آریہ ہندو بن گئے اور جس وید کو زندگی بھر غلط کہتے رہے اُسی وید کی صداقت و حقانیت کے قائل ہو کر وید کو خدائی الہام مان لیا۔ چنانچہ اسی عقیدہ پر وہ دنیا سے اس حال میں سدھارے کہ کلمہ اور توبہ بھی نصیب نہ ہوا۔ مرزائیوں نے بھی اس اچھل کود کو دیکھتے ہوئے عافیت اسی میں جانا کہ گرو جی کو نیچے اتار کر دعویٔ مسیحیت کے بالکل نچلی تہہ کے منصب پر بٹھاؤ تا کہ بہت سارے اشکالات سے نجات سے ملے۔

لیکن ان ساری کارروائیوں کے باوجود بھی دنیا جانتی ہے کہ جس طرح کالے کوّے کی سیاہی کبھی الگ نہیں کی جاسکتی؛ اسی طرح مرزا قادیانی اور اس کی امت سے کفر و زندقہ کی روسیاہی کو دور نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ مرزا قادیانی کے کرشن اور آریہ ہونے کا ثبوت آج بھی بدستور مرزا کی کتابوں میں ہے اور نہ تو مرزا نے آریہ ہونے سے کبھی توبہ کی اور نہ مرزائیوں نے اُس کے دعویٔ کرشن کی تردید کی، پھر ان کے کافر ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کے دلائل ہی پر مشتمل حضرت مولانا نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

یہ تصنیف ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ناظرین کرام! کرشن اوتار ہونے کے دعویٰ سے قرآن مجید اور خدا کی وحدانیت، دونوں کا انکار لازم آتا ہے، اس لیے قرآن مجید اور خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھنے والے ایک مسلمان کے نزدیک یہ دعویٰ ایسا کفر ہے جس کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں، تاہم ایسے بھی کچھ لوگ ہو سکتے ہیں جو مسئلہ کو دلائل کی روشنی میں سمجھنا چاہتے ہوں اس لیے راقم نے مناسب جانا کہ چونکہ مصنفؒ نے آریہ ہونے کے دلائل خوب فراہم کر دیئے ہیں لہٰذا مرزا کے دعویٔ کرشن اوتار ہونے سے متعلق بھی بعض تمہیدی اور ضروری مضامین کو بطور مقدمہ کے رسالہ ہٰذا کے ساتھ شامل اشاعت کر دیا جائے تاکہ رسالہ جامع بھی ہو جائے اور ''اوتار'' کے اس مشرکانہ عقیدہ کی خطرناکی سے جو لوگ کما حقہ واقفیت نہ رکھتے ہوں وہ بھی شرح وبسط کے ساتھ مسئلہ کو سمجھیں اور مرزائیت کے دام فریب سے خود کو بچائیں۔

دین اسلام اور اس کے واضح اصول وعقائد:

مذہب اسلام نے اپنے عقائد ونظریات کو منوانے کے ساتھ اس کے کچھ حدود وقیود بھی مقرر کیے ہیں، اسلامی عقائد ونظریات کو ماننے میں اُس کے مقرر کردہ اصول وحدود کی پاسداری کی جائے اور جس طرح پر منواتا ہے اُسی طرح مانا جائے تو اُس کو اسلام کہتے ہیں اور ایسا ہی شخص خود کو مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی من مانی اور مرضی کے مطابق اسلامی عقائد ونظریات کو ماننے کا دعوی کرے تو ایسے شخص کو نہ اسلام کا ماننے والا کہا جائے گا اور نہ اُس کو مسلمان کہلانے کا حق ہے۔ یہ منصفانہ اصول ایسا صاف ستھرا ہے کہ اس میں کسی کے لیے چوں وچرا کی بھی گنجائش نہیں۔

اسلام ہی کی کیا بات یہ تو ہر مذہب میں ہے۔ مثلاً آریہ سماج مذہب اپنے ماننے

والوں کو گوشت خوری سے اور شراب وافیون سے منع کرتا ہے گویا آریہ دھرم کا ایک اصول ہے جو اپنے ماننے اور نہ ماننے والوں کے درمیان اس نے بطور حد کے قائم کیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص آریہ کہلانا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس کے اصولوں کی پاسداری کرے ورنہ انصاف کی بات یہ ہے کہ وہ خود کو آریہ نہ کہے۔ ایک شخص گوشت بھی کھاتا ہے اور شراب وافیون کا بھی عادی ہے اور خود آریہ بلکہ شری کرشن جی ہونے کا دعوی کرتا ہے تو کھلے لفظوں میں یہی کہا جائے گا کہ وہ آریہ دھرم کا مذاق اڑانے والا اور فساد مچانے کا مجرم ہے۔ مذہب سے ہٹ کر سیاست میں بھی اصولوں کی پاسداری کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ سرکار بھی اپنے وضع کردہ اصولوں کے ماننے والوں کو ملک کا شریف باشندہ مانتی ہے ورنہ باغی اور مفسد قرار دے کر عمر قید کی سزا دیتی ہے یا پھر ملک بدر کر دیتی ہے۔

اسلام نے جو خدا کا تصور پیش کیا ہے اس میں واضح کر دیا گیا ہے کہ خدا نہ کبھی کسی سے پیدا ہوا اور نہ کبھی اس سے کوئی پیدا ہوگا۔ والد اور ولد کی نسبت اسکی جانب کرنا اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ اسی طرح اسلام نے نبی اور پیغمبر کا جو تصور پیش کیا ہے اس میں بھی یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ مخلوق اور انسان ہوتے ہیں جو صرف خدا کے احکام بندوں تک پہنچانے کے لیے خدا کی جانب سے مقرر کیے جاتے ہیں۔ خدائی کا دعوی نہیں کرتے، عام انسانوں کی طرح انھیں بھی موت آئے گی اور قیامت میں اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ ایسا ہر گز نہیں ہے کہ ان کی روح یکے بعد دیگرے بروز اور اوتار کی شکل میں کسی دوسرے جسم میں حلول کر کے آتی رہے گی۔ الغرض خدا اور نبی کا تصور جو اسلام نے قرآن و حدیث میں پیش کیا ہے اگر کوئی اُسی طرح مانتا اور ایمان لاتا ہے تو وہ مسلمان ہے اور خود کو مسلمان کہلانے کا حق رکھتا ہے ورنہ ظاہری بات ہے کہ وہ خود کو مسلمان کہہ کر اسلام کا مذاق اڑانے والا اور مفسد ہے؛ ایسے شخص کو کافر یعنی انکار کرنے والا اور زندیق یعنی اپنے کفر پر ہٹ دھرمی کر کے کفر کو ہی اسلام بتانے والا کہا جائے گا۔

ہندو مذہب میں لفظ ''اوتار'' کا معنی ومطلب:

ہندو مذہب میں خدا اور مخلوق کی اصلاح کے لیے مقرر کیے جانے والے ''اوتار'' کا تصور اسلام سے بالکل الگ ہے۔ دونوں میں کسی طرح کی مماثلت یا مشابہت کا تصور بھی اسلامی نظریہ کے مطابق کفر ہے۔ گویا دونوں میں مشرق ومغرب کا فرق ہے۔

اوتار سنسکرت زبان کا لفظ ہے جو ''اوترن'' سے بنا ہے، اس کے لغوی معنی ہیں اوپر سے نیچے آنا، جنم لینا۔ ہندو نظریات وخیالات کے مطابق خدا تعالیٰ مخلوق کا جامہ پہن کر دنیا میں جنم لیتا اور اپنا ظہور دکھاتا ہے اُسی کو اوتار کہتے ہیں۔ یہ ظہور کبھی انسان کی شکل میں ہوتا ہے، کبھی مچھلی کی شکل میں اور کبھی کچھوا اور خنزیر کی شکل میں بھی ہوتا ہے، کبھی آدھا حصہ انسان کا اور آدھا حصہ شیر کی شکل میں جنم لیتا ہے۔ ہندو مذہب میں من جملہ دیگر اوتاروں کے ''شری کرشن'' جی کو بھی خدا کا اوتار مانا گیا ہے جنھوں نے مخلوق کی اصلاح کی غرض سے دنیا میں ''دیوکی'' نامی عورت کے پیٹ سے جنم لیا اور اپنی خدائی کا اعلان کیا۔ ان کی تعلیمات و ہدایات گیتا وغیرہ میں محفوظ ہیں۔

اوتار لینے کی مختلف صورتیں:

ہندو مذہب میں مخلوقات کی شکل میں خدا کے اوتار لینے کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ خدا اپنی خدائی کی شکل میں ہی اپنے پجاریوں کی حفاظت کے لیے اتر آئے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ مکمل طور پر اوتار نہ لے، بلکہ اس کا کچھ جزو ہی اوتار کی شکل میں ظاہر ہو اور مابقیہ حصہ دیوتا کا مخصوص دنیا ہی میں رہ جائے۔ اور ایک تیسری شکل یہ بھی ہے کہ خدا دیگر بچوں کی طرح باضابطہ جنم لیتا ہے جیسے کہ رام جی، کرشن جی، وغیرہ کی شکل میں اس نے اوتار لیا۔ اسی طرح اوتاروں کی تعداد بھی ہندو مذہب میں ۲ سے لے کر ۱۷ تک مانی گئی ہے۔ یعنی خدا مختلف اوقات میں مختلف ناموں سے جنم لیتا رہا ہے اور آئندہ بھی جنم لیتا رہے گا۔

اوتار کے نظریے کی حکمت اور اوتار کا مقصد:

ہندو مذہب کی مشہور کتاب ''گیتا'' میں شری کرشن جی نے خود کو خدا کا اوتار بتا کر اس کا مقصد اور اس نظریے کی حکمت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ گیتا کے باب چہارم میں لکھا ہے خدا تعالیٰ کہتا ہے: ''اے بھرت کے بیٹے ارجن جب دنیا میں مذہب کی ابتری ہوتی ہے اور ناحق کا عروج ہوتا ہے تو کسی شخص کی شکل اختیار کر کے میں دنیا میں جنم لیتا ہوں اور حق کی حمایت کرتا ہوں اور ظالموں اور حق کے مخالفوں کو نیست ونابود کرتا ہوں۔'' اسی باب کے اشلوک نمبر ۷ میں لکھا ہے: ''جس جس زمانہ میں دھرم کا ستیاناس ہوجاتا ہے اور ناحق کی گرم بازاری ہونے لگتی ہے اُس زمانہ میں اوتار کی روپ میں میں جنم لیتا ہوں۔

مرزا قادیانی کے نظریات وخیالات:

ہندو دھرم کے مستند عقائد ونظریات کے مطابق اوتار اور خدا کے مابین کوئی فرق نہیں، مرزا قادیانی نے اردو زبان میں اسی لفظ اوتار کا ہم معنی ''ظل، بروز اور مظہر'' کا لفظ نکالا اور خود کو کرشن کا بروز یعنی اوتار ہونے کا دعوی کیا ہے۔ یعنی مسماۃ ''چراغ بی بی'' زوجہ غلام مرتضی کے پیٹ سے دوسرے حمل میں قادیان میں کرشن بھگوان نے مرزا غلام احمد کی شکل میں جنم لیا۔ (جبکہ پہلے حمل سے مرزا کے بھائی نے جنم لیا تھا) ظاہر سی بات ہے کہ بروز یعنی اوتار کا یہ عقیدہ اسلامی عقیدہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خدا کا کسی مخلوق کے جسم میں حلول کرنا اور بطور اوتار کے ظہور کرنے کا تصور ہی آیتِ قرآنی ''لیس کمثلہ شئ'' کے خلاف ہے۔ قرآن مجید یہ اعلان کرتا ہے کہ خدا کا مثل ممکن ہی نہیں جبکہ بروز اور اوتار میں خدا کا مثل اور مختلف شکلوں میں اس کی پیدائش اور ''ولد یا والد'' کی نسبت ماننا لازم ہے۔ ملاحظہ فرمایئے مرزا قادیانی کے ملحدانہ نظریہ اوتار کی تاریخی تفصیل خود اس کی تحریروں کی روشنی میں۔

قادیانی اخبار الحکم کے مطابق مرزا نے سب سے پہلے اپریل ۱۹۰۲ء میں اس بات کا

دعویٰ کیا کہ وہ کرشن اوتار ہے۔جیسا کہ مرزائیوں کے الہامی ملغوبہ ''تذکرہ'' کے صفحہ ۴۲۰ پر لکھا ہے: ''دو دفعہ ہم نے رویا میں دیکھا۔ کہ بہت سے ہندو ہمارے آگے سجدہ کرنے کی طرح جھکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اوتار ہیں۔اور کرشن ہیں۔اور ہمارے آگے نذریں دیتے ہیں۔'' (تذکرہ ص ۴۲۰)۔

ناظرین کرام! خدائی کرشمہ دیکھئے کہ یہ عقیدہ مرزائیوں کے الہامی کتاب میں اُس صفحہ پر درج ہوا ہے جس نے اپنی حقیقت کا لوہا منوالیا، یعنی چار سو بیس (۴۲۰) عقیدہ کی مزید وضاحت اسی صفحہ ۴۲۰ پر ملاحظہ فرمایئے: ''اور ایک دفعہ الہام ہوا۔ ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما ہو۔ تیری استتی گیتا میں موجود ہے۔'' (اخبار الحکم ۲۴/اپریل ۱۹۰۲ء، تذکرہ ۴۲۰)۔

گویا چند سطر پہلے جو دعویٰ محض خواب اور رویا کی حیثیت میں تھا، اب خدائی الہام سے مستند بلکہ گیتا کے حوالہ سے مدلل بھی ہوگیا۔اور ایک نئی بات یہ کہ خدا کے اس تازہ حکم سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ گیتا بھی قرآن مجید کی طرح نعوذ باللہ خدائی کلام کا مستند مجموعہ ہے۔اور الہام بھی کیا غضب کا ہے کہ خدا تعالیٰ خود ہی قادیانی کرشن کی بڑائی اور بزرگی بیان کررہے ہیں اور گیتا میں قادیانی کرشن کی خبر موجود ہونے کی خبر بھی دے رہے ہیں۔لیکن حیرت اِس پر ہے کہ قادیانی کرشن کی دعویٰ ملہمیت کے کم از کم بائیس سال بعد خبر دے رہے ہیں۔

اس دعوی کی مزید تفصیل اخبار ''بدر قادیان'' کے حوالہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔اکتوبر ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں مندرج ہے: ''ایک بڑا تخت مربع شکل کا ہندوؤں کے درمیان بچھا ہوا ہے جس پر میں (مرزا قادیانی) بیٹھا ہوا ہوں۔ایک ہندو کسی کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے۔کرشن جی کہاں ہیں۔جس سے سوال کیا گیا وہ میری طرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ یہ ہے۔ پھر تمام ہندو روپیہ وغیرہ نذر کے طور پر دینے لگے۔اتنے ہجوم میں سے ایک ہندو بولا ''ہے کرشن جی رودّر گوپا''۔ (تذکرہ ص ۳۸۱)

مرزا جی اپریل ۱۹۰۲ء سے کوشش میں لگے ہیں لیکن ابھی اکتوبر ۱۹۰۳ء تک بات بن نہیں

پائی؛ کرشن بننے کی دل میں مچلتی خواہش کبھی خواب کی شکل میں زبان پر آتی تو کبھی الہام کا روپ دھار لیتی ہے بات پھر بھی نہیں بنتی تو واقعاتی انداز میں طریقہ تفہیم اپنایا گیا۔اس پریشان خیالی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مرزا جی رنگ کے کالے تھے لیکن قدرتی طور پر عقل کے اندھے اور شکل کے کانے بھی واقع ہوئے تھے، مزید افیم اور شراب نوشی سے شکل وصورت میں جو کشش پیدا ہوسکتی ہے اس کا اندازہ ناظرین خود بھی لگا سکتے ہیں۔اور آنکھ میں مشابہت پیدا کرنے کی کوشش سے ہندو ناراض بھی ہوسکتے تھے کیونکہ اس سے کرشن کی توہین ہورہی تھی اور اُن کو ایک آنکھ کا کانا ماننا پڑتا۔اس لیے ایک شگوفہ اور چھوڑا کہ: ''ایک بار ہم نے کرشن جی کو دیکھا وہ کالے رنگ کے تھے اور پتلی ناک کشادہ پیشانی والے ہیں۔کرشن جی اٹھ کر اپنی ناک ہماری ناک سے اور پیشانی ہماری پیشانی سے ملا کر چسپاں کردی۔'' (تذکرہ ص ۳۸۱)۔

گویا آنکھ کا مسئلہ نہ حل ہوا نہ سہی، رنگ اور ناک کا مسئلہ تو حل ہو ہی گیا جب شکل و شباہت میں کچھ مناسبت کا حل نکال لیا تو اب مرزا جی میدان میں کھل کر آئے اور اپنے دعوے کی پوری وضاحت نومبر ۱۹۰۴ء کے اپنے ایک لیکچر میں یوں کرتے ہیں: ''واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے نہیں ہے بلکہ...... (میں) ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں یک بڑا اوتار تھا یا یوں کہنا چاہیے کہ روحانی حقیقت کے رُو سے میں وہی ہوں یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین وآسمان کا خدا ہے اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن ہے...... یہ خدا کی وحی ہے جس کے اظہار کے بغیر میں رہ نہیں سکتا اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو میں پیش کرتا ہوں۔'' (لیکچر سیالکوٹ خزائن ج ۲۰ ص ۲۲۸)۔

مرزا جی کے سہ رخی چہار رخی دعوی کرنے، مسیح، مہدی بننے کا ڈھونگ رچانے کے باجود آج بھی ہر مسلمان چاہتا ہے کہ آپ دعوی خدائی میں کرشن جی کا کردار ادا کررہے ہیں

تو کرشن ہی بنے رہیں تاکہ مسلمان تو کم از آپ کے دامِ فریب سے بچے رہیں۔ مگر اس مسئلہ کا کیا حل ہے کہ ہر مرزائی آپ کو کرشن مہاراج کے روپ میں تعبیر کرتے ہوئے شرماتا بلکہ خود کو مہاشے اور پنڈت کہلانے میں بھی اپنی خفت محسوس کرتا ہے؟ خدا تو کئی کئی دفعہ بتلا رہا ہے کہ اے مرزا ''تو ہندوؤں کے لئے کرشن ہے'' مگر مرزائیوں کی ضد اور ہٹ دھرمی دیکھئے کہ ایک بار بھی آپ کو کرشن ماننے کے لیے تیار نہیں اور نہ ہی آپ کی کتابوں کے ٹائٹل پر آپ کو کرشن جی مہاراج لکھنے کے لیے تیار ہیں؟۔ تو اس روحانی حقیقت اور خدا کے بار بار بتانے کا جھوٹ گھڑنے سے فائدہ ہی کیا نکلا کہ خود آپ کو ماننے کا دعویٰ کرنے والوں نے بھی نہیں مانا اور آپ جھوٹ گھڑ کر ذلیل و رسوا بھی ہو رہے ہیں۔

مرزا جی اور آگے بڑھ کر لکھتے ہیں: ''خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اُس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ من جملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ ہے کرشن رودّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔ سو مَیں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں۔ (لیکچر سیالکوٹ ج ۲۰ ص ۲۲۹)۔

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کرشن اوتار ہونے کا جو ارمان مرزا کے دل میں مچل رہا تھا بالآخر اس نے دعوی کی شکل اختیار کر لی اور مرزا نے کرشن اوتار ہونے کا دعوی اپنے الہامات کی روشنی میں کر ڈالا۔ اس دعویٰ کے بعد اس طرح کا کوئی نیا دعویٰ مرزا سے منقول نہیں اور نہ ہی زندگی کے اخیر لمحات تک سے اس سے تائب ہونے کا کوئی ثبوت ہے، بلکہ مرنے سے کچھ دنوں پہلے کی تصنیف تتمہ حقیقۃ الوحی میں مرزا نے اس دعوی کو مزید مدلل کرکے لکھا ہے: ''جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا اِن دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔ اور یہ دعوی میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تُو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔'' (تتمہ حقیقت الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۲)۔

ناظرین کرام! یہ ہے قادیانی کرشن کی وہ مختصر کہانی جو ۱۹۰۲ء سے شروع ہو کر مرتے دم تک جاری رہتی ہے۔ لیکن کمال ہے کہ کوئی مرزائی اپنے گرو جی کو کرشن اوتار کے نام سے متعارف کبھی نہیں کراتا بلکہ ہمیشہ اس کے لیے مہدی اور مسیح کا ٹائٹل استعمال کرتا ہے۔ اور اسی عنوان سے وہ عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ کرشن کے دعوی میں جو کفر پوشیدہ ہے مرزائی اس کے نتائج سے گھبراتے ہیں۔

کرشن کی طرح خدائی کا دعوی:

اس موقع سے مناسب معلوم ہوتا ہے مرزا کے دعوئ خدائی کی کچھ تفصیلات درج کر دی جائیں تاکہ ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو سکے کہ ہندو خیالات و نظریات کے مطابق جس طرح شری کرشن نے خدائی کا دعوی کیا تھا، اُسی طرح اِس افیونی اور مراقی ''قادیانی کرشن'' نے بھی خدائی کا دعوی کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اس طرح کا دعوی کرنے والے مراقیوں کو ہمیشہ خود اپنے تھوکے کو ہی چاٹنا پڑتا ہے اسی طرح مرزا کو بھی چاٹنا پڑا لیکن دعوی سے پھر بھی باز نہ رہا۔ ملاحظہ فرمائیے قادیانی کرشن کا خدائی کا دعویٰ:

مرزا قادیانی میں خدا حلول کر گیا:

مرزا نے اپنی ایک کتاب ''کتاب البریہ'' میں لکھا ہے: '' میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے (مرزا قادیانی کو) پیدا کیا ہے۔ آواہَن، خدا تیرے اندر اُتر آیا۔'' (کتاب البریہ خ ج ۱۳ ص ۱۰۲)۔

اس عبارت میں دو دعوے ہیں ایک یہ کہ آدم سے مراد مرزا قادیانی ہے اور دوسرا یہ کہ خدا مرزا کے اندر حلول کر کے اترا ہے۔

مرزا قادیانی اور خدا کے درمیان وَالِد اور وَلَد کی نسبت:

'' انت منی بمنزلۃ اولادی '' (خدا نے کہا اے مرزا) تو مجھ سے بمنزلہ اولاد

کے ہے۔ (اربعین نمبر۴ خ ج ۱۷ص ۴۵۲)۔

''انت من مائنا و هم من فشل '' (خدا نے بتایا کہ اے مرزا) تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور دوسرے لوگ فشل (خشکی) سے۔'' (تذکرہ ص ۳۹۲)۔

قرآن مجید نے واضح لفظوں میں ''وَ لَمْ یُوْلَدْ'' سے جس عقیدہ کی تردید کی ہے کہ خدا میں نہ تو والد کی نسبت ہے نہ مولود کی؛ نہ وہ کسی کا مولود ہے اور نہ اس سے کوئی مولود ہے۔ اسی ممنوعہ لفظ کو استعمال کر کے مرزا قادیانی خدا کو والد کی نسبت دے رہا ہے گویا والد خدا ہے تو مولود (مرزا قادیانی) پھر خدا کیوں نہ ہوگا۔

مرزا قادیانی نے خود کو خدا یقین کیا:

ایک جگہ قادیان کا کرشن مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''رأیتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو'' میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔ (آئینہ کمالات اسلام خ ج ۵ ص ۵۶۴)۔

اس کے بعد قادیان میں جنم لینے والے کرشن نے اپنے خدائی کی پوری تفصیل لکھی ہے کہ اس نے نیا آسمان بنایا، نئی زمین بنائی اور آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا وغیرہ۔ اس موقع سے مرزائی کہا کرتے ہیں کہ یہ تو خواب اور کشف کی بات ہے۔ لیکن انہیں یہ جواب یاد رکھنا چاہئے کہ مرزا نے خود خواب اور کشف کی جو حیثیت بیان کی ہے وہ یہ ہے: ''ولا یخفی علیک ان رؤیا الانبیاء وحی ''یعنی انبیاء کا خواب وحی کے درجہ میں قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔ (حمامۃ البشری خ ج ۷ ص ۱۹۰)۔

قارئین خود فیصلہ کریں کہ مرزا نے اپنے لیے نبوت اور مسیحیت کے مقام و مرتبہ کو چھوڑ کر ''کرشن اوتار'' ہونے کا فیصلہ جو کیا تھا جو دعویٔ خدائی سے بھلا کیوں کر باز رہتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کچھ مراق اور مالیخولیا کا کرشمہ تھا۔ لیکن جس طرح مرزائی آنکھ بند

کر کے اس کے ہفوات پر ایمان لاتے ہیں اُسے دیکھ کر یہی کہا جائے گا کہ مرزائیوں نے اسے کرشن کے لقب سے متعارف نہ کرا کے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

مرزائی نظریات کی تردید اسلامی نقطہ نظر سے:

قرآن مجید نے مختلف زاویے سے مسئلہ بروز و اوتار کی تردید کی ہے اور اس کے لیے اتنے اسلوب اپنائے ہیں کہ طالب حق کو کسی جہت سے بھی کوئی شک وشبہ نہ رہ جائے۔ چنانچہ سورۃ الاخلاص میں فرمایا گیا۔ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ ۔ فرما دیجیے اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ اللہ ایک ہے۔ یہاں وَاحِدٌ نہیں بلکہ اَحَدٌ فرمایا گیا اس لیے کہ احد اور واحد میں فرق ہے۔ واحد کا جزو ہوتا ہے جیسے کہ نصف ثلث، ربع یہ سب واحد کے اجزا ہیں۔ لیکن احد کا کوئی جز نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اِس آیت سے جہاں تثلیث کی تردید کی گئی ہے وہیں لفظ احد سے ہی اوتار کا عقیدہ بھی باطل کیا گیا ہے کیوں کہ وحدہٗ لاشریک کی شان سے بعید ہے کہ اس کا پورا حصہ یا کچھ حصہ ایک عورت کے پیٹ میں حلول کر کے بقیہ خدائی کرتا رہے۔

اللہُ الصَّمَدُ ۔ صمد کے معنی ہیں جو کسی کا محتاج نہ ہو۔ جو خدا دنیا میں برائی پھیلنے پر اس کی اصلاح کے لیے اپنے ظہور کے واسطے اوتار کی شکل میں کسی عورت کے پیٹ سے جنم لینے کا محتاج ہو وہ صمد نہیں ہوسکتا۔ اور ایسے ظہور کا مدعی قرآن کا منکر نہیں تو اور کیا ہوسکتا ہے؟

لَمْ یَلِدْ ۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص خدا کو پدری نسبت نہیں دے سکتا۔ جبکہ اوتار کی صورت میں پدری نسبت تسلیم کرنا لازم ٹھہرتا ہے۔ اور مرزا قادیانی اس کا مختلف انداز میں دعویدار بھی ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے۔ اِسْمَعْ یَا وَلَدِی ۔ جس لفظ وَلَدَ، یَلِدُ کی تعبیر سے قرآن مجید نے ممانعت کی ہے اسی لفظ کو استعمال کر کے مرزا نے خود کو خدا کی اولاد

ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ دوسری جگہ دعوی کرتا ہے ’’اَنتَ من مائنا وھم من فشل‘‘ کہ مرزا جی کا وجود خدا کے نطفہ سے ہے اور بقیہ مرزائی فشل (خشکی) سے ہیں۔ یعنی خود ہی خدا بھی ہے اور اوتار کی شکل میں ظہور پذیر ہو کر خود ہی خدا کی اولاد بھی ہے۔

ہندووانہ عقائد ونظریات کے مطابق جیسا کہ شری کرشن جی اپنی والدہ مسماۃ ’’دیوکی‘‘ زوجہ باسدیو کے آٹھویں حمل سے مخلوق کی اصلاح کے لیے ظہور پذیر ہوئے اسی طرح پھر وہی کرشن جی قادیان میں مسماۃ ’’چراغ بی بی عرف گھسیٹی‘‘ زوجہ غلام مرتضیٰ کے پیٹ سے نہ معلوم کتنے حمل کے بعد ظہور پذیر ہو کر غلام احمد کے نام سے نامزد ہوئے۔ اب کبھی خدا کا جنم مان لینا، کبھی خدا ہو کر پھر خود ہی اس کی اولاد بن جانا، قرآن اور خدا کی وحدانیت کا انکار نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

اس کے علاوہ ایک اور معمے کا حل آج تک مرزائیوں نے نہ کیا کہ ہندو مذہب کی تاریخ میں کرشن جی نے جب بھی اوتار کی شکل میں جنم لیا تو تنہا جنم لیا ہے کہیں ثابت نہیں کہ کرشن جی کی پیدائش جڑواں ہوئی ہو اور ان کے ساتھ ایک ہی حمل سے کوئی لڑکی بھی پیدا ہوئی ہو، لیکن مرزا جی نے جب قادیان میں اوتار کی شکل میں جنم لیا تو بقول ان کے ’’پہلے وہ لڑکی (ماں کی) پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے مَیں (مرزا قادیانی) نکلا تھا‘‘ (تریاق القلوب خ ص ۴۷۹ ج ۱۵) قادیانی کرشن جی کی زبان سے پیدائش کی یہ تعبیر کہ ’’ماں کے پیٹ سے وہ نکلی تھی، میں نکلا تھا‘‘ اِس میں ماں کی توہین ہے یا عزت؛ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ اگر مان ہی لیا جائے کہ قادیانیوں کے لیے یہ تعبیر بہت عمدہ ہے تو پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ رہتا ہے کہ جب مرزا جی کرشن اوتار ہوئے تو اسی حمل سے پیدا شدہ اس لڑکی کو ’’دیوی جی‘‘ کیوں نہ کہا جائے بلکہ بجائے مرزا جی کے خود اس لڑکی ہی میں اوتار کی صفات کیوں نہ مانا جائے؟ مرزا جی تو مراقی، شرابی اور افیونی بھی تھے جبکہ وہ لڑکی معصوم تھی پھر مرزا جی کی وجہ تخصیص کیا ہے؟ دیکھئے مرزائی مہاشے اس معمہ کا کیا حل نکالتے ہیں؟

لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔ یعنی خدا کی ذات کے ساتھ برابری کرنے والا کوئی نہیں، جبکہ بروز، اوتار مان کر لازم ہے کہ سابقہ اور لاحقہ دونوں بروزں کو برابر مانا جائے۔ اور خدائی حیثیت میں ہندووانہ عقیدہ کے مطابق جو مقام و مرتبہ کرشن جی کا تھا وہی حیثیت و مرتبہ قادیان میں ظہور پذیر کرشن ثانی مرزا قادیانی کو بھی دیا جائے۔

اب ناظرین خود ہی فیصلہ کریں کہ کبھی خدا ہو کر اور کبھی خدا کی اولاد ہو کر اور کبھی بلفظ دیگر ’’کرشن اوتار‘‘ ہو کر، خدائی حیثیت میں برابری کے دعویدار مرزا قادیانی کا ایمان وقرآن پر کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے مزید دلائل آپ حضرت مونا نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

نَحمدُ ہٗ و نُصلی علیٰ رَسولہٖ الکریم

الحمدُ للہ وَ کفیٰ و سلامٌ عَلی عبادہٖ الّذِین اصْطفیٰ امّا بعد !

برادرانِ اسلام! جماعت مرزائیہ نے ۱۰؍مارچ ۱۹۳۵ءکو اہل ہنود میں یوم تبلیغ مقرر کیا تھا۔ اس سلسلے میں ہماری طرف سے ایک ٹریکٹ بعنوان ’’کرشن قادیانی آریہ تھے‘‘ شائع ہوا تھا۔ جس میں نہایت صراحت سے مولانا، مولوی نورمحمد خاں صاحب مبلغ ومناظر مدرسہ مظاہرعلوم نے ثابت کیا تھا کہ حقیقۃً قادیان کے بروزی نبی آریہ تھے اور یہ سب کچھ مرزا قادیانی علیہ ما علیہ کی کتب سے ثابت کیا گیا تھا۔ جو کچھ انھوں نے آریہ مذہب اور ویدوں کے متعلق لکھا ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ ’’قادیانی مہاشئے‘‘ ہمارے مشکور ہوتے؛ بالعکس اس کے دو ماہ کے بعد اپنے شوریدہ سری اور مخبوط الحواسی کے ثبوت میں ہمارے رسالہ کا جواب معاندانہ طرز میں ایک خودرَو وجود یعنی ضیاع الحق نے اپنی بے کارکوشش اور بےعلمی کی وجہ سے مرزائیت کا فریب طشت از بام کیا اور جماعتِ مرزا جوابِ ضیاع کو اپنی ہدایت کا سرمایہ بے مایہ سمجھی۔ جس کے پہلے صفحے پر مرزا قادیانی کی ایک نظم لکھی گئی ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے، مؤلف رسالہ نے مرزا قادیانی کی یہ مقدس نظم نہیں دیکھی جو مرزا قادیانی کے اعلیٰ اخلاق کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ چنانچہ منشی سعداللہ صاحب لدھیانوی کی شان میں فرماتے ہیں۔ وھو ھذا۔

ایک سگ دیوانہ لدھیانہ میں ہے　　آج کل وہ خرشتر خانہ میں ہے
بد زباں بد گوہر و بدذات ہے　　س کی نظم و نثر واہیات ہے
آدمیت سے نہیں ہے اس کو مس　　ہے نجاست خوار وہ مثل مگس
سخت بد تہذیب اور منہ زور ہے　　منہ پر آنکھیں ہیں مگر دل کور ہے
حق تعالیٰ کا وہ نافرمان ہے　　آدمی کا ہے کو ہے شیطان ہے
چیختا بیحد ہے وہ مثل حمار　　بھونکتا ہے مثل سگ وہ بار بار
جہل میں بو جہل کا سردار ہے　　بولہب کے گھر کا برخوردار ہے
سخت دل نمرود یا شداد ہے　　جانور ہے یا کہ آدم زاد ہے

دوسرے صفحے سے مؤلف رسالہ کے اباجان المعروف ’’شیخ گجراتی‘‘ برخوردار کے آگے آگے بدحواسی کے عالم میں نہایت پھس پھسے الفاظ میں مجلس احرار اسلام کے مجاہدانہ اقدام کا رونا رورہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری نبی کی سرکاری امت کے دماغ کی کلّیں ڈھیلی پڑ گئی ہیں، کیونکہ یہ جماعت احرار ہی ہے جس نے ان کے رازہائے درون پردہ، کا تاروپود بکھیر کر رکھ دیا، ان کے عقائد باطلہ کی حقیقت واصلیت سے دنیائے اسلام کوآگاہ کیا، ان کے دجل وفریب کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑادیں، ان کی قادیانی حکومت کے عریاں نظارے، منظرعام پر آگئے۔ اس لئے یہ جس قدر بھی روئیں اور بسوریں حق بجانب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس جماعت کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کا مصداق بن چکے ہیں۔ کیونکہ جب کبھی علماء حقہ کی طرف سے ان کو تبلیغ کی جاتی ہے تو یہ لوگ دلخراشی پر محمول کرتے آئے ہیں۔ بجائے راہ راست اختیار کرنے کے ان کو کفر بھی عین اسلام نظر آتا ہے۔ حق کو ناحق اور ناحق کو حق سمجھتے ہیں۔ چاہے کوئی نعوذ باللہ خدائے واحد لاشریک کو اپنا باپ کہے اور چاہے اپنا بیٹا، چاہے ایک قوم کو خود ہی دجال کہے اور

اس کی ایجاد کردہ سواری کو خرِ دجال بتا کر اس پر سوار بھی ہو۔ خود اپنے غریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے کہ دنیائے جہان کی کون سی گالی ہے، جو مرزا قادیانی نے علمائے اسلام کو نہ دی ہو ''ذریۃ البغایا'' جیسی ہزاروں گالیوں کی تصنیف کرڈالیں لیکن اس بے حسی کا علاج، کوئی علاج نہیں۔ ان کو خود اپنے منہ کی گندگی محسوس نہیں ہوتی۔ واہ کیا خوب مرزا قادیانی اپنے حق میں اپنے قلم سے لکھ گئے ہیں۔ ع

بد تر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بد زباں ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء یہی ہے
(درثمین ص۸۲)

اب ناظرین کی توجہ اصلی مضمون کی طرف دلاتا ہوں کہ مرزا قادیانی اور ان کی جماعت تسلیم کرتی ہے کہ ''وید الہامی ہیں''۔ اس لئے یہ مذہب حق ہے کہ اس کے احکام، اسلام کے احکام جیسے ہیں۔ (اس پر دعویٰ اسلام ہے) اس لئے مرزا قادیانی، آریہ اپنے عقیدہ کی بنا پر ثابت ہو گئے۔ اور یہی حضرت مولانا نور محمد خاں صاحب نے ثابت کیا تھا۔ کیوں کہ از روئے شریعت آسمانی کتب صرف توریت، انجیل، اور زبور ہیں اور ساتھ ہی قرآن کریم نے ان کو محرف بھی بیان کر دیا ہے۔ باقی صحائف نازل ضرور ہوئے؛ لیکن نہ ان کا وجود ہے اور نہ شریعت نے انکے وجود کا حکم دیا۔ لہٰذا اس حکم شرعی کی روشنی میں مرزا قادیانی کے اقوال ویدوں کے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔ پس جو لوگ مرزا قادیانی کی تائید کرتے ہیں اور شریعت کو تسلیم نہیں کرتے، دراصل وہ یہی جماعت ہے جو ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُھُمْ کی مصداق ہے اور خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ جن پر چسپاں ہوتا ہے۔

میرے حل طلب معمہ کو حل کرنے کے لیے مؤلف رسالہ اور ان کے ہونہار باپ ''شیخ گجراتی'' نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ابوالفضل نے حل طلب معمہ میں آریہ زبان استعمال کر کے اپنے آریہ ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ماشاء اللہ چشم بد دور،

کیا پیاری منطق ہے؟

ناظرین! یہ ہے ان کی ہمہ دانی کا ثبوت کہ اپنے خود ساختہ نبی کو الزام مذکور کی بنا پر خود ہی آریہ تسلیم کر لیا۔ وہ اس طرح کہ مرزا قادیانی کو سنسکرت میں بھی الہام ہوتے تھے، اگر سنسکرت کے بولنے اور لکھنے سے مسٹر فضل حق کے نزدیک کوئی آریہ ہو جاتا ہے، تو پھر مرزا قادیانی کو سنسکرت میں الہام ہونے کی وجہ سے کیوں نہ آریہ کہا جائے؟ یہ ہے آریہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت۔

دوسرے؛ مرزا قادیانی مدعی ہیں کہ میں کرشن ہوں اور میں ہی مسیح موعود ہوں۔ لہٰذا اس دلیل سے آپ کو آریہ کہا جائے تو ہرگز غلط نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جس قدر مذاہب ہیں اپنے اپنے پیشواؤں کی تعلیم کے لحاظ سے (مسلمان) یہودی اور آریہ کہلاتے ہیں۔ کسی پیشوا کے نام کی مناسبت سے کوئی محمدی، یا موسوی، یا دیانندی وغیرہ نہیں کہلاتا۔ لہٰذا تمھارا خود کو احمدی لکھنا یہ گمراہی اور انتہائی جہالت کا ثبوت ہے۔ کیوں کہ مرزا قادیانی نے جو تعلیم پیش کی ہے اس کے لحاظ سے تمھیں خود کو آریہ یا عیسائی لکھنا چاہئے۔

تمہید کے اخیر میں مسٹر فضل حق، المعروف ''شیخ گجراتی'' اپنا نام صرف فضل احمدی لکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے:

راہ راست پر ہیں وہ خود آتے جاتے ہیں
تعلّی سے اپنے ہیں شرماتے جاتے
بزرگی کے دعووں سے پھرنے لگے ہیں
وہ خود اپنی نظروں سے گرنے لگے ہیں

مصنوعی ابوالنور والشّمس پر تبصرہ اور ضیاء کی جاں کنی

میری حقیقی کنیت بھی تمھیں ناگوار گزری، ورنہ اس میں برا ماننے کی کوئی بات نہ تھی۔ برخوردار! یہ نور، یوں نہیں ملتا، تا نہ بخشد خدائے بخشندہ! اگر میں نے اپنی کنیت ابوالمبارک یا

ابوالخیرلکھی ہوتی، اس وقت اگر دون کی لیتے (شیخی بگھارتے) تو کچھ بے جانہ ہوتا۔

یادرکھو! ہماراطریقہ بددیانتی اورگالیاں دینانہیں، جیسا کہ تمھاری جماعت کا شعار ہے۔اس وجہ سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے نام کی کچھ تحقیق کرکے ناظرین کو بتایا جائے تاکہ میرامخاطب ضیاع الحق سمجھے کہ اُن کی ضیاء میں ہمزہ حذف کے ساتھ موعودساز کی عین کی تابعداری کی بناپراضافہ عین (ع) حق بجانب ہے۔لہٰذاسمجھ لیجئے! آج سے ضیاع کے ساتھ انضمام حق پرالزام حق کا ثبوت ہوگا۔فافہم نافہم!

جان من! یہ تمھاری قسمت کہاں تھی کہ ابوالنورو الشمس بنتے۔تم کوتو خودتمھارے قلم نے ابوجہل،ابولہب بنادیا۔ع

پڑا تمھیں ابھی دل جلوں سے کام نہیں
جلاکر خاک نہ کردوں تو شمس نام نہیں

محترم ناظرین! یہ تو ایک قادیانی کی ہرزہ سرائی کا جواب تھا، اس کے بعد مولانا نور محمد خان صاحب کا جواب الجواب مع اصل رسالہ ''کرشن قادیانی آریہ تھے'' پیش ناظرین کیا جاتا ہے، امید ہے کہ بنظر تعمق ملاحظہ فرمائیں گے اوراس جماعت کے دجل وزُور سے بچیں گے۔

والسلام

احقرالعباد:

ابوالفضل شمس النبی امروہوی

۱۲رمئی ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا قادیانی آریہ تھے

۱۰رمارچ ۱۹۳۵ء کوقادیانی مسیح کے حواریوں نے دجل وکید کی تقسیم کے لیے ''برعکس نام نہند زنگی کافور'' یوم تبلیغ مقرر کیا ہے، جس میں سادہ لوح اورناواقف مسلمانوں کے ایمان پرمہذب وغیرمہذب طریقہ سے غارت گری کی جائے گی۔اوراس امرکی کوشش کی جائے گی کہ مسلمانوں کوحضرت صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلّ عاطفت سے نہایت فریب آمیز ذریعہ سے نکال کر ایک کاذب ومکذوب کے ظلمت فگن سائے میں کھڑا کردیا جائے۔اس لیے ضرورت ہے کہ مرزائیت کے باوا آدم کے مکروفریب کا پردہ چاک کرکے اصل حقیقت آشکارہ کردی جائے تاکہ مسلمان ایسے لوگوں سے محفوظ رہیں اور دوسروں کوبھی محفوظ کرنے کوشش کریں، کیوں کہ مرزا قادیانی باقرار خود مسلمان نہیں تھے، بلکہ آریہ اور پکے آریہ تھے، لہٰذاان کواوراُن کی امت کوکوئی حق نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں میں اپنے آریانہ اور ہندوانہ مذہب وایمان کی تبلیغ کریں۔کیوں کہ جب فتنۂ مرزائیت کے بانی منشی غلام احمد قادیانی کواپنی روٹی کی فکر سے نجات ملی تو کہنے لگے کہ:

۱......میں رسول ہوں۔ (دافع البلاء خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)۔

۲......نبی ہوں۔ (ایک غلطی کاازالہ خزائن ج۱۸ ص۲۰۶)۔

۳......مسیح موعودہوں۔ (کشف الغطاء خزائن ج۱۴ ص۱۹۲)۔

۴......مہدی ہوں۔ (نجم الہدیٰ خزائن ج۱۴ ص۸۹،۹۰)۔

۵......احمد مختار ہوں۔ (نزول المسیح خزائن ج۱۸ص۴۷۷)۔

۶......حجر اسود ہوں۔ (اربعین نمبر۴ حاشیہ خزائن ج۱۷ص۴۴۵)۔

۷......معجون مرکب ہوں۔ (تریاق القلوب خزائن ج۱۵ص۲۸۷)۔

۸......کرشن ہوں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج۲۲ص۵۲۱)۔

۹......آریہ کا بادشاہ ہوں۔ (تذکرہ ص۳۸۱)۔

۱۰......رُودّر گوپال ہوں۔ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ خزائن ج۱۷ص۳۱۶)۔

۱۱......چنیں ہوں اور چناں ہوں۔ (مزید تفصیل کتاب کفریات مرزا میں دیکھئے)۔

مگر وہ مرزا قادیانی جو بقول خود سب کچھ بنے اور اسلام کے واحد اجارہ دار بن کر اپنی مٹھی بھر جماعت کے علاوہ تمام اُن مسلمانوں کو جو اس آسمان کے نیچے آباد ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے اپنی نجات و ایمان کو وابستہ کیے ہوئے ہیں، کافر و بے ایمان، حرامزادے کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ) آج میں ایسے ایمان دار کے ایمان کی حقیقت کو عریاں کرتا ہوں کہ وہ از روئے عقیدہ ایک ''آریہ'' تھے۔ اسلام سے ان کو کچھ بھی تعلق نہیں؛ تمھاری وجہ سے وہ آریہ بن کر آریوں کے بادشاہ بنے۔ چنانچہ آپ اپنی سلسلۂ تصنیف کی آخری کڑی ''پیغام صلح'' جیسی معتبر کتاب میں اپنے آریہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت پیش کرتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیے:

۱......'' ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اُس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔......اور وید ایک ایسی مجمل کتاب ہے کہ یہ تمام فرقے اُسی میں سے اپنے اپنے مطلب نکالتے ہیں۔ تاہم خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے۔'' (پیغام صلح خزائن ج۲۳ص۴۵۳)۔

۲......''ہمارے لئے وید کی سچائی کی یہ ہی ایک دلیل کافی ہے کہ آریہ ورت کے کئی کروڑ آدمی ہزار ہا برسوں سے اس کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور ممکن نہیں کہ یہ عزت کسی ایسے کلام کو

دی جائے جو کسی مفتری کا کلام ہے۔ اور پھر جب کہ ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں۔'' (پیغام صلح خزائن ج۲۳ص۴۵۴)۔

۳......''مگر وُہ دِلی صفائی جس کو درحقیقت صفائی کہنا چاہئیے۔ صرف اُسی حالت میں پیدا ہوگی۔ جبکہ آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچّے دل سے خدا کی طرف سے قبول کرلو گے۔'' (پیغام صلح خزائن ج۲۳ ج۴۵۸)۔

۴......''میں وید کو اس بات سے منزّہ سمجھتا ہوں۔ کہ اس نے کبھی اپنے کسی صفحہ پر ایسی تعلیم شائع کی ہو کہ جو نہ صرف خلاف عقل ہو بلکہ پرمیشر کی پاک ذات پر بخل اور پکش پات کا داغ لگاتی ہو۔'' (پیغام صلح خزائن ج۲۳ص۴۴۸)۔

۵......''ماسوا اس کے صلح پسندوں کے لئے یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔'' (پیغام صلح خزائن ج۲۳ص۴۴۵)۔

ناظرین کرام! مرزا قادیانی نے مذکورہ بالا حوالہ جات میں بڑی صفائی سے وید کو الہامی اور اس کی تعلیمات کو اسلامی تعلیمات تسلیم کر کے اپنے آریہ ہونے کا ناقابل انکار ثبوت پیش کیا ہے۔ جس سے علاوہ ہٹ دھرم مرزائیوں کے ہر منصف مزاج شخص یقین کرسکتا ہے کہ مرزا قادیانی واقعی پکے آریہ تھے اور اگر کوئی یہ کہے کہ مرزا قادیانی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: ''وید ایک گمراہ کرنے والی کتاب ہے۔'' (چشمۂ معرفت خزائن ج۲۳ص۷۷) ''وید خدا کا کلام نہیں اور قانون قدرت کے خلاف ہے۔'' (ملخصاً چشمۂ معرفت خزائن ج۲۳ص۱۰۱)۔

تو اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ: ''آخری عمر کے قول اور فعل قابل اعتبار ہیں اور اس کے مخالف سب ردّی''۔ (ست بچن خزائن ج۱۰ص۲۱۵)۔ لہٰذا مرزا قادیانی کے اس سے پہلے کے تمام اقوال جو مخالف ہیں وہ ردی اور ناقابل اعتبار ہیں اور مرزا قادیانی آریہ اور پکے آریہ ہیں۔

ایک اور طرح سے مرزا قادیانی کے آریہ ہونے کا ثبوت:

ہم تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کا ذرّہ ذرّہ حادث ومخلوق ہے اور اگر بفرض اِس دنیا کے پہلے دنیا ہوتو وہ بھی حادث ومخلوق ہے۔غرض یہ کہ دنیا اور اس کا سلسلہ (اگر ہو) سب کا سب حادث ہے۔جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کوئی نہ کوئی زمانہ ضرور ایسا گذرا ہے کہ اس وقت خدا تھا اور کوئی مخلوق نہ تھی۔یہی معنیٰ آیت ’’ خَالِقُ کُلِّ شَیٍٔ‘‘ اور حدیث ’’ کَانَ اللّٰہُ وَ لَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ ‘‘ کے ہیں۔لیکن آریہ دھرم کا اصل اصول یہ ہے کہ چونکہ روح اور مادّہ قدیم ہیں،اس لیے سلسلۂ دنیا قدیم (ہے) اور اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی وقت بھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ تو ہو اور مخلوق،شخص،روح و مادّہ نہ ہو۔مختصر یہ کہ آریہ دھرم کے نزدیک ’’روح و مادّہ کی قدامت کی وجہ سے سلسلہ دنیا قدیم ہے‘‘۔دیکھو،ستیارتھ پرکاش ب ۸ ص ۴۳۔

لیکن یہ معلوم کر کے ہمارے ناظرین کو بڑی حیرت ہوگی کہ مرزا قادیانی بھی آریوں کے اِس عقیدہ ’’قدامت سلسلۂ دنیا‘‘ کے قائل ہیں۔جس سے ان کے آریہ ہونے کا پہلو خوب روشن ہوجاتا ہے۔ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں کہ ’’ہم جانتے ہیں کہ خدا کے تمام صفات کبھی ہمیشہ کے لئے معطل نہیں ہوئے اور خدا تعالیٰ کی قدیم صفات پر نظر کر کے مخلوق کے لئے قدامت نوعی ضروری ہے‘‘۔(چشمۂ معرفت خزائن ج ۲۳ ج ۱۶۹)۔

مرزا قادیانی کی اِس عبارت کی کامل وضاحت اُن کے سالے میر محمد اسحاق کی زبان سے سنئے،فرماتے ہیں:

۱...... ’’ہمارا ایمان ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مالک ہے۔اسی طرح وہ ہمیشہ سے خالق بھی ہے۔وہ ہمیشہ سے پیدا کرتا اور فنا کرتا چلا آیا ہے۔ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی مخلوق اس کے ساتھ چلی آرہی ہے‘‘۔(حدوث روح و مادہ ص ۳)۔

۲......’’یہی مذہب صحیح ہے کہ......قدیم سے خدا تعالیٰ مخلوقات پیدا کرتا آیا ہے اور ابد تک پیدا کرتا رہے گا‘‘(حدوث روح و مادہ ص ۷)۔

۳......’’جاننا چاہئے کہ چونکہ بعض ناواقف مناظر جو اسلام کی تعلیم سے کما حقہ واقفیت نہیں رکھتے۔سلسلہ کائنات کی ابتدا مانتے ہیں اور خدا کی صفت خلق کا ایک خاص وقت سے کام شروع کرنا تسلیم کرتے ہیں......خدا کے خلق کرنے کی کوئی ابتدا نہیں،بلکہ جب سے خدا ہے (اور وہ ہمیشہ سے ہے) تبھی سے وہ مخلوق پیدا کرتا چلا آیا ہے اور جب تک وہ رہے گا اور وہ ہمیشہ رہے گا۔اس وقت تک وہ مخلوق پیدا کرتا چلا جائے گا۔نہ خدا کے خلق کرنے کی ابتدا ہے نہ انتہا نہ پہلی مخلوق گذری ہے نہ آخری مخلوق پیدا ہوگی۔بلکہ ہر مخلوق کے بعد مخلوق ہوگی اور سلسلہ پرواہ سے انادی ہے۔‘‘(حدوث روح و مادہ ص ۲۴۴)۔

مختصر یہ کہ مرزا قادیانی آریوں کی طرح سلسلۂ کائنات کو قدیم اور وید کو الہامی کتاب مانتے ہیں اس لیے وہ پکے آریہ تھے۔مرزا قادیانی کے امتیو! یہ تو بتلاؤ کہ جب تمھارے پیغمبر،وید کو الہامی اور اس کی تعلیمات کو اسلامی تسلیم کرتے ہیں اور سلسلہ کائنات کو قدیم کہتے ہیں،تو اب تمھارا آریوں کے مقابلہ میں الہام وید وغیرہ پر مناظرہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور کیا یہ مرزا قادیانی کی کھلی نافرمانی نہیں؟ جس کی سزا مرزا قادیانی کی وحی میں جہنم ہے۔تو تیلی بھی کیا اور روکھا بھی کھایا۔اللہ اکبر! مرزا قادیانی بقول خود وہ مسیح موعود ہیں،جو کفر وشرک مٹانے کے لئے اور ترقی اسلام اور توحید الٰہی کو اپنے مخصوص انداز میں پھیلانے کے لیے دنیا میں رونق افروز ہوئے تھے مگر افسوس کہ:

مرزا قادیانی نے مے پی کر یہ کیسی چال کی
محتسب سے جا ملے رندوں کے مخبر بن گئے

صداقت احمدیت کا جواب:

ہمارے رسالہ کی اشاعت کا لازمی نتیجہ تھا کہ قصر مرزائیت میں زلزلہ آجائے اور کرشن قادیانی کے پجاریوں اور پنڈتوں میں صف ماتم بچھ جائے اور وہ منہ بسور بسور کر بیاس کے

کنارے خیمہ زن قادیانی مستورات کی طرح سوگوارانہ حیثیت سے آنسو بہائیں۔ چنانچہ خرد جال (ریل گاڑی) کے گارڈ مسٹر فضلہ اور اُن کے برخوردار ضیاع الحق جملہ مرزائی اسلحہ سے مسلح ہوکر سامنے آئے اور بزرگوار کی طرح گولیوں اور گندگیوں اور بدکلامیوں کا ایک دفتر (صداقت احمدیت) کے نام سے پیش کیا۔ ان ابوجہل و ابولہب کی گالیوں و دریدہ دہنیوں کے جواب میں وہی عرض کروں گا کہ جو میرے سچے رہنما و سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''اللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ، او کما قال'' مرزائیت کے خردار و برخوردار تو اپنے باوا جی سنت پر عمل کر رہے ہیں کہ ان کے بزرگوار کی دشنام آلود تیر سے نہ خالق محفوظ رہا نہ مخلوق، اور میں اپنے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت حسنہ پر عمل کروں گا، جو گالیوں کے معاوضہ میں دعائیں فرماتے تھے۔ انشاء عنقریب میرا رسالہ ''مغلظات مرزا'' نامی منصۂ شہود پر آنے والا ہے۔ جس میں منشی غلام احمد قادیانی کے بیشمار گالیوں کو یکجا کر کے ان کی اخلاقی تصویر کو عریاں کیا گیا ہے۔ جس سے مرزائیت کے نومولود نبی جی کے ایمان و اسلام کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کی فریب کاریاں بھی ظاہر ہو جائیں گی۔

میں نے اپنے رسالہ میں مرزا قادیانی کے آریہ ہونے کے ثبوت میں دو چیزیں پیش کی تھیں۔ اوّل یہ کہ مرزا قادیانی، قادیانی پیغمبر نے آریوں کے وید کو خدا کی ایسی الہامی کتاب مانا ہے، جو ہر قسم کی غلطیوں سے پاک ہے اور اسلام کی تمام تر تعلیمات ویدک مت کے کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔ تو اس اقرار و تسلیم کا لازمی نتیجہ یہ ہی ہوگا کہ وید ایسی الہامی کتاب ہے جس کی رہبری و رہنمائی میں انسان نہ صرف خدا پرست بن سکتا ہے، بلکہ الہامی کتاب اور اسلامی تعلیم کی موافقت کی وجہ سے انسان خدا پرست بنے گا۔ اگرچہ مرزا جی اپنی مشہور بدحواسی کی وجہ سے یہ بھی کہہ گئے کہ: ''وید خدا کا کلام نہیں اور قانون قدرت کے خلاف ہے۔'' (چشمہ معرفت ملخصا خزائن ج۲۳ ص۷۷، ۱۰۱)۔ ''اور وید ایک گمراہ کرنے والی کتاب ہے۔'' (حوالہ مذکور خزائن ص۷۷)۔

مگر مرزائیت کے اس مصنوعی رسول کی مضحکہ انگیز اختلاف بیانی سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اس حقیقت کو آشکارہ کرنا منظور ہے کہ غلمدیت کا آسمانی دولہا وید کو الہامی ماننے اور ہر قسم کی غلطیوں سے پاک سمجھنے اور اس کو اسلامی تعلیم کا مرقع سمجھنے کی وجہ سے آریہ تھے۔

اس وجہ کی جواب دہی میں مرزائیت کے کاسہ لیس ابولہب برخردار نے حسب سنت مرزا، آئیں بائیں شائیں کر کے اپنے حجر اسود کے آریہ پن کو چھپانے کی اِس طرح کوشش کی کہ ان کا آریہ ہونا خود، برخردار کے ہاتھوں ظاہر ہو گیا۔ کیوں کہ ابولہب برخوردار کو یہ تسلیم ہے کہ ہمارے قادیان کے ابا جان، وید کو خدا کی کتاب مانتے ہیں۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقے کو خدا پرست نہیں بنا سکتی اور نہ بنا سکتی تھی۔ لیکن اس ارشاد مرزا قادیانی کے ساتھ ہی اس عبارت کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا کہ ''جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کے کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔'' (پیغام الصلح خزائن ج۲۳ ص۴۴۵)۔

جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اسلام کی تمام تعلیمات کا ذخیرہ ویدک مت کی صرف ایک شاخ میں موجود ہے۔ تو پھر کیوں ایسی کتاب خدا پرست نہیں بنا سکتی اور غور تو کرو کہ تمہارے نبی مرزا قادیانی وید کو الہامی کتاب ماننے کے باوجود بھی یہ کہتے ہیں کہ خدا پرست نہیں بنا سکتی اور نہ بنا سکتی تھی۔ کیا کوئی الہامی کتاب ایسی بھی ہے جس کی تعلیم نے کبھی کسی کو خدا پرست نہیں بنایا اور نہ بنا سکے گی؟

ناظرین! مرزا قادیانی کے ان الفاظ ''نہیں بنا سکتی اور نہ بنا سکتی تھی'' کو انصاف سے دیکھیں کہ یہ صحیح ہے یا صرف مراقی دماغ کی پیداوار ہے۔ مرزائیت کے بت کے پجاریو! اسی برتے پر سامنے آئے ہو، یاد رکھو! مرزا قادیانی کو ''آریہ مت'' سے نکالنا آگ کے انگاروں پر کھیلنا ہے۔

ایک الزام اوراس کا جواب:

برخوردار ابولہب نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے مرزا قادیانی کی عبارتوں میں تحریف کی ہے۔مگر یاد رکھو! میں اور میرا قلم، اس قسم کی تحریف سازیوں سے پاک اور بالکل پاک ہے۔ البتہ دیکھو کہ یہ قادیان کے ''معجون مرکب'' کی تحریف سازیوں نے کس قدر دھوم مچا رکھی ہے کہ آپ کی یہودیانہ خصلتوں سے نہ قرآن کریم محفوظ رہا نہ احادیث کا مقدس ذخیرہ، نہ اولیاء کی کتابیں نہ علماء کے نوشتہ جات۔ اب اپنے پیغمبر کی تحریفات سنو!۔

۱...... ''اور میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے۔ اور خدا اسوقت وُہ نشان دکھائیگا جو اُس نے کبھی دکھائے نہیں گویا خدا زمین پر خود اُتر آئیگا جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ **یوم یاتی ربک فی ظلل من الغمام** ۔(حقیقۃ ص ۱۵۸ مطبوعہ ۱۹۰۷ء قادیان) بتاؤ یہ عربی عبارت قرآن کریم میں کس جگہ ہے؟ [۱]

۳...... ''جواب شبہات **الخطاب الملیح فی تحقیق المھدی و المسیح.** جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے خرافات کا مجموعہ ہے''۔(ضمیمہ براہین احمدیہ خزائن ج ۲۱ ص ۳۱۷)۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب تصنیف کردہ نہیں ہے۔

۴...... ''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے۔'' (اربعین نمبر ۳ خزائن ج ۱۷ ص ۳۹۴، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ

---

[۱] قرآن مجید میں تحریف کی یہ بدترین مثال ہے جو مرزا نے کی ہے۔ اصل آیت اِس طرح ہے ''ھَلْ یَنظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّأْتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ ،البقرۃ ۲۱۱'' اگرچہ نبی کے کلام و بیان میں اس کی امت کے لیے جائز نہیں کہ کوئی تغیر و تبدل کرے لیکن روحانی خزائن کے نام سے طبع شدہ موجودہ ایڈیشن کے ص ۱۵۸ میں مرزائیوں نے اپنے افیونی نبی کی اِس بھیانک غلطی کی تصحیح کر ڈالی ہے، خدا کرے کہ اُن کو مرزا کے دعوی نبوت و مسیحیت کی تصحیح کی بھی توفیق ملے۔

خزائن ج ۱۷ ص ۴۵)۔

سہارنپور میں نجاست پھیلانے والے غلمد یو! بتاؤ یہ مضمون موصوف الصدر مولوی صاحبان نے اپنی کس کتاب میں لکھا ہے؟ اگر تطویل مانع نہ ہوتی تو تمھارے کرشن اوتار کی فریب کاریوں، تحریف سازیوں، مغالطہ دہیوں کو پورے طور پر لکھ کر بتایا جاتا کہ اے ابوجہل اور ابولہب تیرے پیغمبر کی یہ پیغمبرانہ کاروائیاں ہیں۔ اگر خود شرم وندامت ہے تو ڈوب مرو۔

قادیانی مغالطہ:

ابولہب یہ بھی کہتا ہے کیا آپ یا آپ کی طرح تمام مسلمان جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے مصدق اور اور تورات کو خدا کی طرف سے ماننے والے ہیں سب کے سب یہودی ہیں۔

الجواب:

تورات کی الہامیت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرنا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معین کر کے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ان پر ایک کتاب تورات نازل ہوئی ہے۔ جو اس وقت محرف موجود ہے۔ بخلاف اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ نے وید کے الہامی ہونے اور اس کے رشیوں کی نبوت کی تعیین کر کے مسلمانوں کو تصدیق کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔ لہٰذا جو شخص فرمودۂ الٰہی کے خلاف جزم ویقین کے ساتھ وید کو خدا کی کتاب مانے اور اس کی تعلیمات کو اسلام کی تعلیمات کے موافق کہے، اس کے آریہ ہونے میں کیا شک ہے اور'' وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ :الرعد٧، وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ : فاطر ۲۴۔ کے رُو سے آریوں کے رشیوں کی نبوت اور وید کی الہامیت جزم و یقین کے ساتھ یقین نہیں ہوسکتی۔ البتہ ممکن ہے کہ اس قوم میں بھی ہادی ورہنما آئے ہوں، **فافترقا!** اس لیے محض اس طرح سے کہنے میں نہ کوئی آریہ ہوسکتا ہے اور نہ ہندو۔ بلکہ مرزا

قادیانی کی جو حیثیت اس سلسلہ میں پیش کی گئی ہے، وہ نرالی ہے اور ان کے آریہ ہونے کے لیے کافی وزائد ہے۔

دوسری وجہ یہ پیش کی گئی تھی کہ مرزا قادیانی بھی آریوں کی طرح سلسلۂ دنیا کو قدیم وازلی مانتے ہیں۔ جیسا کہ رسالہ ہٰذا سے ظاہر ہے اور سالے صاحب نے بھی اپنے بہنوئی کی اس معاملہ میں تائید کی ہے۔ اس پر ابوجہل کے برخردار ابولہب نے وہ لکھا کہ جس سے ان کی لہابت و جہالت نقش کالحجر ہوگئی؛ دیکھئے کس منطقیانہ انداز میں کہتے ہیں کہ لفظ مخلوق خود بتا رہا ہے کہ یہ قدامت کا مقتضی نہیں۔ اس کے معنی یہی ہوئے کہ مخلوق میں قدیم ہونے کا اقتضاء نہیں ہے۔ بہت اچھا؛ درست ہے۔ لیکن آگے اپنے علم وخرد کی نمائش اس طرح کرتے ہیں: ''بلکہ مخلوق جس صفت قدیم کا نتیجہ ہے۔ اس پر نظر کر کے اگر اس کی قدامت نوعی تسلیم کی جائے تو پھر کیا مخلوق مخلوق نہیں رہتی''۔ جبکہ مخلوق میں نہ قدامت کی صلاحیت ہے نہ اقتضاء تو پھر کیسے وہ قدیم ہوسکتی ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ برخوردار نے قدامت نوعی کے معنی بالکل نہیں سمجھے اسی وجہ سے یہ بھول بھلیاں میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''مخلوق کی قدامت نوعی (نہ کہ قدامت حقیقی) تسلیم کی ہے۔'' (چشمہ معرفت خزائن ج۲۳ ص۱۶۹)۔

اس بے چارے ابولہب ابوجہل اور اسی طرح اور بھی جو شیخ نجدی وغیرہ یہاں موجود ہیں کسی کی سمجھ میں یہ مضمون نہیں آیا اور بغیر سمجھے بوجھے گھوڑے دوڑائے ہیں۔ چنانچہ ایک اور ابولہبی لطیفہ سنیے! ''پس جب صفت خلق ہے تبھی سے مخلوق ہے اور چونکہ صفت خلق مخلوق نہیں، بلکہ قدیم ہے مگر مخلوق حادث ہے۔ پس صفت کی قدامت کو مدنظر رکھتے ہوئے مخلوق کی قدامت نوعی تسلیم کی جاسکتی ہے۔'' (ص۱۸)۔

اوّل جملہ میں صفت خلق کے ساتھ مخلوق کا ہونا بتایا گیا ہے مگر پھر یہ کہا کہ مخلوق حادث ہے با ایں ہمہ اس کی قدامت تسلیم کی جاسکتی ہے۔ یہ مضحکہ انگیز اختلاف بتا رہا ہے کہ لکھنے والے کا دماغی پرزہ خراب ہوچکا ہے۔

مضحکہ خیز اختلافات:

علاوہ اس اختلاف وافتراق مضامین کے مرزائیوں کے خلیفہ کے بھی خلاف ہے۔ خلیفہ مرزا کہتا ہے: ''لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے قدامت نوعی کا بھی وہ مفہوم نہیں لیا جو دوسرے لوگ لیتے ہیں۔ جو یہ ہے کہ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے۔ یہ ایک بیہودہ عقیدہ ہے اور نہ مسیح موعود اس کے قائل ہیں۔ یہ کہنا کہ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ اور دونوں باطل ہیں۔'' (مسیح موعود کے کارنامے ص۳۹)۔

تعطل صفات کا مسئلہ تم بے چارے تو کس کھیت کے مولی ہو؛ تمہارے نبی مرزا قادیانی اور ان کے دسترخوان کے ریزہ چینوں کے دماغ میں نہیں آیا۔ اس وجہ سے وہ قدامت مخلوق کے قائل ہیں۔ سنو! علم کلام میں یہ مسئلہ مکمل طور پر بیا کیا گیا ہے کہ صفت خلق وملک وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفات اضافی ہیں۔ جن میں یہ صفت تو قدیم ہے، مگر اس کا تعلق حادث ہوتا ہے۔ اس لیے صفت خلق قدیم مگر اس کا تعلق (مخلوق) حادث ہے۔

مرزا قادیانی کے چند پیغمبرانہ لطائف (بہ لفظ گاف):

اس سلسلہ میں میں چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کے چند پیغمبرانہ لطائف ناظرین کے تفنن طبع کے لیے پیش کروں۔

۱..... ''ہم جانتے ہیں کہ خدا کے تمام صفات کبھی ہمیشہ کے لئے معطل نہیں ہوئے۔'' (چشمۂ معرفت خزائن ج۲۳ ص۱۶۹)۔

۲..... ''ہم نے ہمیشہ کے لئے اس لئے شرط لگادی ہے کہ خدا کی صفات میں سے ایک وحدت بھی ہے کیونکہ اُس کی ذات کے لئے کسی دوسری چیز کا وجود ضروری نہیں اس لئے وہ بھی زمانہ آئے گا کہ خدا کل نقش موجودات کا مٹا دے گا تا اپنی وحدت کی صفت کو

ثابت کرے اور ایسا ہی پہلے بھی زمانہ آچکا ہے۔'' (چشمہ معرفت خزائن ج ۲۳ ص ۱۶۹)

نور! ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہ ہوا کہ باری تعالیٰ کی صفات کبھی نہ کبھی ضرور معطل ہوں گی۔ مگر مرزا قادیانی کا یہ فرمانا غلط ہوگیا کہ ''خدا تعالیٰ کی قدیم صفات پر نظر کر کے مخلوق کے لئے قدامت نوعی ضروری ہے'' (چشمہ معرفت خزائن ج ۲۳ ص ۱۶۹) میں کہتا ہوں کہ جب آپ نے خدا کی وحدت محضہ ثابت کرنے کے لیے صفات کا تعطل جائز رکھا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ صفت خالقیت معطل ہو اور سلسلہ دنیا پیدا نہ ہو۔ پھر قدامت نوعی کیسی اور کیوں؟۔ اسی کے موافق ایک اور حوالہ سنئے! جس کو میں ہندسے لگا کر فقروں میں تقسیم کرتا ہوں۔

۱ ''بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دائمی طور پر تعطّل صفات الٰہیہ کبھی نہیں ہوتا۔''

۲ ''اور بجز خدا کے کسی چیز کے لئے قدامت شخصی تو نہیں مگر قدامت نوعی ضروری ہے۔''

۳ ''اور خدا کی کسی صفت کیلئے تعطّل دائمی تو نہیں مگر تعطّل میعادی کا ہونا ضروری ہے۔''

۴ ''اور چونکہ صفت ایجاد اور صفت اِفنا باہم متضاد ہیں اس لئے جب افنا کی صفت کا ایک کامل دور آجاتا ہے تو صفت ایجاد ایک میعاد تک معطل رہتی ہے۔''

۵ ''غرض ابتدا میں خدا کی صفت وحدت کا دور تھا اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس دَور نے کتنی دفعہ ظہور کیا بلکہ یہ دَور قدیم اور غیر متناہی ہے بہر حال صفت وحدت کے دَور کو دُوسری صفات پر تقدّم زمانی ہے۔''

۶ ''پس اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ ابتداء میں خدا اکیلا تھا اور اُس کے ساتھ کوئی نہ تھا اور پھر خدا نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا۔'' (چشمہ معرفت خزائن ج ۲۳ ص ۲۷۵)۔

حضرات غور فرمایئے! ایک ہی حوالہ میں قادیانیوں کا سلطان المتکلمین کیسی مضحکہ انگیز بیانیوں میں مبتلا ہے اور کیا کوئی ان حوالہ جات کو دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہے ان کا لکھنے والا قدامت

نوعی کا قائل ہے؟۔'' اِلاّ مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ '' اس کے خلاف ملاحظہ فرمایئے۔

۱...... ''اس (خدا) کے اسماء اور صفات کبھی معطّل نہیں ہوسکتے'' (چشمہ مسیحی خزائن ج ۲۰ ص ۳۸۰)۔

۲...... ''خدا تعالیٰ کی صفات کو معطّل کرنے والے سخت بدقسمت لوگ ہیں'' (چشمہ مسیحی خزائن ج ۲۰ ص ۳۸۳)۔

۳...... ''یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے صفات کبھی معطل نہیں ہوتے''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۵)۔

ان سب کے خلاف ایک اور حوالہ سنئے!

۱...... ''یاد رہے کہ جس طرح ستارے ہمیشہ نوبت بہ نوبت طلوع کرتے رہتے ہیں اسی طرح خدا کے صفات بھی طلوع کرتے رہتے ہیں۔ کبھی انسان خدا کے صفاتِ جلالیہ اور استغنائے ذاتی کے پرتوہ کے نیچے ہوتا ہے اور کبھی صفات جمالیہ کا پرتوہ اس پر پڑتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ''۔ (چشمہ مسیحی خزائن ج ۲۰ ص ۳۶۹)۔

نور! ناظرین کرام! ان اختلاف بیانیوں کے باوجود بھی کرشن قادیانی اپنے آرین عقائد کے رُو سے آریہ اور پکے آریہ تھے۔ خر دجال کے محافظ اور اس کے حاشیہ نشین تو بے چارے کیا اس گورکھ دھندے کو درست کر سکتے ہیں؛ اگر پنڈت نور الدین، پنڈت محمود، پنڈت محمد علی، بلکہ خود ان کے مہا گُرو بھی اپنی پوری قوت صرف کر دیں تو اس الجھی ہوئی گتھی کو نہیں سلجھا سکتے ہیں۔ اگر ہمت ہو تو اپنے اوّلین و آخرین کو لے کر آؤ اور پیغمبر مرزا قادیانی کو آریہ ہونے سے نکالو۔

مرزائیوں کو پنڈت لکھنے اور کہنے میں حق بجانب:

اسی آریہ ہونے کی وجہ سے مرزا قادیانی کی زندگی میں بزبان ہندی ایک منظوم رسالہ

’’کرشن اوتار‘‘ نامی قادیان سے شائع ہوا تھا۔جس میں مرزا قادیانی اور انکے دم چھلوں کے محاسن بیان کیئے گئے تھے اور مرزا قادیانی کے اوّل یار (نورالدین) کے حق میں یہ شعر تھا۔

پہلے پریم پنتھ جو رانچے
نور دین پنڈت وا ہو سانچے

اس لیے غلمدیت کے تمام پجاریوں کو پنڈت لکھنے اور کہنے میں ہم حق بجانب ہیں۔

کرشن قادیانی عیسائی تھے:

اب میں ناظرین کی معلومات کے لیے اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھاتا ہوں کہ کرشن قادیانی عیسائی تھے۔اس لیے کہ عیسائیوں کا اصل اصول عقیدہ تثلیث ہے۔جس کے مرزا قادیانی قائل تھے۔دوسرے مرزا قادیانی عیسائیوں کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان کو یہودیوں نے مصلوب کیا اور مردہ سمجھ کر دفن کر دیا تھا۔مگر حقیقت میں وہ صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ مردہ جیسے ہوگئے تھے۔اسی وجہ سے موجودہ عیسائی مرزا قادیانی اوران کے تمام حواریوں کو اپنی برادری میں شامل سمجھتے ہیں۔

پاک تثلیث مرزا:

’’اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح بن مریم مشابہت رکھتے ہیں وہ کیا شئے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قویٰ میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اُوپر کو جاتی ہے۔نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی دل سوزی اور غم خواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اُسکے مستعد شاگردوں میں ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے ان تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے۔اُوپر کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی

ہوئی ہے جو اوّل بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر اُن دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کے چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔سو اس درجہ کے انسان کی روحانی پیدائش اس وقت سے سمجھی جاتی ہے جب کہ خدا تعالیٰ اپنے ارادہ خاص سے اس میں اس طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اس مقام اور اس مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھرگئی ہے ایک نیا تولّد بخشتی ہے۔اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالےٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس اِن دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اِن دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جسکو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھہرا دیا ہے۔(توضیح مرام خزائن ج۳ص ۶۱،۶۲)۔

ناظرین کرام! مرزا قادیانی نے اپنی پاک تثلیث کی ایسی خوبی سے تشریح کی ہے کہ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!۔

عیسائیوں کی جانب سے مرزائیوں کو اپنی برادری میں شامل کرنے کا اعلان:

مرزا قادیانی کے اس عقیدہ پاک تثلیث اور دوسرے امر مذکور کو دیکھ کر عیسائیوں نے مرزائیوں کو اپنی برادری میں شامل کر کے یہ اعلان کیا:

ا......’’اس کی کیا وجہ ہے کہ اہل اسلام مرزائیت کو مسیحیت اس کے اماموں کو پادری

اور پیروؤں کو عیسائی اور تمام احمدیہ جماعت کو مسیحی امت کہتے ہیں؟۔ جواب یہ ہے کہ آج تک مسلمان یہ مانتے رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صلیب نہیں دی۔ مگر مرزائی کہتے ہیں کہ ان کو یہودیوں نے مصلوب کیا اور یہ سمجھ کر دفن بھی کر دیا کہ وہ مر گئے۔ مگر دراصل وہ صلیب پر مرے نہ تھے۔ بلکہ مردہ سا ہو گئے۔ یعنی مسیحیوں کا سارا عقیدہ مان گئے۔ صرف سا کی کسر رہ گئی۔ اب ہمیں مسلمانوں کو یہ منوانا سہل ہو گیا کہ حضرت مسیح مصلوب ہو گئے اور اسی پر تمام مسیحی دین کا دارومدار ہے کیونکہ پولوس رسول فرماتے ہیں کہ اگر مسیح مصلوب نہیں ہوا تو تمھارا ایمان بے فائدہ ہے۔ ۴۰ کروڑ مسلمانان عالم کو مسیح کی مصلوبیت منواتے پنجابی نبی خدا جانے کس منہ سے کہتے پھرے کہ میرے دم سے عیسائیت کا نام ونشان مٹ جائے گا۔'' (مسیحی رسالہ المائدہ بابت ماہ مارچ ۱۹۳۵ء ص ۴ لاہور)۔

رسالہ المائدہ کے مدیر ایم کے خان نے مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ کو ایک خط لکھا ہے۔ جس کو مولانا موصوف نے اپنے اخبار اہل حدیث مورخہ ۳/مئی ۱۹۳۵ء میں درج کیا ہے۔ اس جگہ اخبار مذکور سے وہ خط نقل کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

۲...... ''ہم ہیں اصل عیسیٰ مسیح کے ماننے والے اصلی مسیحی، اور الفضلی اور پیغامی ہیں نقلی وجعلی مسیح موعود کے پیرو، یعنی نقلی وفرضی مسیحی ہم اپنے اماموں کو پادری کہتے ہیں۔ اس لئے ہماری مناسبت سے انہیں بھی پادری کہنا اور پادری کہلانا ضروری ہے'' نور! ان دونوں بھائیوں عیسائیوں ومرزائیوں میں جو اصل ونقلی عیسائی ومسیحی ہونے میں جھگڑا ہے تو اس میں ہم مسلمانوں کو دخل در معقولات کا کوئی حق نہیں لیکن اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو میں عیسائی دوستوں سے یہ گذارش کروں گا کہ مرزائی صاحبان آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ اگر چھوٹا بھائی ناراض ہو گیا ہے تو بڑے بھائی کو چاہیئے کہ اپنے لطف وکرم سے اس کو راضی کرے۔ مگر یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ آپ دو بھائیوں میں صلح وصفائی کے تمام مراحل طے ہو گئے ہیں۔ صرف ایک ''سا'' کی کسر رہ گئی ہے۔ خدا کرے یہ ''سا'' بھی مٹ جائے اور دونوں

بھائیوں میں حقیقی برادرانہ سلوک پیدا ہو جائے۔ آمین!

بہر حال اللہ کے فضل وکرم سے یہ حقیقت آشکارہ ہو گئی کہ کرشن قادیانی آریہ تھے یا عیسائی۔ اسلام میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

میرے پہلو سے گیا، پالا ستمگر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

نوٹ: اگر کوئی خر دجال کے (ریل گاڑی) ''گارڈ'' یا یاجوج ماجوج کے پوسٹ آفس کے کلرک، یا نئے نبی مرزا قادیانی کے کوئی نئے امتی، یا دندان ساز...... وغیرہ اپنے پیغمبر مرزا قادیانی کے آریہ پن اور ہندوانہ مذہب اور انگلشی نبوت کی کرشمہ سازیوں کو دیکھ کر بلبلا اٹھیں اور باوجود سعی بسیار اس کے جواب دینے کی پھر ہمت کریں تو یہ ضروری ہے کہ وہ دیکھ لیں سامنے کون ہے۔ کیونکہ: ع

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

خادم اسلام

نور محمد

از مدرسہ مظاہر علوم سہانپور

۷/مئی ۱۹۳۵ء۔ ۳/صفر ۱۳۵۴ھ

جواب حقانی

مؤلفہ
قاضی اشرف حسین رحمۃ اللہ علیہ

اظہار تشکر

ناموس رسالت کے علمبردار، امین ملت بندہ محفوظ الرحمٰن عثمانی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

ضلع سپول میں ایک منحوس قادیانی مجسٹریٹ کی سرپرستی میں جب قادیانیت نے سر اٹھایا تو جامعۃ القاسم کے کارکنان واساتذہ نے اس کی سرکوبی کے لئے ہر ممکن خدمات پیش کیں۔ ابتدا میں اگر چہ نہایت حوصلہ شکن حالات سے گذرنا پڑا، قادیانیوں نے جامعہ کے ساتھ میری ذات کو بھی مخدوش کرنے بلکہ نابود کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا؛ لیکن خدا تعالیٰ کی مہربانی دیکھئے کہ ہر میدان میں قادیانیوں کو ذلیل ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانی مجسٹریٹ کو رسوا کر کے اس کی کرسی چھین لی اور وہ گاؤں جو قادیانیوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے ان کو سیلاب کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے نابود کر کے قادیانیوں کو پوری دنیا کیلئے عبرت کا سبق بنا دیا۔ موضع ’’بیر پور، شنکر پور، بسنت پور، کسہر راضی‘‘ وغیرہ مواضعات کو آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہاں کوسی ندی بہہ رہی ہے اور ان کے باشندگان میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد جانی و مالی اور جائیداد کا نقصان ہوا ہے جو باعث عبرت ہے۔ قادیانیوں پر مرزا قادیانی کو نبی ماننے کے نتیجہ میں خدا کا ایسا غضب نازل ہوا کہ اُن کے ساتھ اُن منافقوں کی نسلیں بھی تمام تر مال ومتاع کے ساتھ ہمیشہ کے لئے نابود ہو گئیں جنھوں نے قادیانیوں کو پناہ دی تھی۔ جبکہ مسلم آبادیوں پر خدا کا فضل ہوا، خود جامعۃ القاسم اِس بھیانک طوفان کی زد میں اگر چہ راست طور پر تھا لیکن خدا کا کرم دیکھئے کہ نہ صرف یہ

کہ خود محفوظ رہا بلکہ دس ہزار سے زائد افراد کی جانیں بھی جامعہ کے ذریعہ محفوظ رہیں۔ جزوی نقصانات جو کچھ ہوئے بھی تو معمولی۔ **فالحمد للہ علی ذالک .**

جامعۃ القاسم اور اس کے خدام کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت بھی دی کہ ۱۹/۲۰/۲۱ نومبر ۲۰۰۸ء میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کی زیر نگرانی، جامعۃ القاسم میں کوسی، پورنیہ، اور بھاگلپور کمشنریوں کے علماء پر مشتمل سہ روزہ کامیاب و تاریخی تربیتی کیمپ و یک روزہ اجلاس عام منعقد ہوا جس میں پانچ سو سے زائد علماء کو اکابر علماء کے ہاتھوں اعزازی سند شرکت اور موضوع سے متعلق قیمتی کتابوں کے سیٹ جسے جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے تعاون سے دارالعلوم دیوبند نے فراہم کیے تھے، بطور ہدیہ پیش کیے گئے۔

اس کے علاوہ جامعہ کے تعاون وتحریک سے ۱۵ دسمبر ۲۰۰۸ء کو تاتارپور بھاگلپور اور ۱۶/دسمبر کو قادیانیوں کے ہیڈ کوارٹر قصبہ غازی پور ضلع مونگیر میں، ۱۷/دسمبر کو حضرت مونگیریؒ کے شہر مونگیر کے محلّہ دلاور پور، محلّہ حاجی سبحان، محلّہ اکرام نگر میں کامیاب اجلاس عام منعقد کئے گئے اور قدیم شاہجہانی جامع مسجد کے میدان میں بڑے پیمانے پر تاریخی اجلاس عام منعقد کیا گیا جس کا اہتمام جامع مسجد کے امام حضرت مولانا عبداللہ بخاری صاحب نے کیا تھا۔ ۱۹/۲۰/۲۱ دسمبر ۲۰۰۸ء میں سرزمین سپول پر جامعہ انوار محمدیہ، مہیش پور بستی میں بھی سہ روزہ تربیتی کیمپ و یک روزہ تاریخی اجلاس عام منعقد کیا گیا جس سے قادیانیت سے متأثر لاتعداد لوگ قادیانیت پر لعنت برساتے ہوئے دوبارہ داخل اسلام ہوئے۔ مونگیر اور سپول کے تمام پروگرام کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کی رہنمائی اور جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے تعاون سے اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند، حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، حضرت مولانا محمد سلمان ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے معتمد مفتی راشد قاسمی، حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے معتمد نور الحق رحمانی

اور سابق نائب مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری نے اجلاس کی مختلف نشستوں کی صدارت فرمائی۔ ان پروگراموں میں حضرت مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی، صدر مجلس شرعیہ کونسل، ڈیوزبری، انگلینڈ، حضرت مولانا مفتی احمد دیولا، بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات، بالخصوص حضرت مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری کے تاریخی بیانات ہوتے رہے فالحمد للہ علی ذالک۔

جامعہ کو تیسرا اعزاز اللہ رب العزت نے یہ بھی بخشا کہ سرزمین سپول کی ایک عظیم ہستی اور تحفظ ختم نبوت کے قدیم سپاہی، حضرت قاضی اشرف حسین صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وراثت اور حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کو زندہ وتابندہ کرنے کی توفیق بخشی۔ آج ہم خدا کے حضور جس قدر بھی شکر وسپاس کے سجدے بجالائیں، کم ہے۔

زیر نظر کتاب ۹۴ سال سے نایاب تھی اور اس کا ایک نسخہ حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب ناظم حضرت مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری مدظلہ کو دستیاب ہوا، حضرت موصوف نے تربیتی کیمپ کے موقع پر بغرض طباعت میرے حوالے کیا، میں نے اس کو اپنے اور جامعۃ القاسم کے لئے سعادت جانا اس لئے بلا تاخیر طباعت کا فیصلہ کرلیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا گورکھپوری کو اپنے شایان شان جزاء خیر عطا فرمائے اور اُن کا سایہ تادیر امت پر قائم رکھے، آمین۔ اس سلسلہ میں وہ ہم سبھی کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس موقع پر ہم شکر گذار ہیں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا صغیر احمد رحمانی صاحب مدظلہ کے بھی کہ حضرت موصوف نے بندہ کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے قاضی صاحبؒ کی سوانح عمری کو سرکاری کاغذات کی مدد سے مرتب فرمایا۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور جامعۃ القاسم کے تمام معاونین کے لئے اس کو اپنی رضامندی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

☆☆

تقریظ

مولانا صغیر احمد رحمانی مدظلہ العالی
رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

شمالی بہار کے مختلف اضلاع سے قادیانیت کے زہریلے جراثیم کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے کانپور سے ترک وطن کر کے مستقل مونگیر میں سکونت اختیار کی اور قادیانیت کے خلاف کتب ورسائل کے انبار لگا دیئے۔ الحمد للہ آپ کی کسی کتاب کا جواب مرزائی آج تک نہ دے سکے اور نہ انشاء اللہ آئندہ دے سکیں گے۔

حضرت مونگیریؒ کے ایک مرید باصفا جناب قاضی اشرف حسین صاحب رحمہ اللہ علیہ سپول (بہار) کے رہنے والے تھے آپ کی تحریروں اور کارناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم انسان اور سپول کے علاقہ میں تحفظ ختم نبوت کے بیباک مجاہد تھے۔ تقریباً ایک صدی قبل قاضی صاحب کا جو خط "جواب حقانی" کے نام سے طبع ہوا تھا اس کی حصول یابی اور دور حاضر میں استفادہ کے قابل بنانے کا سہرا حضرت مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری کے سر جاتا ہے جنھوں نے بڑی جدوجہد کے ساتھ حیدرآباد سے حاصل کر کے طباعت کے لئے عزیز مکرم مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب کے حوالے کیا۔ میں نے ۳۸ سال درس وتدریس کے علمی میدان میں گذارے ہیں اور قادیانیت کے خلاف خوب مطالعہ کیا اور کام بھی کئے ہیں لیکن جامعۃ القاسم دار العلوم اسلامیہ مدھوبنی ضلع سپول میں منعقدہ تحفظ ختم نبوت تربیتی کیمپ کے موقع پر مولانا محترم کے گرہ کشا اور اصولی بیانات سننے کے بعد ہمہ جہت سیرابی کے

باوجود محسوس یہ ہوا کہ ہنوز تشنگی باقی ہے۔ اگر میرے ہاتھ میں ڈگری تفویض کرنے کی طاقت ہوتی تو میں آپ کو تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر ''ڈاکٹریٹ'' کی ڈگری دیتا جس کے بجا طور پر آپ مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید دینی و دنیوی ترقیات سے نوازے، آمین۔

عزیز گرامی مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب کی سعادت مندی کی بات ہے کہ موصوف نے اپنے بزرگوں کی علمی میراث کو قدر دانی کی نگاہ سے دیکھا اور اسے منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا۔ انہی کے حکم سے ناچیز نے قاضی صاحبؒ کی سوانح حیات کو سرکاری کاغذات کی مدد سے نکال کر مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سوانحی خاکہ کی حصولیابی کے سلسلہ میں تمام تر مالی مصارف مفتی صاحب نے ادا کئے فجزاہم اللہ خیراً۔ سرکاری کاغذات کی مدد سے جو تفصیلات دستیاب ہوئیں وہ درج ذیل ہیں۔

نام ونسب: اشرف حسین رحمانی ابن جناب علی ابن کریم بخش ابن خورشید علی۔

انگریزی دور حکومت میں باوجود اس کے کہ آپ انگریزی نبوت کے تار و پود بکھیرنے میں مصروف تھے، آپ کو ''خان بہادر'' کا لقب بھی ملا تھا۔ قاضی اشرف حسین کے جد اعلیٰ خورشید علی صاحب اصلاً دربھنگہ ضلع کے مشہور قصبہ ''یکہتہ'' کے باشندہ تھے انہی کے خاندان میں سے جناب محمد شفیع بیرسٹر بھی تھے جنہوں نے ہندوستان کی آزادی میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور اس جدو جہد میں دیگر سیاسی رہنماؤں کے ساتھ جیل کی کالی کوٹھریوں کے مہمان بھی بنے۔ آزادیٔ ہند کے بعد بھی آپ ہندوستان کی سیاسی افق پر روشن ستارہ بن کر چمکے۔ جناب خورشید علی مرحوم نے یکہتہ ضلع دربھنگہ (حال ضلع مدھوبنی) سے ترک وطن کر کے شہر سپول سے چار کیلومیٹر، شمال کی جانب ''مھوا'' نامی گاؤں میں بود و باش اختیار کی اور پھر یہیں مستقل قیام فرما ہوئے۔

ولادت: قاضی صاحبؒ کی پیدائش اسی ''مھوا'' نامی گاؤں میں ہوئی۔ تحقیق وتفتیش کے باوجود قاضی صاحبؒ کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔

تعلیم: سرکاری کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میٹرک تک تعلیم پائی اس کے بعد مختاری (وکالت) کی تعلیم حاصل کی۔

پیشہ: حصول تعلیم کے بعد پہلے بھاگلپور میں پرنسپل رہے پھر قانون دانی کی بنا پر وکالت کے پیشے سے منسلک ہوئے اور تاحیات اس سے وابستہ رہے۔ اور قانون دانی میں مہارت کی بنیاد پر اپنے پیشہ میں ممتاز رہے اور وکلاء کی برادری میں معزز سمجھے جاتے تھے۔

نکاح: قاضی صاحب کی پہلی شادی سپول کے ہی ایک گاؤں بیلا میں ہوئی جس سے ایک بچی تولد ہوئی لیکن ۵/ یا ۶/ سال کی عمر میں فوت ہوگئی۔ پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی شہر دربھنگہ کے ایک محلّہ ''ملکی چک'' میں ہوئی لیکن اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، یہ بیوی قاضی کی وفات کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہیں۔

رفاہی خدمات:

قاضی صاحب سماج کی خدمت میں ہمیشہ دلچسپی رکھتے تھے اس لئے ہر طبقہ کے لوگ آپ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور لوکل بورڈ کے بھی ممبر رہے اور میرج رجسٹرار سپول کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دی ہیں اسی لئے آپ قاضی کی حیثیت سے متعارف رہے۔ خدا کی بخشی ہوئی دولت، شہرت، عزت کے ذریعہ اپنی ذات سے زیادہ خلق خدا کو فائدہ پہنچایا۔ اپنی جائے پیدائش مہوا گاؤں میں صنعت وحرفت کے اعتبار سے ایک حسین وشاہکار جامع مسجد تعمیر کرائی جو اس وقت بھی نمازیوں سے آباد ہے۔ نمازیوں کی سہولت کے لئے ایک کنواں بھی کھدوایا جس پر ۲۵/ اکتوبر ۱۹۰۰ء کندہ ہے۔ اس تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کم بیش انہی تاریخوں میں جامع مسجد مہوا کی تعمیر ہوئی ہے۔ سپول شہر کی عیدگاہ کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جہاں عیدین کی نماز ابتک ادا ہوتی ہے۔ ضرورت کے لحاظ سے اُس زمانہ میں مختلف محلوں میں کنواں کھدوایا اور پانی کی سہولت بہم پہنچائی۔ اسی طرح کوآپریٹیو سوسائٹی بینک کے مکان کی تعمیر میں معقول رقم عنایت کی۔ اسی

طرح ایچ سی ویلیمس ائی سی ایس کمشنر بھاگلپور کے نام پر ہائی اسکول کی تعمیر میں پورا تعاون دیا۔ جون ۱۸۹۸ء میں ویلیم ہائی اسکول کی عمارت تعمیر ہوئی، ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۰ء میں باضابطہ ہائرسکنڈری کی تعلیم شروع ہوئی یہ ہائی اسکول اس ضلع میں تعلیم کے لحاظ سے بافیض اور مشہور ہے۔ ویلیم اسکول میں عطیہ دہندگان کے نام کا بورڈ لگا ہوا ہے، جس میں دسویں نمبر پر قاضی اشرف حسین صاحب کا نام بھی مکتوب ہے۔

علمی خدمت:

قاضی صاحب کی مستقل کوئی اور کتاب تو سامنے نہیں آئی البتہ تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر اپنے ایک شناسا ''محسن'' نامی قادیانی کو جو خطوط لکھے اُن میں سے دوسرے نمبر کا خط ''جواب حقانی'' کے نام سے کتابی شکل میں طبع ہوکر مقبول خاص وعام ہوا۔ یہ کتاب منشی سراج الدینؒ صاحب رحمانی کے زیر اہتمام مطبع خانقاہ رحمانی مونگیر سے ۱۳۳۱ھ میں طبع ہوئی تھی۔ آج ۱۴۳۰ھ ہے یعنی تقریباً ایک صدی سے یہ کتاب نایاب تھی۔ اب اُسے نئی ترتیب اور دوبارہ طباعت کی سعادت جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب کو مل رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنفؒ کو اپنی شان کے مطابق اجر وثواب عنایت فرما کر اس کتاب کا نفع عام وتام فرمائے اور جامعۃ القاسم اور اس کے بانی کو بھی نظر بد سے محفوظ رکھے، آمین۔

وفات: ۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء میں قاضی صاحب کا انتقال شہر سپول میں اپنے مکان میں ہوا لیکن تدفین مہوا گاؤں میں ہوئی، جامع مسجد کے جانب شمال میں دفن کئے گئے۔ خدا آپ کی تربت پر رحمتوں کی بارش برسائے، آمین۔

۷؍اپریل ۲۰۰۹ء بروز منگل

☆☆

مرزائی خط کا ہمدردانہ جواب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین.

عزیزم بابو محمد محسن! ہداکم اللہ

تمہارا لفافہ پہنچا، میں جو کچھ جواب تمہارے خط کا لکھ رہا ہوں اُسے بغور پڑھو اور میرے پہلے خط کو بھی اچھی طرح پھر پڑھو۔ میں نے سمجھا تھا کہ میرا پہلا خط تمھارے خیالات کی تبدیلی کے لئے کافی ہوگا مگر تمھارے خط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری سمجھ الٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سمجھ عنایت کرے اور راہ راست نصیب فرمائے، آمین۔

جس روز تمھارا خط آیا تھا اُس کے کئی روز کے بعد مجھ کو معلوم ہوا کہ تم سپول آئے تھے اور چار پانچ روز تک سپول میں مقیم رہے مگر افسوس کہ تم ہم سے نہ ملے۔ اگر ملتے تو پھر اس خط کے لکھنے کی شاید مجھ کو حاجت نہ ہوتی؛ جائے قیام سے تمھارے میرا قیام گاہ صرف ایک دو بیگھہ کا فصل ہے۔ بجز اس کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ مضمونِ خط عزیز کا نہیں تھا کسی دوسرے احمدی (قادیانی) کا تھا جس نے تم کو بہکایا ہے۔ اگر مجھ کو تمھارے آنے کی خبر پہلے سے ہوتی تو میں خود تم سے مل کر تمھاری تشفی کر دیتا۔

سنو! اور خوب غور سے سنو! مرزا صاحب نے نبی تھے نہ مامور من اللہ، نہ مسیح موعود، اور نہ کرشن جی رودّر گوپال[1] بلکہ مطابق اپنے اقرار کے جھوٹے، مفسد، دجال، کذاب؛

[1] کرشن جی رودّر گوپال ہونے کا الہام ''بدر'' ۲۹ اکتوبر و ۸ نومبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے ملاحظہ ہو البشریٰ صفحہ نمبر ۵۶ (تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا، ص ۴۲۰)۔

جیسا کہ اُن کے قول سے مفہوم ہوتا ہے۔ ایسے جھوٹے دعویٰ نبوت کرنے والے کے جال، پھندے سے نکلنے کی جلد کوشش کرو! اپنے ایمان کے دشمن مت بنو! واضح ہو کہ قیامت کے دن جس روز اللہ جل شانہٗ عدالت فرمائے گا اور وہ دن ایسا سخت ہوگا، جس کے شان میں ''یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ''(عبس، آیت: ۳۴۔۳۵) [1] وغیرہ وغیرہ آیا ہے۔ تمھارے بہکانے والے تمھارے کسی کام نہ آئیں گے بلکہ خود مبتلائے عذاب ہونگے اور تمھارے گروہ کے بہکانے والے مرزا صاحب بھی یہ کہہ کر اُس روز تم لوگوں سے علیحدہ ہوجائیں گے کہ ہم نے بار بار کہہ دیا تھا کہ اگر میری فلاں فلاں پیش گوئی پوری نہ ہو تو میں ہر بد سے بدتر اور جھوٹے سے جھوٹا، مفسد، دجال، کذاب ہوں۔ سو وہ سب پیشگوئیاں جس کے بارے میں مَیں نے تحدی کے ساتھ بیان کیا تھا سب کی سب بلا شک وشبہ غلط ہوگئیں؛ اس پر بھی ان لوگوں نے مجھے نہیں چھوڑا اور مجھ کو نبی و رسول مانتے رہے، اس کے مجرم یہ لوگ خود ہیں۔ مرزا صاحب کے اس جواب پر کف افسوس ملوگے اور پچتاؤگے، مگر اس وقت پچتانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کردی اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمادیا کہ میرے بعد میری امت میں جھوٹے، دجال، کذاب، دعویٰ نبوت کرنے والے پیدا ہوں گے اور اُن کے جھوٹے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مَیں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اب یہ تو بتلاؤ کہ اس فرمان خدا اور رسول کے بعد کیا صالح بن ظریف، محمد بن تومرت، ابومنصور عیسیٰ، حسن بن صباح، ابوعبداللہ مہدی، مرزا غلام احمد قادیانی۔ [2]

(۱) قادیان...... اُس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ دافع البلاء (خ ۲۳۰ ج ۱۸)۔

[1] ترجمہ: اس میں بھائی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور بیٹا اپنے ماں باپ سے اور شوہر اپنی بیوی سے اور ماں باپ اپنی اولاد سے بھاگیں گے، اس خیال سے کہ اس کی بلا میرے اوپر نہ آجائے (عبس: ۳۴) مصنفؒ۔

[2] مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

(۲) سچا خدا وُہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ دافع البلاء (خ ۲۳۱ ج ۱۸)۔

(۳) مَیں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پُکارا ہے اور اُس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ تتمہ حقیقۃ الوحی (خ ص ۵۰۳ ج ۲۲)۔

(۴) ہم نے غلام احمد کو اس کی قوم کی طرف بھیجا لیکن قوم نے اس سے اعراض کیا اور کہا کہ جھوٹا ہے۔ (مفہوم اربعین خ ص ۴۲۴ ج ۱۷)۔

(۵) خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق...... اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔ اربعین (خ ۴۲۶ ج ۱۷)۔

(۶) مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تُو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ: **هو الذی ارسل رسُوله بالهدیٰ و دین الحقّ لیظهرهٗ علی الدین کلّهٖ**۔ (اعجاز احمدی (خ ص ۱۱۳ ج ۱۹)۔

اللہ تعالیٰ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کا مصداق بتلا رہا ہے اور مرزا صاحب اس آیت کو اپنے اور حصر کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب نے لوگوں کو دھوکہ دے کر اس آیت کا مصداق اپنے کو بتلا کر کس قدر صفائی کے ساتھ دعویٰ نبوت تشریعی و رسالت کیا ہے۔ اُن کے ماننے والوں پر تعجب ہے کہ مرزا صاحب کے اس فریب کو بھی نہیں دیکھتے ہیں اور مرزا صاحب کو اس آیت کا مصداق سمجھ رہے ہیں، (۷) مرزا صاحب نے صاحب شریعت نبی ہونے کا بھی صاف طور سے دعوی کیا ہے، ملاحظہ ہو، اربعین نمبر ۴ (خ ص ۴۳۵ ج ۱۷) میں لکھتے ہیں:

''ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے

چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام **قل للمومنین یغضو امن ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک از کیٰ لھم**‘‘۔

مرزا صاحب کی اس تحریر سے صاف روشن ہورہا ہے کہ مرزا صاحب کو صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوی تھا جس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انھیں انکار ہے۔ مگر چونکہ خوف ہوا کہ مسلمان شور مچائیں گے مرزا کو آیت قرآنی سے انکار ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے اس لئے نہایت صاف وصریح دعوے کے بعد کہہ دیا کہ ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

اے میاں! جب مرزا صاحب کو مستقل نبی صاحب شریعت ہونے کا دعوی ہے اور اپنا الہام بتا رہے ہیں کہ اللہ نے مجھے دین حق دے کر بھیجا ہے، پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخر النبیین کیسے ہوئے؟ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین بھی ہوں اور مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت بھی سچا ہو۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو مرزا صاحب ضرور جھوٹے ہیں بطور نمونہ اس جگہ پر تھوڑا لکھا گیا ہے، صحیفہ رحمانیہ نمبر ۶، ۷ دیکھو۔ مرزا صاحب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی فضیلت ثابت کرتے ہیں ملاحظہ ہو صحیفہ رحمانیہ نمبر ۷۔ مصنفؒ۔

وغیرہ وغیرہ کے دعویٰ نبوت و مہدویت نے ثابت نہیں کردیا کہ یہ لوگ جھوٹے، دجال، کذاب تھے؟۔ بیشک ان لوگوں کے دعویٰ نبوت کرنے سے فرمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا ہوا اور یہ لوگ مطابق احادیث صحیحہ کے کذاب ثابت ہوئے۔ افسوس صد ہزار افسوس! ایسی ایسی بیّن باتوں کو بھی نہیں دیکھتے ہو اور دکھلانے والے کو بُرے الفاظ کے ساتھ

یاد کرتے ہو۔ غرض مرزا صاحب قیامت کے دن صاف جواب دے دیں گے کہ ہم نے دعویٰ نبوت کیا تھا اس کے مجرم ہم ضرور ہیں مگر جو لوگ مجھ کو بعد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آیت ’’وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب. ۳۹)‘‘ کے پھر بھی نبی مانتے رہے وہ اس کے مجرم خود ہی ہیں۔ مرزا صاحب اپنی پیچ دار تحریرات کو پیش کر کے جماعت مرزائیہ سے علیحدہ ہو جائیں گے اور تم اور تمھارے بہکانے والے خدا کے نزدیک ماخوذ ہوں گے۔

قادیانی خط کا جواب الجواب:

اب اپنے خط کا جواب ملاحظہ کرو! تم قبول کررہے ہو کہ سلسلہ احمدیہ کے مخالفین خصوصاً ابواحمد صاحب رحمانی اور ان کے حاشیہ نشینوں کے مقابلہ میں مطابق اجازت قرآنی ’’جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِثْلُھَا.‘‘ (یونس. ۲۶) کی سختی برتی جائے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اہل مونگیر نے مرزا صاحب سے سختی برتی ہے۔ اب ’’اسرار نہانی‘‘ والے اس کے بدلے میں سختی برتنا چاہتے ہیں مگر یہ کیا صریح جھوٹ ہے۔ حضرات مونگیر کو اس طرف توجہ بھی نہ تھی، تمھاری جماعت کی سختیوں اور بیجا دعووں نے انھیں متوجہ کیا اور مرزا صاحب کی کتابوں کو انھوں نے دیکھا۔ علماء کو اور اہل اسلام کو ایسے ایسے سخت الفاظ سے یاد کیا ہے کہ کوئی مہذب شخص اُن الفاظ کا استعمال نہیں کرسکتا۔ اور انبیاء اور بزرگوں کی تو بڑی شان ہے۔ حضرات مونگیر ہرگز ایسے سخت الفاظ نہیں بولے جیسے مرزا صاحب نے لکھے ہیں۔ اور اگر کسی نے کچھ لکھا تو بلا شک اس نے ’’جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ‘‘ پر عمل کیا۔ اب تمھارا لکھنا صریح ظلم ہے۔

مرزا قادیانی کی بیجا نصیحت:

اس کے علاوہ میں کہتا ہوں کہ تمھارے کرشن جی، رودر گوپال، تو اس کے خلاف ہیں اور سختی برتنے والے کو اپنی جماعت سے خارج کررہے ہیں۔ اُن کی تحریر دیکھو، التوائے

جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء صفحہ نمبر ۳ میں تحریر کرتے ہیں: ''بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھالینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے'' (شہادت القرآن خ ۳۹۶ ج ۶، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۴۴۲)۔

پھر رپوٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۸۳ میں اپنے مریدین کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: ''اب خیال فرمائے یہ ہدایت کیا تعلیم دیتی ہے اس ہدایت میں اللہ تعالیٰ کا کیا منشاء ہے اگر مخالف گالی دے تو اس کا جواب گالی سے نہ دو بلکہ صبر کرو۔ اس نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمھاری فضیلت کا قائل ہوکر خود ہی نادم اور شرمندہ ہوگا''۔

مرزائی پنڈت عبدالماجد بھاگلپوری کی کتاب ہے جو حضرت مونگیریؒ کے ایک خواب کی تردید میں لکھی گئی تھی۔ اسی کے جواب میں یہ رسالہ ''جواب حقانی'' ہے جس کا کوئی مرزائی جواب نہ دے سکا۔ شاہ عالم اور صفحہ ۹۹ میں تحریر کرتے ہیں: ''جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے نہیں تو وہی کت پن کی مثال صادق آئے گی'' مطابق قول مرزا صاحب کے گالی سے اعراض کرنے والا خطابات ذیل کا مستحق ہوسکتا ہے۔ سعادت کے آثار، جوانمرد، صابر، مومن۔ اور جو اس کے خلاف عمل کرے اس پر وہی کت پن کی مثال صادق آئے گی۔

نصیحت کے خلاف مرزا قادیانی کی بدزبانی:

اب یہ تو بتلاؤ کہ مرزا صاحب نے اپنے وقت کے علماء کو خصوصاً مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کو ''ضمیمہ انجام آتھم'' ص ۴۶ سے ص ۵۲ تک میں لکھا ہے: ''اس زمانہ کے ظالم مولوی خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ۔ **علیھم نعال لعن اللہ الف الف مرّۃ** [خدا کی لعنت کی دس لاکھ جوتی ان پر پڑیں] ناپاک اشتہار۔ اے پلید دجال۔ تعصب کے غبار نے تجھ کو اندھا کردیا۔ احمقانہ عذر، ان احمقوں نے، اے

نادانو! آنکھوں کے اندھو! مولویت کو بدنام کرنے والو! (انجام آتھم خ ص ۳۳۰ ج ۱۱)۔

''مگر یہ خالی گدھے ہیں۔ جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے'' (خ ص ۳۳۱ ج ۱۱)

''ظالم مولوی۔ اے اسلام کی عار مولویو! جہالت کی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ (انجام آتھم خ ص ۳۳۲ ج ۱۱)۔

چوں کافر شناسا تر از مولویست
بریں مولویت بباید گریست

اس احمق۔ حماقت ظاہر ہوئی۔ کیا تمھارا جنازہ پڑھا جائے۔ تمھارا گندہ جھوٹ۔ (انجام آتھم خ ص ۳۳۳ ج ۱۱)۔ مگر تم نے حق کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ کا گُوہ کھایا۔ پس اے بدذات خبیث دشمن اللہ رسول کے۔ یہودیانہ تحریف۔ مگر تیرا جھوٹ اے نابکار پکڑا گیا۔ وہ بدذات خود جھوٹا اور بے ایمان ہے۔ نابکار کی تزویر اور تلبیس ہے۔ (انجام آتھم خ ص ۳۳۴ ج ۱۱)۔

'' اُن کی عقلوں پر ضلالت کا گرہن لگ گیا۔ تمام دنیا سے بدتر۔ ایمانی روشنی مسلوب ان کے دلوں پر انکار کی ظلمت کا خسوف کسوف لگ گیا۔ (انجام آتھم خ ص ۳۳۵ ج ۱۱)

''سب مخالفوں سے کہتے ہیں کہ ''جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوجائیں گی یعنی احمد بیگ کا داماد میرے روبرو مرجائے گا اور اس کی بیوی میرے نکاح میں آجائے گی تو اس دن نہایت صفائی سے مخالفوں کی ناک کٹ جائے گی۔ اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کردیں گے۔ (مفہوم انجام آتھم ص ۵۳ خ ص ۳۳۷ ج ۱۱)۔

اے عزیز! اب تو وہ باتیں پوری نہ ہوئیں؛ اب کس کے منحوس چہرے بندروں اور سوروں کی طرح ہوئے؛ مرزا صاحب تو مرگئے قبر میں اُنھیں کون دیکھے؛ اب تو اُن کے ماننے والے ہی موجود ہیں، اِس سخت کلامی کے مصداق وہی ہوں گے۔ نہایت افسوس ہے کہ تم بھی اُنہی میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ یہ سخت کلامی تو صرف اُن کے ایک رسالے کے

ایک مقام سے دکھائے گئے، اور دوسرے مقامات پر بہت سخت کلامی ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی وغیرہ وغیرہ کو گالیاں دیتے رہے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو بڑے مرتبے کے نبی ہیں، مرزا صاحب نے اُن کی شان میں کیا کیا نہ کہا جس کے سننے سے ہر مسلمان کا دل ہل جاتا ہے، ضمیمہ انجام آتھم دیکھو۔ یہ کیوں ہوا! کیا مرزا صاحب کو آیت قرآنی و احادیث نسیاً منسیاً ہوگئی تھیں؟۔ پھر یہ کہ اپنی تحریرات کا بھی خیال نہ رہا؛ بالفرض اگر مولوی عبدالحق صاحب وغیرہ نے مرزا صاحب کو گالیاں دی تھیں تو مرزا صاحب کو سعادت کے آثار، جوانمردی کا طریقہ، صبر، جس کا نتیجہ دشمنوں کا شرمندہ ہوکر فضیلت کا قائل ہوجانا تھا اور مومن کی صفت اختیار کرنا چاہئے تھا نہ گالی کے عوض گالی دے کر وہی ''کُت پن'' (کتوں والی عادت) کی مثال اپنے اوپر صادق کرنا لازم تھا۔

پھر مرزا صاحب (کتاب البریہ خ ص ۱۷ ج ۱۳) میں تحریر کرتے ہیں:

''اے دوستو اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کرسکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل پر سختی کرکے کسی مُفسِدہ کو پیدا کریں۔ یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کردی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے'' کتاب البریہ۔ (خ ص ۱۷ ج ۱۳)۔

مرزا صاحب ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی و بردباری سے پیش آنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے عقل بڑھے گی، گہرے خیال پیدا ہوں گے۔ پھر مرزا صاحب نے

مخالف کی گالیوں پر کیوں نہیں صبر کیا؟ نرمی اور بردباری کو چھوڑ کر ایسی سخت کلامی کیوں کی؟ اور خود جماعت سے خارج ہونے کے لائق کیوں ہوگئے؟

کتاب البریہ کی تحریر دیکھنے کے بعد اب تم لوگوں کو لازم ہے کہ مطابق قول مرزا صاحب کے سب پہلے مرزا صاحب کو مولوی عبدالحق صاحب وغیرہ کو گالیاں دینے کے عوض میں اپنی جماعت سے خارج کردو یا خود ہی اُن سے خارج ہوجاؤ۔

غرض یہ مقولہ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے بہت ہی صحیح ثابت ہوا۔ کیوں کہ مرزا صاحب تو دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور گالی بکنے والے کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں مگر خود ہی جماعت سے خارج ہونے کا کام کر رہے ہیں اس لئے اُن کے مریدین سے بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔

مصنف ''اسرارِ نہانی'' نے اسی اثر سے کہ جس درخت کے وہ پھل ہیں ایک خواب کی تعبیر میں اپنی کم علمی اور اُس بغض و عداوت کی وجہ سے کہ حضرت مصنف ''فیصلہ آسمانی'' نے جو مرزا صاحب پر اٹل اعتراضات کئے ہیں کہ جس سے مرزا صاحب کی نبوت و مسیحیت درہم برہم ہوگئی اور مونگیر سے قادیان تک جماعت مرزائیہ میں کھل بلی مچی ہوئی ہے، جواب سے عاجز ہیں، ہر ذی علم مرزا صاحب سے نفرت کرنے لگا ہے اور مسلمانوں کا بہت بڑا گروہ مرزائیوں کے فریب سے بچ گیا، اُن کی واقعی حالت لوگوں پر روشن ہوگئی ہے، سب جان گئے کہ مرزا صاحب قرآن مجید سے، صحیح حدیث سے، اپنے اقرار سے جھوٹے ہیں۔ اصل اعتراض سے عاجز آکر گالیاں دینی شروع کردی تاکہ مسلمانوں کو دوسری طرف متوجہ کریں۔ پھر کیا مسیح موعود اور اُن کے حواری ایسے جھوٹے ہوسکتے ہیں؟ شرم! شرم!۔

تم لکھتے ہو کہ جو معیار ولایت و صداقت ابو احمد صاحب رحمانی نے اپنی کتاب ارشاد رحمانی میں تحریر کی ہے وہ بالکل گندہ، جھوٹ اور فریب اور مکاری ہے۔ اور جو معیار قرآن کریم نے پیش کئے ہیں اُس کی رو سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بالکل بالکل

صادق اور راست باز ثابت ہوتے ہیں۔

اے عزیز! ابو احمد صاحب رحمانی کی معیار ولایت کی صداقت تو بڑے بڑے اولیاء اللہ کر رہے ہیں۔ اُن میں وہ بھی بزرگ ہیں جنھیں تمھارے بہکانے والے مجدد اور نبی مان رہے ہیں ''القاء''[1] کو دیکھو۔ اگر تم اپنی سخت نادانی سے قرآن مجید پر سخت حملہ کرتے ہو یعنی یہ کہتے ہو کہ قرآن مجید ایسے جھوٹے مدعی کی صداقت بیان کرتا ہے جس کا جھوٹا ہونا دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، کانوں سے سن رہی ہے۔ جن کی زبان نے جن کی تحریر نے انہیں جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔ یہ کیا غضب ہے! تمھاری عقل کہاں چلی گئی! ۔ کیا ایسے جھوٹے کی تصدیق قرآن مجید میں ہوسکتی ہے؟ توبہ کرو، توبہ!

مرزا قادیانی کی دروغ گوئی:

اب تم اس جگہ پر اپنے مسیح کاذب کی دروغ گوئی اور فریب دہی اور ان کا جھوٹا ہونا ملاحظہ کرو۔ مرزا صاحب کی گندہ ذہنی کو تو اوپر دکھلا چکا ہوں اب ان کے جھوٹ کا نمونہ دیکھو اور خدا کے لئے غور کرو۔

(۱) مرزا صاحب شہادت القرآن میں تحریر کرتے ہیں: ''پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں'' (خ ج ۶ ص ۳۷۵/۳۷۶)۔

مرزا صاحب کا یہ قول سراسر غلط ہے۔ کیوں کہ پیش گوئیاں تو رمال، جفار، نجومی کاہن وغیرہ سب ہی کیا کرتے ہیں۔ ایسی مشترک چیز کے بارے میں یہ کہنا کہ ''اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے'' صریح جھوٹ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ کیا مسیح موعود ایسا ہی جھوٹ بول کر

[1] ''القاء شیطانی'' سے مرزائی پنڈت عبدالماجد کی کتاب مراد ہے۔ اس کی تردید میں چھ رسائل شائع کئے گئے مگر مرزائی کسی کا جواب نہ دے سکے ان میں سے ایک کتاب ''اغلاط ماجدیہ'' بھی ہے۔

لوگوں پر قبضہ حاصل کریں گے؟ مرزا صاحب کی دروغ بیانی قابل دید ہے۔

(۲) مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ وعید کی پیشین گوئی کا خوف سے ٹل جانا سنت اللہ ہے۔

(۳) وعید کی میعاد کا خوف سے ٹل جانے کا ثبوت قرآن وحدیث سے بتانا۔

(۴) اس کو اجماعی عقیدہ کہنا۔ یہ تینوں دعوے متعدد مقامات سے ثابت ہیں، مثلاً صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۳۲ تک انجام آتھم دیکھو۔ حالانکہ یہ تینوں دعوے محض غلط ہیں۔ نہ اجماعی عقیدہ ہیں اور نہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہے، بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے، دیکھو فیصلہ آسمانی حصہ سوم۔

(۵) مرزا صاحب ازالۃ الاوہام میں تحریر کرتے ہیں۔ دیکھو صفحہ (خ ۱۹۲ ج ۳)۔

علماء ہند کی خدمت میں نیاز نامہ:

اے برادران دین وعلماء شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سُنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے مُنہ سے سُنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پُرانا الہام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گذر گیا ہوگا۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذّاب ہے۔ پھر صفحہ (خ ۱۹۷ ج ۳) میں تحریر کرتے ہیں: ''میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہوگیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔''

ازالۃ الاوہام کی تحریر سے روشن ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کو صرف مثیل مسیح کا دعویٰ تھا

جولوگ مرزا صاحب کو مسیح موعود خیال کریں وہ مطابق قول مرزا صاحب کے کم فہم ہیں ، کیونکہ مسیح موعود تو ایک ہی شخص آنے والے ہیں اور مرزا صاحب اپنے جیسے دس ہزار تک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دے رہے ہیں۔اور مرزا صاحب مسیح ابن مریم بھی نہیں ہیں جو شخص یہ الزام مرزا صاحب پر لگاوے وہ مطابقِ فتویٰ مرزا صاحب کے کذاب ومفتری ہے۔

اس کے بعد کشتی نوح صفحہ (خ ۵۱ ج ۱۹) میں تحریر کرتے ہیں: ’’مگر جب وقت آ گیا تو وُہ اَسرار مجھے سمجھائے گئے۔تب مَیں نے معلوم کیا کہ میرے اِس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وُہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے‘‘۔

میں کہتا ہوں کہ اس دروغ گوئی کی کوئی حد ہے یا نہیں کہ پہلے تو اُسی براہین احمدیہ کے الہامات سے اُنھوں نے اپنے کو مثیل مسیح سمجھا اور ازالۃ الاوہام میں صاف لکھ دیا کہ ’’مسیح موعود نہیں ہوں ایسا خیال کرنے والا کم فہم ہے‘‘ اور پھر کشتی نوح میں اُسی براہین احمدیہ کے الہامات سے اپنے کو مسیح موعود خیال کرلیا اور غلط تحریر کردیا کہ اس دعوی میں کوئی نئی بات نہیں ہے چونکہ مسیح موعود ایک ہی ہوں گے اور مرزا صاحب پہلے لکھ چکے ہیں کہ میرے جیسے دس ہزار تک آسکتے ہیں۔اس لئے کشتی نوح والی تحریر میں یکدم نئی بات ہوگئی جو اُن کی پہلی تحریر سے جھوٹ ہوجاتی ہے۔

(۶) کشتی نوح میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں: ’’اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی۔اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مُراد ہوں۔میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بناویں گے۔اور نیز کہا گیا کہ یہ وُہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنیوالا تھا۔ جِس میں لوگ شک کرتے ہیں۔یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے۔اور شک محض نافہمی سے ہے۔(خ ص ۵۲ ج ۱۹)۔

عزیزم دیکھو! مرزا صاحب اپنی پہلی تحریر میں مسیح ابن مریم سے انکار کررہے ہیں، جو مرزا صاحب کو مسیح ابن مریم کہے، اس کو مرزا صاحب مفتری اور کذاب کہہ رہے ہیں۔اب

تم ہی ایماناً دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کو حاضر وناظر جان کر اپنے کانشنس سے جواب طلب کرو کہ ایسا شخص جس کے ہوش وحواس درست نہ ہوں، جس کو اپنی تحریرات کا خیال نہ ہو کہ کہیں کچھ لکھ دیا اور کہیں کچھ۔ جو شخص اپنے ایک ہی الہام کا مطلب کہیں کچھ کہتا ہے اور کہیں صریح اس کے مخالف بیان کرتا ہے، پھر جس الہام کے معنی وہ مسیح موعود سمجھے کیا وجہ کہ یہ نہ کہا جائے کہ اس کے معنی یہ تھے کہ تو مسیح موعود نہیں ہے اور مرزا صاحب نے غلطی سے اُس کے معنی یہ سمجھ لئے کہ ’’میں مسیح موعود ہوں‘‘۔

اب غور کرو کہ جس کے صریح اقوال اُسے جھوٹا بتاتے ہوں وہ مسیح موعود ہوسکتا ہے؟۔ جب تعصب سے علیحدہ ہوکر خیال کروگے تو ضرور دل یہی جواب دے گا کہ مرزا صاحب جھوٹے تھے۔اور یہ بھی بتلاؤ کہ ان دونوں تحریروں میں سے کونسی تحریر کو جھوٹی تسلیم کرتے ہو! اگر ایک جھوٹی ہے تو پھر دوسرے کے جھوٹی نہ ہونے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟؟۔

مرزا قادیانی کی بدحواسی:

اتنا ہی نہیں بلکہ مرزا صاحب کی بدحواسی اور دیکھو۔مرزا صاحب خود ہی ابن مریم بھی بنے ہیں، کشتی نوح صفحہ (خ ۵۰ ج ۱۹) میں لکھتے ہیں کہ: ’’میں پہلے مریم بنایا گیا اور مریم کی طرح عیسیٰ کی رُوح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔پس اس طور سے مَیں ابن مریم ٹھہرا‘‘ (مفہوم)۔

ذرا غور کرو! یہ کیسے مہملات ہیں جو مسیح موعود بننے کے لئے کئے گئے ہیں۔کسی اور نبی اور رسول نے ایسی باتیں بنائی ہیں؟ انبیاء علیہم السلام کی شان ایسے مہملات سے مبرّا ہے۔ ایسے مہملات کے سنبھالنے کے لئے ایک منہاج نبوت بنایا گیا ہے جس کی حقیقت اور

لغویت انشاءاللہ عنقریب ظاہر ہوجائے گی۔

اب یہ تو بتلاؤ کہ مرزا صاحب کتنی مدت تک مریم رہے؟ اتنے دنوں تک کسی غیر محرم کے سامنے آتے جاتے تھے یا نہیں؟ اور جب استعارے کے رنگ میں وہ حاملہ تھے تو کوئی بوجھ حمل کا اُن پر ہوا تھا یا نہیں؟ اور جس وقت مریم سے عیسیٰ پیدا ہوئے تو کوئی تکلیف دردزہ کی ہوئی یا نہیں؟ اور کچھ زمانہ تک نماز روزہ معاف ہوگیا تھا یا نہیں؟ کیوں کے وہ زمانہ عورتوں کے معافی کا ہے۔ پھر عیسیٰ ہونے کے ساتویں دن بعد عقیقہ ہوا تھا یا نہیں؟ کیوں کہ یہ ایک سنت ہے اور مسیح موعود سے سنت کا ترک ہونا محال ہے۔ اس عقیقہ کی دعوت میں کتنے لوگ شریک ہوئے تھے؟ بکرا یا بکری ذبح کی گئی تھی یا نہیں؟ اور پھر جب عیسیٰ ہو چکے اور اپنے کو ظل عیسیٰ کہنے لگے تو اصلی عیسیٰ علیہ السلام کی سنت کو چھوڑ کر شادی کیوں کر لی؟۔ اور شادی کرنے کے بعد آخر عمر میں ایک نو سالہ لڑکی پر عاشق کیوں ہو گئے؟۔

جذبہ عشق میں آکر عقل سلیم کو بھی خیر باد کہہ کر اُس لڑکی کے پھوپھا اور پھوپی کو جو مرزا صاحب کے سمدھی تھے اور اس کے والد کو خوشامد اور چاپلوسی و دھمکی کے خطوط کیوں لکھنے لگے؟۔ شادی نہیں کر دینے پر اُس کے پھوپھا کی لڑکی کو جو مرزا صاحب کے لڑکے کی بیوی تھی اپنے بیٹے سے طلاق کیوں دلوانے لگے؟ اور طلاق نہیں دینے پر اپنے بیٹے کو عاق کیوں کر دیا؟۔ اور عاق کر دینے پر ترکہ سے محروم کیوں کر دیا؟۔ یہ مسئلہ کس شرع کا ہے؟۔ کیا یہی شان مسیح موعود کی ہوگی؟ نہیں ہرگز نہیں۔

ہائے افسوس! مرزا صاحب کی حالت پر کوئی مرزائی غور نہیں کرتا ہے اور دکھلانے والوں کو بُرے الفاظ کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ اپنے مسیح کاذب کی دروغ گوئی، مکاری، فریب دہی کو ملاحظہ کرو کہ کس کس چال سے وہ اپنے کو مسیح موعود منوانا چاہتے ہیں اور نہ ماننے والوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اب اگر جواب میں کسی نے کچھ کہا تو اس نے ’’جزاء سیئة سیئة‘‘ پر عمل کیا۔

مجموعہ القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

(۷) یہ بات ثابت کردی گئی کہ پیشین گوئی کرنا سچے ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی، بہت جھوٹے رمّال پیشین گوئی کرتے پھرتے ہیں۔ پیشین گوئی کو نبوت کا نشان کہنا محض غلط ہے۔ مگر اُنھیں پیشین گوئیوں کو مرزا صاحب اپنا نشان کہتے ہیں۔

اے عزیز تمھیں نہیں معلوم کہ پنڈے اور رمال پیشین گوئیاں کرتے پھرتے ہیں؛ پھر جو بات معمولی لوگ کرتے ہیں وہ کسی مقدس یا نبی کا نشان کیسے ہوسکتا ہے؟۔ ذرا تو سوچو! اس کے بعد ہمارے علماء نے یہ بھی دکھا دیا کہ اگر تمھاری غلط بات سمجھانے کے لئے صحیح مان لی جائے تو وہ پیشین گوئیاں جنھیں مرزا صاحب نے اپنی صداقت کا معیار اور نہایت ہی عظیم الشان نشان قرار دیا تھا وہ بالکل غلط ثابت ہوئیں اور اس میں جو متعدد وعدۂ خداوندی مرزا صاحب نے بیان کئے تھے وہ سب غلط ہوگئے۔ اس لئے بموجب ارشاد خداوندی، مرزا صاحب کاذب ٹھہرے۔ ان نصوص کا بیان متعدد رسالوں میں کیا گیا ہے، خصوصاً فیصلہ آسمانی ہر سہ حصہ ملاحظہ ہو۔

(۸) جو کچھ میں نے بیان کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ تم ہمارے علماء کے رسالے دیکھو۔ مگر تمھارے مولوی (پنڈت) نے اُن کے دیکھنے کو منع کر دیا ہوگا۔ اس لئے میں مرزا صاحب ہی کا قول پیش کرتا ہوں اُسے تو دیکھو کہ مرزا صاحب اپنے صاف اقرار سے جھوٹے ہیں۔ رسالہ بدر مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کا یہ قول ہے کہ:

’’میرا کام جس کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور شان دنیا پر ظاہر کروں پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آوے تو میں جھوٹا ہوں پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے اور وہ انجام کو نہیں دیکھتی اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود و مہدی موعود کو کرنا چاہئے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں‘‘۔

اے عزیز! یہ مرزا صاحب کا کلام ہے اس میں نہایت صاف طور سے مسیح موعود کے تین کام بتائے ہیں۔ پہلا کام عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑنا۔ دوسرا کام تثلیث پرستی کی جگہ توحید پھیلانا، یعنی یہ نہیں کہ تثلیث کی جگہ بت پرستی کرائیں بلکہ توحید پھیلائیں۔ تیسرا کام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کا ظاہر کرنا۔

اب تم بتاؤ کہ مرزا صاحب نے جو مسیح موعود کے تین کام بتائے تھے اُن میں ایک کام بھی کیا؟ خدا کے لئے ذرا سر جھکا کر غور کرو۔ تثلیث پرستی کا ستون توڑنا تو بہت بڑی بات تھی اُن کی وجہ سے تو عیسائیوں نے تثلیث پرستی سے توبہ بھی نہیں کی۔ اُن کے اس قدر شور غل سے سو پچاس بت پرست ایمان نہیں لائے اور توحید پرست نہیں ہوئے۔ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کیا ظاہر کی بلکہ اس کے برعکس اپنے اقوال سے آپؐ کی توہین ثابت کی اور اُن کے مریدین کر رہے ہیں۔ مثلاً ضمیمہ انجام آتھم (خ ۳۳۰۔۳۳۷ ج۱۱) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو پیشین گوئیاں اپنی نسبت بیان کیں اور وہ دونوں جھوٹی ہوئیں۔ پھر کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط فہمی ثابت کی جاتی ہے، دیکھو القائے شیطانی ص۵۴۔

اے عزیز آنکھیں کھول کر دیکھو کہ مرزا صاحب نے جو کام مسیح موعود کا بتایا تھا وہ ہرگز نہیں ہوا بلکہ برعکس کیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اُن کے قول کے بموجب، تم انھیں جھوٹا نہیں کہتے؟ اور ان کے جھوٹے ہونے پر گواہی نہیں دیتے؟ یہ کیا اندھیر ہے؟

مرزائیوں کے لئے نصیحت بانداز دیگر:

اب میں تمھیں دوسری طرح سے سمجھاتا ہوں؛ خدا کے لئے غور سے دیکھو۔ مرزا صاحب کی تحریر سے روشن ہو رہا ہے کہ جولائی ۱۹۰۶ء تک مرزا صاحب سے یہ کام انجام نہیں ہو پایا تھا اور اس وقت تک یہ علت غائی ظہور میں نہ آئی تھی۔ یعنی اس وقت تک نہ

تثلیث پرستی ٹوٹی اور نہ توحید پھیلی تھی اسی وجہ سے صاف کہہ رہے ہیں کہ ''اگر یہ علت غائی میری زندگی میں ظہور میں نہ آئی تو میں جھوٹا ہوں'' مرزا صاحب ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔ اب یہ تو بتلاؤ جولائی ۱۹۰۶ء سے مئی ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب نے عیسیٰ پرستی کے ستون کو کیا توڑا اور اس کی جگہ پر کہاں توحید پھیلائی اور حمایت اسلام کی۔

اب غالباً تمھارے بہکانے والے تمھیں اس طرح بہکائیں گے کہ مرزا صاحب نے ایک رسالہ لکھ کر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے، اس سے تثلیث باطل ہوگئی اور تثلیث پرستی کا ستون ٹوٹ گیا۔ میں کہتا ہوں کہ کیسی نادانی کی بات ہے۔ تم بھی غور کرو کہ چند اوراق سیاہ کرنے سے تثلیث پرستی کا ستون ٹوٹ گیا؟ اور اس کے ماننے والے نہ رہے؟ تثلیث کا بطلان تو اگلے علماء نے بہت کچھ کیا ہے یہاں تک کہ حضرت مسیح کی موت بھی عیسائیوں کی اور یہود کی کتاب سے ثابت کی ہے۔ پھر اس سے کیا وہ مسیح موعود ہوگئے؟ تمھیں اور تمھاری جماعت کو تو وہ کام دکھانا چاہئے جو مسیح موعود سے مخصوص ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھ رہے ہیں۔ اگر تثلیث کا بطلان دیکھنا چاہتے ہو تو مولوی رحمت اللہ مرحوم کی کتابیں دیکھو، جو مرزا صاحب کے وجود سے قبل لکھی گئی ہیں۔ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت چاہتے ہو تو مولوی چراغ علی مرحوم اور سرسید کی تحریریں دیکھو۔ انھوں نے عیسائیوں کی عبرانی اور یونانی کتابوں سے ثابت کیا ہے اور قرآن شریف سے بھی۔ مرزا صاحب نے تو کچھ انہیں سے چرا کر لمبی چوڑی باتیں بنائی ہیں جن کا رد مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے کر دیا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ تمھارے بہکانے والوں کے جواب کا رد تو خود مرزا صاحب کی تحریر سے ظاہر ہے، کیوں کہ تثلیث کا ستون توڑنے کے لئے ۱۹۰۶ء میں وعدہ کر رہے ہیں اور اشاعت توحید اور حمایت اسلام کر دکھانے کا بھی وعدہ دے رہے ہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کے ثبوت میں جو ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۲۴۶ وغیرہ میں لکھا ہے وہ اس دعوے کے پندرہ برس پہلے لکھا جا چکا ہے، کیوں کہ ازالۃ

الاوہام ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا ہے۔ اگر اس کا لکھنا ستون کا توڑنا تھا تو مرزا صاحب یہ لکھتے کہ میں ستون توڑ دیا، مگر یہ نہیں لکھا بلکہ آئندہ توڑنے کا وعدہ کیا جس سے بہکانے والوں کا ردمرزا صاحب ہی نے کر دیا۔

ستونِ تثلیث پرستی توڑنے کا مرزائی ڈھونگ:

(۹) اس کے علاوہ میں تم سے ایک بڑے پایہ کی بات کہتا ہوں جو تمھارے بہکانے والوں کے خیال میں بھی نہ ہوگی۔ وہ یہ کہ تثلیث پرستوں کا یہ اعتقاد تو نہیں ہے کہ جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے جس کو انیس سو برس ہوتے ہیں، اس وقت سے تثلیث شروع ہوئی اور ان کے دنیاوی وجود پر اس کا ثبوت منحصر ہے جب وہ پیدا نہ ہوئے تھے اس وقت تثلیث نہ تھی۔ اسی طرح اگر وہ مرجائیں تو تثلیث باطل ہوجائے، یہ خیال نہایت ناواقفی اور کم علمی کی وجہ سے ہے۔ کیوں کہ تثلیث پرستوں کے خیال میں تو تثلیث خدا تعالیٰ کی ذات میں داخل ہے۔ اس لئے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیاوی وجود سے پہلے اُن روحانی وجود سے تثلیث قائم تھی اسی طرح اگر اُن کا جسمانی وجود نہ رہے تو اُن کے خیال کے بموجب ان کی روحانی وجود سے تثلیث قائم رہے گی۔ پھر ان کی موت ثابت کرنے سے تثلیث کا ستون کیسے ٹوٹ گیا؟

یہ نہایت صاف بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے ان کی خیالی تثلیث کا بطلان ہرگز نہیں ہوتا، اس لئے تمھاری جماعت کا مذکورہ جواب بالکل غلط ہے، کئی وجہ سے اس کی غلطی ظاہر ہے۔ اور مرزا صاحب بالیقین اپنے مقرر کردہ معیار سے جھوٹے ہیں اگر تمھاری جماعت کو اُن کے سچے ہونے کا دعوی ہے تو ہماری باتوں کا جواب دے اور جو کام مسیح موعود کے خود مرزا صاحب نے اِس قول میں بیان کئے ہیں اُن کا وجود دکھلائے۔ اُنھوں نے توحید کہاں پھیلائی؟ کون سے مشرکوں کو انھوں نے مسلمان بنایا؟ اسلام کی

حمایت اُنھوں نے کیا کی؟

اے عزیز! کیا یہی حمایت کی، کہ دنیا میں جو چالیس کروڑ مسلمان تھے اُن کو کافر کر کے دنیا سے اسلام کو گویا ناپید کر دیا؛ یہ اسلام کی تائید ہوئی؟۔ سبحان اللہ! اِس پر غور کر کے کچھ شرم کرو! اور یہ کہو کہ مرزا صاحب کے کہنے کے بموجب تم ان کے جھوٹے ہونے پر گواہی کیوں نہیں دیتے۔ اس میں تمھیں اور تمھاری جماعت کو کیا عذر ہے؟۔ جو جھوٹا عذر کر سکتے تھے سو اس کا جواب دیا گیا اور نہایت شافی جواب دیا گیا۔ اب اگر اس سچی شہادت دینے میں کوئی عذر ہو تو ضرور بیان کرو، میں اس کے سننے کا مشتاق ہوں۔

ہاں! یہ بھی خیال رہے کہ اس قول نے تو مرزا صاحب کے سارے نشانات ہی بے کار کر دیئے، اب تو تمھارے مرشد بے نشان رہ گئے اور اپنے اقرار سے جھوٹے ہوگئے؛ پھر ایسے شخص کی سچائی قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہتے ہو، شرم! شرم!۔

اس کے بعد ایک اور قول بھی دیکھو جس سے مذکورہ قول کی شرح ہوتی ہے اور ان کے جھوٹے ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ مرزا صاحب ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۳۰ سے ۳۵ تک (خ ص ۳۱۴ تا ۳۱۹ ج ۱۱) میں تحریر کرتے ہیں: ”اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیانِ باطلہ کا مرجانا ضروری ہے یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہوجائے۔ اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہوجائے اور دنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے۔ تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کروں گا۔“

یہ مرزا صاحب کا قول ہے اس پر خوب نظر کرو! اس میں مرزا صاحب اپنی صداقت کے ثبوت میں تین علامتیں بیان کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ سات برس کے اندر اسلام کی

خدمت میں نمایاں اثر ظاہر ہوں۔ دوسری یہ کہ اِس سات برس کی مدت میں مسیح کے ہاتھ سے یعنی میرے ذریعہ سے ادیان باطلہ یعنی جھوٹے دینوں کا مثلاً عیسائی، ہنود وغیرہ کا مذہب مر جائے گا۔ تیسری یہ کہ عیسائیت کا باطل معبود فنا ہوجائے گا اور دنیا اور رنگت پکڑ جائے گی۔

یہاں مرزا صاحب نے نہایت صفائی سے مسیح موعود کے کام اوران کے نشانات بیان کئے، جس سے پہلے قول کی بخوبی تشریح ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ تثلیث پرستی کے ستون توڑنے سے ان کا یہ مقصود تھا کہ تثلیث پرستوں کا مذہب مردہ ہوجائے گا اور عیسائی، مسلمان ہوں گے۔

یہاں یہ خوب خیال رہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود کا کام بتاتے ہیں اور حدیثوں سے بھی مسیح موعود کا یہی کام معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حقیقت المسیح میں وہ حدیث لکھی ہے۔ ’’اور جو دینی کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کے لئے معین ہو چکا ہے وہ ہر طرح انہیں کرنا ضرور ہے وہ کریں گے، خلق انھیں تکلیف دے اور اُن کی سنے یا نہ سنے۔‘‘

بہر حال اس علامت کا پایا جانا مرزا صاحب ضروری بتاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ’’ اگر اس سات برس کی مدت میں اِن باتوں کا ظہور نہ ہو تو میں اپنے تیئں جھوٹا خیال کرلوں گا‘‘ مرزا صاحب کا یہ قول ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کا ہے۔ اس کے بعد پورے گیارہ برس زندہ رہے، اب ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ سات برس کیا، گیارہ برس میں بھی اُن علامتوں کا نشان بھی نہیں پایا گیا۔

اے عزیز! تم بھی آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اسلام کی خدمت میں ان کا کیا اثر نمایاں ہوا؟ اُن کی وجہ کتنے آریہ، اور عیسائی وغیرہ ایمان لائے؟ کون جھوٹا دین ان کی وجہ سے مردہ ہوا؟ دنیا نے کون سی اچھی رنگت پکڑی؟ یہ تو نہایت ظاہر ہے کہ یہ کچھ نہیں ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اُنھیں جھوٹا خیال نہیں کرتے اور اپنی عاقبت برباد کررہے ہو۔ کیا تمھیں اب خیال

نہ ہوگا کہ مرزا صاحب کی صداقت کے ثبوت میں جو آیتیں پیش کی گئی ہیں وہ تمھیں اور عوام کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ بھلا ایسے جھوٹے شخص کی صداقت قرآن شریف میں ہوسکتی ہے جس کا جھوٹا ہونا خود اس کے متعدد اقراروں سے ظاہر ہو؟ تم اس کا یقین کرو کہ مسیح موعود کی جو علامتیں حدیث میں آئی ہیں اور حقانی علماء نے لکھی ہیں وہ مرزا صاحب میں ہرگز نہیں پائی گئیں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اُن کی زبان سے اس کا فیصلہ کردیا۔ اس کے بعد بھی مرزا صاحب کو سچا نبی اور مسیح موعود مانتے رہنا کس قدر بے ایمانی اور بددیانتی کی بات ہے۔ کیوں کہ مرزا صاحب میں وہ حالت نہیں پائی گئی جو مسیح موعود کے لئے حدیثوں میں آئی ہے اور خود بتلا رہے ہیں بلکہ مطابق اپنے پختہ اقرار کے جھوٹے ثابت ہوگئے۔

غرض کہ اس نونمبر میں اچھی طرح سے دکھلا دیا گیا کہ مرزا صاحب مطابق معیار قرآن مجید وحدیث کے اور اپنے قول وفعل اور اقرار سے مسیح کاذب ثابت ہورہے ہیں پھر ایسے مسیح کاذب کو مسیح صادق کہے جانا، خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ [1] کی نشانی نہیں ہے تو کیا ہے۔ یہی لاجواب اعتراضات مرزا صاحب پر کئے گئے ہیں اور مرزائی جماعت اُن کے جواب کے عاجز ہے اس لئے ایک خواب کو پیش کر کے عوام کو دھوکہ دینا چاہتی ہے۔ خواب اور اُن کی تعبیریں تمھاری تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو خواب حضرت ابو احمد رحمانی مدّ فیضہم نے دیکھا تھا اور جس کو تم گندگی سے تعبیر کرتے ہو اور مصنف ’’اسرار نہانی‘‘ نے اپنی تمام کتاب میں اسی جملہ کے اوپر اُن کی ولایت اور درویشی کو غلط ثابت کرنے کے لئے اپنی طرف سے معیار قرار دے لیا ہے، میں کہتا ہوں کہ مصنف اسرار نہانی کو جہل مرکب کے علاوہ تعصب اور طمع دنیا نے اندھا کردیا اور حضرت اقدس کے لاجواب رسالوں کو دیکھ کر وہ اور اس کے معین و مددگار، سب (نے) جواب سے عاجز ہوکر یہ رسالہ لکھا تھا کہ حضرت

[1] ترجمہ: یعنی جنھوں نے سچ بات کو نہ مانا اور اپنے جھوٹے مذہب پر اڑے رہے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن کے دلوں پر مہر کردی گئی ہے یہ حق بات کبھی نہ مانیں گے۔ (بقرہ:۷) مصنفؒ۔

مؤلف مدفیضہم کی توجہ دوسری طرف پھرے اور ہم کو اعتراضوں سے مہلت ملے، عوام بھی دوسری طرف متوجہ ہو جائیں۔اس کے بعد اُنھیں یہ بھی امید تھی کہ قادیان میں ہماری قدرو منزلت ہوگی چنانچہ اُن کی امید پوری ہوئی اور پچاس روپئے کی تنخواہ جو اُن کی حیثیت سے بہت زیادہ ہے مقرر ہوگئی اور دنیا میں اُنھیں اس کا نتیجہ تھوڑے دن کے لئے مل گیا جیسا (کہ) اِس وقت بہت (سے) بے دینوں اور کافروں کو مل رہا ہے، آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ دیکھیں گے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تمھیں اور اُنھیں خوف خدا کے ساتھ کچھ علم ہوتا تو ہرگز ایسا رسالہ شائع نہ کرتے اور نہ تم ایسا خط میرے پاس بھیجتے۔ چونکہ تم لوگوں کو تعصب نے اندھا کر دیا ہے اس لئے تم لوگوں کو اچھی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو اور خوب غور سے دیکھو، اس کو میں واضح طور سے بیان کر دیتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو توبہ کی توفیق عنایت فرماوے۔

خواب کی تعبیر نہایت مشکل ہے اسی وجہ سے اگلے بزرگوں میں بعض بزرگ تعبیر دینے میں مشہور ہیں مثلاً ابن سیرینؒ، اگر مؤلف ''اسرار نہانی'' کے مثل عام لوگ خواب کی تعبیر دے سکتے تو یہ خصوصیت کیوں ہوتی کہ ابن سیرین تعبیر دیتے ہیں۔ بعض خوابوں کی تعبیر بالکل الٹی ہوتی ہے، یہ مشہور بات ہے کہ جب کوئی اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو مردہ دیکھے تو اُس کی تعبیر یہ ہے کہ اُس کی عمر زیادہ ہوگی۔ آپ کے مرزا صاحب بھی جا بجا لکھتے ہیں کہ بعض وقت خواب کی تعبیر الٹی ہوتی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک ہی خواب کی تعبیر دیکھنے والے کے لحاظ وحالت سے مختلف ہوتی ہے۔ اس قسم کے خواب کی مثالیں لکھی ہیں مگر یہاں لکھنا فضول معلوم ہوتا ہے۔ البتہ دو خواب اور اُن کی عجیب وغریب تعبیریں نقل کرتا ہوں تم دیکھو۔

حضرت باوا فرید گنج شکرؒ ابن سیرینؒ کی تعریف کرتے ہیں اور بعض خواب لکھتے

ہیں۔ایک دفعہ ایک شخص ماہ رمضان میں آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ انگشتری میرے ہاتھ میں ہے اور میں لوگوں کے منہ اور عورتوں کے فرجوں پر مہریں لگا رہا ہوں۔ ابن سیرینؒ نے کہا کیا تو مؤذن ہے؟ (اُس نے) کہا، ہاں، (ابن سیرین نے) فرمایا، پھر تو اذان ٹھیک وقت پر کیوں نہیں دیتا۔

ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ (لوگ) روغن تلوں سے نکالتے ہیں اور میں پھر اسی تلوں میں ملا دیتا ہوں۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ جو عورت تیرے گھر میں ہے وہ ایسا نہ ہو کہ تیری ماں ہو؛ تو اچھی طرح تحقیقات کر۔ وہ شخص گھر میں آیا اور اس کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ وہ عورت اس کی والدہ تھی۔

اب اِن خوابوں میں اور اُن کی تعبیر میں غور کرو کہ بزرگوں نے اسے عجیب وغریب لکھا ہے اور حضرت اقدس کا خواب تو ایسا مشہور اور مستند ہے کہ بہت (سے) بزرگوں نے اِس خواب کا عمدہ ہونا بیان کیا ہے۔ اگر خوف خدا اور حق طلبی ہے تو دیکھو اور انصاف کرو۔ اس سے تمھارے بہکانے والے کی حالت معلوم ہو جائے گی۔

اوّل یہ بات نہایت مشہور ہے کہ بی بی زبیدہ خاتون نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میں لیٹی ہوں اور انسان اور جانور چلے آتے ہیں اور ہر ایک مجھ سے صحبت کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ جس کی تعبیر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتائی تھی کہ اُس عورت سے کوئی ایسا کام ہوگا جس سے کثرت سے لوگ وجانور اُن سے فیض یاب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بی بی زبیدہ خاتون نے مکہ معظّمہ میں نہر بنوائی جہاں شیریں پانی کی نہایت ضرورت تھی جس کی وجہ سے ساکنان مکہ معظّمہ اور تمام دنیا کے حاجی اور چرند و پرند فیضیاب ہوتے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ ظاہراً یہ خواب کیسا برا معلوم ہوتا ہے، مگر اس کی تعبیر کیسی عمدہ ہے اور ایسا خواب دیکھنے والے سے کس قدر فیض جاری ہوا۔

دوسرے حضرت مخدوم شرف الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے قطب

الاقطاب تھے۔ ارشاد السالکین میں تحریر فرماتے ہیں: ''تا سالک سر برادر خود را نبرد مسلماں نہ شود و تا بمادر خود جفت نہ شود مسلماں نہ شود''۔ حضرت ممدوح اس خواب پر ولایت و مسلمانی کو منحصر فرماتے ہیں یعنی جا کامل مسلمان اور ولی ہوگا وہ ضرور اس خواب کو دیکھے گا۔

اب اپنی جماعت پر افسوس کرو کہ کیسی عمدہ بات کو گندہ بتا رہے ہیں اور ادنی سے لیکر اعلی تک یہاں تک کہ جو مدعی (مرزا قادیانی) کے صحابی (پنڈت) اور خلیفہ (گدی نشین) ہیں ان باتوں کو نہیں جانتے جو بڑے بڑے اولیاء اللہ نے لکھی ہیں اور اپنے گروہ کی بیہودہ گوئی اور غلط بیانی کو نہیں روکتے، اس سے اُن کی حالت بھی خوب معلوم ہوجاتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جنھیں تمھارے مولوی (مرزائی پوپ) عبدالماجد دوسری ہزار کا مجدد اور نبی مانتے ہیں وہ اپنے مکتوبات میں حضرت مخدوم شرف الدین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ قول کی شرح میں بہت کچھ لکھتے ہیں۔ مکتوبات امام ربانی جلد سوم مکتوب ۳۳ دیکھو۔

اگر کچھ خوف خدا ہے، میں طوالت کے خوف سے نقل نہیں کرتا، اب دل میں غور کرو کہ ان بزرگوں کے مقابلہ میں میاں خلیل اور مولوی (مرزائی پوپ) عبدالماجد کی کچھ ہستی ہے جو ان بزرگوں کو چھوڑ کر اُن کی بات مانی جائے؟۔

حضرت جناب شاہ محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خواب کی یوں تعبیر فرماتے ہیں کہ ''جفت مادر'' کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح سے ماں کے پیٹ سے انسان کی پیدائش ہے اور ماں اس کی اصل ہے اسی طرح کل انسانوں کی اصل مٹی ہے۔ اس لئے ماں کے ساتھ صحبت کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ اپنے اصل سے جاملا، یعنی خاک ہوگیا۔ اور خاک ہونے کے بعد سالک، کمال کو پہنچتا ہے۔ دیکھو کیسی صاف بات فرمائی ہے۔

تشریح قول حضرت شاہ محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

جب کوئی انسان مرد کامل بننا چاہتا ہے اور توفیق ربانی اس کے شامل حال ہوتی ہے

اور الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوۃ. ۶۸) کے مطابق پوری سعی کرتا ہے اور مطابق ارشاد خداوندی، وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (مزمل. ۷)، کے ہر علائق وعوائق کو چھوڑ کر اُس معبود حقیقی کی طرف رجوع ہوجاتا ہے اور عبادت میں مصروف ہوجاتا ہے اور موتوا قبل ان تموتوا کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے، یعنی کامل طور سے اپنے وجود بشریت کی نفی کر لیتا ہے اور پورا متقی ہوجاتا ہے تو اس وقت مطابق ارشاد خداوندی، لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا اس کو دنیاوی زندگی میں بشارتیں دی جاتی ہیں۔ یہ بشارت بہت ذریعہ سے ہوتی ہے، کبھی بذریعہ، الہام، کبھی بذریعہ کشف کے، کبھی بذریعہ رویاء صادقہ یعنی خواب وغیرہ وغیرہ۔ من جملہ بشارتوں کے ایک بشارت یہ بھی ہے کہ بذریعہ خواب دکھلایا جاتا ہے کہ تو اپنی اصل مٹی سے مل گیا، یعنی اولیاء اللہ میں شامل ہوگیا۔ چونکہ صحبت کرتے وقت دو انسان مل جاتے ہیں غیریت باقی نہیں رہتی ہے اور چونکہ مرد کامل بھی اپنے وجود بشریت کو چھوڑ کر اپنی ہستی کی نفی کر چکا ہے اور اپنے اصل یعنی خاک سے جاملا ہے اس لئے اس کو اپنے اصل یعنی ماں کے ساتھ جس کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے جو اس کی مجازی اصل ہے صحبت کرتے ہوئے دکھلایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس مجازی اصل سے مل نے کے معنی، حقیقی اصل مٹی سے ملنا مراد ہوتا ہے۔ چونکہ تمھاری جماعت بزرگی اور بزرگوں کے حالات سے بے بہرہ ہے اس لئے ان باتوں سے واقف نہیں۔

رہ روِ عشق کو بتلاؤں میں کیا ملتا ہے
جب خودی اپنی مٹاتے ہیں خدا ملتا ہے
جب فنا اپنے کو کردیتے ہیں عشاق تمام
پھر ہمیشہ کے لئے ان کو بقا ملتا ہے

اعلیٰ حضرت جناب سیدنا مولانا شاہ فضل رحمان صاحب قدس سرہ العزیز نے بھی یہی خواب دیکھا تھا۔ حضرت موصوف ایسے ولی کامل گذرے ہیں کہ آپ کی ولایت کا ڈنکا

ہندوستان کے علاوہ عرب سے عجم تک بج گیا۔ اور تمام ملکوں کے لوگ آ کر مرید ہوئے۔ ایک زمانہ آپ کو قطب دوراں، غوث وقت، تسلیم کر رہا ہے جس کے ثبوت میں صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ وہاں سے نہ کوئی اشتہار بازی کی جاتی تھی اور نہ کوئی ماہواری رسالہ شائع ہوتا تھا اور نہ کسی کو بذریعہ خطوط بلایا جاتا تھا (جیسے کہ مرزا صاحب اپنے مشتہر ہونے کے لئے کارروائیاں کیا کرتے تھے) اس پر بھی حضرت موصوف کے یہاں روزانہ اتنے لوگ جاتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے کہ مرزا صاحب کو کبھی خواب میں بھی نصیب نہ ہوئے ہوں گے۔ حالانکہ وہاں لوگوں کے رہنے کی جگہ بھی نہ تھی، محض تھوڑی سی جگہ میں بڑے بڑے امیر الامراء، غریبوں کے ساتھ رہ کر دال روٹی کھا کر وہاں علیحدہ ہونا نہیں چاہتے تھے۔ یہ آپ کے ولی کامل ہونے کا اثر تھا کہ لوگوں کے قلوب خود بہ خود کھنچے چلے آتے تھے، یہ بہت بڑی کرامت آپ کی تھی جس سے کوئی مرزائی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ آپ غیر ملکوں میں بھی بہت ہی مشہور تھے۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد امام مدینہ منورہ نے ممبر پر چڑھ کر اعلان کیا کہ حضرت مولانا فضل رحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ قطب الہند کا وصال ہو گیا ہے، ان کے جنازے کی نماز ہونی چاہئے۔ چنانچہ سب لوگوں نے آپ کے جنازے کی غائبانہ نماز مدینہ منورہ میں پڑھی۔

غرضیکہ یہ بات پوری طور سے ثابت ہوگئی کہ ایسا خواب دیکھنے والا ولی کامل، خدا کا بہت بڑا دوست ہے۔ اس کا ثبوت ہم اور جس کی آنکھیں ہیں وہ دیکھ رہا ہے کہ حضرت سیدنا، مولانا محمدؐ علی صاحب قبلہ مد فیضہم ایک گوشہ میں بیٹھے ہیں، نہ اپنی تعریف کا اشتہار کسی وقت دیا، نہ زبانی کسی قسم کا دعوی ہے، نہ کسی طریقہ سے کسی سے چندہ مانگا، جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنے لئے اختیار کیا تھا؛ مگر اللہ تعالیٰ مشہور کر رہا ہے اور سارے کاموں کا کفیل ہے۔ خود بخود ہزاروں ہزار مخلوقات حضور کی خدمت مبارک میں آتی ہے اور اپنے اپنے استعداد کے مطابق فائدۂ دینی ودنیاوی حاصل کیا کرتی ہے۔ بعض دفعہ دنیاداروں پر ڈانٹیں بھی پڑتی ہیں مگر

مخلوق ہے کہ مانتی ہے جوق در جوق چلی آتی ہے اور فیض حاصل کر رہی ہے۔ یہ آپ کی ولایت کا اثر اور ولی کامل ہونے کا نہایت کھلا ہوا ثبوت ہے۔ خدا نے جن کے دلوں میں ایمان کی روشنی عنایت فرمائی ہے وہ دیکھتے ہیں اور فیض حاصل کیا کرتے ہیں۔ مگر جو لوگ **خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ** (لقیہ۔ ۶) کے مصداق ہو چکے ہیں انھیں کچھ نظر نہیں آتا، درحقیقت وہ اندھے، بہرے، گونگے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ’’**صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ** (لقیہ۔ ۱۷۰)‘‘ اس جگہ پر ایک گودام دار (اسٹاک روم کے مالک) اسمی (نام) پنو خاں، کا خط جو انھوں نے ایک خواب دیکھنے کے بعد حضرت اقدس کے پاس میاں عبدالرحیم ساکن گوگری سے لکھوا کر بھیجا ہے، نقل کیا جاتا ہے؛ جس کے دیکھنے سے حضرت اقدس کی کرامت اور گروہ مرزائیہ کی گمراہی کا پورا پتہ چلتا ہے۔ وہ خط یہ ہے۔

اسرار نہانی کے متعلق ایک خوفناک خواب:

فرقہ قادیانی سے دو شخص مقام کاس نگر (مونگیر سے متصل ایک گاؤں) میں ایک گودام دار چرسہ (بکری کی کھالوں کے گودام دار) کے پاس پہنچے اور ایک کتاب موسومہ اسرار نہانی مفت گودام دار صاحب کو اس نے دی اور زبانی بھی اپنی بہت کچھ صفائی دکھلائی۔ یہاں تک کہ گودام دار صاحب کے عقیدہ میں بھی خرابی پیدا ہوگئی۔ خدا کی شان کہ چند روز کے بعد اُنھوں نے یعنی گودام دار صاحب نے ایک خواب دیکھا کہ ایک دریا بہت بڑا ہے اور میں پار اترنا چاہتا ہوں مگر گھاٹ پر دو ’’بوچے‘‘ (گوہ کے بچوں کو مونگیر کی مقامی زبان میں بوچہ کہتے ہیں) منہ کھولے ہوئے بیٹھے ہیں اور مجھ کو نگل جانے کو چاہتے ہیں، میں بہت پریشان کھڑا تھا کہ اس اثناء میں حضرت افضل الفضلاء اکمل الکملاء جناب مولانا سید محمد علی صاحب عمّ فیضہم باشوکت وشان، تشریف فرما ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ جوان، خوف مت کھاؤ، اڑ کر پار ہو جاؤ۔ اس ارشاد کے وقت حضورؒ نے اس نحیف کے پشت پر ہاتھ بھی پھیرا، خدا کی

شان کہ میں دریا پار ہوگیا اور اُن بوچوں سے نجات حاصل ہوگئی۔ اس کے صبح سے ہمارا عقیدہ جناب مولانا صاحب کی طرف خوب درست ہوگیا اور سمجھ گیا کہ کمبخت وہ دونوں قادیانی، درحقیقت ''بوچے'' تھے جو مجھے کھا جانا یعنی میرے ایمان کو لینا چاہتے تھے اور بہا کر جہنم میں ڈالتے تھے مگر حضرت اقدس نے خدا کے فضل سے دست گیری فرما کر اس سے چھوڑایا۔ میں مولانا کا مرید نہیں ہوں مگر خدا نے چاہا تو عنقریب حاضر خدمت ہوکر قدم بوسی حاصل کروں گا۔ (راقم عبدالرحیم ساکن گوگری)۔

اے عزیز! تم اس خط کو مکرر پڑھو اور غور کرو کہ ہمارے حضرت اقدس کی یہ کھلی کرامت ہے جس سے صاف ثابت ہوگیا کہ اگلے بزرگوں نے جو مذکورہ خواب کی تعبیر بیان کی ہے وہ نہایت صحیح ہے یعنی اس خواب کا دیکھنے والا کامل اولیاء اللہ میں (سے) ہے اور جو، اُن کے مخالف ہیں وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اُن سے ایسے ہی بچنا چاہئے جیسے انسان کو بوچے سے بچنا چاہئے۔ اور یہ بھی اِس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بچنے کے لئے حضرت اقدس ہی کا دامن پکڑنا ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں کے طفیل سے اس دینی دشمنوں سے بچا سکتا ہے۔ اے عزیز! اگر ایسی باتیں بھی دیکھ کر تمھارا ایمان درست نہ ہو تو بڑی افسوس کی بات ہے۔ خدا سے ڈرو اور بری صحبت سے بچو۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ سرہٗ جو متقدمین کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہوئے ہیں اپنے رسالہ ''انسیہ'' کے صفحہ ۳۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ازاں مادر زادم دیگر بارا شدم جفتش
ازآنم گبر می خوانند کز مادر زناں کردم

جس ماں سے کہ میں پیدا ہوا، دوسری مرتبہ اُس سے جفت ہوا۔ اس وجہ سے مجھ کو گبر (بت پرست) لوگ کہتے ہیں کہ میں نے ماں سے زنا کیا۔ ظاہراً مفہوم تو اس کا جو ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے اس سے ہر بے علم شخص الزام لگا سکتا ہے مگر حقیقت کی نظر سے دیکھئے،

فرماتے ہیں کہ ماں؛ دراصل خاک ہے جس سے میری طینت ہوئی اور میں پیدا ہوا۔ اب دوبارہ اسی خاک سے ملنا کمال انکساری کی دلیل ہے جو بہرصورت مستحسن ہے۔ چنانچہ مولانا خود فرماتے ہیں: ''مراد ازیں مادر طبیعت است، بندہ بترک اختیار خود تفویض جزئیات و کلیات، بخدا بمقام ''بِی یَسمَعُ و بِی یُبصِرُ'' می رسد''۔

حضرت مولانا ابو احمد رحمانی مدفیضہم پر بھی یہی اعتراض مرزائی لگاتے ہیں۔ حضرت ممدوح تو اس کا کچھ جواب نہیں دیتے ہیں اور خاموش ہیں مگر حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ، ایسے الزام لگانے والوں کو ''گبر'' کے لفظ سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ اس شعر سے ظاہر سے ہوتا ہے۔ سچ ہے۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ میں سونے کا کنگن پہنے ہوئے ہوں حالانکہ مرد کو سونے کا کنگن پہننا حرام ہے۔ گو یہ خواب بظاہر برا معلوم ہوتا ہے مگر تعبیر اس کی اچھی ہے۔ جس کی تشریح حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، طوالت کے خیال سے چھوڑتا ہوں۔

غرض بزرگان دین کے اقوال اور مذکورہ دونوں خواب، اسرار نہانی کے مؤلف کو جھوٹا ثابت کر رہے ہیں۔ مرزائیوں کی بے علمی پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ ایسی مشہور بات بھی نہیں جانتے ہیں اور ایسے مبارک خواب کو گندگی اور جھوٹ سے تعبیر کرتے ہیں۔ افسوس تو اس پر زیادہ ہے کہ مولوی (پنڈت) عبدالماجد صاحب مرزائی بھی ان بے علموں کو نہیں سمجھاتے ہیں۔ ہاں وہ کیوں سمجھانے لگے! وہ تو خود ان سب باتوں سے بے علم ہیں۔ انھیں تصوف کی باتوں سے کیا علاقہ؟ ان کی کتاب ''القائے شیطانی'' سے اُن کی دیانت و قابلیت کا پتہ چلتا ہے (رسالہ انوار ایمانی، ومحکمات ربانی، وصحیفہ رحمانیہ نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲،

دیکھو) تم اور مصنف ''اسرارنہانی'' ان سب باتوں سے بے خبر ہو اس کو دیکھ کر آئندہ کے لئے متنبہ ہو جاؤ بلکہ مصنف اسرارنہانی کو اپنے رسالہ کی تردید کرنی چاہیئے۔ مگر اب تو اس کی بدولت پچاس روپے ماہوار کے نوکر ہو گئے، اب کیوں لکھیں گے۔ اب تو انھیں صرف گمراہ کرنے کے لئے معقول تنخواہ ملتی ہے۔

محمدی بیگم سے متعلق مرزائیوں کا مغالطہ:

تم لکھتے ہو کہ محمدی بیگم کا باپ، پیش گوئی کے مطابق، اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ بعد اسکے مرنے کے اس کے خاندان کے لوگ چلاّ (چیخ) اٹھے اور مرزا صاحب سے معافی اور دعا کے لئے خط پر خط لکھنے لگے۔ کئی شخص اس خاندان کے احمدی (اسلام سے مرتد ہو کر قادیانی) ہو گئے اور کئی شخص اپنی حالتوں میں تبدیلی پیدا کرتے گئے۔ اور خود اس کا شوہر جس نے چند ہی ماہ پہلے مرزا صاحب کی پیش گوئی کو جھوٹا سمجھ کر نہایت دلیری سے نکاح کر لیا تھا بعد مرنے اپنے سسر کے وہ بھی گھبراتا ہے اور لوگوں سے خط، حضرت مرزا صاحب کو معافی اور دعا کے لئے لکھواتا ہے اور مرزا صاحب کو ولی اور بزرگ یقین کرنے لگا۔ مرزا صاحب کے مرنے کے بعد تک اسی یقین پر رہا جیسا کہ اس کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے اپنی حالتوں میں تبدیلی کر لی، اس لئے اس پر سزا کا حکم جاری نہ رکھا گیا یعنی مرنے سے بچ گیا۔ اور جب مرنے سے بچ گیا اس لئے نکاح آسمانی بھی ٹل گیا۔

دنداں شکن جواب:

عزیزم خوب دل لگا کر سنو! ان سب باتوں کا نہایت ہی عمدہ جواب، انوار ایمانی، فیصلہ آسمانی، ہر سہ حصہ، اور النجم الثاقب وغیرہ میں اچھی طرح دیا جا چکا ہے۔ اگر تم ان سب کتابوں کو غور سے پڑھے ہوتے تو ہرگز ایسا خط ہمارے پاس نہیں لکھتے۔ میں تمھیں کہتا ہوں کہ ان سب کتابوں کو بغور پڑھو۔ ان سے تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے

بالکل غلط اور نہایت بناوٹ ہے۔ مرزا صاحب کی تحریروں کے مطابق احمد بیگ کے داماد کا مرنا اور بیٹی کا مرزا صاحب کے نکاح میں آنا ضرور ہے۔ یہ خدا کا وعدہ کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ مگر چونکہ تمھاری بہی خواہی مجبور کرتی ہے اس لئے محض مختصر طور سے آں عزیز کو سمجھانے کی غرض سے تحریر کرتا ہوں۔

مرزا صاحب ۱۸۸۸ء میں الہاماً پیش گوئی کرتے ہیں کہ: ''اُس خدائے قادر حکیم مطلق نے مُجھے فرمایا کہ اِس شخص (یعنی احمد بیگ) کی دُختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر......اگر (احمد بیگ نے اِس) نکاح سے انحراف کیا تو...... یہ لڑکی جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وُہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اُس دُختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور آخر کار وہ لڑکی اسی عاجز کے نکاح میں آوے گی۔''
(مفہوم آئینہ کمالات اسلام خ ص ۲۸۶، مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۵۷، ۱۵۸)۔

اس جگہ پر غور کرو کہ ان دونوں وعیدوں میں شوہر کے مرنے کی مدت اڑھائی برس اور اس کے والد کے مرنے کی مدت تین سال، بتلائی گئی۔ اس الہام کا اقتضا نہایت ظاہر طور سے یہ ہے کہ پہلے اس کا شوہر مرے، پھر اس کا باپ؛ کیوں کہ شوہر کے مرنے کی مدت کم اور باپ کے مرنے کی مدت زیادہ ہے۔ اس لئے یہ الہام صاف بتا رہا ہے کہ پہلے اس کا شوہر مرے گا اس کے بعد اس کا باپ۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ احمد بیگ الہام کے مطابق نہیں مرا اور بالیقین معلوم ہوا کہ یہ الہام ربانی نہ تھا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب کو تو ہر شخص کے موت کی خبر ہے۔ وہ جانتا ہے کون کب مرے گا۔ اپنے علم کے خلاف وہ عالم الغیوب، الہام نہیں کر سکتا ہے۔ مطابق الہام کے ظہور ہونے میں فائدہ یہ ہوتا کہ پہلے اس کا شوہر مرتا، پھر اس کا باپ، تو یہ دونوں وعیدیں بھی پوری ہو جاتیں اور ان دونوں کے مرنے کے بعد مطابق وعدۂ خداوندی کے اس لڑکی سے مرزا صاحب کا نکاح بھی ہو جاتا۔ غرض ہر طور سے الہام اس علام الغیوب کا جو مرزا صاحب کو کیا گیا تھا پورا ہو جاتا مگر

ایسا نہیں ہوا۔ اگر اس کے باپ ہی کا پہلے مرنا تقدیر الٰہی میں مقدر ہو چکا تھا اور اُس کے باپ کے مرنے کی وجہ سے اس کے شوہر کو خوف، ہراس، غم، اَلم کا ہونا اور مرزا صاحب سے قصور معاف کرانا، اُن کو خط لکھنا یا لکھوانا اور مرزا صاحب کے مرنے کے بعد تک اس کے شوہر کا زندہ رہنا اور تا زیست اپنے بیوی کو اپنے قبضہ میں رکھنا، تقدیر الٰہی میں مقدر ہو چکا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ علام الغیوب نے مرزا صاحب سے ایسا کیوں کہا کہ ’’ڈھائی برس کے اندر اس کا شوہر مرے گا اور تین برس کے اندر اس کا باپ، اور انجام کار آخر کار وہ لڑکی تیرے نکاح میں آوے گی اور سب موانع دور ہو جائیں گے‘‘ اور بار بار الہام ہوا کہ آخر کار اور انجام کار وہ لڑکی تمھارے نکاح میں ضرور آئے گی؛ اس قدر اصرار اور تاکید سے وعدۂ الٰہی کیوں ہوا؟

اب خوب غور سے خیال کرو کہ جو مانع پیش آیا تھا اس کا علم بھی تو اللہ تعالیٰ کو تھا۔ اگر تمھاری جماعت کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ اس مانع کے دور کرنے پر قادر نہ تھا یا کسی وجہ سے وہ دور نہیں ہو سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ کا باصرار بار بار یہ کہنا کہ ’’انجام کار وہ لڑکی تیرے نکاح میں آئے گی اور سب مانع دور ہو جائیں گے‘‘ کیسا صریح غلط ہوا۔ کیا خدائے پاک کی ایسی شان ہو سکتی ہے کہ وہ ایسا محکم وعدہ کر کے پورا نہ کرے؟۔ اگر کوئی شریف آدمی، اس طرح وعدہ کر کے پورا نہ کرے تو کس قدر اسے برا سمجھا جاتا ہے۔ پھر اُس ذات پاک پر ایسا الزام لگانا کس قدر بے ایمانی کی بات ہے۔ چونکہ یہ بات مسلّم الثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، اس کو ضرور خبر تھی کہ سب مانع دور ہوں گے، باوجود اس علم کے بھی مرزا صاحب سے اس نے حتمی وعدہ کر لیا اور نہایت زور سے نکاح میں لانے کا اُنھیں یقین دلایا، اس کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ اس نے قصداً جھوٹا وعدہ کیا۔

اے عزیز! اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی بدگمانی مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ علام الغیوب اور ہر عیب سے پاک و منزہ ہے۔ اس لئے یہاں پر اب ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب کا یہ

الہام شیطانی تھا، یا مرزا صاحب نے شادی ہو جانے کی غرض سے خدا پر افترا کیا۔ مرزائی حضرات اگر اللہ تعالیٰ کو علام الغیوب اور صادق الوعد سمجھتے ہیں تو مرزا صاحب کے اس الہام کو الہام شیطانی یا افترا کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور اگر مرزا صاحب کو سچا جانتے ہیں اور اس الہام کو الہام ربانی کہتے ہیں تو گویا خدا پر الزام دیتے ہیں۔ گو ظاہر الفاظ میں نہ ہو مگر معنیً ضرور دیتے ہیں اسی وجہ سے میں نے پہلے خط میں لکھا تھا کہ تم لوگ خدا کو جھوٹ بولنے والا اور جھوٹا وعدہ کرنے والا سمجھے ہو۔

ذلت کے بعد دوسری پیش گوئی:

غرض مرزا صاحب کے الہام کے مطابق نہ اس کا باپ مرا اور نہ کوئی مانع دور ہوا، اس لئے مرزا صاحب ضرور مفتری ثابت ہوئے۔ چونکہ اس (لڑکی محمدی بیگم) کا باپ اپنی اتفاقیہ موت سے مرا تب مرزا صاحب نے غل مچانا شروع کیا کہ پیش گوئی کا ایک جز پورا ہو گیا، تب اس طرف لوگوں کی پوری نظر ہوگئی اور اس کے داماد کی موت کا انتظار کرنے لگے۔ بعد گذرنے میعاد ڈھائی برس کے جب اس کا شوہر زندہ رہ گیا اور مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط ہوگئی اور اہل حق مرزا صاحب پر اعتراضات کی بوچھاڑ ڈالنے لگے اور مرزا صاحب رسوا، اور ذلیل ہونے لگے تب اپنی سیاہی کو دور کرنے کیلئے پھر دوسری پیش گوئی، اس کے داماد کے موت کی کرنے لگے۔ وہ دوسری پیش گوئی انجام آتھم، کے حاشیہ میں یوں درج ہے:

(۱) ’’میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔‘‘ (انجام آتھم خ۳۱ ج۱۱)۔ اور پھر اس پیش گوئی کو تفصیل کے ساتھ انجام آتھم میں یوں تحریر کرتے ہیں:

(۲) ’’بلکہ اصل امر بر حال خود قائم است۔ و ہیچکس با حیلہ خود او را ردّ نتواند کرد۔ و

ایں تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است۔ وعنقریب وقت آں خواہد آمد۔ پس قسم آں خدائے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ را برائے ما مبعوث فرمود۔ واورا بہترین مخلوقات گردانید۔ کہ ایں حق است وعنقریب خواہی دید۔ ومن ایں را برائے صدق خود یا کذب خود معیار می گردانم۔ ومن نگفتم الا بعد زانکہ از رب خود خبر دادہ شدم۔'' (خ ص۲۲۳ ج۱۱) پھر ضمیمہ انجام آتھم صفحہ (خ ص۳۳۸ ج۱۱) میں یوں تحریر کرتے ہیں:

(۳) ''یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جُز پوری نہ ہوئی (یعنی احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا) تو میں ہر یک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے[۱] وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔''

چونکہ اللہ تعالیٰ کو گذشتہ اور آئندہ کا علم پورا ہے اس لئے داماد احمد بیگ کے نہیں مرنے سے ثابت ہوگیا کہ یہ سب الہامات بھی الہام ربانی نہیں تھے بلکہ ڈرانے دھمکانے کے لئے بار بار کہا جاتا تھا۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب اس کا داماد،، پہلی دفعہ مطابق پیش

قابل دید حاشیہ

[۱] اس حاشیہ کو ضرور دیکھو۔ اے عزیز! یہ کہنا رہ گیا اس لئے حاشیہ لکھتا ہوں۔ میں نے تین قول مرزا صاحب کے نقل کئے ہیں انہیں میں غور کرنے سے مرزا صاحب کے سچے جھوٹے ہونے کا فیصلہ ہو جاتا ہے، پھر کوئی بات لگی نہیں رہتی۔ آخر کے دونوں قول میں خوب غور کرو۔ اُن سے وہ سب باتیں غلط ہو جاتی ہیں جو اِس غلط پیشین گوئی کے جواب میں بنائی جاتی ہیں۔

دیکھو، (۱) کہتے کہ ''یہ خدا کا سچا وعدہ ہے'' یعنی اُن وعدوں میں نہیں ہے جو کسی وجہ سے جھوٹے ہو جاتے ہیں بلکہ اُن باتوں میں ہے جو بدلتی نہیں، اس لئے اس کا پورا ہونا ضرور ہے، اب اس کے لئے کوئی مانع مرزا صاحب کے قول کے بموجب نہیں ہوسکتا۔

(۲) اور دیکھو، لکھتے ہیں کہ ''اگر احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا'' اب تم غور کرو کہ کوئی خدا کا رسول، اپنی صداقت کے بیان میں بغیر الہام الٰہی (باقی اگلے صفحہ پر)

گوئی مرزا صاحب کے ڈھائی برس کے اندر نہیں مرا، اور مرزا صاحب اس میں جھوٹے ہوگئے اور لوگوں کی طرف سے مرزا صاحب پر اعتراضات کی بوچھار پڑنے لگی تو پھر مرزا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس طرح نہیں کہہ سکتا جس طرح مرزا صاحب کہہ رہے ہیں۔ اور جب یہ مقولہ بالہام الٰہی ہے تو ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ عالم الغیب باوجود جاننے، موانعات کے مرزا صاحب کی زبان سے یہ کہلائے کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا، جب ایسا کہلایا تو معلوم ہوا کہ اس کیلئے کوئی مانع نہیں ہوسکتا، اس کا ظہور ہر طرح ہوگا۔ اب جو باتیں بنائی جاتی ہیں، ان سب کو یہ قول جھوٹا ٹھہراتا ہے۔ اور بالفرض اگر مرزا صاحب نے غلطی سے ایسا کہا تو ضرور تھا کہ قبل مشتہر ہونے، اور مخالفوں تک پہنچنے کے اس کی طرف سے اطلاع ہوتی۔ اور بالفرض اگر غلطی سے مشتہر ہوگیا تھا تو فوراً اس کے بعد ہی اس کی غلطی کو مشتہر کرتے اور تنبیہ الٰہی کو دنیا پر ظاہر کرتے مگر ایسا نہیں ہوا، اس لئے بالیقین معلوم ہوا کہ یہ وعدۂ الٰہی نہ تھا، اس لئے خدا تعالیٰ نے اسے جھوٹا کر کے دنیا کو ان کا کاذب ہونا، دکھا دیا۔

(۳) پھر دوسرے قول میں دیکھو کہ فارسی میں سخت قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کا پورا ہونا سچ ہے یعنی اس بات پر قسم کھاتے ہیں کہ احمد بیگ کا داماد، میرے روبرو مرے گا اور اس قول کے سچ ہونے کو تو عنقریب دیکھ لے گا، میں اس کو اپنے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں۔ یہ سب باتیں کہہ کر آخر میں یہ کہتے ہیں کہ ''من نہ گفتم الا بعد ازاں کہ از رب خود خبر دادہ شدم'' یعنی جو میں نے کہا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ وہی کہا ہے جس کی اطلاع میرے پروردگار نے مجھے دی ہے۔ تمام باتیں کہہ کر آخر میں یہ جملہ کہنا صاف بتا رہا ہے کہ اس سے پہلے جو کچھ بیان کیا گیا وہ سب الہامی ہے۔

اے عزیز! آنکھیں کھولو اور خدا کا خوف دل میں لا کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے یقین اور پختگی سے وعدہ کیا ہے کہ مرزا صاحب اس کے پورا ہونے پر قسم کھا رہے ہیں اور اپنے صدق و کذب کا اسے معیار بتا رہے ہیں، پھر کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی ایسا مانع پیش آئے جس کی وجہ سے اس کا ظہور نہ ہو اور خدا تعالیٰ (۱) اپنے رسول کی قسم کو جھوٹا کر دے۔ اور قسم اس بات پر ہے (۲) جس کے پورا کرنے کا پختہ وعدہ اس خدائے صادق الوعد نے کیا ہے جس کی باتیں نہیں ٹلتیں اور وہ وعدہ (۳) جسے خدا تعالیٰ نے اس کی صداقت کا عظیم الشان نشان ٹھہرایا ہے۔ (۴) جسے اس کے برگزیدہ رسول نے دنیا کے روبرو اپنی صداقت کا معیار ٹھہرایا ہے۔ (۵) جس کے ظہور میں نہ آنے سے وہ رسول اپنے پختہ اقرار سے جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

صاحب نے اپنی زندگی بھر کی قید لگا دی اور یہ کہہ دیا کہ میری زندگی کے اندر اس کا مرنا، تقدیر مبرم ہے، وہ میرے سامنے ضرور مرے گا۔ بڑے سوچ سمجھ سے مرزا صاحب نے زندگی بھر کی قید لگائی تھی۔ ایسا کہنے میں ہر صورت سے مرزا صاحب کو فائدہ تھا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

(۶) وہ نشان جس کے جھوٹا ہونے کا انتظار آریہ اور عیسائی دشمنان اسلام کر رہے ہیں۔ (۷) جس کے ظہور کے لئے بقول مرزا صاحب ہزاروں مسلمان دعاء کر رہے ہیں بایں ہمہ خدا تعالیٰ اس نشان کو ظاہر نہ کرے، یہ کیسا غضب ہے کہ ایسا مہتم بالشان نشان جس کے ظہور کے لئے سات وجہیں یقین دلاتی ہوں کہ اُس نشان کا ظہور ضرور ہوگا اور ہر ایک وجہ ایسی قوی ہے کہ اگر اس وعدہ کا ظہور نہ ہو تو خدا تعالیٰ کا کوئی وعدہ اور وعید لائق اعتبار نہ رہے۔ تمام شریعت درہم برہم ہو جائے اور اس کا خاص رسول اپنے مقرر کردہ معیار کے بموجب دنیا کے روبرو جھوٹا ثابت ہو، یہ ہو سکتا ہے؟۔ اگر ایسا ہو سکے تو کیا وجہ ہے کہ کہ منکرین اسلام، مذہب اسلام پر مضحکہ نہ کریں، دہریہ، خدا کی قدرت کا انکار نہ کریں۔

اے عزیز! ذرا ہوش سنبھال کر اس کا جواب دو۔ اور تم کیا دو گے، یہاں سے قادیان تک اپنی ساری جماعت سے دریافت کرو مگر سب کو اس کے جواب سے عاجز پاؤ گے۔

اب یہ بھی کہو کہ اس وعید کی پیشین گوئی کو کسی بادشاہ سلامت کے قیدی چھوڑنے اور مجرم کو رہا کرنے سے کیا واسطہ؟ دونوں میں آسمان وزمین کے فرق سے بھی بہت زیادہ فرق ہے۔ اس پیشین گوئی کے قیدی کو چھوڑ دینے سے اس کا سچا رسول جھوٹا ٹھہرتا ہے، اس کی قسم جھوٹی ہوتی ہے، وہ اپنے اقرار سے کاذب قرار پاتا ہے، جس کی وجہ سے دنیا اسے جھوٹا ماننے پر مجبور ہے۔ اب اگر وہ سچا رسول ہے تو اس کے نہ ماننے والوں کو جہنمی ٹھہرانا ان پر ظلم ہے۔ کیوں کہ مرزائی خیال کے بموجب، خدا تعالیٰ نے نہایت صفائی سے ایسی باتیں ظہور میں لائیں جس سے انسان اس کے جھوٹا جاننے پر مجبور ہوئے۔ کسی بادشاہ سلامی کے قیدی چھوڑنے میں، اُن میں سے ایک خرابی بھی نہیں پائی جاتی۔ اب دونوں کو یکساں سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ دیکھو یہ کیسی صاف تقریر ہے جس کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا۔ اور صرف اسی بات پر مرزا صاحب کا خاتمہ ہے، اب کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ جس کا جھوٹا ہونا نہایت صفائی سے اس کے متعدد اقوال سے ثابت ہو، اس کی صداقت قرآن مجید سے ثابت ہو سکے، بلکہ ایسا کہنا قرآن مجید پر سخت الزام لگانا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

(۱) اگر کہیں اتفاقیہ اس کا داماد، مرزا صاحب کی زندگی کے اندر مر گیا تب تو مرزا صاحب کی چاندی چوکھی ہوگئی۔ (۲) اور اگر مرزا صاحب پہلے مر گئے اور وہ زندہ رہ گیا تو بھی اچھے کئے کہ اعتراضات کے بوچھار سے چھٹکارا ہو گیا۔

چونکہ ایسی پیش گوئی کرنے میں مرزا صاحب پر ان کی زندگی بھر میں کوئی اعتراض کا موقع نہیں پیدا ہوتا تھا، اس لئے مرزا صاحب نے اس کو نہایت ہی زور سے بیان کیا اور لوگوں کو یقین دلانے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ مرزا صاحب نے بڑی عقلمندی سے یہ جملہ کہا تھا کہ ''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی'' اپنی موت کی شرط کیا اچھی شرط ہے، یعنی ہم مر جائیں گے تو کون مجھ کو جھوٹا کہے گا اور ماننے والے کچھ بات بنا ہی دیں گے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

اگر اس کا داماد اپنے سسر کے مرنے کے بعد خوف والم سے ہراس ہو کر توبہ اور رجوع کر لیا اور ڈھائی سال کے اندر، مطابق پیش گوئی مرزا صاحب کے نہیں مرا یعنی توبہ اور رجوع کی وجہ سے وہ جرم سے رہا کر دیا گیا اور سزائے موت سے بچ گیا تو پھر انجام آتھم میں اس کے موت کی دوسری پیش گوئی کرنے کی مرزا صاحب کو کیا ضرورت پڑی؟۔ اور اس کے مرنے کو خدا کا سچا وعدہ کیوں کہا؟۔ پھر اس کا داماد توبہ اور رجوع کے بعد کس جرم کا مجرم ہو گیا کہ سزائے موت کے پانے کا مستحق ہو گیا؟۔ چونکہ مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کے مطابق بھی اس کا داماد، مرزا صاحب کی زندگی کے اندر نہیں مرا بلکہ مرزا صاحب خود ہی اس کے سامنے مر گئے، اس لئے مرزا صاحب کی دوسری پیش گوئی بھی جھوٹی ہو گئی۔

اب یہ تو بتلاؤ کہ مرزا صاحب سے اُن کے ملہم نے ایسی جھوٹی بات کیوں کہی کہ احمد بیگ کے داماد کا تمہاری زندگی کے اندر مرنا، تقدیر مبرم ہے اور پھر وہ نہ مرا۔ پہلی دفعہ تو مرزا صاحب کے ملہم سے غلطی ہو چکی تھی، کیا پھر بھی مرزا صاحب کے ملہم کو اس کی خبر نہیں تھی کہ مرزا صاحب کی عمر سے اسکے داماد کی عمر زیادہ ہے؟ یہاں پر بھی مرزا صاحب کے ملہم نے غلطی کی یا مرزا صاحب اس کہنے میں خود مفتری تھے؟۔ مصنفؒ۔

ہمدردانہ غور وفکر کی دعوت:

چنانچہ تم کیسی غلط باتیں بنارہے ہو، اور ایسی باتیں خود مرزا صاحب کے قول سے غلط ثابت ہوتی ہیں۔ اس کی تفصیل بیان حقانی، توضیح حصہ دوم، فیصلہ آسمانی، میں خوب کی گئی ہے، وہاں دیکھو۔ واقعات نے تو یہ شہادت دے دی کہ نہ مرزا صاحب کے سامنے اس (لڑکی) کا شوہر مرا، اور نہ مرزا صاحب سے اس کی بیوی کی شادی ہوئی جس کا نہایت پختہ وعدہ تھا۔ اب یہ تو بتلاؤ کہ مرزا صاحب کے ساتھ کس خبیث مفتری کا کاروبار تھا؟ کہ جس کی کل باتیں ٹل گئیں۔ جب مرزا صاحب کے سامنے اس کا شوہر نہیں مرا تو مرزا صاحب اپنے اقرار کے مطابق ہر بد سے بدتر ہوئے یا نہیں؟۔ اور اپنے مقرر کردہ معیار کے بموجب، جھوٹے ہوئے یا نہیں؟۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ ہم کے سچے ہیں، ہم اپنے رسولوں سے خلاف وعدگی نہیں کرتے ہیں۔ اس جگہ پر ضرور یقین کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب مرزا صاحب کے ساتھ خدا کا وعدہ نہیں تھا بلکہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار تھا۔ اوپر والے مضمون کے نتیجے کو نمبر درج کرتا ہوں، اس کا جواب اپنے کانشنس سے طلب کرو۔

نمبر۱...... مطابقِ خیال مرزائیوں کے اگر اس کا داماد، توبہ اور رجوع کی وجہ سے ڈھائی سال کے اندر نہیں مرا؛ تو اس کے بعد دوسری پیش گوئی کے مطابق مرزا صاحب کی زندگی کے اندر کیوں نہیں مرا؟۔ مرزا صاحب کی دوسری پیش گوئی کیوں جھوٹی ہوگئی؟۔ اس جگہ پر اس کے داماد نے کس توبہ اور رجوع سے فائدہ اٹھایا؟۔

نمبر۲...... اگر اس کے داماد کا مرنا، مرزا صاحب کی زندگی میں تقدیر مبرم تھا تو پھر یہ تقدیر کہاں اٹک رہی؟ اس جگہ پر یا تو مرزا صاحب کو مفتری کہا جائے یا یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اس لئے مرزا صاحب کو مفتری کہنا ضرور ہے۔ تم مرزا صاحب کو مفتری کہو گے یا اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے سے انکار کرو گے؟

نمبر۳...... مرزا صاحب نے جو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس کے پورے ہونے یقین دلایا تھا، وہ قسم سچی ہوئی یا جھوٹی؟۔

نمبر۴...... مرزا صاحب اس کے پورے نہیں ہونے پر اپنے کو جھوٹا اور ہر بد سے بدتر قرار دیتے ہیں، مطابق اپنے اقرار کے مرزا صاحب جھوٹے اور ہر بد سے بدتر ہوئے یا نہیں؟۔ اگر جھوٹا نہیں مانتے تو اس کی وجہ بیان کرو۔ میں انھیں کا قول نقل کیا ہے، کوئی بات اپنی طرف سے نہیں لکھی۔

نمبر۵...... مرزا صاحب کے ساتھ کس خبیث مفتری کا کاروبار تھا جس کی باتیں بدل گئیں؟

نمبر۶...... یہ انسانی افترا نہیں تھا تو کیا تھا؟۔

نمبر۷...... مرزا صاحب اس کو خدا کا سچا وعدہ بتلاتے ہیں اب کہو کہ یہ وعدہ سچا ہوا یا جھوٹا؟ اور جھوٹا ہونا تو ظاہر ہے تو اس کے جھوٹا ہونے سے کون جھوٹا ہوا؟۔ مرزا صاحب یا اللہ تعالیٰ، نعوذ باللہ۔

نمبر۸...... خدا صادق الوعد ہے یا نہیں؟ وعدہ خلافی اس کی شان سے بعید ہے یا نہیں؟

اس جگہ پر مرزا صاحب، جو اس کو خدا کا سچا وعدہ بتلاتے ہیں، اس کہنے میں مرزا صاحب سچے ہیں یا خدا وعدہ خلافی کر گیا؟۔

اگر تم یہ کہو کہ خدا کے سب وعدے اور وعیدیں پوری نہیں ہوتی ہیں، بعض ہوتی ہیں؛ تو مرزا صاحب کا یہ قول نہایت صاف طور سے یہ کہہ رہا ہے کہ یہ وعدہ، یعنی احمد کے داماد کے مرنے کا وعدہ، اُن جھوٹے وعدوں میں نہیں ہے بلکہ یہ سچا وعدہ ہے، بہر حال اس کا پورا ہونا ضرور ہے۔

مرزا کی تحریر سے ہی اس کے جھوٹا ہونے کا ثبوت:

اب اس بات کا جواب ملاحظہ کرو کہ اس کا داماد توبہ اور رجوع کی وجہ بچ سے گیا یا مرزا

صاحب اس کے کہنے میں بھی جھوٹے ہیں۔تعریف تو یہ ہے کہ مرزا صاحب ہی کی تحریر سے یہ قول بھی جھوٹا ہو جاتا ہے۔

اپریل ۱۸۹۲ء میں مرزا احمد بیگ نے اپنی لڑکی (یعنی مرزا صاحب کی الہامی منکوحہ) کی شادی سلطان محمد بیگ سے کردی اور ڈھائی برس تک یعنی ستمبر ۱۸۹۴ء تک اس کا داماد، سلطان محمد بیگ، مطابق پیش گوئی مرزا صاحب کے نہیں مرا تب پھر مرزا صاحب نے ۱۸۹۷ء میں دوسری پیش گوئی اس کی موت کی، کی۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں اور الہام بھی ان کا نقل کر چکا ہوں، جس انجام آتھم میں اس کی موت کی دوسری پیش گوئی درج ہے اسی انجام آتھم کے صفحہ ۲۲۴ میں یعنی شادی ہونے کے پانچ برس بعد اور مرزا صاحب کی پہلی پیش گوئی جھوٹی ہونے کے ڈھائی برس کے بعد یوں تحریر کرتے ہیں:''من می بینم کہ اوشاں سوئے عادتہائے پیش میل کردہ اند۔ و دلہائے شاں سخت شد چنانکہ عادت جاہلاں است۔ و ایام خوف را فراموش کردند۔ و سوئے زیادتی و تکذیب عود نمودند پس عنقریب امر خدا بر ایشاں نازل خواہد شد چوں خواہد دید کہ ایشاں در غلو خود زیادت کردند۔'' (خ ص ۲۲۴ ج ۱۱)۔

مرزا صاحب کی اس عبارت سے روشن ہو رہا ہے کہ اس کا داماد، مرزا صاحب کی تکذیب میں زیادتی کرنے لگا، پہلے سے زیادہ سخت ہو گیا، اس لئے اس پر عذاب آوے گا۔مرزا صاحب کی تحریر پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس نے توبہ اور رجوع نہیں کی تھی۔

(۱) کیوں کہ اگر خوف کی وجہ سے توبہ اور رجوع کرتا اور مرزا صاحب کو بزرگ مان لیتا اور ان کے پاس عاجزی کا خط لکھواتا تو پھر تکذیب میں زیادتی کرنے کے کیا معنی؟

(۲) اگر اس کا داماد خوف کی وجہ سے توبہ اور رجوع کرتا اور مرزا صاحب کے پاس خط لکھواتا، یا لکھتا، تو اپنی عادت کے بموجب مرزا صاحب معترضین کو ساکت کرنے کے لئے اس کے خط کو موٹے موٹے حرفوں میں لکھ کر تمام دنیا میں شائع کر دیتے، مگر شائع نہیں

کیا۔اس سے بخوبی سمجھا جاتا ہے کہ جب مرزا صاحب پر اعتراضات کی بوچھار پڑنے لگی اور مرزا صاحب بغل جھانکنے لگے تو محض دروغ گوئی سے یہ کہہ دیا کہ توبہ اور رجوع کی وجہ سے زندہ رہ گیا۔اس پر نہ کوئی تحریری ثبوت لائق اعتبار ہے اور نہ کوئی زبانی شہادت قابل وثوق۔ بلکہ اسکے خلاف رسالہ اشاعت السنۃ بابت ۱۳۱۰ھ و ۱۳۱۱ھ میں لکھا ہے کہ سلطان محمد سے کئی سوال کئے گئے تھے اُن میں تیسرے سوال کے جواب میں وہ لکھتے ہیں:

مرزا سلطان محمدؒ کا جواب:

مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا تھا اور جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں خدا کا ہر وقت شکر گذار ہوں۔ سلطان محمد بیگ بقلم خود۔

اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۱۶ صفحہ ۱۹۱ سطر ۱۳، میں یہ تحریر بائیس برس کی چھپی ہوئی موجود ہے۔مرزا صاحب اس وقت خوب زوروں پر تھے مگر اس کا غلط ہونا نہ مرزا صاحب نے لکھا اور نہ اُن کے خلیفہ اوّل نے، اس لئے اب جو خط شائع کیا گیا وہ بالکل غلط ہے، ہرگز لائق اعتبار نہیں ہوسکتا۔ بلکہ پہلا خط جو اشاعۃ السنۃ میں ہے سچا اور لائق اعتبار ہے۔

(۳) مرزا محمود نے جو مرزا صاحب کے مرنے کے پانچ چھ برس کے بعد ایک خط چھاپا ہے اس میں اسی قدر ہے کہ ہم مرزا صاحب کو پہلے بھی بزرگ سمجھتے تھے اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ یہ خط بھی مرزا صاحب کے انجام آتھم والے مضمون سے غلط ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب اس کی تکذیب کی زیادتی کو لکھ رہے ہیں اور خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کبھی زیادتی ہی نہیں کی، ہمیشہ مرزا صاحب کو بزرگ سمجھتا رہا۔اگر خط سچا ہے تو مرزا صاحب جھوٹے ہوتے ہیں اور اگر مرزا صاحب کی تحریر سچی ہے تو مرزا محمود کی یہ کارروائی جعلی ہے۔چونکہ مرزا صاحب کے اقوال سے اسکے خط کی صریح تکذیب ہو رہی ہے اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب آخر عمر تک اسے کوستے رہے اور اپنے سامنے اسکے مرنے کو وعدۂ الٰہی

بتاتے رہے اور بیوی سے اپنا نکاح کرنا، بیان کرتے رہے۔ پھر اتنے ہونے پر وہ مرزا صاحب کو کیونکر بزرگ سمجھ سکتا ہے۔ انسانی طبیعت کا اقتضاء یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ایسے مخالف کو اپنا بزرگ سمجھے، خصوصاً جبکہ وہ اپنی ہی پیشین گوئی میں جھوٹا دیکھ رہا ہو۔

(۴) بفرض محال، بزرگ سمجھنے سے بھی کچھ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ مرزا صاحب سوائے اپنے مریدین کے اور سب کو جہنم[1] میں اوندھا گرا رہے ہیں اور اللہ کا دشمن قرار دے رہے ہیں۔ اس (احمد بیگ) کا داماد تو مرزا صاحب کا مرید نہیں ہوا اور مرزا صاحب پر ایمان نہیں لایا اس لئے مرزا صاحب کے نزدیک جہنم میں اوندھا گرانے کے لائق ہوگیا اور جہنم میں وہی جائے گا جو اللہ کا دشمن ہوگا پھر ایسے خدا کے دشمن کے مقابلہ میں مرزا صاحب مطابق اپنے اقرار کے ہر بد سے بدتر اور جھوٹے سے جھوٹا ہو کر کیوں چل بسے؟۔ مرزا صاحب کے ملہم نے جب کن فیکون کا اختیار مرزا صاحب کو عطا کر دیا اور گویا اپنی خدائی میں شریک کر لیا اور اپنے اختیارات سے مرزا غلام احمد کو کئی برس کے لئے مریم بنا دیا، پھر اپنی روح پھونک کر حمل ٹھہرا کر دس مہینے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا کر دیا، گویا مرد سے عورت پھر عورت سے مرد بنا دیا تو پھر یہاں بھی اُسی اختیارات سے ایک دشمن جہنمی کو فنا کر کے مرزا صاحب کو ہر بد سے بدتر اور جھوٹے سے جھوٹا کہنے سے کیوں نہ بچایا؟۔ غرض مرزا صاحب کے الہامات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اُن کا کوئی الہام، الہام ربانی نہیں تھا بلکہ ان کی خیالی الہامات اور دلی آرزوئیں تھیں جنھیں وہ الہام الٰہی سمجھتے تھے یا قصداً افترا کرتے تھے۔

مرزائیوں کے ایک اور مغالطہ کا جواب:

تم لکھتے ہو کہ خدا کے غیبوں سے جو سیکڑوں کی تعداد میں ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ

[1] الحکم ۲۴؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں تحریر کرتے ہیں ”آج چودھویں صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ کا رسول اس کی طرف سے خلقت کیلئے رحمت و برکت ہے ہاں جو اللہ کے بھیجے ہوئے کو نہ مانے وہ جہنم میں اوندھا گرے گا۔

السلام پر ظاہر ہو کر پورے ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اُن میں سے صرف ایک پیش گوئی کا ذکر کیا ہے جو احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق ہے۔ اس پیش گوئی کا ذکر کئی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ اس کو ذرا ہوش کے ساتھ دیکھو اور اپنی جماعت کو دکھلاؤ۔

(۱) اس کو مرزا صاحب نے اپنا نہایت ہی عظیم الشان کہا ہے۔ جب اس نہایت عظیم الشان میں گفتگو طے ہو جائے اور مرزائی صاحبان اقرار کر لیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی ہوئی تو ہم دوسری پیشین گوئی میں گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہاں معاملہ علماء سے ہے جو جہلاء سے نہیں ہے کہ ایک بحث شروع کی اور اسے ناتمام چھوڑ کر دوسری بحث شروع کرنے لگے، اسی طرح تیسری چوتھی بحث پر پہنچے، بالآخر کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا۔ جماعت احمدیہ چونکہ علم سے بے بہرہ ہے اس لئے وہ جاہلوں کی سی باتیں چاہتی ہے۔ اور اس کے پڑھے لکھے ؛اسی دھوکہ میں رکھتے ہیں۔

(۲) یہ پیشین گوئی ایسی ظاہر ہے کہ اس میں نہ کوئی لفظ ایسا ہے کہ اس کے معنی میں گفتگو ہو سکے نہ اینچ پینچ چل سکتا ہے۔ اور پھر ادنی اور اعلیٰ اس کا یقین کر سکتا ہے، اس میں کسی گواہ، شاہد کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لئے اس میں فیصلہ آسانی سے ہوسکتا ہے۔

(۳) اس پیشین گوئی کا جھوٹا ہونا ایسا اظہر من الشمس ہوگیا کہ کسی پر پوشیدہ نہیں رہا، بجز ان کے جنھیں روز روشن میں بھی سورج نظر نہ آئے۔

(۴) اس پیشین گوئی کی نسبت جس قدر باتیں بنائی گئیں اور اپنے خیال میں جواب دیئے گئے سب کا غلط ہونا نہایت کافی دلیلوں سے دکھا دیا گیا اور اب تک کسی نے ان کا جواب نہیں دیا اور نہ کوئی دے سکتا ہے۔ اگر کسی کو دعوی ہو تو اُس سے کہو کہ چند آدمیوں کے سامنے گفتگو کرے۔

(۵) جب مرزا صاحب کی ایک نہایت ہی عظیم الشان پیشین گوئی غلط ہوگئی تو اب کسی پیشین گوئی کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ مدعی نبوت کہ ایک پیشین گوئی کے

جھوٹا ہونے سے اس کا کذب قرآن مجید سے اور توریت سے ثابت ہے۔تو اب اگر وہ جھوٹا سونہیں ہزار پیشین گوئی کرے اور بالفرض وہ سب سچی بھی ہو جائیں تو وہ سچا نہیں ہوسکتا۔ ایک کاہنہ جو قطعی کافرہ تھی تیس برس تک اس کی پیشین گوئی جھوٹی نہیں ہوئی اور بڑے بڑے علماء نے اس کی شہادت دی۔(فیصلہ آسمانی حصہ ۳ص ۶۴/۶۵ دیکھو)۔

اے عزیز! بڑا افسوس ہے ہے کہ تم ان کتابوں کو نہیں دیکھتے اور ایسی کھلی ہوئی باتوں میں نظر نہیں کرتے اور یہ لکھتے ہوں کہ مرزا صاحب کی بہت سی غیب کی باتیں پوری ہوئیں اور ہورہی ہیں۔

(۶) چھٹی وجہ ذکر نہ کرنے کی یہ ہے کہ ہم مرزا صاحب کا قول نقل کر آئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑنے کے لئے آیا ہوں، اگر میں یہ کام نہ کروں اور کروڑوں نشان دکھاؤں تو بھی میں جھوٹا ہوں جب ہم نے اور ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ کام کچھ نہیں کیا، تثلیث پرستی کے ستون کو توڑنا تو بڑی بات تھی ان سے تو یہ بھی نہ ہوا کہ ان کی زندگی میں سو دو سو تثلیث پرست ایمان لے آتے اور تثلیث پرستی سے توبہ کرتے۔اس لئے وہ اپنے اس اقرار سے جھوٹے ٹھہرے۔اب سو پیشین گوئیاں بلکہ کروڑ پیشین گوئیاں بھی انھیں کے قول کے مطابق بے کار ہیں اب تو ہم ان کے ارشاد کے بموجب ان کے جھوٹے ہونے پر گواہی دیتے ہیں، تمھیں بھی دینی چاہئے، اگر کچھ خدا کا خوف ہے۔اب ان کی پیشین گوئیوں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی ایک پیشین گوئی جسے مرزا صاحب نے نہایت ہی عظیم الشان کہا تھا بطور نمونہ اس کا ذکر دیا، جس سے ان کا جھوٹا ہونا دوسرے طریقہ سے ظاہر ہو گیا اب گمراہوں کو ہدایت پر لانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے بندے کا کام نہیں۔

اس کے علاوہ اس تحریر میں صریح دو جھوٹ ہیں۔ایک یہ کہنا کہ صرف ایک پیشین گوئی کا ذکر کیا، یہ بالکل غلط ہے۔فیصلہ آسمانی اور النجم الثاقب اور مسیح کاذب وغیرہ دیکھو کہ کتنی پیشین گوئیاں جھوٹی بیان کی گئی ہیں۔افسوس تو یہ ہے کہ تمھارے گمراہ کرنے والے تمھیں

رسالے دیکھنے نہیں دیتے اور تم ان کے کہنے پر اپنا ایمان قربان کر رہے ہو اور ان کی وجہ سے ایسا صریح جھوٹ بول رہے ہو۔اس کے سوا مولوی ثناء اللہ صاحب نے مرزا صاحب کی زندگی میں ان کی ساری پیشین گوئیوں کو غلط کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم ساری پیشین گوئیوں کے پڑتال کے لئے موجود ہیں، مناظرہ کرلو۔مرزا صاحب نے اس کے مقابلہ میں بڑے زور سے اُنھیں قادیان بلایا اور پھر یہ پیشین گوئی کی کہ وہ ہرگز نہ آئیں گے۔مگر وہ پہنچ گئے اور مرزا صاحب گھر سے باہر نہ نکلے اور مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی ہوگئی۔ان کے مرنے کے بعد مولوی صاحب نے اعلان دیا کہ پیشین گوئی کے پڑتال کے لئے لاہور میں جلسہ کرلیا جائے، مگر کوئی مرزائی سامنے نہیں آتا۔پھر یہ کہنا کیسا غلط ہے کہ صرف ایک پیشین گوئی کا ذکر کیا دوسری کا نہیں کیا۔خاص مونگیر میں بھی بہت سی پیشین گوئیوں کا ذکر ہوا ہے اور دوسری جگہ ساری پیشین گوئیوں کو جھوٹا کہا ہے۔جب تم اور تمھاری جماعت، آنکھوں پر پٹی باندھ لے اور نکلے سورج کو نہ دیکھے تو آپ اندھیرے میں گر کر وہیں جائیں گے کہ جہاں اس کو جانا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ جس پیشین گوئی کو تم ایک کہہ رہے ہو اس میں تو درحقیقت چھ پیشین گوئیاں ہیں اور چھوؤں غلط ہوئیں۔اب ان چھوؤں کو ایک کہنا صریح غلط ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تم انھیں جھوٹا نہیں جانتے۔ہم نے تو ان کے قول کے بموجب انھیں جانچا اور جھوٹا پایا۔ دیکھو مرزا صاحب کا اشتہار ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء میں تحریر کرتے ہیں:''بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محکِ امتحان نہیں ہوسکتا۔''(خ ص ۲۸۸ ج ۵، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۵۹)۔

مطابق اس قول کے ہم نے اُن کی پیشگوئیوں کو جانچا اور خاص کر وہ پیش گوئی جس کو انھوں نے نہایت ہی عظیم الشان کہا تھا وہ غلط ہوئی اور یقیناً غلط ہوئی۔اب تمھارے عذرات، پیش کرنا بھی بے کار ہیں۔کیوں کہ سچے رسول کی پیشگوئی کبھی غلط نہیں ہوسکتی اور

غلط ہونے کے بعد کوئی عذر قابل سماعت نہیں ہوسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی باتیں انسانوں کی طرح نہیں ہیں کہ جب وہ نہیں ہوسکا تو پھر عذر کرنے لگے۔

تم لکھتے ہو کہ کوئی بادشاہ، کسی شخص کی شرارت اور بغاوت کی تحقیق کے بعد حکم سزا نافذ فرماویں اور پھر قبل اس کے کہ وہ سزا بھگتے یا کچھ بھگت چکنے پر کسی تغیر حالت کی وجہ سے یا محض ترحم خسروانہ سے اس کو معاف فرماویں اور اس پر سزا عائد نہ ہو تو کیا اس کو جھوٹ اور فریب سے کام لینا کہیں گے۔ فرض کیجئے کہ اس حکم سزا سے بادشاہ سلامت، کسی اپنے دوست کو آگاہ بھی کردیں اور پھر قبل اس کے کہ سزا عائد کی جائے، معاف بھی کردیں تو کیا اس دوست کو حق ہوگا کہ بادشاہ سلامت کو جھوٹ بولنے والا اور جھوٹا وعدہ کرنے والا ، ٹھہراوے۔

انصاف کی ہمدردانہ گذارش:

اے عزیز! تم نے اس مثال میں بڑا دھوکہ کھایا۔ اگر تم اپنے اوپر رحم کر کے اس مثال میں اور مرزا صاحب کی الہامی وعید احمد بیگ کے داماد میں ذرا بھی انصاف سے غور کرو گے تو آسمان وزمین کا فرق پاؤ گے۔ تم ایسے نادان تو نہ تھے، مرزا صاحب کو مان کر عقل وسمجھ سب کھو بیٹھے۔ احمد بیگ کے داماد کے پیشین گوئی کی حالت، میں مفصل بیان کر آیا ہوں اسے غور سے دیکھو۔ متن کے علاوہ حاشیہ میں سات وجہیں نہایت صاف اور صریح ایسی بیان کی ہیں جن سے بخوبی ظاہر رہا ہے کہ اس مثال میں اور اُس وعدۂ الٰہی میں کوئی نسبت نہیں ہے اور اس وعدے کا پورا ہونا ضرور ہے۔ صفحہ ۳۴ سے ۴۲ تک یہ حاشیہ ہے اسے ضرور دیکھو۔ اس کے بعد اگر تم میں کچھ خوف خدا ہے تو اس مثال کو یقیناً غلط سمجھو گے۔ تم خدا تعالیٰ کے حال کو انسان کی حالت پر قیاس کرتے ہو، یہ کیسی نادانی ہے۔ انسان ضعیف البنیان کو اُس قادر مطلق سے کیا نسبت؟ وہ عالم الغیب ہے، اس پر آئندہ اور گذشتہ کی کوئی خبر اور کوئی حالت،

مخفی نہیں رہ سکتی۔ جس بات کو وہ کہے گا اس کے انجام کو وہ دیکھتا ہے۔ اس لئے وہ ایسا وعدہ ہرگز نہ کرے گا جس کے انجام میں کوئی مانع یا کوئی وجہ ایسی پیش آئے جس کی وجہ سے وہ وعدہ پورا نہ ہو۔ بھلا وہ ذات تو ہر عیب سے پاک ہے کوئی شریف انسان بھی ایسا وعدہ نہیں کرتا جس کے انجام کو وہ جانتا ہو کہ یہ پورا نہ ہوسکے گا۔ دنیا بادشاہ یا کسی اعلیٰ افسر کے لئے یہ ہوسکتا ہے کہ آئندہ کی حالت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کسی شخص کے بارے میں کوئی حکم سزا نافذ کرے یا کسی شخص کو کسی چیز کے دینے کا وعدہ کرے۔ مگر اس کے بعد اسے ذاتی یا ملکی اغراض ایسے پیش آسکتے ہیں کہ وہ اپنے وعدے یا وعید کو پورا نہ کرے، اس کے پورا کرنے میں اسے کسی قسم کا خوف وخطرہ پیش آجائے یا اس کی حالت میں تغیر آجائے جس سے اللہ تعالیٰ منزہ اور پاک ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں اس کا ارشاد ہے’’ **لا تبدیل لکلمات اللہ** ‘‘ یعنی اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔ اب اگر اس کا وعدہ یا وعید بدل جائے تو صریح اس آیت قرآنی کے خلاف ہوگا۔ اب سمجھ لو کہ وعید الٰہی کے مقام پر یہ مثال پیش کرنا، آیت قرآنی کے خلاف ہے۔ یہ بھی خیال رکھو کہ یہ وعید ایسی ہے کہ اگر پوری نہ ہو تو ایک نہایت حتمی اور قطعی وعدہ، اس (سلطان محمد) کی بیوی کے نکاح میں آنے کا پورا نہ ہوگا اور ایسے حتمی وعدے کا پورا نہ کرنا تو معزز انسان کی شان سے بعید ہے اور خدا کی شان تو بہت ہی اعلیٰ اور اشرف ہے۔ اس کے بعد، میں تمھیں دوسری طرح سمجھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، عالم الغیب، صادق الوعد اور غیر متغیر ہے۔ اپنی کسی وعدہ یا وعید کو ٹال نہیں سکتا۔ کیوں کہ عالم الغیب وہی وعدہ کرے گا جس کا پورا ہونا اس کے علم میں قرار پاچکا ہے اور جو وقوع میں آنے کو ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ جس وعدہ کے پورا نہ ہونے کو وہ یقیناً جانتا ہے اس کی نسبت اس طرح کہہ دے کہ میں ضرور ایسا ہی کروں گا ڈ جیسا کہ منکوحۂ آسمانی کی نسبت کہا گیا کہ آخر کار اور انجام کار احمد بیگ کی لڑکی میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ جب وہ عالم الغیب اس کہنے سے پہلے جانتا تھا کہ ایسی باتیں پیش آئیں گے جن کی وجہ سے وہ نکاح میں نہ آئے گی اور باوجود

اس علم کے یہ وعدہ کرنا کہ انجام کار وہ لڑکی تیرے نکاح میں آئے گی ؛ جھوٹ اور صریح فریب نہیں تو کیا ہے، ذرا کچھ تو غور کرو۔ تم لوگ اس کو نہیں دیکھتے کہ اس وعدہ کے پورا نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ پر کیسا بھاری الزام آتا ہے۔ یہ کہہ دیتے ہو کہ اس کے خوف کی وجہ سے وعید پوری نہ ہوئی اس لئے وعدہ بھی ٹل گیا۔ اس وعدے کے ٹلنے میں خدا پر سخت الزام آتا ہے اس لئے بھی داماد احمد بیگ وعید کا پورا ہونا ضروری ہے اور پھر خاص کر اس کے مرنے کی دو مرتبہ پیش گوئی کرتے ہیں۔ پہلی مرتبہ اس کی شادی سے ڈھائی برس کے اندر اس کی موت بتلاتے ہیں اور دوسری مرتبہ اپنی زندگی کے اندر اس کے مرنے کو کہتے ہیں اور انجام کار میں اُس کی بی بی سے اپنی شادی ہو جانا کہتے ہیں۔ جو واقعات گذر چکے ہیں اُن سے معلوم ہو رہا ہے کہ داماد احمد بیگ نہ ڈھائی برس کے اندر مرا اور نہ مرزا صاحب کی زندگی کے اندر مرا اور نہ اس کی بی بی مرزا صاحب کے پاس آئی بلکہ مرزا صاحب خود ہی مر گئے۔ غرض کہ مرزا صاحب نے جتنی باتیں بتلائی تھیں وہ سب کی سب غلط ہو گئیں۔ مرزا صاحب سے جو وعدۂ الٰہی الہامات میں ہوا تھا اس کی صورتیں اوپر مذکور ہو چکی ہیں اُس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر ایسے وعدے پورے نہ ہوں تو تمام وعدۂ الٰہی اور وعدۂ رسول بے کار ہو جاویں گے اور کوئی قابل اعتبار نہیں رہے گا۔ جیسا کہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں: ’’کیا ایسے بزرگ اور حتمی وعدہ کا ٹوٹ جانا خدا تعالیٰ کے تمام وعدوں پر ایک سخت زلزلہ نہیں لاتا؟‘‘ (توضیح مرام خ ۳ ص ۵۵)۔

اس کے یہی معنی ہیں کہ تمام وعدوں میں زلزلہ پڑ جائے گا اور کوئی وعدہ لائق وثوق نہ رہے گا۔ جس وعدۂ الٰہی کو مرزا صاحب نے یہاں بیان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کے پورا نہ ہونے سے اس کے تمام وعدوں میں زلزلہ پڑ جائے گا، اس سے بہت زیادہ یہ وعدہ ہے جو مرزا صاحب، نکاح میں آنے کے لئے بتا رہے ہیں۔ ایسے ہی احمد بیگ کے داماد کے مرنے کی وعید ہے اس زور سے اس کے پورا ہونے کا وثوق دلایا گیا ہے کہ اس کے پورا ہونے

میں کسی قسم کا تردد نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں کہ ’’آخر کار اور انجام کار وہ لڑکی میرے نکاح میں ضرور آئے گی‘‘ اور اُس وعید کی نسبت لکھتے ہیں کہ ’’اگر یہ پوری نہ ہو تو میں جھوٹا اور ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا‘‘۔ اگر ایسے وعدہ اور وعید پورے نہ ہوں تو پھر شریعت الٰہی کے کسی بات کا اعتبار نہ رہے اور نبی کے تمام اقوال سے وثوق اٹھ جائے۔ اس کے علاوہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ شخصی وعید ضرور پوری ہوتی ہے اس کا ثبوت قرآن مجید اور حدیث سے اور تمام مفسرین کے کلام سے ظاہر ہے دیکھو فیصلۂ آسمانی حصہ سوم۔

نیا اعتراض و جواب:

بعض مرزائی اپنے خیر خواہوں پر یہ الزام لگا دیتے ہیں کہ کہ اعتراض میں مرزا صاحب کا بعینہٖ قول نقل نہیں کرتے لفظ کو بدلتے ہیں۔ بھائیو! تمھارے اس کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے بہکانے والے اصل اعتراض کے جواب سے عاجز ہیں اپنے خیر خواہوں پر کچھ الزام لگا کر کم علموں کو گمراہی پر قائم رکھنا چاہتے ہیں مگر وہ اپنے دل میں اس جواب کو مہمل سمجھتے ہیں ورنہ ضرور اس امر کو مشتہر کرتے۔

اب مجھ سے اس کا جواب سنئے۔ ہماری جماعت نے اکثر جگہ مرزا صاحب کے بعینہٖ الفاظ نقل کئے ہیں آپ سامنے آئیں تو وہ مقامات کھول کر دکھا دیئے جائیں۔ اور بعض مقام پر بعینہٖ عبارت نقل نہیں کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی عبارت میں بہت طول ہوتی ہے اصل مطلب بہت کم ہے اس لئے پوری عبارت نہیں لکھی جاتی اصل مطلب بیان کر دیا جاتا ہے۔ بعض وقت رسالہ میں ایک جگہ پوری عبارت لکھ دی گئی ہے اور دوسری جگہ اس کا حاصل لکھا گیا ہے۔ اب یہ بتائے کہ اس میں کیا الزام ہے؟۔

ہاں اگر ہمارا حوالہ غلط ہو یا مرزا صاحب کی عبارت کا جو خلاصہ ہم نے بیان کیا ہے وہ غلط ہو، اگر ایسا ہوا ہے تو ہمیں دکھائیے کہ ہم نے کیا غلطی یا بددیانتی کی ہے۔ ہم حق پرست

ہیں، حق بات کے ماننے میں اور کہنے میں کبھی ہم کو تأمل نہیں ہوسکتا۔ البتہ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت ایک خاص امر میں بحث ہورہی ہے یعنی مرزا صاحب کے صادق یا کاذب ہونے میں، اس کے ثبوت میں جو ذی علم ہماری غلطی ثابت کرے گا اس کا جواب دیں گے اور اگر ہم سے غلطی ہوگئی ہے اسے ہم بخوشی مان لیں گے بلکہ اُن کے ممنون ہوں گے۔ اور جنھیں علم نہیں ہے اُن کے خیال میں جو غلطی معلوم ہو وہ علماء مونگیر سے بیان کریں اُن کی پوری تسلی کردی جائے گی۔ اب مقابلہ پر آیئے اور اس کا تجربہ کیجئے اور یوں عوام کے بہکانے کو ایک بات بنا کر کہہ دینا اہل حق کا کام نہیں ہے۔

(تمت)

☆☆

مجموعه القاسم: جلد سوم
تحفظ ناموس رسالتؐ

سوانح صاحب تالیفؒ

نام: علامہ نور محمد ابن جناب دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

پیدائش: سلطان پور (یوپی) کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: حفظ قرآن مجید اور فارسی وعربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں ایک صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا محمد اسماعیل کی زیر تربیت پائی۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی ترغیب پر اعلیٰ تعلیم کے لیے مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۴۰ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۳ھ میں فراغت حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی مناظرہ سے فطری دلچسپی کی وجہ سے کافی شہرت حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ سرخیل علماء دیوبند حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تقریر سنی تو خوش ہوکر چار روپیہ ماہانہ اپنی جیب خاص سے جاری فرمایا اور ''علامہ'' کے خطاب سے نوازا۔ چنانچہ علامہ ٹانڈوی ہی کے لقب سے آپ جانے پہچانے جاتے ہیں۔ شادی کے بعد سلطان پور چھوڑ کر قصبہ ٹانڈہ ہی کو آپ نے اپنا مستقل وطن بنالیا تھا۔ اپنے پسماندگان میں پہلی بیوی سے چھ اور دوسری سے تین اولادیں چھوڑیں۔

تبلیغ وتدریس: فراغت کے بعد تقریباً دو سال تک قادیانی فتنہ کے سدباب کے لیے راجپورہ (پنجاب) میں امامت وتعلیم سے جڑے رہے۔ محرم ۱۳۴۶ھ سے رجب ۱۳۵۶ھ تک مظاہر علوم میں مبلغ اور مدرس کی حیثیت سے وابستہ رہے، حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ جیسے بزرگ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ملک میں آپ نامور خطیب

تھے، مختلف غیر ملکی اسفار بھی تبلیغ کی نسبت سے کیے۔ دیوبندی مکتب فکر کے مشہور مناظر تھے۔ آریوں، عیسائیوں، قادیانیوں اور دیگر تمام ہی باطل فرقوں سے آپ کے مناظرے ہوئے ہیں۔ شعبان ۱۳۵۶ھ میں مظاہر سے سبکدوش ہوکر کولوٹولہ کلکتہ کی جامع مسجد میں بحیثیت مفسر قرآن خدمات انجام دیں۔ ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ کنزالعلوم ٹانڈہ میں مبلغ کی حیثیت تشریف لائے۔ مختصر سی علالت کے بعد ۱۱ شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۴/۵/جون ۱۹۸۲ء شنبہ یکشنبہ کی درمیانی شب لکھنو میں ساڑھے بارہ بجے آپ کا وصال ہوا اور تدفین ٹانڈہ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃً۔

تصنیفات: ردقادیانیت پر آپ کی تالیفات وتصنیفات میں سے، کفریات مرزا، کذبات مرزا، اختلافات مرزا، مغلظات مرزا، امراض مرزا، کرشن قادیانی آریہ تھے یا عیسائی، دفع الالحاد عن حکم الارتداد، کل سات کتابیں ہیں اس کے علاوہ دیگر فرق باطلہ کے رد میں بھی آپ کی ایک درجن سے زائد کامیاب تصنیفات ہیں۔

قومی و سیاسی خدمات: سچے محبّ وطن جنگ آزادی کے بے باک مجاہد اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے شیدائی تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے زندگی بھر وابستہ رہے، آزادی کی تحریک میں تین مرتبہ جیل گئے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ سے بھی آپ کے علمی مراسم گہرے تھے۔ اسی لیے آپ کی تقریر وتحریر میں مولانا فاروقی کا رنگ نمایاں ہے۔

ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

(ملعون الی یوم القیامہ)

● حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ سابق مفتی اعظم پاکستان

قرآن کریم سے کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے علماء اصول نے استدلال کے چار طریقے طے کئے ہیں۔ اول عبارت النص، دوسرے اشارۃ النص، تیسرے دلالۃ النص اور چوتھے اقتضاء النص۔ کلام پاک میں ننانوے آیات ایسی موجود ہیں جو ان چاروں میں سے کسی نہ کسی طریق سے ختم نبوت کا ثبوت مہیا کرتی ہیں۔ چنانچہ اس باب میں پہلی اور صریح ترین آیت یہ ہے: ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا.'' (الاحزاب ۴۰) (نہیں ہیں محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا)۔

اس آیت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ چند روز پہلے ہی وحی کے ذریعے عرب کے اس رواج کو مسترد کیا گیا تھا، جس کے تحت لے پالک اولاد کو حقیقی اولاد کا درجہ دیا جاتا تھا۔ اس رواج کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی غرض سے رسول ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ حضرت زیدؓ بن حارث کی مطلقہ حضرت زینبؓ سے حکم خداوندی کے مطابق نکاح فرمایا۔ اس پر کفار نے شور مچایا کہ یہ کیسا نبی ہے، جو اپنے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرتا

ہے۔اسی طعنے کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔اس لئے آپ پر یہ الزام بے محل ہے،اس امرواقعہ کے بیان کردینے کے بعد اسی سے پیدا ہونے والے ممکنہ شبہات کے ازالے کے لئے فرمایا گیا: لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول اور آخرالانبیاء ہیں۔'' مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آپ کے کوئی صلبی فرزند نہیں اور آپ اس اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہیں،لیکن آپ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں اور رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔جولوگ حضور ﷺ کو ابتر اور مقطوع النسل ہونے کا طعنہ دیتے تھے۔انہیں بھی اسی آیت میں جواب دیا گیا کہ رسول تو اپنی پوری امت کا باپ ہوتا ہے اور محمد ﷺ چونکہ قیامت تک لئے نبی ہیں،لہٰذا آپ کی روحانی اولاد کا بھی کوئی شمار نہیں۔

اس جگہ لفظ ''خاتم النبیین'' کے اضافے کی دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس طرح اقوام عالم کو خبردار کردیا گیا۔یہ ہمارا آخری رسول ہے۔اس کے بعد کوئی پیغمبر نہ بھیجا جائے گا۔اسی لئے دین دنیا کی اصلاح چاہتے ہوتو اس کی تصدیق کرو۔ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ''**ماکان محمد ابا احد**'' میں نفی ابوت سے وہم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ میں شفقت پدری بھی نہ ہوئی۔اس وہم کو رفع کرنے کے لئے ''**ولکن رسول اللہ**'' کے الفاظ بڑھائے گئے۔یعنی شفیق ہیں۔پھر ارشاد فرمایا: ''**وخاتم النبیین**'' یعنی جب ہر رسول اپنی امت کا شفیق باپ ہوتا ہے،تو خاتم النبیین تو تمام انبیاء سے زیادہ شفیق اور مہربان ہوں گے جن انبیاء کو اپنے اور رسولوں کے آنے کی توقع ہوتی تھی،ان سے اگر کوئی چیز رہ جاتی تو بعد میں آنے والے اس کی تکمیل کردیتے تھے،لیکن تمام انبیاء کے خاتم کو یہ فکر تھی کہ آگے کا راستہ اتنا صاف کردیا جائے کہ قیامت تک آنے والے انسان گمراہ نہ ہوں،چنانچہ ہمارے آقائے نامدار سرورِ کائنات ﷺ نے شریعت کی صراطِ مستقیم کو ایسا ہموار چھوڑا ہے،جس میں رات اور دن برابر ہے۔اب نہ ہمیں کسی شریعتِ سابقہ کی حاجت ہے،نہ لاحقہ کی۔نہ کسی جدید نبی کی ضرورت ہے،نہ جدید شریعت کی۔

تکمیل شریعت:

قرآن مجید کی جس آیت میں محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی ابدی تکمیل کا اعلان کیا گیا،وہی ختم نبوت کے ثبوت میں دوسری واضح دلیل ہے۔ارشاد ہوا:

''**اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا.**'' (المائدہ:۳)

(''آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا۔'')

آیتِ مذکورہ میں کمالِ دین کی جس زاویے سے بھی تفسیر کی جائے،ماحصل یہی ہے کہ اس دین کے بعد کوئی دین اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی تا قیامت پیدا نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کے بعد نہ کوئی حلال کرنے والا حکم نازل ہوا اور نہ حرام کرنے والا اور نہ کوئی چیز فرائض وسنن میں اور نہ حدود اور دوسرے احکام میں سے۔(تفسیر مظہری ص۸،سورۃ مائدہ)

اور حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو فاروقِ اعظمؓ رونے لگے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو؟ فاروق اعظمؓ نے عرض کیا:

''ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے،لیکن جب وہ کامل ہوگیا ہے اور (عادتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ) جب کوئی شے کامل ہوجاتی ہے،تو پھر وہ ناقص ہوجاتی ہے،آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''تم نے سچ کہا'' اور یہی آیت آنحضرت کی وفات کی خبر سمجھی گئی اور آپ ﷺ اس کے بعد صرف اکیاسی روز اس عالم میں زندہ رہے۔

فاروق اعظم کا یہ واقعہ مذکورۃ الصدر تفسیر کی روشن دلیل اور کھلی شہادت ہے،کیونکہ اگر اکمالِ دین اور اتمام نعمت سے نزول احکام دین کا اختتام اور وحی نبوت کا انقطاع اور خاتم الانبیاء ﷺ کی وفات مراد نہ تھی تو فاروق اعظمؓ کا اس موقع پر رونا بے محل اور معنی ہوجائے گا۔

افادیتِ ختمِ نبوت:

جس طرح قرآن پاک کی ننانوے آیات ختم نبوت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں، اسی طرح دوسودس صحیح احادیث میں اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان میں ایک سو سے زیادہ احادیث متواتر ہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے ’’جن حضرات نے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور معجزات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے ان میں کثیر التعداد حضرات کی نقل سے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان بھی ثابت ہو چکا ہے، کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘ (الملل والنحل، ج۱، ص۷۷)۔ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث ’’لا نبی بعدی‘‘ نہ صرف متواتر ہے، بلکہ اس کا تواتر بھی اسی درجے کا ہے جس درجے کا آپ ﷺ کی نبوت، معجزات اور قرآن مجید کا تواتر ہے، اب ان احادیث میں سے چند کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ’’میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے، جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور آراستہ و پیراستہ بنایا، مگر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی پس لوگ اس کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کیا اور مجھ سے ہی قصرِ نبوت مکمل ہوا اور میں ہی خاتم النبیین ہوں، مجھ پر تمام رسل ختم کر دئے گئے۔‘‘ (بخاری، مسلم، احمد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا)۔

روایت کے الفاظ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی۔ اول یہ کہ مجھے جوامع الکلم دئے گئے۔

دوسرے یہ کہ رعب سے میری مدد کی گئی۔ (یعنی مخالفین پر میرا رعب پڑ کر انہیں مغلوب کر دیتا ہے) تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا۔ (بخلاف انبیاء سابقین کے کہ مالِ غنیمت ان کے لئے حلال نہ تھا، بلکہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی تھی، جو تمام مالِ غنیمت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی اور یہی جہاد کی مقبولت کی علامت سمجھی جاتی تھی) چوتھے میرے لئے تمام زمین نماز پڑھنے کی جگہ بنا دی گئی (بخلاف امم سابقہ کے کہ ان کی نماز صرف مسجدوں ہی میں ہو سکتی تھی) اور زمین کی مٹی میرے لئے پاک کرنے والی چیز بنا دی گئی (یعنی بہ وقتِ ضرورت تیمّم جائز کیا گیا، جو پہلی امتوں کے لئے جائز نہ تھا) پانچویں، میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں (بخلاف انبیاء سابقین کے کہ وہ خاص خاص قوموں کی طرف کسی خاص اقلیم میں ایک محدود زمانے کے لئے مبعوث ہوتے تھے) چھٹے مجھ پر تمام انبیاء ختم کر دئے گئے۔‘‘ (مسلم نے روایت کیا)۔

عجیب تاویلات:

ختم نبوت کے منکرین قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ کی ان صراحتوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے عجیب و غریب تاویلات کا سہارا لیتے ہیں اور قرآن و حدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ مثلاً مرزا غلام احمد نے نبی بننے کے شوق میں آیت خاتم النبیین کے معنی یہ بیان کئے ہیں۔ ’’آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے‘‘ اور یہ کہ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت مل سکتی ہے۔‘‘ یہ مفہوم نہ صرف عربی زبان اور محاروں کے رو سے سراسر غلط ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کو نبی بنانا آنحضرت کے اختیار میں ہے۔ جس پر چاہیں نبوت کی مہر لگا دیں۔ حالانکہ رسول اور نبی کا تقرر صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، علاوہ ازیں اس تحریف کے نتیجے میں نبوت ایک

اکتسابی چیز بن جاتی ہے۔قرآن کی رو سے یہ بھی غلط ہے۔کیونکہ نبوت حاصل کرنا کسی کے اختیار میں نہیں۔

اگر اس نو ایجاد تفسیر کو مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس امت میں جتنے زیادہ نبی آئیں اتنا ہی حضورﷺ کا کمال ظاہر ہوگا، لیکن تحریف کرنے والے کو بھی تیرہ سو برس میں اپنے سوا اور کوئی اس طریقے سے نبی بنتا نظر نہیں آیا۔کتنی عجیب بات ہے کہ جس ہستی کو بقول مرزا صاحب اللہ نے ’’نبی تراش‘‘ بنایا اس کی روحانی توجہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ میں سے تو کسی کو نبی بنا نہ سکی، ان کے بعد خیر القرون میں بھی کسی کو یہ سعادت نصیب نہ ہو سکی اور نعوذ باللہ چودھویں صدی میں آ کر بس ایک مرزا صاحب پیدا ہوئے تو اس اعزاز کے اہل ٹھہرے۔قرآن پاک کی تحریف اور رسولِ کریمﷺ کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے؟ **نعوذ باللہ میں ذالک.**

نبوت کا چھیالیسواں حصہ:

صرف یہی نہیں کہ قرآن میں بروز اور بروزی نبی کے پیدا ہونے کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ بہت سی احادیث بھی اس عقیدے کا صاف بطلان کرتی ہیں۔مثال کے طور پر یہ حدیث ملاحظہ کیجئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: الفاظ حدیث، اے لوگو! نبوت کا کوئی جز، سوائے اچھے خوابوں کے باقی نہیں رہا۔ (بخاری اور مسلم نے روایت کیا)۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نبوت بالکلیہ ختم ہو چکی ہے سلسلہ وحی منقطع ہو گیا۔البتہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزو مبشرات باقی ہے۔یعنی جو سچے خواب مسلمان دیکھتے ہیں، یہ بھی نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔اس کی تشریح بخاری ہی کی دوسری حدیث

میں اس طرح آتی ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔اب ذرا قادیانی عقلِ کج مزاج کی دلیری ملاحظہ کیجئے کہ اسی حدیث سے بقائے نبوت ثابت کرتے ہیں۔کہا جاتا ہے اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ نبوت کا ایک جزو باقی ہے۔اسی سے نفس نبوت کا بقا ثابت ہوتا ہے، جیسے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی ہو، تو پانی کو کہا جاسکتا ہے اسی طرح نبوت کے جزو کا باقی ہونا، خود نبوت کا باقی ہونا ہے، اگر یہ منطق مان لی جائے کہ کسی شے کے ایک جزو کے وجود کو کل کا وجود قرار دیا جاسکتا ہے، تو پھر ایک اینٹ کو پورا مکان بھی کہنا درست ہوگا، کھانے کے اجزاء میں سے ایک جزو نمک ہے تو نمک کو کھانا کہنا بھی روا ہوگا اور پھر تو شاید دھاگے کو کپڑا کہنا بھی جائز ہوگا! اور ایک انگلی کے ناخن کو انسان اور ایک رسی کو چارپائی بھی کہا جائے اور ایک میخ کو کواڑ بھی! یہ محض لچر اور نا قابل ذکر بات ہے کہ نبوت کا ایک جزو باقی ہونے سے نبوت کا بقا ثابت کر ڈالا۔

اس حدیث میں قابل لحاظ بات تو یہ ہے کہ آنحضرتﷺ نے انقطاعِ نبوت کے ذکر کے ساتھ صرف رویائے صالحہ کے بقا کا ذکر فرمایا ہے اور کسی قسم کی نبوت کا نام نہیں لیا۔گویا نبوت کی کوئی قسم آپﷺ کے بعد باقی نہیں رہی، ورنہ ضروری تھا کہ نبوت کی جو قسم باقی رہنے والی ہے بجائے سچے خواب کے اس کا ذکر فرمایا جاتا اور اسی پر بس نہیں، بلکہ نبوت کے تمام اجزاء اور اقسام کے بالکلیہ انقطاع کی خبر دے کر صرف ایک جزو، یعنی رویائے صالحہ کا استثناء فرمایا گیا ہے۔اب انصاف کیجئے کہ اگر سوائے رویائے صالحہ کے اور ابھی کوئی جزو یا کوئی نوع، یا کوئی قسم نبوت کی باقی رہنے والی تھی تو اس کا استثنا کیوں نہیں فرمایا گیا؟

مرزا صاحب نے اپنی اسلام دشمنی پر پردہ ڈالنے کے لئے کبھی فرمایا کہ ختم نبوت کا مسئلہ تو میرا ایمان ہے، مگر صرف تشریعی شریعت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت غیر تشریعی ہے اور کبھی کہا کہ کلی نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت جزئی ہے اور کبھی ارشاد ہوا کہ حقیقی نبوت

ختم ہوئی ہے اور میری نبوت ظلی و بروزی ہے اور کہیں لکھتا ہے کہ مستقل نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت غیر مستقل ہے، غرض ان متعارض اور متضاد اقوال کو اختیار کر کے وہ سمجھے کہ ہماری نبوت بھی سیدھی ہوگئی اور مسلمانوں کے سامنے یہ کہنے کی گنجائش بھی باقی رہ گئی کہ ہم قرآن وحدیث کی صریح حکم یا امت کے اجماعی عقیدۂ ختم نبوت کے منکر نہیں ہیں، لیکن اس حدیث نے مرزا صاحب کے سارے منصوبے خاک میں ملا دئے۔

ختم نبوت اور نزول مسیح:

آیت خاتم النبیین کی روشن دلیل کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی غرض سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت کے بعد اور کوئی نبی آ سکتا تو آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام جو متفق علیہ نبی ہیں، کیسے آ سکتے ہیں؟ حالانکہ ان کا قیامت کے قریب آنا مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اور قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے۔ غرض ختم نبوت سے انکار کیجئے یا نزول مسیح علیہ السلام سے ہاتھ اٹھائیے۔ یہ شبہ خطِ مبحث کا شاہکار ہے۔ حقیقت میں ان دونوں عقیدوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے اور اس کے دلائل یہ ہیں:

عربی لغت اور محاورے کی رو سے خاتم النبیین اور آخرالانبیاء کے معنی یہ ہیں کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ (اس عالم میں) سب سے آخر میں متصف ہوئے۔ یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء وفات پا گئے ہوں۔ اہل عرب جب خاتم الاولاد یا آخرالاولاد بولتے ہیں تو مراد یہی ہوتی ہے کہ یہ بچہ سب سے آخر میں پیدا ہوا، نہ یہ کہ پہلی تمام اولاد کا صفایا ہو چکا۔ حدیث میں اس مفہوم کی صراحت یوں ہے کہ حضرت سہل ابن سعد الساعدی راوی ہیں کہ حضرت عباسؓ نے آنحضرت سے ہجرت کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا اے میرے چچا! اپنی

جگہ ٹھہرے رہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرت ختم کر دی ہے، جیسا کہ مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا ہے۔ (طبرانی، ابونعیم، ابویعلی، ابن عساکر اور ابن النجار نے روایت کیا) دیکھئے خود حضرت رسول پناہ ﷺ نے ختم نبوت کو ختم ہجرت کی تمثیل میں پیش فرما کر بحث کا خاتمہ فرما دیا۔ کسی ادنیٰ سمجھ بوجھ والے آدمی پر بھی یہ بدگمانی نہیں کی جا سکتی کہ وہ حضرت عباسؓ کے خاتم المہاجرین ہونے کو ان سے پہلے مہاجرین کے دنیا میں باقی رہنے کا مخالف یا معارض سمجھے۔ یا حضرت عباسؓ پر ہجرت کا یہ مطلب قرار دے کہ ان سے پہلے کے سب مہاجرین مر چکے ہیں۔ آپ اس دنیا میں جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں، بلکہ امام کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور شریعت محمدی کی پیروی کریں گے۔

انکارِ ختم نبوت کی سزا:

قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ ومفسرین ختم نبوت کے اس اجتماعی عقیدے پر نہ صرف کلی طور پر متفق ہیں، بلکہ اس سے انکار کرنے اور آیت خاتم النبیین کے خلاف اجماع تاویل کرنے کو قابل تعزیر جرم قرار دیتے ہیں۔ سید محمد آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور ومستند تفسیر روح المعانی میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے خلاف شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اس عالم میں وصف نبوت کے ساتھ متصف ہونے کے بعد وصف نبوت کا ہونا بالکل منقطع ہوگیا۔ جن وانس میں سے کسی میں اب یہ وصف پیدا نہیں ہو سکتا اور یہ مسئلہ ختم نبوت اس عقیدے سے ہرگز معارض نہیں، جس پر امت نے اجماع کیا ہے اور جس میں شہرت کو پہنچی ہوتی ہیں اور شاید درجہ تواتر معنوی کو پہنچ جائیں اور جس پر قرآن نے تصریح کی ہے اور جس پر ایمان

لانا واجب ہے اور اس کے منکر مثلاً فلاسفہ کو کافر سمجھا گیا ہے، یعنی آخر زمانے میں نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ کیونکہ وہ آنحضرت کے اس عالم میں نبوت ملنے سے پہلے وصف نبوت کے ساتھ متصف ہو چکے تھے۔

اسی آیت کی شرح کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ مزید فرماتے ہیں:

”اور آنحضرتﷺ کا آخر النبیین ہونا، ان مسائل میں سے ہے جن پر قرآن بول اٹھا اور جس پر احادیث نے صاف صاف تقریر کی اور جس پر امت نے اجماع کیا۔ اس لئے اس کے برخلاف دعویٰ کرنے والے کو کافر سمجھا جائے گا اور اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہٗ، جو علومِ ظاہرہ و باطنہ کے مسلم امام ہیں، آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں ایک ایسا مضمون تحریر فرماتے ہیں کہ گویا قادیانی فتنہ ان پر منکشف ہو گیا تھا۔ اسی کی رد کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں:

”خوب سمجھ لو کہ تمام امت نے خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہے، نہ رسول اور اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ نہ اس آیت میں کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص اور جس شخص نے اس آیت میں کسی قسم کی تخصیص کے ساتھ کوئی تاویل کی اس کا کلام ایک بکواس و ہذیان ہے اور یہ تاویل اس کے اوپر کفر کا حکم کرنے سے روک نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ اس نص صریح کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق امتِ محمدیہ کا اتفاق ہے کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں۔“

امام حدیث علامہ شاطبیؒ جو آٹھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف امام ہیں، اپنی کتاب ”اعتصام“ میں ان لوگوں کی ایک مختصر فہرست شمار کرتے ہیں، جنہوں نے نبوت یا وحی یا عصمت کا دعویٰ کیا اور امت کے اجماع نے ان کو واجب القتل سمجھا۔ اسی سلسلے میں امام موصوف نے فازازی نام کے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

اس نے بہت سے ایسے شعبدے بھی دکھائے جو کرامت یا خارق عادت سمجھے جاتے ہیں۔ عوام ہر زمانے میں عجائب پرست ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک گروہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ یہ شخص بھی مرزا غلام احمد کی طرح اتباع قرآن کا مدعی تھا۔ اس لئے اس نے آیت خاتم النبیین کی ایسی تاویلات شروع کیں جن کے ذریعے آنحضرتﷺ کے بعد کسی نبی کی گنجائش نکل آئے، مگر علمائے وقت نے اس کے دعوے اور تاویلات کو اتفاق رائے سے کفر والحاد قرار دیا۔ چنانچہ اس زمانے کے امام مقتدر شیخ المشائخ ابو جعفر ابن زبیرؒ کے فتوے پر اس کو قتل کر دیا گیا۔

- مجمع الامام محمد بن اسماعیل البخاریؒ للدراسات الاسلامیہ
- ایوان امام الہند شاہ ولی اللہ محدث الدہلویؒ
- جامع الامام محمد قاسم النانوتویؒ
- مرکز التوحیدی الاسلامی للدعوہ والارشاد

چھ ہزار طلباء وطالبات کی تعلیم وتربیت اور قیام وطعام کے لئے جامعہ کے تعمیری وترقیاتی منصوبے اور "القاسم اسلامک یونیورسٹی" کا تخمینی بجٹ تقریبا 1,50,20,93,768.00 ڈیڑھ سو کروڑ روپے سے زائد ہے۔ جو ہی خواہان ملت اسلامیہ، صاحب جود وسخا اور باتوفیق اہل خیر کے تعاون سے اللہ رب العزت ہی پورا کرانے والا ہے۔ حق جل مجدہٗ کا پاک ارشاد ہے:

"جس نے اچھے کام کئے ہوں، ہم کبھی اس کا اجر ضائع نہیں کرتے" (الکہف: ۳۰، ترجمہ: امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ "ترجمان القرآن")

اللہ ہی ہمارا اور آپ کا حامی وناصر ہے۔

Published by:
Jamiatul Qasim Darul Uloom-il-Islamia
At & Po. Madhubani, G.P.O. Partap Ganj, Distt: Supaul - 852125 Bihar (India)
Ph: +91-9811125434, 9931906068, 9931515312
www.jamiatulqasim.com / E-mail: jamiatulqasim@yahoo.com
www.facebook.com/muftimahfoozurrahman.usmani
youtube.com/jamiatulqasim

Delhi Office:
K-79, 2nd Floor, Street No.5, Abul Fazal Enclave-I,
Jamia Nagar, New Delhi-110025 (India)
Ph: +91-11- 26981876, 26982907 Mob: +91-9899766786
Printed at : M.R. Printers, 2818, Gali Garaiya, Darya Ganj, New Delhi-110002